

بلکہ یورپ کے اعلیٰ درجہ کے فاضل بھی اسی ضبط میں پھنسے ہوئے تھے کبلہ جہت بڑا سمیات دان ہوا۔ جس نے بظلم سوسی نظام شمسی سے انکار اور کرہ زمین کو مثل دیگر کرہوں کے فضا میں ہونا اول اول نکالا۔ وہ یہی نجوم کی علم کی صحت سے انکار نہ کر سکا۔ وہ یہی امرا شاہزادوں کی جنم پتریاں بنا لیا کرنا اور آب و حالات کی تلاش میں ادھیڑ میں کیا کرتا تھا۔ اور اپنا عزیز وقت اسٹیجیج اور تحفہ معوشغل میں صرف کرتا۔ اصلی مذہب سچی کا صفحہ دہر سے نام و نشان مٹ گیا تھا چاروں طرف پادریوں کے ظلم و ستم کے ہاتھ راز و رستے تھے وہ پادری کہ جو نفس پرستی اور فریب میں اپنا ثانی زمانہ میں نہ رکھتے تھے الہامی کتابوں کے لیے مطالب کو بالکل پلٹ دیا تھا عبارتیں کی عبارتیں بدلا دی گئی تھیں ہر پادریوں کا گزراہی بخل علیحدہ رکھتا تھا کہ جو اسکی بال اسکے باپ داداؤں کی ترسیم و شیخ کی ہوئی ہوتی تھی۔ ان بخیلوں کو وہ قہر کو نہ دیکھتے اور صرف اپنے ہی پاس رکھنے کا اہنہ فخر حاصل تھا۔ یہ سب خرابیاں تو تھیں بڑی آفت یہ تھی کہ یورپ میں جادو ٹونے کے معتقد بھی اکثر پائے جاتے تھے یہ خیالات عوام الناس میں تک محدود نہ تھے بلکہ اس میں شاہوں کا گزراہی سمجھا بہا تھا ۱۶۷۱ء میں انتہ سیتھ سٹیم نے یورپ کے اپنے مشہور حکم سے جو عام خیالات سحر اور جادو کے متعلق عام میں پھیلے ہوئے تھے ان کو بین کر کے اس سے تسلیم کیا یعنی مذہبی اعتقادات میں سحر و جادو کا اعتقاد مانا گیا اس سے حکم دیا کہ جادو گر اور جادو گرینہ کی تلاش کی جائے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ماری جائیں تاکہ ان سے جادو کے عمل سے بچا رہے عیسائیوں کی جانبین محفوظ رہیں اس حکم نے تمام یورپ میں کھلبلی مچادی غریب اور ساکین پر آفت برپا ہوئی کسی نے چوٹے مٹ بھی بخیر کر دی بس پراسکی خبر نہ تھی اسکو گرم لوہے سے داغا جاتا اور اسکی ٹانگیں سرج ٹکڑوں سے نکالی جاتیں۔ دیکھتے ہوئے کو ٹکڑوں پر ان کو ٹھایا جاتا اور یہ مظلوم یون رہتا تڑپ کر جان دیتے۔

یہ ظلم تو کچھ بھی نہ تھے اس سے زیادہ ان یگنا ہوں پر اور بھی سخت سخت آفتیں توڑی جاتی تھیں ان کے معصوم بچوں کو جنہ کہ جادو گر ہو نیکا شبہ ہوتا تھا ان ہی کی گودیوں میں کند چاقون سے بیج کیا جاتا اور ان کو آف تک کر نیکا حکم ہوتا۔ سولی پر ٹکا دیا جاتا اور وہ بیچارہ ٹکڑے ٹکڑے مارے تڑپ رہے دو دن چلنے نکلے تین دن میں جان نکلی کوئی خدا کا بندہ عیسے کی امت یہ نہ پوچھتا تھا کہ اس پر یون اتنا ظلم کیا جا رہا ہے اس نے کیا ایسا گناہ کیا ہے خدا کا کٹ ہی کوئی چیز ہے کیا حضرت عیسیٰ نے ہی پڑایا تھا کیا انجیل و توریت یہی شہادت دیتی ہیں۔ جو منی میں دوا سپکٹر جادو گرینوں کی تلاش جو بچو گئے مقرر ہوئے پوس کے آرمیوں پر محصور ہو پ کو پھیلایا کیون بہرہ ہونے لگا تھا اسلئے ایک پادری صاحب بھی ان کی نگرانی کرنے کے لئے مقرر ہوئے اور ایک مجموعہ ضابطہ کا جیسا ہمارا موصوفہ کارروائی فوجداری ہے) سرائع لگانے کے طریقے اور تحقیقات کرنے کے قواعد اور ہدایت کے لئے ضبط



کیا گیا جس کا نام سیلیوینس میکارم تھا۔ اس ضابطہ سے جادو کی تاثیر کی صحت کا مجھوتانہ خیال عموماً پھیل گیا اسکے بعد اسکندر ششم نے ۱۴۹۲ء میں لیو دوم نے ۱۵۰۱ء میں اور فرین ششم نے ۱۵۱۷ء میں ان قواعد و ضوابط کو کافی نہ سمجھ کر اور زیادہ سخت اور پست ناک احکام جاری کئے۔ جس سے تمام لوگوں میں اور یہی جادو کا خوف پھیل گیا۔ گھر گھر جادو کی پکار ہونے لگی معمولی بخار۔ دروہ۔ سر۔ آندھی کا آنا۔ مینہ کا برسنا۔

کسی مکان کا اتفاقاً گر پڑا۔ کسی فہمی بیٹھے کنبہ پر آفت آنا۔ اچانک کسی نوجوان بوڑھے کا راہی ملک لٹا ہونا۔ کسی کا باپانی میں دوب مزنا۔ غرض کوئی ہی معمولی سے معمولی واقعہ ہمیش آتا اسکو جادو ہی سے تصور کیا جاتا اور پھر جادو گروں کی محلہ بہ محلہ اور گھر بہ گھر تلاش ہوتی۔ جس گھر میں غیر معمولی وقت و مہوان اٹھتا ہوا اور آگ سلگتی ہوئی دیکھی جاتی وہ اس خیال سے فوراً گرفتار کر لیا جاتا کہ اس نے شاید جادو کرنے کے لئے آگ سلگائی ہے۔ جو مرد یا عورت تنہا دوپہر یا شام کے وقت جنگل میں بھی جاتی فوراً اسے گرفتار کر لیتے کہ یہ جادو کرنے کیلئے جاتی ہے۔ جرم ثابت کرنے کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہ تھی کہی ایک دفعہ ہی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شبہ شخص پکڑا گیا ہو اور وہ جرم نہ ثابت ہونے پر ہار کر رہا گیا ہو۔ یہاں کوئی شخص پکڑا گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ میں بیشک جادو گر ہوں اس لئے کہ قصور و گنہگار کی تکلیفوں پر جو اسپر توڑی جاتی نہیں مرنے کی ہوڑی دیر کی تکلیف برداشت کرنا اسے اسب معلوم ہوتا تھا اور اگر جان کی محبت کچھ دیکھے لے اسپر غالب جاتی تو وہ اس امید کے شاید میری جان بچ جائے انکار کر دیا کرتا تھا۔ اس کے انکار پر اسے وجہ انکار دیاقت کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی تھی صرف پادری صاحب اس کے انکھیں ملاتے اور شیطانی تصویر اس کی تیلی میں دیکھتے یا اس کا سر منڈوا کر شیطانی نشانات اس کی منڈی ہوئی چند یا پر ملاحظہ کرتے اگر یوں ہی ساہی کوئی خط یا غیر معمولی نشان دیکھ لیا جاتا پس یہی ثبوت اس کے جادو گر ہونیکا کافی تھا۔ اس زندہ یگانہ مرد یا عورت کی کھانچ جاتی یا زندہ دیوار میں چنوا دیا جاتا یا زندہ جلوا دیا جاتا۔

جادو کے جرم میں مردوں سے زیادہ عورتیں بہت پکڑی جاتیں اور انہیں ہزار بارہ سخت اور درد دینے والی ملتی تھی۔ ان کی چہاتیاں چہرے کاٹ لی جاتی تھیں اور جو کچھ خوفناک اور شرمناک سلوک ان سے کیا جاتا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس آفت نے طاعون و ہیضہ سے خوفناک مرض سے بھی زیادہ بے ہوئے اور آباؤ شہروں میں اثر کیا۔ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ چاروں طرف ظلم و ستم کی آگ بھڑک رہی تھی کوئی کسیکو نہیں پہنچتا تھا لاکھوں مرد و عورت صرف جادو گر ہونے کے جرم میں زندہ جلادے گئے اور ان کے کلیجوں میں چہریان گھنکولی گئیں۔

شہر ویران جنگل بن گئے چاروں طرف بربادی نے اپنا ڈنڈا ڈیرہ کیا ہر شخص اپنی زندگی بے کال لیا

ہو گیا تھا جس نے اپنے حوصلہ سے زیادہ کام کیا اور وہ ہی مار گیا اسکو جادوگر قرار دیکر منزائے موت  
 دیجاتی اور اسکا تمام گہر بار بوٹ لیا جاتا۔ بال بچوں کو کیا نوٹھی غلام بنالیا جاتا یا قتل کر دیا جاتا  
 کیا ایسے قیامت خیز وقت میں ایسے ہولناک اور خون برساتے والے زمانہ میں کیا ایسی ظالم اور قسٹ  
 کر دینے والی حالت میں کسی مصلح کی ضرورت نہ تھی انہیں ایک بہت بڑے اولوالعزم رفیقاہ کی ضرورت  
 و حاجت تھی جو مخلوق کو اس بے رحمی اور طرح طرح کے ظلموں سے نجات دے اور انہیں ان کی جان اور  
 مال کی حفاظت کا پورا پورا اطمینان دے۔ بان اشد حاجت تھی۔ اور وہ رفیقاہ یا مصلح تھا کہ غیر خدا  
 محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنہوں نے ظلم کی ظلمت مٹا کر انصاف کا نور چمکایا علاوہ اور بدعتوں  
 اور باہمی مناقشوں کے یہہہ کجخت جادو کا عقیدہ ایسا نکلا تھا کہ جس نے واقعی صفایا بولنا شروع کر دیا  
 تھا۔ ضلع لندھ ملک جرنی میں چار برس کے اندر کل آبادی کا پانچواں حصہ جادو کے جرم میں جلادیا  
 گیا جینوا میں تین ہفتے کے اندر پانچو جادوگر اور جادوگر نیاں جلانی گئیں۔ ضلع کومسین شہر  
 میں ایک ہزار آدمی اسی جرم میں جلائے گئے کہ سید عرصہ کے بعد انگلستان میں ہی یہ جرم پہلا  
 اور جتنی دیر سے پہلا سیدہ شد و مد سے پہلا ملکہ ایلزبتہ نے سحر کو اول جرم قرار دیا بلا لحاظ اس کے  
 کہ وہ کسی کے نقصان کے واسطے استعمال کیا جائے یا نہیں۔ جیسے اول نے اس سے بھی زیادہ ہے  
 وسعت دی اور زیادہ صاف اور صریح الفاظ میں سحر کی منکر کے واسطے قانون جاری کیا۔  
 جب شاہ اور سلطنت کی طرف سے یہہہ قانون جاری ہوا تو فطری طور پر لوگوں کے دلوں پر جادو کی  
 کی طرف سے ایسی دہشت چھائی کہ وہ بلا مدد و گورنمنٹ کے جادو گروں کے اغراج کی تدبیروں میں  
 لگے۔ اور انہوں نے اپنا یہی پیشہ اختیار کر لیا گاؤں بگاؤں پر تلے اور جہاں جاتے ہیں شلنگ نہیں لیتے  
 تاکہ جادو گروں کو ان کے گاؤں سے نکال دیں اور ان کو جادو کی آفت سے محفوظ رکھیں۔ اپنے پیشہ  
 کے چلانے کے لئے وہ مشتبہ اشخاص کو گرفتار کرتے اور انہیں مختلف ایذاؤں دے دیکر ہیراؤا کر اترتے  
 اور پھر انہیں قتل کر دیتے یہہہ طریقہ گویا جادوگر اور جادو گروں سے گاؤں کے صاف کر دیا تھا۔  
 عویب روم اور یورپ کے بڑے حصہ میں عالم کے نجات دہندہ کی نصائح اور خداوند کے احکام کی  
 آواز میں گوج نے لگین تہین اور شیاہ ترکی۔ یونان۔ اطالیہ کا بہت بڑا حصہ امن کے دائرہ میں  
 آگیا تھا مگر ابھی صرف یورپ کا یہی حصہ باقی رہا تھا اور یہاں تک سلامی برکتوں نے اپنا ہر تونڈا  
 ہٹا کہ صلیبی جنگیں شروع ہو گئیں اور یہی تابیچ گویا یورپ کے تاریک حصہ میں تہذیب کی روشنی چمکنے  
 کی ہوئی۔ تمام جہاں اس امر کا قابل ہے کہ کرچٹن یورپ کے مسلمانوں ہی سے تہذیب اخلاق کا سبق  
 لیا۔ کرچٹن یورپ کی ناگفتہ بہ حالت کا تذکرہ مسلمانوں کے ترقی کے تذکرہ میں کیا جائیگا اور صرف  
 اس مقدمہ میں اسلام کی اشاعت سے پہلے کے حالات بیان کئے جاتے ہیں اور صرف اس امر کے

ثابت کرنے کی کوشش کی جاوے گی کہ اسلام کی دنیا میں آنے کی اشد ضرورت تھی، اسلام ہی چاہا  
 ریفا درنہا، پانچواں صدی کے زیادہ دینی اور دنیوی معاملات میں اصلاح کی۔  
 قوموں کی پولیٹیکل اور سوشل حالت سچی نہ سمجھ کر طرح تباہ و برباد مہمیں تھیں خیالات کی ابرقی اور لٹری  
 کی آزادی کی خوشنما تصویر مٹا کر خاک سیاہ ہو گئی تھی حضرت عیسیٰ کی یادگار مخلوق میں ہے ادبی  
 اور فکر و بحث کی رنگینی تھی۔ روحانی فصاحت جو حضرت عیسیٰ کی مبارک زبان سے نکلی تین ہزار کون کی  
 نفس پرست خرافاتوں نے انہیں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ بجایا آدیلین اور اہامی بابون کو  
 اپنے مطالب کے موافق کرنے کے ایک اور غضب سچی مذہب میں برپا کیا اور وہ یہ کہ یہاں کتاب جو حضرت  
 عیسیٰ کو لکھی تھی بالکل گم ہو گئی گو حضرت عیسیٰ نے اپنے اہامی اقوال کی اپنے سامنے ترتیب نہ دی تھی یہ بھی  
 یہ وہ دور تھا کہ تیلیم کی جھلی دکا جو کہ حضرت عیسیٰ فرماتے تھے ان کو وہ ازبر کر کے خیال رکھتے تھے اور  
 عین عیسیٰ کا وہ ساتھی جو صلیب کے وقت دور رہے حضرت عیسیٰ کی اس خوفناک اور مصیبت خیز  
 حالات کو دیکھ رہا تھا اس نے شاید حضرت عیسیٰ کے اقوال کی تعداد ان جب وہ سولی دیدے گئے تو  
 پہلے ترتیب دی ہو یہ بھی اقوال کی اس ترتیب کے آگے جو حضرت عیسیٰ نے اپنے سامنے کر جاتے یہ خیالی  
 ترتیب کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

اسکندریہ کی شاہراہوں میں مہذب دنیا کی آنکھوں کے آگے زمانہ سلف کے امیر اور شریف خاندان  
 کو ہذا تون کو ایک سچی دلی نے جو عسائیت میں گویا مقتولے تھا اپنے ماتھے سے قتل کیا اس نے ماٹل  
 ان کے ہاتھ میں مشغول تھے اس شدید جرم کو قابل معافی سمجھا ہے مگر ڈیپرس کے نصیحت صفوں میں اس مذہب  
 کو آدہ کر کے یہ تہ پوری پوری لہی ہوئی ہے اور وہ قیامت تک نہیں مٹ سکتی جس رنگ میں غفلت  
 نے انہیں جلوہ کیا ہے اس رنگ کا جلوہ کبھی نہیں جاسکتا۔ اور تمام تو میں ان صفوں کو ان ہی خوفناک  
 آنکھوں سے قیامت تک دیکھتی رہیں گی۔

ایک خوبصورت عقلمند صاحب عصمت خاتون جکا ایک کچھ کا کمرہ دولت اسکندریہ کے فیشن سے لبریز ہوا  
 تھا اس بچاری پر جب وہ مدرسہ سے آری تھی عیسائیت کے پرنسپل نے حملہ کیا۔ ان با ایمان عیسائیوں  
 نے دین کے جوش میں اس مظلومہ عالمہ شریف زادی کو دشنام پین سے چرٹ میں سے گھسیٹ لیا اور  
 اسکے کپڑوں کی دھجیان تک اڑا دیں۔ بکا کیا اپنے پریمی دیون کا جو قہر الہی کی طرح اچھروٹ پڑے  
 تھے یہ نہ رنجہ دیکھ کر وہ تہتر آگئی اور اب اس نے ادھر ادھر پناہ کی کوئی جگہ تلاش کی۔ ناچار وہ  
 ایک گرجہ میں جو پہلو ہی میں واقع تھا پناہ لینے کے لئے گھس گئی وہاں ہی وہ بچاری نہ بچی اور  
 سچی دیون نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اس مرحومہ مظلومہ کی عصمت پناہ خاتون کی سرین  
 لاش کو بڑجوش سچی گرجہ سے ٹرک پر گھسیٹ لائے اور اسکے عضو عضو کو جدا جدا کر دیا۔ پہر ہی جلادوں

کے مشتعل غضب کی آگ ہندی نہیں ہوئی اور سطح بہر گئی رہی اور ہر انہوں نے اسی پرانے لٹا دیا بلکہ اس کا گوشت پوست الگ کر دیا اور کچھ تو چیل کوؤن کو کھلایا اور باقی سدا آگ میں جلا دیا جو لوگ کہ اس بگیناہ خاتون کے قتل میں شریک ہوئے تھے ان لوگوں نے اپنے کو ایک خواب عظیم کا سخی سمجھا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہمیں حضرت مسیح کے پہلو پہلو عرش بر شینے کو جلیہ ملے گی۔ شہیدہ کے خون کا انتقام جب تک کہ عمر بن العاص نے تلوار نہیں سنبھالی اسکندریہ توں نہیں لگایا جسٹین کے زمانہ میں قسطنطینہ کی کیفیت اور یہی سخت زبون اور بدتر حالت میں تھی مسیحی اور ان کے واجب الاحرام مقنن عجیب حالت زبون میں تھے۔ ان کے قوانین نے تہذیب کا خون کر ڈالا تھا اور تمام مسیحی دنیا پر ایک آفت ناک بد تہذیبی اور سخت ذلت و خواری کی مصیبت برپا کر دی تھی تمدنی خیال میں پریک یا پراکویٹ نیکی کا کہیں پتہ ہی نہ تھا تہوہ وراقیصر وکٹ پختہ بیانی گئی اور اس شہ کے نفس پرست عیاش بد وضع باشندوں میں اس کا نام بطور کھاوت کے لیا جاتا تھا اور اب یعنی اس زمانہ میں جب کایم ذکر ہے میں معر نامی گرامی مجسٹریوں راسخ الاعتقاد شیون فتحند خیر لون اور مفید سلطانوں نے اسکو بطور شہزادی کے تسلیم کر کے اسکے نام پر سجدہ کرنے لگے تھے اسکی بیچھون نے لاک کا ستیاناس کر دیا تھا۔ جنین کسی قسم کا اندہی اور خلائی پہلو نہ تھا طرح طرح کے ہنگامے اور قسم قسم کے فساد۔ خونیر لڑائیاں۔ خوفناک جھگڑے کہڑے ہو گئے اور ہر عورت تمام جھگڑوں میں سب سے زیادہ حصہ لیتی ہر جمی اسکا اور ہنایا چھونا تھا اور ظلم و ستم سے اسکی تفریح ہوتی تھی۔ ان موقعوں پر رجمانی اور انسانی غرض ہر قسم کا قانون پیردن کے نیچے روز اچارا تھا کر بے اور پاک قربان گاہیں انسانی گرم گرم خونوں سے ناپاک ہو رہی تھیں۔

ایک ایک گرجہ اور قربان گاہ میں صدائے جانیں اس عورت کی سر پرستی میں روز و رات کی جاتی تھیں کوئی مقام ایسا نہ تھا کہ جہان امن کا نشان ہی پایا جاتا ہو یہ غضب ناک حالتیں اتنی ہی کو واقعہ منوقی تھیں بلکہ یہی خونیر کارروائی دن کو بھی کی جاتی تھی۔ مظلوم اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے مگر ظالموں کی تلواریں انہیں نہ چھوڑتیں اس ناپاک شہر میں مظلوم کی حد ہو گئی تھی جسٹین کے عہد حکومت کے پانچویں سال نیچا کے بلوہ میں جو جو کچھ آفتیں برپا ہوئیں ہم اور کسی زمانہ کی نسبت ناک خون سے ان کا نظابقی نہیں کر سکتے۔ ظلم اور جبر نے یہاں تک نوبت پہنچائی تھی کہ کسی کا پادری کے ماتھے سے قتل ہونا مبارک خیال کیا جاتا تھا۔ نفس پرست پادری جہان اور جس گہر میں گہس گئے اور انہوں نے گہریلو خواتین کے عصمت کے تلج کو اتارنا چاہا اگر انہوں نے عذر نہ کیا تو خیر اور نہیں وہ دہین قتل کی گئیں یہ معاملے روز نئے نئے قسم کے ظہور میں آتے تھے۔ جہاں جرجون میں کسی سرتابی کی اور فوراً اسکی گردن اڑادی گئی پھر کوئی نہ دریافت کرتا تھا کہ آیا قاتل نے یہ قتل





نامہ جمال سے کہی نہ جائیگی۔ اس سلیمانہ شاہ کے رشتہ داروں کو معمولی قتل کرنے کی سزا  
ندی گئی بلکہ گرم گرم تھلون سے ان کی انگلیں نکالی گئیں ان کے حلقوں سے زبانیں اسیچ لگی گئیں  
ان کے ہاتھ پیر ایک ایک کر کے کاٹے گئے بعض لوگ مین جلا یا گیا اور بعض لوگوں میں زندہ  
چین دئے گئے۔ صد ہا کو بند ہو کر کتوں سے پھڑوا دیا اور صد ہا کو نصف زمین میں گر دیا کرتے تھے  
تیروں اڑوا دیا۔ صد ہا کو کہوتے ہوئے تیل میں مرزا کر دیا اور صد ہا دیکھتے ہوئے کو ٹلون پر ٹپا لٹا کر  
فنا کر دئے گئے گین لکھتا ہے اگر ان کی گردنیں تلواروں سے اڑادی جاتیں تو ان کا بڑا بہاری  
رحم گنا جاتا،

سلطنت بانی زین ثامن ان ہی بے اعتدالیوں اور بے قانون کارروائیوں کے صدقہ میں دن  
بدن تنزل کرتی گئی اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسکے لکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ زمانہ کی نا انصافیوں  
قابل تنقید عتوں۔ ناقابل جہادوں۔ غیر معمولی نامقدس ایہوں کے جوشوں۔ نہر سی مقتلات  
کی بے اعتدالیوں۔ اشد اور سخت ظلموں نے بانی زین ثامن سلطنت کی بنیادوں میں زلزلہ  
ڈال دیا تھا اور ایک تھخل عظیم برپا تھا۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں ایسی زبردست مصیبت کی ضرورت تھی  
کہ جو اپنی رحمانی قوت بازو سے جباروں اور ظالموں کی عالم سے بیخ و بنیاد اکہیر کر پھینک دے اور انکی  
جگہ پر جیم اشخاص سے ایک پر حکمرانی کرنے کے لئے مقرر کرے یہ کام صرف محمد عربی نے پورا کیا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کی عیاسیت کی مصلحت لکھی ہے کہ وہ طیف کا بیس بیس کارہ باجھوں تصدیق غلام  
اور فتنہ انگیز صلاح کار بانی زین ثامن شہنشاہ کا بنا۔ ایک تو شہنشاہ خود ہی مطلق العنان اور بے رحم ہوتا تھا لطف یہ تھا کہ شپ  
اور یہی اسے اخلاق و شائستگی کے قوانین سے آزاد کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ ماسخت پادریوں کا عہد یہی خوفی ہو نام  
سے تھا۔ وہ چاہے اپنی سوسائٹی میں خواہ کچھ ہی کام کیوں نہ کریں اور انکی کیفیت طرز معاشرت کیسی ہی ہو بہر ہی وہ بے رحم  
حکومت کرتے تھے ان کا حکم سرگودہ اور سر فریق پر چلتا تھا کیا مقدور تھا جو کوئی شخص اس کے حکم سے انخوات کر سکتا۔ وہ لوگ  
دونوں پر اپنے اخلاق سے نہیں اپنے رحم سے نہیں اپنے زہد و تقویٰ سے نہیں بلکہ اپنے جبر اور برکتی سے ایسے محیط تھے  
گہما گہما زمین کے کسی ٹکڑے پر محیط ہو جاتی ہے جو کچھ چاہتے تھے کرا لیتے تھے اور ان پر انہیں یہ حال پورا پورا اختیار تھا۔ انہیں  
اول تو کچھ سے بہتر نااہلیت ہی نہ تھی کہ وہ عدل و انصاف کے دائرہ میں مقید ہو کر کچھ کر لے پھر ہی وہ جان کو عین بظلم ہی  
کرتے تھے اور جہاں تک ممکن تھا اپنی نفسانی خواہشوں کو کر کے میں نہ دیا ہی پس پیش کرتے۔ وہ اپنی فوق العادت قوتوں سے عوام پر  
حکومت کرنا چاہتے تھے چھوٹے چھوٹے شہنشاہ اور غیر بچہ رشموں کے دے چاہتے تھے کہ سب کو اپنا مطیع بنا لیں لیکن بہر ہی انہیں بچے حکام نام نہان  
جبر اور زبردستی جو رسوم ہی کو بارتا تھا یہ نہ تھا کہ لوگ زبردستی خود انکی کچھ زبرد و تعنا انکی مائنداری۔ انکی طبیعت انکی میکش کے خلق باعث مطیع  
و منقاد تھے انہیں وہ انہیں ابلیس نے بڑھ کر چاہتے تھے کہ جبر و تعنا ہی مجبور تھے۔ وہ ایک عالم جہالت میں ڈھکے ہوئے تھے اور اس تدبیر و تدبیر میں وہ  
تھے اور اس فروغ شائستگی میں بچے کو اول درجہ کا مکمل انسان چاہتے تھے۔ خفا کا مذہب اولیٰ العزم اور شہر یوں کو جو بیت کچھ سبک لگاتے تھے  
کام کر سکتے تھے خاندان نبین اور جملہ کر دیا اور انہیں اس کا بیکار یا دیا کہ یہ رشوا جوئی ان کچھ ہو سکتا تھا۔ پادریوں کی تعلیم انہیں سکھاتی تھی  
کہ وہ محض بیکار بیخداؤں اور گہروں کو چھوڑ چھوڑ کر بنگلوں میں آباد ہوں اپنی شریفانہ محنتوں کو ہاڈو کو بھول جائیں اور انہیں بخاری جگہوں  
کی عادت ہو چکا وہ دنیا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ سستان میا یا تاؤں میں انوں کو نہ تھی اپنی اختیار کر لی تھی اور انکی خاندان پر تیز  
تہا بلکہ بچے جو جہود میں انہیں انکی برکت کر لے اور سحالت میں ان کا رہنا اپنا سحالت جانتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور سب سے پہلے میری جانب کا وہ ملک جو ایشیائی ترکی میں ترکیچہ پارٹیشن اور میون نے تباہ کر دیا تھا اور اس میں سب سے پہلے ٹوٹا، بعد ازاں ایرانوں اور قسطنطنیہ والوں نے خیرا کر دی لیکن انہوں نے اس کو نہ بالکل چار دیواریں دیں۔ انکی تہذیب و تمدن سے ان کی سوشل مصیبت کی قدم آگے بڑھ گئی اور انہوں نے چلے کے پیر و ایران کے مقلد بن گئے اور نسبتاً آباد کرنے کے بجائے اور اسکی بنیاد استوار کر دی۔ میگو زرتشتی مذہب اے و بیل اور ترزل سیچی مذہب کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے میسٹورز رائج الاعتقاد لوگوں سے سخت ہلاکت میں پڑے ہوئے تھے جن عورتوں نے کہ نبوت کا دعویٰ کیا تھا ان کے افسانہ نگار خداوں نے۔ مغربی ایشیا کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اور اس تمام خطہ پر خونخوار چلائے اور حسرت چھائی ہوئی تھی۔ فتح کی گرد باد اور اسکے زہریلے تہذیب کے جو افریقہ پر زور سے چلنے لگے تھے انہوں نے اور بھی ایک نئی آفت برپا کر دی تھی۔ خونریزی قتل و غارت۔ سیچی مذہب کے پرمیسیوں اور پیچروں کی بے قانونی نے مصر اور افریقہ کے صوبوں میں اخلاق و انصاف کا تو بالکل بچھریا کر دیا تھا۔ یورپ میں لوگوں کی کیفیت اور بھی مصیبت خیز تھی۔ روشن دن اور فہمی و ذرا کی حاضر میں نرسیر ملک کا سچا سرپرست قسطنطنیہ کے بڑے بازار میں زندہ جلادیا گیا۔ روم کی تباہیوں میں بشیوں کی اپنے حریفوں سے جنگ ہوتی تھی اور تمام چرچ عبادت کے خوف سے رگے جارہے تھے۔ کوئی گرجہ کوئی خانقاہ کوئی قربان گاہ ایسی نہ تھی کہ جن کی سرزمین پر خون کے باعث کہیاں نہ پہنکتی ہوں۔ اسپین میں بھی بد انتظامی کی یہی کیفیت تھی وہاں بھی بربادی انہیں چھل رہی تھی اور خونریزی کا بازار گرم تھا۔

اولیٰ تہذیب اور امیر شخص جن کو صوبہ کی مجسٹریٹ ملی تھی اور جو شہنشاہ کی ماتحتی میں مجسٹریٹ کے لقب سے ابھارے جاتے تھے تمام بوجھ اپنیں سبک دے کر دیا تھا۔ وہ شہر کے باہر خوشامکان بنانا کر انہیں شہر اپنی زندگی بسر کرتے تھے صلیح حین امر اور خوبصورت لڑکیاں ان کے گرد خدمت میں حاضر رہتی تھیں وہ اپنا وقت زیادہ تر جاموں میں صرف کرتے اور وہاں وہ بدعت ہوتی کہ یہاں بخدایا جوئے میں ایک وقت صرف ہوتا تھا وہاں صرف اس قدر تو تھا کہ کھانے اور شراب پینے میں ان کے وقت کا کچھ حصہ صرف ہوتا تھا اور انہیں تر وہ اپنا وقت جو اکہینیلے۔ جاموں میں بد اخلاقی سے اپنی زندگی بسر کرنے میں گزارتے تھے۔

ان کے اس عیش پسندی اور گھلے اڑانے نے خدا کی مخلوق پرستم پرستم برپا کرنے شروع کر دیے۔ ملک کا چھوٹے سے چھوٹا اور دور سے دور حصہ کوئی ایسا نہ دیکھا کہ دینا تھا کہ جس پر میون کا ظلم کا تاہم نہ دراز ہوا اور ان کی سلطنت کے زہریلے اثرات سے کوئی بچا ہوا۔ ایک آفت چاروں طرف چھائی ہوئی تھی کسی جگہ اس کا پتہ نہ تھا لوگوں کی تجسسانہ نظریں امن اور آسائش کی تلاش میں

اچھتی بہنیں باسیرانی دیا سکا بھلا کر دیکھو کہ اس پر اپنی بہنیں ایک بہن غلامی ناپید ہو گئی تھی اور اسکی نگہبہ آزادی اور غلامی کے درمیان صورت قائم ہو گئی جو پہلے ہی کس قدر بہتر تھی اور پہلے لوگ غلاموں کو بے جا بت پہنچاؤش و خرم اپنی زندگی بسر کرتے تھے وہ جانے طور پر اپنی شادیوں کا ٹھیکا کر لیتے تھے۔ انہیں اس میں کوئی آہ نہ تھی جو انہیں جو کچھ ہونے کے لئے دی جاتی تھی وہ وہی ملتے۔ ان غلاموں کے صہری ان سے اسباب اور دلچسپی نہ لیتے۔ لیکن اور تمام باتوں میں یہ غلام ہی رہتے اور غلام ہی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

ان کی ذاتی خدمات جو آگے کو فینٹ بہنیں۔ یعنی سلطنت کو ان کی ذاتی خدمات پر پورا اور اختیار تھا۔ گھر ملو غلاموں میں اور اس میں کے غلاموں میں صرف یہی فرق تھا کہ گھر ملو غلام تو بہتر کم کی خدمت کرنے کے لئے مجبور ہوتا تھا مگر انہیں صرف زمین ہی کی خدمت سپرد ہوتی اور دوسرا کام ان سے نہ لیا جاتا۔ لیکن یہ نہ ممکن تھا کہ وہ بازادی کہیں دوسرے ملک کو جاسکیں اور اپنی خوشی کے موافق زمین میں کام کر سکیں یا ان ہمہ غلاموں کی حالت مصیبت ناک اور ناگفتہ بہ تھی آبادی میں غلاموں ہی کا بڑا خرچہ تھا کہ چرچہ طرح کی سختیاں اور فحش توڑی جاتی تھیں اور انکی زندگی اس تکلیف میں گزرتی تھی کہ ان کے امن و ناک حالات شکر ہم آہٹ آہٹ انور شہین۔

اسباب اور روشی سے بھی بدتر ان سے برتاؤ ہوتا تھا وہ مظلوم خاموشی سے اپنے مہربوں کے بیجا بھال کو سہتی تھے اور آف نہ کرتے تھے وہ چاروں طرف اپنے دادرس کو دیکھتے مگر اپنی اس جستجو میں وہ ناکام رہتے ان کے لئے ایک ایسے نجات دہندہ کی ضرورت تھی کہ جو انہیں ان سختیوں سے نجات دیتا اور ان کا پورا سرپرست بنجاتا یہ مبارک کام جہانگیر حافی محمد عربی نے پورا کیا اور اس ہی مقدس ذات کو یہ شان بھی تھی۔ ان کی نظری خوشیوں اور روحانی یا جسمانی لذتوں میں سے کسی لذت کا انہیں ذرا بھی حصہ نہ ملا تھا۔ وہ بظاہر ان سے تھے لیکن ان کے بیچم ظالم آقا جانوں کے بدتر ان کو کہتے تھے ایک اور پیر میں سوخ جو اپنی متعصبی میں مشہور ہے اپنے برزور مضامین کی رو میں یہ لکھتا ہے کہ دو غلام جو وقت انکا آقا پھولوں کے بچھوٹوں پر رہا سوتا تھا باہم ان کو ہر کرید گفتگو کر رہے تھے کاش ہم کتے بناتے جاتے تو کہہ ہمارے کان میں آقا کی چکارہ کی آواز تو آتی یہ آواز غنودہ آقا کے کان میں پہنچتی اور اس نے انہیں صحت اتنے سے کہنے کے مجرم میں زندہ فوج کو ڈالا۔ وحشیوں کے حملے اور یہی غلاموں ہی پر زیادہ مصیبت پائی ہزاروں غلام محض بیگناہی کی حالت میں میرحمی سے قتل کئے گئے سب سے زیادہ ان غلاموں کی بدتر حالت تھی کہ جو پادریوں کے پاس رہتے اور گرجوں میں کام کرتے ان پر تو اور بھی غضب برپا تھا تمام جہانگیر ظالم اور سارے عالم کی آفتیں پادریوں کے غلاموں کی جانوں پر برپا رہتیں۔ پادریوں کے بچے ادھے ادھے سی باتوں پر پچاسے ستم رسیدہ غلاموں کو اپنے ہاتھوں سے فوج کر ڈالتے اور ڈرا

اتن نکر لے پاک گرجون کی زمین بیگناہ علاموں کے خون سے رنگی جا رہی تھی۔

مگر کوئی نہ پوچھتا تھا کہ بادِ سی کیا ظلم کر رہے ہیں اور ان کے تعدی کی کچھ حد یہی ہے یا نہیں۔ جس قبیلے کے بچے تھے کہ مرد قتل کئے جاتے تھے اسی سفاکی سے عورتیں اور ان کے یتیم بچے بھی فرج کئے جاتے تھے۔ ان کی ناری اور نہ یتیم بچوں کی حسرت ناک اولاد کوئی سنتا تھا نہ مظلومین کی طغیانی کرنے والی ہمدردی سفاکوں کے ماتوں کو قتل سے باز رکھتی تھیں۔ یہودیوں کا ایک عظیم الشان گروہ برہمنوں کے برابر گیا کیا جو کچھ مصبتیں یہود پر آئیں حضرت عیسیٰ کے پیروان کے ماتوں سے اہٹائیں وہ ناکلفہ برہمن ایک برہمن سورج لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پر چڑھ کر تمام عالم میں دو عظیم الشان گروہوں میں ہمیشہ کیلئے فساد کھج بویا اور لکھوت بیگناہ جانوں کو بال مال کر دیا (معاذ اللہ) یہودیوں میں کہ نہ رستہ عیسیٰ کے چلنے کی پالیسی پر نہ آ رہے ہیں۔ عیسائیوں نے قوت پکڑ کر یہودیوں پر اس قدر ظلم کیا کہ جسکی انتہا کوئی تھی سچ جانوں نے گویا یہودیوں کی نسل منقطع کر دیکر اسیر اسے اوٹھالیا تھا حضرت عیسیٰ کی ۶۱۶ برس بعد جب فیسی گوتہ کسبشت کا دوشہ حکومت آیا تو اس نے یہودیوں کی جان پر اور یہی غضب برپا کر دیا کہ ان یہودیوں کو زندہ لادیا اور ہزاروں زندہ دہاروں میں چھوڑ دیا غضب وہ وہ ظلم تو بڑے گئے کہ ہر جرم سے ہر جرم انسان ہی یہودی لادنے والی حالتیں دیکھ کر جگر شق کرے مگر پادریوں کو ذرا ہی رجم نہ آتا تھا۔

یہ ظلم و ستم اس وقت تک برقرار رہا کہ جب تک اسلام کا ظہور نہیں ہوا یہ یہی اسباب تھے جس سے اسلام کا ظہور دنیا میں ضروری اور عجز تھا۔ اگر اسلام نہ پیدا ہوتا تو قیامت تک خدا کی مخلوق یوں ہی جلی ہو جلی جاتی۔

ہر جرم کے ماتہ روکنے کے لئے کوئی بھی نہ نکلتا نہ مظلومین کی داد کو کوئی پہنچاتا اور نہ امن قائم کرتا۔ خدا کے بچے فرمان اور اسکی مرضی معلوم ہوتی۔

اس مقدمہ میں مجھے یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ اسلام کے آنے کی ضرورت تھی جتنے واقعات میں لکھیں ہیں ان کو دیکھ کر خود ناظر کہہ اٹھیں کہ بیشک اس زمانہ میں اسلام کے آنے کی بہت ہی اشد ضرورت تھی۔ عرب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں وہ عرب جہان ہمارا پیارا بنی پیدا ہوا اور تمام جہان کے نجات دینے کا استواری سے وعدہ کر لیا۔ جو ستم کی تاریک عالم پر چھائی ہوئی تھی اس کو شکارِ انصاف اور امن کا نور چکادیا عرب کی قومیں جو مختلف ملکی جنگوں میں کہیں شریک نہیں ہوئیں اور نہ پولیسکل کاروائیوں کا اپنی جھڑ ملا ان کے اصلی اصلی حالات کچھ ایسے پوشیدہ ہیں کہ ان کی مفصل کیفیت اتنا نہیں کہلی۔ اور اصل نیاں کیا جائے تو عرب کی قوموں کے کچھ واقعات تاریخی ہی ایسے ہیں کہ وہ قلمبند کئے جاتے یا نہ تو تحریر میں لانے کی ضرورت پڑتی حضرت ابراہیم سے اتنا عرب کے بہت سے قبیلوں کی ایک نانت ہے معمولی کہتی باڑی کرنا اور اپنے مویشیوں کو چرا نا نہیں وہ ہی نانا بدوشی اور وہی شاگ۔

وہ ہی کہانا پینا ذرا ہی فرق نہیں ہوا۔ یہہہ تو بعض بعض قبائل کا ذکر ہے نہیں ہمارے سفر موجودات کے ہمارے  
 طہور سے پہلے کل قبائل کی یہی کیفیت تھی مان ایک صفت اگر تھی تو یہہہ تھی کہ وہ کسی کا مطیع ہونا عیب  
 کرتے تھے علیحدہ علیحدہ ان کے خبر گئے تھے اور وہ اسی میں اپنی زندگی بسر کرنا اپنا قومی فخر خیال کرتے۔ ان پر  
 کسی تہذیب کی روشنی نہ ڈالی تھی اور وہ اپنی بت پرستی ستارہ پرستی کی ایک سہی دہن میں پامال تھے  
 جارہے تھے۔

کسری اور قیصر و کج متواتر عرب پر لشکر کشیوں نے سوائے مختلف تباہی اور شہروں کے برباد کرنے کے عربوں  
 کو ان کی خواب غفلت سے نہ جگانا نہ صرف سلطنت قسطنطینہ بلکہ ایرانیوں کی سلطنت کے متواتر حملوں  
 نے اور یہی عرب میں ایک آفت برپا کر دی تھی۔ حلوں سے بربادی برپا ہوتی جاتی تھی لیکن یہہہ نہ تھا کہ ان حملوں  
 سے کسی قسم کی اصلاح پہنچتی۔ نہ کور ویرانی کی وبا پھیل تی چلی جاتی تھی۔ تمام جہان نے اپنے اپنے زمانہ میں  
 ترقی کر لی آخر اس خط کی یہی باری آئی کہ جو جسے الگ پڑا ہوا تھا اور جسے اور الو العزم فاتح اکبر ہٹا کر دیکھنا  
 یہی عیب خیال کرتا تھا۔ یکایک زمین سے فور چکا اور وہ نور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ جنہیں  
 مکی ہونے کا سنا فخر تھا اور خدا کی یہی اپنی مبارک ذات سے ہمیشہ فخر کرتا رہا۔

پہاڑوں کا سلسلہ جو بیت المقدس سے خاکائے سوتر تک برابر چلا گیا ہے اور جزیرہ نمائے عرب کے  
 جنوبی حدود تک دریائے احمر کے متواتر یہ صورت میں خوب صورتی سے قائم ہے اسکو عربی زبان میں  
 حجاز یا حد فاصل کہتے ہیں میں تک جتنے ممالک کو یہہہ پہاڑی سلسلہ گہرے ہوئے ہے وہ سب حجاز ہی میں  
 داخل ہے۔ کہیں سے تو یہہہ پہاڑوں کا سلسلہ سمندر کے پہلو پہلو چلا گیا ہے اور کہیں کنارے پر  
 دور فاصلہ پر واقع ہوا ہے اور اپنے اور سمندر کے کنارے کے بچھن ویران زمین نشینی گھاٹیاں خشک  
 بخر ٹکڑے اور کہیں سے ترو تازہ گھاٹیاں اور زمین میں واقع ہوتی ہے۔ ان پہاڑوں کے اس پار مشرق  
 کی طرف نجد کی حدود پہیلی ہوئی ہیں۔ اور یہی حصہ بلندی عرب کہلاتا ہے۔ یہاں ترو تازگی اور  
 سرسبزی نے قول مار دیا ہے۔ آنکہہ کو حد زیادہ ترو تازگی یہاں کی سرسبز زمین سے ہوتی ہے۔ لہذا  
 مرغزار اور بیسیوں شہر ہرے باغ یہیں چشم ناطق کو اپنے اوپر قریفہ کرتے ہیں فطرہ کے مقناطیسی شہر اور  
 ان کی بہار یہیں کیفیت دیتی ہے اسی حجاز میں مکہ اور مدینہ بھی ہیں جو اسلام کی پیدائش کی جگہ  
 اور اسلام کے گہوارے بنے۔

اس مزرعہ و ممالک کو چار قابل وصف ملکوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شمال کی طرف عربیہ  
 کہلاتا ہے جہیں پر شہر ایدو میثیر اور میدئن میں کے ممالک شامل ہیں۔ اسکے بعد ملک حجاز ہے جہیں یثرب  
 جسکو بعد ازاں مدینۃ النبی کے لقب سے ملقب کیا گیا شامل ہے۔ حجاز کے جنوب کی طرف شہر تھا۔  
 واقع ہے جہاں مکہ اور جدہ کا بندر بنا ہے یہہہ جدہ کا بندر گاہ ہی ہے کہ جہاں ہر سال عجیب و غریب



۔ زرخیز جو شون سے زمانہ کے حاجی صبح ہوتے ہیں اور پھر حمد و ثناء (جس کے گورنر) کے چکر روانہ ہوئے۔  
 ۔ یہاں حصہ آئیر کھلتا ہے جو مین کے حدود پر بتایا گیا ہے۔ یہاں سے یمن کی طرف سفر کیا گیا۔  
 بن اس حصہ ملک کو کہتے ہیں کہ جو عرب کے براعظم کے جنوب مغرب کی انتہا پر واقع ہے جسکو سب کے سب  
 دریائے احمر گھیرے ہوئے ہے اور جنوب کی طرف اسے بحیرہ ہند شمال کی طرف سے حجاز مشرق کی  
 جانب ہندھراٹھ اٹھانے ہوئے ہے۔ عموماً جنوب عرب کو مین کہتے ہیں۔ جنوب عرب میں علادہ مین کے  
 ہندھراٹھ اور ضلع ہندھراٹھ کے مشرق تک شریک ہے۔ باہرہ کے پار بحیرہ نما کے جنوبی مشرق  
 دنیہ پیرامن واقع ہے جس کے شمال میں البحرین یا الہاسا خلیج فارس پر آباد ہے۔ اس ملک کی بحیرہ پیر  
 نجد جسکی بلندی زمین ایک وسیع خط ہے جو مغرب کی طرف سے حجاز کے پہاڑوں کی مشرقی جانب سے شروع ہوتا  
 ہے اور اس میں تمام وسطے عرب شامل ہے۔ نجد کا وہ حصہ جو مین کی حدود پر واقع ہے اسکو مین کا نجد کہتے  
 ہیں اور اس کا شمالی حصہ صرف نجد ہی کہلاتا ہے۔ یہہ دونوں حصے ایک پہاڑی صوبہ کے سلسلہ سے جدا کر دیا  
 گئے ہیں جسکو یامہ کہتے ہیں یہہ مقدس شہر اسلام کی تاریخ میں بہت مشہور ہے نجد کے شمالی رخ شامی  
 جنگلات پہیلے ہوئے ہیں۔ یہہ جنگل نہ صرف عرب کا ایک حصہ ہیں بلکہ مین کا خانہ بدوش عرب نے لگے  
 چرائے اور خود ہی آباد ہیں مین ان کی کہیتی باری ہوتی ہے۔ ان کی وحشیانہ زندگی اور اسکی غیر  
 تہذیب طرز معاشرت ان کے ایریشین جدموٹ کی سی انہیں اتک پائی جاتی ہیں۔ نجد کے شمال  
 مشرق کی طرف عراق ہے عرب کے مزدور و خطون مین یہہ برابر پہیلا ہوا ہے۔ نجد کی مشرقی طرف البحرین  
 واقع ہوئے ہیں۔ جنوب کی طرف وہاں کے جنگل پہیلے ہوئے ہیں اور اس جنگل نے نجد اور ہندھراٹھ  
 اور باہرہ کو علیحدہ کر دیا ہے۔ یہہ وسیع ملک جو ملک فرانس سے وسعت میں دگنٹرا ہے وہ دونوں  
 سے آباد ہے ایک قوم کو شہری کہتے ہیں اور دوسری قوم جنگلی یا جنگل کی رہنے والی کہلاتی ہے۔  
 برٹن اور پول نے جو اعلیٰ درجہ کے مشہور معروف مصنف ہیں ان صحرائشینوں یا خانہ بدوشوں کے  
 حالات یوں قلمبند کئے ہیں۔ یہہ عرب جنگا مذہب اسلام ہے باایمان و فادار اپنے قول کے پورے  
 اسخ الاعتقاد ہیں۔ انہیں دین اسلام کی سچی سچی حقیقت ہے انہیں عزت کا ایسا ہی پاس ہے  
 کہ انتقام لینے کے لئے وہ اپنی جانیں ہلاک کر دیتے ہیں ان کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی انکی  
 وفاداری اور اپنے قول پر ثبات قدم بہنا وہ اعلیٰ اعلیٰ صفیں ہیں کہ جو ہندو سے ہندو بلکہ  
 مین ہی نہیں پائی جاتیں۔ شہری اور جنگلی عرب میں خواہ کچھ ہی فرق کیوں نہ ہو یہی یہہ کہا جاتا  
 ہے کہ ہر عرب فطری طور پر گویا جنگل یا قوق ووق صحرا کا بچہ ہے۔ اسکی جو شیلی اور پر جد بازاء  
 کی محبت اسکی روحانی سر بلندی اور فخر اسے اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ بازاری سرسبز چھوڑ  
 مین اپنی زندگی مصفا آسمان کی نیلی چہیت کے نیچے بسر کرے اور کسی مغرور حکمران کے آگے سر تسلیم خم

صدائیت اور نیکی کا اور ہمارے چہرے پہ وہ صرف ایک خدا کا واحد کی پرستش کرتے ہیں اور اپنے سینے  
 بنی موعی کو اپنا نام لیتے ہیں۔۔۔ اپنا مقدس اپنا شفیع سمجھتے ہیں۔ ایک بدوئی کی اصلی روحانی  
 اور تحقیق شان دانی صفت یہی ہے کہ خدا کے تہذیب و دین پر قائم رہے اور اپنے عزت کے گہوارے کو کسی  
 کدھر ہونے یا شکستہ ہونے کا موقع نہ دے۔ اس زبردست اثر کہی اور کہیں کسی زمانہ میں کسی بنی کی تائید  
 کا نہیں ہوا اور ایسے فرقہ کے مشرقی کنارہ پر جو ملک آباد ہے اسکو عراق عرب کہتے ہیں عربیہ مستربہ  
 یا قطری عرب اور ابراہیمی فرقہ کے بہت سے لوگ جزیرہ نما میں خود چلے گئے اور پہاڑوں کے چوکے  
 نائٹ مصریوں کے ساتھ اپنی بود و باش اختیار کی یہہ میں نام عربیہ۔ متاربہ۔ مستربہ۔ ان قوموں  
 نے زمانہ اور قومیت کے لحاظ سے اپنے یہہ خطاب کہتے عرب عربیہ کی قومیں جنکا ایک خاص تعلق تاریخ  
 اسلام سے ہے وہ بنی عاد اور متہودنس جوڑی سائنس اور پولیمی ہیں۔ جزیرہ نما کے عرب ہیں جو  
 کہ پہلے ہی سے بستے تھے اور یہاں کے اصلی باشندے تھے وہ بنی عاد کی قوم میں سے تھے ہیں۔ انہوں  
 نے وسطی عرب میں خصوصاً اپنی بود و باش اختیار کی تھی جو ملک میں ہیڈ راماٹ اور اس سے  
 پیوستہ ہے۔ اپنے قومی زمانہ کی ابتدا ہی میں یہہ ایک قوی اور خوفناک قوم بن گئی۔ اس قوم کا ایک  
 سلطان جنکا نام شداد تھا اور جس نے اپنی سلطنت کو جزیرہ نما کے عرب کے اس بار تک وسعت دی  
 تھی ایک بہت بڑا شان و شوکت والا بادشاہ تھا جنکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ مورخ کہتے  
 ہیں کہ اس کے عراق بھی فتح کر لیا تھا اور اسکی سلطنت کی حدیں ہندوستان تک پہنچ گئی تھیں  
 مختلف تاریخی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حج سے دہزار برس پہلے عربوں نے یہی  
 والوں پر حملہ کیا تھا جنکا کہ حملہ کی نسبت اسی قسم کی روایتیں ایرانوں میں بھی شہور ہیں  
 جنکا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے یا اس کے کسی ہمنام جاشین نے مصر پر حملہ کیا اور مغرب کی طرف  
 تیار اٹھائے۔ عربی مورخوں کے قول کے موافق مصریوں نے اپنے ہمایوں امی تہتو پہلے یا کیوں  
 کی مدد سے شادیوں کو افریقہ کے باہر نکال دیا اس قسم کی تواریخی روایتوں کا بہت کچھ نتیجہ نکلتا  
 اور دیرینہ صحیح صحیح حالات کا بہت کچھ علم ہوتا ہے۔

طہ البیاضی کی تاریخ مشرق جلد ۲ صفحہ ۲۹۳

طہ ابن الاطر جلد اول صفحہ ۵۵-۵۸

طہ کاسن ڈی پرچول

لکھتا ہے کہ بانیہ اور عربہ دونوں ایک ہی ہیں صرف الفاظ کا تغیر و تبدل ہے۔ فاضل مورخ کا یہہ قول قابل سند ہے۔

صلہ ایڈامیس جنکو بوک ٹائٹل نائٹ نے فتح کر کے تباہ کر دیا تھا اور ان کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا ایک بہت بڑی زمین

تھی۔ اس کی نسبت مورخوں نے بہت بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے۔ ان تمام قوموں اور ان کے حالات میں زمین

دل چاہی ہے بتانا کہ ان اقوام کو اسلام سے تعلق ہے مگر چونکہ عرب فرقوں کا ذکر کرنا ہے اسلئے ہم ان کا

بتنا اور نشان لکھ دیتے ہیں۔

عمری آنحضرت

ایڈائٹس کا گروہ کثیر کہتے ہیں کہ ایک فوج خشک سالی میں تباہ ہو گیا ہزاروں آدمی بہو کے پاس پہنچ کر کمر گئے اور لاکھوں عورتوں بچوں نے اسی کی تکلیف میں جان دیدی۔ اس قوم میں سے کچھ حصہ بچا ہوا جس کے کچھ عرصہ کے بعد پھیل کر پھر دوسری ایڈائٹس فرقہ کی بنیاد ڈالی اسی گروہ نے عین میں بہت کچھ سرسبز پیدا کی۔ مگر پھر یہ دوسری ایڈائٹس جو کیٹ ناڈہ کے سمندر میں غرق ہو گئے تھے جو کیٹ ناڈہ ہی بن گئے۔ بنی عایہ، بخمال لینارمنٹ کے ایرے میں اصل میں میں جو بلاشبہ مایوس ہی میں سے ہیں۔

بنی تمود بنی عاد کے موافق کیوشائٹ اور ہٹے مک تھے یہہ لوگ پہلے تو ہم کی حدود میں آیا دہتے اور بعد ازاں ملک بحر میں انہوں نے اپنی بود و باش اختیار کی یہہ ملک حجاز اور شام کے بچھن عرب پھر پکے مشرق کی جانب واقع ہے یہہ لوگ غاروں میں اپنی زندگی بسر کرتے اور چٹانوں کے نیچے ان کے چھوٹے بنیتے تھے۔ کبھی انہوں نے زمین پر اپنے مکان بنائے۔

سر تہری لایر ڈنے اپنی کتاب جدید سیاحی ارلی ٹریولس میں اس قوم کی کیفیت لکھی ہے اس انہوں نے ان نشانات کا پتہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو ہنوز اس قوم کے مکانوں کے چٹانوں پر پائے جاتے ہیں۔ جو روایتیں اپنے بزرگوں کی نسبت وحشی بدو بیان کرتے ہیں حال کی تحقیق تھے انہیں مل صحیح ثابت کر دیا۔ یہہ ثابت ہو چکا ہے اور اس میں سب متفق ال رائے ہیں کہ بدو عرب کبھی جوتہ میں بولتے نہ صرف بدو عرب بلکہ عربوں کے کل فرقوں کی ہی کیفیت ہے وہ اپنے بزرگوں کی بہادر فاعی نمود اور ہودہ نیچی بازوؤں میں دست پت کر کے بیان نہیں کرتے بلکہ جو کچھ واقعی ہے اس کو وہ بہت فخر سے بیان میں ان کی عادتیں سادہ اور جوتہ میں وہ جوتہ باتوں سے ایسی ہی نفرت کرتے ہیں جتنی کہ ایک نیت کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔ برخلاف ہم ہندیوں کے (مسلمانوں کے عرض ہے) کہ اگر اپنے بزرگوں کے حالات بھی بیان کرے تو اس میں ہی بہوہ نمود اور غیر متوجہ فخر کا اس قدر میل ہو گا کہ جوان کے اصلی حالات کو ہی چھپا لینگے۔

اب جو چٹانوں میں پوشیدہ چھپ کر رہتے تھے اپنے کو خدائی غضب سے محفوظ جانتے تھے انہیں یقین تھا کہ ہمہ نازل ہی نہیں ہو سکتا مگر اس خیال نے زیادہ مدت تک پادری نہیں کی اور ان کے مضبوط استحکم ان کی سکائی ہو گئے اور یہہ قوم بالکل تباہ کر دی گئی قرآن مجید میں قریش کے ڈرانے اور تنہا کرنے کے لئے اس پر بادی کا ذکر آیا ہے۔

پادی کے بعد بنی تمود قوم کے بچے بچاؤے لوگ اونٹ سیر خلیج ایلیمک کے شمال میں چلے گئے اور اسحاق اور یعقوب کے زمانہ تک تنہا رہے۔ کہ پھر یہہ گروہ لیکیا ایک معدوم ہو گیا بلاشبہ ایڈائٹس نے اڑپ کر لیا تھا اور ان کی جگہ اونٹ سیر یہہ لوگ قابض ہو گئے۔ اس کا بعد بنی عطفان نے سینون ت دیکر وطن سے نکال دیا تھا۔ یہہ لوگ بلاخرہ فایو ڈورس سیکولر کے زمانہ سلطنت میں تھے اور



جو روایتیں کہ حال کے اسماعیلیوں کی نسبت مشہور ہیں ان کا تعلق بہت کچھ حضرت ابراہیم سے متنازع ہے۔  
 اس وقت کی بابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم چلے یا سے بدرگئے گئے تھے حضرت ابراہیم کی نافرمانی سے  
 تیار نہ ہو سکے کی یہاں تک کہ یہی لویا کے سلطان بنو جدید زامی نے انہیں تیار کیا اور انہیں  
 ہزاروں کو قتل اور لاکھوں کو سسکتا ہوا ایران جنگوں میں لگا لیا۔  
 حبشہ و عمان نے عرب میں جب اسماعیلیوں نے اپنا قیام کیا اور وہ مستقل طور پر رہاں گئے تو ہر کہ منقطع کر  
 بنیاد پڑی عربوں کی روایت کے بموجب ایک سردار اسماعیل امی کہ معظہ کا پانی تھا۔ اسی زمانہ میں کعبہ  
 کی عمارت یہی بنی شروع ہو گئی تھی۔ مگر کچھ ایسی حضرت ابراہیم کے دست مبارک سے اسکی بنیاد پڑی کہ وہ  
 ملک مرجع خلایق رہے گا۔

اسلام کی اشاعت پہلے یہاں تین سو ساٹھ دستی خداؤں کی پرستش ہوتی تھی ان سب بتوں کا ترا خدا  
 تاجہ کے گھر ایک بت روزمرہ باری باری سے پراکرتا تھا۔ سب سے بچپن حضرت ابراہیم اور ان کے بھائی  
 کی سنگ سلیمان کی مورتن کہی ہوئی تھیں ان پر دنیا کاری کا کام نہایت خوبی سے پورا ہوتا تھا۔ یہاں  
 سال ہال عربوں کی عدالتوں میں آتے اور سنگ اسود کو جو آسمان سے ڈالا گیا تھا (تاکہ حضرت آدم سے ہوا  
 تکیہ بنائیں) یو سے دیتی اور بہت سات بار طواف کرتیں۔ ابتدا ہی سے یہ مقدس شہر حضرت عزرائیل  
 کے مختلف مذہبی گروہوں کا مرجع تھا بلکہ تمام عربی قبائل کی تجارت کی منڈی یہی تھی۔ تمام پڑوسی  
 ممالک سے لوگ ہر سال لاکھوں روپیہ کا سامان لے کر یہاں آتے تھے اور تجارت کی خوب گرم بازاری  
 ہوتی تھی نئے نئے شہزادے عظیم شان قبائل کے شیوخ اپنی سادہ شان و شوکت سے اسے ہر گز  
 سرگرمانہ اولوالعزمی اور جوش و خروش سمجھتے اور یہاں سے دیشی اور دیوبی برکتوں سے مالا مال ہو کر  
 ہر اپنے اپنے ممالک کو واپس چلے جاتے دنیا میں نہ اب نہ گذشتہ زمانہ میں کوئی شہر یا با یا گیا کہ جیسے  
 چوبیس کروڑ انفاس جنہیں شہنشاہ و زار رئیس و خوجون کے جنرل عالم فاضل مجتہد فقہہ محدث  
 حضرت سائنس دان تاجر صنایع شریک ہوں اور پانچون وقت اس گروہ کثیر کے اڑتالیس کروڑ ہوتے  
 دنیا کے دور و راز ممالک سے صدق دلی اور صاف باطنی سے ٹھہرن اور ہر دل کی یہی خواہش ہو کہ کس طرح  
 سناپ مقدس عمارت کی جو کھٹ کی خاک کا سرمہ بنا کر اپنے آنکھوں میں لگا لیں نہ بنیاد رکھا گیا نہ آئندہ کہا  
 جائیگا۔ نہ ٹاٹر کو یہہ شان و شوکت نصیب ہوئی اور نہ بابل میں کہی ایسی عظمت دکھائی دی نہ سکند  
 اس عزت و فخر کا حصہ ملانہ قاہرہ کو اس سچی شان اور نام اوری نے مشہور کیا ہر مومن کی دنیا کے کوثر  
 نہ سے یہ دعا ہے اے پاک و مقدس عمارت تو ہی ہے جہاں ہمارا پیارا بنی ہمین نجات دینے والا اپنے  
 مبارک قدموں سے تجھے فیضیاب کیا کرتا تھا تیرے ہی طرف رخ و قہ رخ کرنا اپنے سجے اور آخر الزمان نبی کے  
 لیے لوگ اپنے ملک سے ہر گز نہ ہٹے اگر کسی کو یہ غلطی ہو جائے کہ وہ ان کی دیکھ کر ان کی دیکھ کر ان کی دیکھ کر ان کی دیکھ کر  
 ایک اور مومن سے کہہ دے کہ یہاں کا اہل زمانہ میں نہیں ہوا جو قوم کہ دیکھتا ہوا ہوئی بہر اس نے تیری بین کی ہزاروں مومنین ایسی  
 نہ تیار نہ بین کہ ہر مومن سے ایک شہر ہی دنیا میں نہ ملا۔ نہ اس کا نشان کہیں پایا جائے۔



مقدس حکم کی بجا آوری ہے تو ہی ہماری پاک باطنی اور عقیدت مندی کی قیامت کے دن خداوند کے آگے شہادت دیگا ایک ن دین محمدی تمام جہان سے سمٹ کر تجھ میں آجایگا اور پھر تیری ہی پاک زمین سے تمام دنیا میں استواری سے پھیلے گا۔ ہر زبان میں یہی صدائیں چاروں طرف سے آتی ہیں وہ دن کونسا ہوگا کہ ہم تیری جو کہٹ پر اپنی جبین نیاز رکھے ہوئے ہونگے اور تیرے دروازوں پر کہٹے ہوئے کا افتخار میں حاصل ہوگا مکہ شریف ہی سے قافلے قسطنطنیہ ایران کے کل بڑے بڑے شہروں میں تجارت کی ہشما سے لے کر ہندوستان کے ہوتے اور ان شہروں کو اپنے پاک ملک عرب کی پیش ہوا ہشما سے مال مال بناتے تھے مائٹ کی یہ شان و شوکت صرف عربی قبائل کی تجارت سے برہمی تھی شامی عربی قبائل - مروارید - ارغوانی کپڑے - باریک ململ کے تہان - ریشم اور خام قسم کی تجارتی اشیایاں شوق سے لاکر بیچتے تھے۔

اسرائیلی قبائل مائٹ میں نفیس گندم - بادزنگ - شہد - تیل - میوے کی تجارت کر کے اس بڑے بڑے شہر کو اور دیکھنا آتے تھے۔ دمشق سے عربی قبائل شراب ارغوانی اور ان کے لے کر ہندوستان اور انٹ لاکر مائٹ کی شاہراہوں میں پہرتے ہوئے فطرت تھے۔ عرب کے شہزادے اپنے بیٹے کو بی کے گلوں کے ساتھ مائٹ میں اپنی خوش زندگی گزارنے کے ارادہ شائق تھے شہا سے عرب عطر لاکر مائٹ میں فروخت کرتے تھے۔

جتنے تاجو عرب ان ممالک میں جا جا کر تجارت کرتے تھے وہ سب کعبہ کی جو کہٹ سے اپنی جبین نیاز رکھ کر جاتے۔ عرب جس زمانہ میں کعبہ نہ تھا پھر ہی عظیم الشان سلطنتوں کو اس کی قیمتی اور زندگی کی ضروریات ہمیا کرنے والی چیزوں سے بہت کچھ مدد ملتی تھی یہ عرب ہی کا طفیل تھا کہ مائٹ کی نسبت ایک شہر اپنے بچے دل سے بہت تعریف کرتا ہے اور اسکی اصلی حالت کو کہتا ہے۔

ملکہ سین صرف تجارت ہی کی گرم بازاری نہ تھی بلکہ ایرانی اور یونانی حسین حسین لونڈیاں عاتقی اور شامی تاجو امرائے ملکہ کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور وہ اپنے آقاؤں کو نایاب گانے اور اخلاق کی بگائے والی باتوں سے خوش کہتی تھیں۔ شاعر جن کی نظم نے قوم کو اپنی شجاعت اور جواہر دی پر مغور بنادیا تھا بہت شوق ذوق سے دولتمند سست امیر زادے بیٹھ کر لائے اپنے اور اپنے بزرگوں کی اولوالعمرانہ گوشمونی پہنے نہ ساتے ان قصائد سے جو شعر امرائے عرب کی تعریف میں تصنیف کرتے تھے ان کی بد اخلاقی اور بد سرشتی کو ترقی دیتے اور ان کو متعہ ہند سے معاذ کرتے۔ غرض کیسکو یہ خیال نہ تھا کہ ہم کیا کہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئے آئندہ ہماری حالت کیا ہوگی تمام برائیوں کی جڑ ہو گئی تھی اور ہر شخص نشہ میں سرشار تھا۔ می خوار کی شدت اور عربوں کی بدستی اور ہر خلات فطرت امور کا ان سے سرزد ہونا ایک غضب برپا کر رہا تھا۔ سے خوار نے اس عرب مضبوطی سے من قول مار دیا تھا۔

نوجوان عرب ناز و ناز میں شراب بہہ بہہ کر ان میں بیٹھ جاتے اور ہانڈوں کی طرح نشہ سے شراب پیئے زور سے نوجوان مکہ کی شاہراہوں میں بڑے بڑے وکابی دیکھ کر کسی کو کہتے کہ یہ کیا ہے یہ کیا ہے یہ کیا ہے اور کسی کا منہ کتا

جانتا تھا مگر انہیں مطلق خبر نہ تھی کہ ہم کیا ہیں ہماری کیا حالت ہے ہم کہاں پڑے ہوئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئے اور ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

جوشے کی یہی حد ہو گئی تھی۔ علاوہ پیٹر کرکٹی اور اسباب تجارت کے جنے میں بیویان یہی مار دیا کرتے تھے اور یہ وہاں عام بات تھی۔ روزمرہ نئی نئی بیویاں ہر شخص کے ہاتھ لگتی تھیں اور یہ بات کچھ عجیب خیال کی جاتی تھی۔ اس مرض لادوامین غریب اور معمولی کمینہ اشخاص ہی شریک تھے بلکہ بڑے بڑے امیرزادے شریف یہی اسی میں مبتلا تھے۔ ایک عجیب آفت برپا تھی رحم اور انصاف نے اپنا ڈنڈا ڈیرہ کبھی کہاں سے لٹا دیا تھا یا تو مرم مردوں ہی کی بنیں بلکہ عورتوں کی آنکھوں میں جھونک دی تھی جس بنا پر اور بیویاں سے کھیلے بہادوں دیکھ کر ابائی شریف شاہوکار مکاری کرتے تھے اس سے بھی کہیں زیادہ خواتین مکہ کی کیفیت تھی وہ خلا نظرت اغفال کرنے میں مردوں کاں کرتی تھیں انہیں مطلق اس کا شعور نہ تھا کہ ہم دنیا میں کسٹے پیدا کئے گئے ہیں اور ہمارے فرایض کیا ہیں اس زمانہ میں یعنی ہمارے بنی آخر الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عرب کے اکثر حصے بت پرستوں اور بت پرستوں اور گڑے ہوئے مسیحوں کے زیر نگین تھے۔ کوہستان عرب کے تمام شمالی حصے اور ملک شام فلسطین و مصر و قطن خطہ کے حکمرانوں کے زیر حکومت تھے۔ خلیفہ فارس کے کنارہ کے ملک اور وہ ملک جنہیں دریائے دجلہ اور ذات بیتھمین اور جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی حصے آتش پرست شاہان فارس کی عمارتوں میں تھے جو ظلم کے ساحل کا ایک حصہ مکہ معظمہ کے جنوب تک شاہان حبش کی حکومت میں تھا صرف مکہ اور وسطی دشوار گزار ممالک آزاد تھے۔

غیرت حتیٰ اسی کی تقاضی ہوئی کہ اسی سرزمین سے اسی ملک سے جو کفر کی گہٹا کے دبا دل چاہے ہوں یا کہ ایسا نو چمکانے کے جو اس گہری گہری اور گہٹا ٹوپ ظلمت کو کافی کی طرح بہاڑتا چلا جائے اور جو اپنے نویر شفاؤ سے جہان کی آنکھوں میں چکا چوند کر دے اور صدیوں کی کدورت کو دھو دھلا کر صاف کر دے۔ چنانچہ اس فکر

مطلب محمد عربیؐ میں جس پاک اور نورانی ذات نے زمانہ کو روشن کر دیا۔

عرب میں نہ صرف بت پرستی کی ترقی تھی بلکہ یہاں کوئی مذہبوں کے گردہ آباد تھے جہان یونان اور حبش کے پادشاہوں کی عمارتوں میں وہاں جلیبی پیرید فرائے پھر رہا تھا۔ سچی مذہب کی یہی کوئی شاخیں ہو گئی تھیں۔ (یہ نام ان لوگوں کو سچی کہتے تھے دراصل وہ سخت شرک اور کافر تھے۔ جن ملکوں میں ایرانی سکے چلتا تھا وہاں منوجیری اور جوسی کثرت سے پائے جاتے تھے حالانکہ ان دونوں مذہبوں کے عقائد میں بہت بڑا فرق ہے لیکن یہ بھی ایک دوسرے کے پہلو پہلو پہ پائے برابر ڈال دیے تھے اور خدا کی مخلوق کا بہت بڑا حصہ ان خرابانہ ممالک میں پھیلا جا رہا تھا۔ ان کے علاوہ عرب کے جتنے ملک تھے وہاں بت پرستی کی بڑی دھوم دھام تھی۔

جنہوں نے اپنے پاک بنیوں کی تلقین کو پہلا دیا تھا یعنی خدائے واحد کی پرستش کرنا اور اس کے آگے کسی کو معبود نہ بنانا۔ انہوں نے اس نصیحت کو پہلا دیا تھا اور وہ مختلف شیطانی پرستش کرنے لگے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہم

ہر ستارہ میں نیا شیطان رہتا ہے اسلئے اختیار میں ہماری جائیں میں وہ ہی ہماری بربادی اور بربودی کے سبب ہیں اس خوف کے مارے انہوں نے انکے نام کے مندر اور پرستش گاہ میں بنائیں اور وہ انکی ذہنی سوتیلین رکھ کر ہر گھڑے ہر قوم اور ہر قبیلہ کا نیا نیا خدا بنا دیا۔ اور وہ سب اپنے دستی خداؤں کو اپنا سچا مشکل کشا جانتے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے۔ اپنی اس بدافعالی سے انہوں نے اپنی روحانی قوت کو بالکل شامل کر دیا تھا اور تمام گزشتہ حال اور آئندہ کی نیکیاں بھول گئے تھے یہی ہی شناخت نہ رہی تھی کہ نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے۔ اجاسے کیونکر پیش آتے ہیں ہمدردی کسے کہتے ہیں حمیت قومی کے کیا معنی ہیں یہ لوگ موت کو ہستی کا انجام سمجھتے اور انہیں جبراً و سراً کی کچھ خبر نہ تھی۔ نہ نیکی کی خبر مانتے تھے نہ بدی کی خبر مانتے تھے۔ قابل تنفّر اور حقارت خیر افعال میں صرف بت پرستی ہی داخل نہ تھے بلکہ یہودی اور عیسائیوں میں بھی پختہ پائی جاتی تھی۔ ان دونوں قوموں نے مدت سے یہاں بود و باش اختیار کی تھی یہودی رومیوں کے ظلم سے بہاگ بہاگ کر یہاں آکر پناہ گزین ہوئے تھے اور عیسائی پوچھتے اور آریاؤں کے ظلم و تعدی سے یہاں آکر چھپے تھے اسلئے کہ ایسی بد تہذیبی اور ناگفتہ بہ حالت میں ہی کہ معطلہ آزاد تھا۔ مذہب عیسائی جو عرب کے وسطی و شمالی گزار محالک میں پیدا ہوا تھا اس کے زیادہ کوئی یہاں چیز یا تصدیق حزاب نہ تھی وہ دونوں شاخیں مذہب عیسائی کی جو ملک شیا اور فریقہ میں پھیل گئی تھیں انہوں نے طرح طرح کی بدعتیں اور بد اعتقادات اختیار کیں اور بیش خفیف خفیف جھگڑوں ناموزوں اور غیر نتیجہ مباحثوں لغو اور خرافات مناقشوں میں نہ صرف اپنا وقت ضائع کرتے تھے بلکہ جان و مال دونوں کا نقصان ہوتا تھا۔ یہاں دیکھو مذہب ہی لوگوں کا مجمع ہے اور وہ ہی انکی لالچے بختیں میں جہاں جاؤ یہی نظر آتا ہے کہ بیکار مذہب مباحثوں میں سر بہنول ہو رہی ہے مگر نتیجہ معلوم سمجھو کا ایک اردو دوسرے گروہ پرست چلتے چلتے آدھے کس تا اور وہ وہ بانین کرتا کہ جو حد سے زیادہ عیون مذہب ناشائستہ لوگوں کا دھیرہ ہوتا ہے۔ ایران۔ سیلیں۔ سن۔ ٹوٹن۔ پوچھیں مذہب والوں کی بے اعتدالیان اور انکے پادریوں کی ناچانہٹی نے خلعت کو بچھین کر رکھا تھا۔ پادری بد معاش امیروں اور عیاش خوابائی ریسوں کے ماتھے اپنی پادری کے بعد سے روپے لے لیکر فرحت کر ڈالتے تھے اور یہ مذہب بدست و دھند پانچا کا امن اور عصمت پناہ خدا میں کو اپنے ساتھ گناہوں میں لودہ کرتے اور غریب بیکس خانان لوٹ لیتے کوئی پوچھنے والا نہ تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور ان مظالم کی آخر کوئی انتہا ہی ہے۔

عرب کے دیران جنگوں میں مجنون اور دیوانے راہب بکثرت جمع ہو ہو کر یہود اور غیر نتیجہ تجارت پر اپنی عیتر زندگی صرف کرتے اور جاہلوں کو اپنے جل میں لاتے اور ان سے انکا جمع کیا سو مال لیتے

۱۔ پانچویں صدی عیسوی میں پوچھتے جو بدعات مذہب عیسائی کا بہت بڑا مبلغ تیار دم میں پیدا ہوا اسکا عقیدہ تھا کہ جب حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حور و عیسیٰ کی ذات باہم مل کر ایسے شہر نکھڑی کہ وہاں ایک ہی ذات ہو گئی۔ اور ان دونوں کے شہر نے نہ صرف خلیفہ انسانی ذات خدا میں ایسی مل گئی کہ خط و قدر و حد میں مل گیا ہے۔ خدا اس زمانہ میں پادریوں نے وہ دھیرہ اختیار کیا تھا اور ان کی یہ حال اور خرافات فطرت افعال میں ناجائز حد تک پہنچ گئے تھے کہ لوگوں کے مظالم اور بدستوں سے تنگ آکر مرنے لگے۔ ان کے شہر کا زمانہ چوتھے صدی عیسوی کے زمانہ دکھائیے۔ مذہب تلمیس نقل و بدلہ کر فرما کر ان میں خلیفہ اور پادریوں کے جبر میں گندہ کی بنیادوں کو ان کی گناہوں میں نہ صرف پادریوں کو بلکہ

یہ رہا جسے یون میں بہت سچے تھے جو کہ وہ کہتے اور کرتے لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ یہہ رب بائین خدا کی طرف سے  
 ہو رہی ہیں۔ ان جنوں نے غرض اسوں کے غول کے غول شہر میں چلے آئے اور بیچارے ناواقف جاہلون کو اپنے  
 عقائد کا قائل کرنا چاہتے اگر انہوں نے ان بدعوا شس اسوں کو اپنا مقتدلے بنالیا تو تو خیر اور نہیں تو وہ تیز  
 تیز تلواروں سے اپنے عقائد تسلیم کرتے تھے اور ہزاروں میگناہوں کا آٹا خانہ میں صفایا کر دیتے تھے اس غلیظ بد  
 عملی اور نہایت ہی ذلیل بت پرستی نے وہ سادی اور بے لوث پرستش کی جگہ جہین لی تھی جس میں حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کا حکم کیا تھا اس مقدس جگہ کو ناروا اور غیر قابل تسلیم بنا دیا اور وہاں  
 کرسچنوں نے اپنا پاک کر دیا تھا جن کرسٹوں میں گرم گرم انانی خون کے قطرے بھی شامل تھے اور جو محض نیکیا  
 کی خاطر دیا گیا تھا اور یوں کہ صدقہ میں زمین پر گر گئے تھے اور جن قطروں میں رائڈوں اور بیٹوں کی آہ  
 و زاری تھی جگہ پر اس صدقہ میں پانی جاتی تھی ان عیسائیوں نے اپنے خیال میں یہاں ہی ایک نیا  
 دینا پسند کیا تھا اور اپنے مذہب کا اولیا۔ شہدا ملا ایک۔ بابا دخیال کرتے تھے جیسے بت پرست اپنے دیوتاؤں  
 سے اس پسند کو یاد جانتے تھے روحانی متحقق خوشیوں کی جستجو چوڑی تھی اور حیوانی خواہشات اور لذائذ کی  
 طرف عموماً میل خاطر مٹے لگتا تھا۔

حضرت مریم کو دیہی ماننے کا عقیدہ سیحون میں بڑھتا چلا تھا یہ فرقہ میری انانیٹ تھا کہ جو اپنا عقیدہ مسئلہ  
 ثلث میں روح القدس کی جگہ حضرت مریم کا اسم مبارک خرمیہ کے سکونٹوں کی کوشش کرتے تھے۔ عوب میں  
 یہی فرقہ آباد نہیں تھے بلکہ نیٹورٹیس اور جیکو باٹ سیجی ہی یہاں اپنی بستیوں قائم کرتے جاتے تھے۔  
 ان دو مذکورہ بالا گروہوں نے اپنے قیدیوں کی رقابت سے سرسبز بار آور کے حصص میں اپنی غضب ناک  
 خیلوں سے ایک آفت برپا کر رکھی تھی یہہ سرسبز بار آور ملک تباہ ہوئے جاتے تھے۔

صلب بہ نام اس شہر تیار کلبے جو یون میں طے ہے یہہ بہت بڑا تاریخی یہاں ہے جس زمانہ میں کہ عیسائی بت پرست بگڑے تھے اور تمام  
 کی شرک و بدعت کا ان میں زور ہو گیا تھا تو وہ ہندوؤں کا مال اپنے کے لئے انہوں نے یہہ ترکیب کی تھی کہ تمام عالم میں یہہ مشہور کر دیا کہ تمام جہان  
 کے خدا ہر مذہب کی پہلی تاریخ یہاں اگر گشت کرتے ہیں اور اندیشہ دن تک یہاں لگے رہتے اور مختلف احکام جاری کرتے ہیں لوگوں کو اس  
 کا یقین ہو گیا تھا اور جانتے تھے کہ واقعی یہاں تمام جہان کے خدا جمع ہوئے ہیں۔ جہاں وہ دن آیا اور تمام دعا باز پادری یہاں سے اپنے اپنے اور ایک عظیم  
 اوشان لگاؤں کا لگا دیا۔ چونکہ ایک ہفتہ چلے ہوئی لگو یوں برکرت سے قیل ڈالا جاتا اسلئے اس یہہ ترکیب ہوتی آگ کے شعلے میں ڈیر ڈیر  
 میل تک اپنی چمک یہہ بجاتے تھے۔ لوگ یہہ جانتے کہ خدا و کجا جہہ روشن ہو رہا ہے اب یہاں سے احکام و ولیمہ دن کے نام جاری ہوتے  
 اور یہہ لکھا جاتا کہ فلان خدا تم سے ایک اکہرہ یہہ طلب کرتا ہے اگر اسے پسند ہے بیٹوں دیدیا تو جو راہ نہیں وہ خدا کو ہندو مذہب اپنے سہا  
 اور بال چون کے اس جلتی ہوئی آگ میں جلا دیا جاتا پھر پادریوں کی خاصی چاندی ہوتی چاندی اور سونے کے برتن زور آگ میں جھگڑا  
 بیجاتے اور وہ روپہ راہوں پادریوں کی عیاشی میں مدد دیتا۔ اسی بنا پر اس طرح عربی میسون نے بھی عرب میں کسی نہ کسی بلند پہاڑ یا  
 شیلہ کو ماحر کر لیا تھا اور یہہ ہی وہاں بڑے بڑے کی بدعت پہیلانے تھے وہ مذہب عدا جہاں ان وہی اور زیادتی خداؤں کی مذہب کی تیز  
 سے زیادہ غریب بیچارے آگے پہیلے جاتے تھے اور جو لوگ قوی تھے ان کا بال بگڑا یہہ نہ جو کئے خدا کر سکتے تھے نہ ان کے مقتدر یہہ آفت  
 فیر آگ نہ صرف روم و ایران میں بلکہ عرب میں ہی مستقل ہو رہی تھی جس سے مظلومین کی جانیں سیسی سیلی جاتی تھیں۔

سبحی مذہب۔ مینا پڑھ سترار کے چند قبیلوں میں پڑھتا پایا تھا جیسے میر و بو میریائے تیلگیسی میرا اپنے قدم  
جالتے تھے اور بنو عبد القیس البحرین میں پیدل تا پیدل جاتا تھا۔ اس مذہب کے سحران میں بنو الحارث میں کعبہ  
نے خوب انشونا حاصل ہوئی تھی اور عراق میں قوم عبداؤین اس کے اپنا اثر کر رہا تھا۔ ملک شام میں گیسے نیک  
اور کینوراٹ کے قبیلوں میں خون کی روکی طرح دور رہتا تھا۔ وامت الجندل میں سیکونی اور بنو الکلب  
گروہ تھا اس میں مبتلا ہونے تھے۔ عربوں کے وہ قبیلے جو ان جنگوں میں پہرے تھے جو بیت المقدس  
سحر کے پتھریں واقع ہیں وہ بھی سچی تھے۔ میگرم اور سینرم سچی فریق بھی اپنے اپنے مذہبی وکیل عربوں میں  
بھیجے لگے تھے۔ بنو اسد و ثمارد کو پوجتے تھے۔ جہانم مشتری کی پرستش کرتے تھے بنو طرکینو پس کو اپنا  
معدا مات تھے کینزائین کی اولاد کلب الجبار یا شعری تارے کی پرستش کرتے تھے۔

قریش تین دیمیان کہتے تھے ایک کھانام لات (جس کے معنی روشن چاند کے ہیں) تھا دوسرے کونات  
اظلمات کہتے تھے تیسری دیوی کو غولے کہتے ہیں جس کے معنی نور و ظلمت کے ملاؤ کے ہیں۔ یہ تین دیمیان  
عظیم الشان خدا نجات اللہ کی تین بیٹیاں کہلاتی تھیں۔

خصوصاً مکہ تو بت پرستی کا گڑھا بن رہا تھا تمام جزیرہ مکہ عرب میں ہی غضب برپا تھا۔ کنانی جنگل نظر  
قوم قریش سے بہت کچھ تباغ لے کر وہ بھی وہی تسلیم کرتے تھے اور انہوں نے ایک درخت نخل نامی دیسی  
نام لکھا یا تھا اور اس کی پرستش کرتے تھے نخل کے شریف سے ڈیڑھ دن کی راہ پر ہم ہوازن جو مکہ کے جنوب  
مشرق کی طرف مارے مارے بے سرو پا پڑتے تھے انہوں نے لات دیسی کو طائف میں قائم کر کے پرستش کوئی  
مشرق کر دی تھی۔ منات کو کاروانی سرک کے اس بلند چٹان پر رکھا تھا جو مکہ اور شام کے چین واقع ہے۔ ان  
چوٹی پر تھوڑے سے عرب کی پاک اور مقدس زمین جو ابتدائے دین سے خصوصاً بنیوں کی پیدائش کی  
جگہ چلی آتی ہوتا یا کہ ہو رہی تھی۔ کون جانتا تھا کہ یہ زمین سے ایک ایسا چٹمہ الیگا کہ جو تمام کدورون کو  
بالکل صاف کر دیگا۔ عرب کا کوئی گہر کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا کہ جہاں کفر و بدعت کی شرمناک رسم  
نہ منائی جاتی ہو اور ان نامیاد رک تھاموں میں انسانی خون کی گرم گرم بو زمین نہ گرائی جاتی ہوں۔

جیسے بہتر مکرہوں اور دیوانوں کو قربانی کرنے کے لئے دانے کھلا کھلا کر موٹا کرتے ہیں اور پھر انہیں دھڑکتے  
ہیں اس طرح آدمی دیوانوں پر چڑھنے کے لئے پرورش کئے جاتے تھے اور قربانی کے دن چوٹی ٹاؤں  
مذاون کے قدموں میں انہیں لٹا کر فوج کیا جاتا یہ لوگ بیگانہ خانہ بدوش ہوتے تھے جو ظالموں  
کے پنجہ میں پیش کر ان کے قید خانوں میں چلے آتے تھے ہر خدا کی نئی عید ہوتی تھی اور ہر خدا کے لئے ایک  
قربانی چڑھانے کا مقرر تھا سال بہر میں کوئی دن ایسا خالی ہوتا تھا کہ جہیں سود و سوگینا ہوں خوا  
بنائے ہوئے دستی خداؤں کے قدموں میں نہ بہا دیا جاتا ہو۔ یہہ غریب بہتر اچھے اور فریاد کرتے لک  
ان کی آہ و زاری کی آواز میں کہا تو ظالموں کا ناکہ ہو بخشنی ہی نہ تین اور کیا دہسکر پہنوتی کرتا



اور ان کا اثر ان کے سیاہ قلوب پر نہ ہوتا تھا۔ یہی نوٹش اور نوٹس کما ہی ہی عقیدہ تھا وہ بھی قریب قریب ایسی ہی طرز معاشرت کہتے تھے گویا یہ سب ایک ہی ہتلی کے بٹے تھے۔

ان دیوتاؤں کے علاوہ چوپاؤں پرندوں۔ درختوں۔ ہرنوں۔ گھوڑوں۔ اونٹوں۔ کچھوکے۔ دھنوں۔ پتھروں۔ چٹانوں کی بڑی سرگرمی سے پرستش کی جاتی تھی۔ گھوڑوں اور غزالان وحشی کے سیلہہ سنگ سنگ ران کو اپنا خدا کہا خدا کی برگزیدہ دیویان دیوتا بنا کر پرستش کرتے تھے۔

اصلی تہذیب اور سچی اور چوتھی پرستش میں ذرا ہی تمیز نہ رہی تھی وہ جانتے کہ ہماری شکل کشائی ان ہی خداؤں اور بچان پرست ہوتی ہے خدا کے بچے جلال کا چکارا ان کی بے شمار میں مطلق نہ رہتا اسکی اصل اور سچی بڑگی کو مطلق قبول نہیں تھے ان دھنوں اور چوپاؤں کی پرستش میں صرف بہت سست قومیں تھیں بلکہ دیوی اور خدائی ہی ان ہی دھنوں کی پوجا کرتے تھے۔

یہ تمام زہریلی بت پرستیاں اور انکی شرماک سمین لوگوں کی بے محابا بدکرداریاں۔ خداوند کی برگزیدہ اور سچی بڑگی کو مٹانے کا مذہب منتظر تھا کہ ایک نجات دہندہ پیدا ہو کہ جو ان تمام فہون سے خدا کی مخلوق کو نجات دے۔ ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی ناگفتہ بہ حالتوں میں ایک نجات دہندہ کی حاجت تھی اور وہ نجات دہندہ محمد عربی تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جسکو بکہہ ہی کہتے ہیں اپنی قدامت اور معمار کے باعث سے محترم اور واجب الاعتقاد تھا وہ ہی پاک مقام کن کن خرابیوں اور بد اعمالیوں کا مخرج بن رہا تھا ضرورتاً اس عظیم الشان عمارت کی پوری عظمت قائم کی جائے اور جس عرض سے کہ اسکی بنیاد رکھی گئی وہی لوگوں پر آشکارا کر دی جائے۔

سیل صاحب اپنے ترجمہ انگریزی قرآن میں لکھتے ہیں کہ مکہ کے معنی لغت میں بڑی گزرگاہ کے ہیں۔ تو ارنج سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ زیارت گاہ حضرت سلیمان کی عمارت سے نو سو تیرانوے سال پہلے تعمیر ہو چکی تھی اور یہی اس کے دو ہزار برس پہلے اسکی تعمیر ثابت ہوتی ہے۔ اس درگاہ یا پاک زیارت گاہ کے جنوب مشرق گوشہ میں ایک چھوٹا سا پتھر یعنی سنگ اسود جسکی نسبت ہم اوپر لکھ رہے ہیں چاندی میں جڑا ہوا زمین سے چار سو اوچا کر کہا ہوا ہے۔ یہ پتھر اندر سے سفید ہے مگر اوپر سے ایک ناپاک عورت کے مس یا آدمیوں کے کناہوں یا لاکھوں زائروں کے ہونٹے لینے سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اس مقدس اور مبارک زیارت گاہ کو جو خدا کا جلال عبادی حضرت سلیمان کو عاقل بادشاہ جانتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اپنے آخر عمر میں اپنی متعدد بیویوں کے اغوا سے بہت بڑی اختیار کر لی تھی اور پہلے ایک تھکانہ تعمیر کرایا۔

ہر اس طرح کی بت پرستی جسکو تاریخ شدہ اور مخدوم پتھروں کی پرستش ہوتی تھی عام لوگ بہت شوق سے کیا کرتے تھے اہل ایمان کے ان ہی اسی قسم کی بت پرستی ہوتی تھی ان کی کہانیوں نظروں میں نہیں آتیں انہوں نے اپنے دیوتاؤں کی بہت کچھ کیفیت بیان کی ہے اس کے صاف اس قسم کی پرستش کا نہ گناہ ہے ان کہانیوں میں جہنم کہا انہوں نے اپنے طریقہ پرستش اور دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے اپنی نازک خیالی اور ساری جہنم سے اٹنے ایسی دلچسپ رنگینی کا زور دینا ہوا ہے کہ ان خود پرستے کو بھی چاہتا ہے۔ اسی قسم اور ایسی ہی پرستش کی مثالیں اہل تمام میں بھی پائی جاتی ہیں جب یہ دیوتاؤں اپنے دیوتاؤں کو جوتے تھے تو یہی صورت پیش آتی تھی دیکھو کتاب شلی کل اندھ صلیغہ تاریخ

گھر سٹھو رہے تبین سو سا تہہ بنوں ہی سے پاک بنیں کر دیا بلکہ اسکو خدا کا سچا گم بنا دیا۔ بعض عربوں کے نزدیک  
مین جب کوئی شخص مہ جاتا تھا تو اس کی قبر پر اوٹ و بچہ کیا جاتا تھا یا اس کو قبر پر باندھ دیا کرتے تھے اور  
اسے دانا پانی مطلق نہ دیتے تھے وہ وہین ٹرپ ٹرپ کر جان دیدیتا تھا ان کا عقیدہ تھا کہ آئندہ زندگی  
مین یہ اوٹ اسے آرام دینا اور اسکی سواری کے کام آئیگا۔

بعض کا یہ ایمان تھا کہ جہان روح جسم سے جدا ہوئی اور وہ پرند نیکی جیسا نام حیا تھا۔ اگر متوفی کو کسی نے ظلم سے قتل کیا تو وہ پرند قبر کے گرد اڑتا پھر نکلا۔ جب تک کہ قاتل سے انتقام نہ لے لے بہرہ عاکر تار سینگا کہ میں خون کا پیاسا ہوں مجھے خون پلاؤ۔ کسی کا یہ عقیدہ تھا کہ جہان روح تن سے نکلی اور کسی خدا کی خدمت کے لئے مقرر ہو گئی یہ روح ان کے عقائد کے موافق اس ہی خدا کی خدمت کے لئے مقرر ہوتی تھی جب کو یہ شخص جسکی روح بہرہ زندگی میں اپنا شکل کشا جاتا تھا۔ روح کا اثر ہی اس ہی زمانہ میں تسلیم کیا جاتا تھا مرنے والا شخص اپنے دشمن سے کہجاتا تھا کہ میں تجھے مر کر دق سے کر دوں گا۔ اس کہنے کا اس پر بہت کچھ اثر ہوتا تھا اور اگر اتفاقاً وہ بیاہو گیا تو یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ہی دشمن مر کر لپٹا ہے۔ اس قسم کے لغو اور جزافات اعتقادات اور یہ سو وہ خیالات تھے حسین کہ خدا کی مخلوق کا سیاستاں ہو رہا تھا۔ خدا کی پر جلال اور زبردست قوت والی خدا کی کو سب نے اپنے دلوں سے بھلا دیا تھا اسکے بار بار ہایت کے ان پاک نقوش کو جو اپنے بنیوں کے ذریعہ سنان انون کے لوح قلوب پر کندہ کئے تھے شاہد کر نیا منیا کر دیا تھا۔ کوئی شخص یہ نہ رہا تھا کہ اس قیامت خیز زمانہ میں بارادوی ان بت پرستوں مشرکوں کے گئے اتنے کہنے کا مجاز ہو کہ خدا ایک ہے اسکی پرستش ہر فرد بشر پر لازم ہے۔ نیکی پر اور صدق پر قہقہے اڑائے جاتے تھے جو شخص اپنی زندگی کی قدر نیکی میں بسر کرنا چاہتا تھا اسے سب آدمی ملکر کو نبائیے تھے غرض ہر محض نامکن تھا کہ کوئی شخص کو یہ بھی نیکی کا کام کر سکتا۔

و خیر کشی نہ تو قول ہی ماردیا تھا معمولی و خیر کشی تو ہندوستان میں ہی رائج تھی مگر اس و خیر کشی پر  
و یہ ہے تاکہ جو شخص اپنے لخت جگر آنکھوں کو نو کو زندہ قبر میں دفن کر کے آنا تو مکہ کی شاہراہوں میں  
بہت آکر پہن کر تا ہوا اور اٹھتا ہوا نکلتا کہ مینا بڑا بیادری کا کام کر کے آیا ہوں اپنے مجھوں میں شہر  
بیگناہ و عدم بچیوں کو قتل کرنے والے نیکی کی لیتے تھے اور ملک بہک کر یہ کہہ کرتے تھے کہ ہم نے اپنی چار لڑکیوں  
کو زندہ و گور کر دیا کوئی کہتا تھا میں اپنی پانچ لڑکیوں کو قتل کر چکا ہوں وہ شخص ان فضول ان خاص میں ل  
نہیں کیا بیاد رکھتا تھا کہ جو اپنی لڑکیوں کو بے زیادہ قتل کر چکا ہو - وہ زمین آسمان سے اور داسی سر  
ہتی اور زورہ فرہ اپنی زبان حال سے یہ کہتا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ یا اعداس ظلم و ستم کو شانے والا اس وقت  
شاکی کو کہنے والا اس غضب انگیز ملا کو دو کر مینا اس خطرات انگیز پرستش کو شانے والا یہ امر میں اس  
سے نجات دے۔

موجوان پیدا ہوئے ہی یہہ سکھا دئے جاتے تھے کہ جو ایون کھیلا کرتے مین اور عیاشی کے یہہ بہہ طریق ہیں اور وہ شخص ہوتا ہے کہ جو اتنی شراب دگدگ کر پی جائے یہی تعلیم تھی اور یہی تربیت تھی اس پر وہ یہہ سمجھتے تھے کہ تمام جہان کی تہذیب اور علم ہم ہی مین لگیا ہے شعر کا بھی اس زمانہ مین بہت زور تھا جسٹا زمانہ اپنے قصائد یا رباعیات یا غزلین کعبہ کے دروازے پر لٹکا جاتے تھے گویا اپنے دعوے کا اعلان کرنے تھے کہ ہمارا کوئی مقابل ہو تو اس طرح کے اشعار کہے۔ وہ ہی بے بنیاد و بکج بختیوں اور بے نتیجہ شاعروں نے اور یہی امرائے ملک کے خنے بہکا دئے تھے ہر امیر اپنے شاعروں کے صدقہ مین اپنے کو زمانہ کا سلطان جانتا تھا اور یہہ سمجھتا تھا کہ قطرہ نے جھی کو بنایا ہے۔

غرض ہر رائی کی حد ہو گئی تھی یہاں تک کہ برائیان انتہا سے یہی بڑھ گئی تھیں اور کوئی ان کی اصلاح کرنے والا نہ ہوتا ہمارے بنی اصلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا نہیں ہوا یہی پاک ذات تھی کہ جس نے بدی کی ظلمت مین نیکی کا نور چمکایا۔ تمام جہان کی برائیوں کو کھود دیا اور انہیں آئندہ عالم مین سرخرو ہونے کے پورا قابل بنا دیا۔ انہیں پر شفقت کرنی اور مظلومین پر رحم کہنا ابتدا دیا اور انہیں ایک ایسی نعمت غیر مشرقیہ سے حصہ دیا بلکہ اس نعمت کے پورے خزانہ کا مالک بنیا دیا کہ جو خدا کی برحق مہربانی کا نتیجہ ہے۔

جو مساور یا پرستش گاہ مین کہ اس زمانہ مین تھیں گو وہ برائے نام خدا کا گھر اور نیکیوں کی آزمائش کی جگہ کہلاتی تھیں لیکن دراصل ان کی حالت فارخاؤن اور مکتیوں سے ہی بدتر تھی وہ وہ خرافات بائین ان مین ہوتی تھیں کہ جس کا بیان کرنا نہ صرف تہذیب کا خون کر لگیا بلکہ قانون ملک قانون مذہب قانون سوسائٹی کبھی اجازت نہ دیکھا کہ ہم مختصر سی کیفیت ہی اس زمانہ کی حالت کی قلم بند کر سکیں۔ صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ تمام جہان کے چھوٹے چھوٹے عیاشوں کا مجمع رہتا تھا پادری یا پجاری والا مال ہے ہر ایک پادری کا گھر سونے اور جواہرات سے بھرا کچھ ہیرا تھا۔ خدا کی مخلوق خشکالی یا افلاس کی گھنگھریلا بن مصیبت کے دست و گریبان ہو کر بہتیرا غل و شور مچاتی اور اپنا برا حال کرتی لیکن پادریوں کا ترؤانہ مین کی وقت نہ جاتا تھا۔ اکثر محفل پرستش گاہوں کے پجاریوں مین گلچپ ہو جایا کرتی تھی اور اس ٹکڑے کے دھبہ یہہ تھی کہ ایک پجاری دوسرے پجاریوں کے جاتریوں کو بہکا کر اپنے پرستش گاہ مین اچایا کرتا تھا لیکن حضرت ابراہیم اور حضرات اسمعیل کا عبادت خانہ کل پرستش گاہوں کے بچپن تھا اور مین ہر قوم و قوم کے جاتری کی کثرت سے چڑھا و چڑھا کر تے تھے عبادت گاہ کی رکھوالی عوبن مین ایک مغرر عہدہ اچایا تھا اور جب یہ عہدہ خالی ہوتا تھا تو بڑا زور لگایا جاتا تھا وہ شخص جو اس عہدہ پر نامزد ہو جاتا اس کے قدرتی طور پر سب دشمن بن جاتے تھے بڑے بڑے عرب کے قبائل مین کشیدگی پیدا ہو جاتی تھی اور ہوا کی کوئی سواد ہو لگا محمود بن جانا جسب ہمارے بنی کا ظہور ہوا ایک دادا شریف کہ تھے تمام گروہوں کے ساری عزت کرتے تھے اور آپ اپنی قوم مین واجب الاحرام تسلیم کئے جاتے تھے۔



تو اسے ضرور ہوا کہ اپنے ساتھ ایک کتاب الہی ہی ضرور لایا اسلئے کوئی شخص صحائف انبیاء کی تعداد نہیں بیان کر سکتا۔ ہاں صحائف انبیاء کی جتنی تعداد ہمیں معلوم ہوئی ہے وہ ہم جانتے ہیں۔ اور انکے نام اور تعداد بیان کر سکتے ہیں بڑی مشکل یہ آپڑی ہے کہ ہر صدی میں جتنے نئے مذاہب پیدا ہوئے سب اپنے بنی کے قول کو اپنے عقیدہ اور اپنے خیالات کے موافق الٹ پلٹ کر کے درست کر لیا جب کہ یہ نیت ہوئی تو قرآن شریف کا نزول ہوا قرآن شریف کے نازل ہونے سے صرف یہی غرض تھی کہ جو کچھ خدا کا خطاب الٹ پلٹ کر دے گئے ہیں ان کی اصلاح ہو اور خدا کی صاف اور روشن مرضی معلوم ہو اس تیسرے مقدمہ میں بڑے بڑے پادریوں کے اقوال سے صرف یہی بیان کیا جائیگا کہ جتنی صحائف انبیاء کو قرآن کے میں وہ شکوک میں بہت سی صحائف ایک نامہ میں تھے اور اب غارت ہو گئے اور بہت سے جواب موجود ہیں ان میں عظیم الشان فیرو تیدل کر دیا گیا۔

سیحی علمائے ان کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ صحائف کا جو حضرت سیح سے پہلے انبیاء نازل ہوا جسکو اولڈ ٹیسٹمنٹ یعنی عہد عتیق کہاہے دوسرے حصہ کی وہ کتابیں ہیں جو حضرت سیح کے عوارف تصنیف کیں اور جنہیں کی قدر وہ کلام الہی ہی شامل ہے جو حضرت سیح پر نازل ہوا ان کتابوں کو نیو ٹیسٹمنٹ یعنی عہد جدید کہتے ہیں۔ علاوہ اسکے سیحی عالموں نے ان کتابوں کو جو محض عاریوں کی گھڑت ہیں اور ان کتابوں میں نام کو بھی کہیں حضرت سیح کا پاک کلام نہیں پایا جاتا عہد جدید میں داخل کیا ہے مگر ہم مسلمان ان کتابوں کو پاک البخل سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔

یہ کتابیں عہد عتیق کی جو بائبل میں شامل ہیں سب نہیں ہیں اسلئے مسلمانوں نے (جس میں سیحی عالموں کو بھی اعذر نہیں ہو سکتا) عہد عتیق کی کتابوں کو تین قسم میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ وہ جو بائبل میں داخل ہیں۔  
 ۲۔ وہ جو بلاشبہ ایک نامہ میں موجود اور صحیح اور معتد بہ ہیں مگر انہیں گرا بنا پیدا ہیں۔  
 ۳۔ وہ جنہیں سیحی علمائے غیر صحیح جھک بائبل سے خارج کر دیا ہے انہیں کی بعض کتابیں اب بھی دستیاب میں ہیں اور بعضے بالکل ناپید ہو گئیں۔

### پہلی قسم کی کتابوں کا بیان

- |                                   |                      |
|-----------------------------------|----------------------|
| ۱۔ کتاب پیدائش یا سفر تکوین       | (۶) کتاب یوشع        |
| ۲۔ کتاب خروج                      | (۷) کتاب قضاات       |
| ۳۔ کتاب احبار یا سفر لویان        | (۸) کتاب روث         |
| ۴۔ کتاب اعداد                     | (۹) کتاب اول سموئیل  |
| ۵۔ کتاب ہشتنا یا سفر توریثی مشنای | (۱۰) کتاب دوم سموئیل |

(۱۱) کتاب اول سلاطین یا ملوک	(۲۶) کتاب جبرئیل
(۱۲) کتاب دوم سلاطین یا ملوک	(۲۷) کتاب دانیال
(۱۳) کتاب اول تواریخ ایام	(۲۸) کتاب ہوشع
(۱۴) کتاب دوم تواریخ ایام	(۲۹) کتاب یوئیل
(۱۵) کتاب عزرا	(۳۰) کتاب عاموص
(۱۶) کتاب یحییاء	(۳۱) کتاب یوناہ
(۱۷) کتاب استر	(۳۲) کتاب یوناہ
(۱۸) کتاب ایوب	(۳۳) کتاب میکاہ
(۱۹) کتاب زبور یا مزامیر داؤد	(۳۴) کتاب ناحوم
(۲۰) کتاب اشال سلیمان	(۳۵) کتاب حزقیل
(۲۱) کتاب داغظ سلیمان	(۳۶) کتاب صغفیاہ
(۲۲) کتاب غزائے سرور سلیمان	(۳۷) کتاب حکمی
(۲۳) کتاب اسعیاء	(۳۸) کتاب زکریاہ
(۲۴) کتاب یرمیاہ	(۳۹) کتاب ملاکی
(۲۵) کتاب نوحہ یرمیاہ	

## دوسری قسم کی کتابوں کا بیان

یہ وہ کتابیں ہیں جو ایک زمانہ میں موجود تھیں اور اب ان کا کہیں پتہ بھی نہیں لگتا مگر ان کا ذکر عہد کی ان کتابوں میں جو بائبل میں داخل ہیں پایا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کے معتبر ہونے سے اور اس سے کہ ایک زمانہ میں موجود تھیں انکار نہیں کر سکتا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ہر حدی میں طرح طرح کے نئے نئے والے اور نبیوں کے اقوال میں اصلاح دینے والے صرف اپنے خیالات کی مطابقت کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے یہی بڑا باعث تھا کہ صحائف انبیاء علاوہ غنت رچوہ ہونے کے ناپید بھی ہوتے جاتے تھے اور رفتہ رفتہ نوبت پہنچتی کہ وہ کتابیں ہی صاف ناپید کر دی گئی جب وہ ناپید ہوئیں تو ظاہر ہے کہ ان کی بجائے غارت کرنے والوں نے ضرور کوئی گہرت کی ہوگی اور وہ گہرت گویا بکلیہ نہیں لیکن اس کا بہت حصہ ان صحائف میں موجود ہے کہ جو اس زمانہ میں صحیح مانے جاتے ہیں اور ان پر کوئی دبا ہوا عیسائیون کا دین و ایمان ہے۔

اب میں ان کتابوں کا نام مع ان درسون کے شان کے جن میں ان کا ذکر ہے یہاں دیکھتا ہوں۔



(۱) کتاب عہد نامہ موسیٰ	۶ - ۲۴
(۲) کتاب جنگ نامہ موسیٰ	۱۴ - ۲۱
(۳) کتاب البشیر	پر فتح ۱۰ - ۱۳
(۴) کتاب یا ہوجع بن خانی	درم شوییل ۱ - ۱۸
(۵) کتاب شعیہ بنی	دوم تواریخ ۲۰ - ۳۴
(۶) کتاب اخیاء بنی	دوم تواریخ ۱۲ - ۱۵
(۷) کتاب ناتھن بنی	دوم تواریخ ۹ - ۲۹
(۸) کتاب مشاہدات عہد وغیب میں	اول سلاطین ۱۱ - ۸۱
(۹) کتاب جمال سلیمان	دوم تواریخ ۲۶ - ۲۲
(۱۰) کتاب اشعیاء بن عاموس حمین بن یوذا پادشاہ کا حال	دوم تواریخ ۳۲ - ۳۳
اول سے آخر تک تھا۔	اول تواریخ ۲۹ - ۳۰
(۱۱) کتاب مشاہدات اشعیاء حمین خرقیہ پادشاہ کا حال تھا	اول سلاطین ۲ - ۳۳
(۱۲) شموئیل بنی کی تاریخ	اول سلاطین ۴ - ۳۳
(۱۳) ایک ہزار پانچ سو نو سلیمان کی	اول سلاطین ۴ - ۳۳
(۱۴) کتاب خواص بناتابہ جو انات سلیمان کی	
(۱۵) کتاب شال سلیمان کی	
(۱۶) مرثیہ یرمیاہ	

مرثیہ یرمیاہ کے ہے جو بائبل میں داخل ہے بشپ پیٹرک صاحب کا قول ہے کہ یہ مرثیہ جو کہیں  
موسیٰ کی وفات کے بعد اب وہ گم ہے۔ اور یقیناً وہ انہیں ہو سکتا جو نوحہ یرمیاہ مشہور ہے اسلئے کہ یہ  
نوحہ اور سلیم کے غارت ہونے اور صدقیاہ کے ہلاک ہونے پر ہے۔ اور وہ مرثیہ موتہ یوشع پر۔

مسیحی علماء کا یہ قول ہے اور وہ اپنے قول کی بڑی پیچ کرتے ہیں کہ یہ بات محض بے بنیاد ہے کہ مقدس  
نوحہ میں سے کوئی تحریر جاتی رہے۔ بلکہ مقدس تحریروں میں سے نہ کوئی تحریر کوئی گئی ہے نہ کہ کوئی جاتا  
ہوئے اسے اس دعوے کے اثبات پر وہ ایسی دلیلین پیش کرتے ہیں کہ جو کسی طرح ان کے دعوے کا کافی ثبوت  
نہیں دے سکتیں۔ یہ چند انہوں نے بہت زور مارا اور اپنے خیال میں وہ یہہ جانتے ہیں کہ ہم اپنے دعوے کے  
میں کامل دلیلین دے چکے اور ان دلائل کی رو سے ہر شخص ہمارے اس دعوے کو تسلیم کر لیتا اور  
چھوٹا ہو گا کہ مقدس تحریروں میں سے کوئی تحریر کوئی گئی ہے نہ کہ کوئی جاسکتی ہے۔ مگر ان کا  
دلیل ان کی دلائل کی خامیوں سے پادر ہوا ہے اور بالکل ان کی دلائل ان کے ثبوت دعوے کے خلاف ہیں

وہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ حکمت الہی کا یہ نہیں ہے کہ جو کتاب روح القدس کی تائید سے دی گئی ہو اس کو ایسا معلوم کرے کہ یہ کتاب بے نفع ہے اور اس کی تربیت کے لائق نہ ہیں تو ان کو پہلے ہی کیوں دیا تھا دوسرے ایسا انداز اب نہیں ان کو عزیز کہتے تھے اور وہ وہ و پر پیل گئی تھیں۔ پہر کیونکر معدوم ہو سکتی تھیں علاوہ اسکے اگرچہ ان کتابوں کو الہامی لکھنے والوں کا لکھا ہو مگر یہ ضرور نہیں کہ وہ ہی الہامی ہوں اسکے کہ الہامی لکھنے والوں کی ہر تحریر کا الہامی ہونا ضرور نہیں ہے۔ اس سبب سے وہ کتابیں مقدس کتابوں میں داخل نہ ہیں تو اسکے اگلے زمانہ میں ہر ایک چروٹی سی تحریر پر یہی کتاب کا اطلاق کیا کرتے تھے پس ان کتابوں کے بعض مطالب جو وہ ان ہی کتابوں میں داخل ہیں اور بعض مطالب جو روحانی تربیت سے تعلق نہ تھے تو ان کے ہونے سے بائبل میں کچھ نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔ اس کے قائل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیلین کافی نہیں ہیں۔

جو کتاب میں قس کی تائید کے لئے دی گئی ہو اسکے ضائع ہونے سے حکمت الہی میں کچھ نقصان نہیں آسکتا۔ ایک یہ بھی کہ اب اگر ایک ہی کتاب ان کی ہر حالت کو کافی ہوتی تو اولڈ ٹیسٹمنٹ کے بعد نیو ٹیسٹمنٹ کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہہ مانا کہ ایسا انداز لوگ بلاشبہ الہامی کتابوں کو عزیز کہتے ہیں مگر عام مصیبت کی عمارت میں انسان کو بقصد اس کی ضعیف فطرۃ کے نہایت دراندہ کر دیتی ہیں (خصوصاً وہ بچے درپے کی مصیبتیں جو یہودیوں پر ہیں) ایسی مصیبت خیر حالتوں میں عزیز تحریروں کا غارت ہو جانا خلاف فطرت نہیں ہے بلکہ اپنے دوسرے مقدمہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جو کچھ حالت بیان کی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان پاک کتابوں کا ایسا رستہ زماں میں پتہ نہیں رہ سکتا اور ان کا ناپید ہو جانا کچھ تعجب نہیں ہے ایسا جیسا کہ ان کا بجا رہنا شہرہ خیر ہوتا۔ میں ان کتابوں کو جو ناپید ہو گئیں اور جن کا نام حال کی کتابوں کے درسون میں موجود ہے بلاشبہ چوٹی کتابیں سمجھتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ضرور نیکیوں کی طرف (گو وہ وحشیانہ نیکیاں کیوں نہ ہوں) توجہ دلائی گئی ہوگی اسلئے وہ ناپید کر دی گئیں کیونکہ ایک زمانہ میں خصوصاً پانچویں چھٹی ساتویں صدی میں یہ کتاب جان بوجھ کر ناپید کی جاتی تھیں کہ جو نیکی کی طرف رستہ دکھائے یا اسمیں ان کی قبو عادات رکھنے کے حکما ہوں۔ ان کا غارت و ناپید ہونا ہی گویا ان کے لچھے ہونے کی دلیل ہے۔ یہہ ہی ضرور ہے کہ ان کتابوں میں سے بہت سی کتابیں الہامی ہو گئی جیسا کہ نزول نبیوں پر ہوا ہو گا مگر عیسائیوں کی بد اعمالی سے ان کا نام نشان ایسا مٹ گیا ہے جیسا کہ پتہ بھی نہیں ہے۔

علی الخصوص ایسی حالت میں کہ وہ ایک جگہ جمع نہ ہیں بلکہ متفرق ٹکڑے لوگوں کے پاس تھے ان کتابوں کے الہامی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ خود الہامی لکھنے والوں نے ان سے استخراج کیا یا ان کی طرف اشارہ کیا ہو فرض کرو کہ ان کے تمام مطالب کتب مقدسہ میں ہوں اور کتب مقدسہ کو ان کی حاجت نہ رہی ہو مگر اس تمام پر اسلی بہت نہیں ہے صرف اتنا کلام ہے کہ ادنیٰ معتمد صحیح کتابیں نہیں جو اب معدوم ہیں اور یہ

ایسی طرح پر ثابت ہے کہ اس سچے بڑے بڑے علمائے مسیحی نے یہی اور کیا ہے۔

مفسر صاحب اپنی کتاب سوالات سوال میں جو سطور ۶۱ میں لندن میں چھپی تھی سوال دوم کے ذیل میں کہتے ہیں

”یہ کتاب میں جنہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو ناصری کہا گیا تھا اور جس کا ذکر مقدس میں ہے

باب ۲ ورس ۲۳ میں لکھا ہے) نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ اسلئے جو کتاب میں مینون کی

اب موجود ہیں کسی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناصری نہیں لکھا ہے۔“

کریم اسٹم صاحب اپنی ہولی ایفے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”پیغمبروں کی بہت سی کتابیں نامید ہو گئیں اسلئے کہ یہودیوں نے غفلت سے بلکہ بیدینی سے بعض کتابوں کو کہو دیا بعض کو ہارڈ ڈالا بعض کو جلا دیا،“

تفسیر ڈائیلی میں ہے کہ اس بادشاہ روشن ضمیر یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس زمانے کو جو اس نے پائی ان لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال میں لانا چاہا اور بہت سی کتابیں ان کی تعلیم کے لئے لکھیں۔ مگر حضرت عزرائیل نے ان میں سے

صرف تین کو مقدس کتابوں میں داخل کیا اور باقی (یعنی جن کو مقدس کتابوں میں داخل نہیں کیا) یا تو وہ مذہبی تربیت کے لئے نہیں بنائی گئی تھیں یا ایک زمانہ کے گرجانے کے سبب خواب اور ناقص ہو گئی تھیں۔

تفسیر ڈائیلی ذیل سترج ورس ۲۵ باب ۱۲ کتاب دوم سلاطین کے لکھا ہے کہ یونس پیغمبر کا حال اس مقام پر ہے اور اس شہر پر پیغام میں جو نیوی کو لیکھتے تھے ہے اور ان نشین گوئیوں کو جسے اس نے بادشاہ یروبام کو سرمایئے

بادشاہ سے لٹنے پر دلیری دی کسی جگہ لکھا ہوا نہیں پاتے اسکا سبب صرف یہی نہیں ہے کہ بہت سے پیغمبروں کی تحریروں ہمارے پاس نہیں ہیں بلکہ یہی ہے کہ پیغمبروں نے اپنی بہت سی پیشین گوئیوں کو لکھا ہی نہیں،“

غرض کہ ہر طرح بہ بات ثابت ہو گئی کہ ان مقدس کتابوں کے علاوہ جو اب موجود ہیں اور یہی بہت سی مقدس کتابیں ہیں۔ دوسرے یہ بھی بطور احسن ثابت ہو گیا کہ عہد عتیق اور عہد جدید میں جو کچھ شامل ہے وہ سب کا سب

الہامی نہیں ہے بہت سا عوار یوں کا ملایا ہوا ہے بہت سا صدی بعد صدی زمانہ کے موافق چلتا رہا اور آخر پہنچ

## دوم قسم کی کتابوں کا بیان

یہ وہ کتابیں ہیں جو سٹعل بائبل میں داخل نہیں ہیں مگر ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کو اب تک عیسائیوں کے حص فرے ٹائٹس ہیں اور بعض ایسی ہیں جن کو ایک زمانہ میں صحیح ہیرا کر بائبل میں داخل کیا تھا اور

پھر نامعتبر ٹھہرا کر خارج کر دیا اور بعض ایسی ہیں کہ ان کو جمہور عیسائی چھوٹی اور جلی کہتے ہیں۔

بہا امی کتب کی یہ کیفیت ہو بہر کون ہے کہ اپنا یہ بہت سنا سکتا ہے کہ جو کتابیں اس کے ماتھے میں ہیں یعنی بائبل حسین اولڈ ٹیسٹمنٹ اور نیو ٹیسٹمنٹ دونوں شامل ہیں وہ کیونکر اور کس طرح برا اعتبار کے قابل ہو سکتی ہیں

ہر ان کتابوں کے ماننے والے ایسی کونسی دلیلین لا سکتے ہیں کہ جن سے وہ اپنی موجودہ الہامی یا یوں کہو کہ

تفسیر ڈائیلی مطبوعہ ۱۹۵۶ء جلد ۲ صفحہ ۱۳۹

تفسیر ڈائیلی مطبوعہ ۱۹۵۶ء جلد اول صفحہ ۸۰۶

حواریوں کی گہڑتوں کو خدا کے پاک کلام ثابت کر دیئے۔

میرے خیال میں محض ناممکن ہے کہ کوئی عقل مند عیسائی ایک دلیل عقلی ہی اس ثبوت میں پیش کر سکے کہ کتب مقدسہ موجودہ میں سے فلان کتاب صحیح ہے چونکہ عیسائی کامل طور سے دلی اعتقاد اپنی کتب مقدسہ موجودہ پر نہیں کرتے اسلئے وہ گوارا کرتے ہیں کہ ان کتابوں کی کج رٹوں کے ان پڑیاں بنیں حالانکہ وہ اس الہامی آیت کے خلاف کرتے ہیں کہ اپنے ملعون کو سوز و گداز کے نہ ڈالو اسلئے کہ وہ انہیں پامال کر دیئے، دوم قسم کی کتابیں۔

۱۔ کتب سیدہ شیش

۲۱۔ وزم سلیمان یعنے کتاب دانانی سلیمان

۸۔ کتاب خوک یعنے اوریس

یونانی زبان میں یہ کتاب موجود ہے

۹۔ کتاب مشاہدات ابراہیم

۲۲۔ ایگلز یا شکس یعنے کتاب الوعظ

۱۰۔ کتاب مشاہدات موسیٰ

۲۳۔ کتاب باروق۔ قدیم مصنفوں نے اس کتاب

۱۱۔ کتاب پیدائش صفر۔ کوفل ٹرنٹ نے اس کتاب

سے سندی ہے اور کوفل ٹرنٹ نے اسکو د

کونا مستند ٹھہرایا

بنیں کیا کیونکہ اس کے حصے گرجا میں پڑھتے

۱۲۔ کتاب قیاس موسیٰ

جاتے ہیں۔

۱۳۔ کتاب الوصیت موسیٰ

۲۴۔ کتاب راگ تین پاک بچوں کی۔ بعض یونانی

۱۴۔ کتاب اسرار موسیٰ

ترجمے پیوڈورٹ میں اور عمو گارومی بایکل

۱۵۔ کتاب معراج موسیٰ

میں یہ کتاب بشمول کتاب انیال موجود ہے

۱۶۔ کتاب عزرا نمبر ۱۔ یہ کتاب سپٹوا انجیل کے

کتاب یہی دانیال کے شروع میں موجود ہے

بعض نسخوں میں شامل ہے اور یونانی گرجا میں

عموما پڑھی جاتی ہے

۲۶۔

بل اور ڈرگین کی بربادی کی تاریخ۔ یہ

۱۷۔ کتاب عزرا نمبر ۲۔ یہ کتاب چند روحی ترجموں

کتاب یہی ان ہی ترجموں میں کتاب دانیال

اور ایک عربی ترجمہ میں موجود ہے

کے آخر میں موجود ہے

۱۸۔ کتاب توپٹ

۲۷۔

دعایہ بنی شمس بادشاہ یہود

۱۹۔ کتاب جوڈہ

۲۸۔

اول کتاب تھائیس۔ یہ کتاب اور نیز دوسری

۲۰۔ باقی حصہ بابوں کتاب اسہرکایہ کتاب

آگے آنے والی کتاب عبری میں بھی تھی اور یونانی

یونانی اور روحی نسخوں میں موجود ہے

اور سریل زبان میں اب بھی موجود ہے

۱۔ مارن صاحب انٹرڈکشن اور علوم بائبل کے مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۲۳۳۔ ۲۔ ایضا ایضا جلد ۲ صفحہ ۲۳۳۔ ۳۔ لارڈ صاحب کے ورکس مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۴۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۵۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۶۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۷۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۸۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۹۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۱۰۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۱۱۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۱۲۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۱۳۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۱۴۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۱۵۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۱۶۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۱۷۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۱۸۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔ ۱۹۔ تفسیر بائبل مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲۔ ۲۰۔ ایضا صفحہ ۵۱۲۔

۲۹ - دوم کتاب مقابیس و

۳۰ - کتاب معراج اشعیاء

۳۱ - ملفوظات جہوق

۶ - انجیل دوم یوحنا

۷ - انجیل اندریاء واری

۸ - انجیل قلب

۹ - انجیل بار تھالومی

۱۰ - انجیل توما حواری

## عہد جدید کی کتابوں کا بیان

اس مقام پر عہد جدید کی کتابوں سے صرف وہ ۱۱ - انجیل اول طفولیت جو توما کے الہی -  
کتابین مراد ہیں جنکو حواریوں نے لکھا اور انہیں وہ ۱۲ - انجیل دوم طفولیت جو توما کے الہی  
کلام الہی شامل ہے جو حضرت مسیح پر نازل ہوا تھا ۱۳ - انجیل متی آری  
اور جنکو ہم انجیل کہتے ہیں -

۱۴ - انجیل مرقس جو وہ لکھن کے اہلانی ہے -  
یہ کتابین دو قسم کی ہیں ایک وہ جو بائبل میں ۱۵ - انجیل تھیودیس  
داخل ہیں دوم وہ جو بائبل میں داخل نہیں ہیں ۱۶ - انجیل پال  
اور جنکو مسیحی علمائے نامعتبر جانکر یا چھوٹی سمجھکر خارج ۱۷ - انجیل ایلوس  
کر دیا ہے -

## اول قسم کی کتابوں کا بیان

۱ - انجیل متی  
۲ - انجیل مارک  
۳ - انجیل لوق  
۴ - انجیل یوحنا  
۵ - انجیل یوحنا  
۶ - انجیل یوحنا  
۷ - انجیل یوحنا  
۸ - انجیل یوحنا  
۹ - انجیل یوحنا  
۱۰ - انجیل یوحنا  
۱۱ - انجیل یوحنا  
۱۲ - انجیل یوحنا  
۱۳ - انجیل یوحنا  
۱۴ - انجیل یوحنا  
۱۵ - انجیل یوحنا  
۱۶ - انجیل یوحنا  
۱۷ - انجیل یوحنا  
۱۸ - انجیل یوحنا  
۱۹ - انجیل یوحنا  
۲۰ - انجیل یوحنا  
۲۱ - انجیل یوحنا  
۲۲ - انجیل یوحنا  
۲۳ - انجیل یوحنا  
۲۴ - انجیل یوحنا  
۲۵ - انجیل یوحنا  
۲۶ - انجیل یوحنا  
۲۷ - انجیل یوحنا  
۲۸ - انجیل یوحنا  
۲۹ - انجیل یوحنا  
۳۰ - انجیل یوحنا

## دوم قسم کی کتابوں کا بیان

۱ - انجیل طفولیت جو متی نے لکھی  
۲ - انجیل ولادت مریم  
۳ - انجیل یعقوب  
۴ - انجیل نیکو دیا  
۵ - انجیل بیٹر  
۶ - انجیل بیٹر  
۷ - انجیل بیٹر  
۸ - انجیل بیٹر  
۹ - انجیل بیٹر  
۱۰ - انجیل بیٹر  
۱۱ - انجیل بیٹر  
۱۲ - انجیل بیٹر  
۱۳ - انجیل بیٹر  
۱۴ - انجیل بیٹر  
۱۵ - انجیل بیٹر  
۱۶ - انجیل بیٹر  
۱۷ - انجیل بیٹر  
۱۸ - انجیل بیٹر  
۱۹ - انجیل بیٹر  
۲۰ - انجیل بیٹر  
۲۱ - انجیل بیٹر  
۲۲ - انجیل بیٹر  
۲۳ - انجیل بیٹر  
۲۴ - انجیل بیٹر  
۲۵ - انجیل بیٹر  
۲۶ - انجیل بیٹر  
۲۷ - انجیل بیٹر  
۲۸ - انجیل بیٹر  
۲۹ - انجیل بیٹر  
۳۰ - انجیل بیٹر

۱۰۱۷ - ایضا صفحہ

۱۰۱۷ - ایضا صفحہ ۶۱۸۲۵ کے مطبوعہ لندن جلا صفحہ ۶۳۸ -  
۱۰۱۷ - ایضا صفحہ ۶۱۸۲۵ کے مطبوعہ لندن جلا صفحہ ۶۳۸ -



۳۳- انجیل حقیقت جو ولین لیٹین پاس تھی۔	۳۲- انجیل ٹی ٹی۔
ان کے سوا جو کتابیں اور نامہ حواریوں نے اپنی طرف سے لکھے وہ بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں مسیحی علمائے عہد جدید میں داخل کیا ہے دوسرے وہ جنہیں نامعتبر سمجھ کر عہد جدید سے خارج کر کہا ہے۔	۳۴- انجیل ولین ٹینس
۱۳- فلپین کو پال کا خط	۱- اعمال حواریین
۱۴- عبرانیوں کو خط	۲- رومیوں کو پال کا خط
۱۵- بارہ فرقوں کو یعقوب کا خط	۳- گرنتھوں کو پال کا پہلا خط
۱۶- سارے مسیحی لوگوں کے لئے پیٹر کا پہلا خط	۴- گرنتھوں کو پال کا دوسرا خط
۱۷- سارے مسیحی لوگوں کے لئے پیٹر کا دوسرا خط	۵- افسیوں کو پال کا خط
۱۸- سارے مسیحی لوگوں کے لئے یوحنا کا پہلا خط	۶- فلپیوں کو پال کا خط
۲۹- یوحنا کا دوسرا خط	۷- کلبیوں کو پال کا خط
۲۰- یوحنا کا تیسرا خط	۸- تھلسنیکینوں کو پال کا پہلا خط
۲۱- سارے مسیحی لوگوں کے لئے یہودا کا خط	۹- تھلسنیکینوں کو پال کا دوسرا خط
۲۲- مشاہدات یوحنا	۱۰- تمہنتی کو پال کا پہلا خط
	۱۱- تمہنتی کو پال کا دوسرا خط
	۱۲- بیتی کو پال کا خط

## دوسری قسم کی کتابوں کا بیان

۹- کتاب مریم انکسٹری سلیمانی	۱- نامہ مریم بنام انکاشس
۱۰- کتاب عقائد حواریان	۲- نامہ مریم بنام سلمان
۱۱- کتاب تعلیم حواریان و	۳- کتاب پیدائش مریم
۱۲- کتاب اعمال پیٹرس و	۴- کتاب مریم
۱۳- کتاب اول مشاہدات پیٹرس	۵- تاریخ اور حدیث مریم
۱۴- کتاب دوم مشاہدات پیٹرس	۶- کتاب سوالات صغیر و کبیر مریم
۱۵- ٹائمر پیٹرس بنام کلیمنس	۷- کتاب سوالات صغیر و کبیر مریم
۱۶- کتاب مباحثہ پیٹرس	۸- کتاب نسل مریم

۱۷- کتاب تعلیم پطرس	۴۲- نامہ بار ابا بس
۱۸- کتابہ د عظم پطرس	۴۳- کتاب اعمال پال یا شہادت تہنکا اول
۱۹- کتاب ادب نماز پطرس	۴۴- کتاب اعمال پال یا شہادت تہنکا دوم
۲۰- کتاب خانہ بدوشی پطرس	۴۵- کتاب اعمال پال
۲۱- کتاب تیس پطرس	۴۶- نامہ پال بنام لاد وکیان
۲۲- کتاب اعمال یوحنا	۴۷- تین نامہ پال کے بنام تہلیکونیا
۲۳- کتاب خانہ بدوشی یوحنا	۴۸- ۵۲ تین نامہ پال کے بنام رنہتیاں
۲۴- کتاب حدیث یوحنا	۴۹- نامہ پال در جواب نامہ کر نہتیاں
۲۵- نامہ یوحنا بنام ہیدرویک	۵۰- ۵۴ چہ نامہ پال کے بنام سینہ
۲۶- مریم کائنات نامہ جو یوحنا نے لکھا۔	۵۱- کتاب شہادت اول پال
۲۷- تہیکریہ پیم اور ان کے نزول کا صلیب	۵۲- کتاب شہادت دوم پال
جو یوحنا نے لکھا۔	۵۳- کتاب وزن پال
۲۸- کتاب شہادت دوم یوحنا	۵۴- کتاب عظم پال
۲۹- کتابہ ادب نماز یوحنا	۵۵- پال کی کتاب مترسانپ
۳۰- کتابہ اعمال اندریا	۵۶- کتاب پری سپٹ پال
۳۱- کتاب ادب نماز متی	۵۷- کتاب شہادت شرنش
۳۲- کتاب اعمال فلپ	۵۸- اعمال حواریان جوابی او تیر کے پاس
۳۳- کتابہ اعمال توما	۵۹- کتاب ہل کی شیس
۳۴- کتاب شہادت توما	۶۰- کتاب جیس
۳۵- کتاب خانہ بدوشی توما	۶۱- کتاب اعمال حواریان لیوتہان
۳۶- کتابہ ادب نماز یعقوب	۶۲- اعمال حواریان لن فی شیس
۳۷- وفات نامہ مریم جو یعقوب نے لکھا	۶۳- اعمال حواریان لیان شیس
۳۸- کتاب حدیث متھی آز	۶۴- اعمال حواریان لیوتہان
۳۹- کتاب اعمال مہنی آز	۶۵- اعمال حواریان جرمی جینر پاس تھے
۴۰- کتاب ادب نماز مرقس	۶۶- اعمال حواریان سبلہ کس
۴۱- مرقس کی کتاب پی شس	۶۷- مکاشفہ سفن

- ۷۷۔ نامہ تہی سن مانتی منٹ  
۷۸۔ نامہ اول کلیمنٹ بنام کارن تہیز  
۷۹۔ نامہ دوم کلیمنٹ بنام کارن تہیز  
۸۰۔ نامہ اگنی شیش بنام آفی سنیز  
۸۱۔ نامہ اگنی شیش بنام میگنی شینس  
۸۲۔ نامہ اگنی شیش بنام ٹرنلینز  
۸۳۔ نامہ اگنی شیش بنام رومیان  
۸۴۔ نامہ اگنی شیش بنام فلی ٹل منیس  
۸۵۔ نامہ اگنی شیش بنام سمرنیز  
۸۶۔ نامہ اگنی شیش بنام پولی کارپ  
۸۷۔ نامہ پولی کارپ بنام فلی ہنیز  
۸۸۔ گڈریہ ہرس کا  
۸۹۔ احکام ہرس  
۹۰۔ تماشیل ہرس

ان کتابوں کے سوا چند کتابیں ایسی ہیں جنکو کہتے ہیں کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھی ہیں ان کے تفصیل یہ ہے

وہو ہذا

- ۱۔ نامہ بنام ایگارس  
۲۔ نامہ بنام پیرو پال  
۳۔ کتاب متیلون اور وعظ کی  
۴۔ کتاب مناجات مسیح کی  
۵۔ کتاب سحر کی  
۶۔ کتاب پیدائش مسیح اور مریم  
۷۔ نامے جو آسمان پر سے گئے  
۸۔ نامہ حضرت مسیح جو مینی کیس نے لکھا  
جن کتابوں پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے ان کا شان ملیگا اکسہو مو اور ایو کر یفل نیوٹن  
مین جو ششہ اع مین لندن میں چھپی ہے۔

کتابوں کی یہ تفصیل جو لکھی گئی وہ ہے جو ہم نے اگلے کتابوں میں لکھی ہوئی دیکھی اور سمجھیں کہ ان تحریروں کے سوا اور کتابیں بھی ہونگی کہ جنکا ان ہم تک نہیں پہنچا۔ یہ بات صاف کہ جب لہامی کتابوں کے نام سے اتنی کتابیں تصنیف ہوئیں اور وقتاً فوقتاً لوگوں کے خیال سے غارت ہوتی گئیں تو ہر کون عالم سے عالم سچی ہی اس امر کو ثابت کر سکتا ہے کہ یہ ہولی مسیحی خدا کا پاک کلام سمجھتا ہے وہ ہی کلام ہے جو خداوند کے پاس سے روح القدس پر نازل نے بیٹے کو سکھایا۔ یہ تو سب لہانوں کا عقیدہ ہے بلکہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ یا ان سے موسیٰ خدا کی طرف سے محض ہدایت کا نور پیدائنے کے لئے مخلوق میں بھیجے گئے تھے اور ساتھ کتابیں بھی خدا کی دی ہوئی لائے تھے لیکن جب انہیں بجا بجا چو شون اور نفسانی خواہشات میں پیروان سے اور عیسیٰ نے خدا کی ودیعت یا پاک کلام کو سخت روبرو کر دیا اور اور مرضی کے موافق الٹ پلٹ کر دیا تو پھر دنیا کو ایسے پاک نفس کی ضرورت ہوئی کہ جو خدا کو ان فی اقوال سے علیحدہ کر کے دکھا دے اور انکی ایسی پاک کتاب دکھا کر جن میں تحریف و تفسیر

نہی کا کہیں نہ ہو اور جس سے خدا کی صاف مرضی پائی جاتی ہو اور خدا کی احکام نصف النہار  
اب کی طرح سبکدوش نظر آویں۔ مسلمانوں کا خیال ان انجیلوں وغیرہ کی نسبت جو کچھ ہے  
اسکو بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ مختصر طور پر سچی علما کے اقوال ہونی بائبل کی نسبت تحریر کرتا ہوں  
ت کہل جائیگا کہ کوئی عیسائی بشرطیکہ وہ عالم ہو ان کتابوں کو خدا کا پاک اور نہترا سوا کلام نہیں  
اور واقعی یہ ہونی بائبل ایسے سمجھنے کے قابل ہیں نہیں ہے۔ یہی بہت بڑی دلیل قرآن شریف نازل  
ہوئی ہے دوسرے ایک جہ اور ہے کہ حضرت عیسیٰ صرف اپنی قوم کے ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے  
انہ انجیل شریف سے معلوم ہوتا ہے اور ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے  
اس لئے آپ کو عالم کی رحمت لقب ملا ہے۔

م صاحب اپنی تاریخ میں ارقام فرماتے ہیں کہ افلاطون اور فیثاغورث کے پیروں نے ہسبات کو صرف  
یہ نہیں خیال کیا تھا بلکہ قابل تحسین اور آفرین کے سمجھتے تھے کہ راستی اور خدا پرستی کے طریق  
یہ دین اور چھوٹ بولین اس لئے کہ ان یہودیوں نے جو مصر میں رہتے تھے سنہ مسیحی سے پیشتر  
بہت سی دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے ان سے سیکھا تھا۔ اور ان دونوں سے عیسائیوں میں یہ  
ابتداء سے پہلی تھی۔ ہسبات میں کوئی شخص شک نہیں کر نیکاجاں کتابوں کو جو بہت سے چھوٹے  
ان اور مشہور آدمیوں کے نام سے بنائی گئی ہیں بغور دیکھے گا۔ اور سبیل لین کے اشعار اور سبطح کی بیانیہ  
بہر تو جو کر نیکاجو بہت سی دوسری صدی اور اسکی اگلی صدیوں میں نکلی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ  
ان اپنے مذہب پر کچھ تھے انہوں نے اس قسم کی چھوٹی کتابیں بنائی تھیں بلکہ غالباً وہ کتابیں بہت سی  
و کے فرقہ سے نکلی تھیں تاہم ہسبات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو عیسائی اپنے مذہب کے پابند تھے  
اس خط سے اکل آزاد نہ بنے

ماحب کی رائے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے عیسائیوں نے خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں  
ہسبات کے موافق کتابیں تصنیف کیں اور ان کو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔ اور یہ  
پہلی اور دوسری صدی عیسوی ہی سے شروع ہو گئی تھی جب یہ حال تھا تو کون تصدیق  
کے جس کتابے لہامی کا ترجمہ ایڈزبتہ کے جہد و ملت مہدین ہوا وہ وہی کتاب تھی جو  
پہلے کو دی یا یہ وہ ہی پاک نصیحتیں تھیں کہ جو خداوند نے حضرت عیسیٰ کو کین یا انین دی  
ت کہ جو اللہ نے روح القدس کو سکھائیں۔ اسی وجہ سے خدا کے آخر الزمان نبی کے مبعوث ہونے  
کا ہونی اور یہ حاجت بہت بڑی تھی اور اسی سے پہلے وہ کلام پیش کیا جو واقعی خدا کا تھا اور  
یہی اس میں پائی جاتی تھی۔

ولیم میوز صاحب اردو تاریخ مسیحی کلیسا میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ دوسری صدی میں مسیحیوں میں  
 رہی کہ جب بت پرست اور فیلسوف حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ کیا جاوے تو ان ہی کی بحث کا ط  
 طریقہ اختیار کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ آخر کار راجن وغیرہ کی رائے کے بموجب طریقہ مذکور تسلیم ہوا  
 البتہ مسیحی بحثوں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث میں زیادہ رونق پائی لیکن ہستی اور صفائی  
 کچھ خلل پڑا پھر اسی سبب سے بعض لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ہوئیں جو کہ اس  
 کے بعد کثرت سے لکھی گئیں اس طرح سے کہ فیلسوف لوگ جب کسی طریقہ کی پیروی کرتے تھے تو کبھی  
 حق میں کتاب لکھ کے کسی معروف حکیم کے نام سے اجرا کرتے تھے کہ اس جیلہ سے لوگ اس پر متوجہ ہو کر اس  
 زیادہ مانگے اگرچہ اسکی باتیں بڑا خود مصنف کی ہمتیں سوا سطح مسیحی جو فیلسوفوں کی طرح بحث کرتے  
 کتاب لکھ کے کسی خواری یا خادم خواری یا معروف اسقف کے نام سے علاج دیتے تھے ایسا دستور عیسوی  
 میں شروع ہوا اور کئی سو برس تک وہی کلیسا میں جاری رہا یہ بات بہت ہی خلاف حق و قابل ازام  
 اس طرح ہوشم صاحب اپنی تاریخ میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے ایسے باعث تھے جنکے سبب بت پرستان  
 ہو گئے تھے جن میں جم کر نیکی ضرورت ہوئی۔ خصوصاً اس باعث سے کہ بعد رفع ہوئے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھ  
 اور انبیاء کی تواریخ پر فریب اور کہانی آئیں ایسے لوگوں جنکے ارادے تھے کہ جو چاہیں مذہب لے اور سادہ  
 خدا پرست فریون سے رغبت رکھتے تھے تصنیف ہوئی تھیں اور اذ کے بعد بہت سی چوٹی بنیادی تھیں  
 جنہیں ایک پیغمبروں کے نام بطور مصنفوں کے درج کئے گئے تھے دینا پر فریب سے رکھی گئی تھیں۔  
 سرفہرگ یہ بات پورے طور سے ثابت ہو گئی کہ یہودی اور عیسائیوں میں یہ رواج ہو گیا تھا کہ اپنے  
 سے کوئی کتاب یا عبارت لکھا کر اگلے بزرگوں یا پیغمبروں کے نام سے مشہور کر دیتے تھے اور اسی  
 ذکر ہمارے قرآن مجید میں بھی ہے۔

بارن صاحب اپنی کتاب میں ڈاکٹر ٹینلی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ اب کوئی ایک نسخہ قلمی یا  
 مقدس لکھنے والوں کی اصلی کتاب کے مطابق نہیں ہے مگر سب کتابوں میں پہلے ہوئے اور متفرق  
 اور یہ کتابیں بلاشبہ وہی کتابیں ہیں یہاں تک کہ غلط سے غلط قلمی نسخہ میں بھی جواب موجود  
 کوئی بات مذہب کی یا تہذیب اخلاق کی یا نصیحت کی بدلی نہیں گئی اور نہ اس میں سے کم ہوئی  
 اس اور بھی صاف معلوم ہوتا ہے اور شب و روز کے تجارب سے ہی یہ امر روشن ہو گیا کہ یہاں  
 اور عیسائیوں کی مقدس کتابیں ترجمہ ہوتے ہوئے اور نقل ہوتے ہوئے بالکل غلط اور سچین مقلد  
 ایسی ہی کتاب کی ضرورت ہوئی جو سب غلطیوں سے پاک اور مابھی اختلافات سے صاف ہو

— درجہ حصہ باب ۲ صفحہ ۶۷ —

— کتاب کی تاریخ و طریقہ تصنیف ۱۸۶۱ء اول حصہ دوم باب دوم صفحہ ۶۷ —

— تاریخ اسلام و نشر مجدد صفحہ ۱۰۱ —



ب قرآن مجید ہے جو ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

ان صاحب عہد عتیق کی عبری کتابوں کی نسبت لکھتے ہیں۔ وہ کتابیں اگرچہ بغیر کسی تغیر و تبدل کے  
اسے پاس پہنچی ہیں اور قدیم نقل کرنا ان کے کمال احتیاط کی ہے تو یہی ان کو ان غلطیوں سے  
درکنہ ناممکن تھا جو غلطیاں کہ عبری الف بے کے متشابہ حروف کے بدلے سے یا اور اور باقوں سے  
قدیم نسخوں کے نقل کرنے میں ہوتی ہیں یہودی عالم سادہ لوحی سے یقین جانتے تھے کہ عبری کتب مقدسہ  
بماثل غلطی نہیں ہے اور قلمی نسخوں میں پڑ جاتی تھیں کوئی ایسا اختلاف نہیں نکل سکتا جو اہرام کی نسبت  
اور مارن صاحب نہایت دیر سے اس بات کو روکیا اور عبری کے قلمی نسخوں کی غلطیاں ان اختلافات  
الین کہ جو عبری اور سریا کے کتب خمسہ موسیٰ میں اور عبری اور سپٹواخت کی کتب عہد عتیق میں بتھیں  
کے پس کیل صاحب نے تائید کی اور سبات کا اقرار کیا کہ عہد عتیق کے عبری صحت کے واسطے کوئی عمدہ  
دہ بنانا ضرور ہے۔ پہر ستر ہویں صدی میں عموماً یہ بات قرار پائی کہ عبری عہد عتیق کے نسخوں کے  
یکہ کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب مقدسہ کے چند نسخوں کا ذکر کیا جائے جس سے بوضاحت معلوم  
آئے کہ ان کتب مقدسہ میں کتنا اختلاف ہے اور یہ سب کتنی غلط ہیں۔ مارن صاحب نے کتب مقدسہ  
پر پڑنے والے نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

یہی کی کتابیں دراصل عبرانی زبان میں ہیں اور وہ دونوں سے پکاری جاتی ہیں ایک آٹوگراف  
تباہیں جبکہ خود انہا کی لکھنے والوں نے کہا تھا انہیں کے سب نسخے بنائے ہو گئے کوئی بھی موجود نہیں ہے دوسرے  
نسخے (یعنی وہ نسخے جو اصلی نسخوں سے نقل ہوئے تھے) اور جو کر رہ کر نقل ہوئے بہت کثرت  
پا مل گئے تھے یہ پہلے نسخے ہی دوئم کے تھے ایک برائے جو یہودیوں میں بہت معتبر اور سندی گئے  
ہوئے مگر یہ نسخے ہی مدت سے معدوم ہو گئے ہیں دوسرے جو سرکاری کتب خانوں میں یا لوگوں کے  
وجود میں اور یہ پہلی دوئم کے ہیں۔

دوسرے دوئم میں اس کے نسخے جو معاہدہ میں کام میں آتے ہیں دوم اسکوائر مینیو سکریٹر  
یہ قلمی نسخے جو مربع تقطیع پر لکھے ہیں اور عام لوگوں کے کام میں آتے ہیں۔

پہر دسویں صدی میں یہودیوں کے دوسرے تھے ایک میان میں جو مشرق میں ہے دوسری بیرس  
اور مغرب میں ہے ان دونوں میں یہودیوں کے علم کا بڑا چرچا تھا اور کتب مقدسہ بہت کثرت  
پا جاتی تھیں اس سبب یہودیوں میں کتب مقدسہ کی دو تہیں پیدا ہوئیں جو نسخے پہلے مدرسہ میں ہر وجہ  
اور سی انٹل ریڈنگ یعنی مشرقی نسخے کہلاتے تھے۔ انہوں یا نوین صدی میں ان دونوں نسخوں  
ہو اور جہاں جہاں اختلاف نکلا اس پر نشان کیا گیا۔ اور وہ اختلافات مختلف طور سے شمار ہوئے

اور ان کی تعداد ۲۱۰ و ۲۱۶ و ۲۲۰ تک تھی مشرقی نسخہ کے اختلاف ایسٹرن ریڈنگ اور مغربی نسخہ کے اختلاف ویسٹرن ریڈنگ کہلاتے ہیں۔

گیارہویں صدی کی ابتدا میں عن بن عشر ریڈنٹ مدرسہ ٹی یسریس اور یعقوب بن یسعیس ریڈنٹ مدرسہ ہیبریکن نے مشرقی اور مغربی یہودی قلمی نسخوں کا مقابلہ کیا اور جو ان نامی یہودی عالموں کے اختلافات بتائے وہ ۸۶۴ سے زیادہ ہونے میں ایک بات کو چھوڑ کر باقی اعراب سے متعلق ہیں اور اس سبب سے چنداں لائق لحاظ نہیں ہیں مغربی نسخے اور عبری حقیقت کے چھپے ہوئے نسخے جواب موجود ہیں اور ہمارے ملک میں بھی پائے جاتے ہیں وہ بہت کر عون بن عشر کے نسخے کے پیرو ہیں۔

یہودیوں میں پانچ نسخے بطور نمونہ کے تھے جنہوں نے بالتحفیف نہایت صحیح ہونے میں بہت شہرت پائی تھی اور ان ہی نسخوں سے تمام نسخے ان کے بعد کے صحیح ہوتے ہوئے۔

اولیٰ کو ڈکس ہلج یہہ ایک مشہور قلمی نسخہ تھا اسکو بعض یہودی عالموں نے بارہویں صدی میں دیکھا تھا۔ مگر اس بات میں نہایت اختلاف ہے کہ یہہ ہلج کون تھا بعضوں نے خیال کیا کہ یہہ وہ مشہور عالم تھا جو ساہتہ بریس پشیر ولادت سیح علیہ السلام تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہہ دو احکاموں جو مشہور عالم تھا یہہ ہلج اس کا پوتا ہے جس نے سنا لکھا اور جو چودہویں صدی میں نام اور ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ یہہ شخص ہلج نامی اسپین کا ایک یہودی تھا۔ یا یہ صاحب زیادہ ہر وسہ کے ساہتہ کہتے ہیں کہ یہہ نسخہ زمانہ حال کا لکھا ہوا ہے اور اسپین میں لکھا گیا تھا کیونکہ اس میں اعراب پائے جاتے ہیں اور صرف نسخے کے قواعد موجود ہیں ہلج نام فریباً اسکی قدر پڑانے کو اسپر لکھ دیا تھا۔

دوم کو ڈکس بن عشر { ان دونوں نسخوں کا حال ایسی بیان ہو چکا ہے۔ سوم کو ڈکس بن یسعیس

ان دونوں میں سے پہلا نسخہ مصر میں اس بات میں مشہور تھا کہ اس کے بہت سے مقاموں کو خزانہ عشر نے صحیح اور نظر ثانی کیا ہے اور یہہ وہ نسخہ ہے جسکی میسوری ڈیرنے تو ریت کی نقل کرنے میں بوجہ یہودی رسم کے بیرونی کی ہے۔

چہارم کو ڈکس حیری کو۔ اس میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچون کتابیں ہیں۔ ایک بڑے یہودی عالم ایس کو تبا نے اس بات کی نہایت تعریف کی ہے کہ یہہ بہت صحیح نسخہ کتب حیرت کا ہے اس میں صحیح لفظ اور غلط لفظ دونوں دکھائے گئے ہیں۔

پنجم کو ڈکس سی۔ اس میں بھی صرف حضرت موسیٰ کی پانچون کتابیں ہیں یہہ بھی بہت صحیح نسخہ کتب حیرت کا ہے اور اگلے نسخہ سے صرف لہجہ میں تفاوت ہے۔

ایک چہاں نسخہ اور تھا جو کو ڈکس سین بوکی کہلاتا ہے پیر سامین بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسکو دیکھا

اس امر میں کہ دو کتب لکھ لکھا اور کتب اسکول لکھ لکھ کوئی بات تحقیق معلوم نہیں ہے  
 گیارہویں صدی سے جندرز لکھنے پڑھنے پڑانے میں چلے آئے ہیں وہ کسی نہ کسی خاص نسخہ سے مدد لے  
 ہیں اسلئے ان کو باعتبار اس ملک کے جہان ان کا رواج تھا جدا جدا چار خانہ ان میں قرار دیا ہے۔  
 اول اسپیش مینو سکرٹس یعنی وہ قلمی نسخے جو اسپین کے لوگوں میں مروج تھے اور جو کہ درجہ  
 مقابلہ نمبر چھ کے گئے تھے۔ اکثر یہودی ان نسخوں کی بہت قدر کرتے ہیں مگر محقق یہودی ان نسخوں  
 قدر کا نہیں جانتے۔

دوم ارری انٹیل مینو سکرٹس یعنی وہ قلمی نسخے جنکا مشرقی ملکوں میں رواج تھا۔ یہہ منسے اول  
 نسخے ایک سے اور ایک ہی درجہ میں سمجھنے کے لائق ہیں۔

سوم جرمن مینو سکرٹس یعنی وہ قلمی نسخے جنکا جرمن میں رواج تھا۔ ان نسخوں میں امرامہ کی زبان  
 اس طرح برپائی جاتی ہیں کہ دیسی اسپیش مینو سکرٹس میں نہیں ہیں مگر یہ عبارتیں سمیٹیں زبان  
 کی کتب جنسہ سے اور قدیم ترجموں سے مطابقت رکھتے ہیں یہودی ان نسخوں کو زیادہ عمدہ نہیں سمجھتے  
 محققین بائبل ان نسخوں کی نہایت قدر کرتے ہیں۔

چہارم اٹالین مینو سکرٹس یعنی وہ قلمی نسخے جو اطالیہ میں مروج تھے یہہ نسخے اسپین اور جرمنی نسخوں  
 میں اوسط درجہ کا اعتماد رکھتے ہیں۔

علامہ ان متون کے ایم ڈی اسی صاحب نے نام قلمی نسخوں کو باعتبار زمانہ کے تین قسم میں تقسیم کیا ہے۔  
 اول۔ جو بہت پرانے تھے یعنی جو بارہویں صدی کے پیشتر کے لکھے ہوئے تھے۔

دوم۔ اوسط درجہ کے پرانے یعنی جو تیرہویں صدی اور چودہویں صدی کے لکھے ہوئے تھے۔  
 سوم۔ زمانہ حال کے وہ نسخے جو چودہویں صدی کے اختتام اور پندرہویں صدی میں لکھے گئے  
 مگر ایم ڈی اسی صاحب زمانہ حال کے نسخوں کو یا ان کو چودہویں صدی سے لکھے گئے ہیں اور کثرت سے  
 معبودوں میں پائے جاتے ہیں اعتبار کے قابل نہیں جانتے تھے جب تک کہ یہ بات ثابت نہ ہو کہ وہ کسی  
 قدیم نسخہ ایوگرافس سے نقل ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر کنی کٹ صاحب نے عبری نسخہ صحیح کرنے کے لئے عہد عتیق کے ۲۳۰ قلمی نسخوں کا مقابلہ کیا۔  
 اور ایم ڈی اسی صاحب نے اپنی کتاب مجموعہ اخلاعات عہد عتیق کے بنانے کے لئے ۷۹ قلمی نسخے  
 اور ۲۸۸ چھپے ہوئے نسخوں کا مقابلہ کیا ان میں جو نہایت قدیم نسخے تھے اور جنکا ڈاکٹر کنی کٹ صاحب  
 نے مقابلہ کیا تھا ان کا بیان یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اکوڈکس لاڈی انیس صدی اور سنہ ۱۶۲، ڈاکٹر کنی کٹ صاحب کے یہودی نسخوں کی درست  
 میں اس نسخہ کا اول نمبر ہے یہ نسخہ پرانا تھا اور اس سبب اس کے الفاظ بعض جگہ سے اڑ گئے تھے اور اس کے

پھر روشن سیما ہی سے دوبارہ برآ تھا اور پہری بھی مٹ جاتے تھے ڈاکٹر کنفی کٹ صاحب کہتے ہیں کہ یہ نسخہ دسویں صدی کا لکھا ہوا ہے اور ایم ڈی ایسی صاحب کہتے ہیں کہ گیارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔

یہ نسخہ شروع ہوا ہے کتاب پیدا نہیں کیا۔ ۲۰ ورسیں اس سے اس نسخہ میں وائٹریوٹ صاحب سے عبری نسخے سے جو ۱۰ دہرارا اختلافات ہیں جن میں سے دو تہاڑے زیادہ حضرت موسیٰ کی پانچویں کتابوں میں ہیں اور یہ اختلافات ۱۰۹ جگہ میں سیاق و کفایت سے مطابقت رکھتے ہیں اور ۹ جگہ میں یہ زبان کے نسخہ سے اور ۲۲ جگہ میں عربی زبان کے نسخہ سے اور ۸ جگہ میں برٹش بیسنے لاطینی زبان کے نسخہ سے اور ۱۴ جگہ میں کالڈی ہرے فریسنے اور یہ نسخہ ہمارے نسخہ کا کتب خانہ سے ۷۰ مقام میں مطابقت رکھتا ہے برخلاف دوسرے نسخے۔

اس نسخہ پر جو زیادہ اعتبار کیا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کتاب دوم سموئیل باب ۲۳ ورس تین لکھا ہے جس میں کلام سے نہایت عجیب و غریب عبارت نکالی جاتی ہے اور جس طرز پر وہ کلام سمجھا جاتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ کتب خانہ میں تھا۔

(۳) کوڈکس ہارلس ایسن پہلا۔ ڈاکٹر کنفی کٹ صاحب نے قلمی نسخوں کی فہرست میں ۱۵ نمبر پر یہ نسخہ بتایا ہے اور فاسم کے نسخے میں اس کے پاس یہ نسخہ تھا پندرہویں صدی میں علم کے ترقی یافتہ ہونے میں اس عالم نے بہت کوشش کی تھی یہ قلمی نسخہ تمام کلاس روہ کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے جن نسخوں پر تفسیر لکھی گئی ہے ان میں سب میں سے یہ نسخہ نہایت قدیم ہے۔ مربع قلعہ میں لکھا ہوا ہے اس میں پانچ سو تارکلم یعنی نصف ایلیامہ تفسیر زبان کیلڈی کے شامل ہیں۔

(۴) کوڈکس نی ایسن۔ ڈاکٹر کنفی کٹ صاحب کی فہرست میں اس کا پانچواں نمبر ۵۹ نمبر ہے اس نسخہ میں پانچ سو اور پچھتر لکھائیں اور تیس پر لکھا ہوا ہے اس پر جو تارکلم لکھی ہوئی ہے (یعنی ۱۰۱ اور ۱۰۲) اگر وہ صحیح ہو تو اس نسخوں سے یہی پُرانا ہے ڈاکٹر بریس صاحب نے دو سو اختلاف عبارت بڑی بڑی باتوں کے اس نسخہ سے جمع کئے ہیں زمانہ حال میں کسی شخص نے اس میں غواب بڑا دئے ہیں۔

(۵) کوڈکس سیرنی کے خانہ میلاشما مقام باوگنا نمبر ۲۶ فہرست کنفی کٹ صاحب یہ نسخہ گیارہویں صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے اور اس میں یہ کتابیں ہیں پین ٹی ٹیک (یعنی کتب خانہ سے) اور یہ کتابیں یعنی پارہ ہائے کتب انبیا اور مکاتیبہ (یعنی پانچ کتابیں) کپان ٹی کا (یعنی گیت سیماں) اور کتاب راعوش اور نوحہ سیرمیاہ اور داود اور کتاب استرایم ڈی ایسی صاحب اس نسخہ کو نہایت پسند کرتے تھے اور بہت پُرانا بتاتے تھے اور اسکے حاشیہ پر اوپر یہی زیادہ قدیم نسخوں کے بعض اختلاف عبارت لکھی ہیں۔

(۵) کوڈ کس فلورن ٹیس دوم نمبر ۱۲۷۲ اور سب سے زیادہ ڈاکٹر کنی کٹ صاحب کی تصنیف کیلئے بارہویں صدی کے آخر کا یا بارہویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا ہے اس میں کتاب پر شیخ اور فضائل اور تصویلات ہیں جو فقط کہ اس نسخہ میں مٹ گئے تھے وہ دوبارہ لکھ دئے گئے ہیں۔

(۶) کوڈ کس ہڈی اولی ٹیسس نہم نمبر ۱۹۳۳ فہرست ڈاکٹر کنی کٹ صاحب کیلئے بارہویں صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتابت ہیں اور کتاب پر شیخ کا شروع اور کتاب حبار اور استثنائے کا انجام زمانہ حال میں زیادہ کیا گیا ہے اس نسخہ میں وقف کا سٹ جانا اور تبدیلیاں بھی واقع ہیں اور بعض اوقات ایک نئی عبارت بھی عبارت کی جابجائی کی گئی ہے۔ باوجود اس بات کے اس میں بہت سی اچھی عبارتیں مختلف پائی جاتی ہیں۔

(۷) کوڈ کس نارمیر جنیسس چہارم نمبر ۲۰۱ فہرست ڈاکٹر کنی کٹ صاحب اس نسخہ میں صفحہ انبار اور اور مقدس کتابیں ہیں یہ نسخہ بہت پرانا ہے۔ اور اکثر جگہ سے شکست ہو گیا ہے۔ اس سبب سے ڈاکٹر کنی کٹ صاحب اور ایم ڈی راسی صاحب نے اس نسخہ کو بارہویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا اور (۸) کوڈ کس پیری سی انس لیت ہفتم نمبر ۲۱۰ فہرست ڈاکٹر کنی کٹ صاحب یہ نسخہ پیری بابل کا رومی خط میں ہے۔ ڈاکٹر کنی کٹ صاحب اور ایم ڈی راسی صاحب اس کو بہت پسند کرتے ہیں اور بارہویں صدی کا لکھا ہوا بتاتے ہیں۔

(۹) کوڈ کس بی اوان ٹیسس یہ نسخہ بھی رومی حروف میں اسی زمانہ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جس زمانہ کا اگلا نسخہ معلوم ہوا ہے اس میں پرافس اور پیچو گریفکی کتابیں ہیں مگر مختلف جگہ سے شکست ہو رہی ہیں۔

(۱۰) کوڈ کس پیری سی انس لیت چہارم نمبر ۲۶۶ فہرست ڈاکٹر کنی کٹ صاحب یہ نسخہ بارہویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا ہے اور کتاب پر مباحہ باب ۲۹-۱۹ لغایت باب ۳۰-۲۰ تک اور کتاب پر شیخ باب ۴-۱۴ سے لغایت کتاب عامون باب ۶-۱۲ تک ناقص ہے۔

اب سناسیہ کہ جن نے نسخوں کا ڈاکٹر ایم ڈی راسی صاحب نے مقابلہ کیا اور ان میں جو قدیم نسخہ ہیں ان کا بھی اس مقام پر ذکر کیا جاوے۔

(۱۱) کوڈ کس نمبر ۱۶۳۳ اس میں ایک ٹکڑہ کتاب حبار اور اعداد کا ہے کتاب حبار باب ۲۱-۱۹ سے لغایت کتاب اعداد باب ۱-۵۰ تک ہے نہایت قدیم ہونے کی اس میں بہت سی علامتیں پائی جاتی ہیں ایم ڈی راسی صاحب کے نزدیک بارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔

(۱۲) کوڈ کس نمبر ۵۰۳ اس نسخہ میں مجملہ کتب حسنہ حضرت موسیٰ کی کتاب پیدائش باب ۱۲-۱۲ سے کتاب استثناء باب ۱۵-۱۲ تک اس میں مختلف زمانوں کے ورق ملے ہوئے ہیں۔ اور پرانے



پچانے ورق نوین یا دسویں صدی کے لئے یہ معلوم ہوتا ہے۔

(۳) کوڈکس نمبر دس بیسہ تلمی نسخہ ہیں نسبت حضرت موسیٰ کا مکتبہ (یعنی نقیض زبان کیلڈی) اور پانچ کتابوں گیت سلیمان اور کتاب احوات اور نوہ یہ یاد اور وعظ اور کتاب استرگہ (جو اور کیا یہی صدی کے آخر یا بارہویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا ہے) پرانے ہونے کے سبب جو صرف شے ہوئے تھے پھر کرنا کے لئے ہیں۔

(۴) قلمی نسخہ کتاب ایوب کا عدد نسخوں میں سے نہایت عدد یہ نسخہ ہے اور اگلے نسخہ کا ہم زمانہ ہے۔  
(۵) قلمی نسخہ پیچو گر نفا کا نمبر ۷۹۳ تیسرے اور چوتھے نسخہ کا مجموعہ ہے۔ یہ نسخہ زبور کے باب ۱۵۹ سے کتاب نحمیا کے باب چالیس۔ نہ تک ہے۔

(۶) قلمی نسخہ پانچون کتابوں حضرت موسیٰ کا نمبر ۶۱۱۔ یہ نسخہ بارہویں صدی کے اخیر کار بارہویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا ہے۔ پرانا ہونے کے سبب، مثلاً یہ یہی بزرگ کی ہے متن میں جو عبارت لکھنے سے رکھی ہے وہ حاشیہ پر لکھی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر کننی کٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ عبرانی تمام قلمی نسخے بنجامر جو دہونا اب ہو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار ہستادان برسوں کے درمیان کے ہونے میں اور اس سے وہ نسخہ نکلتے ہیں کہ تمام قلمی نسخے جو سات سو یا آٹھ سو برس پیش کے ہونے تھے یہودیوں کی سنت یعنی مجلس امرا کے بعض حکمران کے بموجب معدوم کرنے گئے تھے اس سبب کہ ان نسخوں سے جو اس وقت میں خالص گئے جاتے بہت اختلاف تھا اس بات کو بشپ ڈالٹن صاحب ہی اقدمین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی سبب ہمارے پاس چہر سو برس کے نسخے بہت کم ہیں علاوہ ان نسخوں کے ایک عبرانی قلمی نسخہ تورات کا رورڈ ڈاکٹر صاحب کو ششہ اعین لیبیا رمین کالی یہودیوں کے پاس سے دستیاب ہوا ملیبار کے یہودی یقیناً یہودیوں کے پس ماندہ ہیں جبکہ سخت فقرات ادل مرتبہ دیبا وطن کیا تھا۔ اس قلمی نسخہ کی تاریخ کہ کب لکھا ہے تحقیق نہیں ہو سکتی مگر گمان ہوتا ہے کہ ان نسخوں سے لیا گیا ہوگا جو ان کے باپ دادا ہندو میں اپنے ساتھ لائے۔

جب ان یہودیوں سے اس نسخہ کے باب میں پوچھا گیا تو وہ اس کی نسبت کوئی ٹیک ثابت بیان نہ کرے بعضوں نے کہا کہ صفائے عربی آیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ کشمیر سے۔ اس نسخہ میں کتاب جبار اور استنسا کا بہت سا حصہ نہیں ہے۔ سٹرائسن صاحب نے انڈر موٹ صاحب کے چپے ہوئے نسخہ سے اس کا مقابلہ کیا اسکی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام نسخہ میں چالیس زیادہ اختلاف نہیں ہے اور ان کوئی اختلاف عام عبارت سے بلحاظ مضامین اور متن کے تفاوت نہیں رکھتا صرف حرفوں کی کچھ اختلاف ہے جسے بلحاظ مشہور محاورہ یہودی زبان کے الفاظ کامل یا معیوب معلوم ہوتے ہیں اور یہ تو

چہا پٹ ہوئے تھے جسے جو کلمہ عین چہا پٹا اور یہی کلمہ اختلاف میں۔ پس اس طرح یہودی میں کی صداقت اس گران بہا نسخہ سے بخوبی ثابت ہوتی ہے اور اس کی شہادت بغیر کسی اعتراض بہت بڑی ہے چار مقام کی عبارت اس نسخہ پر مخصوص ہیں وہ عبارتیں واکثر غنی کلمہ کی خبرانی بائبل کے نسخہ میں نہیں پائی جاتیں۔

یہ بھی جانتا چاہئے کہ جس طرح جو غنیق کی کتابیں عبرانی زبان میں بتین سبط مسیت متی کی لکھی ہوئی اصل سے دراصل عبرانی زبان میں انہی مگر بارہ سو برس کے قریب سے وہ انجیل مجدد ہو گئی ہے۔ اور اب عہد جدید کی یوہانی زبان کی کتابیں اس کی گئی جاتی ہیں اور اس کے واسطے مناسب ہے کہ یونانی قلمی نسخوں کا یہی یارن حساب کی کتاب سے اس جگہ کچھ ذکر کیا جائے تاکہ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکے کہ ہم نے اپنے دوسرے مقدمہ میں عیسائیوں کے بے تعداد فرقوں پر جو کچھ متحدہ شمار لکھا ہے انا جلیل کے اس اہتمام و ترجمہ کے اختلاف سے وہ بہت مناسبت رکھتا ہے الباقی تحریروں کے اس عظیم الشان اختلاف سے ضرور تھا کہ ایک مقدس نفس خدا کے اس کلام کو بشیر کرنا کہ جبین نہ کسی کا اختلاف ہونہ اس میں کوئی تحریف کر سکے۔ ایک قرآن ہے اسی پر عرب نے عمل کرتے ہیں اور اسی پر روم و آفرودہ ہی قرآن چینیوں کے پاس ہے وہ ہی ایک قرآن یورپ میں ہے۔

یہ یورپ میں قرآن اور عینی قرآن سے کچھ اختلاف ہے اور نہ ہندوستانی قرآن اور رومی قرآن میں کچھ فرق ہے ایک کلمہ محمدی ہے اور اس کی میری اور دل میں پیشہ جانے والی آوازیں دنیا کے چاروں کونوں سے بلند ہو کر بدھوں باشندوں کے کانوں میں گونج رہی ہیں اور یوں ہی قیامت تک یعنی اس عالم کے اختتام تک سختی رہے گی۔ قرآن کی یہ بے اختلافی اسلام جیسے دین کے برحق ہونے کی شہادت دیر سے ہے۔ اور یہ شہادت اس کے صداقت کے لئے کافی ہے۔

نامانی نسخہ بہت کم ہیں جن میں عہد عتیق اور عہد جدید دونوں کی کتابیں موجود ہوں بہت سوں میں صرف یونانی انجیلین پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ نہایت کثرت سے گرجوں میں پڑھی جاتی ہیں اور بعض نسخوں میں ان اعمال حواریں اور کتبہ لک نامے اور بعض میں اعمال اور سینٹ پال کے نامے اور چند نسخوں میں یوہانیس (یعنی مشاہدات سینٹ یوحنا) موجود ہیں سب نسخے خصوصاً زیادہ قدیم نسخے زمانہ کے ضرر سے عقبات سے قص ہو گئے ہیں تمام نسخوں میں پہلے لکے ہوئے کو مٹایا ہے اور اس کو صحیح کیا ہے بعض جگہ خوب نہیں مٹائے اصل کی لکھا ہوا یہی معلوم ہوتا ہے جس مقام پر نقل کرنے والے نے صحیح کیا ہے وہ تصحیح بہ نسبت اس تصحیح کی گئی ہے معتبر سمجھی جاتی ہے محو کرنا پہلے لکے ہوئے کا کہیں تو اس طرح کرنا ہے کہ لفظوں پر لکیر کینچ دی ہے اور اچھا تو ہے چہا پٹا ہے اور اکثر جگہ لکھنے والے نے اسخ سے مٹا دیا ہے۔ اور اس کی جگہ اور لفظ لکھ دے ہیں اس طرح کا مٹانا ایک حرف یا ایک لفظ ہی پر موقوف نہیں ہے جیسے کہ کوڈکس نیری کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس طرح پر ساری کتابیں کی کتابیں مٹائی جاتی تھیں اور اور کتاب بجائے اس قلمی کتاب کے جو مٹائی گئی جاتی تھی لیکن جہاں کہیں نامہ مدید کے سب سے تحریر لکھی تھی تو ان کو بغیر زیادہ مٹانے کے بہت قدیم

لکھتے تھے اور اسی پر لکھ دیتے تھے نسخے کو ڈالتی سبز یا لکھ سسٹری یا سگری (یعنی ایک لکڑہ جیسے سے ایک  
تختی رسانی گئی اور اسی جگہ دوسری لکھی گئی) یا چرمٹ (یعنی بنے ہوئے چمڑے یا کپڑے کتاب لکھنے کے سبب  
فلت کے سبب بہت سے لوگ اگلے مورخوں کی لکھی ہوئی کتابیں مٹانے لگے اس مطلب کے کہ اپنے یا کسی دوسرے  
موضوع کی کتاب جسکو وہ چاہتے ہیں اس پر نقل کر لیں اس سبب بہت سی کتابیں پہلے مورخوں کی معدوم ہو گئیں  
خصوصاً بہت قدیم کتابیں کیونکہ زمانہ حال کی کتابیں اس وقت کی حاجت و ادنیٰ کو ان قدیم کتابوں پر جو  
زمانہ و اس کے گزرنے کے باعث دھندلی ہو گئی تھیں اور مٹائی گئی تھیں نقل کر لی گئی تھیں۔

مدت تک یہ خیال کیا گیا کہ یہ بد استعمال گیارہویں تیرہویں چودھویں صدی تک رہا اور بالخصوص یونان  
میں جاری تھا تا کہ حقیقت میں یہ ایک حشت کا نتیجہ تھا جو ان حالات کے زانون میں پیدا ہوا تھا چنانچہ  
یہ بد استعمال رومیوں میں ہی اچھا ہوا اور جیسا کہ عموماً خیال کیا گیا تھا اس سے زیادہ اخیر زمانہ تک  
ان لوگوں میں یہ بد استعمال جاری رہا۔

عہد جدید کے قلمی نسخے پورے یا ناقص جو علماء اندیسانی کے ماہر آئے اور جیسے کل کا یا جزو کا مقابلہ کیا گیا ان  
کل کی تعداد بالسنو کے قریب تھی اور یہ تعداد ان قلمی نسخوں کا بہت چھوٹا حصہ ہے جو سرکاری اور لوگوں  
کے نجی کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان مقابلوں کے نتیجے سے یہ ظاہر ہوا کہ بعض قلمی نسخے ایک دوسرے  
کے مسلسل رکھتے ہیں اور وہ اور نسخوں سے بلحاظ نشاٹون کے پہچانے جاتے ہیں مشہور علماء محققین عیسائی خصوصاً  
گرہس بک صاحب نے جس نے اپنی تمام زندگی تحقیقات مقدس میں صرف کی عہد جدید کے ان فقرات کو جو سکندریہ  
والو کلیمنٹ اور گرہس کی تحریروں میں ہیں ان فقرات سے جو ترمیمیں صاحب اور سالی پیر میں صاحب نے اپنے  
نہایت کوشش سے مقابلہ کر کے دریافت کیا کہ بہت ابتدا و زمانہ میں یعنی تیسری صدی تک قلمی نسخوں کے دو سلسلے  
موجود تھے یا یونان تعمیر کیا جاوے کہ دو پورے مختلف نسخے عہد جدید کے وجود میں تھے۔ میکلس صاحب نے یہ  
دریافت کیا کہ مختلف ملکوں میں بموجب بیان کے خاص زانون کے مختلف ترجمے عہد جدید کے تھے اور ان کے  
قلمی نسخے بالذات اپنے مخصوص ترجموں کے مطابق تھے اور یہ ترجمے ایسے قلمی نسخوں سے بنائے گئے تھے  
جو عام استعمال میں تھے غرض کہ مختلف طور سے پانچ طرح پر عہد جدید کی کتابوں کے ڈاکٹر گرہس بک صاحب  
میکلس نے اور سٹیہی اور سٹرنفون نے اور پروفیسر بک اور پروفیسر اسکالزن نے قیمن نکالی ہیں۔

ڈاکٹر گرہس بک صاحب کے قاعدہ کے بموجب عہد جدید کے یونانی نسخے تین قسموں میں منقسم ہوتے ہیں۔ اور ہر  
قسم ان مختلف عبارتوں کے واسطے جو اس قسم میں ہیں بطور ایک علاحدہ گواہ کے سمجھا جاتا ہے۔  
گرہس بک صاحب نے کسی عبارت کی معبری کو چاہا تھا کہ قلمی نسخہ کی سند پر لحاظ کی جاتی ہے صرف اسی نسخہ کے  
موجب جیسے وہ عبارت ہے قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان تمام قسموں کے نسخوں کی تعداد کی لحاظ سے جو اسکی تائید  
کرتے ہیں قرار دیا ہے اور وہ تین جیسے گرہس بک صاحب نے یونانی نسخوں کو ترتیب دیا ہے حسب فصل فی ان

اور ان مضمون میں کہ ہر ایک قسم نسخہ کے نام سے تھیں (پہلے)۔

(۱) سکندریہ نسخہ اسکندریہ نسخہ ہی کہتے ہیں اس قسم میں وہ قلمی نسخے داخل ہیں جنکی مشہور عبارتیں اسکندریہ کے مورخین کی ان عبارتوں سے جو انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں مطابقت رکھتے ہیں خصوصاً ازبکر اور کلیمت اسکندریہ کی نقل کردہ عبارتوں سے اور ان کے بعد اسی نسخہ کو مصری یونانیوں نے اختیار کیا تھا مفصلہ ذیل نسخے اس قسم میں داخل ہیں۔

کوڈکس اسکندریہ دالے	گر لیس بک	کوڈکس بارجی	ڈاکٹر اسکالز
ڈیٹکن قلمی نسخہ	گر لیس بک	کوڈکس - نیچی اس نمبر ۷۲	گر لیس بک
کوڈکس افریقی	ڈاکٹر اسکالز	کوڈکس - نیچی اس نمبر ۱۲	ایضاً
کوڈکس - سچی اس نمبر ۷۲	ڈاکٹر اسکالز	کوڈکس مڈی سی اس	ایضاً
کیوول فری ٹینس الف	ڈاکٹر اسکالز	کوڈکس - نیچی اس نمبر ۳۰۵	ایضاً
کیوول فری ٹینس ب	ڈاکٹر اسکالز		

یہ ترجمہ جگاگے بیان آتا ہے اسی اسکندریہ دالے نسخہ کے پیرو ہیں

کاٹیکوٹم فیک	اتھیوپک
کاٹیکو باسنورک	آرمینین
کاٹیکو سیدک	سائر وفلاک سنین

(۲) آکسی ڈینیل یا ویسٹرن (یعنی مغربی نسخہ) یہ وہ نسخہ ہے جو ازرقہ - اٹلی اور گال اور مغربی یورپ میں مروج تھا۔ اس نسخہ کے پیرو یہ نسخہ ہیں

کوڈکس اسکندریہ دالے اعمال حواریین اور کیتیک	کوڈکس کیس
نامون میں -	کوڈکس وڈو بان مس
کوڈکس نیمری یا کین ٹی بری جنیس	کوڈکس وائیکنیس نمبر ۳۶
کوڈکس - نیچی اس نمبر ۱۲۸ گر لیس بک	کوڈکس وائی کنیس نمبر ۲
کوڈکس - نیچی اس نمبر ۵۰ گر لیس بک	کوڈکس - سچی اس نمبر ۱۷۷
کوڈکس - نیچی اس نمبر ۷۷۹ ایضاً	کوڈکس - نیچی اس نمبر ۳۷۵

ان نسخوں سے بعض جگہ سہدک ترجمہ جو چوتھی صدی میں ہوا اور بدشام والا سریا زبان کا ترجمہ اور وہ عبارتیں جو سیر وفلاک سنین ترجمہ کے حاشیہ میں ہیں متفق ہوتی ہیں اور وہ پرانے روحی ترجمہ بھی جو وگلٹ ترجمہ سے پیشتر متعل تھے مطابقت رکھتے ہیں اسی دور صاحب ایشپ سول کے اور حیحی اس صاحب اور بیٹھ صاحب اور نرس مارس صاحب اور یہ صاحب ابن سلم صاحب اور پیر ویمینی صاحب اور برنر صاحب

اور اوپر پچھلے مروج جو ہزار سال گزشتہ میں رومی گرجہ سے علاقہ رکھتے تھے جس دگت رومی ترجمہ کی پیروی کرتے تھے وہ یہی اس نسخہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ اور اسے صیغہ دوم کی کتاب میں اور اس گرجہ کی دیگر کتاب میں سب اسی نسخہ کے مطابق ہیں۔

(۳) بائسٹین ٹائن یا اوری انٹیل (یعنی مشرقی نسخہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان میں محققین نے ایک ایسا نسخہ تلاش کیا جو اگلے دو نسخوں سے مختلف ہے۔ اور انہوں نے اس نسخہ کا یہ نام لکھا ہے جو ادورنڈ کوریو اسلے کہ اسکا قسطنطنیہ میں جب کا نام بائی زین ٹائن عموماً مستعمل تھا اس زمانہ میں جبکہ یہ مشرقی تہذیب شاہی پوپ کا دار الخلافہ بن گیا تھا۔

اس نسخہ سے اس شہر کے قریب کے عوہو کے نسخے مطابقت میں جہاں کا باشندہ قسطنطنیہ کے پوپ کے روحانی تسلط سے طبع تھے بائین ٹائن نسخہ کی وہ عبارتیں میں دیکھیں گے کہ ولکٹ یونانی نسخہ میں اور موجودہ نسخوں میں جو اس کے مطابق ہیں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں گریس ایک صاحب نے سو سے زیادہ اس قسم کے نسخے شمار کئے ہیں کہ جو اپنی بنیادی متن میں یہ کیفیت سے اختلافات کے جو عرصہ دراز میں چوتھی صدی کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ صدی تک بغیر ہوئے نہیں رہ سکتے تھے۔ میکلس صاحب نے بائی زین ٹائن نسخہ کو قدیم نسخہ اور جدید نسخہ میں تقسیم کیا ہے مگر کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جس سے ہم ان دونوں قسموں کو تمیز کر سکیں۔

اسکندریہ والے نسخہ میں جو چارون انجیلیں ہیں ان میں بائی زین ٹائن نسخہ کی مطابقت پائی جاتی ہے پرنس رومی ترجمہ کی اصل ہی یہی نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ گریسٹم اور ہیو فلیکٹ صاحب نے بگیر مانے اس نسخہ کی عبارتوں کو بطور سند لکھا ہے علاوہ اس کے میکلس صاحب نے ایک اور قسم کا نسخہ ان تین قسموں پر زیادہ ہے جو چوتھی قسم شمار کی جاتی ہے۔

(۴) اڈسین نسخہ پشکویا یا پراساں یا زبان کا ترجمہ عہد جدید کا ان اگلے تین نسخوں سے اختلاف کہتے اسلے میکلس صاحب نے گریسٹم صاحب کے بعد ایک اور نسخہ قرار دیا ہے جس کا یہ نام مذکور بالا ہے اگر مغربی اور اسکندریہ اور اڈسین نسخوں کی عبارتیں بعض اوقات آپس میں اختلاف رکھتی ہیں۔ مگر پرنس ان میں مطابقت پائی جاتی ہے کوئی عبارت جو ان تینوں کی سند سے استحکام پادے وہ عبارت نہایت مستدامانی جاتی ہے۔

اس پر بھی صحیح عبارت بعض دفعہ صرف جو تھے نسخہ ہی میں ملتی ہے۔  
پروفیسر صاحب دین کہہ سکتے تمام ترتیبوں کے برخلاف نسخوں کی ترتیب تجویز کی ہے اور تین نسخوں کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ اور نیو ٹیسٹمنٹ کے متن کی تاریخ کو تین زانوں پر تقسیم کرتے ہیں۔  
اول وہ جو ابتدا سے تیسری صدی تک کے لکھے ہوئے ہیں مگر کلیمنٹ صاحب اسکندریہ والے اور ادری

عمری السختر صاحب اور اوز قدا بیان کرتے ہیں کہ ابنا امین وہ نسخے بنے بدیلیوں کے ساتھ بدیلیوں  
 کے جانے نظر تھے۔ اگرچہ ان کی بیانات بہت مبالغہ سے بہرے ہوئے ہیں تاہم یہ بات تحقیق ہے کہ ان میں  
 عدالت کے کئے گئے ہیں۔ ہنگ صاحب کے قول کے بموجب یہ تبدیل شدہ نسخہ وہ ہے جو کامن بیضے عام نسخہ پکارا  
 جاتا تھا اگرچہ عموماً یہ نسخہ اسپین ایک سے ہیں مگر پہر یہی دو طرح کے اور کچھ ایک اسپین مختلف ہیں ان میں  
 ایک قسم گرم کسبک صاحب کے معنی نسخہ کے مطابق ہے اور دوسرا اس سے جھکاواؤ سین کہتے ہیں۔  
 ہم وہ زمانہ جہاں نسخوں کی تصحیح ہوئی جبکہ اس عام نسخہ کی جو عام کہلاتا تھا تیسری صدی میں خرابیا  
 عام ہوئیں تو تین شخص جو بڑے عالم تھے اس نسخہ کے صحیح کرنے پر مصروف ہوئے تاکہ قلمی نسخوں کی مدد سے  
 مو اصلی صورت پر بحال کریں۔ چنانچہ اوزبحن صاحب نے بمقام فلسطین اور ہسی جیس صاحب نے مصر میں  
 اس کے وہ پیشپ تھے اور روشن صاحب نے مراہین یہ کام شروع کیا ہسی جیس صاحب نے جو نسخہ صحیح  
 کیا وہ مصر میں عموماً تسلیم ہوا اور اسکندریہ والے نسخے اسی سے نکلے ہیں اور روشن صاحب نے جو نسخہ  
 کیا تھا وہ زیادہ مشہور ہوا اور شام اور ایشیائے کوچک اور تیسرے وسط خطہ خطہ میں پہل گیا اور  
 اوقات اسکو عام نسخہ کہتے تھے۔ اور یحییٰ صاحب نے جو نسخہ صحیح کیا تھا وہ ان کے شاگردوں نے مرج  
 صرف فاطمین میں اسکا رواج ہوا۔ اور پہر لیب مرج ہونے لوشین صاحب کے نسخہ کے بالکل مقدم ہوا  
 ۔ وہ زمانہ ہے جہاں تیسری صدی کے دو چند و سبب نسخوں سے ہمارے زمانہ تک اختلافات ہو گئے ہیں  
 سندس کے قلمی نسخوں کے مذکورہ بالا خاندانوں میں تقسیم کرنے سے علماً مطلب یہ تھا کہ اس تحقیقات  
 صحیح اصلی قلمی نسخہ کو ایک غیر اصلی نسخہ سے اور ایک صحیح عبارت کو غلط عبارت سے تمیز کر سکیں  
 ۔ مہ جہاں تلاشوں کی ضرورت کیا تو خواہ حواریوں کی پہلی تحریر کے جاتے سے پیدا ہوئی یا ان نسخوں کے جاتے  
 ۔ خود حواریوں نے امتحان کرے تھے اور جن کی اعلیت پر انہوں نے اپنی تحقیق رائے ظاہر کی تھی

ان قلمی نسخوں کا بیان جہاں عہد عتیق اور عہد جدید دونوں میں

دوسرا سکندریہ والا مینوسکرٹس یعنی سکندریہ کا قلمی یونانی نسخہ اس میں عہد عتیق اور عہد  
 کی کل کتابیں ہیں تمام علماء عیسائی اس نسخہ کو نہایت معجز اور نہایت قدیم جانتے ہیں یہ نسخہ  
 بدون میں ہے۔

بدون میں عہد عتیق کی کتابیں ہیں اور چوتھی جلد میں عہد جدید کی مع نامہ اول کلیمت نام  
 اور زبور سلیمان جھکواپ خارج کر دیا ہے۔

۴۰ میں چاروں انجیلین ہیں مگر پوری نہیں ہیں متی کی انجیل ابتدا سے باب ۲۵۔ ۶ تک متین  
 یوحنا کی انجیل باب ۶۔ ۵۰ باب ۸۔ ۵۲ تک نہیں ہے اور نامہ دوم کارنثیہ باب ۱۲۔  
 ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱





یہ قلمی نسخہ بھی بہت پرانا ہے اور کوڈکس اسکندریہ والے کا ہم پادہ ہے۔

(عہد عتیق کے یونانی ترجمے)

(۱) کوڈکس کا ٹوٹنٹس یہ ایک بہت قدیم اور صحیح نسخہ ہے مگر اب اس کے چند ورق رہ گئے ہیں باقی سب اس آگ میں جل گئے جو ویسٹ سنٹر کاٹن کے مقام پر کاٹن صاحب کے گھر میں جہاں وہ رکھا ہوا تھا لگی تھی اسکو چوتھی صدی کے انجام یا پانچویں صدی کے شروع کا لکھا ہوا مانا جاتا ہے۔ اور کسی قلمی نسخے یا چھپے ہوئے نسخے سے بچ کر کوڈکس اسکندریہ والے نسخے کے یہ نسخہ مطابقت نہیں کہتا۔

(۲) کوڈکس ساراؤٹنٹس اور کال برٹیس یہ دونو ایک ہی نسخہ کے ٹکڑے ہیں کوڈکس ساراؤٹنٹس میں کتاب خروج کے سات ورق ہین ہین مگر یہ ورق کوڈکس کال برٹیس میں موجود ہیں ان دونو نسخوں کو پانچویں چھٹی صدی کا لکھا ہوا کہا جاسکتا ہے۔ کتاب اجار کے چند فقروں کے آغاز کے لفظ علانیہ زمانہ حال کے لکھے ہوئے ہیں (۳) کوڈکس سے ساریس جیکو کوڈکس اور یجن ٹیٹل کوڈکس اور جنیٹر پر پورس یہی اکثر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ پسیلی حروف سے ارغوانی چمڑے پر لکھی ہوئی ہے یہ نسخہ شہنشاہی کتب خانہ میں بمقام وینا رکھا ہوا ہے اس میں صرف ۲۶ ورق ہیں جن میں سے اول کے چوبیس کتاب پیدائش کا ایک ٹکڑا ہے۔ جہاں باب ۳۔ ۴۔ باب چوبیس آیت ۸ تک ہے باقی دو صفحہ سینٹ لوک کے انجیل کا ٹکڑا ہے۔ جہاں باب ۴ کی آیت ۲۱۔ ۲۲ آیت ۹ تک ہے اس نسخہ کو پانچویں یا چھٹی صدی کا لکھا ہوا قرار دیا جاتا ہے۔

(۵) کوڈکس ایبرو سینٹس اس نسخہ کا یہ نام ایبرو سین (دافع مقام ملن) سے نکلا ہے جہاں وہ رکھا ہوا ہے۔ غالباً وہ ساٹویں صدی کا ہے اس نسخہ میں لہجہ اور دیگر علامات سے علانیہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال کے کسی شخص نے زیادہ کیا ہے۔

(۶) کوڈکس کاٹس یعنی انیس مین دو سو چھیٹیس ورق چمڑے کے ہیں اور اس کے سابق میں پانچ کتابیں جو در کتاب ہائے یوشع اور قصص اور رعو اور دو کتابیں سموئیل اور دو کتابیں سلاطین کی ہیں اس نسخہ میں ان زمانہ حال کے کسی شخص نے لہجوں اور دیگر علامات کو زیادہ کیا ہے یہ نسخہ چھٹی یا کم سے کم ساٹویں صدی کا لکھا ہوا ٹھہرایا جاتا ہے۔

(۷) کوڈکس بی سی لیووی ٹیکینس۔ نویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا جاتا ہے اور یہ نسخہ آغاز اور انجام میں کامل ہے ڈاکٹر ہال اس صاحب اس نسخہ کو بہت باوقار اور مراہم کا سمجھتے ہیں خیال ہے اس میں چند ایسی عمدہ عبارتیں پائی جاتی ہیں جو اور کسی جگہ نہیں پائی جاتیں۔

(۸) کوڈکس ٹوری سینٹس کتاب زبور کا نسخہ ہے جسکی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسخہ گیارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ میں جو حصے زبور کے ہین ہین وہ یہ ہیں زبور باب ۱ سے باب ۲۵ تک باب ۳۰۔ ۳۱ سے باب ۳۶۔ ۲۰ تک اور باب ۱۴۔ ۵ سے باب ۳۳۔ ۲۰ تک اور باب ۸۔ ۴۔

۳۱ سے باب ۵۹ - ۸ تک اور باب ۶۶ - ۲ سے باب ۷۱ - ۸ تک اور باب ۹۲ - ۳ سے باب ۹۳ - ۷ تک اور باب ۹۶ - ۱۲ سے باب ۹۷ - ۸ تک -

(مقدمہ نسخے جس میں نیو میٹمنٹ پورے یا جزوی ہے)

ان نسخوں کے حال بیان کرنے سے پہلے مارن صاحب نے ان کے باب میں جو کچھ اپنے انٹروڈکشن میں لکھا ہم بعینہ درج ذیل کرنا مناسب جانتے ہیں قاعدہ ہے جب تک کسی چیز یا کسی مقام کی کیفیت نہ معلوم ہو سکے حال سننے سے دلچسپی نہیں ہوتی -

عہد جدید کے وہ اصلی نسخے جنکو خود حواریوں نے لکھا تھا یا ان شخصوں نے جنکا لکھا ان کی نظر سے گزرا مدت سے معدوم ہوئے ہیں - ان کی تاسیخ کی باب میں ہم کسی طرح کی اطلاع نہیں رکھتے مقام ونیس میں جس نسخہ کو سینٹ مارک کی اصلی انجیل بتاتے تھے وہ نسخہ رومی ترجمہ کا صرف ایک نسخہ ہے اور عہد جدید کے موجودہ نسخوں میں سے کوئی نسخہ چوتھی صدی سے پیشتر کا نہیں پایا جاسکتا ہے - اور اس کے بہت سے نسخے اس سے ہی پہلے زمانہ کے ہیں بعضوں نسخوں میں عہد جدید بالکل ہے اور بعض میں خاص کتابیں ہیں یا خاص ٹکڑے ہیں اور بہت سے ایسے نسخے ہیں کہ جنہیں معمولی ترتیب کے بموجب پوری کتابیں مرتب نہیں ہیں - بلکہ ایسے متفرق حصے ہیں یا وعظ ہیں جو عیسائی گروں میں معین دنوں کی عام نماز میں پڑھے جاتے تھے - اور وعظوں متفرق حصوں کی پوری کتابیں جمع کی گئی ہیں ان کو لکشنریا (یعنی وعظ کی کتابیں) کہتے ہیں اور یہ دو قسم کی ہیں -

اول ایون جلیسٹریا جنہیں چارون انجیلوں میں کے وعظ ہیں - دوم ایپاس ٹوس کہ جنہیں اعمال انجیلوں میں کے وعظ ہیں اور بعض اوقات صرف نام ہی ہیں - جبکہ کسی نسخہ میں یہ دونوں حصے ہوتے ہیں تو اسکو ڈاکٹر میکٹاس صاحب ایپاسٹولائی دین جیلین کے نام سے پکارتے ہیں -

ڈاکٹر ریس باب صاحب نے ۴۶ ایون جلیسٹریا (یعنی انجیلوں میں کی وعظ کی کتابوں اور سیون لکشنریا کا) اپنے نسخہ عہد جدید کی چارون انجیلوں کے واسطے مقابلہ کیا اور چند نسخوں میں صرف یونانی متن ہی ہے مگر ان کے ساتھ ایک ترجمہ ہی ہوتا ہے خواہ متن کی ہر ایک سطر کے نیچے لکھا ہوا ہوتا ہے خواہ آدھے صفحہ میں موافق متن کے لکھا ہوا ہوتا ہے ایسے نسخوں کو کوڈائیزین گپوس کہتے ہیں -

بہت سے ان نسخوں سے یونانی اور رومی متن کہتے ہیں اور رومی ترجمہ عموماً اس ترجمہ میں سے ہوتا جو سینٹ جیروم صاحب کے زمانہ سے پیشتر موجود تھے - شامی عربی فرانسیسی اور رومی متن میں نسخوں کے موجود ہونے کے سبب ڈاکٹر میکٹاس صاحب کو غالب خیال کرتے ہیں کہ یونانی شامی اور فرانسیسی متن لکھے ہی سابق میں موجود ہوں گے اور ایسی قسم کے اور نسخے ہی موجود ہوں جنہیں اصلی متن اور کسی دور زبان کا ترجمہ دونوں اکٹھے لکھے گئے ہوں - جہاں کہیں کسی ناقل نے ایک ہی نسخہ سے نقل کرنے کے بجائے کئی

لشون میں سے ایسی عبارتیں منتخب کر کے نقل کی ہوں جو ہر مسکو نہایت عمدہ معلوم ہوگی ہوں کیا نقل  
کر لیا۔ لفظ کو کس کر سیکر کے نام سے پکارا جاتا ہے (یعنی ایک یا لفظ جو کلمہ جنہیں سے تیار کیا گیا ہو۔ آگ  
آنے والے لفظ عہد جدید کے قلمی لفظ ہیں۔

(۱) کوڈکس کا ٹونی نہیں۔ یہ نسخہ عہد جدید کی کتابوں کا ایک نمونہ ہے مٹی کی اینٹیل صرف باب ۲۶-۵۷  
انعامت ۶۵- اور باب ۲۷-۲۶ لغات ۳۴۴ ہے اور پوخا کی اینٹیل باب ۱۴-۲ سے ۱۰ تک اور  
باب ۱۵-۱۵ سے ۲۲ تک ہے یہ نسخہ چوتھی صدی یا پانچویں کے شروع کا لکھا ہوا خیال کیا گیا  
(۲) کوڈکس میزری یا کوڈکس گہین ٹی بریجی انیس اسمین پارون انجیلین اور اعمال حواریین میں مگر  
انجیل مٹی کی ابتدا سے کچھ گئی ہوئی ہے اس نسخہ کے زمانہ تیرہویں یا اختلافت ہے بعضے دوسری صدی کا  
اور بعضے پانچویں صدی کا اور بعضے چھٹی صدی کا اور بعضے ساتویں صدی کا لکھا ہوا خیال کرتے ہیں۔  
اور اس نسخہ میں بہت سی اصلاحات ہیں جن میں سے چند کا ڈاکٹر گریس ایک صاحب نے بیان کیا ہے۔  
اور چند صفحے جن میں مٹی باب ۳-۸ سے لغات ۲۱۶ و پوخا باب ۱۸-۱۳ سے لغات ۲ و ۱۳ اور باب  
باب ۱۵ سے انجام تک ہیں ان سب کو زمانہ حال کے کسی شخص نے لکھا ہے کہ جس کی تاریخ نگہ جانے کی دشواری  
صاحب دسویں صدی قرار دیتے ہیں مگر گریس ایک صاحب یارپون صدی اس نسخہ کی بہت سی علامتوں  
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اشخاص نے مختلف اوقات میں اس نسخہ میں اصلاحیں کیں اب یہ مقام کیمبرج  
کے دارالعلوم کے کتب خانہ سرکاری میں رکھا ہوا ہے۔

(۳) کوڈ کس فریمی یا کوڈ کس جی اس پر نسخہ مصر کا لکھا ہوا ہے اور ساتویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے اس نسخہ کے عہد جدید میں بہت سی جگہ سے عبارتیں گئی ہوئی ہیں جنکا حال اگر میں بیک صاحب نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اس نسخہ میں یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کا چوتھا درس چہر نہایت سجت ہے حاشیہ پر ثبت ہے۔

دہم) کوڈکس کلا رومان ٹینس یارجی اس۔ اس میں صرف سنیٹ پال کے نام ہیں۔ اور چھٹی بابلیا تون صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے مگر عبرانیوں کا نام نہ لکھا ہوا ہے۔

مس باب میں کہ یہ نسخہ کب کا لکھا ہوا ہے نہایت اختلاف ہے اور کوئی بات بحقیق نہیں ہوئی ہے۔

(۶) کوڈ کس رسرٹس اس نسخہ میں عہد جدید کی کتابوں میں سے صرف مٹی کی انجیل ہے ۶۴ ورق صرف پرانے لکے ہوئے ہیں جبکہ چھٹی صدی کا لکھا ہوا اخبار کیا ہے۔

۷) کوڈ کس لاڈی اٹیس - اعمال حواریین کا یہ نسخہ ہے مگر چھٹیوں باب کے انیسویں درس میں اپنا میٹر باب کے چھٹیوں درس تک نہیں ہے یہ نسخہ سر یا کے قدیم ترجمہ سے بہت مطابقت رکھتا ہے بعض جگہ پر

۱۰) ساتویں صدی میں بمقام سارڈینیا لکھا گیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مشرقی ملکوں کا لکھا ہوا ہے اور بعضے نے نزدیک پانچویں صدی یا آٹھویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا۔

(۸) کوڈکس ہرارٹری انیس۔ اس نسخہ میں سینٹ پال کے نام میں مگر عبرانیوں کے نام کا نامہ ہے۔  
سکوروم کے گرجانے سابق میں خارج کر دیا تھا۔ اس کا زمانہ تحریر یہی بخوبی تحقیق نہیں ہے۔ مگر آٹھویں اور دسویں صدی کے درمیان کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے۔

(۹) کوڈکس سی پریس یا کال پریٹیس۔ اس نسخہ میں چارون انجیلین میں اسکے زمانہ تحریر میں یہی اختلاف ہے بعضے آٹھویں اور بعضے دسویں صدی کا لکھا ہوا خیال کرتے ہیں۔

(۱۰) کوڈکس بی بی لین کس۔ اس میں ہی چارون انجیلین میں اور آٹھویں یا نوین صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے مگر سینٹ لوک کی انجیل باب ۱-۶۹ سے باب ۲-۴ تک اور باب ۳-۴ سے پندرہ تک اور باب ۷-۸ سے باب ۱۳-۱۲ تک اور باب ۱۵-۷ سے ورس میں تک اور ۲۴-۷ سے انجیلوں کے آخر تک اڑا لیا گیا ہے مگر لیوس باب ۱-۶۹ سے باب ۲۴-۷ تک اور باب ۱۲-۸ سے باب ۲۴-۷ تک اور باب ۱۵-۸ سے ورس میں تک جمع ہے۔ اس میں بنین میں ان کو نیا اکبر ملا ہے۔

(۱۱) کوڈکس ایم ای انیس۔ انجیلوں کی تین سو کا ایک مجموعہ ہے جو ۹۹۵ء میں لکھا گیا تھا۔  
(۱۲) کوڈکس سین۔ تین سو۔ اس میں ساتویں صدی کے پلے ہوئے پال کے نامہ ہیں۔  
(۱۳) کوڈکس جی انیس۔ اس میں ہی پال کے نامہ ہیں اور شروع سے رومیوں کے نامہ کے باب ۲ ورس ۸ تک ناقص ہے اور عبرانیوں کا نامہ یونانی زبان میں بنین ہے بلکہ رومی زبان میں ہے۔ اس نسخہ کو نوین صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے۔

(۱۴) کوڈکس جی آس۔ اس میں چارون انجیلین میں مگر سینٹ متی کی انجیل باب ۴-۱۳ سے باب ۵-۱۴ تک اور باب ۲۸-۷ سے آخر تک بنین ہے اور سینٹ مارک کی انجیل باب ۱۰-۱۷ سے ۳۰ تک اور باب ۱۵-۱۰ سے ۲۰ تک اور سینٹ یوحنا کی انجیل باب ۲۱-۱۵ سے آخر تک بنین ہے۔

(۱۵) کوڈکس افنی جی انیس۔ عبرانیوں کے نامہ کا ایک ٹکڑا ہے اور صرف دوسرے باب کی اول آیت کے دو ورق اس نسخہ میں بنین ہیں۔ اور یہ نسخہ نوین یا گیارہویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے۔  
(۱۶) کوڈکس میز زسٹونیائی۔ یہ بہت سی کتابوں کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جن کی تفصیل ہم جہ ذیل کرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ چارون انجیلین قلمی گیارہویں یا بارہویں صدی کی لکھی ہوئی ہیں مگر متی کی انجیل کے باب اول

مترجم کی دو آیتیں ہیں۔

نمبر ۲۔ چارون انجیلوں کا قلمی نسخہ بارہویں صدی کا لکھا ہوا۔

نمبر ۳۔ چارون انجیلوں کا قلمی نسخہ بارہویں صدی کا اول سے ناقص۔

نمبر ۴۔ چارون انجیلوں کا قلمی نسخہ دسویں صدی کا سینٹ متی کی انجیل کی سات آیتیں پوری اور کچھ آیتیں نہیں ہیں۔

نمبر ۵۔ بارہویں صدی کی چارون آیتیں ہیں لیکن آغاز اور انجام میں ناقص ہیں۔

نمبر ۶۔ اعمال حواریین اور نامہ کیتھلک اور نامہ سینٹ پال کے قلمی نسخے ہیں بارہویں و دسویں صدی  
نمبر ۷۔ اور تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں

نمبر ۸۔ سینٹ پال کے نامے اور شہادت باب ۱۹۔ ۲۰ تک اور رومیوں کا نامہ باب ۱۶۔ ۱۷ سے ہے اور گیارہویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے مگر یہ نسخہ آغاز و انجام میں ناقص ہے۔

نمبر ۹۔ تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے چارون انجیلوں کے وعظ ہیں۔

نمبر ۱۰۔ سابق میں اعمال حواریین اور نامہ کیتھلک اور سینٹ پال کے نامے تھے اب اول آخر سے اور  
بچچین بہت شکستہ ہو گئے ہیں اور تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں۔

نمبر ۱۱۔ اعمال حواریین اور نامہ ہائے حواریان کے وعظ تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں۔ آغاز اور  
انجام میں ناقص ہیں۔

نمبر ۱۲۔ انجیل ہی اعمال حواریین اور نامہ ہائے حواریین کے وعظ ہیں اور تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے  
ہیں ان میں سے ہر ایک نسخہ ناقص ہے۔

نمبر ۱۳۔ چارون انجیلین تیرہویں صدی کی لکھی ہوئی ہیں۔

نمبر ۱۴۔ تیرہویں صدی کے لکھے ہوئے چارون انجیلوں کے وعظ ہیں اور انجام میں ناقص ہیں۔

(۱۵) کوڈکس ساکوانیس۔ اس میں بچچین نسخے ہیں مگر بہت قدیم نہیں ہیں بعضہ آٹھویں صدی  
بعضہ دسویں صدی کے بعضہ گیارہویں صدی کے بعضہ بارہویں بعضہ تیرہویں صدی کے۔

(۱۶) کوڈکس ہیرگرمی انیس۔ قدیمی روحی ترجمہ ہے آٹھویں صدی کا۔

(۱۷) کوڈکس سیسی لین سس۔ کل عہد جدید سوائے مشاہدات یوحنا کے ہے دسویں صدی کا لکھا ہوا۔

(۱۸) کوڈکس کارسن ڈانس۔ کل عہد جدید سوائے مشاہدات یوحنا کے ہے اور بارہویں صدی کا ہے  
جس نسخہ سے نقل کیا ہے اسکے حاشیہ پر جو عبارت بطور شرح کے لکھی تھی نقل کرنے والے نے متن میں ملا دی ہے

(۱۹) کوڈکس مانٹ فارٹی انیس۔ کل عہد جدید ہے نامہ اول یوحنا کا باب ۲۔ ۷ و ۸ جس پر نہایت بحث ہے



صرف اسی قلمی نسخہ میں ہے اور گیارہویں یا تیرہویں یا پندرہویں یا سوہویں صدی کا یہ نسخہ لکھا ہوا خیال کیا گیا ہے۔

(۲۲) کوڈ کس جی اس۔ چارون انجیلین اسمین ہین اور تیرہویں صدی کا لکھا ہوا ہے مٹی کی انجیل باب ۱-۱ سے باب ۲-۲۱ تک اور باب ۲۶-۳۴ سے ورس ۳۵ تک اور باب ۳۷-۴۶ سے باب ۲۸-۱۰ تک اور مارک کی انجیل باب ۱-۲ سے آخر باب تک اور یوحنا کی انجیل باب ۲ سے آخر انجیل تک بنین ہے۔

(۲۳) کوڈ کس ٹرنس۔ کل عہد جدید ہے مگر مٹی کی انجیل شروع سے باب ۱۸-۵ تک اور اعمال باب ۱۰-۵۴ سے باب ۱۴-۷ تک اور نامہ یوذا ورس ۷ سے آخر تک اور شہادت باب ۱۹ سے آخر تک نہیں ہے اور چودہویں صدی کا لکھا ہوا خیال کیا ہے۔

(۲۴) کوڈ کس وندوبائنس۔ چارون انجیلوں کا قلمی نسخہ گیارہویں یا بارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔

(۲۵) کوڈ کس انبری آئیس۔ کل عہد جدید ہے مگر شہادت بنین ہین۔ اس تحریر کے بعد یہ جی ادب غرض لیا جاتا ہے کہ ان کتابوں کا زمانہ تحریر معین کرنا دقت سے خالی کیونکہ اگلے زمانہ میں نسخہ کا سال کتابوں پر لکھا نہ مچ نہ تھا۔ مگر بڑے واقف کار عالمون نے ان کتابوں کو دیکھ کر لمبا طرسم خط اور قواعد تحریر کے جو قفاً فوقاً بدلتے رہے اور نیز ان چٹرون کے رنگ و روغن نے لحاظ سے خیر و کتابین لکھی گئیں تھیں اور ان کے شکستہ یوسیدہ اور پڑانے ہونے کے لحاظ پر ہر ایک کتاب کا زمانہ تحریر قائم کیا ہے کیونکہ اسے سوا اور کچھ چارہ نہ تھا یہی وجہ تھی کہ باہم علما میں ان کے زمانہ تحریر میں اختلاف ہوا۔

یہہ ایک بدیہی امر ہے کہ جس کتاب پر سنہ یا زمانہ یا کسی بادشاہ کا وقت تحریر بنین تو ناظر کو نوکر اور کس طرح زمانہ تحریر معین کر سکتا ہے اس کے کہ اپنی زور طبیعت سے اسکی صورت اسکی کہنگی و یکیکر اس کا زمانہ۔ تحریر معین کرے جب صرف زمانہ تحریر معین کرنا محض خیال ہی پر مبنی ہوا پہر آپ آپ علما یا زمانہ معین کرنے والوں کی رائے میں فرق ہو گا۔ میرے خیال میں ان کی یوسیدہ شکستہ صورت پر یہی رائے قائم کرنا کہ یہ زمانہ مدید کی ہے قابل تسلیم نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جو کتابین زیادہ احتیاط سے رکھی جاتی ہیں اور زمانہ کے تغیر و تبدل کا اثر ان پر اتنا نہیں پڑتا تو وہ ان کتابوں سے بہت اچھی رہتی ہیں کہ جن کے ساتھ بے احتیاطی کی گئی ہے اور زمانہ کے تغیر و تبدل نے اس پر بہت اثر کیا ہے یہی صورت میں ہم ایک یوسیدہ یا گرم خوردہ کتاب کو دیکھ کر یہہ رائے بنین قائم کر سکتے کہ یہ پُرانی ہی ہو اور اس کی تحریر کو زمانہ مدید گزر گیا ہو۔

ہم پہلے مارن صاحب کے نسخہ و کشن سے یہہ لکھائے ہیں کہ لوگ چالاکی سے کتابین گڑہ گڑہ کر بڑے بڑے حکماء

ابتدا کا نام لکھا کہ مشہور کر دیتے تھے ایسے لوگوں کے آگے یہہ کوئی بات نہیں ہے کہ وہ کسی پرانے پیٹے چٹاٹے چمڑے پر ہسکی روشنائی سے اسطرح لکھیں کہ کہیں سے حروف اُسے ہوئے ہوں اور کہیں سے رشتہ الٹی ہو اور کہیں سے سطرن کی سطریں نادر دہوں جسکی صورت دیکھتے ہی معانیہ منہ سے نکل جائے بونیک یہ بہت پرانا نسخہ ہے۔ اسی سبب سے ان تحریروں کو جنکوہ اریون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کون بہت بامعنا عالم عیسائی یہہ کہ کتابت کہ یہہ حواریون میں سے تحقیق فلاں حواری کی تصنیف سے ہے۔

ان سب تحریروں سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ جب خدا نے پاک کلام میں دستبرد کی تھی اور اس میں آیت لفظی ہوئی اور وہ یہی اتنی کہ خدا کا کلام بناوٹی اور نوکون کے کلام میں اسقدر لم ہایا کہ عیسائی عیناً پیہرنا چار غیر حق کو حرکت ہوئی اور فطرت نے ایسے معصوم مقدس نفس کو پیدا کیا جو خدا کا پاک کلام غلطی کے آگے پیش کرے چنانچہ اس نے قرآن شریف پیش کیا بانیان خدا کی یہہ کتاب ہے اور ان میں جو یہہ یہاں ہے سیاسی کی طرف سے ہے نہ اس میں تخریف ہوئی نہ ہوسکتی ہے نہ اس میں وہ تمام باتیں ہیں جو کتابت سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ یہہ علماء فضلہ شہنشاہ شاہ سلطان اور کروڑوں پاک فاضلین میں سے ہونے والے ہیں انہی میں سے کسی بھی عیسائی ہو سکتی ہے نہ کوئی شخص کسی عیسائی کو نہ کسی کو اس کے اس وقت کوئی کردار سلطان ایسے میں کہ جہین خدا کا کلام جو خدا کا ہے اور اس کے رہنمائی اور اس کے مصداقوں پر بہت استواری سے ہو رہے اگر ایک ہی سا کہ تمام چپے ہوئے اور لکھے ہوئے قرآن و کلام کو دئے جائیں تو فوراً اتنے ہی قرآن پہر تیار ہو سکتے ہیں اور یہہ ان میں سے ایک شوشہ کا فرق نہیں ہے یہہ بر خلاف اسکے اگر توریت و اناجیل کی یہہ گت بنائی جائے تو یہہ مذہب عیسائی کا خاتمہ ہی ہو جائے گا اسلئے کہ کوئی ایسا پاپ یا پوپ یا پڑے سے بڑا زمین فاضل اجل ایسا عیسائی نہیں ہے کہ کہو اس کے نام سے کسی کتاب ہوئی بائبل کا یہ حصہ ہی حفظ یا د ہو اور وہ ہزاروں میں سے اسلئے۔

گیلیلی کے چھلی دے جہین حضرت عیسیٰ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے ان بیچاروں نے نہ کوئی حذرت پیش کی نہ کتاب پیش کی اور نہ پیش کرنے کی انہیں مجرات ہوئی نہ ان کی کوئی بات مستاتا حضرت عیسیٰ نے ان سے ان کی صدی کے بعد لوگ کتابین تصنیف کرنے لگے اور آخو ہوتے ہوئے یہہ کتابت ثوبت ہو گئی کہ چار صدیوں عیسائیوں کے پاس ایک کتاب آگئی جسکو وہ ہولی بائبل کہتے ہیں۔ یہہ کتاب خلاصہ ہے ان کتابوں کا اور دیرینہ تحریروں کا جو حضرت عیسیٰ کے دو صدی یا تین صدی یا چار صدی کے بعد یا یہہ کوئی گہری بین جکا نتیجہ یہہ ہے کہ خود انجیل میں اور توریت میں بہت سی یقین ایسی ہیں جو ایک دوسرے سے ہرگز نہ کرتی ہیں ان اور خدا کے کلام میں یہی فرق ہوتا ہے ان کے کلام میں سوکا احتمال ہو سکتا ہے اور خدا کا کلام ان معانی سے پاک ہے۔

چنانچہ مارن صاحب لکھتے ہیں کہ عہد عشق اور عہد جدید کی کتابین اور دیگر تمام قدیمی تحریریں غور و تدبیر سے

نقل کے ہر ایک کے پاس میں اور یوں ہی مروج ہوئی ہیں اسلئے ممکن نہ تھا کہ ان میں غلطیاں داخل نہ ہوں اور جبکہ کثرت سے کتابیں پڑھیں اسی قدر غلطیاں انہیں پڑیں اور اختلاف عبارت انہیں پیدا ہوئے۔ میکلس صاحب اکثر مثالی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں نقل کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس صرف ایک قلمی نسخہ پہنچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی ان میں یہودی معلوم کے ایسے تصور اپنے لئے ہیں اور ان کی اصلاح میں ایسے غیب میں کہ باوجود وہ پوری صدیوں کی نہایت اور ترقی یافتہ چین کی مختلف نسلوں کے وہ کتابیں ایسا غلطیوں کا شکار انبار میں اور سطح رسم لکھی برخلاف اس کے جہاں کہیں کسی مصنف کے دست نسخے ہوتے ہیں اگرچہ نسخوں کی مقدار کے بموجب اختلاف عبارت ہمیشہ ہوتے جاتے ہیں مگر وہ اصلی نسخہ جبکہ متقابلہ ہنرمند اور عقیل لوگوں کے ہاتھوں سے ہوا ہمیشہ بہت صحیح ہوتا ہے اور مصنف کے اصلی الفاظ کے قریب تر ہوتا ہے۔

اگر ان ہی کتابوں پر ایک نظر ڈالی جائے کہ جبکہ مصنف حضرت عیسیٰ کے حواری بیان کئے جاتے ہیں تو ان میں ہی ایک بہت بڑا فرق ملے گا اور جب کتابیں محققوں کے ہاتھ میں نہایت بوسیدہ حالت میں آئیں اور پیران کی نقل کی گئی تو نقل کرنے والوں نے یہ غصہ کر لیا کہ اپنی راویوں کو انہیں شرمک کر دیا اور جو عبارتیں کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں یا سمجھنے کے بعد انہوں نے قابل ترمیم سمجھا انہوں نے فوراً بدل دیا۔ خواجہ مارن صاحب لکھتے ہیں اکثر اصلی یا خالص عبارت کو دروغ آمیز عبارت سے تیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پیر مارن صاحب تحریر کرتے ہیں۔ دو مختلف عبارتوں پر جب کہی ذرا سا ہی شک آجاتا ہے تو ان سب عبارتوں کا نام دیر شس ریڈنگ ہوتا ہے مگر اس وقت کہ جبنا نقل شدہ علامہ چوٹ لکھتا ہو تو اس عبارت کا نام اراٹا ہوتا ہے ان اختلافوں کے واقع ہونے کے جو سبب ہوتے ہیں ان کو درج کیا جاتا ہے۔

مارن صاحب نے لکھا ہے کہ تمام نسخہ نقل کر لیا گیا تھا یا ناقولوں نے آپ ہی نقل کیا تھا اور جبکہ ناقول غلطی کے امکان پر خدا کی طرف سے نگہبان نہیں کئے گئے تھے اسلئے جو غلطیاں واقع ہوئیں ان کے چار سبب ہیں (۱) جب کہ ایک شخص منقولہ کو پڑھتا جاوے اور ایک یا بہت سے نقل کرنے والے اسکو لکھتے جاوے اور جو شخص پڑھ کر لکھو تو اسے وہ اچھی طرح نہ بتاوے بلکہ بے پروائی سے پڑھتا اور ایسے الفاظ زبان سے نکالے جو اس نسخہ میں نہیں جسکی نقل لکھو تاہے اور سطح مختلف الفاظ زبان سے بتاوے تو اس سبب سے ناقول سے جو اس کے بتانے پر لکھتا ہے بالضرورت نقل میں اختلاف واقع ہوں گے۔

(۲) عبری اور یونانی حرف آواز اور صورت میں مشابہ ہیں اسلئے غافل اور بے علم نقل کر نیوا ایک لفظ یا حرف کو بجائے دوسرے لفظ یا حرف کے لکھ کر عبارت میں اختلاف ڈال دیتا ہے۔

(۳) منقولہ جو لکیر کینچ کر لکھتے گئے تھے نقل کر نیوا اسکو کسی حرف کا جزو سمجھ گیا یا حرف کے کشور کو

غلطی سے لکیر سمجھ گیا یا اس نے اصلی لفظ کے صحیح معنی کو غلط سمجھ کر اس طرح لفظ کو بدل دیا یا جب وہ غلط لفظ لکھ لیا اور اس نے جان ہی لیا کہ میں نے غلط لکھا مگر اس خیال سے کہ نقل میں کٹ کٹ ہو کر بد صورت ہو جاوے گی اسکو صحیح نہیں کیا اور اپنی نقل کی خوبصورتی پر اسکی صحت کو قربان کر دیا اور اس سبب سے نسخوں کی عبارتوں میں اختلاف پڑ گیا۔

(۴) نقل کرنے والے کہتا کہ میں تھا اور لکھ گیا اور کہیں سے اور پھر اسکو خبر نہ ہوئی مگر اپنے لکھے کو مٹانا یا کاٹنا پسند نہ کیا اور جہاں سے چھوٹا تھا وہیں سے شروع کیا اور اس طرح پر ایک لفظ یا جملہ نامناسب طرح سے داخل ہو گیا۔  
(۵) نقل کرنے والے نے کوئی لفظ چھوڑ دیا اور جب اسکو معلوم ہوا تو اس نے اسکو چھوٹے ہوئے لفظ کو اس جگہ پر لکھا جہاں اسکو خبر نہ ہوئی اور اس طرح پر لفظ الٹ پلٹ ہو گئے یعنی کہیں کا کہیں لکھا گیا۔

(۶) ہمیری نسخوں میں عبارت کی اختلاف کا بڑا سبب یہ ہے کہ سطروں کا اندازہ برابر رکھنے کے لئے سطروں کے آخر میں زیادہ لفظ پڑا دئے جاتے تھے اور یونانی قلمی نسخوں میں اکثر الفاظ اور جملے اسلئے لکھنے سے رہ گئے کہ ایک لفظ جو آچکا تھا تھوڑی دیر بعد پھر وہی لفظ آیا۔ اور نقل کرنے والے کی نگاہ پہلے لفظ پر سے چوڑے ہو کر لفظ پر جا پڑی اور زبان سے لکھنے لگا اور ان دونوں لفظوں کے پچھین جو کچھ آیا وہ لکھنے سے رہ گیا۔  
(۷) تمام قلمی نسخے بڑے حروف میں لکھے جاتے تھے اور لفظوں بلکہ فقروں کے درمیان میں جگہ چھوڑتے تھے اسلئے کہ یہ لفظیں لکھنے سے رہ گئے اور کہیں کر لکھے گئے یا بے پردا اور جاہل نقل کرنے والے نے اختلاف کے نشانوں کو جو بد بچھانے والے نسخوں میں اکثر واقع ہوتے ہیں غلط سمجھا۔

(۸) اختلاف زیادہ تر اسلئے کہ بہت بڑا سبب نقل کرنے والوں کی جہالت یا غفلت ہے کہ انہوں نے حاشیہ پر جو شرح لکھی ہوئی تھی اسکو متن کا جزو سمجھا قدیم قلمی نسخوں کے حاشیوں میں مشکل مقامات کی شرح لکھنے کا اکثر سواج تھا اور سائنی سے سمجھا جاتا تھا کہ یہ حاشیہ کی شرح ہے پس ان حاشیوں کی شرحوں میں سے تھوڑا یا سب ان نسخوں کے متن میں آسانی سے مل گیا ہوگا جو نسخے ایسے نسخوں سے نقل ہوئے جن کے حاشیہ پر شرحیں لکھی ہوئی ہوں گی۔

دوم۔ دوسرا سبب عبارتوں کی اختلاف کا اس قلمی نسخہ میں غلطیوں کا ہونا ہے جس سے نقل لکھنے والے نے لی ہے ان غلطیوں کے علاوہ جو بعض حروف کے شوشے کم ہو جاتا یا مٹ جانے سے واقع ہوتی ہیں چڑے یا کا غلط حالات سے یہی پیدا ہوتی ہیں کاغذ یا چڑا پتلا ہو جس میں سے ایک ورق کا ایک طرف کا لکھا ہوا دوسری طرف پہوٹ جاوے اور دوسری طرف کے حرف کا ایک جزو معلوم ہونے لگے اور اور لفظ سمجھ میں آوے۔

سوم۔ عبارتوں کے اختلاف کا سبب یہ بھی ہے کہ نکتہ چین قیاس سے اصلی متن کو ارادتا بہتر اور درست کر دینی مراد سے صحیح کیا گیا ہے۔

جبکہ ہم ایک مشہور عالم کی تصنیف کی ہوئی کتاب پڑھتے ہیں اگر اس کی کتاب میں کوئی صرف نحو یا قواعد

مناظرہ کی غلطی پاتے ہیں تو اس غلطی کو چھاپنے والے پر زیادہ منسوب کرتے ہیں یہ نسبت اس کے کہ مصنف کی طرف نسبت کریں اس طرح ایک قلمی نسخہ کا نقل کرنا یا اس کتاب میں جسے وہ نقل کرتا ہے غلطیوں یا غلطیوں کو ناقول اول کی طرف منسوب کرتا ہے اور یہ ان کو وہ اپنی دلالت میں اس طرح پر بھیج کر تا ہے کہ اس کے رفع کرنا اس کے ارادہ کیا تھا اور اس کا غلطی میں پڑنا کئی طرح پر ہو سکتا ہے۔

(۱) مثلاً نقل کرنے والا ایک لفظ کو جو حقیقت میں صحیح ہے غلط سمجھ لے یا جو مصنف کی مراد ہے اس کو غلط سمجھ لے اور یہ جانے کہ اس نے صرف نسخہ کی غلطی گرفت کی حالانکہ وہ خود غلطی پر ہے یا یہ بات ہو کہ وہ صرف نسخہ کی غلطی جس کے صحیح کرنا اس کے ارادہ کیا ہے حقیقت میں خود مصنف ہی نے کی ہو۔

(۲) بعض نکتہ چین ناقلوں نے نادرست کلاموں کو صرف صحیح ہی نہیں کیا بلکہ عمدہ طرز کلاموں کو سجا کے غیر عمدہ طرز کلاموں کے بدل دیا اور اس طرح انہوں نے ان الفاظ کو جو انہیں فضول معلوم ہوئے یا جن کے فرق کو وہ نہ سمجھے لکھنے سے چھوڑ دیا۔

(۳) میکس صاحب کے قول کے بموجب عبارتوں کے اختلاف کے سیبوں میں بہت بڑا سبب جس سے عمدہ طرز میں دروغ آمیز مقامات نہایت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں یہ ہے کہ یکساں مقامات کو اس طرح تبدیل کیا گیا ہے جس سے ان میں ایک دوسرے سے زیادہ کامل مطابقت کی جاوے اور خاص کر انجیل ان کو اس طریقہ سے تبدیل کیا گیا ہے اور سنٹ پال کے ناموں کو اکثر مقامات میں سے اس کے الٹ پالٹ کر لیا گیا ہے اس کے بعد جدید کے حوالوں کو ان مقامات میں جہاں وہ سپٹو انجیل ترجمہ سے مطابق کریں۔

(۴) بعض نکتہ چین نے عہد جدید کے نسخوں میں اس طرح اختلاف عبارت ڈال دیے کہ ان کو ترجمہ انگلش کے مطابق تبدیل کر دیا۔

چہارم۔ ایک سبب اختلاف عبارت کا ایسی خرابیاں یا تبدیلیاں ہیں جو کسی فریق کے مطابق خرابی کے لئے دانشمندی کی گئی ہوں خواہ وہ فریق درست مذہب کہتا ہو یا بدعتی ہو۔

یہ بات تحقیق ہے کہ ان لوگوں نے جو دیندار کہلاتے ہیں ارادہ تھا بعض خرابیاں لکھیں جو خرابیاں یا بات اس دورانیشی سے کی گئی تھیں کہ جو مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے اس کو تقویت ہو یا جو اعتراض اس مسئلہ پر ہو وہ ہو سکے یہاں تک بعینہ اور بلفظ مارن صاحب کے قول کی نقل کی گئی ہے۔

ان تمام اقوال کو نقل کرنے کا غرض صرف یہ ہے تاکہ ہم اس امر کا ثبوت دے سکیں کہ ایک کتاب کی خدا سے نازل ہونے کی اشد ضرورت تھی عیسائیوں کا یہ سوال کہ اگر یہ وہ اصلی انجیل نہیں ہے تو بتاؤ کوئی ہے نہایت بے بنیاد حقیقت ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ حضرت عیسیٰ نے نہ کوئی کتاب لکھی اپنے معتقد گیلی کی کے چہاں والوں کو جو محض جاہل اور کندہ ناتراش تھے اپنے اقوال لکھنے اور

حکم دیا اور جب آپ آسمان پر بلائے گئے تو آپ اپنے بعد بجز خدا وال کے جو اپنے معقدوں کے قانون میں ڈال گئے تھے کچھ نہ چھوڑ گئے۔ کئی صدی کے بعد جو کچھ سمجھ میں آیا وہ گہر گہرا لیا۔

قرآن شریف میں جس انجیل اور توریت کی طرف اشارہ ہے ہم وہ انجیل اور توریت ہے کہ جو وقتاً فوقتاً خدا کا فرستادہ ہے اور حضرت عیسیٰ کے پاس خدا کا کلام پہنچاتا تھا اور وہ اپنے آدمیوں کو عیساکہ انجیل حال کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے سنا دیتے تھے۔ اس خدا کے کلام کو یاد نہ کیا کسی چڑھے پر نہ لکھ لیا یہ قصور سراسر سامعین کا تھا نہ حضرت عیسیٰ کا تصور تھا نہ خدا کی کوئی کوتاہی ہے۔

وہ چند کتابیں جو عیسائی حضرت عیسیٰ کی تصنیف سے بتاتے ہیں جبکہ ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہ کتابیں اب معدوم ہو گئیں یا کروی گئیں وہ بھی عیسائیوں ہی کی گھڑت تھی کہ کتابیں خود تصنیف کیں اور حضرت عیسیٰ کے نام کی مشہور کر دیں۔ نہ صرف حضرت عیسیٰ بلکہ کل معلوم پیغمبروں پر کتابیں تصنیف کر کے یہی بیان اٹھائے گئے سوائے افضل البنین پیغمبر خدا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ یہ کچھ پاک ذات ان بہتانوں اور الزاموں سے برابر کچھ ہیں اس مقدمہ کو بھی ختم کرتا ہوں کیونکہ جو عجیب ثابت کرنا تھا کہ چکا اور وہ ثابت کرنا صرف یہی تھا کہ اس دارو گیر میں قرآن نازل ہونے کی اشد ضرورت تھی۔ اور اگر قرآن شریف نازل نہیں ہوتا تو خدا کا پاک کلام نہ پہنچانا جاتا نہ اس کی مرضی ٹھیک ٹھیک معلوم ہوتی۔

نہ اصلاح ہوتی اور نہ شائستگی کی روشنی پہنچتی۔ نہ جابر کو اسکے غلوں کی سزا دی جاتی اور نہ مظلومین کی داد دی جاتی۔ نہ نیکی بدی سے پہچانی جاتی نہ آئندہ کی کیجیٹ کہاوت نہ سزا دی جاتی اس لیے معلوم ہوتی اس کی سخت اور مضبوطی میں عالم کا عالم جکڑا ہوا ہے نہ قانون سلطنت نہ قانون انجمن احباب اور قانون ہم در و واج غرض کوئی قانون یا روک ایسی نہیں ہے جیسے مذہبی روک سزا دی جاتی۔ اگر مذہب کی اس سب سے عظیم الشان حکمت علمی پر زمانہ حال کے فلسفی قبضے اڑا دیں تو وہ جانیں اور ان کی عقل بے ساختہ بھی ناب ہو جائے گی۔

(برین عوقل و دانش بیا بیک گزشت)

المقدمۃ الرابعۃ

(قرآن شریف کیونکر جمع کیا گیا)

شریف ایک ہی بار نازل نہیں ہو گیا بلکہ وقتاً فوقتاً جیسی ضرورت پڑتی گئی اُن کے پاس یا یہ سورتیں قرآن مجید میں نازل ہو گئیں یا یہ کتابک کہ تقریباً ۲۳ برس کی مدت میں پورا ہو گیا۔

اے معنی فصیل شہر کے ہیں جس سے شہر محدود ہو جاتا ہے اسی مناسبت سے قرآن مجید کی آیات معنیہ اور سورہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

یہ میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں انہیں سے بجز انیس کے جسکے ابتداء میں حروف مقطعات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی نام سے موسوم نہیں کیا۔ جبکہ نام سورتوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ ہر سورہ کے پہلے لکھے۔



عمری آنحضرت

جب قرآن نازل ہوتا تھا یعنی فرشتہ خدا کی وحی پیغمبر کو سکھاتا تھا اور پہرہ اپنے گروہ کے سامنے پڑھ دیتا تھا جو کہ کلام اللہ کی سورتیں نہایت فصیح اور بلیغ ہوتی تھیں اور انکی فصاحت و بلاغت میں ایک اور ہی روحانی چاشنی مضمون ہوتی تھی دوسرے اس چاشنی میں معنی اور مطالب ملے ہوئے تھے وہ معنی اور مطالب کہ تمام جہان کے فضلا جمع ہو کر دیسی ایک آیت نہیں بنا سکتے تیسرے خدا کا بیاراجی اپنے دلی سچے بہرے ہوئے جوش سے خوش لہجگی میں لوگوں کو بڑبڑکھانا دے اور پہرا نہیں آتا وہ کرے کہ تم اس قول پر ایمان لاؤ اور اس پر عمل کرو اس میں بہت فائدہ ہے اور ہمیں اسی سے نجات دارین حاصل ہوگی تو پہرہ پہناؤ وہ کیوں نہ ان قیمتی اقوال کو حفظ یاد کر لینگے۔ ان کے حفظ یاد کرنے ہی پر بہرہ دہ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ دخت کے پتوں اور چڑھوں پر ان آیتوں کو لکھ لیا جاتا تھا۔ دختوں کے پتوں کا نام سنکر شاید لوگ جو کینکے کہ جو کچھ پتوں پر لکھا جائے اسکو قیام نہیں رہ سکتا اسلئے کہ جہاں پتہ خشک ہوا اور ضائع ہوا وہ تیس بیس برس تک ہرگز سلامت نہیں رہ سکتا اسلئے یہ لازم آتا ہے کہ مورخوں نے غلط کہا ہو یا پتوں پر لکھا ہوا ضائع ہو گیا ہو مگر نہیں یہ بات نہیں ہوتی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ جن پتوں پر قرآن شریف لکھا ہوا تھا اسکی حقیقت یہی تھی کہ یہ پتے نہ تھے جو معمولی درختوں کے ہوتے ہیں بلکہ وہ خاص درختوں کے ہوتے ہیں جنکی مختصر کیفیت اس جگہ پر بیان کرنی مناسب ہے۔

کاغذ کی ایجاد سے پہلے لکھنے کے کام میں اور دوسری مختلف چیزیں جو صاف اور ہموار ہوتی تھیں لائی جاتی تھیں جیسے کے تختے فلزات کے پترے جانوروں کی دباغت دی ہوئی کھانسی اور اکثر درختوں کے چکنے اور چوڑے پتے زمانہ قدیم میں آجکل کے کاغذوں کی جگہ استعمال کئے جاتے تھے۔

اگر زمانہ کی اس ابتدائی حالت پر نظر کی جائے کہ جب تک دنیا کی زبانوں نے تقریباً پندرہ سو برس پہلے ہی پر قبضہ نہیں پایا تھا تو اسوقت ان سامانوں کی جگہ ہلکے پھلکے کھین منار کھڑے ہوئے مل تے ہیں کہیں سٹون استادا اور سر کشیدہ نظر آتے ہیں کہیں پل اور سرائے وغیرہ بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں غرض کہ اس قسم کی ادبیت سی نشانیان اور علامتیں تھیں کہ جسے پورا پورا وہ ہی مطلب نکالا جاتا تھا کہ جواب تحریر سے نکالا جاتا ہے چنانچہ کسی بات کے یاد رکھنے کے لئے اسبات کو بجائے نوٹ تک میں نوٹ کر کے کے حد تک لوگ ہندوستان میں اپنے بند میں گروہ دے لیتے ہیں یا چینی اپنے ہاون کی ایک لکھ میں گانٹھ دے لیتے ہیں یا شامی اپنی انگلیوں کی ایک سادہ انگلی سے انار کر دوسرے ہاتھ کی انگلی میں جس میں پینے کا ان کے ہاتھ دوسروں میں ہے یہاں لکھتے ہیں اس سے وہ ہی کام نکال سکتے ہیں کہ جو ایک نوٹ کو کسی تحریر میں یاد دہانے والا جاتا ہے۔

زمانہ قدیم میں تھے کہ پتوں پر لکھا جاتا تھا تو دنیا میں کہیں کاغذ کا نام نہ تھا نہ اسکی ایجاد نہ تھی نہ اسکی کھوپڑی کے زمانہ میں شاید تحریر کا رواج نہ تھا اس لئے مشہور و معروف سبوتاہ کر کے لکھتے تھے۔

مختلف ملکوں کے لوگ مختلف چیزیں لکھنے کیلئے استعمال میں لانے لگے۔

مانٹ فیکینجے ایک بہت پرانے زمانہ کی کتاب کا ذکر کیا ہے کہ وہ سیسے کے آہٹہ ورقوں پر لکھی ہوئی تھی اور وہ آہٹوں ورق ایک جگہ پر چھپوان پڑے ہوئے تھے۔

ہر ایک دور اپنا ایک سیسے کے پترے متروک ہوئے اور ان کی جگہ دوسرے فلزات کے پترون پر حروف کندہ ہوئے اور پھر کثرت یہی پترے مستعمل ہونے لگے۔ چنانچہ رومنہ الکبرا نے لے لوگ تاریخی واقعات پتیل کے پترون پر کندہ کر کے رکھتے تھے اور سکا حجاز عرب میں ہی اسی زمانہ میں رواج ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے قبائل نے شیخ اور بڑے بڑے دل چلے سورما اپنے بہادر ہی کے حالات پتیل کے پترون پر کندہ کر کے بطور یادگار رکھتے تھے اور اسی پر ان کو بہت بڑا ناز ہوتا تھا ایک نوجوان اپنے ابا کی انجمن میں فخر ایہہ بیان کیا کرتا تھا کہ میرے باب نے یہ کیا اور میرا دادا ایسا بہادر تھا اور سنداؤہ ان پتیل کے پترون کو پیش کرتا تھا جبکہ محقق نوٹ تاریخی لکھی یا کندہ کئے ہوئے تھے۔ کلاؤیس کی اسپیسج بھی پتیل ہی کی پترون پر کندہ کی ہوئی ابھی تک اس کے لائٹیس ٹاؤن ہال میں بحفاظت تمام رکھی ہوئی ہے۔

یہودیوں روم اور سبارٹا والوں میں جو باہم صلہ نامے لکھے گئے تھے وہ بھی پتیل ہی کے پترون پر کندہ کئے ہوئے بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے ملکوں سے قطع نظر کہ عرب میں یہی کمی نیست تھی جو مسلمانان نے بالتقریب لکھی ہے ابھی چند سال کا عرصہ ہو کہ سلطان عبدالحمید نے (خدا اسکے سلطنت کو اسکی) بہادر مغربی کے ساتھ ترقی دے اور وہ امیر سے زیادہ زمانہ تک قسطنطنیہ کے پُر شوکت تخت پر سلطنت کرے چار پتیلیں کے پترے پر تاریخ ہزار پندرہ نو خریدے تھے جو پھر حضرت امیر اسماعیل علیہ السلام کی پسند و عقیدت لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ذکر اوقات اخبار قسطنطنیہ میں لکھا ہوا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کسلا رواج ہو گیا تھا اسکا ہندوستان میں بھی رواج تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ کسی جاگیر کی سند تانبہ پر کندہ کی ہوئی ننگال کے قریب کہوڈر نکالی گئی تھی جبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت سے ایک صدی قبل کی تاریخ کندہ ہے جب ملتان کا قلعہ انگریزوں نے فتح کیا ہے تو اس کے قریب جو زمین چار پترے کہوڈر نکالے گئے ان پر جو کچھ کندہ تھا وہ حضرت مسیح سے پانچ صدی پہلے کا تھا اور اس میں ایک خزانہ کی بشارت دی گئی تھی جو بعد ازاں کہوڈر نکال لیا گیا جتنے خزانہ کی تعداد ان تانبے کے پترون پر کندہ تھی اس قدر خزانہ دستیاب ہوا۔ جب فلزات کی بہت کثرت ہوئی تو لوگوں نے درخت کی چھال پر لکھنا شروع کیا نہ صرف چھال سے بلکہ پتوں سے ہی وہ کاغذ کا کام لینے لگے۔

رومنہ الکبرا نے کے باشندے درختوں کے اس نازک پوست کو لکھنے کے کام میں لائے تھے کہ جو بیرون

چہال اور اندرونی مغز کی درمیان ہوتا تھا۔ اپنی زبان میں وہ لوگ اسکو لبر پوریتے تھے، اسکی  
سے زبان لاطینی میں کتاب کا نام لبریکہا گیا ہے اور نیز پورپ کی اور دوسری زبانوں میں  
لبریری (کتاب خانہ) اور لبریرین ہی اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن انگریزی زبان کا لفظ  
کہ جسکی معنی کتاب ہیں اسکا مشتق منہ ویش زبان کا لفظ یاگ ہے یہ اس زبان میں ایک  
کا نام ہے کہ جو دھماکے میں بکثرت پیدا ہوتا تھا اور لکھنے کے کام میں لایا جاتا تھا۔  
کتا بون کے ساتھ لفظ لیف یا ورق جو استعمال کیا جاتا ہے اس سے یہہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ  
زمانہ میں درختوں کے پتے ہی کاغذ کا کام دیتے تھے۔

چنانچہ جریرہ سراندیب اور سندوستان کے جنوبی حصہ میں ابٹانے یا ٹیل یا آریا میں لکھے  
کھجور یا ٹاٹکے خاندان میں سے کسی درخت کے پتے اس زمانہ کی انسانی کے طور پر پائے جاتے ہیں  
میں عبدالرحمن ثانی کے پاس کیے تھے ایسے موجود تھے اور جو اس نے بڑی قیمت دیا۔ یہ  
قرآن شریف کی آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی آپ کے کسی باوقار  
مبارک کی لکھی ہوئی تھیں بعضوں پر چھوٹی چھوٹی آیتیں پوری پوری سترہ تھیں ان پر  
اس زمانہ میں جو کاغذ مرغ میں ان کو انگریزی زبان میں پیپر بولتے ہیں اور یہہ لفظ بھی مشتق  
ہیپرس سے مصر میں رہا ہے نیل کے کنارہ پر اس نام کے درخت اکثر سے لکھتے تھے۔  
اور دوسری چیزوں کی یہی زیادہ لکھنے کے کام میں آتے تھے۔

ساتویں صدی میں جب ساسن لوگ (عرب) مصر پر قابض ہوئے ایران کا ہلالی چند افرو  
لکھا تو اسوقت سے ان لوگوں نے اپنی برآمدیک محنت موقوف کر دی۔ مصر سے ہیپرس کی نکاس پندہ  
ہی مالک یورپ میں لکھنے کے لئے سامان کا ہمہ پہنچا شکل چرگیا گیا اور اسارگن لوگ ہیپرس  
بند کر کے اہل یورپ کو زمانہ موجودہ کے کاغذ بنانا سکھانے کے باعث ہوئے۔

یورپ میں اول اول کاغذ اسی زمانہ میں روئی سے بنایا گیا تھا یورپ میں کاغذ بنانے کا طریقہ  
کے اس طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ سنہ ۷۰۰ کے اس طرف کا کاغذ سمیرقند میں قائم تھا۔

آٹھویں صدی عیسویں میں جب سارگن نے اسپین کو فتح کیا تو جہاں اپنے ساتھ اور علوم و فنون لے  
تھے یہاں یہہ کاغذ سازی کا فن ہی وہ ہی اپنے ساتھ لائے تھے اس فن کے سیکھنے میں ہی اہل  
مسلمانوں کے شاگرد ہیں۔ یعنی عرب ہی ان کے استاد ہیں۔ اسی صدی میں عہد ناموں دستاویز  
اور دوسری ضروری چیزوں کے لکھنے کے لئے پارچینٹ یعنی مسی کا رواج ہوا۔

یہ کاغذ کے استعمال کو جو ایک نامعلوم مدت سے چین کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ  
اور مانس کے گودے سے کاغذ بنایا کرتے تھے ممکن ہے کہ پہلی صدی ع کے بعد ان کو یہ بات نصیب

اس سے قبل اسکا پتہ کہیں نہیں لگتا بلکہ تحقیق سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ نفیوشیس کے زمانہ تک وہ قریب کی اندرونی جہاں کو رومہ الکلبہ کے لوگوں کی طرح لکھنے کے کلم میں لاتے تھے اس سے یہہ بات ثابت ہو گئی کہ درخت کے چو دریاے نیل کے کناروں سے حجاز عرب میں لاتے جاتے تھے لکھنے کے کام آتے تھے۔ علامہ ہتون پر لکھہ لینے کے جانوروں کی ہڈیوں اور ٹیکریوں پر لکھہ لیتے تھے۔ اور یہہ ٹکڑے لوگ بجا طاعت اپنے پاس رکھہ لیتے اگر ان کو کہیں سہو ہوا وہ پہلے تو وہ ان ہتون سے اپنی سہو فاع کر لیتے تھے۔

پیرا رواج عرب میں حفظ یاد کر لینے کا تھا مگر اس حفظ یاد کرنے میں یہہ ہوتا تھا کہ جبکا حافظ قوی ہوتا تھا اسے تو خوب صحت اور ضبط کے ساتھ یاد رہتا تھا اور جبکا حافظ قوی ہوتا تھا اسے ایہ ضبط سے یاد رہتا تھا اور اسوجہ سے اختلاف قرات پیدا ہو گئے تھے۔ کیسکو واو کی جگہ غے یا در گئی کیسکو زیر کی جگہ زیر کی سکون کی جگہ تشدید اور کچھ شبہ نہیں کہ ایہی ہوتا تھا کہ کوئی شخص بزبان یاد رکھنے میں کوئی کلمہ یا آیت بھول گیا۔ یا کوئی غیر کلمہ اسکی زبان پر چڑھ گیا جو در حقیقت اس میں نہ تھا غصہ زبانی یاد رکھتے ہیں جو امور کے مطابق فطرت انسانی پیش آسکتے ہیں اس زمانہ کے لوگوں کو یہی پیش آتے تھے مگر یہی ہی کم ہوتا تھا۔ وہ لوگ یعنی وہ عرب جو رسول مقبول پر ایمان لائے تھے اس پاک ذات پر وہ ایسے دلی فریفتہ تھے اور ان کی توجہ اپنے سب سے پیارے نبی کی طرف ایسی ہوتی تھی کہ جہاں کوئی آیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی اور انہوں نے بزبان کر لی۔

زیر کی جگہ پیش اور پیش کی جگہ زیر کی یہی کہیں کہیں کہی کسی شخص سے غلطی ہو جاتی تھی لیکن جب یہہ غلطی ہوتی تھی وہ مکی نہ تھے یہہ ایک بدیہی امر ہے کہ اہل زبان سے یہہ صریح غلطی نہیں ہو سکتی قرآن شریف جب اہل عرب ہی کے محاورہ اور ان ہی کی زبان میں نازل ہوا پھر کیا وجہ تھی کہ کہیں زیر کی جگہ زیر اور سکون کی جگہ تشدید یاد رہتی یا نہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آیت کا کوئی کلمہ یا لفظ بھول جائیں ہم اپنی زبان کی اگر کوئی کتاب یاد کریں یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم عبارت کا کوئی جزو بھول جائیں لیکن شاید یہہ کہیں نہ ہو گا کہ ہم زیر کی جگہ زیر یا زیر کی جگہ زیر کہیں گے۔ ہمارے نبی آخر الزمان کے پیرو حضرت عیسیٰ کے مقلدین کے مانند گیلیلی کے چھالی والے محض کذہ ناتراش تو تھے ہی نہیں کہ وہ اپنی ادبی ہی زبان میں زیر زیر پیش سکون و تشدید میں کچھ فرق نہ جانتے۔ اور اگر یہہ ہی فرض کریں یہ ایسا ہوتا ہی تھا اور جو فقہین اس طرح واقع ہی ہوتی نہیں ان کے درست کرنے والے یا تو وہ لوگ جو نہایت ہی صحت و ضبط سے یاد رکھتے تھے یا وہ متفرق لکھنے ہوئے پرچے تھے جو قرآن نازل ہونے کے وقت لکھ لے جاتے تھے غصہ زبانی غلطیاں قرآن شریف کی بار بار کی تکرار سے صاف ہو جاتی تھیں۔ لوگ عالم کے رحمت نبی اکرم پر ایمان لائے تھے اور اپنے ہادی کی زبان وہ قرآن شریف کی آیتیں یاد رکھ کر کرتے تھے یہی شب و روز ان کی درو زبان رہتی تھیں ان کو کسی قسم کی ٹھکر ہی حاصل کر نیکی

فکر تو یہی ہی تھیں کہ قرآن شریف پڑھنے کا وقت انہیں نہ ملتا بلکہ اور یہنا بچونا ہی قرآن شریف تھا یہاں تک  
 نکاح ان میں مہر بھی قرآن شریف کی آیتوں کا بندھا کرنا تھا۔ اس زمانہ میں ایک عصمت پناہ خاتون کا ذکر ہے  
 کہ اسے قرآن شریف ایسا ضبط تھے ساتھ یاد تھا کہ وہ انجیل کی عموماً باتیں قرآن شریف ہی کی آیتوں میں کیا کرتی  
 تھی۔ بار بار قرآن شریف میں اس تہذیب سے لوگ اور یہی بدشیاں ہو گئے تھے کہ سچی اور یہودی اپنے پیغمبروں  
 کا کلام تحریف کر کے سناتے ہیں اس سے اور یہی قرآن شریف کے یاد کرنے میں جان لڑانی پڑتی تھی اور وہ لوگ  
 اپنا پورا وقت قرآن شریف کے حفظ یاد کرنے میں صرف کرتے تھے کہ کسی شیوہ کا حفظ یاد کرنا اور اسکو ضبط کے ساتھ  
 یاد رکھنا زیادہ دلچسپی پر موقوف ہے کیا تو اس کلام سے الفت ہو کہ جو وہ حفظ یاد کرتے ہیں اور کیا جس کا  
 کلام ہو حفظ یاد کرنا ایسا اس پر ذلیفہ معان دو حال ان میں بہت جلد حفظ یاد ہوتا ہے اور پھر وہ ضبط بھی  
 رہتا ہے۔ عموماً شاعر و اسکالنا حفظ کیا ہے ہر اہو شعر کو اس شخص کی نسبت کہ جبکو شاعری سے شکر  
 کہنیں سے اور وہ شعر سے دلچسپی ہی نہیں رکھتا اس کا حافظہ بہت اچھا ہے جلدی یاد کر لیتا۔ یہہ ایسی فطری  
 بات ہے کہ جس سے کوئی بشر انکار نہیں کر سکتا۔ روزمرہ کے تجارب میں اس بات کی پوری صداقت دیر سے میں  
 محسوس ہوا کہ ایسا ہی ضعیف کیوں نہ ہو بہرہی وہ چیز جو سہولت سے ہضم ہونے والی نہیں ہے اگر اسکو کھانے کو دل  
 چاہے لگا اور رنجیت کہا یا جائیگا وہ ضرور ہی ہضم ہو جائے گی چھپن میں جو باتیں کہ معرکہ کی ہوتی ہیں وہ سو  
 برس کی عمر تک ہی ویسی ہی یاد رہتی ہیں گو یا ہم نے ایسی دیکھا یا سنا ہے یا ہمیں اسکی کیفیت ہی گزرتی  
 پھر کوئی ممکن ہو سکتا ہے کہ اہل عرب محض قرآن کو بار بار کی تکرار کے بعد ہی یاد کر سکیں گے اور ان کی  
 یادداشت میں کچھ نہ کچھ خامی ہی رہ جائے گی۔

ہندوستانی آئندہ آئندہ نو برس کے بچے کس فرشتے تھے ان شریف حفظ یاد کرتے ہیں اور کس آبادی سے  
 جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر سناتے ہیں جب ان ہندی بچوں کے پڑھنے اور حفظ یاد کرنے میں یہ غلطی نہیں  
 ہوتی کہ وہ زیر کی جگہ نہ براویکون کی جگہ نہ دیدیول جائیں اور اوکی جگہ نہ استعمال کیوں تو بہرہ  
 کیونکہ سمجھ میں آئیگا کہ اہل زبان ایسی دراز قیاس غلطیاں کرینگے۔ مان اگر یہ غلطیاں سرزد ہوتی ہوں  
 ہتین تو یونانی اور شامی لوگوں سے ملکر ملکی عربان کی غلطیاں فوراً صحیح کر دیتے تھے۔

مگر جب آنحضرت کی وفات ہوئی تو حضرت صدیق اکبر کو اس بات کی فکر ہوئی کہ پراگندہ اہل اہل ہندو  
 قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دیں یعنی ایک جلد میں کر دیں کیونکہ اگر کئی دور میں نظریں تو ریت و بھلا  
 کی طرف آئندہ سی ہتین اور آپ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ان الہامی کتابوں کی کیا لگت بن رہی ہے یہ لوگ  
 اپنے مطلب برآرمی کے لئے ان کتابوں کو کیا غارت رہو کر رہے ہیں حضرت ابو بکر نے ایک دن مکہ منورہ  
 میں بہت بڑی انجمن کی اور اپنی رائے حضار مجلس کے سامنے بیان کی بہت غور و تامل کے بعد یہ قرار پایا  
 کہ ضرور قرآن شریف ایک جگہ جمع کیا جائے تاکہ اختلاف نہ پڑے پس یہاں ثابت نئے وہ تمام پرچے

جبر قرآن شریف لکھا ہوا تھا جمع کئے اور اپنے معصرون سے جہنم قرآن شریف بخوبی یاد تھا اور جو شخص  
جید حافظ مشہور تھے مدلی اور نیز جن کے پاس متفرق پرچے تھے ان کو اپنے پاس کے ہلکے ہوئے پرچوں سے مقابلہ  
کیا اور اس طرح تمام قرآن شریف جمع ہو گیا۔ اور پھر لکھ لیا گیا حضرت عثمان کے وقت میں دین محمدی کی اجماعت  
دور دور عالمکین ہو گئی تھی اور بلاد دور و دست پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اس لئے صرف ایک قرآن کا مینہ  
ہی بین ہونا کافی نہ تھا حضرت عثمان نے اس قرآن کی جو ریڈا بن ثابت نے جمع کیا تھا نقلین کین اور دور  
دور کے ملکوں میں بھیج دیا۔ یہہہ کارروائی بہت مفید ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں یہہہ تھا کہ کسی کو کوئی سورۃ  
یاد تھی اور کسی کو کوئی سورۃ یاد تھی کسیکو چار سو تین یا دہ تین اور کسیکو پانچ کسیکو ایک کسیکو آدھی اس کی  
ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کو بتدریب من اولی آخرہ قرآن شریف یاد تھا۔

یہ سب باتیں ہمیں اس بات سے آگاہ کرتی ہیں کہ اگر انجیل کی طرح دو تین صدی کے بعد قرآن شریف جمع کیا  
جاتا تو بزرگ ایسی سخت کا احتمال ہی ہوتا۔ یہہہ ایک ایسی دشمن بات ہے کہ اسے جاہل سے جاہل ہی سمجھ سکتا ہے  
کہ ایک انجمن میں ایک لیکچرار لیکچر کر رہے اگر اس وقت اسکا لیکچر کسی جلدی لکھنے والے نے لکھ لیا تو تو خیر لیکچر کا کچھ  
نہ کچھ انداز گفتگو اور اسکی قابلیت یا اسکا منشا معلوم ہو جائیگا لیکن اگر کوئی شخص اس وقت تو لیکچر لکھنے نہیں  
اور بعد ازاں بیس برس دو برس تین برس میں اسکو لکھنے بیٹھے تو کیونکر وہ پورا لیکچر یا لیکچر کا کئی سالم حصہ  
لکھ سکتا ہے۔ میرے خیال میں اگر وہ صحیح ہے تو یہہہ محض ناممکن ہے خواہ سنے اور لکھنے والا کیسا ہی زبردست  
حافظ رکھتا ہو پھر ہی ایک بڑی تقریر کا سلسلہ دار یا درکنہ فطرت انسانی کی حالت سے تو بالکل خلاف  
ہے ثانی اگر ایک آدھ بات ہو تو اسکا مضامین نہیں لیکن دو تین گھنٹے کی سلسلہ دار گفتگو بھی یاد نہیں رکھتی  
اور جس بزرگ کی پرچ کو دو تین صدی گذر گئے ہوں نہ سنے و نہ سمجھے اور نہ ان کے جاننے والے رہے بلکہ میری  
بشخص گذر گئیں پھر اس کتاب کی صحت کی نسبت جو عیسائیوں نے تکلیف اٹھائی ہے اور ایسے دفاتر  
کے وفاتر سیاہ کئے ہیں اور اپنے وقت کے ساتھ اپنا بے تعد اور پیہ خراج کیا ہے وہ سب کو نہیں  
بے نتیجہ ہیں۔

تقصیب کی دوسری بات ہے اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو انہیں صاف آشکارا ہو کہ جن کتابوں پر ہمارا  
عمل ہے یہہہ آپس میں کیسی مختلف ہیں برخلاف قرآن شریف کے کہ اس مقدس کتاب میں وہ ہی عبارت  
ملیفط وحج کی گئی ہیں کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سرزد ہوئی۔

جب قرآن شریف ہزاروں نقل کر کر اگر حضرت عثمان غنی نے تمام بلاد دور و دست میں تقسیم کر کے تو وہ  
علیہ بیان جو نسبت اسقاط یا اضافہ کلمات کے زبانی یاد کہتے والوں کو پڑھی تھیں بالکل جاتی رہیں مگر  
پھر بھی کسی قدر اختلاف قرات باقی رہا۔ اسکی وجہ بہت بڑی یہہہ تھی کہ جب تک جتنے قرآنوں کی شاعت  
ہوئی تھی اور اتنے جتنے قرآنوں کی تلواد ہوئی تھی وہ کوئی خط میں لکھے گئے تھے۔ بین نہ نقطے ہوتے تھے



نہ اعراب بہرہ امر تو تسلیم ہی کرتا پڑ گیا کہ عرب اپنی مادر می زبان ہونے کی وجہ سے بلا تکلف قرآن شریف کو  
 صحیح پڑ سکتے تھے اور ان کی زبان میں ہرگز غلطی نہ ہو سکتی تھی مگر پھر بھی بلحاظ قواعد صرف و نحو عربی یا اہل عرب  
 کے روز و رات کے مطابق ایک لفظ کو بیہ سے پڑھو تو وہی معنی نہیں ہو سکتے ہیں اور اگر کہ سے پڑھو پھر وہ  
 ہی مفہوم نکلتے ہیں اور اگر تشدید سے پڑھو تو وہی معنی صحیح میں اگر سکون سے پڑھو پھر وہی وہی معنی نکلتے ہیں  
 چنانچہ اس قسم کے اختلاف قرات باقی رہ گئے۔ یہ اختلاف قرات بہت ہی خفیف اور کم ہے وجہ یہ ہے کہ وہ  
 الفاظ جو اس فرقہ کے ہوتے تھے جنکی کیفیت اور بیان کی وجہ سے یہ کم تھے یہ اختلاف ایسا اختلاف نہیں  
 کہ اس الہامی مفہوم یا مقاصد میں کچھ فرق اگر پڑتا یا اس سے ایسے معنی بدل جائے کہ قائل کی مرضی کے خلاف سمجھ لیا  
 جاتا ہے یہی علما نے اتنے سے خفیف اختلاف قرات کے انہا دینے میں کوشش کی اور وہ کوشش یہی کہ علما نے  
 اسے غلط فہمیاں جمع نہ کر دیں قرآن شریف پر عربی لکھائے یہاں تا یاں نے یہ اختلاف قرات ہی بالکل نہاد یا اور ارباب سے ایک قرات  
 تھیں قرآن شریف کی بہت پڑ سکتا عالم اور جان کا فاضل عربی ہی تکلفی سے پڑ سکتا ہے اور وہ تو قرآن ہی قرآن کا  
 اسکے سوا ایک اور بھی اختلاف قرات ہے جو عرب کے مختلف قوموں کے لہجہ اور محاورہ زبان سے علاقہ کرتا  
 ہے یا جو اختلاف گنواروں اشرا فون اور پڑ ہے لکھون اور جالون کی زبان میں ہوتا ہے اسکو اختلاف  
 قرات پر منسوب کرنا جائز نہیں ہے اور نہایت بجا ہے۔ کیونکہ وہ قرات نہیں ہے بلکہ اختلاف تلفظ ہے  
 جسکو انگریزی زبان میں پروننسی ایشن کہتے ہیں۔

تلفظ کے اختلاف سے نہ لفظ کے معنی بدلتے ہیں اور نہ مفہوم میں کچھ فرق آتا ہے فرض کرو کہ اگر انگریزی زبان  
 کا لفظ سیو آل لائی زیشن بولینگے تو وہ ہی معنی تمدن نکلیں گے اور اگر سیو یل زیشن کینگے تب ہی وہ ہی  
 مفہوم ہو گا۔ یاں صرف مخاطب کو تنکام کی غلطی معلوم ہو جائے گی اچکل جابل عرب کہہ اور مدینہ میں قل  
 کو قل کہتے ہیں کیا قل کہنے سے ان کا مفہوم بدل گیا نہیں بلکہ وہ ہی امر کا صیغہ کہہ کے معنی میں سمجھا جا گیا  
 اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ تلفظ کے اختلاف سے مفہوم اور لفظ کے معنی نہیں بدل سکتے اور  
 اگر یہ ہی فرض کیا جائے کہ عربی زبان میں صد ہا الفاظ ایسے ہیں کہ صرف زیر زبر کے تبدیل سے کچھ  
 کچھ معنی ہو جاتے ہیں یہ صحیح ہے لیکن جو لفظ جس موقع پر استعمال ہو گا وہ ہی سمجھ میں آ گیا جابے اسکے  
 اعراب میں اور تلفظ میں کچھ ہی غلطی کیوں ہوں۔

غرض کہ یہ سبھی ثابت ہو گیا کہ اختلاف تلفظ یا اختلاف قرات سے قرآن شریف کے مفہوم یا بارانی مقاصد  
 میں کچھ فرق نہیں آ سکتا جو شخص زبان عربی کا عالم ہے اختلاف قرات اور اختلاف تلفظ کو خوب سمجھتا  
 ہے مگر جنہیں عربی ادب یا صرف و نحو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان عالم محضوں کی تقلید کرنا چاہیے  
 ہیں کہ جو بہت بڑے عربی زبان کے فاضل گزرتے ہیں وہ وہ مطلب نہ کہ یہی نہیں پوچھ سکتے۔

این رکہ تو میردی ہر گز نہایت

کا منہ ہونگا۔ تو بیت اور صحیفہ انبیاء کے قلمی نسخے جواب دینا میں موجود ہیں وہ آپس میں نہایت مختلف ہیں اگرچہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی بلکہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ صرف تحریف لفظی ہی نہیں کی بلکہ وہ کتابیں جنہیں شریف معنی یا تحریف لفظی کا چمکا ہے سرسے بنائی ہوئیں اور گہری ہوئی ہیں۔ انہیں چاہے وہ کیسا ہی تغیر و تبدل کریں ہادی ہی کا لکھا ہوا ہے شاید ہزار لفظوں میں لفظ ربانی یا الہامی ہو۔ اسپر عیسائیوں نے جب یہہ دیکھا کہ ہماری کتابیں غلط ثابت ہو رہی ہیں اور ہم پر دہم و ہام سے لوگ اعتراض پر اعتراض کر رہے ہیں تو انہوں نے یہی اس امر محال کے اثبات پر کوشش کی ہے کہ قرآن میں تحریف ثابت کریں اور انہوں نے اپنی اس ناشدنی سعی میں یہاں ہونے کو تین امر پر استدلال کیا ہے اول اختلاف قرات پر حیکا بالنقصیل اور مذکور ہوا دوم شیعہ مذہب کی ایسی روایتوں پر جنکو خود شیعہ ہی تسلیم نہیں کرتے جنہیں کذاب اور ایک گروہ کے طرفہ اور ایوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن میں اور یہی آیتیں یا سورتیں حضرت علی یا اہل بیت کی شان میں ہیں جو جامعین قرآن نے داخل نہیں کیں۔

سوم ان لغو اور یہودہ روایتوں پر جنہیں بعض آیات متروک التلاوة یا منوخ التلاوة کا ہونا بیان کیا گیا ہے اور جنکو شریرا و بد مذہب آدمیوں نے شہرت دیا ہے۔

عموماً مذہب عیسائی کے علما جاہل شیعوں کے اقوال کو بہت کچھ اپنے اعتراضوں کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور یہ خوب بغلیں سجاتے ہیں کہ مذہب اسلام ہی ایک گروہ الہامی ہے کہ جو قرآن شریف میں تحریف لفظی تسلیم کرتا ہے اور یہہ یہی کہتا ہے کہ اس میں بہت کچھ گھٹا بڑا دیا گیا اور یوں ہوا اور دون ہوا۔ مگر یہہ ساری باتیں اگر عیسائی علما بغور ملاحظہ کریں گے تو انہیں یاد رہے گا معلوم ہوں گے کیونکہ شیعہ گروہ میں جتنے بڑے بڑے علما گزرے ہیں وہ ہرگز نہ تحریف لفظی و معنی کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ لعن ہو اس شخص پر کہ جو قرآن شریف میں تحریف مانے اور اس میں کسی قسم کا کچھ فرق سمجھے چونکہ یہہ موقع نہیں ہے کہ میں تمام جہان کا روناٹے پھوں یہاں تک کہ میرا مطلب یہی ساقط ہو جائے بلکہ میرا مطلب یہہ ہے کہ میں تاریخی حالات قرآن مجید سے بحث کر دوں اور سمجھا دوں کہ جو شخص اس میں تحریف قائم کرنا چاہتا ہے محض کندہ نازش اور شریر نفس ہے۔

عیسائی اس قول سے زیادہ استدلال لیتے ہیں اور وہ یہی بعض جاہل اور نا سمجھ شیعہ گروہ کے اقوال سے کہ اس میں سے حضرت علی اور اہل بیت کی شان میں جو آیتیں ہیں ان کو حضرت ابوبکر یا عثمان نے اڑا دیا مگر یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ کہوٹے کے بل پینس جب ہی تک کو دسے گی کہ جب تک کہوٹا گھٹا ہوا ہے اور جب کوٹا ہے اگر گھٹا تو بہر پینس کہاں کی کہاں پہونچے گی۔ یہہ بات ایسی بے بنیاد اور مہمل ہے کہ جس پر بحث کرنی ہی غریبان کے خلاف ہے بہر ہی عوام کے سمجھانے کے لئے مجبوراً ہم قلم اٹھاتے ہیں۔

ان شریفین میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس میں زیادہ دو باتوں پر بحث کی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ  
 نوٹوں کو ذرا یاد کیا ہے اور کہیں بشارت دی گئی ہے اور کہیں تمثیل کے لئے کسی نبی کی امت کی مغضوبی اور  
 مذمت کی حالت بیان ہوئی ہے اور دوسرے خداوند کے جلال اور بقدر اسکی صفات کا نقشہ کھینچا گیا ہے  
 چونکہ قرآن شریف صرف ہدایت و اخلاق کے لئے نازل ہوا ہے اسلئے اسکو کسی خاص شخص کی تعریف سے کچھ تعلق  
 نہیں ہو سکتا یہ نہ تو فی قصیدہ ہے نہ کوئی ایسی بیاض ہے کہ جس میں کسی کے خال و خط سے بحث کی گئی ہو  
 نہ کوئی ایسی کتاب ہے کہ حکما مقصود کسی خاص شخص کی صفت و ثناء کرنا ہوا ہے نہ جو کچھ مذکور ہے وہ خداوند  
 کے اوامر و نواہی میں لایا ہے کہ وہ دوسرے نکر و پیر ہی کسی شخص کی تعریف سے کچھ تعلق نہیں ہو سکتا اور دوسرے  
 اریہ بات یہی تسلیم کر لی جائے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت علی یا اہل بیت کی تعریفی آیتیں نکال لیں  
 تو انہیں اپنی تعریف کی آیتیں قرآن شریف میں داخل کر لیا محاذ تھا۔ اور وہ کر سکتے تھے لیکن جب یہ نہیں  
 ہوا تو صاف ظاہر ہوا لیا ظہار یہہ نہ رہتا ہے دوسرے ایک بڑی دلیل یہہ ہے کہ حضرت علی کو تو  
 وہ آیتیں جو ان کی نسبت یا ان کی شان میں قرآن شریف میں موجود ہیں ضروری یاد ہون گی انہوں نے  
 اپنے زمانہ خلافت میں کہ جب حضرت صدیق اکبر موجود تھے نہ کنڈر ان دی فیتقل حضرت عمر خلیفہ ثانی زندہ  
 تھے اور نہ حضرت عثمان حیات تھے۔ پھر جب انہوں نے زید بن ثابت اور عثمانی قرآن کو تسلیم کر لیا تو اس  
 صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی شریف سے پاک پایا۔  
 چند شریر نفس اور اسلام کے دشمنوں نے جو ظاہر اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور درحقیقت وہ نصرانی  
 تھے دس پارے قرآن شریف کے انہوں نے اپنی طرف سے تصنیف کئے اور ان کو اگر وہ لکھنؤ میں طبع ہو  
 کر ادیا مگر نام طور پر انہوں نے اسکی اشاعت نہیں دی پھر دس برس کا بیان اسکی لقیم ہوئیں۔ جون ہی  
 دس پارے جو ایک جلد میں طبع ہوئے تھے مسلمانوں کے علما کی نظر سے گزروے پھر جو صرفی غلطیوں کو  
 ہر مار ہوئی اور روزمرہ عرب کی جدا غلطیاں نکالی گئیں وہ پارے ضائع کر دئے گئے اور اس امر کو پتہ نہ  
 کے طور پر رکھ کر چھوڑ دیا وہ پارے مجھے ہی میرے ایک دوست نے دکھائے تھے جسکی پہلی ہی سطر میں سات  
 غلطیاں صرف و نحو کی تھیں اس قسم کے شریر نفس لوگ ہوئے ہیں کہ جو اپنے کو کسی مذہب کا مشہور کر کے  
 اسی میں رختہ اندازی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کی یہہ کوششیں ناشدنی ہوتی ہیں اور آخر کار انکو  
 یہہ شیطننت کھل جاتی ہے۔ عیسائیوں کو اسی قسم کے لوگ یا ایسی بے معنی تحریروں مذہب اسلام کے  
 خلاف مل جاتی ہیں جنہو وہ پیوئے نہیں سماتے اور یہہ جانتے ہیں کہ میں وہ باتیں معلوم ہو گئیں ہیں  
 کہ جسکی تردید و تکذیب کوئی نہیں کر سکا۔ اور یہی باتیں مخالفوں کے مقابلہ میں جاری ہوتا رہیگی۔  
 قرآن شریف کی عبارت ہی میں ایک بہت بڑا معجزہ یہہ ہے کہ اگر تمام جہان کی عربی تصانیف کو جمع کیا  
 جائے اور اسکی عبارت سے مقابلہ کیا جائے تو زمین اور آسمان کا فرق معلوم ہوگا کسی بڑی سی بڑی عبارت

اگر ایک جملہ ہی قرآن شریف کا آجاتا ہے تو وہ ایسا چمکتا ہے کہ عیسے پتھر لٹکر کے ٹکڑوں میں چمکتا ہو چلا  
 بڑا سو اچھو جس کے جابلوں کی طرح بلا سمجھے ہی قرآن شریف پڑا ہے وہ ہی قرآن کی طرز عبارت اور غیر قرآن  
 میں تیز کر سکیگا جب نبوی احادیث کی عبارت اور قرآن شریف میں زمین و آسمان کا فرق ہے پھر اور  
 تحریر کا یا عربی عبارت کا خواہ وہ کسی جید فاضل ہی کی کیوں نہ ہو کیا ذکر ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ جو شخص قرآن شریف کے تاریخی حالات پر جو نہایت صحیح بلکہ اصح میں نظر کرے گا  
 تو وہ تحریف کا کبھی قابل نہیں ہو سکتا یہہ تاریخی حالات مسلمانوں ہی کے ہاتھ کے ہونے نہیں ہیں  
 بلکہ غیر قوموں نے ہی لکھے ہیں۔ جنکو بلاشبہ وہ ہی نفوس دیکھتے ہیں کہ جو تعصب خالی ہیں اور جنہیں  
 تحقیق سے غرض ہے۔

قرآن مجید کے اختلاف قرات کو اور تو بہت و صحف بنیاء و زبور و انجیل کے اختلاف عبارت کو کیا  
 قرار دینا دیدہ و دانستہ نہ صرف غلطی کرنا ہے بلکہ انصاف کا خون کرنا اور اپنی علمی قابلیت کو ہٹا لگانا ہے  
 ریورنڈ مسٹر ٹارن مختلف عبارتوں کا ذکر لکھتے وقت لکھتے ہیں: ”دو بار زیادہ مختلف عبارتوں میں صرف  
 ایک عبارت صحیح ہو سکتی ہے باقی خواہ تو دیدہ و دانستہ تبدیل کی گئی ہو مگر یادہ نقل کرنے والوں کی غلطیاں  
 ہو گئی“ پھر وہ یہودی اور عیسائی کتب مقدسہ میں اختلاف ہونے کے چار سبب لکھتے ہیں اول لکھنے والی کی  
 غفلت یا غلطی۔ دوم جس نسخہ سے نقل کی گئی ہو اسکا غلط یا ناقص ہونا سوم نقل کرنے والی کا بلا کافی دست  
 سند کے اصل عبارت میں اصلاح دینا۔ چہارم دیدہ و دانستہ کسی خاص ذوق کے تائید کے لئے عبارت کا بگاڑ  
 دینا۔ پس قرآن مجید کا کوئی ہی اختلاف قرأت ان حالتوں میں سے کسی حالت کے ساتھ ہی مناسبت  
 نہیں رکھتا۔

نہ قرآن شریف کی یہ گت نبی کہ جو صحف بنیاء کی نفس پرست ترجموں یا ناقولوں یا مضافوں کے ماتوں سے  
 بنی ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پہنچے ہی قرآن شریف جو مختلف پرچوں میں  
 لکھا گیا تھا جمع کر دیا گیا نہ اس کے نقل کرنے میں غلطی ہوئی اور نہ اسکی بے انتہا اور بے تعداد نقلوں میں  
 کسی قسم کا اختلاف ہوا۔ جو کتاب تیرہ سو برس سے ایک ہی چلی آئی ہو اور اسکی ایک حرف میں بھی تفاوت  
 نہ واقع ہوا ہو اسکی نسبت ہرزہ درائی کرنی آج کو پیشانی اٹھانی ہے۔

علاوہ اس کے عیسائیوں نے قرآن مجید کی تحریف ثابت کر لیکو جن مذکورہ بالا مخروجن پر بہت دلال کیا ہے  
 اور جو حشج فی نشہ غلط ہیں ان کی غلطی ثابت کرنے پر ایک طوائف بحث کرنے سے زیادہ تر یہہ مختصر بات  
 بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ جس نبی عیسائیوں نے تحریف قرآن کا دعویٰ کیا ہے اس طرح دعویٰ  
 کرنا بمقابلہ ان مسلمانوں کے جو دعویٰ تحریف نقلی کا یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں کرتے ہیں  
 صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسلئے مسلمانوں کا یہہ دعویٰ ہے کہ جن عاریوں نے پیغمبروں کے نام سے کتابیں تصنیف

لیکن یا انہوں نے اپنے معبرون کے اقوال کو منضبط کیا اور پھر مختلف صدیوں میں اہل نقل کی گئی تو انہی نقل کرنے والوں نے اپنی طرف سے الفاظ اور عبارتوں کی عبارتیں گھٹا بڑھا دیں جبکہ عیسائیوں کے برے ترے علمی استخراج سے ثابت ہو چکا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک تحریف کے معنی میں تغیر و تبدل کے اور تحریف کے معنی میں ہجرت ہے ایک چیز کا اسکی سچائی سے یہی معنی امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں۔ در التحریف التغیر والتبدل۔ التحریف ہوا لہذا الشرح من حقہ، مگر کتب مقدسہ کی نسبت جو تحریف کا لفظ مسلمانوں میں مروج ہے اس سے اصطلاحی معنی مراد ہیں اور وہ یہ ہے کہ جان بوجہ کر اور قصد کر کے کلام الہی کو اسکی اصلی مقصد اور سچے مطلب سے دوسری طرف پھیرنا۔

جو تحریف کے یہ معنی تو بہت واضح ہیں نہ کہ قرآن شریف پر اسکی شہادت بہت بفرشوں سے سچی علمائے دی ہے جسکا مختصر ذکر ہم اپنے تیسرے مقدمہ میں کر آئے ہیں مثلاً بعض یہودیوں نے یسنی ٹیکہ قصداً تحریف لفظی کی ہے جیسے کہ سامروین نے درس ۳ باب ۷ کتاب ہستی میں بچائے در عیال کے پہاڑ کے گزم کا پہاڑ، بنا دیا ہے یا جیسے دینا رسیچون نے جان بوجہ کر تحریف کی ہے مثلاً انجیل مارک باب ۱۳ درس ۳۲ میں سے بعض الفاظ نکال ڈالے ہیں کیونکہ وہ ایرون کے مذہب کی تائید کرتے تھے۔ اور لوک کی انجیل کے باب ۵ درس ۳۵ میں کچھ لفظ پڑائے گئے ہیں اس سے ہے کہ مذہب یونی شتیہ کی تردید و تکذیب ہو اور اسی انجیل کے باب ۲۲ کا درس ۴ بعض نسخوں میں سے نکال ڈالا ہے تاکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت میں شبہ نہ پڑے۔

اور متی کی انجیل باب ۱۸ میں سے لفظ ہم بستر ہو دیں اور ۲۵ میں سے اُسکا پہلو ٹٹا، نکال ڈالا ہے تاکہ حضرت مریم کے ہمیشہ کنواری رہنے پر شبہ نہ پڑے۔

بہلا کوئی بتائے تو ہمیں کہ قرآن شریف میں یہ گھٹا بڑھاؤ کیا ہوا اور کس نے کیا قرآن شریف کی ہر آیت ہر لفظ ایسا متنازع ہے اور اس میں کچھ ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ کسی شخص کے قول سے مل سکتا ہے اور نہ اس میں اپنی طرف سے انان کچھ گھٹا بڑھا سکتا ہے خدا کا اور ان کا کلام تو علیحدہ سمجھ میں آتا اور پہچانا جاتا ہے

پس اگر کوئی عیسائی اسکے مقابلہ میں قرآن کی تحریف کا دعوے کرنا چاہے تو اسکو خلاف قرأت یا روایات غیر مسلمہ اہل مذہب کا پیش کرنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان کے مقابل جب ہو سکتا ہے وہ یہہ دعوے کرے کہ جو قرآن زید ابن ثابت نے جمع کیا تھا اسکی تحریف کے بعد یہہ آیت یا یہہ سورۃ قرآن میں سے نکال ڈالی گئی اور یہہ آیت یا یہہ کلمات اس میں بڑھا دیے گئے ہیں یا یہہ صیغے یا یہہ اعراب تبدیل

کر دئے گئے ہیں۔ عیسائی علماء نے بہت رفتاراً کہ کس طرح زید ابن ثابتؓ نے جو قرآن جمع کیا تھا اس میں  
 شریف ثابت کرین لیکن نہوسکا اور آخر وہ آگے بڑھ کر اناب شناپ یہہ ہاتھ مارنے لگے کہ زید ابن ثابتؓ  
 نے جو قرآن جمع کیا تھا اس میں گھٹا بڑھا دیا ہے مگر معترض صاحب نے دعویٰ کی کوئی دیکھا نہیں کرتے  
 تھے نہ کسی ایسے موقع پر جب تک مخالفین کوئی دوسرا قرآن شریف جو زید ابن ثابتؓ کے قرآن شریف سے اختلاف  
 رکھتا ہو پیش نہیں کر سکے ہرگز ان کے دعویٰ کی وقعت نہیں ہو سکتی جب اولدیشہ ثابت یعنی عید  
 اور یزید شہادت یعنی عہد جدید کی کتابوں پر خود کتابوں کی طرز تحریر سے اعتراض کئے تو دنیا کی بادی  
 اپنی شرمندگی شانے کے لئے قرآن پر لاتے سید ہے اعتراضات جمانے لگے اور ابانے خیال میں گوا  
 آہنوں نے الزامی جواب دینے کے لئے اپنے کو مضبوط اور مستعد بنا کر کہا یا مگر وہ خوب یاد رکھیں کہ ان  
 کا الزامی جوابات دینے کے لئے یوں مستعدی ظاہر کرنا کچھ ان ہی کے مستعدوں کے سامنے وقت پیدا  
 کرتا ہوگا لیکن اسکے مقابل میں ایک تحقیقی پسند طبیعت خواہ اسلامی گارنٹ سے وہ فرین ہو یا نہ  
 یہ ضرور کہیں گے کہ یہ الزامی جوابات محض بے بنیاد ہیں اور ان میں کسی قسم کی صداقت نہیں پائی جاتی۔  
 زید ابن ثابتؓ نے جو قرآن جمع کیا تھا اور جواب ہر مسلمان کے ہاتھ میں اور دل میں موجود ہے وہی قرآن  
 جمید ہے جو وقتاً فوقتاً ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے ثابت کرنے کے لئے ہر  
 مختصر عبارت لکھنی کافی ہے۔ یہ بظاہر ہے اور اس کا اعتراف سچی علمایہ کرتے ہیں کہ جیسے محمدؐ کو  
 کے صحابی اپنے بنی بر جان قرآن کرتے تھے اور پسینہ کی جگہ خون گرانے کو موجود تھے کسی گزشتہ  
 بنی کو ایسے دوست پیدا نہیں ہوئے جو وقت حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے پر وہی لیکے ہیں حبیب  
 آپ کے دوست تھے سب کا فور ہو گئے تھے حالانکہ حضرت عیسیٰ نے اپنے معتقدین یا حواریوں کو بات  
 اور بہادر بنانے کے لئے یہ حکم کیا تھا کہ تم سب تلواریں خرید لو پھر ہی عین صلیب کے وقت ایک ہی  
 نہیں دکھائی دیا اور سب چلے گئے برخلاف ہمارے بنی کے کہ عظیم الشان معرکوں میں ہی صحابہ نے  
 اپنے پیارے بنی کا ساتھ نہیں چھوڑا جب بنی کی ایسی محبت اس کے صحابہ کے دلوں میں ہو اور وہ  
 نہایت ذوق و شوق سے وقتاً فوقتاً قرآن شریف کی آیتیں حفظ کرتے رہے ہوں اور پھر بنی کی وفات  
 کے بعد وہ دور و دراز بلاد اسلام میں چلے گئے ہوں پھر یہ کہونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ جو قرآن زید ابن  
 ثابتؓ نے جمع کیا تھا اگر وہ صحیح نہیں ہوتا تو وہ لوگ کیونکر تسلیم کر لیتے وہ اپنی جان دیدینا ایسی بڑی  
 بات کے آگے کچھ مال نہ سمجھتے تھے۔ زید ابن ثابتؓ یا حضرت عثمانؓ کی ایسی حکومت تو تھی ہی نہیں  
 کہ جیسے ایک جاہل بادشاہ کی ہوتی ہے بلکہ وہ حکومت سبک تہی ہر مومن خلیفہ کے کاموں  
 پر آزادی سے اعتراضات کر سکتا تھا خلیفہ سوائے اسکے کہ مختلف جنگوں میں پیشوا ہو اور ارکان  
 کے صلاح و مشورہ سے مومنین کی بہتری کی تدبیر سوچے پس اور اس میں کوئی نئی بات نہ تھی مومنین کے



مجاہد بن ابی ہاشم نے بلکہ سب اوفے مسلمان کے برابر تھا۔ خلیفہ وقت کی ان اہل انوار پر ہر چیز کی نیکوئی میں نہانی ہتھکنڈ ہوئی۔ وہ تمام سے اعتراضات ہوتے تھے یورپ کی کسی قوم میں ان کی آزادی نہیں ہے جتنے کہ مسلمانوں میں تھی۔ اسکی سند میں ایک مشہور واقعہ بیان کر کے پیش کرتا ہوں۔

میں فہم ہونے کے بعد وہاں کے مال غنیمت میں علاوہ امداد سامان و سہا کے میں کی مشہور مشہور ہادیں بھی آئیں جو اس زمانہ میں زیادہ چاہت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں ایک ایک چادر ایک ایک مسلمان سہا ہی کے ہاتھ آئی اور ایک ہی چادر حضرت عمر خلیفہ ثانی کنڈرات دی فقیہ کے حصہ میں پڑی سب اپنے اپنے کرتے بنائے حضرت عمر نے ہی اپنا کرتا بنا لیا۔ جمعہ کو آپ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے چونکہ آپ گرانڈیل شان و شوکت کے جہان تھے عربوں کو شبہ ہوا کہ ایک چادر میں خلیفہ کا کرتا نہیں بن سکتا ضرور مال غنیمت سے خلاف قاعدہ حصہ لیا باہم اشارہ ہی اشارہ میں ہو گیا اور وہاں ایک سہا ہی نے کہتے ہوئے لکھا کہ آج سے ہم نہ تجھے خلیفہ نہائیگی اور نہ تیری اطاعت کو رسول کی اطاعت سمجھیں گے اسلئے کہ تو جو رہی اگر تو جو رہیں ہوتا تو ایک چادر سے زیادہ کپڑا نہ لیتا۔ حضرت عمر بہت عصب و متعل سے عرب کی تقریر کو گوشہ گزار فرماتے رہے جب وہ کچھ کاواچے فرمایا اسے میرے بھائی تویح کہتا ہے ایک چادر میں بیک میرا کرتا نہیں بن سکتا نصف چادر مجھے میرے بیٹے عبداللہ نے بخوشی بخشی ہے میں نے خلافت خدا رسول اسکو دیا کہ اس سے چادر نہیں لی ہے یہ موجود ہے اگر میں سچا ہوں تو میری صداقت کی شہادت دیکھا۔ چنانچہ عبداللہ حضرت عمر کے صاحبزادہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے ہونے اور انقطاعی لمحہ میں داد کیا۔ میں نے بخوشی اپنی چادر میں سے نصف چادر اپنے پیارے باپ عمر کو دیدی ہے اسلئے کہ میرا کرتا ہے کے لئے نصف ہی چادر کافی تھی۔ یہ سننے ہی حاکم طوف سے آواز میں آئیں ہم تیری سبط اطاعت کرینگے اور تیری فرمانبرداری عین ایمان سمجھینگے۔

میں بہت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ جہاں عربوں کی یہ سہا ہوتی ہو اور ان کی رگوں میں آزادی کا خون یوں موجزن ہو تو یہ کیونکر یقین آسکتا کہ وہ خدا کے کلام میں جو محمد عربی کے ذریعہ سے ان کے پاس پہنچا ہو گہٹا کر دیکھینگے اور خاموش ہو جائینگے۔ یہ امر تو اب بھی ممکن نہیں ہے جس کردار مسلمانوں میں ایسی دندج جائے اگر کوئی آیت تو آیت لفظ ہی قرآن میں گہٹا کر دیا جائے اور جب تو تازہ تازہ اسلامی جوش تھا اگر زید ابن ثابت کچھ بھی گہٹا کر دیتے تو ایک غضب اسلامی بلاد میں برپا ہوتا۔ یہ سہل روایتیں کہ حضرت عثمان نے فلان شخص کی نعل سے زبردستی قرآن چھین کر جلادیا محض غلط اور بے معنی ہے کسی دشمن دین اسلام نے اپنے جلیے پیوے پھوڑنے کے لئے ایسا کر دیا ہو مگر ایک محقق اور دین نظر دیکھ سکتی ہے کہ یہ باس قسم کی اور مفید روایتیں جو بعض احادیث کی کتابوں میں نقل و اعباسیاد شامان غنی کے وقت میں فیلسوف اور حکام عربیوں نے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے

وربڑی بڑی عبادتیں کرنے پتے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے بہہ کا پتہ تیار کیا کہ الہی  
یسی باتیں حدیث وقفہ و تفسیر میں شامل کر دین جسے نہ صرف مسلمان ہی مغالطہ میں پڑ جائیں بلکہ انکی  
بین کے روشن چاند میں داغ آجائے اور ارکان دین اسلام متزلزل ہو جائیں کہی حدیث تک تو علمائے  
مکہ میں بند کر کے ان اصول پر اصول دین بچھ کر چلتے رہے اسلئے آج کے دن اسلام دائرہ وحدت  
کچل کر بڑبڑائی کی کہانیوں اور وظیفہ وظائف میں مقید ہو گیا وہ نہ بہہ خیالات جو اب مسلمانوں کے  
میں کہی آئے صدی تک مسلمانوں کے نہیں ہوئے پہری اس کا بہت بڑا اثر ہے کہ وہ روایں جسے  
اسلام بدنام ہوتا چلا تھا جوئی ثابت ہونے لگی ہیں اور انکی اصل حقیقت کہلنے لگی ہے ان  
باتوں سے جو ادب پر تحریر ہو گئیں یہ ثابت ہو گیا کہ زید ابن ثابت نے جو قرآن مجید جمع کیا تھا وہ ہی  
قرآن تھا کہ جو ۲۳ برس اور کئی مہینے محرم عربی ہر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔ میرے خیال میں اب ہر  
نوی شک نہیں رہا کہ زید ابن ثابت نے قرآن جمع کرنے میں غلطی نہیں کی زید ابن ثابت نے جو قرآن  
مجید جمع کیا تھا اور جسکی نقل حضرت عثمان نے کی تھی اس زمانہ میں قواعد رسم خط کے بخوبی منضبط نہ  
ہوئے تھے اور اس سبب بہت سے الفاظ زید ابن ثابت نے اسطرح لکھے ہیں جو ان قواعد رسم خط سے  
جو بعد کو منضبط ہوئے مختلف ہیں مگر ضرور اس خیال سے کہ جو کچھ زید ابن ثابت نے لکھا ہے اس میں  
تبدیلی نہ واقع ہونے پادے حضرت عثمان نے ہی وہی رسم خط رہنے دی تھی اور ایک بعد تمام مسلمانوں کے  
صرف قرآن مجید کی تحریر میں اسی رسم خط کو رہنے دیا اور یہاں تک اس میں غلو کیا کہ اس کے برخلاف  
رسم خط تحریر قرآن میں اختیار کرنے کو گناہ اور کفر قرار دیدیا۔

جہاں اتنا احتیاط کیا جاتا ہو تو پہر کیا یہ ممکن ہے کہ زید ابن ثابت نے کچھ گستاخا دیا ہو۔ ایسی سبب  
صدافت ہوئی کہ رسم خط کی غلطیوں کو ہی جو قواعد منضبط ہونے کے سبب پڑ گئی تھیں نہ بنایا آج تک  
اس سے زیادہ احتیاط کسی کتاب میں نہیں کی گئی۔ پادری جب اپنی کتابوں کی صداقت کی دلیلین دیکھ  
تو مجبور ہو کر وہ یہ کہتے ہیں کہ غیر لفظوں میں حضرت عیسیٰ کا مفہوم ادا کر دیا گیا ہے جب الفاظ بڑے گھٹے  
تو مفہوم کیونکر سلامت رکھتا ہے۔ یہہ صحیح ہے کہ ترجمہ کسی زبان کا نہ ایسا ہو کہ اصل اور ترجمہ میں  
نہ رہے جو الفاظ عبرانی یا یونانی کے ایسے ہیں کہ ترجمہ کرنے سے ان کے مفہوم بدل جاتے ہیں پہر کیوں ہر  
عبارتوں کی عبارتیں بدل جائیں گی جو یونانی یا حسن اصل زبان ہوتا ہے وہ غیر زبان میں ترجمہ کرنے سے  
نہیں رہتا۔ نا پستنا پ جب عہد عیسیٰ اور عہد جدید کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا اور اسکے ساتھ اصل  
جہاں کہ وہ کتابیں حواریوں نے لکھی تھیں نہ کہی گئی تو پہر سوائے غیر شہر اور غت رہو کے کیا سمجھ میں  
آسکتا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ یہی ہوتا ہے لیکن کروڑوں اصلی زبانوں میں موجود ہیں اور ان کی  
تعداد بڑھتی جاتی ہے اسلئے مترجم کہی مغالطہ نہیں ڈال سکتا جس پہلو سے دیکھا جائیگا یہی ثابت ہوگا

کہ قرآن مجید میں کچھ کہی جیسی بینہ کی تھی۔

فارسی مصنف فقیر سحر العلوم کہے "مذنب نے لکھا ہے کہ" مطابقت خط مصحف عثمانی برکاتب قرآن از جہات و بنی ست کہ اتباع صحابہ بر آن واقع شدہ است و مخالفت ابلغ حرام باشد و جمہور علماء و امامہ مذاہب اربعہ سینہ برین اند و ارتفاع آمدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیکتب ما احدا شہ الناس من الیہا فقال لا الا علی لہیہ لا و اور انہا فی علوم القرآن میں لکھ کر کہ "کان احمد یحرم مخالفتہ خط عثمان رضی اللہ عنہ فی وادیہ او الف او غیر ذلک۔"

امدادین یہ ان کا قول ہے کہ "اتباع المصحف فی ہجاء واجبہ من حق کائنات من ہجاء فہو کالطاعن فی تلادہ لا نصیہ بالہجاء تہی۔"

اور حقیقتہ البیان میں لکھا ہے۔ اگر کسی اعتقاد کند کہ بر موافق امام اپنے مصحف عثمانی بناید و نسبت ظاہر قلم او میں کر دیا شدہ بر اکر دہ لوح محفوظ بہمان طور نوشتہ شدہ است و نیز ہجاء صحابہ رضی اللہ عنہ بلکہ ہجاء رسالت معلوم صحابہ و بحر مل معلوم رسول نسبت خطا واقع میشود و زیادتی و کمی و کثرت حاصل می آید و این ہمہ قریب کفر است۔

اور کتاب ہجاء بن ابی عبد اللہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ "من خالف الامام صار فاسقا و دخل تحت لعنہ من کذب علی متعدد و اولیٰ تو متعددہ من الناس۔"

اور ایضاً صحاح میں لکھا ہے۔ "یکوہ قرآنہ القرآن من المصحف الذی یخالف ما خط ابن ثابتؓ ثابتہ و اور زید و سہ و دیگر بیان کرنے سے ہر طرف سے غرض ہے کہ جو قرآن زید ابن ثابتؓ نے جمع کیا اور جسکی نقل ابن عباسؓ حضرت عثمانؓ نے کی اس میں فصدہ برابر فرق نہ پڑنے پاوے چنانچہ انہیک قرآن مجید طرح محفوظ رہے شخص یہ بات قبول کر سکیگا اور اسکا اعتراف ہی کرنا پڑیگا کہ دنیا میں کوئی قلمی کتاب ایسی نہیں ہے قرآن مجید کہ تیرہ سو برس کے بعد ہی ایسی ہی موجود ہو جیسے پہلے دن لکھی گئی تھی۔ جس میں ایک شک کا فرق نہیں ہے۔ اور یہ وجود کیا کہ لاہون قلمی شے اس سے پہلے کہ میں اگر سب یکساں ہیں پھر کتاب کی نسبت یہ کہنا کہ اس میں یہی اس قسم کی تھوڑی سی کمی ہے جیسے کہ سلمان توحیدہ و انجیل بیان کرتے ہیں ایسی بات ہے جسے کوئی شخص نہ بت پرست نہ یہودی نہ عیسائی نہ سیاح کافر غرض کوئی یہی تسلیم نہیں کر سکتا سر ولیم مور صاحب بھی اپنی کتاب لائف آف محمد میں تسلیم کرتے ہیں کہ میں غالباً کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جسکی عبارت بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔

ولیم مور صاحب انتہاء جسکے تحت ایم اور متعصب ہیں پھر بھی انہوں نے مجبوراً اس بات کا اقرار کیا کہ کتاب یاں سو پیش ہے ایسی نہیں ہے کہ اسکی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو۔ ولیم مور جمہور نے محض غایت و بات پر مسلک ان کے ہاں نہ تسلیم ہو چکی ہیں ان پر عاید کر کے کہ کلم کہا

یہ سب کچھ پالنے والے نے وہ ناساتہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جو ایک مہذب کی زبان سے  
 نکلنا ہی نہیں ہو سکتے۔ ان کا ایسا قرآن مجید کی نسبت لکھنا عیسائیوں کے لئے بطور وحی کچھ جس پہلو سے  
 دیکھنا چاہو یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن شریف میں تحریف کا کہیں نام و نشان نہیں پایا جاتا اور  
 جو کتاب تہذیب و برکت کا ایک ہی صورت میں چلی آئی ہے۔ اور یقیناً قیامت تک یوں ہی چلی جائے گی۔ ان  
 تحریف مکن نہیں یہ بہت مختصر کیفیت قرآن جمع ہونے اور اس میں تحریف نہ ہونے کی بیان کی گئی مسلمانوں  
 کے لئے بہت لمبی و طویل بحث کی ہے اور بڑے بڑے کمال ثبوت اس امر کے دئے ہیں کہ قرآن میں کہیں کسی حدیث  
 میں قرآن نہیں ہوئی نہ ہونی ممکن تھی نہ کوئی کہ سکتا تھا نہ کسی نے کی نہ کرنے کی خواہش کی نہ ایسا گمان ہو سکتا ہے  
 احسن عالی دماغ عیسائی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ زید ابن ثابت نے جو قرآن شریف جمع کیا اور لکھا تھا وہ ان ہزار  
 نسخہ جو انہوں نے جو بعد از ان علمائے کبار دئے ہیں اس سے بھی مفہوم میں فرق آگیا ہے۔ یہ اعتراض عیسائی نے  
 اور جنہیں یہ ہے اسے قدر قابل تضحیک ہے کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر انگریزی عبارت میں کا (د)  
 کے لئے (ڈ) لکھا جائے (ڈ) لکھا جائے تو کیا عبارت میں کچھ فرق پڑ سکتا ہے پڑھنے والا جان پڑھے  
 اور قلم لکھو خود بخود دیکھ جائیگا کہ کیا شہر بچا عبارت کا مطلب خود اسے نہیں آئیگا اور اس میں ذرا ایسی حق  
 کرنے کا حق ہوگا مثلاً جیسے درج ذیل ہے۔

یہہ نشانات علامہ احوال کے ہیں جو آیات وغیرہ کے نشان کہلاتے ہیں۔

کوئی چھوٹا سا دائرہ آیت پوری ہونی کی نشانی ہے جیسے انگریزی میں فلٹاپ (۰) فقرہ پورے ہونے کی  
 نشانی ہے اور انجیل میں اسی سے آیت پوری ہونا سمجھی جاتی ہے۔

۱۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ اس کلمہ پر پھیر جانا اور اس کو آئندہ کے کلمہ سے نہ ملانا نہایت ضروری ہے۔

۲۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ اس کلمہ پر پھیر جانا اور اگلے کلمہ کو جدا شدہ کرنا بہتر ہے۔

۳۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ وہاں پھیر جانا جائز ہے۔

۴۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانا تجویز کیا گیا ہے مگر ملانا بہتر ہے۔

۵۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانے کی خصصت دیکھی ہے۔

یہ بات قرآن میں ان تین جو متقدمین نے اختیار کی تھیں مگر متاخرین نے سات اور بڑا دین  
 وقف کر دیا ہے۔

۱۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانا کہا ہے۔

۲۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانا کہا ہے۔

۳۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانا کہا ہے۔

۴۔ یہہ نشان اسلئے ہے کہ یہاں پھیر جانا کہا ہے۔

(ک) سب سے معنی کذا کہ ہے یعنی اور پر کا نشان ہے۔

(فلا) یعنی بوجہ فہم نہ کیے گیا ہے کہ یہاں شہیرا نہیں جاتے۔

یہ حال بہ سبب نشان علمائے قرآن سمجھانے کو بنا کے ہیں وحی سے نہیں لگائے گئے ہیں۔

قرآن مجید جب نازل ہوا تو عرب اپنے ہیچ میں پڑتے تھے جیسا کہ اہل زبان کا دستور ہے اور علامہ آقا  
مناجیح حروف کے ہوان کی زبان تھی وہ کسی نقطہ کو زور دیکر پڑھتے تھے اور کسی جگہ وقفہ کر کے کسی کو دیکر  
اور کسی کو تھکر کر کے چیلے عالون نے اسی خیال سے آیات اور وقفہ تقرر کیے ہیں مگر جب قرآن لکھا گیا تھا  
تو وہ ان اشاروں سے مراد نہا پس ہر نشان آیتوں کے کیس کو ان کے تسلیم کرنے میں مجبور نہیں کرتے۔

قرآن مجید کا نظریہ کلام اور اس کا مضمون خود بتاتا ہے اور ہر ایک محقق عالم بلکہ ہر ذی عقل و فہم اس کے  
معنی دریافت کر کے سمجھ سکتا ہے کہ کہاں مطلب ختم ہوا اور کہاں سے دوسرا مطلب شروع ہوا اور یہی  
سبب ہے کہ بعض علمائے ایک ہی فقرہ کو دو یا زیادہ ٹکڑوں میں منقسم سمجھا ہے اور اس کی دو یا تین آیتیں  
قرار دی ہیں۔

اور بعضوں نے کل فقرہ کو ایک ہی آیت سمجھا ہے اور اس سبب سے ایک عالم اسی ایک فقرہ میں دو یا تین  
آیتیں کہتا ہے۔ اور ایک عالم ایک ہی آیت ہی ہر ایک مفسر مجاز ہے کہ بلحاظ ربط کلام کے جہاں  
ختم چاہیے آیت قرار دے۔

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان نشانات کو اگر مٹا دیا جائے تو مفہوم عبارت میں جیسا کہ جاہل معترض سمجھتے  
ہیں کچھ فرق نہیں آسکتا چنانچہ زید ابن ثابت کے قرآن شریف میں یہ نشانات نہ تھے۔ اور ان کے  
ساتھ ہی چندان ضرورت بھی نہ تھی علمائے حرف اسلئے کہ غیر ملک کے شخص کو پڑھنے میں وقت نہ ہو اور  
تلفظ نہ کرنا پڑے یہ نشانات لگا دئے ہیں۔

جو وقت ہمارے آگے کوئی اردو کی کتاب کہی جاتی ہے اور اس میں نہ اس قسم کے نشانات ہوتے ہیں اور  
یہاں تک کہ نسخے بھی انہوں میں ہی ہم با سانی صحیح صحیح پڑھ لیتے اور ایک حرف کا بھی فرق نہ دیکھ لیتے  
نہ یہ ہمارے آگے کو بیانا ہو گیا تو آسانی کے لئے ضرور اعراب نشانات فقط لگا دینے پر تنگ ہو کر  
ان نشانات سے بھی اور کسی حالت میں مفہوم میں فرق نہیں واقع ہو سکتا۔

و آں شریف کی نسبت بڑے بڑے پادریوں کی رائیں لکھ دینی ہی ضروری ہیں جن سے یہ ثابت ہو گیا  
کہ عیسائیوں کے جدا مجد اور یادری کلان قرآن کی نسبت کیا عقیدہ کہتے ہیں اور ان کا کیا خیال ہے۔  
ہوں ہی قرآن کی شہادت ہوئی اور لوگوں کے ماتھے میں اس کی جلدیں آئیں اور اسی عرصہ میں مسلمانوں  
کی تعلیم سننے پورے میں کی تھوڑی بیدار ہوئے تو باہنیں ہی یہ نہ فکر ہوئی کہ قرآن شریف کا ترجمہ کر کے اپنے  
ملا کہ میں سراج دینا چاہیے۔

مسلمانوں کے ترجمہ کے نسبت خیالات بہت محدود دیتے وہ کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا نا جائز خیال نہیں کرتے تھے بلکہ کفر جانتے تھے کیونکہ یہ بات ان کے پیش نظر تھی کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتابوں کے ترجمہ کر کے انہیں کامل طور پر تحریف لفظی کر دی اور وہ سیکو اسل کلام اسد یا روح القدس کہتے ہیں اسطرح اگر قرآن کے تراجم میں کثرت ہوگی تو لوگ اصل قرآن کو چھوڑ دینگے اور ترجمہ ہی پر اوردار رہیں گے۔ سچائی کا میرے خیال میں یہ مسلمانوں کی بہت بڑی حکمت تھی کہ جب تک قرآن شریف کی اصل زبان میں کامل اشاعت نہ ہو جائے کبھی ترجمہ نہ کیا جائے چنانچہ یہی ہوا اور بارہویں صدی کے آغاز میں اس کے خلف زبانوں میں ترجمہ ہوئے پہلا کونواؤی اولفٹس پرست علما کے پسند سے نجات دینے کے لئے بڑے بڑے حامی دین علما نے ترجمے کئے اور برسوں کی قید سے رہائی دی۔ اور ہر مسلمانوں کا یہ خیال تھا اگر کبھی خواب خرگوش سے جاگے تب ہی اسطرح برجمع ہوا کہ قرآن شریف کا ترجمہ اپنی زبان میں کریں جسکو مسلمان مانع نہ آسکتے تھے۔ چنانچہ پہلا قرآن الیکٹریڈر متوطن برگزن کا ترجمہ کیا ہوا ونیس میں چھپا۔ اس کے اشاعت کے سنوں میں اختلاف ہے بعض نے ۱۵۹۹ء لکھا ہے اور بعض نے ۱۶۰۷ء اور بعضوں نے اسکی اشاعت کے ۱۶۰۷ء لکھے ہیں اس ترجمہ کے دیباچہ میں پادری صاحب نے قرآن شریف کی نسبت قرآن کے مطالب میں چاہے جو کچھ شبہ کیا جائے اور اسکو خدا کے کلام سے گرا کر محمد کی گہرت (معاذ اسد) تسلیم کیا جائے لیکن یہ تو ضروری ماننا پڑیگا کہ قرآن شریف جیسا تجھ نے بیان کیا وہی کا وہی ہے اور اسکی کسی آیت میں تورات و انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی۔ محمد کے پیروان نے اسکی سب سے زیادہ احتیاط کی ہے کیونکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی الہامی کتابوں کی بے تربی نے انہیں ڈرا دیا تھا ان کا بگڑا ہوا بنا ہو گیا کائنات اگر ہماری کتابوں میں یہی احتیاط کی جاتی تو ابکو ہم ہی اس دعوے کرنے کے قابل ہوتے کہ ہماری کتابوں میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔

یہ پادری اور مترجم الیکٹریڈر کا قول ہوا کتاب کی اس سزا دہ عہدگی اور کیا ہو سکتی ہے کہ غیر مذہب والا وہ ہی سخت متعصب اسکی صحت کی نسبت یہ پورے رائے دے دے اور آرزو کرے کہ اگر یہی احتیاط تھا کہ کتابوں میں برقی جاتی تو کیا ہی پہلا ہوتا۔ روشن آفتاب کی روشنی کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ان وہ شخص جس نے انہیں میری کوٹھری میں از خود بیٹھ کر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہو اور عہد آئید آرزو ہو کہ میں آفتاب یا اسکی روشنی نہ دیکھتا تو وہ دوسری بات ہے ایسے لوگوں کے لئے یہہ موزوں ہے

گر نہ بیند بر دوش پر چشم ۴ چشمہ آفتاب اچھ گناہ

انصاف یہاں ہے کہ آدمی کو کبھی حقیقت نہیں کرنا تا انصافی نہ صرف ہٹ دہرم کہلو اتی ہے بلکہ لوگوں کی آنکھوں میں وقت کہو دیتا ہے یہہ یہی درست ہے کہ اعلیٰ درجہ کا محقق کبھی متعصب نہیں ہو سکتا اسلئے تعصب کے معنی ہی بجا حمایت کرنے کے ہیں عالم اور محقق شخص خواہ اپنے مذہب کی عالم



وخت ہو یا ہو کہی خلاف کا شمس یا ایمان کے کچھ نہیں کہتے کہ وہ بھی لوگ ہو گئے ہیں انہیں نے اپنے باپ اور بہائی کے حافظوں کو نہیں چھپایا اور جو کچھ علم تھا صاف صاف کہہ دیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر قوم میں ایسے آدمی بہت کم ہوتے ہیں جو یہی لائق توصیف وہی کہتے ہوتے ہیں۔

یہ لوگ کے علم سے باوری سیل صاحب نے اگر نثری زبان میں ان شریف کا ترجمہ کیا تو پھر بھی ترجمہ بہت سمجھ اور درست مانا جائے لیکن بہت جلد سے غلط ہے جسکی نتیجہ اب کیا ہو سکتا ہے کہ یہ بھی اور ترجمہ سے غنیمت ہے۔ بعض جگہ حق کو عدا چھپا دیا گیا ہے اور بعض جگہ اصل افکار نہ سمجھا کر قرآن کے معنوں میں ذوق لگایا ہے۔ قرآن کی نسبت جو کچھ سبیل صاحب نے رائے دی ہے وہ اسی نہیں کہ جس پر مسلمان یا پیر مائے ہکمر ہو شیخین اور کچھ نہ کرین اسپر ہی ہمارے محقق عسائی لکھتے ہیں کہ سبیل صاحب نصف مسلمان تھے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ عیسائی بذات خود یہ جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص یہ نہ ہوئے بلکہ حق کو چھپائے کیونکہ جہاں کسی نے اسلام کی نسبت اچھی رائے دی اپنی رائے کیانے سبکی نسبت کچھ کچھ الفاظ کہے۔ تو وہ ان کی نگاہوں میں حقیر ہو جاتا ہے اسے وہ یہ کہتے لگتے ہیں اور وہ وہ الفاظ اسکی نسبت استعمال کرتے ہیں جسکا ذکر کرنا تہذیب کے تقاضا نہ ہے۔

اس ٹوٹی پھوٹی اور ضعیف الایمانی حالت میں یہی اگر مسلمان علما نے ہندوؤں کے وید کو الہامی کتاب کہہ دیا تو کسی مسلمان نے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لکھا مثلاً تیان جانان صاحب نے لکھا ہے: "کیا وجہ ہے کہ ہم وید کو کلام الہی نہ کہیں اسلئے قرآن شریف میں جب یہ دایت موجود ہے کہ ہم نے ہر ملک اور قوم میں ایک سے ایت کرنے والا بھیجا تو یہ کہہ دیا وجہ ہے کہ ہم ہندوؤں کی قوم میں نبی کا آنا اور اسکا ان کتاب دانا تسلیم نہ کریں نہیں ہیں مائیں پڑ لکھا کہ وید کلام الہی ہے اور اجہرا مجھذ رہی اور شیش جی وغیرہ وغیرہ یہہ غالباً نبی سے جو مخلوق میں۔ یہاں قایم نے کئے لئے پیچھے لگتے ہیں۔"

یہہ قول راہبان جانان صاحب کا ہوا اس عقیدہ پر یہی کسی مسلمان نے کہی ان کی نسبت کچھ نہ کہا بلکہ بہت سے مسلمانوں نے مزرا صاحب موصوف کی تائید کی ہے۔

دوسرا ترجمہ ایک فرانسیسی درویش صاحب نے فرانسیسی زبان میں کیا یہ ترجمہ ۱۸۷۲ء میں طبع ہوا اس کے دیباچہ میں درویش صاحب فرانسیسی زبان میں یہ لکھتے ہیں۔

"خوش نصیبی سے مجھے ایک ایسی کتاب کے ترجمہ کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے کہ جو تحریف سے پاک اور خالص ہو اس کے مضامین اور مطالب چاہے ویسے ہوں کہ جیسے اخیان کے ہیں مگر محاورہ سب الہامی کتابوں کا ہے اسلئے میں اس یقین پر عماد کرنا چاہئے کہ یہ کتاب جسکا حذف و تہذیب کے احکام سے پر ہے۔"

اس رائے سے یہی اتنا تو معلوم ہو گیا کہ باوری صاحب موصوف ذرا ان کو بلا تحریف تسلیم کرتے ہیں

پہن اس سے کچھ بحث نہیں ہے یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کا زبان ہوا ہے یا نہیں  
اسے تصدیق کیا تھا۔ پہن اس سے کچھ بحث نہیں ہے یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن میں جو یہ  
این ثابت کیا گیا ہوا ہے اور اسکو حضرت عثمان نے نقل کیا ہے ہر قسم کی تحریف سے بڑا ہے۔  
پہرہ عربی صارت ہے فرانسیسی زبان میں زبان مجید کا ترجمہ کیا جسکے دیباچہ میں بڑے شد و تندہ ہے  
میں قرآن بلحاظ علم ادب کے اہل شرق کی ایک بڑی شاعرانہ فصاحت معلوم ہوتی ہے اسکا اکثر حصہ  
قد مانے عرب کے موافق متقی اور مسیح عبارت میں لکھا ہے سبکد اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن قوم  
قریش کی نہایت فصیح زبان میں لکھا گیا ہے۔ یہ خاندان تمام اہل عرب میں سب سے زیادہ اعلیٰ تہ  
اور ذی علم تھا اگرچہ قرآن شریف زبان قریش میں لکھا گیا ہے مگر اس میں کہیں کہیں اہل انہوں کی  
بھی آمیزش ہے۔ یہ بات مانی ہوتی کہ قرآن شریف عربی زبان کا ایک نمونہ ہے لیکن جو شخص یہ  
تقدیر کرتا ہے کہ میں عمدہ عربی لکھوں تو وہ قرآن کی روش پر چلتا ہے اور وہ تمام صنائع بدائع  
استعارات سے بھر پور ہے۔ باوصف اس کے کہ قرآن بعض زبان کے سے غیر مفہوم اور اور معلوم ہوتا ہے  
مگر اکثر جگہ نہایت زبردست عبارتہ اور بلند نیالی خیال ہوتا ہے اور یہ مقودیت ایسا ہے کہ قرآن  
شریف ایسی کتاب ہے جسکی اشکال عبارات سے بڑھنے والا ہے بلکہ میرا بابت ہے اور ان کے  
صاحب حسن و یکسر رجوع کرتا ہے۔ اور آخر فریضہ ہو جاتا ہے۔ بانی خدا اسم سے میں کسی قسم کا خیال پیدا  
نہیں ہو سکتا اور نہ پیدا کرنا چاہئے کیونکہ جس اعتبار سے قرآن جمع کوا گیا اور اشکال کی عظمت  
کی حالت ہے وہ قابل تعریف ہی نہیں ہے بلکہ عسائیون کو سب سے زیادہ سبق حاصل کرنا چاہئے  
کہ اس طرح اہل امی کتاب کی سچی بزرگی قائم رکھنے کے لئے احتیاط کرنی چاہئے جیسے مسلمان کرتے ہیں  
فرانسیسی باوری صاحب کے قول تمام ہو گیا۔ یہ جو مرقوم ہوا ہے کہ کہیں ایسی عبارت الگ ہے کہ ہم  
اور وہ مسلم ہوتا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ عربی زبان سے عربی راقف نہ تھے اگر عربی زبان  
بناتے ہوتے تو یہ مہل فقرہ کہی اپنے انٹروڈکشن میں تحریر نہیں کرتے اور نہ یہ قابل مضحکہ  
فقرہ ایسے بڑے عالم کو لکھنا تھا۔

خیر ان کے اور خیالات قرآن شریف کی نسبت چاہئے جو کچھ مومن ہمیں ان سے بحث نہیں کر سکتے۔  
 دکھانا ہے کہ تعریف کو پادری صاحب نے ان مجاہدین نہیں مانئے اس مقدمہ میں یہی بیان کرنا  
 مقصود ہے۔

جب یہ راہ پر بدین اسودیا اہلی جزائے برائے کہ مکتوفیض اور لغت نہیں سمجھتا تھا، حقیقت قرآن شریف کی ایک ہی آیت دیکھ کر دانت نکوس دئے قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کا قابل ہو گیا۔

پھر اس نے سوچا باری اسکی عبارت کی عظمت کبارائے قائم کر سکتے ہیں۔

پہر پادری جی ایم روڈ دہلی ایم اے صاحب نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے قرآن کی ماہیت کو یوں لکھا ہے ”ہر حال میں قرآن کا ادب کرنا چاہیے کیونکہ اسکی بہت سی آیتیں تورات و انجیل کی آیتوں سے مطابقت کرتی ہیں اور مفہوم دونوں کا ایک ہے پس لامحالہ انہیں یہ کہنا پڑیگا کہ قرآن کا بہت بڑا حصہ الہامی ہے۔ اور اسکی صحت میں تو ہمیں کسی قسم کا شک نہین کرنا چاہیے کہ یہ تحریف سے پاک ہے جس طرح محمد نے تصدیق کیا اسی طرح جمع کیا گیا اور اس میں ذرا بھی فرق اگر نہ واقع ہوا۔“

اس فتح تل سے بھی یہ پایا جاتا ہے کہ تحریف نہین ہوئی جبکہ اعتراض کس دہم دہام سے پادری صاحب فرماتے ہیں قرآن کی صحت اور عظمت کی نسبت ہزار ہا متعصب عیسائیوں نے اسکی عبارت اور مطابقت کی بیوی کی دیکھ دیکھ مجبوراً تعریف کی اور اسکو انجیل کے عیسائی چپانا چاہتے ہیں مگر حق کی روشنی سات قفلوں میں ہو کر اور چمکتی ہے۔ مگر صاحب نے ان کی ماہیت بیان کرتے وقت لکھتے ہیں ”قرآن میں صرف احکام مذہبی اور تہذیب و اخلاق ہی کا ذکر نہین ہے بلکہ بجز ادقیانوس سے گنگنا تک قرآن مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے یہ نہین کہ اس میں صرف فقہی مسائل ہوں بلکہ قوانین دیوانی اور فوجداری اور درمضامین ہی اس میں درج ہیں اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے اعمال اور مال کی نسبت مقرر کئے گئے ہیں وہ خدا نے تمنا کی بنیاد پر خدا سے بنائے گئے ہیں یا تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے جس میں کہی بھی تحریف نہین ہوئی۔ اس میں قوانین مذہبی اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزا دی سب موجود ہے اور مذہبی رسوم سے نیکو حالات دینا تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجات روح ہے اور صحت جمالی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلافت اور نیکی اور بدی اور سزا کے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی ہے، اس لئے سے علاوہ فضیلت قرآن کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اور جیسے تحریف اور صحائف انبیاء میں ہوئی اس کو قرآن سے کچھ سہرا و کار نہین ہے۔“

پھر کون صاحب بہادر تحریر فرماتے ہیں ”قرآن شریف اصل میں انجیل سے بالکل مختلف ہے جیمن مسائل مذہبی ہی نہین ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جسے خدا کی یاد اور تہذیب نفسی موجود ہیں مگر ان حکایات میں کچھ لبط ظاہر ہی نہین معلوم ہوتا قرآن شریف اور کتب آسمانی کے مانند صرف امور مذہبی اور عبادتی پر حاوی نہین ہے بلکہ اس میں نظم و نسق ملکی کا بھی بیان ہے اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں ہی میں سے ہر قانون ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اسی کے موافق ہر ایک حکمرانی و ملکی فیصلہ ہوتی ہے، گو کون صاحب نے کوئی صاف فقرہ تحریف کے بطلان میں نہین لکھا لیکن ان کی مفہوم عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب خدا کی کتاب ہے اور اس میں جو احکام دئے گئے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کے زبردست احکام ہیں۔ رہا حکایات اور مختلف تذکرے میں ربط ہونے کی بابت جو تحریر کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ پادری صاحب کے علم ربط نہین آتا جو مسلمانوں

ایک بڑا اور وسیع علم ہے۔ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ نے انسان تک کلمات واحدہ سے  
 بنایا ہے بلکہ جسے جسکو علم ربط آتا ہے وہ دیر ہی سے یہ قول کی تصدیق کر لیا۔  
 میرے خیال میں جو کچھ تنہا یہ محقق طور پر قرآن کے جمع کرنے کی بابت اور اس میں اصل کسی قسم کی تھانف  
 نہ ہونے کی بابت تحریر کیا مطلب ثابت ہونے کے لئے کافی ہے۔ جو شخص انصاف کی لفظ سے دیکھے گا اسے اس  
 کا یقین ہو جائیگا کہ قرآن و انجیل و توریت میں بت بڑا فرق ہے جیسے قرآن کی صحت کی نسبت تنک  
 نہیں ہو سکتا اس سے بھی زیادہ انجیل کے صحیح ہونے میں تنک ہو سکتا ہے۔ تنک ہی نہیں بلکہ یقینی حد تک  
 ثابت ہو گئی ہے کہ توریت و انجیل ماننے کے قابل نہیں ہے۔ جب قرآن شریف تمام ان ہدایتوں کا مجموعہ ہے کہ  
 جو وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام کو گون کو کرتے رہے پھر کیا ضرورت کہ ہم اس کے آگے ایک شبہ کتاب کو مانیں  
 کہ ملی نسبت خیالی نے شبہ کی سیر ہی سے ہی آگے قدم بڑھایا اور شبہ درجہ ترقی پر چڑھ گیا کہ تنک حد متیق  
 اور عجز و تردید کی کتابیں باوجود یوں کی بنائی ہوئی ہیں جو کتابیں حواریوں نے لکھی تھیں ان کا ہی تو پتہ نہیں لگا۔  
 ورنہ یہ امر بہت شد و مد سے ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف تنک ہی قرآن شریف ہے جو محمد پر اترا اور اسکو  
 پیدائش کتابت سے بعینہ جمع کیا اور اسکی حضرت عثمان نے نقل کی اس میں ہرگز ہرگز جو حرف نہیں ہوئی اتنا صفا  
 ہے کہ جسے کسی نے بھی تصحیف کا ایسی کتاب کی نسبت خیال کرنا سخت بے ایمانی اور بغض ہے۔

## پہلا باب

محمد

(بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر)

یہ مصرع جس پاک اور مقدس نفس کے لئے استعمال ہوتا ہے جی اور برحق حقیقت اس ذات باریکات کی  
 ہوتا ہے کہ جو تنیک بہت بڑا نجات دہندہ ہے اور جیسے ایک عظیم الشان رفیع نام خدا کی باو شہادت میں  
 ہے اس میں نہ کسی قسم کا مبالغہ ہے اور نہ کوئی استعارہ ہے نہ کوئی تشبیہ جیوتی صورت اور غیر لیا  
 بن پینا کہ کہانی گئی ہے بلکہ اس مقدس نفس اور شاندار نبی کی اولوالعزم طبیعت مزاج کی شیرینی عافیت  
 نصیحت کی نجابت۔ اپنی امت کو خیر الامم بنانے کا جو شیلہ شوق۔ خدا کی سچی عطیت منوانے کا شرف اور  
 شرف عزم۔ مظلومین کی ڈھارس بندھوانے کا پر جوش خیال۔ تلم جہان کو سخت آفت و مصیبت  
 سے بچانے کا بشارت دہ وعدہ کا سچا فوٹو اتارتا ہے۔ جس نے اپنی ہرگز زیدہ خصائل اور عجیب و غریب  
 علم اور حلیمی سے خدا کی مخلوق میں یہہ ثابت کر دیا کہ میں برتر خدا کا نبی ہوں اور تمہاری نجات  
 کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

۱۲۰۰ء میں عیسوی کے آغاز میں مکہ کی دلکش شاہراہوں میں ایسے سداک قدموں کی شریفانہ

اہلسنت کی آواز معلوم ہوئی جس سے اطاعت و نافرمانی خلق و مروت پاکی جانی تھی اور سپردان قدم  
مینمت لزوم کی پر جذبہ اور شریف عنہم کی رفتاریے پاس کے جانے آنے والوں کو چونکایا کہ جو ان ہی شاہراہوں  
میں بولائے ہوئے اور اضطراب خیز قدموں میں چل رہے تھے ان کے چہروں پر تذبذب وحشت مایوسی اور حیرانی  
کے ہلکار ہو کر پہلو بہ پہلو اپنا حسرت ناک اثر ڈال رہی تھی۔ مگر جب انہوں نے اس مبارک آہٹ سے اپنی  
متوحش نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ ایک شخص عربی عامرہ باندھے ہوئے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا کسی خوش  
آئند مآرزو کا خواہش مند۔ کسی کے ریفارم کی پرچوش اور عالی ہم امید۔ اپنے ہی گوناگون تصورات میں متغیر  
۔ بخی نگاہیں کئے ہوئے جا رہا ہے۔ اس وجد انگیز نقاری حالت میں یہی کسی سلام کا جواب سی اسلاق سے دیتا  
ہے جتنا کہ ایک موطن کر سکتا ہے۔ اور گلی کے بچوں کے بے نتیجہ اور غیر بنیاد سوالات کا اطمینان بخش اور شیعہ  
جواب دیتا ہے لیکن براہین مانتا اور نہ کچھ کدورت طبع کی جھلکی اسکے بارونق اور نوزانی چہرہ پر عیان  
ہے۔ اونے سے اونے شخص سے یہی اسی ملائمت سے پیش آتا ہے کہ جیسے امیر سے امیر کو اپنی شفقت بہری باتوں  
سے خوش کرتا ہے۔

بیاضتہ مکہ کی شاہراہوں پر چلنے والے ان صفات پر نظر ڈالتے ہی ٹرسٹی یا الامین کا لقب دیتے ہیں  
وہ پاک نفس الامین ہی کا لقب پانے کے قابل تھا اور یہ مصرع جو پیشانی پر جگ جگ کر رہا ہے اسکا مصداق  
یہی محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

اس نے ایسی عزت اور محنت سے زندگی وسیع شاہراہوں میں قدم رکھا اور اپنی شرافت نہ زندگی کا وہ نوا  
جکارہ دکھایا کہ از خود اس کے موطنوں ہی نے بے اختیار آپکو صادق الوعد اور الامین کا خطاب دیا  
پہلے پہل اسکی وحدت بہری پر سچ کی سرگمانہ اور خوشیلی آوازوں نے قریشی عربوں کو جن کے ساتھ  
اسکی ایک ہی شہر میں پرورش پائی تھی جو نکایا اور وہ بیکارک اور بٹکر اور بٹھے مگر مخالفت کا دھواں  
میں اٹھ رہا تھا۔ حسد کی آگ طبیعت میں برترک رہی تھی کیونکہ انہوں نے اپنے خام اور بیہودہ مذہب کے  
کو کھلتا ہوا دیکھا اور ہرگز دیدہ بنی کی برق دبا دیر سائے والی آواز سے جو کفر والجا دکھیتی کو جلا دینے  
تھی اپنی کشت مذہب کو اس سے زیادہ کی کے ہلکار ہوتے ہوئے پایا۔ اپنی ان انجمنوں کو برباد ہوتا ہوا  
کہ چنان نفس پرست اور عیاش نفوس بینی دل کی غیر معمولی انگوں کی باگی دکھاتے تھے جہاں سے تہذیب  
کبھی کی سوگردانی کی تھی اور اخلاق و مروت کو تو گویا دمان سے چڑیاں چگ گئی تھیں۔ انہوں نے اپنے  
وجاہیر قواعد کو مٹا ہوا دیکھا کہ جن سے عام مکہ میں ایک مذہب چھوٹا ہوا تھا اسی قسم کی اور بہت سی شرشاک  
کہ جو عربوں کی گہنی میں ملی ہوئی تھیں ان سے انفرق ہوئے لگا۔ اس نے ایک حکم مجاہدی اور آخر الزمان  
سب پر تکلیف ہوئے آخر کہا تک ق کا نور چکا اور کذب کی ظلمت مٹ گئی اس زمانہ میں مکہ عرب کے  
میں بڑا نامور اور مقدس شہر مشہور تھا۔ کیونکہ اس میں آزادی اور عربی شرافت ہر فخر کرنے والی تھی

ہستی تھیں۔ یہی تمام جہان کی قوموں کی بازگشت تھا اور عین سالانہ عبادت کے لئے تمام عظیم الشان قبائل عرب جمع ہوتے اور علاوہ اپنی خاندانی عبادت کے فرائض ادا کرنے کے تجارت کی بھی خوب دہم دہم کرتی تھی کہ ایک تنگ شیبی پہاڑی کے شمال اور جنوب میں اگر واقع ہوا ہے۔ معرب کی جانب سے اسے پہاڑیوں کے سلسلے کے گہر رکھا ہے اور مشرق کی طرف سے بڑے بڑے سنگ لٹخ چٹانوں سے محیط ہے۔

کعبہ مکہ کے وسط میں بنا ہوا ہے گویا اس شہر کا مرکز ہے اسکی باقاعدہ شاہراہیں اسکے مضبوط اور مستحکم مکانات اس کا تالون ٹال جو مقدس مسجد کی پلیٹ فارم اور پہلا ہوا شہر کی مجسم بہت اسکی استواری اور غیر معمولی ترقی و تازہ گی آبادی اور سرسبزی کی شہادت دیتا ہے۔

مکہ ہمیشہ سے اسمعیل کے بیٹوں کی جاگیر میں تھا اور اسمعیل ہی کی اولاد کی حفاظت میں پشت پشت سے چلا آتا تھا۔ مگر جب یحییٰ نوہین والوں نے حملہ کیا تو اسمعیل کی اولاد کی قبضہ سے نکل کر جرہمیں کے پاس آگیا۔ عرب کی تاریخ میں یہ بھی بہت مشہور واقعہ ہے بڑی خونریز جنگ کے بعد اسماعیلیوں کو شکست ملی تھی۔ جب مکہ پر انہوں نے اپنا قبضہ کر لیا تو اپنا لقب مالک قرار دیا۔ تیسری صدی عیسوی کے ابتدائی حصوں میں کیٹے ٹائٹ قوم نے ایک خونخوار میدان کے بعد مکہ پر قبضہ کر لیا اور جرہمیں کو نکال باہر کیا۔ یہ قوم عین سے عروج پا کر نکلی تھی اس نے علاوہ مکہ پر قبضہ کرنے کے حجاز کے جنوبی حصہ کو بھی فتح کر لیا اور اسے بھی اپنا سکے جایا۔ اس عرصہ میں اسمعیلی جنہوں نے بہت کچھ معیشت اور سختی میں نوہین والوں کے ہاتھ سے اٹھائی تھی رفتہ رفتہ ترقی کرتے رہے اور ہوتے ہوئے یہاں تک ترقی کی کہ وہ پھر ایک ترقی یافتہ اور مضبوط قوم کی صورت میں تبدیل ہو گئے۔

عدنان نے جو اسمعیل کی اولاد میں سے تھا حضرت عیسیٰ سے ایک صدی پہلے نشو و نما پائی۔ جرہم خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی اور مکہ ہی میں اپنے قدم جما لئے۔ عدنان کا بیٹا معاذ بن اسمعیل بن کا بزرگ اور سردار بنا جو حجاز اور نجد میں رہتے تھے۔

ہمارے بنی آخر الزمان کا سلسلہ معاویہ سے ملتا ہے۔ یاد رہی چارلس فرسٹر صاحب اپنی کتاب محمد بن اسمعیل بن رلدین لکھتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ اسمعیل سے محمد تک کے نسلیں گزریں بعض تیس تیس یا پندرہ ساہتہ مگر اس میں سبکو اتفاق ہے کہ حضرت عدنان سے محمد تک اکیس پشتیں گزری ہیں۔ مان ہو رخن میں یہ اختلاف ہے کہ اسمعیل سے عدنان تک کی پشتیں گزریں۔

بہ خاندان قریش ہی تھا کہ جہین سے پانچ پشتوں تک شہر مذکور الصد کے حکام اور درگاہ کعبہ کے متولی تھے۔

مکہ کی عاتقین جو اہل اسلام میں سچے زیادہ مقدس سمجھی جاتی ہیں اور اسلام کی بنیاد سے پہلے وہ چوتھوں کی زیارت گاہ تھی اہل یوں کی کھڑکیوں میں عرب کے بین اور ان متولوں کے جہین چاندی کے چراغ آویزاں ہیں ان میں سے کئی کا زمانہ لگا ہوا ہے جہان سے جہت کا ہوا ہے تمام دیواریں بالکل تازہ سے سیاہ و شجر سے مٹی ہوئی ہیں اور اس کے پردہ میں طلائی ڈوریاں لگی ہوئی ہیں یہ پردہ ہر سال شاہِ روم کی طرف سے بدلا جاتا ہے وقت احب جنوں کے کہ یہ بیان میں ایک سیٹھ کا کہی بہ فقرہ لکھتے ہیں۔ درگاہ کا اثر اسی پر توکت عمارت کی شان۔ ندین پردوں سے چاروں طرف کی طرف سے لاکھوں یوں پھرتے نام جہان بدوحت کے ساتھ رہا ہے اس پر دیر بندہ خطے ایکے کت برتی ہے اور ان کے جوش کا اثر ناہل و جوش قدر



کے زمانہ اور اس وقت میں آپ نے عبدالمطلب اپنی تیرہویں اور پندرہویں سال سے بہت بزرگ ہوتے ہوئے جانے  
 جب عبدالمطلب کی بی بی نے اذان اچھادی اور اس کی خدمت کے متفرق و معزز عہدوں پر ممتاز تھی۔

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کو خداؤں سے کوئی نیکوئی نہ تھی کہ کہا تھا کہ اگر میرا یہ کام مکمل آیا تو میں اپنا بیٹا  
 یہاں بیٹا عبدالمطلب پر ڈالوں گا اتفاق سے وہ عبدالمطلب کی برائی اور اب وہ اپنے سب سے پیارے  
 بیٹے عبدالمطلب کو یہ نام سخت پر ہندوان کے قاتلوں میں لٹا کر فریج کرنے کے لئے مستعد ہو گیا۔ مگر اکابرین  
 کی آواز سے عبدالمطلب کو اس پر یہ نامی سے باز رکھا اور وہ آزاد رہی۔

{ اپنے سب سے بڑے ان کے کو فریج کرنے کے لئے اس کے عونس میں لٹاؤں گے }  
 { قبول لئے ہم انسانی پرست اپنے سے رضا مند نہیں ہیں }

ان کے لئے یہ بیٹے عبدالمطلب کی زبان کو بھادیا اور عبدالمطلب نے سوا و بیٹوں کی قربانی چڑھائی۔  
 عبدالمطلب نے عبدالمطلب کو بہت محبت تھی یہاں تک کہ اگر انہیں ہمارا بچہ کسی وقت بھی انکھوں کی آگے  
 سے نہ دیکھتا تو اس کو سب سے زیادہ اور ان کی جو عبدالمطلب کو دیوتاؤں پر تہاہر شخص باسانی خیال کر  
 ہون چاہتا تھا کہ اپنا بچہ کی ایسی اہمیت میں نہیں کہ جو اس کو تکلیف میں مبتلا کرے اور وہ اپنی انکھوں کی  
 لئے انہیں نہ کہانی سے مگر جب چہ وہ خداؤں کی عظمت اور صداقت ان کے دلوں میں ایسی بیٹھی ہوئی  
 تھی کہ وہ انہیں دل سے نکال دین اور نہ تو بت کر کو اپنے ہی ہاتھوں سے تڑاٹے ہوئے مصنوعی خداؤں کے پیر  
 میں لٹا کر فریج کریں اور ان نہ کریں۔ تو وہ محبت کیا کام دے۔

حضرت عبدالمطلب نے تین بیٹے اور شریف طبعیت تھے ان کے خیالات کو محدود ہتھے لیکن انہیں تنہا کو  
 کی وسعت بہت تھی یہ ایک جلیل صورت کے شخص تھے اور ان کی زندگی کعبہ کی خدمت میں صرف ہوتی تھی  
 عین عالم شہ باب میں ایک شادی آئندہ سب کی راکھی سے ہو گئی۔ جس سال عبدالمطلب کی شادی ہوئی تھی  
 عبدالمطلب نے علوم آفتوں کی چاروں طرف سے بہرہ ور ہو رہی تھی یہ سال وقائع مختلفہ سے بھر پور تھا۔ وہ قصہ  
 جسے ملک عرب کی بنیادوں کو ملادیا اور نوم عرب میں ایک ملک پر پاکر دی گورنر حبش کا حکم تھا۔ یہ  
 شخص شاہ حبش کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اس نے سنا پر ایک گرجا تعمیر کیا اور اس کو اور عبدالمطلب  
 عمارتوں میں افضل شمار کرنے لگا مگر ایک شخص نے اسے یہ مشورہ دیا کہ تمہارے گرجے کی عظمت قائم نہ ہو

عبدالمطلب نے وہ دیکھ کر اور باغی روکیان بنیں۔ حادث جو سب میں پڑا تھا شہ ۶ میں پیدا ہوا۔ ابوہبیرہ در  
 یثا بنو ہاشم کا اجداد تھا اس سے بہت بہت کہ اس معصوم ذات کو سعادت پہنچی۔ حداث جو ابو طالب کے  
 مشہور جن سنہ ۶ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ زبیر اور عبدالمطلب سنہ ۶ میں غلامی کی زندگی  
 لیکن وہ پیدا ہوئے غلام اور چاروں طرف سے بھروسہ پیدا ہوئے۔ مقوم۔ جہل۔ حمزہ یہ بیٹوں کے  
 لیکن سے پیدا ہوئے یہ دس لڑکے عبدالمطلب کے چھ دو کا پتہ نہیں ملتا۔  
 لڑکیوں میں عیضا۔ امیہ۔ نابرا۔ ام الحاکم۔ غلام کے لیکن سے تین۔ سفید حاکم کے لیکن سے تین جن کی شادی  
 عوام عبدالمطلب کے زبیر کے دادا تھے ہو گئی تھی جو عبدالمطلب نے ہر اسلام کی تاریخ میں مشہور ہیں۔

جب تک کہ کعبہ کی وہ چیزیں جنہوں نے اسکو عظمت دی ہے یہاں اگر نہ رکھتی جائیں۔ یہہہ سنتے ہی وہ مکہ پر حملہ کرنے کے لئے مستعد ہو گیا۔ اور ایک تعداد کثیر لشکر کی سرکردگی میں جنگاوری بڑھ خوقناک باقی بر سواری ہو کر مکہ کی طرف بڑھا۔ بیچارے عربوں نے کبھی ایسے جانور کی صورت نہ دیکھی تھی وہ متوحش نظروں سے لگنے لگے کہ یہہہ کیا خدا کا قہر ہے یہاں تک کہ ان پر کبہ بہت نے ایسا اثر کیا کہ وہ اپنے بال بچوں کو لیکر سامنے کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے عرب بہادر تھے اور جان دیدینا ان کے آگے کچھ بات نہ تھی لیکن پہر ہی انہیں یہہہ گوارا نہ ہوا کہ وہ خوف ناک جانور کے سامنے سینہ بہ سینہ ہو کر خگ کریں اور تیر و تلواریں لگنے سے پہلے راہی ملک بقا ہوں۔ ششہ عین یہہہ واقعہ گزرا۔ گورنر زمین فتح کے شادیانے بچاتا ہوا مکہ کی چار دیواریوں میں چلا آیا کوئی ہی نہ راہم نہوا۔ اس نے خوب بغلیں بجا ئیں کہ بغیر خونریزی کے میں نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔ ہنوز کعبہ کی مقدس عمارتوں میں جہاں تین سو ساٹھ بت بیچ رہے تھے عرب جمع تھے کوئی اپنے خداؤں کے پیروں پر ناک رگڑتا تھا اور کوئی اپنی جان ہتیلی پر لئے بیٹھا تھا غرض ان کا مصمم ارادہ ہو گیا تھا کہ جہاں شکر حدیث کا کعبہ پر دوا دوا ہو گا ضرور ایک خونریزی لائی لڑینگے۔ اس خیال سے سردار فوج حبش نے بھی اس دن کعبہ پر حملہ کیا جس دن کہ مکہ کی چار دیواری میں اسے قدم رکھا تھا مان دو سرے علی الصبح حملہ کا اپنے فوجی سرداروں سے شورہ کر لیا۔

ادھر صبح کی پوپٹی اور ہر گورنر میں اپنی حبشی فوج لیکر کعبہ کی طرف بڑھا۔ عوب جو اپنے بال بچوں کو لیکر پہاڑ میں چلے گئے تھے حسرت ناک نگاہوں سے تکہ سے تھے کہ دیکھئے ان بیدین حبشیوں کے ہاتھ سے کیونکر یہہہ مقدس عمارت بچتی ہے سردار فوج حبش نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا یہاں تک کہ میں کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اور انہوں نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینکی شروع کیں جو کنکری گرتی تھی حبشیوں کی زرد بکتر میں گہسی چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر رہا گئے تھے میں برق و باد اور اولوں کا سینہ برسنا شروع ہوا صد عا حبشی مار گئے اور ان کی لاشیں پانی سمندر کی طرف بہا کر لی گئی تاکہ مقدس زمین ان کی ناپاک لاشوں سے پاک ہو جائے۔ گورنر زمین جو کعبہ کی مقدس چیزیں لینے آیا تھا سخت مجموع ہو کر ستیا بہا گ لگیا اور دمان جاتے ہی اس کا

دل بظاہر عقل اس امر کی شہادت نہیں دیتی کہ ابابیلوں کی کنکریوں سے اصحاب قبل ہاک ہوں اور وہ کنکری ایسی ہی ہر زور ہو کر خود خور ہو کرے اور گورنر کے پیٹ میں سے نکل جائے۔ اس کا محقق مذکورہ قرآن شریف کی چھوٹی سی آیت میں آیا ہے۔ مگر اسکی پہلی وجہ یہہہ ہے کہ جہاں حبش کی فوج کعبہ پر تھی ہے اتفاق سے ابابیلین آسمان پر آ رہی تھیں یہاں تک کہ اسی حالت میں ابراہیم اور اے پڑنے شروع ہوئے اور ایسے بڑے بڑے اور سخت تھے کہ انہوں نے ان کو پریشان کر دیا اور ساروں کو گھبرائے اور عاتین پر سے گرا دیا اور انہوں نے ان کو پریشان کر چل دیا وہاں یہہہ بات مشہور ہوئی کہ ابابیلوں نے لشکر حبش کو شکست دی اسی قسم کے صد عا واقعہ عالم میں ہوتے ہیں دھکیا بیوتی ہے سب لیا قرار دیا جاتا ہے سلا ایک شخص ایک کہنے مکان کی چھت کے نیچے کھڑا ہوا ہے اور یہاں تک کہ شخص نے اسکو آواز دی کہ باہر بلا لیا چون ہی چھت کے نیچے سے باہر نکلا چھت دھرام سے اتر ہی تو اس نے اپنے دلا بظاہر یہہہ کہہ لیا کہ سب ہی ہوتے تھے بچا ہوا زمین تھل تھل تھا اگر تم نہ نکلتے تو میری جان بچتی نہ میری جان بچنے کے لئے نہ تھوڑے ہو۔ حالانکہ یہاں تک کہ شخص اسکے جان کو بچانے والا نہیں ہے بچنے کا سبب دہنا لیکن جو کہ ایک ایسے پرکھا دھ بٹانے والے شخص کی پچھا سلا اسکو بچات دہنا مانا گیا

انتقال کیا اسی سال عرب میں چچاک کا یہی بہت زور ہوا سیکلہ و ان جائیں اسی میں ضائع ہوئی شروع ہوئیں عرب جلا اٹھتے اور نتیجہ کہ حبشیوں کے منحوس قدم نے عرب پر خصوصاً مکہ پر ہیراقت پر پا کر دئی گاسن اسی پسپول لکھتے ہیں کہ کوز زمین کا حبش کی فوج کے ساتھ یون تباہ ہو جانا ایک معجزہ ظاہر کرتا ہے ایسا مینہ ہی کہ مین کہی نہ رہا تھا کہ جو اس سختی اور تشدد سے لشکر کو ہلاک کر دے اور پھر اندہ بیان بجا بجا کر رہا تھا ہے۔

اس جاناگاہ واقعہ کے کچھ دن بعد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا آپ یشرب نشریف لیجا رہے تھے کہ نین چچیں برس اور کئی بیشک شباب خیز بن میں راہ ہی مین وفات ہو گئی۔ آپ کی مظلومانہ وفات کے چند روز کے بعد آپ کی مصیبت زدہ بیوی آمنہ کے ثاں بچہ پیدا ہوا۔ جکانام بعد از ان محمد رکھا گیا۔

آپ دسویں نومبر ۵۷۰ مطابق ۱۲ ربیع الاول سال قبل مین پیدا ہوئے اس آفت خیر واقعہ کے جو گورنر مین کے سبب مکہ پر پڑا تھا پورے ایک مہینہ اور برس دن بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔ دسویں نومبر ۵۷۰ شکر کو ہے بلکہ زیادہ صحت کے ساتھ ۲۹ اگست ۵۷۰ء آپ کی تاریخ ولادت ہے۔

سورخون کو آپ کی تاریخ ولادت اور سنہ ولادت مین اختلاف ہے مگر اکثر اسی پر متفق ہیں کہ ۲۹ اگست ہی درست ہے۔ جس دن آپ کا دنیا میں ظہور ہوا ایک تحریک نام عالم مین پھیل گئی اور عالم زبان حال سے بہرہ کو یا ہوا کہ میرا نجات و بندہ پیدا ہو گیا۔ روایت ہے کہ آپ کے مبارک ظہور کے وقت بت اور مذہبے ہو گئے تھے لشکر بچ گئے تھے اور کسے کے محلوں کے سنگرے گر پڑے تھے۔ بینک آپ کا مبعوث ہونا عالم کے لئے رحمت تھا اور اسکو بعد از ان مخالفین نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ محمد نبی نے بہت بڑی ریفارم کی عرب کی رسم و رواج مطابق آنحضرت ہی سات دن تک ایک بدوی عورت کے پاس رہے۔

انہی دن آپ کے والدہ مکرمہ نے بہت شفقت اور محبت سے آپکو گود میں لیلیا اور نہایت ہوشیاری سے پرورش کرنی شروع کی۔ عرب مین یہہ قاعدہ تھا کہ جہان قریش مین بچہ پیدا ہوا وہ بنی سعد بن کی کسی بدوی عورت کے گھر سات دن تک رکھا جاتا تھا کچھ امیر و غریب کی قید نہ تھی۔ اسی رسم کی بانی بنی

طی آپ اس احوال مین مدون ہوئے کہ چنان آپ کی خیال کے لوگ تھے۔  
 ۱۔ عموماً نئی دوشی کے آدمی مسلمانوں کی ان روايتوں پر مضحکہ اڑاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک مہل خیال ہے کہ کسی کی ولادت سے کوئی سنگین عمارت گر پڑے یا بت اور مذہبے ہو جائیں۔ یہ سچ ہے مگر افسوس یہ ہے کہ انہی دن ان روايتوں کی فطرہ کو نہیں بچایا اور تعصبات جو ظہور جانا ہوا ہے۔ ان روايتوں سے غرض یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور اس امر کی شہادت و دہرہ تھا کہ بت اور مذہبے ہو جائے لیکن ان کی سخت ذلت کی جائے گی اور ان کے لئے ہند سے ہوا جائیگا کہ وہ حملات کی اینٹ سے جو جائے گی عموماً کسی کی ذات کے بہرہ پر آئندہ واقعات کی ہشیں کوئی کرتے ہیں اور وہ سچے کلکی ہے۔ مثلاً کسی غریب مین آفت مین مبتلا ہو جائیں یا مین کسی شوکی اشد ضرورت اگر شے اور اس عرصہ مین سارا کوئی بچا مھادون آجائے تو ہم نے ساتھ میں کہہ دیا کہ آج کے دن اس آفت یا ضرورت سے نجات پائی میں ہمارے دوست بنی گئے آئے کی ویرانی آپ کے آئے حالانکہ وہ آفت ایسی ہی طرح اور اسی نوعیت کی موجود ہے سطحی مسلمان اپنے پیار کی کی پیدائش پر بہرہ کہتے ہیں اور انکا یہ کہنا موجودہ حالات کیلئے مین ہے بلکہ آئندہ ذات کیلئے ہے جو ہرگز غلط نہیں ہو سکتا گویا بنی انوار ان کی پیدائش مذکورہ بالا واقعات کی شہادت دیتی ہے۔  
 ۲۔ جبہ آنحضرت جو ان ہونے آجائے کلک مین بنی فی ظہور ان کو اس بدوی عورت کو دریں مین قید کر کے لائی گئی تھی لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی چان لیا اور آپ کو شے کے آگے لگائے علاوہ انکو کافی دکان کے اپنے اس قدر مایہ پاک جس دکان میں لائی گئی تھی لگائے۔

بنی امیہ کے معصوم بچہ کو بھی کرنی پڑی۔ مگر انوس ہے کہ بی بی آمنہ کی محبت بہری اور اس کی گرمی و آغوش میں معصوم بچہ کو زیادہ مدت تک ہنا نصیب نہیں ہوا۔ ابھی یہ ہزاروں کہ میں اپنے بچہ کو جوانی کی حالت میں دیکھوں چیف ہے کہ دل کی دل ہی میں ہوا اور برنہ آئی ایسی عصمت پناہ خاتون کہ جس کا سبب زندگی یعنی فائدہ عین عنفوان جوانی میں گزر چکا ہوا اور اس کی تمام اہستی سوہی انگلیں اور موموم امیدوں کے آرزو مند اندہ جو سنس جو فطرۃ کا خاصہ ہے کہی نہ نکلے ہوں اور پہر چند ہی روز کے بعد اپنے معصوم بچہ کو گود میں لیکر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی ہو ایسی نازک اور غمناک حالت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ آخر ایک دن بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا اور یہ یتیم بچہ اپنے دادا عبدالمطلب کی سرپرستی میں آگیا۔ اب اس معصوم بچہ کی یتیمی پر خیال کیا جائے تو زہرہ شوق ہو تا ہے۔ عبدالمطلب نے چند برس تک بہت شفقت سے اپنے پوتے کی پرورش کی۔ لیکن والدین کی اس سرگردانہ محبت و شفقت کا معاوضہ نہیں ہو سکا کہ جو بچپن میں بچوں کے لئے برکتیں اور رحمتیں ہیں۔

ایسی آپ پیدا ہوئے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تقریباً چہر برس کی عمر ہوئی ہوگی کہ آپ کی مائیت اور شفقت بہری مان کا انتقال ہو گیا تین چار برس کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے ہی وفات پائی۔ یتیم بچہ کا معصوم اور نازک دماغ اور سپر ایسے سخت سخت اور جگر شوق کو نہ دے سکتے تھے اور پھر اس بچہ کی صبر و نیکیاں کی نظر میں جو اس فوجاں دافون کو چپ چاپی سے دیکھتا تھا اور اس کی سنجیدہ طبیعت کا ہر چھان بینہ نتائج بخش محنت پر سہو رہا تھا جس نے اسے عالم کی رحمت بنایا اور تمام انبیاء میں افضل شمار کرایا اور عالم کے سچے رفیقاں کا لقب دلوا لیا کیا کہ اس باپ کے بیٹے والوں کے پتے پائی نہ کرتی ہوگی مگر ہر بچہ کے لئے مان کی آغوش مقررہ مدت تک ایک ضروری بلکہ لازمہ امر ہے۔ یہ بھیج ہے کہ بچہ میں قوت نمیزدہ اور دراک دہم نہیں ہوتی یہ بھی مان کی گود میں لیٹ کر آزادی سے ہاتھ پیر مارنا اور مہمان ہوان کرنا ایک سفاک طبیعتی نشی مان اور بچہ کے دل میں رکھتا ہے اور سہبات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس نے بچہ ل سائنز کا مطالعہ کیا ہے اور بول تعلقات اور اسکے جذبات کو بخوبی جانتا ہے۔ جس بچہ کی مان جیتستی سے شیر خوار کی حالت میں رہتی ہے اس بچہ پر قدرتی مردنی چھا جاتی ہے اور اس میں از خود وہ جو بچال پناہ نہیں رہتا۔ اور پھر جس بچہ کی یہ کیفیت ہو کہ ابھی وہ شکم مادری میں تھا کہ اسکے سر پر دست شفقت پیرنے والا اس کا سچا سرپرست کس شباب خیز جوانی میں گر گیا اور جب عالم بطون سے ظہور میں قدم رکھا تو چہرہ برس کی عمر تک اکہیری شیمی میں بسر کی یہ بھی غنیمت تھا مگر زمانے کے حوادث کب جین لینے دیتے تھے قسمت نے پہلے ہی سے ہند و است کر دیا تھا کہ اس یتیم بچہ کو دوسرا یتیمی کا متعہ پہنایا جائے گا وہ از خود ہو کر رہا۔ عبدالمطلب کو اپنے پیارے اور سچے صحبتی بیٹے عبدالد کی نشانی کی سرپرستی کرنی اور اس کی اپنی حفاظت میں لینا فرض ہوا۔

عبدالمطلب پر گواہ آپ کا شمار ہے بچے تھے لیکن اولاد کی زیادہ تی شفقت اور محبت کو تقسیم نہیں کرتی بلکہ الفت کا رشتہ باہم دونوں میں بیا پرستہ ہو جاتا ہے کہ جس کی نہ تقسیم ہو سکتی ہے اور نہ وہ محروم ٹکٹ ہو سکتا

عزیز کی وہ دعا کہ اے عبدالمطلب تو اپنے پیارے بیٹے کی بہت زچہ بار بار امید ہے پوچھے  
باپ کے دل پر حیرت لگائی تھی اور وہ آپن مار مار کر روتا تھا مار پہ بھی اگر اسکی کوئی ڈھارس نہ ملتا  
والا تھا تو وہ ہی آئندہ بنی ہوئے والا بچہ۔

پہلا آٹھ رجب عید لینے دیتے تھے نہ عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی نشانی سے زیادہ  
وہ بس نہ جنت اور رشتہ لینے کا موقع دیا اور نہ دھڑے یتیم معصوم تھک کو اپنے شیوق اور سچے  
اسیر ہوتے وہ ان کی سرپرستی میں رہنے کا زیادہ وقت ملا۔

لینے آپ ان کا دیا نہ نہ نہ برس ان عمر ہو گئی ایک چکے دادا عبدالمطلب کا ۶۵ء میں انتقال ہو گیا  
آپ کو وہ بھی نہ یہ بات آئے ہوئے لڑا تھا یہاں آپ قریش کے وکیل نیکر شاہس کو جس کو یزید بن  
تہ ۶۵ء بکرت تھک تھک پڑ پڑا یا اسلی تخت نشینی کی مبارکباد دینے لڑ بکرت لکھتے تھے۔

وہ سب سے پہلے جو ان کا رخ میں اور ایک نئی آفت ہو رہے سرپرست دادا کی موت سے شروع ہوئی۔  
چونکہ ذوق خردس تھا ان کی سرپرست بچہ کی کوشش کر رہی تھی اسلئے جتنے سرپرست بنتے تھے  
ان کے قبل ابوقت ضائع کرنے میں بڑی پہرہ تھی دکھاتی تھی۔

جب وقت ہوئے ۱۰ عبدالمطلب کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے ابوطالب اور اپنے  
پوتے تھک کو اپنے پاس بلایا چلے پوتے کا تنا سنا تھک پڑا اور پھر اپنے بیٹے ابوطالب کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ  
میں تیرے ماتہ میں ڈھونڈتا ہوں تھک امید ہے کہ تو اسکی ایسی ہی محبت و شفقت سے پرورش کرے گا  
میں کرتا تھا بلکہ تیری محبت آئے یہ تھک دی بول جائے گا۔ یہہ لکھ کر پوچھے سر دار نے ایک  
اور بھنڈا سانس دیا اور سر پرست چہی من انکھنوں سے اپنے پوتے کی طرف دیکھا اور یہ سچی سچی  
اظہار کیا وہ اعلیٰ نہیں جو پوشیدہ ہی پوشیدہ سلام اور وہ ہی آخری سلام کے  
تھک چہی سر ہی نہیں ابوطالب اپنے باپ کے حکم کا جواب دینے ہی نہ پاگئے تھے کہ روح نے ان جسم سے  
اٹھ کر نکلتی تھی۔

الرحم اٹھ آئے۔ یہ نبی کی اس حالت کو ایک جمہوری سچہ کی حالت خیال کر لین تو ہماری بڑی بیماری غلطی  
ہے یہ یہ ہے کہ انسان بقدر عقل خوشی اور غم کا اثر اپنے دل پر مٹنے دیتا ہے۔ بعض بچے ایسے ہوتے  
ہیں کہ نہیں اپنے والدین کی زندگی اور موت برابر ہے اسلئے کہ انہیں مان باپ کی محبت کی تیر ہی نہیں  
پر سکتی یا انوسلے قابل تو وہ سچ ہے کہ جکا بچپن ایسا ہی سنجیدہ متین فہیم عقیل ہو کہ جیسے اسکی  
جوانی اور بکا بڑا پاتا تو پھر نہ دس برس کی عمر میں وہ اپنے آخری سرپرست کو یوں بستر مرگ پر تر پتا  
ہوا کہ بیکار لیون زمان کے آہٹا تھک انور دینگا اور کیون نہ وہ اپنی بچی ہوئی طبیعت سے دائمی  
افرونگی حاصل کر گیا۔ مگر نہیں اسنے غم کے وزن کو پھپھان کر صبر کیا اور نہایت استغلال اور

عین کی وہ مذا کہ اے عبدالمطلب تو اپنے پیارے بیٹے کی سمیٹ نہ چڑھا بار بار امید بہرے ہوئے  
باپ کے دل پر حیرتے نگاہیں ہتی اور وہ آپس مار مار کر روتا تھا مگر پہر ہی اگر اسکی کوئی ڈھارس نہ ہوتا  
والا تھا تو وہ ہی آئندہ بنی ہونے والا بچہ۔

پہلا تقدیر کب جین لینے دیتے تھے نہ عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے عبدالہر کی تانی سے زیادہ  
ڈھارس بندھنا۔ رستلی لینے کا موقع دیا اور نہ دھوئے یتیم معصوم تمہ کو اپنے شفیق اور سچے  
سرپرست دادا کی سرپرستی میں رہنے کا زیادہ وقت ملا۔

بچے آپ کی ۱۵ یا ساٹھ برس کی عمر ہوگی کہ آپ کے دادا عبدالمطلب کا ۱۷۵ء میں انتقال ہو گیا  
آپ کو بڑا ہی غم سینا سے آئے ہوئے گزرا تھا جہاں آپ قریش کے وکیل بن کر ٹاہس کو جس کو زبیر بن  
تہامہ دیکر سخت تائبس پر بیٹھایا اسکی تخت نشینی کی مبارکباد دینے لے بیٹھے تھے۔

دھوئے یتیم بچہ کی تاریخ مین اور ایک نئی آفت ہو رہے سرپرست دادا کی موت سے شروع ہوئی۔  
چونکہ فطرت خود اس تقدیر ات کی سرپرست بننے کی کوشش کر رہی تھی اسلئے جتنے سرپرست بنے تھے  
ان کے قبل از وقت ضائع کرنے میں بڑی پہرتی دکھاتی تھی۔

حیثوقت ہو رہے۔ دار عبدالمطلب کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے ابوطالب اور اپنے  
پوتے محمد کو اپنے پاس بلایا پہلے پوتے کا تانا سانا تہہ بکڑا اور پہر اپنے بیٹے ابوطالب کا تانا تہہ بکڑ کر کہا کہ  
میں تیرے ماتہ میں ماتہ دیتا ہوں مجھ امید ہے کہ تو اسکی ایسی ہی محبت و شفقت سے پرورش کرے گا  
میں کرتا تھا بلکہ تیری محبت کے آگے یہہ مجھے ہی بھول جائے گا۔ یہہ کہہ کر ہو رہے سردار نے ایک ہ  
اور پٹنڈا سانس یہ اور پہر حسرت پہر ہی کن انگلیوں سے اپنے پوتے کی طرف دیکھا اور یہہ نیچی نیچی  
اظہار کیا الوداعی ہنسن جو پوشیدہ ہی پوشیدہ۔ سلام اور وہ ہی آخری سلام کے  
قاصد پیچھڑی ہنسن ابوطالب اپنے باپ کے حکم کا جواب دینے ہی نہ پا گئے تھے کہ روح نے ان جسم سے  
الہمی مفارقت کی۔

الہم اپنے آئندہ نبی کی اس حالت کو ایک جموی بچہ کی حالت خیال کر لین تو ہماری بڑی بیماری غلطی  
ہے۔ یہہ یہہ ہے کہ ان ابقر عقل خوشی اور غم کا اثر اپنے دل پر ہونے دیتا ہے۔ بعض بچے ایسے پتے  
ہیں کہ انہیں اپنے والدین کی زندگی اور موت برابر ہے اسلئے کہ انہیں مان باپ کی محبت کی تمیز ہی نہیں  
ہے۔ سکتی مگر افسوس قابل تو وہ بچہ ہے کہ جبکا بچپن ایسا ہی سمجھدہ متین فہیم عقیل ہو کہ جیسے اسکی  
جوانی اور اسکا بڑھاپا تو پہر نو دس برس کی عمر میں وہ اپنے آخری سرپرست کو یوں بستر مرگ پر بٹھرتا  
ہو ادیکھ کر کیوں زخون کے آہٹا تہہ آنور و میگا اور کیوں نہ وہ اپنی بیچی ہوئی طبیعت سے دائمی  
اور درگی حاصل کر گیا۔ مگر ہنسن اسنے غم کے وزن کو بھجپان کر صبر کیا اور نہایت استقلال اور



حسب کی وہ مذاکرے عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے کی بہت نہ چڑھا بار بار امید بھرے ہوئے باپ کے دل پر چڑے کھا رہی تھی اور وہ آمین مار مار کر روتا تھا مار پہ بھی اگر اسکی کوئی ڈھارس نہ ملے والا تھا تو وہ بھی آئندہ بنی ہوئے والا بچہ۔

بہلا! تقدیر کب جین لینے دیتے تھی نہ عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی نثانی سے زیادہ ڈھارس نہ دینے اور رستلی لینے کا موقع دیا اور نہ دھوسے یتیم معصوم تئید کو اپنے شفیق اور سچے سرپرست دادا کی سرپرستی میں رہنے کا زیادہ وقت ملا۔

بہنہ آپ کی دیا سا بچہ نہ برس کی عمر ہوگی کہ اپنے دادا عبدالمطلب کا ۹۵ء میں انتقال ہو گیا آپ کو ہوا رہی ۷۵ء سینا سے آئے ہوئے زرا تھا جہاں آپ قریش کے وکیل بن کر تھامس کو جس کو ازیز بنو تے ۷۰ء دیکر تخت تالمس پر بیٹھایا اسکی تخت نشینی کی مبارکباد دینے لے لیں گے تھے۔

دوسرے یتیم بچے کی تاریخ جین اور ایک نئی آفت بوڑھے سرپرست دادا کی موت سے شروع ہوئی۔ چنانچہ فطرت خود اس قدر خیرات کی سرپرست بنے کی کوشش کر رہی تھی اسلئے جتنے سرپرست بنے تھے ان کے قبل از وقت ضائع کرنے میں بڑی پرتی دکھاتی تھی۔

جب وقت بوڑھے دادا عبدالمطلب کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے ابوطالب اور اپنے بچے تئید کو اپنے پاس بلایا پہلے پوتے کا متا سا ہاتھ بکڑا اور پھر اپنے بیٹے ابوطالب کا ہاتھ بکڑا کہ میں تیرے ماتہ میں ماتہ دیتا ہوں تئید امید ہے کہ تو اسکی ایسی ہی محبت و شفقت سے پرورش کرے گا جتنی کرتا تھا بلکہ تیری محبت کے آگے یہ مجھے ہی بھول جانے گا۔ یہہ کھڑک بوڑھے سردار نے ایک آہ اور بھنداسانس پر اور پھر سرت پر ہی سن انگلیوں سے اپنے پوتے کی طرف دیکھا اور یہ بھی بچی غلطی نہ کیا وہاں وہاں بنیں جو پوشیدہ ہی پوشیدہ۔ سلام اور وہ بھی آخری سلام کے خاصہ پیچھے ہی بنیں ابوطالب اپنے باپ کے حکم کا جواب دینے ہی نہ پائے تھے کہ روح نے ان جسم سے الگ ہونے کا وقت کی۔

الرحم اپنے آئندہ بچی کی اس حالت کو ایک محمدی بچے کی حالت خیال کر لیں تو ہماری بڑی بیماری غلطی سے بہرہ یار ہے کہ ان ان بقدر عقل خوشی اور غم کا اثر اپنے دل پر ہونے دیتا ہے۔ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے والدین کی زندگی اور موت برابر ہے اسلئے کہ انہیں مان باپ کی محبت کی تمیز ہی نہیں ہو سکتی مارافوض قابل تو وہ بچے ہیں کہ جبکا بچپن ایسا ہی سنجیدہ متین فہیم عقیل ہو کہ جیسے اسکی جوانی اور سکاڑھا پا تو پھر نو دس برس کی عمر میں وہ اپنے آخری سرپرست کو یوں بستر مرگ پر بٹھاتا ہوا دیکھ کر کیوں نہ خون کے آہٹا ہٹا انور دیکھا اور کیوں نہ وہ اپنی بھی ہوگی طبیعت سے دائمی اور زندگی حاصل کر گیا۔ مگر انہیں اس غم کے وزن کو پہچان کر صبر کیا اور نہایت استقلال اور

اولوالعزمی سے اپنے سگے چچا کی سرپرستی میں آیا۔

آپ نے اپنے چچا کی اس عمر میں ایسی اطاعت اور خدمت کی کہ آپ نہ صرف اپنی اس سعادت مند چچا کے پیار سے بے بلکہ تمام لوگ آپ سے محبت کرنے لگے اور ہر حلقہ ہر گروہ میں ہر جگہ میں آپ ہی کی تعریف ہونے لگی۔ آپ کی عاجزانہ زندگی اور شیر لیانہ معاشرت۔ انتہا درجہ کی علمی اور مصائب پر صبر کرنے کے انکلو آپ ہی کے ہموطنوں سے الامین کا خطاب دلوایا۔

کون، تہا جس نے اس زمانہ میں اپنے حلقہ میں بیشک آپ کی مصفت، دشنام کی ہو اور کون، ہے کہ جس نے آپ کو اپنے سے برتر نہ خیال کیا ہو۔ ہر شخص ابو طالب کو مبارک باد دیتا تھا کہ ہمارا بہتیرا مصفت ہموصوف ہے ایسا فرمانبردار بچہ انتی سی عمر کا ہم نے آجک نہیں دیکھا۔

اگرچہ ابتدائی زندگی محنت کے بوجھ سے سبکدوش نہ تھی اب اکثر اپنے سرپرست چچا کے بکری پڑوں کے گلے جنگل میں بانی پلانے کے لئے لیجاتے تھے۔ اور جتنے کام کہ گھر کے ہونے میں آپ کسی کام کے کرنے میں مطلق جاری نہ تھے۔

عرب میں اکثر بیٹے بیٹائے جگرے قبضہ اُٹھ کرے ہوتے تھے اور وہ آخر یہاں تک طول پکڑتے تھے کہ بڑے بڑے قبیلوں میں چہن جاتی تھی اور اس قدر خوریزی ہوتی تھی کہ الامان۔ ان لڑائیوں کے باب کوئی ملکی سیاب نہ تھے بلکہ بیرون کے بانی پلانے گھوڑا دوڑانے معمولی سبقت کرنے کسی بات پر دوسرے کے خلاف بچہ کرنے پر تلوار چل جایا کرتی تھی اور پھر اس تلوار کی لگ سیکو پٹر کا دیا کرتی۔ اس قسم کی چوٹی چوٹی باتوں سے جنگ شروع ہوتی اور طول برسوں تک کینچ جاتی اور یہ ہر کسی کے دباؤ کش جنگ نہ دیتی۔ چنانچہ ایسی ہمارے نبی بچہ ہی تھے کہ دو جنگوں کی آگین پیرکین جنگو عرب مقدس لڑائیاں کہتے تھے اس آگ نے یہاں تک طول کینچا کہ ایک قہر عرب پر برپا کر دیا اب اس جنگ کی آگ سچمانے اور یگانا ہون کی جان بچانے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ جو ان فوجاں اور غنچوار جنگ اور عربوں کے دلوں پر قبضہ پائے اور پھر مدبر چاہے ان کی نیکیل پیر دے ان صفات کا خزانہ فطرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنا رہی تھی۔

ماہ ذیقعدہ کے مہینہ میں خواہ کسی قسم کی جنگ کیوں نہ ہوتی ہو لیکن بند ہو جاتی تھی کیونکہ اس مہینہ کو پاک مہینہ تصور کرتے تھے اس میں بڑے بڑے میلے ماشے ہوتے تھے اور عرب باہمی سخت خواری سے دم لیتے اور عیش اڑاتے شرم و حیا مطلق نہ رہی تھی ایران و مصر سے حسین حسین خوبصورت چست لڑکیاں آئین ان کا ناچ عربوں کے آگے ہوتا۔ ایک ہی کبھی باب بیٹے کا تعلق ہونا کچ بات نہ تھا ہر قسم کی اشیاء کی نمائش ہوتی۔ تصویروں نقشوں مختلف دستکاریوں کی نمائش کے علاوہ حسین حسین عورتوں کی ہی نمائش ہوتی تھی اور یہی صورت عربوں کے اخلاق کو بگاڑتی تھی پھر

جو یہ نہ ٹھانسی ہوئی ہے اسکا طائفہ اب ہی سے لیا گیا ہے۔

سہ ماہیہ کہیں جس عورتوں کی ٹھانسی نہیں ہوئی (وہ اب بھی بہت اہم و نام سے یورپ کے مفصلہ میں ہوئی ہے اور اسکو ہر آخر سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ پانچ چار برس ہوئے کہ فرانس کے دارالخلافہ یسارین ٹھانسی ہوئی تھی اور وہ ان ایک ترکن فاطمہ ناجی کو جو پیرس میں بہت دنوں سے مقیم ہے انعام ملا تھا) ایسی ایسی عورتوں سے اس زمانہ کے عربوں میں زنا اور شراب کی کثرت ہو گئی تھی اور وہ اسکو عیب نہ سمجھتے تھے (جی حال بلکہ اس سے بھی بچا جسے زیادہ یورپ میں ہے اور وہ اسکو عیب نہ سمجھتا) ان میلون میں سینان جہان کی تصویریں ہی آیا کرتی تھیں جنہر شعر اطبع فراموش کر گئے اور اس تصویر کی ایسی تعریف کرتے کہ اتنی توبہ۔ باہم شعرا میں چہن جاتی تھی اور ہر شخص وہی مشہور کے لئے جھگڑتا تھا۔

اسی عرصہ میں جب باہمی اراکین بزم ہتین ٹھکانے چھا ابو طالب کے ساتھ تجارت کے لئے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ تو آپ ابھی کم سن ہی تھے لیکن ہر قسم کی بات کا اندازہ کرنا اور اس کا وزن جاننا سوجھ بوجھ آتا تھا آپ نے اپنے کو ابھی سمجھ سکتے تھے کہ جیسے ایک گرگ باراندیدہ ٹوڑا سحر کار شخص جن ہی آپ شام میں پہنچے پہلے پہل جس خوفناک منظر پر آپ کی نظر پڑی وہ سوشل۔ تمدنی ماربل یا اخلاقی حالت کا کچلا جانا تھا۔ خدا کی ودیعت بائمال ہو رہی تھی۔ وحدت پرستی کے سچے عقیدہ کی توحید کی جاری تھی۔ خدا کے مازر مال اور بچے جلال کی جگہ بت پرستی اور کفر و الحاد کی دہندگی ہو گئی تھی۔ شنی ٹھکانے تھی۔ نہ کہیں رحم تھا نہ انصاف تھا۔ جو ر و قعدی کا دورہ ہو رہا تھا۔ خرابی اور بڑی کڑی کہہ سکتے تھے۔ اپنے اصلی خالق کو نہ جانے پہلا دیا تھا اور نئے نئے خالق پیدا کر کے ان کی پرستش کرنے لگے۔ چوری۔ زنا۔ قتل۔ عدا۔ آتش زنی۔ تبلیس۔ فحش و فساد میں ان کے دواؤں تھے۔ ان کے بچوں کا بل قابل شرم اور انہو سناسک باتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ اور ان کو اپنے دل پر نقش کر لیا کہ نہ کر آئندہ اگر میرا میں یہ یاد دلا رہی ہوں کہ تیرے ہی ماہیہ سے شام و روم کی اصلاح ہوئی ہے۔

عاجزی اور خاموش سے حدیثات کا انٹیم کا انٹیم اپنے۔ ملغمین جس کے یہ فہم سفیدہ دہور انیم بچہ بچہ جہان ہزار زبان سے بڑا تھی ہوا۔

بہت کمین جو دنیا کے تغیر و تبدلات کو دیکھتے ہیں کم ہیں جو ان پر غور کرتے ہیں بہت کم ہیں جو اپنے حالات کے تغیر و تبدل کو دیکھتے ہیں اور ان پر غور کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بنی کی شان اس سے بھی بلند پایہ ہیں آری اپنے خیر و شر کے آئندہ تغیر و تبدل سے پہلے حال میں بتا دیتے تھے کہ یہ ہو گا۔ لا اہم آپ کو فی غیب ان نہ تھے۔ نہ اپنے کہیں غیبی افی کا دعویٰ کیا بلکہ حالات کا گرگٹ کی طرح بدلتے اور ان سے تراجم پیدا کیا۔ انکو ممتاز سی سے غور و تامل کی طاقت سے بخشا گیا تھا۔ آپ کی عقل سلیم بچہ بچہ

اس کینڈے پر اگر واقع ہوئی ہوتی کہ جو بائین گزرتی ہوئی آپ ملاحظہ فرما دین ان سے بچنے پیدا کرین اور ان سے اپنا مطلب نکالین سچ ہے عاقل کی آنکھ گہرین بیٹھی ہوئی صرف اپنی یا اپنی حالت کی تغیر و تبدل و دیکھ بہت کچھ سبق حاصل کر لیتی ہے لیکن ایک بیوقوف کی نظر تمام عالم میں چکر کھاتی ہے اور اپنے ہاتھ مختلف سبقوں کا ذرا ہی سرمایہ مہیا نہیں کرتی۔

ایک بچپن کی نظریں اپنی اور غیر قوم کے کرتوتوں کو دیکھتی نہیں اور انکو چانچتی نہیں کہ ان کی رہنمائی کرنے میں میں کتنی عقل کا صرف کرنا پڑیگا قوت متفکرہ کا کتنا زور خراج ہوگا اور قوت محکمہ کہاں تک برباری سے اس میں کام رسیلگی غفرت نے پیدا ہوتے ہی آپ کو وہ دماغی قابلیت عطا کی تھی کہ جو ایک بنی کو اذل شاہان تھی و آپ بت پرستوں اور جاہلوں کے جھجھین پیدا ہوئے تھے لیکن آپ کے خیالات نہرے ہوئے اور پاکیزہ تھے نہ انہیں کسی قسم کی کدورت تھی نہ ہو سکتی تھی جب ویش کے پیچے جو آپ کے ہم عمر تھے آپ کے کہیلنے کی درخواست کرتے تھے تو آپ یہہ فرما دیا کرتے خدا نے ان کو اپنا فضول وقت صرف کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے یہہ حق ہے ہم کہیل کہیلے ہوئے نتیجہ اور محرب اوقات عزیزین میں اس دماغ اور خیال کا شخص سوائے اس برتر ذات کے اور کون ہو سکتا ہے جسکو ان الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہے۔

سن مانہ میں جو پڑھنے لکھنے کی جدت ملج ہے وہ ہمارے بنی آخر الزمان کو نہ تھی۔ اسکی کچھ ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ آپکو اپنی بد نصیب اور بگڑی ہوئی قوم کے حالات مطلع کرنے اور ان کو سمجھنے کی فرست تھوتی تھی پھر اس معمولی لکھنے پڑھنے کا وقت کہاں آتا۔ آپکا دماغ فطرۃً پہلے ہی تھے ان نفیس لغیس خیالات اور قابلیتوں سے راستہ کیا تھا کہ جسکو ان فی تعلیم و تعلم کی ضرورت نہ تھی۔ ایک وقت میں ہزاروں عظیم الشان لایخل معاملات و مفصلہ کو دینا اور ان سے نتائج پیدا کرنے یہہ اسی دماغ کا کام ہے کہ حسین خدا نے اپنے ہاتھ سے ہزاروں علوم کے اصول لبالب پہر دئے ہوں یہہ وہ دماغ تھا کہ جسکو مخالفین دین اسلام و دہرے مشرقی فلاسفہ کہتے ہیں۔

یہہ ایک مسئلہ امر ہے کہ اگر دماغ کی بناوٹ درست نہیں ہے تو تمام جہان کے علوم بشرطیکہ اسے بڑا دے جائیں پھر نتیجہ نہیں دیتے۔ حال میں ڈاکٹر ان فرنگ نے یہہ ثابت کر دیا ہے کہ کہوپری کی جس قسم کی بناوٹ ہوگی ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہونگے کہی ایک ظالم جاہل کی کہوپری کی بناوٹ رحیم رفیق القلب کی کہوپری کے مشابہہ گز نہیں ہوگی۔ کہوپریوں کی صداۃ قسم کی بناوٹ ہے چونکہ یہہ محل نہیں ہے اسلئے اس پر بحث نہیں کی جاتی بعض یہہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان کی کہوپری کی بناوٹ غیر پیغمبروں سے قطعی ممتاز تھی۔ چنانچہ ہمارے بنی آخر الزمان کا دماغ ہی گویا تمام جہان کی اعلیٰ اعلیٰ قابلیتوں اور علوم کا مخزن تھا۔

جیسے آپکو اپنی قوم سے محبت تھی اسی قدر آپ اسکی اصلاح کی طرف توجہ مبذول فرما رہے تھے۔ آپکی نظریں قوم کی ناگفتہ بہ حالت پر خوب در سے پڑ رہی تھیں اور آپ اس گردش کنان عمر کو جو یہود و یہودہ خرافات باتوں میں صرف ہو رہی تھی ٹھسکی باندھے ہوئے نظر ان تھے۔ کیوں کی عالمگیر قانونی بے وجہ اور کلیب

نہ بخلاف ان کا پیدا ہونا۔ قریشیوں کی بد اخلاقی اور انتہا درجہ کی بد اطواری سجدہ متین بچے کے  
سیلم مانع پر کس خوفناکی سے اپنا اثر کر رہی تھی۔

ان کی یہ ہمدردی اور اصلی انسانیت کو خون رنے والی مالت آپ کو خوف زدہ نہ فکر میں مبتلا کر رہی تھی اور اس  
نوعی بین آپ اس بڑی طرح سے زندگی گزارنے سے سخت تر تانچ کا خیال کر کے کہہ سکتے تھے۔  
ابھی ان کی سینہ زور چوڑی کی طرف خیال جمع کرتے تھے اور کہہ رہی تھیں کہ ہمیں یہ جو طبعیت پر خالق شہی سے حسرت  
ناک نظریں ڈالتے تھے اور آئندہ واقعات کی دل دہلا دینے والی تصویر کا نقشہ آپ کی آنکھوں کے آگے کھینچا جاتا  
تھا پچیس برس کی عمر میں آپ نے اور یہی ایک بار شام کا سفر کیا آپ نے بی بی خدیجہ کی طرف سے گماشتہ یا  
کارکن بنار لٹرائٹ لیتے تھے۔ بی بی خدیجہ قریشی لڑکی تھیں جو آپ کی مائے داری ہی تھیں۔ آپ نے بہت  
محبت اور بنا افتائی سے بی بی خدیجہ کا اس باب تجارت فروخت لیا اور جب آپ نے ان سے تشریف لائے تو کوئی  
نوشہ کا حساب سمجھا یا اور جو کچھ اصل نفع تھا سب بی بی خدیجہ کے آگے رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر بی بی خدیجہ بہت  
خوش ہوئیں اور ان کے دل پر آپ کی اس صفائی کا اثر بہت بڑھ گیا اور تیزی سے بڑھا۔ بی بی خدیجہ کی ہر وقت  
تقریباً چالیس برس کی عمر تھی۔ آپ بیوی تھیں اور مدت سے آنحضرت کی صداقت اور دیانت کی خوش آواز  
آپ کی کانوں میں گونج رہی تھیں۔ آپ کو امور خانہ داری کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جس میں کل صفتیں  
آنحضرت کی سی ہوں۔ جب بی بی خدیجہ نے آپ کی وعدہ سے زیادہ جفاکشی اور عرق ریزی اپنے کام میں دیکھتے  
تھے ساتھ دیکھی اور سنا تھے ہی اسکے آپ کی شریفانہ وضع پر نگاہ ڈالی تو آپ کی حلیم پاکیزہ صورت اپنی دولت کی بڑائی  
کی خوشی سے زیادہ خوش آئندہ معلوم ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بی بی خدیجہ کی آنحضرت  
ہی تھے ساتھ شادی ہو گئی۔ یہ شادی ایسی ہی خوش آئندہ ثابت ہوئی جیسے کہ پہلے معلوم ہوتی تھی۔  
خوشی کی وہ انگلیں اور محبت کے جوش جو پاک و صاف و دلہن کا خاصہ سے طرفین سے موزن  
ہو رہے تھے اب اپنی بیوی پر نامطابقت اور سہمی ایسے ہی دریافت ہتے کہ جیسے بی بی خدیجہ آپ پر نہیں۔ آپ نے  
تمام خدائی و فاداری بیوی سے جب تک وہ زندہ رہیں اس محبت اور دلی الفت سے زندگی بسر کی کہ جس محبت  
والفت کی نظیر زمانہ میں بہت کم نکلی۔

آپ کی شریفانہ وضع اور خلق پر تاؤ جب تک کہ آپ کی مفارقت اپنی پیاری بیوی سے اس عالم میں نہ ہوئی دن  
بہ دن بی بی خدیجہ کو آپ پر فریفتہ و شدید کرتا تھا۔ اس شادی نے آپ کو اس روزانہ محنت اور فکر معاش  
سے سبکدوش کر دیا کہ جس میں آپ کے وقت کا اکثر حصہ صرف ہوتا تھا اور پھر اس آسائش اور بے فکری سے  
آپ کو اس عظیم شان کام کی انجام دہی کے لئے متوجہ کیا جس کے فطرت نے آپ کو پہنچا دیا تھا۔ آپ کے خیالات  
نبوت کا ڈیڑھ صدی کی طرف سے ملنے سے پہلے ہی بلند پرواز اور دیر پختہ آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت  
کسی دوسرے یا محد کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی آپ کا استقلال اس بڑے مطلب کی پیروی میں جس کے واسطے

آپ پیدا ہوئے تھے ہر ایک ہریے اور لمبہ کی طبیعت کو جبراً اپنی طرف رجوع کرتا تھا۔ آپ میں صفات باطنی ہی نہ تھیں بلکہ فطرۃ سے صفات ظاہری کا بھی حصہ ملا تھا۔ چنانچہ گبن صاحب اپنی تاریخ رسول میں ایمپائر کے زوال میں تحریر کرتے ہیں "آنحضرت حسن میں شہرہ آفاق تھے اور یہ نعمت صرف ان ہی لوگوں کو برہمی معلوم ہوتی ہے جو اس سجدہ نصیب ہیں۔" آپ کی شکل شانہ تھی خلل و خدا باقاعدہ اور وسیعہ انگلیہ میں سیاہ اور سیلی تھیں۔ یعنی ایک ذرا بکھرا ہوا دھن خوبصورت تھا دانت موتیر کی طرح چمکتے تھے۔ رخسار سرخ تھے اور ان سے صحت کی سرخی عیاں تھی آپ کا دلی آؤیز تبسم عمدہ اور سیلی آواز آرازی اور صاف دلی سے باتیں کرنا ممتاز نبوت کی باگلی دکھاتا تھا جس سے بعد از ان آپ کو فخر بخشا گیا علاوہ اسکے کہ اس عظمت شادمانی روانہ محنت سے نجات دی تھی بلکہ آپ کی ایسی زلفیہ و شیدا بیوں کا پہلا ہی دل تھا کہ جس نے آپ کی نبوت کا پہلے پہل اتار کیا وہ بی بی خدیجہ ہی تھیں جو باؤسیوں اور نامیدوں میں بھی آپ کی ڈھارس بندھوا تی تھیں اور امیدوں کے وہ شعلے جو آپ کی طبیعت میں ہوش آتے ہی بڑھ کر سنے لگے تھے ان کو بجھنے نہ دیتی تھیں بلکہ اور بھی زیادہ بڑھانے کی کوشش کرتی تھیں۔

ایسی حالت میں کہ چاروں طرف مایوسیوں کا ڈھیر معلوم ہوتا ہوا درجس طرف نظر اٹھا کر دیکھو سو مخالفت کے کچھ نظر نہ آتا ہو۔ اور سب دشمن ہی دشمن دکھائی دیتے ہوں اطمینان دینا اور ڈھارس بندھوانا اور اپنے ارادہ میں متقل رہنے کی تاکید کرنی ایک طاقت کی زبردست طبیعت کا کہانتک نقشہ کھینچتی ہے۔

بی بی خدیجہ کے ہاں آنحضرت سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں مگر افسوس یہ ہے کہ بچپن ہی میں لڑکوں کا انتقال ہو گیا۔ اولاد نہ رہنے کے متواتر انتقال نے آنحضرت کی طبع مقدس پر بڑا گہرا خونخوار اثر کیا۔ درآپ کا دل غموں سے چور ہو گیا۔ ایک تو بچوں کے مرنے کا سخت غم اور دوسرے بداندیش قریش کی بے محل و دل کی اسزدہ کرنے والی پستیماں اور یہی اسزدہ کہہ دیتی تھیں۔ بداندیش اور دشمن جان و ایمان و بشر حضرت کو الابر کا کرتے تھے الابر اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں کہ جبکی دم کٹی ہوئی ہو۔ اور اس کے منہ سے اس شخص کے بچے کی اولاد نہ رہنے نہ زندہ رہتی ہو۔ ایسی ہی قریشی عربوں کی یہود بائین زمینیا و حیالات تھے کہ جنہوں نے انسانیت کا خون کر دیا تھا اور چاروں طرف وحشت کی تاریکی بھا رہی تھی محمد کا برباد اور محفل قذیب دشمن جان و ایمان و قریش عربوں کی اس جلی ہنی باؤن پر ہرگز نہ توجہ نہ کرتا تھا ان میں یہ ظاہر تھا کہ کسی کی بڑی بات کہنے کا صدر انسانی طبیعت پر خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو ضرور اثر کرتا ہے۔ چونکہ آپ کی توجہ اپنے عقیدات ان کام کی انجام دہی کی طرف مائل تھی اسلئے آپ اپنے دشمنوں کی باؤن طرف خیال کر کے اپنے کام میں غصہ ڈالتا نہ چاہتے تھے۔

وقت آپ کا علاج تھا یہ اس تاریخ سے پندرہ برس کے حالات۔ آپ کے کسی کو نہیں معلوم۔ بوہنا بیت باطنی است وقت علاج کے وقت گبن عربوں نے ہر برس کی تھی اور بی بی خدیجہ چالیس برس کی تھیں۔



اور آئندہ فکر دن میں صرف ہوئے۔ اسٹیج حضرت عیسیٰ کا ہی وہ زمانہ نہیں معلوم ہے جب آپ یوسف  
بخاری دکان میں کام کیا کرتے تھے۔ رہنا صاحب اپنی کتاب حضرت عیسیٰ کے سوانح عمری میں تحریر کرتے ہیں  
کہ خداوند عیسیٰ کے حالات تلاش کئے جاتے ہیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ زندگی کیونکر گزری  
کیا سوچا کیا کام کیا اور اتنی مدت کن خیالات میں صرف کی۔ مگر ایک دیر میں نظر ان دقائق اور فطرت  
کی باریکیوں کو بخوبی دیکھ سکتی ہے۔ اگر ہم کسی بہان کی آمد کو بفرسینے کو جہاننگ ہم سے ممکن ہو گا اپنی  
دوست کی بہان نوازی کے لئے پہلے ہی سے بند و بست کرینگے گھر حواف کرینگے اچھے اچھے اور عین نفس بھونے  
بجھانینگے لطیف لطیف اور لذیذ کہانوں کا انتظام کرینگے اور جقد راہی حیثیت ہوگی اسکی خاطر داری  
میں کوتاہی نہیں کرنے کے اسٹیج ہمارے بنی آخر الزمان ہی پندرہ برس تک اپنے کو اس پیغام لینے کے لئے  
مستعد بنا رہے تھے جو تحقیق خدا کی طرف سے آپ پر پہنچا گیا۔ پندرہ برس کی مدت کچھ بہت بڑی مدت  
نہیں ہوتی کہ جہین دل تمام انسانی کدورتوں اور خیالات سے پاک ہو کر اپنے کو اس قابل بنائے کہ خدا کے  
احکام کے نقوش پر کندہ ہو سکیں۔

عبدال مطلب کی وفات پر حکومت مکہ کی کم زیادہ تعظیم ہو گئی تھی۔ ہر سنٹر کا کچھ نہ کچھ محدود اختیار تھا  
یا مدبران ملک کی مجلس کا شریک جو شخص ہوتا تھا بشرطیکہ وہ چالاک ہو اس کے گھر سے ہو جاتے تھے۔  
مختلف عہدوں میں نہ کوئی محسوس تھی اور نہ امن و انصاف تھا جس سے کہ مال و حقوق کی حفاظت ہو سکتی  
تھی یہ بات تو بیشک تھی کہ ایک ہی قوم ایک ہی قبیلہ کے کسی شخص کو کوئی اس قدر عزت نہ پہونچا سکتا تھا  
کیونکہ اس سے قوم کے ہرک آئینے کا خوف تھا۔ لیکن مان سچا رہے سافرون پر ہر قسم کا ظلم ٹوڑا جاتا تھا۔  
اور ان سے ناجائز جابریتا ہوتا تھا کہ سکر ہی رو لگتے کھڑے ہوتے ہیں۔

پر ویسی نہ صرف اپنا مال و سیلاب گل لٹا ہوا اور جبراً چھنتا ہوا دیکھتے تھے بلکہ ان کی بیوی بچوں کو بھی  
زبردستی چھین لیتے تھے نہ کوئی قانون تھا نہ قاعدہ تھا نہ کوئی انصاف چکانے والا تھا۔

ایک مشہور شاعر بنی کاٹن کی قوم کا دن دیوے مکہ کی شاہراہوں میں لوٹ لیا گیا باوجودیکہ وہ عبدال  
قریش کا منیب نیکر مکہ میں آیا تھا۔ جب یہ آفتیں متواتر نازل ہونے لگیں تو بائسم اور مطلب کی اولاد  
نے باہم ایک سخت سوگند کہا کہ یہ مشورہ کیا کہ ہم ایک انجمن مقرر کریں کہ جو ان مظالم کو روکے جن سے تمام  
مکی بدنام ہو رہے ہیں اور پردیسیوں پر نئی نئی بلائیں ٹوٹ رہی ہیں ایسا بند و بست کیا جائے کہ خواہ  
کوئی مکی ہو یا پردیسی ہو غلام ہو یا آزاد ہو مکہ کی سرحد میں قدم رکھتے ہی امن میں آجائے اور اسے کوئی  
عزت نہ پہونچا سکے۔ ۶۹۵ء میں یہ انجمن منعقد ہوئی اس کے اخص ممبر چھ ہی تھے۔ اس انجمن نے  
خوب زور شور سے احکام جاری کئے اور اس امر کی منادی کرادی کہ اگر آئندہ کسی نے کسی مسافر کو لوٹا  
یا ستایا۔ یا اس کا ریب جبر مال چھینا تو وہ سخت منراہاب ہوگا اس انجمن کو قائم ہوئے تو راہی زمانہ گزرا

کہ عثمان نے جو قسطنطنیہ کا سونا لایا تھا حجاز کو روسن سلطنت میں شریک کرنے کی تدبیر کی۔ صرف آنحضرت کی احسن اور اعلیٰ تدبیر سے عثمان کی تمام کوششیں ناکارہ گئیں اور وہ اپنے ارادوں اور افعال میں شکست کھا کر شام بہاگ گیا یہاں ایرانی شہزادہ نے اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔

اس کامیابی نے ہی آنحضرت کی وقت کو کامل طور سے قریش میں تسلیم کر دیا۔ یہ واقعہ عثمان کا بھی عرب میں یادگار ہو اگر آنحضرت پولیکل تدبیر میں کامیابی حاصل نہ کرتے اور آپ کی رائے تیرہ ہدف ہوتی تو سخت خونریزی کے بعد خبر نہیں کیا نتیجہ نکل نا اور کتنے گہر ویران ہوتے کتنی ندیاں خون کی بہتیں اور ملک حجاز روسن سلطنت میں ملتا بائچ جاتا۔

شہ ۶ میں جب آنحضرت کی پوری ۵۳ برس کی عمر تھی کعبہ کی حرمت کا ایک نیا جگہ اٹھا۔ عرب کے مختلف قبائل میں چھنے لگی ہر قبیلہ ہی کہتا تھا کہ کعبہ کی حرمت کے فخر حاصل کرنے کا میں ہی سچو ہوں۔ موقع پر پہلے ہی ایک خونریز جنگ ہو چکی تھی۔ اور اب یہ ایک انقطاعی جنگ ہو جانے کا سامان ہی ہو گیا تھا کیونکہ عربوں کی جنگجو طبیعت سے دنوں تک بغیر خونریزی کے خاموش بیٹھا رہنا ممکن نہ تھا۔ اگر محمد اس جگہ لکا فیصل کر کے سبکو باہم رضا مندر دیتے تو ضرور ہزاروں جانیں ضائع ہو جاتیں اگر دیکھا جائے تو ان پندرہ برس کے شادی کے بعد نبوت ملنے تک کے یہ کام ہیں جن میں اس مقدس اور سب سے افضل ذات نے اپنے کو مصروف کیا تھا۔ اسکی آرزوئیں اگر تین تو یہ کہ قوم کی اصلاح ہو اس میں سے وحشت کی بوتل کھرا انسانیت کا خلق آجائے۔ آپ کی خواہشیں نہ صرف اپنی قوم یا اپنے ملک کی رفیعام کے لئے خاص تھیں بلکہ تمام عالم کی نجات کے لئے دم بدم طبیعت میں اٹھتی تھیں۔

آپکا شریف شیریں مزاج۔ آپکی مستحکم اور استوار رہنمائی۔ آپکا مستقل شفقت آمیز برتاؤ۔ آپ کی بے پناہ پاک صاف مبارک زندگی۔ آپ کی محتاط شستگی۔ آپ کے اولوالعزم ارادے اور ان میں متواتر کامیابی۔ آپکی مساکین اور غلو میں کی مدد کے لئے ہمیشہ آمادگی۔ آپ کو اپنی شاندار عظمت کا خیال۔ اپنے فرائض کی انجام دہی میں جان لڑا دینے کا ہرجوش شوق۔ خدا کی وحدت عالم سے تسلیم کرانے کا ہر جذبہ خیال نے آپکو اپنے ہموطنوں میں الامین کے لقب سے پکڑ دیا۔ جس کے آپ اول ہی دن سے قابل۔ ایک متعصب اور زہرا گلنے والا معصنف ہی آپکی نسبت یہ الفاظ لکھتا ہے۔

محمد میں سب میں بڑی بات یہ تھی کہ جس معاملہ کو اس نے اٹھایا اور جو مستعدی اس نے اول ہی اول اپنے ارادہ میں دکھائی مرنے دم تک اسکی وہ ہی کیفیت رہی بلکہ جون جون اسکی عمر بڑھتی گئی اور وہ اپنے ارادوں کامیابی کا لباس پہنانے میں مضبوط ہوتا گیا اسکا زبردست استقلال اسکی کامیابی کا سبب تھا، لطف تو یہ ہے کہ دشمن بھی بول اٹھتے اور ہنسن دوست تو تعریف ہی کیا کرتے ہیں آپ کی جتنی خواہشیں تھیں وہ سب غایت پر مبنی تھیں۔ یعنی آپ کی کوئی غرض اپنے کسی من

مضمون نہ تھی۔ جو کام آپ کرتے تھے اس میں دوسروں کا فائدہ مقصود نہ تھا اور کیوں نہ تھا جب بھیجے ہی عالم کو نجات دینے کے لئے گئے تھے۔ انسانی کام ہمیشہ غرض پر مبنی ہوتے ہیں، لیکن اگر وہ کسی کے ساتھ سلوک بھی کر لگتا تو اپنا فائدہ اس سے زیادہ پہنچے سوچ لیا گا مگر جیسا اس سے پہلے برتر اور عالم کو رحمت ذات پر جسے صدقہ کو شہنشاہ بنا دیا اور آپ ودہی کا وہ ہی رہا۔ وہ ہی ایک یوریا اور ایک پنہ ہی اور ایک کھیل۔ بیسیوں کو نصف دنیا کا مالک کر دیا اور آپ اپنے چوٹے سے کچھور کی چھال کے بھر دی میں رہنا پلینا۔ کروڑا روپیہ لاکھوں کو بخش دیا لیکن آپ ان ہی چند کون کے مالک ہے جن سے منہ کی ایک وقت کی روٹی مہیا ہو سکتی تھی۔

ان برگزیدہ صفات نے آخر کار دشمنوں سے بھی یہ کہلوادیا تو بیشک عالم کی رحمت ہے اور خدا کا برحق نبی اور ہمارا نجات دہندہ ہے۔ ایک بکا چٹنا لحد جو خدا کو بھی مخلوق کہتا ہے اور ان کو اس کا خالق کہتا ہے ہے آنحضرتؐ کی نسبت یہ کہتا ہے۔ اس صحرا نشین شخص میں صرف حیرت انگیز اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات یہ تھی کہ وہ نہایت سنجیدہ تھا اور ایمین سے تھا کہ جکا شعار شہادت ہے اور جن کو نیچر نے گویا اپنے ہی ہاتھ سے بنایا ہے (دیکھو ٹامس کارلائل صاحب کی کتاب جلد ۶ صفحہ ۲۲۵) اس شخص میں حضرت ابوطالب کو تجارت میں کچھ ٹوٹا آیا۔ ابوطالب کی تجارت کو نامی وسعت حاصل ہوئی تھی آپ اپنے دادا کی طرح شام اور یمن میں بڑی تجارت کرتے اور اپنا مال بحری سہ سے دمشق اور شام کے دوسرے شہروں میں لجاتے حجاز کی کجورین میں کے عطر اور اسکے بدلے میں قسطنطنیہ کی خیرین لاکے اور ان مالک میں فروخت کرتے۔ کچھ تجارت میں ٹوٹا پڑا اور کچھ کال نے رہا سہانت نکال لیا۔ یہاں تک آپ کی یہ کیفیت ہوئی کہ اپنی اولاد کو سنبھالنا مشکل پڑ گیا۔ یہہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فوراً مدد کرنی چاہی اور ان گونا گوں احسانوں کا کچھ اور سیدہ معاوضہ دینا چاہا جو حضرت ابوطالب نے آپ کے ساتھ کئے تھے۔ آپ نے ابوطالب کے بیٹوں میں سے حضرت علیؑ کو اپنی سرپرستی میں لیلیا اور ان کو تعلیم دلوانی شروع کی مگر میں آنحضرتؐ اور عباس ابوطالب کے بہائی گویا دلتمند دن میں سے تھے ایک لڑکا سرپرستی کے لئے حضرت عباس نے لیلیا اور یوں ابوطالب کو اپنے کنبہ کی پرورش سے کیہ قدر سبکدوش کیا۔

آنحضرتؐ کی سرپرستی میں حضرت علیؑ آئے حضرت عباس کی سرپرستی میں جعفرؑ آئے اور تیسرا لڑکا عاقل اپنے باپ کے ساتھ رہا۔ آنحضرتؐ کے بچپن ہی میں سب اولاد ورنہ فوت ہو چکی تھی حضرت علیؑ کو آپ نے بچن کی طرح پرورش کیا۔ اور حضرت علیؑ سے آپ کی ڈاکس بندہ ہی۔ اور ہر حضرت علیؑ کی اطاعت اور اپنے چچا زو بہائی کی فرمانبرداری اور ہر محرم کا عالمگیر غرض

رابطہ و ضبط الفت و محبت کا نمونہ دکھارنا تھا جس قدر آنحضرت حضرت علی سے محبت کرتے تھے اوس قدر علی اطاعت میں سرگرم تھے ایک اطاعت اور خلق ہی ایسی چیز ہے کہ جو غیر کو یہی اپنا بنا لیتا ہے۔ آخر اس اطاعت اور فرمانبرداری کا یہ نتیجہ نکلا کہ آنحضرت نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کی حضرت علی سے شادی کر دی۔ اس شادی نے گویا ہمیشہ کے لئے باہمی طرفین کی محبت کو خوب مضبوط کر دیا یہ رشتہ کی محبت گویا خاکی محبت تھی لیکن اسلامی محبت میں سب کا درجہ برابر تھا۔ اور رسول کا وہ ہی زیادہ پیارا تھا کہ جس نے خدا کے احکام کی پوری سجاوڑی کی اور ہمیشہ اشاعت دین میں زیادہ کوشش کی۔ اسلام میں اس لئے نہ خاندان کی خصوصیت ہے نہ قوم و ملک کی حاجت ہے نہ اگر ضرورت ہے تو صرف نیک اعمال کی۔

جابر قوموں اور ملکوں کی طرح یہ بات نہیں ہے کہ اپنے ہی کنبہ یا قوم کو حقوق بخشے جائیں اور دوسرے ملک کا خواہ کیسا فرمانبردار کیوں ہوں جب یہی وہ حقوق دے جائیں۔ اگر ایک شخص حبشی ہے اور وہ نیک اعمال مسلمان ہے اور ارکان دین کا پابند ہے اس عرب مکی سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ جو کعبہ کا حجاز ہے اور شریف مکہ کا بیٹا جو تلہے یا قوم قریش میں سے ہے مگر بد اعمال ہے جو حقوق کہ ایک عربی کو حاصل ہیں اسلامی ملی اصول میں وہ ہی حقوق ایک عجمی کو حاصل ہیں۔

آنحضرت نے اپنے رحم اور خدا ترسی کی اور یہی اسی عرصہ میں ایک مثال دی اور وہ یہ تھی کہ ایک نوجوان عرب زید نامی حادث کا بیٹا مکہ میں غلاموں کے زمرہ میں قید ہو کر آیا۔ اسکو بداندیش اور دشمن قریش قید کر کے لائے تھے بی بی خدیجہ کے بیٹے نے اسکو خرید کر اپنی پہوپی کی خدمت میں پیش کیا۔ بی بی خدیجہ آنحضرت کو بطور تحفہ کے زید کو دیا۔ آنحضرت نے زید کو فوراً آزاد کر دیا۔ اور کہا اسے نوجوان تو آزاد ہے چاہے جہاں جا اور چاہے جہاں رہ تو کسی کا مقید نہیں ہے کوئی تجھے اب نگاہ نہیں ملا سکتا اس کے اس رحم اور خدا ترسی نے اس نوجوان عرب پر یہاں تک اثر کیا کہ وہ آبکادلی حلقہ بگوش ہو گیا اور اسکا مفتوح قلب کی یہ آپکا مطہر ہی بنا رہا۔ اسکے مان باب اور قوم کے چند آدمی لینے کے لئے آئے لیکن وہ نہیں گیا اور اپنے اپنے باپ سے کہا کہ مجھے اب مہربان آقا اگر چراغ لیکو بھی دھونڈ لگا جب ہی نہیں ملی سکا۔

شاید بعض عقول غلام آزاد کر دینا کچھ بات نہ خیال کریں اور اس بخشش کو وہ معمولی سخاوت سمجھیں مگر جنہوں نے تاریخ عرب دیکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں صرف شریف غلام کے حاصل کرنے پر عرب اپنی اعلیٰ جا میں تصدق کر دیتے تھے اور ایک ایک غلام دس دس بیس بیس ہزار ریال کو خریدتے تھے وہ بھی نہیں ملتا تھا۔ غلام کا آزاد کرنا اس زمانہ میں بڑی بہاری بخشش تھی اور غلام ہی شریف غلام۔ محمد عربی کے اس بچے مثل رحم سے مکہ میں ایک روحی تحریک پھیل گئی اور مخالف ہی آپ کے رحم و اخلاق سے قائل ہو گئے۔ آپ کی ہر حجت عادتیں خود بخود دلوں کو مفتوح بنا جاتی تھیں اور مخالفین کے قلوب از خود مائل ہو رہے تھے۔

اس امتحان اور آزمائش میں پندرہ برس گزر گئے ان برسوں میں آنحضرت کو اکثر دلگیری حاصل ہوتی رہی لیکن پہرہی ہمدردی جو مخلوق کی طرف سے آپ کے دل میں پیدا ہوتی رہتی تھی کتنی رہی۔ اور آپ صبر اور بردباری سے ان غموں اور دلیکریوں کو سہتے رہے جو ان پندرہ برس میں وقتاً فوقتاً آپ پر پڑتے گئے آپ ان تکالیف کو مخلوق کی ریفارم کی آرزو پر سہتے تھے اور اس سے دلچسپی لیتے تھے۔

آپ کا ملک آپ کی آنکھوں کے آگے کس اتری کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ رات دن کے بے بنیاد فساد اور اس میں بگناہ جانوں کا قبل از وقت ضائع ہونا۔ وحشت کو ہر حال عزیز جانتا۔ اپنی زندگی بے اخلاقی اور بے اعمالی کی دہوان دار تاریک کہانی میں بسر کرنا۔ اور خدا کی گونا گوں برکتوں سے محروم رہنے کی عادتیں ایسی غضب تبین کہ جو محمد عربی کے دل میں کہنکے ہی تھیں اور آپ ان صحرائی نیکیوں کا عالمگیر عمل ملاحظہ کر رہے تھے کہ جو اور یہی رہا سہا قوم ان کو تباہ و برباد کئے دیتا تھا۔

ان باتوں کی سچی فطرۃ کا اندازہ وہ ہی شخص کر سکتا ہے کہ جس کو قدرت سے ممتاز عقل کا حصہ ملا ہے اور جس کی زندگی و چینوں میں گری ہے اور کہیں کہیں اس حالت میں اسکو اصلاح کا خیال ہی آچکا ہے ایسا شخص سمجھے گا کہ کتنے بڑے عالی ظرف شخص کا کام ہے اور ایسی وحشت کی تاریکی میں شایستگی کا نور چمکانا چاہیے کہ قدر ناممکن الوقوع معلوم ہوتا ہے۔ جو تکلیفیں گذرتی ہیں وہ ہی مصطلح نفس ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوششوں کا میاب دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور کہیں اپنی سعی جلیلہ میں ناکامی دیکھ کر بے زور لگتا ہے۔ کامیابی کی خوش اس کے دل پر ایک عارضی اثر کرتی ہے اور ناکامی کا صدمہ دل میں ایسی جگہ پکڑ لیتا ہے کہ پھر کہیں نہیں نکلتا۔ وہ اپنی آپ ہی آپ ڈھارس بندھاتا ہے اور اپنا آپ ہی مطمئن کرتا ہے۔ ناکامیابی اسکو گہرے رہتی ہیں اور کامیابیوں میں وہ آگے بڑھتا ہے پرے سرکتی جاتی ہیں اور دور دور علیحدہ علیحدہ چلتی ہیں۔ یہ تو محمدی ریفارم کا ذکر ہے کہ صرف حضرت موسیٰ یا عیسیٰ کی طرح اپنی ہی قوم کی اصلاح پر لانے کی کوشش کرے مگر محمد عربی پر خیال کرنا چاہئے جو تمام دنیا کی اصلاح کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے ان کا ظرف کیسا عالی ظرف تھا جسکی نسبت ایک اشارہ خداوند نے ہی اپنے کلام میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنی امانت بہاروں کو دیتے یا اپنا کلام ان پر بھیجتے تو وہ کرجی کرجی ہو جاتے۔

یہ اشارہ صرف اس ہی ریفارم کا یوحہ اوٹھانے سے ہے جسکا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے کوئی شخص چاہے دنیا فاضل ہو کوئی معمولی کام ہی نہیں کر سکتا جب تک اس میں مشورہ نہ کرے مگر جس مقدس ذات نے اتنے بڑے فرض کی انجام دہی کے لئے کسی کی مرضی پوچھی اور نہ کسی سے مشورہ لیا جو کچھ کیا اپنے بہرہ و سہ پر کیا بہرہ و سہ عام انسانوں اور شیعوں میں اسکا امتیاز بہ درجہ کیوں نہ قائم کیا جائیگا اور وہ تمام جہان کے انبیاء علیہم السلام اور حکماء کیوں نہ افضل ہوگا اور ایسی صفیوں پر سوائے اس کے خیر پیشہ کا لقب اور کبریا کی تائید

اینگا اور یہ مصرع سوئے اس باب رکست ذات کے اور کس پر عاید کیا جائیگا۔





فشریف بیجا یا کرتے تھے یہہ جگہ ایک ویران گہائی کے قریب قائم ہے نہ یہاں سایہ دار درخت ہیں نہ کوئی چشمہ ہے اور نہ کوئی آفتاب کی برہنہ کرنوں سے پناہ کی جگہ ہے۔ اوائلی اپنی کتاب میں واقعہ می کے ص ۸۲ میں لکھتا ہے آنحضرت اکثر اس زمانہ میں معوم رہا کرتے تھے اور یہہ معوم یا متفکر رہنا آپ کا خلقی تھا۔ فکر مند رہتے تھے آپ کو کبھی آرام نہ تھا بغیر ضرورت کے کبھی کسی سے کلام نہ کرتے تھے اکثر آجکا وقت خاموشی میں گزرتا تھا۔ آپ اگر بات بھی کرتے تھے تو بہت آہستہ آہستہ آپ فقرے چوڑے چوڑے فرماتے تھے مگر ان میں مطالب بڑے بڑے ادا کرتے تھے ان فقروں میں نہ زیادہ الفاظ ہوتے تھے نہ کم۔ یہہ معومی اور متفکر صرف اس عظیم شان کام کی انجام دہی کے لئے ہی کہ جسکو آپ ہی کی ہمت کر سکتی تھی اور اس کا بوجھ اٹھاتا تھی۔ آپ یہاں تمام شب عمیق تر خیالات میں مستغرق رہے اور اس خدائے واحد کی حضوری میں اپنا گزرا کہ جو کہانی ہنسن دیتا لیکن سب جگہ یہہ جسکی رحمت کے ساتھ تمام جہانوں پر پہلے ہوئے ہیں جس برکت سے سادھی کرہوں کی صورت نظر آتی ہے اور ان کی ہستی قائم ہے اسکی بادشاہت جیسے اس میں مسلم ہے ایسی ہی اور عالموں میں بھی جو اس سے بھی لاکھوں حصہ زیادہ بڑے ہیں تسلیم شدہ۔ یکا یک غیرت حق کو حرکت ہوئی وحدت کا دریا اٹھا اور جوش ربانی کا جام چھلکا۔ لیکن ایک آواز ان چیزوں میں سے نکلتی ہوئی معلوم ہوئی جو آپ کے گرد تھیں اور وہ آواز یہہ تھی خدائے اپنا وعدہ پورا کہ تجھے عالم کی ہدایت کے لئے منتخب کیا۔

آوازوں کا آنا جو چٹانوں اور پتیلے ٹیلوں میں سے نکل رہی تھیں اور فرشتوں کا آنا یہہ کیا تھا صرف اسے برگزیدہ صفات کا اثر تھا کہ جواب کی فطرت میں اول ہی روز سے آئینہ ہو چکی تھیں یقیناً حضرت جبرائیلؑ آئے اور خدا کی وحی لا کر پڑھائی۔

اول یہہ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر ایمان رکھنے والی نسل کی نسبت میں ایک ایسے معنوں میں گزرا چاہتا ہوں کہ جو معترفوں کی ایسی ہی ایمان رکھنے والی اور نبی کے احکام مسلمانوں کا اطمینان کو دیتے ہیں۔ حالانکہ سچو دار اور عاقل کے آنکھ یہہ کچھ عجائبات ہیں ہے وہ بخوبی اسے سمجھ سکتا ہے لیکن اکثر کچھ عقل معترف کر سکتے ہیں اور بعض تو مسلمان کا دلی اطمینان نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ یہہ ہوتا ہے کہ مخالفہ سچو کیا لیکن مخالفہ میں ان کے لئے ضروری جامہ دیتا ہے تاکہ اس مسئلے کے سامنے دالے ہوئے کہ میں پڑیں اور انہی عقائد مذہبی میں خام ہو جائیں۔ یہہ ہر حالت کے نزدیک مسلمہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ پہنچتے تو خواب یہہ لکھ لکھتے آپ وحی نازل ہونے کے وقت اپنے جزمین لپٹے بیٹے ہوئے عبادت گاہ میں آئے تھے تاکہ اس کے نام لیکر بچا رہا ہے یہہ شکر آپ سے مبارک رہا کہ کلا اس وقت آپ پر اس قدر وحی طاری ہوئی کہ آپ نے رحمت بخش ہو کر غلبہ کیا۔ جب آپ کو یہہ آواز آئی کہ ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں نکل آیا اور میں آپ کے سامنے ایک زانی فرج لکھ کر رہا ہوں۔ آجے فرمایا کہ میں نے تمہیں جانتا۔ یہہ فرشتہ نے کہا کہ میں آپ کو پہنچاؤں اور میں اس کا نام لکھ کر میں جس آدمی کو ایک خطہ خون سے بنایا اور اسے اس کا نام لکھ کر میں انسان کو ظلم کا استعمال سکھایا اور جس کی روح میں علم کا نور ڈال سکنا ہے آپ کو اسی خطہ روشن ہو گیا اور وہ نوشتہ ماسانی پڑھ لیا۔ ہر ایک کو بہت گہرا ٹھونگی اور آپ جنگل کو دور کر کر شریف لیکے یہاں آئی کو درود پڑھا کر پڑا اور آپ نے گلی سے مجھ کو خدا کا بھائی ہے اور میں فرشتہ ہوں یہی نقل ہے کہ جب آپ پہنچے تو پہلی بات یہی تھی خواہ کیا ہی کرنا یا کرنا کہ میں آپ کو اپنی بنی پریشہ نظر کرو اور ہو جا اور آپ پریشہ طاری ہو جائی تھی آپ کا چہرہ شہر ہو جا کر رہا تھا اور آپ بہت فکر مند گہائی میں لگے تھے۔ بلکہ وحی نازل ہونے کے وقت اگر آپ بہت پرستار ہو جاتے تو اس وقت آپ کا چہرہ کبھی وہ چہرہ نہ رہتا بلکہ میں نے یہہ پہنچا کر آپ کیسی آواز کہ میں نے اپنا تھا اور کسی اپنی نالیں مارے لگتا تھا اور کسی ایسی چیز تھی کہ اپنی نالی کو کوئی ڈالتا تھا۔ یہہ خصوصیات حالت عقل سے وحی نازل ہونے کے وقت آپ کی حالت تھی اور ان حالات اور اعتراضات کی ہی نقل کر دیتا ہوں اور یہہ ان کی جواب یا جانیکا ان شاء اللہ۔

اور وہی پیغام دیکھ کر حضرت موسیٰ اور علیؑ نے کو دیا تھا پیغام کا بھیجنے والا اور انے والا تو وہی تھا لیکن اسے پیغام میں کچھ ترجمہ ہو گئی تھی اور ڈھنگ بدل گیا تھا۔

ایک بچی مصنف لکھتا ہے کہ عوازیٰ بڑی عقل مند و عورت کو ایسے دم اکثر میرا آج بھی اپنے جب کسی چیز کا خیال کرتے ہیں اور ان کے دماغ میں یہ جتنے لگتا ہے کم ہوتا ہے کوئی چیز میں یہی خیال کئے پکتے وقت اہم اسے بھی ہو جاتی ہے کہ سکین نظر آگئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حجم صوتیں کہڑی ہوئی وہی ہے کہڑی ہوئی کہ خیال نہیں لگتا ہے۔ اور باتیں زور دے دینے میں آتی ہیں کہ جب ہم کسی بات پر کلک میں آتے ہیں تو دہریں جن بہت بلا کا خیال آکر فوراً اسے کھٹکے چٹان اور درجن معلوم ہوتا ہے اور یہ کہاؤں فی تہا ہے کہ وہ حکم کرنے کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں وغیرہ کیا جائیگے۔ حالانکہ میرا وہ دم و گمان بھی بکھر رہی نہیں ہوتا نظر سب کچھ جاتا ہے۔

پھر وہی مصنف قیصر دم ہزاروں کی حکایت لکھتا ہے۔ اور یہ ہے پیشتر اس کے کہ مبروں نے اسے دانہ بیکار کے پیچھے نہیں پنا ہوتا ہے خیرین وہ ہوتا ہو فی کردہ خیرین کا بے خیال دے یا تھا کہ ان کو دیکھ کر میرے دست میرے پیچھے تو مجھے میرے ساتلان میں فکر کرنے دینگے کہ کسی پر یہاں ہوا اور دہر کی باتیں سب جہاں تھا ایک شہد ہندی اسکے خیرین حل ہی تھی جیسا کہ کر فاضلات کی ہزار اسکے دماغ پر ہو رہی تھی۔ دل جو پہلے ہی سے خلی تفلکات کے جو ہو گیا تھا اپنے لئے خلیفہ وہ خیالات کے ادب ہی سے اپنی ہستی میں دبا لیا تھا۔ اس پر تمام سلفت کا بار بار اہل تہادہ جانتا تھا کہ دنیا میں کوئی میرا وہ نہیں ہے پھر ہی اس قوت سے اس کی دیکھ کر جو کہیں انیشیا اور یہ کہ کابادہ بنون آ رہا تھا ان عیسیٰ تر خیالات میں وہ متفرق تھا کہ یکایک وہ خود کا اور سنہ اپنے پہلو میں ایک صبیحہ رت کہڑی تھی جس سے دہا یا اور اس کی لہلی بند لگی ہو رہی تھی ایک کو دم نامی شخص کی بیان ہوئی ہے جب تمام امیرین اور اویسوں کا شمار ہو جاتا تھا اور طوطی کا نام اس کو اس کا طوطا کہنا تھا وہ بہتر پر بھیجی ہے کہ وہیں کر ہاتا کہ یکایک اسے ایک شخص سے پاس کھڑا ہو دیکھا جو باور بند یہ کہہ رہا ہے کہ تو تمام لگتا ہے ان میں کوئی اصل کیگا اور تیری دکان لگنے میں نہ ہونے کی گت تو اپنی کو ششون کا میا ہوگا مگر تیری ایک شخص مونی تو شش کی حکایت ہے جو ادب ہی عجیب ہے مونی تو شش سارا گوسا میں پیدا ہوا تھا اور سچائی کا پاشندہ تھا۔ اسنے ایک کتاب کو لکھن انم لکھی ہے اس کتاب میں اسنے کچھ کہ شخص شریک مستقل علاج ہوا لہام رانی کا سختی ہو جاتا ہے اور اگر وہ ذرا یہی اپنی کو ششون میں مضبوط ہو تو اسے غیبی شارتیں ملنے لگیں گی اور وہ بشارتیں صرف اس کا خیال ہی خیال ہے۔

ہر مشین کا ٹن اور فیلن صاحب چدری نکلاؤ کہ میری نے ایک کتاب مادی روح نامی لکھی ہے انہوں نے اس امر کو بہت زور دیکر لکھا ہے کہ آدمی کو فاعل شعی چاہئے اور ہر کام میں صبر و تحمل کرنا زیادہ ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کر لگتا تو اس کی روحانی ترقی رک جائے گی اور روحانی قوت ضائع ہونے کے بعد یہ محض نامکن ہے کہ وہ انسان کہلائے جانے کا سختی ہو۔ روحانی قوت حاصل کرنے کیلئے اسے چاہئے کہ وہ اپنے خیالات کو نظری پھروں سے باز رکھے اور جب وہ اس طرح اپنے خیالات پر قادر ہو جائیگا تو اسے ہامات ہونے لگیں گے اور اس کی دونو قوتیں یعنی عقل و حواس خدا کی ذات میں مستغرق ہو جائیں گے۔

انام میں صاحب اپنی کتاب اصل نبوت کی جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ میں لکھتے ہیں۔  
مولیٰ تو شش جب ان باتوں پر بحث کی کہ جسے اسکی ذات مواتی تو اس کا اعتقاد مسیحون کو اس پر غصہ آیا ہے اسے جا کر دیکھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے تو یہی ان باتوں کو دیکھا سکتا ہے یہاں سو گز زبانی باتوں کی اور کچھ نہ تھا۔ آخر ششہ اعین قید ہو گیا ورنہ جن اسکے دماغ میں رنگ لڑا تھا پھر اسے دیکھا گیا پھر اسے اپنی دہی ام کہانی لکائی آخر ششہ اعین ام کہ جس کی دیکھا  
ششہ اعین قید کی حالت میں مر گیا گویا میں اسکے جنون کا خاتمہ ہو گیا۔

ترمیم تو یہ ہوئی تھی کہ خاص قوم کی ہدایت سے عام ہو گئی تھی اپنے اور پیغمبر خاص قوم اور خاص ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور ہمارے نبی عالم کی رحمت بنا کر بھیجے گئے

چوتھی حکایت یہ کہ ایک میڈم ڈی گائٹ نامی کی بیواں بھوئی تھی یہ خاتون شکستہ عین ماؤنٹ مارسیس میں پیدا ہوئی۔ اس عورت نے بڑھاپہ کیا تھا کہ میرے پاس خدا کا فرشتہ آتا ہے۔ اور وہ لوگوں کو دکھایا ہی دیتی تھی کہ آسمان سے کب فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جی لون خدا اور میڈم ڈی مین در دعویت اس کے معتقد ہو گئے اور ان فرشتہ عام میں یہ بات بیک وقت لائی جاتی کہ یہ دعوت نئی ہے۔ اس شخص نام لوگوں میں ایک آفت برپا کر دی اور سنیکرون اسماعیل عقداؤس کے دشمن ہو گئے آخر اس کا بیٹا بھی یہ ہوا کہ فوراً جیل خانہ پہنچائی گئی جہاں برس قید خانہ میں رہی یہ بہت نامی ایک لکڑی کی کپڑی کی کہ یہ پویشیدہ پویشیدہ قید خانہ سے اپنے سفید کپڑوں کو لکھ لکھ کر بیچتی ہے غریب دنیاوت پھیل چکا گی اور لاکھوں آدمی قتل ہو چکے تھے حالانکہ یہ شخص غلط فہم تھی اہل میں بہت نامی شخص بہت ناجائز طور سے شاوی کرنا چاہتا تھا وہ چند شرطیں پیش کرتی تھیں لیکن یہ شخص منظور نہ کرتا تھا اس لئے اس نے دشمنی سے غری کر دی اس غریبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قید خانہ میں رہیں جو وہاں کالا پانی تھا عمر بھر یہی قید کر کے گئی یہ قید بوائی کے نزدیک سے بہان بہ بچاری کر گئی تو یہ دو تین بعد یہ شہر بڑا کڑھ لوانی بنی اس لئے کہ اس کی نانی ہی بخوانا تھی۔

پانچویں حکایت سوئڈن نامی شخص کی سچی مورخ بیان کرتے ہیں کہ ششاع میں سیوڈال میں پیدا ہوا یہ بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا اور اپنے علم و فضل کے سبب تمام یورپ میں مشہور ہو گیا فلسفہ میں اسے بڑا دخل تھا اور یہ ہمیشہ اپنے فالگی کاموں میں ہی منوط و فلسفہ ہی کیا کرتا تھا علم و فضل کی بہانہ تک بت پہنچی اور اس کے دماغ میں ایسے خیالات پکے کہ وہ یکایک یہ خیال کرنے لگا کہ میں انگلستان کی رفیاق کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہاں بیان کیا کہ میں نے ایک فرشتہ دیکھا جس نے مجھے کہا کہ تو اپنے ناکامل علم کی تکمیل چھوڑے اور اپنی بہت کو اس لئے مقروضہ کام میں صرف کر اس خیال کیا کہ میں فرشتوں ہی سے باتیں نہیں کرتا بلکہ آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہا ہوں اور تمام چیزوں کو روحانی دنیا میں دیکھتا ہوں گویا کہ میں ہی ایک فرشتہ ہوں۔

دن کو میں اس دنیا میں رہتا ہوں اور شب کو آسمان پر چلا جاتا ہوں اور تمام دروغ و بہشت کی سیر کرتا ہوں فرشتے یا ادیب کے سامنے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رحمت پہنچا ہوں اور وہ مجھے برکت دیتے ہیں۔ اپنے ان ہی خیالات کی ادب میں میں شکستہ عین اس کا انتقال ہو گیا۔

چوتھی حکایت ادیبی سچی مورخ زوریکر بیان کرتے ہیں اور وہ میڈم کر وٹر کی حکایت ہے شکستہ عین میں پیدا ہوئی۔ یہ دعوت دراصل فالگی تھی اور اس کی بد وضعی کی دہوم تمام سچی شہر و زمین میں مچ رہی تھی پہلے اس خاتون نے کہتے ہیں کہ اپنی یہ بد وضعی چھوڑ دی اور وہ صرف عبادت میں مصروف ہوئی اس کی عزلت نشینی اور عبادت نے اس کے دماغ میں ایک ایسی صورت پیدا کر دی کہ آخر اسے یہ معلوم ہونے لگا کہ میرے پاس خدا کا فرشتہ آتا ہے اور وہ میرا کہتا ہے کہ تو نہ بد عبادی کی کرتی کہ اس بت نے اس عورت کی دہوم مجاہدی اور شکستہ عین سکندر اول شہنشاہ کو اس کا معتقد ہو گیا اور وہ سکندر کو کوشش دے کہ بتا تھی اور اسے معلوم ہوتا تھا کہ خدا فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں۔

اس قسم کی بہت سی حکایتیں سچی مورخ اپنے دھوکے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جب خیالات پک جانے ہیں تو اس قسم کے ہم مجسم ہوتے ہیں بلکہ دینے لگتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے ہی خیالات کی تائید کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ اس کا وہ نرا وہم و گمان ہی ہوتا ہے۔

اگر ایک بہا شخص جب کو فطرہ سے عقل کا ذرا بھی حصہ ملا ہے وہ ان حکایات کو ایسا ہی لغو اور بے ہمتیاد

وہنگ یہ بدل ہوتا تھا کہ وحی لکھی ہوئی دکھائی گئی ہوتی۔ مدت کے جو شون اور ربانی محبت کے دلولوں کے آخر یہاں تک کو نبت پہنچتی کہ نبوت کا متعہ اُبلو دیا گیا۔ ابن ال طہرانی کتاب صفحہ ۳۴ میں لکھتا ہے کہ خیال کرنا چاہیے کہ دراصل وہ میں ان مجتہدانہ خیالات اور دیوانہ پن کی ہر توان سے نبوت کو کیا علاقہ اگر وہ یہی تسلیم کر لیں کہ یہ حکام میں صحیح ہیں تو یہ بھی نبوت اور وحی نازل ہونے سے اسکو کیا علاقہ اسکی بعقبہ ہی مثال ہے کہ ایک شخص کا نام سلطان ہے لیکن دراصل ہمارے کو جو پڑھ ہی نہیں ملتا اور ایک اصلی سلطان ہونے کو کیا اس شخص کے لئے سلطان کا نام سلطان ہے اور جو بیان جتنا آ رہا ہے اصلی سلطان سے نبت دیکھتے ہیں یا اسے سلطان ثانی کہتے ہیں یا اس سلطان کے افعال اصلی سلطان مطابقت کھاسکتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اصلی سلطان کی طرز معاشرت کو اس کے ختم سے مساوات کو کے عاجز کر سکتے ہیں اگر آج میرا داغ اٹ جائے یا میں جان کو بہ کھٹے لگوں کہ میں نبی ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو کیا اسے اصلی نبی اور سپر وحی نازل ہوگی تو یہ یہودی کا یقین بھی جواب دیا یا بیگناہ کہ یہی نہیں اگر ایک شخص نبی کو جو رکھنا فی کا دعویٰ کرے تو کوئی اسکا منہ بند کر دے والا تو ہوگا نہیں جو کہ اسکے جی میں بیگناہ کیا گیا اگر اس کو یہ کہنا تقدس ات باری کو دہم نہیں ملتا اسکا اور نہ مثل نہیں سکتا ہے۔ فیصر دم ایک دفعہ شاہ ایران نے اپنے کئے کا نام رکھا تھا اس کے کیا کئے اور فیصر دم سے کچھ مناسب ہوگئی یا فیصر کی وقت گشت گئی۔ کلید اسٹون قاہرہ میں ایک حجر کا نام ہے سیاہ اصلی کلید اسٹون ہے حجر کو متاثر دین کہہ سکتے ہیں یا کلید اسٹون کی اس کے کچھ وقت یا سوت کم ہو سکتی ہے کی نہیں بہتہ تو یہ شخصوں کی حالتیں بیان ہوئی ہیں اگر میرے خیال میں یہ بیان کا ایک ایک شخص سے دیکھ کر ہے میں نے یہاں تو نبت ہی کہتا ہوں پہلی نبت اور دوسری نبت کا نازل ہونا میں کہہ رہی ہوں نبت اور خلافت اور عقیدے اندھے ہو کر دیا ہے تو کچھ مانکر یا جانے اور یا یہ جیسے بابت بنادی جائیں مگر کچھ اثر نہیں ہو اور یہ عقلا کی نگاہوں میں نری لغو اور ہونہار نبت ہوتی ہیں جن حکاروں یا اصل نمونوں کے خلی کے حکام میں بیان ہوئی ہیں اسٹون کی کوئی ایفام کی کوئی الہامی کتاب پشور کی کراہنے کے بعد ہی انکے عقیدے میں کچھ ترقی کی صرت سلام کی خلافت تھا بہت انداز دیا تھا یہ نبوت کے چاہا لگا اور جو بانا لکھ دیا۔

اسکے بعد میں خراج اکثر میراجہ فی الصاحب ہمارے کے سی اس آئی کی لغت قرآن مجید جلد اول صفحہ ۲۸ سے نبوت اور نبی کی حقیقت نقل کرتا ہوں اور بعد ازاں اسپر یار کر کے کہ خود ہی نبوت نبی اور وشتہ کی بات تحریر کر دے گا اس سبب حسب بالقاب اپنی تقدیر بنی ہوئے ہوں) وحی تو وحی ہوتی ہے جو خدا سے پہنچ کر وحی باقی ہے گا اگلے مفسر نے اسکا بیان کر دے گا کہ وحی باقی ہے ہنگام پر نہیں کہا ہوتا تھا خدا رسول کو دنیا کے پادشاہ اور وزیر کے مانند اور وحی کو بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیغام کے مانند سمجھا ہے اور جبریل کو ایک تم وشتہ بادشاہ و وزیر میں ملحق پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ یہاں پر جبریل خدا کا کلام شکر آنحضرت کے پاس آتے تھے اور پیغام کہتے تھے پھر تقریر پر انکو بہت مشکل پیش آتی کہ خدا کے کلام میں تو خود او کو نام نہیں ہے پھر جبریل نے دیکھ کر کہ وہ کلام کو پیرا سکا جات دیا کہ ممکن ہے کہ خدا تم کو یہی کہتا ہے میں اسی نعت پیدا کر دو جو خدا کا کلام سن لیتا ہو پھر اس میں یہ قدرت رکھی ہو کہ وہ عبارتیں اسکی تعبیر کر کے اور یہ یہی ہو سکتا ہے کہ خدا نے لوح محفوظ میں اسی ترتیب سے قرآن پیدا کر دیا ہو اور جبریل نے اسے پڑھ کر یاد کر لیا ہو یا یہ ہو اسکو اللہ تعالیٰ نے کسی چیز جو درمیان میں حاضر ہو کر آدمی کو یاد دلائی ہو پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل کو یاد دیا ہو کہ یہی عبارت ہے جو ہمارا کلام قدیم کو پورا دے گا

بیشکے ساکت اور خاموش ساعتمون میں۔ پوچھنے کی شیریں اور سنان منظر میں۔ سادہ سیم کی نغمہ سناسٹ میں یہ آواز کی اور وہ آواز آسمانی آواز تھی۔ تو خدا کا پیغمبر ہے اور تو آدمی ہے۔ ان ہمارے خون میں نہایت ہی محنت سے دینا کی کدورتوں اور خیالات سے صاف کیا ہوا دلخ اپنی قابلیتوں پہ! اور نور آنکھوں کے سامنے وحی نازل ہوتی دکھائی دی۔ اس وحی کالائے والا وہ ورثہ تھا کہ جسکو حفظ جبریل سے تعبیر کرتے ہیں جو خدا اور نبی میں پہلی کا کام دیتا ہے۔

عداقت اور سچائی کا باپ اپنا پیغمبر آپ منتخب کرتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے اسکی آواز بادون کی رگڑا ہٹ سے کہیں زیادہ سخت تر ہوتی ہے اسکی تڑا آواز زمین کے ہلکے کو ہلک کر دیتی ہے مگر نبی کی کت

تی ہے۔ یہ تقریریں ہمارے علماء قدیم کی اسی قسم کی تقریریں ہیں جن پر آج لوگ ہنستے ہیں اور قرآن مجید اور مذہب اسلام و مثل اس تقریر کو سمجھتے ہیں امام صاحب نے اس بات پر غور نہیں فرمایا ہے کہ خدا انکے آنحضرت ہی میں ایسی سماعت یا لوح محفوظ میں سے پڑھنے کی قدرت یا جس جسم میں سے وہ ادنیٰ نبی آواز میں نکلتی تھیں ان سے کلام سمجھ لینے کی طاقت کیونہیں پیدا لی جو خدا کا کلام سن لیتے اور سمجھ لیتے تاکہ اس تکلیف کی کہ جبریل سنیں پھر اس کی عبارت بنائیں پھر آنحضرت کو اگر سنائیں حاجت نہ رہتی اسکی ہی شریع امام صلحے بنیں فرمائی کہ ان ادنیٰ نبی آوازوں سے آواز لینے کے بعد جبریل کو خدا نے کیونہیں لایا نہ ہی باریہ آیا ان ہی ادنیٰ نبی آوازوں سے۔ ات تو جاننا محال تھا کیونکہ وہ لازم آتا ہے پھر اور کسی طرح بتایا ہوگا مگر پہلی ہی طرح بتایا دلانک ہر غور میں لانی الاسلام نصیب نبوت کو یہی علماء متقدمین نے ایک عہدہ سمجھا ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے یا جسکو منتخب کرتا ہے دیدیتا ہے جیسے بادشاہ اپنے بندوں میں سے کسیکو وزیر کسیکو دیوان کسی کو خوشی کو دیتا ہے۔ اور وہ اس منصب کے لیکر وہ کام شروع کرتا ہے اور رجوع ہونے کے ٹھیک ہی منہ آنہوٹک سمجھتے ہیں۔

مگر میری سمجھ میں نہیں ہے میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں نبی کو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں کیونہوئی ہوتا ہے البتہ نبی ہو گا فطری بطن آئے۔ جب پیدا ہوتا ہے تو نبی ہی پیدا ہوتا ہے۔ جب مرنے کو تو نبی ہی مرنے لے۔

نبی کا فطری ہونا کیونکہ میں زیادہ تر متعلق تھا وہ اسکو لفظ نبی سے متعلق کہتے تھے جس کے معنی جبریل کے ہیں وہ اس بات کے قائل تھے کہ ایسا مثل نبی ہونا کے دنیا کی باتوں میں سے عیب کی بات یا آئندہ ہونے والی باتیں ہوتا دیتے ہیں شاید اتنا فرق سمجھتے ہوں کہ نبی ہونا کے حساب یا سبب طائفوں کے اسرار سے بناتے تھے اور انبیا زبانی کرشمہ سے پس جو شخص کو کوئی پرشین کوئی ہنیز کرتا تھا اسکو نبی یا پیغمبر نہیں کہتے تھے۔ مگر اسلام میں اور مسلمان میں یہ خیال نہیں ہے وہ ان سبکو جبریل نے وحی نازل کی ہے نبی جانتے ہیں۔ اور پیغمبر جانتے ہیں۔ گو کہ اس کے کوئی ہی پرشین کوئی نہ کی ہو۔ بلکہ مذہب اسلام تو یہ بتاتا ہے کہ لا علم فیہ الاہو یہی سبب ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک صاحب وحی کو نبی یا پیغمبر کہا گیا ہے جہاں سے اکثر کہتے داؤد و سلیمان کو یہودی نبی نہیں کہتے۔

پھر حال اس فطری ہونا کو کچھ دینوت و حقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیا میں مقتضای فطرت کے مثل دیگر قوم ان کی کے ہوتی ہے جس زمانہ میں وہ فوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جو نبی ہوتا ہے اس میں قوت ہوتی ہے جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اسکی کریم و حاصل و بلا خلق کی سبب سے عطا رکھتے ہیں اس طرح ملک نبوت ہی اس طرح عطا کرتا ہے یہ بات کچھ ملک نبوت ہی پر قوت نہیں

عالم میں کوئی آفت برپا نہیں ہونے دیتی یہ وہ ہی اندرونی آواز ہے جس کے ذریعہ سے خدا اپنے بندہ اپنے بنی سے باتیں کرتا ہے یہ آواز رفتہ رفتہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ کم ہوتے ہوتے صرف ممکن السبح رہ جاتی ہے پھر یہ اپنے ربانی لہجہ میں کم ہو جاتی ہے اور پھر دونوں زبان کے لباس میں تبدیل ہو جاتی ہے پھر وقتاً فوقتاً یہ اپنی اصلی فطرت پر آ جاتی ہے اور آخر ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندہ کے کانوں میں یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ یہ آواز خدا کی آواز ہے اور آسمان سے آرہی ہے۔

پروفیسر مگر صاحب نے اس ربانی آواز کی فطرت کو سنجی ثابت کیا ہے۔

جانسن اپنی کتاب اور نیٹیل ریلچس نے مشرقی مذاہب کے صفحہ ۵۶۱ میں لکھتے ہیں حجر کا وسیع خیال خدا کی برتر ذات کے ساتھ اس عجیب و غریب اور سلامتی عقل اور سیلف کینڈ کا اظہار ہے جس میں وہ مستغرق رہتے تھے۔ اور پھر یہی مصنف لکھتا ہے کہ یہ اتفاقی نہیں ہو سکتا کہ عہد کی ہزاروں قسم کے جو ملکات انسانی میں بعضی دفعہ کوئی خاص ملک کسی خاص انسان میں از رو حلقہ و فطرۃ کے ایسا قوی ہوگا

کہ وہ اوسیکامام یا پیغمبر کہلاتا ہے اور ایسی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے نبیوں ہی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے ایک طبیب ہی فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے مگر جو شخص وحافی امراض کا طبیب ہے اور جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضا اس کی فطرت کے قوت سے غایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے اور جس طرح کہ آدمی کو انسانی بناسبت اسکے اعضا کے قوی ہونے جاتے ہیں اسی طرح لکھ رہی قوی ہوتا جاتا ہے اور جب اپنی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اس کا مقتضی ہوتا ہے جس کو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔

خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جو کہ ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی الہی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اس کا دل ہی دعا الہی ہوتا ہے جو خدا پاس پیغام بجا جاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وہ خود ہی وہ جسم چمیر ہوتا ہے جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف دے صوت کے کلام کو سنتا ہے خود ہی وہی کے دل سے قوارح کے مانند وحی الہی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلوٹا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے و ما یطق عن الہم ان ہوا لا وحی یوحی، جو حالات و واردات ایسے بگڑتے ہیں وہ یہی مقتضائے فطرت انسانی اور کتب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہر کا قانون سے اسی طرح پر سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہتا ہے وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں کے سطح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہو جائے۔

من واقعہ کے بتلائے کو اگرچہ پہلے قول یاد آتا ہے کہ قدر میں بادہ خدا فی بخدا تاتہ چشمی، مگر ہم بطور تمیز کے گوہر کسی ہی مریبہ ہوا اس کا ثبوت جیتے ہیں۔ ہزاروں شخص میں جنہوں نے مجھ کو ان کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر لوٹنے والے کے اپنے کانوں سے دواں سنتے ہیں نہ ہاں ہوتے ہیں مگر انہی آنکھوں سے اپنے پاس کیسے کہہ رہا ہوں باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں وہ میان ہی کے خیالات میں



برتر قوت وسیع جزیرہ نمائی و زانی سے اشاعت پذیر ہو چکے گرد سلطنت کا مدو جزا ہوا اور کم ہو گیا ہو۔ ایک شب جو قومی تراور اخلاقی تربیتی جبے بالی اس مخلوق پر آرام کر رہا تھا۔ اور فطرۃ اپنے مالک کی طرف بلند ہو رہی تھی اس شب کی وسط میں اس فطرۃ پر کتاب کہلی کہ جو عطش عطش بکا رہی تھی اور پھر یہی اپنی قوت جاذبہ میں مستغرق تھی ایسی حالت میں اس کو ایک طاقت اور زبردست آواز نے بکا رہا جس آواز کی لہریں سمندر کی موجیں مار رہی تھیں پھر دوبارہ وہ ہی گرجتی ہوئی اور گرجتی ہوئی آواز آئی مگر لپٹ کر جواب نہیں دیا گیا اور وہ آواز آپ ہی آپ لینے اپنے ہی لہر سے دست و گریبان ہوتی رہی مگر پھر بنی پر خوفناک بوجھ پڑا اور پھر دل میں جواب دیا سب بارہ یہ آواز آئی اللہ کا نام لیکر پڑھو۔ اپنے جواب یا کہ میں کیا پڑھوں پھر یہی جواب آیا کہ خدا کا نام لیکر پڑھو۔

آپ پر یہ کیفیت گزر جانے کے بعد لرزہ چا گیا اور آپ تڑپے اپنی وفاستحاری بی خدیجہ کے پاس بولنے ہوئے تشریف لائے اور کہا اے خدیجہ دیکھ مجھے کیا ہوا پھر آپ بلیٹ گئے اور حضرت بی بی خدیجہ آپ کی یہ حالت بغور دیکھتی رہیں۔ جب آپ کو اپنی کہلیا ہٹ اور لرزہ سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے بی بی خدیجہ جو سب طرف سے بھر ہو کر ایک طرف مستغرق اور اس میں مستغرق ہیں اور بائیں ہتھ میں اپنے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اس میں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ یہی خلاف فطرت ان فی نہیں ہے ہاں ان دونوں میں تنازع ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پہلا بی غیر گو کہ کا ذہن چلے کو یہی مجنون تھا۔ سید صاحب بالقابہ کی تخریر ختم ہو گئی۔ مجھے افسوس ہے کہ سید صاحب نے اس میں خدا ہی اپنی عقل کو تکلیف نہیں دی اور آخر میں وہ الفاظ استعمال کئے کہ جو ایک سلمان کی شان سے بعید ہیں۔

جو خیال نبی اور وحی نازل ہونے کی نسبت تخریر کیا ہے یہ خیال مذہب مغرب کا ہے آپ نے اتنی تکلیف ہی ناصح کی یہی لکھتے ہیں کہ جو کچھ نبوت کی نسبت گروہ مذکور الصدر کا مذہب ہے وہ ہی میرا ہے۔ سید صاحب بالقابہ کا یہ تخریر فرما کہ بہترین ہمارے علماء قدیم کی اس قسم کی تقریریں ہیں چنانچہ لوگ سنتی ہیں اور قرآن مجید اور مذہب اسلام کو مثل اس تقریر کے لغو سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ سید صاحب بالقابہ یہ فراتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کی ان باتوں پر قہقہہ مارتے ہیں کہ اس میں فرشتوں کا وجود نہیں۔ یا فرشتہ کو آسمان سے نازل ہوتا ہوا تسلیم کیا گیا ہے غالباً وہ لوگ دہریے ہوں گے کیونکہ عیسائی یا ہودی فرشتوں اور فرشتوں کی آمد و رفت کے قائل ہیں اور ان کے مذہب کے بڑے ارکان ہی میں وہ اس قسم کے گزراں کار نہیں کر سکتے کہ فرشتہ نہیں ہے اور اگر ہے تو زمین پر نہیں آسکتا۔

انجیل کی اکثر آیات سے یہ صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائی فرشتوں اور ان کے آنے کے قائل ہیں اب ہے دہریے ان کے قہقہے لگانے کا ہم کہاں تک غلط کر سکتے ہیں وہ تو خدا اور اسکے ماننے والوں پر یہی اسی طرح ہٹے اڑاتے ہیں۔ تیرہ سو برس اسلام دنیا میں پھیل رہا ہے ہٹے لگانے والے ہٹے ہی لگاتے رہے اور فرشتوں کے معتقدوں نے نصف دنیا کو فتح کر لیا ان ہی ضعیف اعتقادات پر لکھوں بلکہ گروہ ایمان آئے اور دن میں لگا جاتے ہیں ان ہی اعتقادات کے صدور میں آج بھی کس کی زبان سے

فرمایا یہ حالت جو مجھ پر طاری ہوئی ہے کہیں کوئی شخص اسے مکر و جنون نہ کہے اور میری بات کا یقین نہ کرے فرمایا۔ اے ابوالقاسم (آنحضرت کو کہا کرتے تھے) ایسا کیا بھی نہیں ہو سکتا کوئی شخص تیری نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تو جیوٹ بول لیگا۔ تو ہمیشہ سچ بولتا رہا ہے۔ تو نے ہمیشہ اس رشتہ داروں اور دوستوں پر مہربانی کی ہے۔ تو اتنی نیکی میں اپنی زندگی گزاری ہے اور ایمان کے ساتھ میں چلا ہے اور نہ مکہ میں تو اثر گو مشہور ہے۔ آپ پر کیا واقع ہو اس چیز نے تجھے ایسا خوفزدہ بنایا اپنے وہ جواب دیا جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس پر نبی خدا نے فرمایا مبارک ہو اسے پیارے خاوند مبارک ہو خوشی اور بہت خوشی کا مقام ہے تو پیغمبر بنایا گیا گویا آج کی رات سے تجھے نبوت بخشے گئی نبی نبی خدیجہ اہلین اور اپنے چچا زاد بھائی کے پاس تشریف لیگیں یہ شخص ضعیف اور نابینا تھا۔ اوجھہ ابخل

لا آتہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگر جی ہوئی آوازوں کے ساتھ بلند ہو رہا ہے۔ اگر ہم باڈرن سائنس اور حال کے فلسفیوں کا خیال کریں اور ان کی خاطر اپنے دین کے اصول کو جو پر ایمان رکھنا کچھ مضرت نہیں ہو چنانچا مثلاً دین تو پہری وہ خوش ہوں گے یا اسلام کی نبرگی اس کے دیر نہیں نقش ہوگی وہ خدا کو ایک لاشے محض تصور کرتے ہیں اسکی لازمل قوتوں اور صفات پر نہتے ہیں اور جو ان باتوں کے قائل ہیں ان کی سچ اور حوالہ نہ سمجھتے ہیں پہ فرمائے کہ اپنا دین بدلنے اور اس کے روشن ارکان کو پلٹنے سے فائدہ کیا مان اگر آپ میں یہ بہت ہو کہ آپ قرآن شریف سے بہت ثابت کر دین کہ خدا کوئی چیز نہیں ہے بہ تمام دیکھو سلامی دیکھو سلامی بہر تو شاید بہتر ہم خیال ہوں لیکن حضرت یہ خاطر جمع ہی رکھئے کہ جو بہری اسلام پر ایمان نہیں لائے گے کیا آپ نے تجھ کے دہریوں کی تصانیف نہیں ملاحظہ فرمائیں کہ وہ فاجر عقل ہمارے بنی آخر الزمان کی نسبت کیا کیا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور کیسے کہتے ناشائستہ جملے لکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑا اور دین عالم اپنی ایک شہر کتاب میں جہاں اسنے خدا کی قدرت اور ارادہ اور علم اور تصرف فی العالم اور خالق فیرو مشر ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے صرف ایک ایسی علت اعلیٰ قرار دیا ہے جسے کسی قسم کا کوئی اختیار یا تصرف عالم میں نہیں ہے کہتا ہے کہ یہ عقیدہ پرانے خیالات سے زیادہ تر صاف اور غلط فہم ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے ماننے کے لئے زیادہ قوت دل کی ضرورت ہے اور جن لوگوں کو یہ معمولی واقعہ میں خدا کی خاص قدرت اور ارادہ اور پیش بینی اور ہر ذرہ کی چیز میں اسکی نگرانی اور علم کے آثار پانے کی عادت ہو گئی ہے ان کو یہ عقیدہ سرد اور غیر متکین بخش محسوس ہوگا لیکن امیدیں اور خیالات واقعات کے مقابلہ میں بے طاقت ہیں ایک اور صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ جسے لوگ خدا اور خالق کہتے ہیں وہ خود انسان کا مخلوق ہے یعنی اپنے دل سے اسے پیدا کر لیا ہے اور اپنی صفات کا جامع قرار دیا ہے۔ یہ صاحب بہادر دنیا کے ناقص اور غیر مکمل اور بے تربیت ہونے پر اس کے بنانے والے کو بڑے تسخروطنر و امور قرار دیکر خدا کے ملنے والوں کو احق اور بیوقوف کہتے اور کتب اسمانی کے غلط اور چوٹ ہونے پر ان ہی کی شہادت لاتے ہیں چنانچہ ابخل شریف کی سی پاک کتاب کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ میری رائے میں کسی دشمن خدا و جی کو اس بات کے یقین دلانے کے واسطے کہ ابخل انسان کی بنیاد بلکہ وحشیانہ ایجاد ہے صرف اس قدر ضرورت ہے کہ ابخل کو پڑھے بہر آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ ابخل کو اسطور پڑ ہو جیسے تم اور کسی کتاب کو پڑھتے ہو اور اسکی نسبت ایسی ہی خیالات

نوریت کا بہت بڑا علم تھا ہے نبی خدیج بنے اپنے پیارے نبی کی زبان سے جو کچھ سناتا تھا بیان کیا اور یہ سنتے ہی کہتے لگا قدس اقدس۔ مینہ ناموس اکبر تھا جو حضرت موسیٰ کے ہی پاس آیا تھا بیشک وہ بیچ بیکار تو اس سے جا کر کہہ دے وہ اپنا دل مضبوط کرے اور اپنے ارادہ میں بہادر دن کی طرح قد فرم ہو۔ ابن نوفل ناموس کا لفظ حضرت جبریل کی نسبت استعمال کیا ہے ناموس کے اصلی معنی عربی میں قیام کے ہیں اور کہیں اسکے معنی قانون کے ہیں آٹھ ہیں مگر ڈیوینج لکھتا ہے کہ ناموس کے معنی اس قانون کے جیسے اور کتابوں کی نسبت آتے ہو اپنی انکو اس تعلیم کی بچی کہوں اور اپنے دل سے خوف کے بہت کو بھگا دو اور باغ اویام سے نانی کرو تب انجیل مقدس کو پڑھو تو نگو تعجب ہوگا کہ تم نے ایک لحظہ کے لئے بھی کیونکہ اس حیالت اور ظلم کے مصنف کو غلط اور نیک اور پاک خیال کیا تھا۔ سید صاحب اگر بغور ملاحظہ فرمائیے تو انہیں سلام ہوگا کہ یہ خیالات ایک دوسری مصنف کی ہیں بلکہ اکثر اور نیک ماننے والوں کا بھی حال ہے کہ وہ دین کی باتوں پر عقائد رکھنے والوں اور خدا کو متصف الصفا شجریہ و سلبیہ ماننے والوں پر نہایت تعجب و تاسف کرتے ہیں پس جب تک ان کے علم کی معراج اس درجہ پر نہ پہنچ جائے وہ ایسے لوگوں کے نزدیک جاہل اور لاعقل سمجھا جائیگا۔

اگر یہ بات ہو کہ ہماری اس قسم کی باتیں انہیں مسلمان بنا دین تو مضائقہ ہی نہیں۔ ان کے خیال میں جب تک ان خدا رسول اور اصول دین کو ماننا رہے گو وہ کتنے ہی زینہ علم اور نیچر کے طے کو چکا ہو بہر ہی ضعیف القلب اور کمزور فہم رکھتا ہو اگر وہ ہوگا تو کمی تیشی کا۔ پہر آپ کیونکر یہ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری ان تحریروں پر دہرائے قہقہہ نہ اڑائیے۔ آپ نے بہت کچھ زرا برقی ہے بہر ہی نبی کو نبی ماننا ہے گو دجی کا۔ سنہ پچھنے والا اور لینے والا خود ہی کہنے والا اور خود ہی سننے والا مانا ہے۔ نبی کیا یہاں متی کا سانگ ہوا (عیاذ باللہ) خدا کو قاضی الحجابات سمجھا۔ دعا کو ایک سبب حصول مقصود کا اور حاجت دعا کے مطلب کا حاصل ہونا جبریل کو ایک فرشتہ دجی کا لانے والا اور نبوت کو ایک عہدہ خدا کا دیا ہوا خیال کرنا اسلام میں نہ رشتہ وراثہ ہے اور نہ مسلمانوں کو کوئی مصرت پر پونچا ہے۔ اگر ایک نے انہما دجی و ذیابہ غور کر لیا تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ صرف اس وجہ سے کہ مسلمان قرآن کو جو میراث کا لایا ہوا بتاتے ہیں اسلام بخود خیال کیا جائیگا۔

اگر ایک شخص اس وسیلہ کو نہیں تسلیم کرنا دیر ہی سمجھتا ہے کہ قرآن محمد کی تصنیف سے ہے یا الہام کے ذریعہ سے لکھا گیا ہے تو اصل قرآن اسکے مطالب میں کیا فرق آسکتا ہے یا اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف جبریل فرشتہ لیکر آیا تھا تو مطالب میں کیا فرق پڑیگا۔ اس پر فقہدار کی کوئی وجہ مقول نہیں معلوم ہوتی۔ ایک شخص نے میں نفیس کہا نا کہ لایا اگر وہ یہ نہ بتائے کہ یہ کس ترکیب سے لکھا ہے تو اس کا ہانے میں کچھ فرق آسکتا ہے یا اس کا فرق نہیں آسکتا ہے۔ یا اگر اس کی ترکیب بتادی جائے گی تو اس کی لذت یہ نہیں سکتی۔ بہر حال اسلام تو ایک کتاب پیش کرتا ہے اور وہ اللہ کی کتاب بتاتا ہے یہ نہ وہ نہیں داتا کہ اسکا سبب لانا اور سمجھ کر یہ اس طریقہ سے نازل ہوا بلکہ اس کتاب کی غرض بہت ہے خواہ اسے جبریل کا لایا ہو اسبب عداوت پکڑیں اور خواہ دل سے لکھا ہو یا جو کہ ہر ایک میں ہرگز نہ قرآن و اجابت دعا۔ فرشتہ جات و غیرہ کو نہ ماننا ان دہرین کو جو مسلمان مغرور کے خیالات پر قہقہہ مارتے ہیں ہرگز نہ قرآن اسلام کی عظمت نہیں منوائیگا۔

ہیں جو وحی میں بطور وحی کے پیغمبر کو دیا جاتا ہے سلطنتوں اور قوموں کی ویرانی اور بربادی کے پہنچان  
قبائل اور گروہوں کے شور و فساد میں ایک گرجتی ہوئی اور کڑکتی ہوئی آواز ہوا میں گونجنی مشرق و مغرب  
جنوب و شمال یہ آواز اہی خدا کا فرمان آپہنچا ہے۔ راعی آگیا ہے کہ پریشان گلہ کو بیٹا پر چلائے اور اسے  
اس خجل کے خوشخوار درندوں سے نجات دے۔ ذرہ ذرہ سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی مبارک ہو اسے سخت  
قوم مبارک ہو کہ تمہارا ستارہ زوال سے نکلنے والا آگیا۔ تمہارا نجات دہندہ پیدا ہو گیا اور تم جنت  
کے غاص سے نکال لئے جاؤ گے۔ جاگو جاگو اے برسوں کے سٹو ہٹوں جاگو۔ آفتاب برآمد بیدار شو بیدار شو۔

علوم جدیدہ ان باتوں کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ علوم جدیدہ کے عالم ان سب باتوں کو رد یوں یا دیوانوں کی کہانیاں جانتے  
ہیں۔ اور اعتقادات کا تو کیا ذکر صرف خدا کی خدائی ہی کوئی شخص علوم جدیدہ سے تصدیق نہیں کر سکتا۔ آجکل کے فلسفی خلیکے  
خوش کرنے اور دین اسلام منہ کا اپکا مدعا ہے وہ خدا کے وجود کے اعتقاد سے بڑھ کر کسی بات کو یہودہ نہیں سمجھتے۔ اور نعوذ باللہ  
خدا کو خدا ان کچھ ہم و خیال کا یہ کیا ہوا کہتے ہیں ان بعض اس کے وجود کے قابل ہیں یا یوں کہتے کہ منکر نہیں ہیں مگر وہ کسی اس  
خدا کے قابل ہیں اس خدا کے نہیں جو ابراہیم اور محمد کا خدا ہے بلکہ اُس خدا کے جو ڈارون اور ہیکل کا خدا ہے جسکا نام ان کی زبان  
میں فوسٹ کا زادو عربی میں علبہ العلل ہے۔ روایں خدا سجوی نمی از ردو بکار مانی آید ان کے خدا نے نہ کسی چیز میں تصرف کیا کر سکتا  
ہے نہ وہ کسی قسم کا اختیار کرتا ہے نہ کسی بات کو سننا ہے نہ قاضی الحاجات ہے نہ سمیع الدعوات ہے نہ عاقل مختار ہے نہ قادر علیٰ احوال  
ہے نہ ان اسے انکار نہیں کر دہ ایسی ہستی جو جس سے کوئی غیر معلوم مادہ بلا اس کے اختیار اور بغیر اس کی مرضی کے اور بغیر تقدم زمانہ کے  
ظاہر یا پید ہوا اور اسے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا اور چوتھا مادہ پیدا ہوتے ہوئے مادی کائنات کا ظہور ہوا  
در ایک ماکل حالت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں برسوں کے تغیرات اور تنازعات کے بعد یہ دنیا بنی اور جو  
چہ ہم اب کہتے ہیں اسکا اس طور پر تبدیل ہونا معلوم آیا۔ پس اگر یہ سلسلہ خچر کا مان لیا جائے اور یہ لازاف نیچر تسلیم کر لئے جائیں تو  
یہ لگے کہ وہ خدا جو فائق ضائع قادر مرید سمیع علیم مصور و حکیم اور کیا مانا جاتا ہے کہاں باقی رہتا ہے اور اس کے ماننے والے کیونکر  
عین کے سنائے سنائے خیالات کے قیدیوں سے آزاد سمجھ جاسکتے ہیں اور جب تک کوئی ڈارون کا ہم خیال اور ہیکل کا  
صوفیہ نہ بن جائے کیونکہ وہ دانشمند کیا جاسکتا ہے۔

یہ حصہ بالاقابہ اگر ذرا ہی تو دیکھ کر لے تو انہیں نبوت اور نبی کے وہ اصول جو مسلمانوں میں تسلیم شدہ ہیں ہرگز پلٹ دینے کا موقع  
نہیں آتا۔ اگر لاکھ ہم جبریل کو محمد کا خیال اور دل کا جذبہ ہی کہیں تیب ہی منکر اسلام اور خصوصاً وہ منکر خلیک خدا ڈارون اور  
علی کا خدا ہے رسالت اور نبی اور خدا پر تفہیم ہی کا بیٹنگ جسکے منہ بند کرنے کے لئے یہ یہہہ سامان لگے گئے ان پر کچھ نہیں اثر نہ پڑ سکا بہر  
عین اور سچی باتوں کو پلٹنے اور پیچیدہ الجھی ہوئی تحویروں میں صاف اور پاک مطالبہ کا پیمانہ یا یہ کونسی دانشمندی ہے یہہہ خوب  
رہلیا جائے کہ جن کے دل نئے خیالات کی تیز شاعروں سے روشن ہو گئے ہیں وہ ان لغویات پر ہنستے ہیں۔ جبکو سید صاحب  
آپنی تفسیر میں لکھتے ہیں اور اپنے خیال میں لازاف نیچر میں داخل کر چکے ہیں۔ مثلاً نبوت نرا و جزا اور یوں ہی بہت سے  
علی جبکو سید صاحب بالاقابہ اپنے مذہبی آزاد خیالات منانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی نزدیک ان پرانی باتوں اور جہالت و جنت کے

ابن نوفل جو یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب میں نبیوں کی واقف تھا اور وہ ان کتب میں نبوت اور نبی کی نشانیاں دیکھ چکا تھا اسنے جب نشانیاں سین تو اس قدر جوش پیدا ہوا کہ کہ کئی شایعہ بین اسی ضعیفی کی حالت میں لکڑی ٹیکتا ہوا پہر نے لگا اور جہاں اس نے دوا دیوے کو یہی باہم بائیں آتے سنا اور یاد از بلند کہا کہ مخلوق کا نجات دہندہ پیدا ہو گیا مگر اس کی بات پر کوئی انتہا نہ کرتا تھا اور کوئی شخص ایسا نہ ملتا تھا کہ جو محمد کا ہم کلام یا ہم صغیر معلوم ہو۔ پھر ابن نوفل نے محمد سے کہا۔ میں اس پرچہ زمانہ کے نزدیک خیالات کی جگہ اب اتنی نہیں رہی مادرن سائنس نے قوی دیدیا کہ خدا وجود مفصل ہے اور جو بیت یہودی خیالات میں عبادت و خشنود اور جانوں کے در اور خوف کا نتیجہ ہے نبوت دہو کے کی شے ہے۔ وحی افشا ہے۔ الہام خواہ ہے۔ روحانی ہے۔ قیامت دہو سلا ہے۔ عذاب و ثواب الہی اور نام ہیں۔ دوزخ و جنت الفاظ بے معنی ہیں ان ان ایک تہی یافتہ بندے۔

بعد الموت نہ سر پہ نہ جڑ ہے وہ مرنے کے بعد سب قصوں جھگڑوں سے پاک ہے۔

جن لوگوں کے یہ خیالات ہیں ان کے اگے اصول اسلام کو الٹ پلٹ کر رکھنے سے فائدہ کیونکہ وہ ہر مذہب و ایک سے زیادہ بہتر ہو یا میں غولہ وہ کتنی ہی آزادی کی پوشاکی پہن کر کھسکتے آئیں۔

(پہر رنگے کے خواہی جامہ می پوشا من انداز قدرت راحی شام سہ)

دوسری بات فخر الدین رازی کی تفسیر پر سید صاحبان کا قیام تھا۔ بالفاظ کا قہقہہ اڑا رہا ہے۔ دراصل فخر الدین رازی نے وحی نازل ہونے کی بابت بیان کرنے کی بہت تکلیف برداشت کی ہے ان شبہات سے غرض ہی کیا تھی کہ خدا کی آواز جبریل نے کیونکہ سنی اور فرسخ کہاں کہاں دوا دیکھا اور کیونکہ نبی کو پڑایا۔ جب ہمیں معمولی دینی باتوں کے سمجھنے میں وقت پڑتی ہے اور ہم نہیں سمجھ سکتے پہر میں حیران ہوں کہ خدا کی باریکیاں سمجھنے میں کیوں عقل لڑائی جاتی ہے اور کیوں ایک سچے ہوئے معاملہ کو ادب جھگڑاؤ میں ڈالا جاتا ہے جب ہم خدا کو غلط فہمی محیط مان چکے پہر میں شبہ کیوں پڑنے لگا بس یہی کہ دنیا کافی ہے کہ خدا کی طرف سے جبریل آئے اور وحی لائے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ محمد کے خیالات ہی نے ایک صورت فرشتہ کی پیدا کر لی تھی اور دراصل وہ کوئی چیز نہ تھی۔ بنین قطعی جبریل تھے اور فرشتہ نے محمد کو اگر قرآن پڑایا۔ سپر نہ ہندو اعتراض کر سکتے ہیں نہ عیسائی نہ یہودی کوئی نہیں کیونکہ ان کے مان ہی اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں مان دہریے نیک قہقہہ لگائینگے اسکے بدلہ میں اہل مذاہبان پر تہمتیں لگے۔

(ہم بہر گیند کی صدا جیسی کہے دیسی سنے)

مان ایک حکم بنا چاہے اور وہ سوائے تلوار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ رنا اپنے مطلب کو مسلمہ دلائل سے ثابت کرنا یہ سچ ہے۔

بڑی بات نہیں ہے جسکی زیادہ لباقت ہوگی وہ اپنے موافق دلیلین دے گا۔

زبانی دلائل اور تحریر و ن کو رہنے دو صرف مشاہدات کا ذکر کرو۔ اور دیکھو کہ اسلام کی برکتوں نے دنیا کو کتنا فائدہ پہنچایا اور زمانہ کی کتنی رفیقاہم کی جبریل فرشتہ کے متقدون نے دنیا کو کس قدر اور مصیبت سے نجات دی اور نبی کے معجزات ماننے والوں کو علم و فضل میں کیا کیا شہرت پیدا کی جو یورپ جس شد و مد سے کہ اپنے علم و ہنر کی بالگی دکھا رہا ہے اس کے سچے عربی اور عربستان کے زمین آسمان بدل چکا لیکن اسلام کی روشنی و ن بدن زیادہ ہوتی جائے گی اور کہی کہ نہوگی جو لوگ کہ اسلام کو نہ ماننا

ذات کی قسم کہا کرتا ہوں جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ خدا نے مجھے خلقت کی نجات دینے کیلئے نبی منتخب کیا ہے بیشک ناموس الہیہ میرے پاس خدا کی وحی لیکر آیا کاش اگر میں ان دنوں تک زندہ رہ سکوں تو ضرور تیرے عوض منکروں سے لڑ دوں گا۔ یہ ابن نوفل نے آنحضرت کی لڑائی پیشانی پر بوسہ دیا ان اطمینان بخش کلمات نے تکلیف پائی ہوئی روح کی بہت کچھ ڈھارس بندھوا لی جیسا کہ روضۃ الصفا کا ذکر ہے۔ بقول ابن ہشام (صفحہ ۱۰۴) ابن نوفل اس گفتگو کے چند ہی روز بعد انتقال کر گئے۔ جبکہ اصرار تھا کہ جب کوئی ان کا ڈھارس دینے والا اور اس بات میں مان میں ملانے والا نہ تھا بہت ہوا۔

اور اسکی برکتوں کو مانتے ہیں کہ کورن میں اور دن بدن انکی تعداد بڑھتی جاتی ہے مگر دہریوں کو ان کے مقابل میں شمار کیا جاتا ہے کہ وہ انکے کتے ہیں اور ان کی گفتگو یا عقائد کا اثر کہا تک پسلا ہوا ہے اور کس گروہ میں وقت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ہمیں اپنے اس عقیدے اور خیال پر فخر ہے کہ محمد ہمارا نبی ہے بیشک اس عجیب و غریب معجزے صادر ہوئے۔ وہ خدا کی طرف سے معجزات کیا گیا ہے۔ (افضل البین)۔ اس کے پاس جبریل فرشتہ وحی لایا اور اسکو پڑھائی۔ اگر ان عقائد اور خیالات پر ہمیں کوئی جاہل ضعیف نظر آئے ہیں ہمیں ایسی ہیالت اور اپنی ایسی ضعیف عقل پر ناز ہے۔

میرزا ثانی اگر درست ہے اور واقعی درست ہے تو میں صحتاً کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں اسلام سے بہتر کوئی اور مذہب ہے اور اسی مذہب کے سلف جنت میں جائیں تو بہر ہی فاش بیگویم ہمارے گفتہ خود دشادم کہ اگر اسلام کی بدولت جہنم اور وہی سخت تر اور دائمی جہنم ملے ہیں قبول ہے اور خوشی قبول ہے اگر اسلام کے بدولت فرض کو دنیا کی تمام آفتیں ہم پر اگر بیٹھیں گی یہ بھی قبول ہے لیکن اسلام کو بدلنا اور اپنے خیال کے یا دوسروں کے خوش کرنے کے لئے اپنے پیغمبر کی نسبت کچھ کچھ کہہ دینا گوارا نہ کریں گے۔

اگر یہاں پہلے جاہلین۔ مسند اہل پڑیں۔ سیارے یا ستارے اپنے مرکوزوں سے ہٹ جائیں آفتاب اپنی روشنی کے سمندر کو نہ چھوڑے ہونے دے اور اپنی روشنی کی فیاضانہ بخشش کو روک لے پانی کے جتنے ذرے کہ ہوا میں ملے ہوئے ہیں ہم پر برس جائیں۔ کرہ باد جو زمین پر چھوٹا ہے اٹھ اٹھائے۔ زمین کی کشش جاتی ہے اور تمام کہ ہون کی جا بھی کشش علیحدہ کرنی جائے اور زمین کے ٹکڑے اڑا کر اوہڑا کر کہ ہون میں جا پڑیں۔ چاند کا سارا پانی ہم پر لے کے بے دردن کی طرح نازل ہو۔ تمام کہ ہون کے دہو میں اڑ جائیں اور وہ ہمارے ہی سرور پر ٹوٹ پڑیں آفتاب کا آتش غیر سمندر موجزن ہو کر ہماری جان و تن کو بہلے گا اور یہ بھی ان مصائب کے بعد ایک بڑی قوت ہمیں زندہ رکھے لیکن ان مصائب کی تکلیفیں ہم پر پوری پوری گزری جائیں اور ہم سے پہلے کہ کوئی کہے کہ تم اسلامی عقائد سے دست بردار ہو مگر ہم اس حالت میں ہی قبول نہیں کرنے کے بشرطیکہ نبی کی بھی عظمت و دنوں پر نقش ہو چکی ہو۔ جتنی قیتیں کہ بطور مثال کے بیان کی گئی ہیں گو بہت ناممکن الوقوع ہیں لیکن یہ بھی اگر اسلام کی تاریخ کے صفحے اٹھے جائیں تو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ جو فطرت انسانی کے لئے بہت خوفناک ہیں یہ بھی مسلمانوں نے آتہ کی اور ان تکلیفوں کو سہہ کر کے کہا تو یہ کہہ سکتے ہیں۔

(جس شہید ہو کہ خبر ماکردہ) برگردن او باخود و بر باد شد

مسلمان زندہ جدا دئے گئے ان کو اگر بنو نوح میں بہا کر پانی میں آگ لگا دی گئی۔ ہونے میں بہت کر پانی میں زندہ بود یا گیا



آپ چاروں طرف امیہ بہری انظاروں سے ملاحظہ فرماتے تھے کہ کوئی میری بات کو یقین کرنے والا نکلتا ہے لیکن کوئی نہ ملا وہ پیاری آواز جس نے یکایک پہنچینی اور اضطراب مگر عشق ربانی کی پاشنی اور جذبہ وحدت کے جوش کے ساتھ پیدا کر دی تھی پہراس کا انتظار ہونے لگا اور دل کا شوق ابلنے لگا جذبہ قلب کا جام چمکنے لگا آخر پیر دو بارہ وہ ہی آواز آئی اور وہ یہ تھی (ابن الاثیر جلد ۲ صفحات ۵۳۰ و ۵۳۱ - خبری (روشن برگ کا ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۳۹۲) -

شکار می گتوں سے بہرہ واڈا لیا گیا۔ نصف زمین میں گڑا کر تھوٹے تیروں اڑوا دیا گیا۔ زندہ دیواروں میں چنوا دیا گیا۔ قلعہ کے کنگرہ پرست بول کے کانٹوں پر چنگے دیا گیا۔ آرون سے بھاگ کر چلا گیا۔ ان کی پاک نعشوں کو جلا دیا گیا۔ نہایت غیر جانہ طریقہ سے سول کی کھدڑی لکڑی پیٹھا یا گیا جہاں انہوں نے کئی کئی دن تربت پر رحمان دی۔ بیہول میں ٹٹاٹا کر انہیں کندھری سے فہم کیا۔ گھوڑو سچ ان کے ادمو کے اجسام روندوائے۔ گرم تیل میں انہیں جلا کر مرزا بنا دیا گیا۔ لکڑیوں کے چلہ ہیشوں میں انہیں جھونک دیا گیا؟ غرض وہ سرائیں کہ جتنی ممکن ہو سکتی ہیں اور ان کی عقل انکا احاطہ کر سکتی ہے کافروں کے ہاتھوں؟ سنانون پر توڑی گئی تھیں صرف اس جرم پر کہ وہ مسلمان تھے مگر وہ ان ان نکالیف پر ہی اور اپنے دین پر سہنہ ہوئے گئے، بخوان کے برے کام کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں اسلام پھیل گیا اور دن بدن بغیر علما و اعلیٰوں کی کوششوں کے پھیلنا چاہتا ہے۔

دہشت یہی چلائے اس عہد و قتل کی کوئی گہر پر نہایت کر سکتے ہیں زمانہ کی گرم دھڑکن میں جب انہیں اپنے دین میں کچا کر دیتی ہیں اور خدا و اسی باتوں سے ان کے خیالات پٹا کھا ہاتھ میں تو کیا دیدی اور پیدھی کا شور بہ موت اور جبریل کا بان کچھ آسان نہیں پاتے کہ سمجھ میں آتا ہے۔ چاند جو فرورہ ہمارے سروں پر چلتا ہے اور جیکے دیکھنے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اپنے دین میں لگائی ہیں مگر ایک کوئی انسان بخش بادہ، سکی نسبت نہیں معلوم ہوئی اسلئے سال میں سببنا جرم نہ ہی شہتا دیا ہے کہ ان کے گہر اور کپڑے وہی رہے۔ دیا گیا لگا کہ اگر کوئی چاند کی مائیت کی نسبت اطمینان دلا دے لیکن کوئی نہیں نکلا صرف یہیں سے بیٹھے بیٹھے تحلیل زالی جاتی ہیں سید و صاحب تقابہ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ جو چیز سچوچہ زور دیکھتا ہے اسکی نسبت ابھی تک کوئی خاص انسان بخش بات نہیں پیدا ہوئی تو پھر جو چیز سوئے بنی کے نہ کسے نہ دیکھنی نہ دیکھنا گہر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کی بابت کوئی رائے قائم ہو سکے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہے تو ہم ایسی عقل انوں سے گفتگو نہیں کرتے جس سے آنحضرتؐ کو معراج ہوئی ہے اور آپؐ کو گوتہاں فرمایا جو مسلمان تھے انہوں نے یقین کر لیا کہ جو مسلمان نہ تھے وہ حضرت ابوبکرؓ پاس گئے اور معصیت کیے ہوئے پران سے یہ کہنا لگے اور یہی سنا آپؐ کے نبی کو دوسرا ضبط (معاذ اللہ) ہوا کتا کہ میں چشم زدوں میں تھم، آسمانی عالم کی سریر کرایا جو عقل کے خلاف ہے تو ابوبکرؓ نے جواب دیا، جو کچھ وہ کہتا ہے صحیح ہے نہ اس نے کبھی چوٹ یوں نہ دے بول رہا ہے کیونکہ خدا کا نبی ہے جیسے اسکی سیادتوں کا یقین ہے اگر اس سے بھی زیادہ وہ کچھ اور کہے۔

یہہ میں کہتا ہوں اور اس کا سچو یقین ہے کہ اگر جبریلؑ کا وسیلہ اڑا دیا جائے یا تسلیم نہ کیا جائے تو بیشک ان دنوں اسلام سے زمین نکل رہتا۔ مانا۔ لیکن اس زمانہ کی کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کو بھی مجبور کریں کہ وہ ہمارے بھیجاں میں اور اسی اگلے

تو ہی بنی ہے اور خدا نے سمجھ ہی کو منتخب کیا ہے تو ہی نجات دہندہ اور توحی - یفا مرستہ -  
وہ روحانی جان کنڈیان اور سخت دزدوہ اشددماعی مصائب و آفاتین - وہ شبہات پہرشتی  
ہوئی انگلیں - وہ بے اعتمادیان اور شکوک خیل نوبت نبوت محمد کے دلیر حوث لائے ہی ہتی  
نبوت کا دعوے کرتے ہی اسکا مختلف مصائب میں پہنسا اور جان کے پیشے کے بیٹے پر ہاں اور پرہیزی  
حالت میں ہی خدا کے فرشتہ کا اسکو بار بار فرض پورا کرنے کا حکم کرنا وہ ہی شخص محمد کے دل کا ایسی حاکم  
سین اندازہ کر سکتا ہے کہ جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے اور کبھی اسپر کوئی شیطانی خطہ غالب نہیں  
مفسرین پر فقہہ بازی کریں -

یورپ میں کیا چیز ایسی زیادہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ ہتی ہر علم کا سہرہ وہی تھا کہ گئے میں جبرہہ انکھیں بند کر کے چل رہے ہیں کوئی نئی  
بات انہوں نے دریافت نہیں کی ایک مدارائش کے بارہ میں اگر آپ ایسٹراوچی کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا وہاں مختلف  
مقوال مدارائش کی نسبت لکھنے کا زیادہ محل نہیں ہے لیکن پہر ہی ایک ظاہری چیز کے لئے جو زمرہ میں ان تک ہمارے سر پر چکی  
ہے کتنی مختلف توالی ہے اور کیا کیا ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے بیان کرتا ہوں پہر اس چیز کی نسبت جو غالب ہے اور جن کی شہادت  
انبیاء دیتے ہیں اگر وہ اپنا یقین نہ ظاہر کریں اور ان پر ایمان نہ لاکر قبیحہ اراٹین تو کچھ بڑی بات نہیں ہے یہ بھی کہی نہ ہوگا کہ ہم ان کے  
ہنستے پر جائینگے اور اپنے دین کی سچی سچی باتوں کو الٹ پلٹ کر دینگے - جو کچھ نیچے میں فطرہ کے کرسٹون کی تقریر بیان کر دے گا وہ ان  
فضلتاً یورپ کے ہے کہ جن کے علم کی مہم تمام عالم میں مچی ہوئی ہے اور ان کی باتیں ایسی ہی مسلم گئی جاتی ہیں کہ جیسے مسلمانوں  
میں انبیاء علیہم السلام کی جیسے نہ سید صاحب نہ کوئی ہندوستانی نہ پورچین نہ چینی انکار کر سکتا ہے

ایک چند ماڈرن سائنس یعنی علم جدیدہ کا ماہر و کامل لکھتا ہے کہ ناشائیان تجر کو واقع ہو کہ ہمارے مسکن یعنی سطح زمین پر تمام  
خارجہ و بعد کے جو کچھ آثار و افعال محسوس ہوتے ہیں ان کے آئے کے رہتے تو البتہ بہت سیکھ اور سائنس میں مگر وسیع نہیں ہیں نہایت  
تنگ بین (یہہ ان کا حال ہے کہ جو چیزیں محسوس ہیں نبوت اور فرشتہ کا آنا جب محسوس ہی نہیں ہے تو وہ کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے  
جس آفتاب جیسے یوں مرتبہ حرکت شعائیہ پیدا ہو لیتی ہیں تب کہیں یہہ نوبت آتی ہے کہ ہلو ہی ہتھورا حصہ و شنی کامل  
جاتا ہے جس کے دیکھ بہاں سکتے ہیں علاوہ برین ہماری بصارت میں بہت سے موانع ہیں اس قابل نہیں ہے کہ نہایت  
باریک ذرے جن سے تمام اشیاء کو خالق عالم نے ترکیب دیکر تیار کیا ہے دیکھ سکے (حبیب یہ حال بصارت کا ہے تو مجردات یا ذرات  
اجسام کیونکر ان دیکھ سکتا ہے کسی آئے کی اعانت سے ہی ان ذروں کی زیارت ممکن نہیں ہے - ابراہ نے لائیجھلے (وہ ابراہ  
جن کے لئے ہونا ممکن نہیں) کو ہم کہی شہادہ نہیں کر سکتے ہیں اس کوشش میں ہماری آنکھیں انبانیان میں بالکل کام نہیں  
دے سکتی ہیں - کچھ آنکھوں ہی پر منحصر نہیں ہے ہی نقص تمام خواص میں عارض ہوتا ہے اس عذر کو جانے دیجئے کہ ہمارے  
علم و عقل کے باب نہایت ہی تنگ ہیں پسیدہ صاحب اس عجز اور اپنے علم و عقل کی محدودی کے اقرار کو ملاحظہ فرمائیں  
قدرتی اشیائے بعیدہ سے واسطت بلا فصل قائم رکھنے میں ہلو چار و طرف سے اور بہت ہی چیزیں لپیٹے ہوئے ہیں اور وہ حجت کا فرض  
سجالاتی ہیں مگر یہی اشیائے عالی اس طریقہ سے ہمارے گرد ہیں کہ ان کے ذریعہ سے زمین سے باہر تمام عالم سے ہمارا تعلق قائم ہے

ایسی حالت میں یہی غریبوں کی ڈھارس بند ہونا مظلومین کی اعانت کرنا مصیبت زدہ لوگوں کے سال پر آنسو بہانا۔ یتیموں کے سر پر شفقت سے ٹاپہ پیرنا۔ راند و ن کا اطمینان کرنا کس سرگرمی سے اس مقدس ذات نے جاری رکھا اسے اپنی تکلیف کی کچھ بردانہ تھی وہ حد سے زیادہ سٹانے جانے پر بھی بادی النظر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب میں کے اوپر سطر جسے میں جیسے سطر بخور پر جہازوں کا بیڑا اگر حقیقت یوں ہے کہ ہم سب مثل ایسے جانوروں کی ہیں جو عمق آب میں سطح زمین سے ملے ہوئے رہینگے ہوں۔

پس ظاہر ہوا کہ انسان جو زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں بہر ایک بڑی سمندر کی تہ میں پرے میں جس سمت اٹھتے بیٹھتے اگھتے ہیں ہوا میں اپنے کو دبا ہوا پاتے ہیں اوپر نگاہ کیجاتی ہے تب یہی ہوا ہی ہوا ہے جو چیزیں ہم سے متوازی یا ہمارے اوپر مثل عود کے ہیں ان کو ہم اسی گہرے سمندر کے پردوں کو تیزی نگاہ سے بہا کر دیکھ سکتے ہیں پس جب ہمارے پدہ حامل ہے تو ضرور کسی کسی قدیم دھوکا کہتا ہے ہونگے۔ پر جو سیر لیلیٰ نے نمائندگی کیا ہے کہ ہوا ان پیدا کرتی ہے اور چیزوں کی بہت اصلی کو منتشر کر کے بگاڑ دیتی ہے۔

ان کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جب قدر حرارت اور روشنی کرہ بادی میں پہنچتی ہے اس میں سے بہر مقدار چاہے فیصدی ہوا اور باریک نہایت خفیف ریزوں میں جو کرہ بادی میں اڑتے رہتے ہیں جذب ہو کر منتشر ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ جب قدرات روشنی کی ہوا اس کے اندر کے ذروں کو سپرد ہوتی ہے اس میں بوجہ نقص شغاف غلب ہو جاتا ہے اسوجہ سے جو قوت قاب جبک کر تقسیم روشنی پر آمادہ ہوتا ہے ہو اکو بہت کچھ سرایہ اپنی ذات میں نورانی ذخیرہ جمع کر لیکو حاصل ہو جاتا ہے۔

پر فرسہ لیلیٰ کا کچھ قول اس موقع پر ذیل میں تحریر ہوتا ہے۔

سطح سمندر پر ہوا جو قدر روشنی آفتاب سے حاصل ہوتی ہے غالباً اس قدر آسمان سے ملتی ہوگی۔ دوپہر کے وقت ہوا کو کثیر مقدار روشنی کی آفتاب سے پہنچتی ہے مگر حیثیت کم کو زیادہ تر روشنی آسمان سے آتی ہے ہنسنے سطر سمندر پر اکثر تیز بندہ ہزار فیٹ کی بلندی سے مشاہدہ کیا ہے اپنی تمام تحقیقات کے نتیجے میں یقین کرتے ہیں کہ جب قدر عموماً اندازہ کیا جاتا ہے اس سے دو خند مقدار روشنی اور حرارت کی کرہ بادی میں جذب ہوتی ہے اور اس جذب میں باریک خاکی ذرے ہی جیسا کہ ابھی گزرے ہیں اس سے زیادہ شرکت رکھتے ہیں اور بعض ذرے بالخصوص زیادہ مقدار جذب کرنے کو ہوتے ہیں۔

پس اس نئی رائی کرہ باد کے سامنے بہت سے دیگر ذرائع روشنی کے جو زمین سے علیحدہ عالم میں موجود ہیں غالب نہیں آسکتے ہیں ہم تک پہنچتے پہنچتے ان میں اس قدر ضعف آجاتا ہے کہ مطلقاً ان کی چمک نظر نہیں آسکتی یہی وجہ ہے کہ دوپہر کے وقت زمین پر ہماری نگاہ سے ستارے غائب ہوتے ہیں اگر کہ بہر ہوا میں پردہ جو حامل ہے بر طرف ہو جائے تو دوپہر کے وقت بھی ہوا ستاروں کی انجمن نظر آسکتی ہے اور وہ باریکی اور روشنی علی ہونی شاہراہ جو آسمان پر اس ستر سے اس ستر تک جو چوٹی چوٹی قدرتی لالینوں سے روشن شب کو دکھائی دیتی ہے خاصی دن کو یہی نظر آتی۔

اسی ہوائی روشنی کی وجہ سے آفتاب کے دیگر طفیلیوں اور لو حقیقین سے ہماری آنکھیں منور ہونے پاتی ہیں مگر جب کہی حکام قدرت کے بموجب استباب اض و شمس کے درمیان میں چند منٹ کے واسطے آکر پردہ کرتا ہے جو قوت کو ہم سب کو ف کا کہتے ہیں البتہ اس وقت کہ بادی کو مخروطی شکل کے اندر سے آفتاب کے ارد گرد کے اجرام کو ہم دیکھ سکتے ہیں کیونکہ ہم اس پر چڑھ جاتے ہیں

وہ دوسروں کی مصیبت پر اتنو پہانے کو موجود تھا۔ لوگ ڈاہتہ دھوکرا سکی جان کے پیچھے رہتے تھے لیکن پہر ہی اپنے دشمنوں کی بہتری اور ہدایت کی دعا کرتا اور انکا یار پڑا کھانا پکھانا دیتا۔ دشمنوں سے اسے شہر میں نہ رہنے دیا مگر وہ بے خانمان کو پناہ دیتا رہا اور ان کا دل ڈاہتہ میں اترتا رہا۔

ہماری نگاہ کو چکا چند انہیں ہوتی ہے صاف نظر آتا ہے کہ تماش گاہ عالم کے پردہ مقابل کے آئینہ چھل کے آگے آواں باسا ابلکہ گیا جارہا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کوشش کا خطا ہکود میر تک حاصل نہیں ہونے پاتا مہتاب پہر سائنہ حرکت پذیر ہو سکتا ہے۔ پھر ہم تماشاکار اثر کہتا ہے بعد پہر وہی روشنی کا پردہ پھیل جاتا ہے اور وسط درجہ در سال میں ایک مرتبہ پہر نورانی پردہ اترتا ہے۔ یاقین سے چہرہ منت تک آسمانی شعبہ سے نظر آتا ہے ابناظرین باریک بین سمجھ بیٹے کہ جب اتنی مدت ہو ایک ماہ پہر راستہ کیمانہ یا زمانہ طاریت کا موقم ملتا تو کشتہ شکل گرچہ زمین آفتاب کے گرد گمانہ نیچہ اور خورنگا سے شاہہ کر سکیں بہتیر نور باریک جیہ فسانی بینانی اور فزکانیاتی تو وہ کیونکر عالم محرومات کی حقیقت جو برحق بنی نے اشارت بیان کی ہے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسلام میں درستہوں پر بحث کرنا باوحی نازل ہونے کے وسائل پر بحث کرنا جائز قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ کہی ہی ان کا علم حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری فطرۃ ان باریک باتوں کے سوچنے اور غور کرنے کے لئے موزون نہیں بنائی گئی ہے۔ اگر امام فخر الدین رازی نے اسپر بہت کی تو میری خیال میں انہوں نے ایک پانچارہ جہین جمین پاؤہر سے زیادہ پانی نہیں اسکتا یہ قلم کو کہانے کی کوشش کی یا پھر انہیں سے اکبر لینے کی تدبیر کی۔ اور کہہ سید صاحب کار یا رک اور یہی غضب کا ہوا ہے اس راز باوحی نازل ہونے کے دہ کل بیان کرنے کے تو پورا ہی غضب ڈا دیا۔ خدا پناہ میں رکھے بنی پر وحی نازل ہونے کی حالت کو محمدؐ سے حالت سے کیسی شرمناک تشبیہ دی ہے اور پھر آخری فقرہ یہ لکھ دیا کہ اسیلے کافر بنی کو مجنون کہتے تھے۔

ان ان ایسی ترقی کے درجہ پر نہیں پہنچا ہے اور جہاں تک اسے ایک ترقی کی وہ ایک نامکمل درجہ کی ترقی ہے اسے فعلہ کی گئی چیز کا پورا علم نہیں ہوا ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے کہ جو نہ اسے حاصل ہونگی اور نہ اسے کچھ فائدہ بخشے گی بڑی مثال ان فطرتی چیزوں کی ہے کہ جن کا اثر پورے طور سے ہم پر تلے اور جس اثر سے ہم زندہ ہیں اور وہ رزمہ ہمارے انکھوں کے آگے نہیں آئے حال کی کماحقہ کیا کچھ ہی واقفیت انہیں ہے۔ آفتاب ہی پر نیال کردہ جو قوت پورا سوج گہن ہوتا ہے، آفتاب کے گرد بہش کی روشنی اور چکرار شعاعیں تار یک خطوں سے قطع ہوتی نظر آتی ہیں انہیں کی تحقیقات میں بڑے بڑے نظریاتوں اور ویرانیوں سے جینے والوں نے غوطہ کھائے ہیں۔

اور ذرا ہی اسکی کہنہ کو نہ پہنچ سکے۔ گو بہت ہی کچھ علم کا زور دکھایا اور اپنی عقل کی مانگی دکھائی۔

گہن کی اوقات پر آفتاب کا فوٹو اکثر اٹا دیا گیا ہے اسکی حقیقت کو دریافت کیے اور نیز شاہدہ اور سیرت کے تشکم بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کوف کے وقت روشن کر دیا یا آفتاب کی قطع عجیب پیچیدہ قسم کی ہوتی ہے مختلف سمتوں میں اسکی حینہ کروں کا بیچ دبیچ نظام اگرچہ عقل کو حیران کرتا ہے نہم وادراک کو کب قدر رستہ بتاتا ہے مگر کچھ نہ کچھ روز لگا کر بڑی مشکل سے بہرہ قوتین دریافت کرتے ہیں اور بہر ہی ان میں شبہوں کی خامی رہ جاتی ہے۔

ایسے وقت پر ان کروں کی چمک اور مقدار میں بھی فرق ہوتا رہتا ہے اگرچہ ہر کسی سے آفتاب جیسا نظر آتا ہے مگر اس میں

ایسا پہلو کا رہتا اور دوسرے پہلو کا دیکھنا نہ بروا کرتا۔ اگر سدا کرتا۔ ان ریشلی تپتی ہوئے دین رگیتا اور  
 میں جھلکے آفتاب کی تپش باری باری دھوپ کے نیچے پیا سار تھا مگر دوسرے کو خشک لب نہ دیکھ سکتا  
 تو اس کے حال پر اس کے کسی اتسو پہانے والا نہ تھا مگر دوسروں کی مصیبت ناک حالت پر ان کو گرانے کو جو  
 رہتا اپنی حد سے زیادہ بے سرو سامانی کی حالت میں بہرہ کسی غریب مفلس کی مدد کرنے ہی کا خوش  
 مند رہتا۔ بیابان میں کسی کی مشکل ان کی دھن لگی رہتی۔ وہ انسان تھا لیکن ربانی صفات کا لگو  
 در کے کا اسے جہد بل بل اور نبوت کے اسے خیر البشر کا خطاب یا تھا اور ان نون کی طرح حاجات و ضروریات  
 انسانی اسے اسی ہوئی تھیں مگر یہ بھی نہ دینوی کہ ورتوں سے ایسا ہی پاک تھا کہ جیسے ذات باری  
 سب بلکہ موجود ہے اور سینہ میں شامل ہے اور نہ کسی میں موجود ہے نہ کسی میں شامل ہے۔ دنیا کی کسی سخت تر سختی اور

عرض طول و عشق قیصران قدرین موجود ہیں۔ اگر ہم کسی سطح وسطی پر رہتے ہوئے اور کہ آفتاب بلند چھٹے پٹے کے ہوتا تو ان اختلافات  
 نظری کو سمجھانے میں مشکل نہوتی۔ مگر لطف تو یہ ہے کہ ہمارا سکن ہی مدور ہے اور جس شے کی طرف آسمان پر دیکھتے ہیں وہ ہی مدور ہے  
 طول و عرض دونوں یکساں ہیں پس ضرور ہے کہ مدار آفتاب میں جس شے پر نگاہ ڈال جائے گا وہ مرکز خط گاہ کی سمت سے کم بیش متغیر معلوم ہوگی  
 محل حقیقی و محل نظری میں فرقہ نمایاں ہوگا۔ سو کرنے سے یہ سہی ثابت ہوتا ہے کہ آفتاب کے گرد جتنے روشنی مضاعف ہوتی معلوم ہوتا  
 ہے اصلی روشنی سے زیادہ جیسے آفتاب میں کم ہوتی ہے اور چون جو ان گاہ آفتاب قریب ہوتی جاتی ہے روشنی کی زیادہ مقدار نظر آتی ہے  
 اس کا سبب یہ ہے کہ سمت النظر میں روشن الاہ آفتاب کا زیادہ حصہ ہوتا ہے چونکہ روشن کردہ یا لا آفتاب کا قریب میں ہوتا ہے چنانچہ  
 اور ایسی حاجات اس لفظ کے کہنے کی حاجت ہوگی اس واسطے بعض انسانی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مطلق کی تعریف بیان کرنے سے  
 بعد میں آگے کہہ کر بیان کر دین چکو میں عدا شمس بار و شمس کردہ یا لا یا لفظ آفتاب کہا ہے اس کو انگریزی زبان میں کاروا کہتے ہیں  
 مستحق قات غلیب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک روشن بالذات دائرہ ہے خالی خط سے محصور نہیں ہے بلکہ نورانی مادیات سے محصور  
 اور آفتاب کو نام جو اب سے گزیرے ہے جو اداس میں ہے اسی کی تاب و شمس سے آفتاب ہجرہ یاب ہے مختلف اوقات کو صرف ہر اوقات  
 انواع کی صورتیں اس روشن حلقہ آفتاب کی نظرائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ اسکی ساخت اور حالت یکساں نہیں رہتی ہے  
 بلکہ تغیر عظیم اس میں واقع ہوتا رہتا ہے اور شاید اس تغیر کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے ان مخصوص باتوں کے بیان سے واضح ہوگا کہ  
 پروفیسر رنگ کی باتیں کہاں تک سچا اور قابل تسلیم ہیں۔

حوالی آفتاب کی حالت اور بناوٹ کو ہر دو کی چمک پور شدہ ہے اسکی دریافت کرنے کے واسطے تا وقتیکہ کہ کوئی ذریعہ نہ  
 ہو ہمارا علم اور ادراک اس بات میں نہایت ضعیف اور خفیف ہو گیا تھا جب تک کہ آفتاب کے حالات کی نسبت علماء نے نہایت کچھ نہ کہہ سکتے  
 اور اس پر تعجب یہ ہے کہ سید صاحب — فرشتہ کی اصلی فطرت بیان کرنے کی حوات کر بیٹھے اور معسرون  
 قہر ارادیا۔ انہ اپنے خیال میں یہ سمجھ گئے کہ میں نبوت کی حقیقت بیان کر چکا۔

مشکل تر مشکل میں پہنچ کر یہی اس نے اپنی کوششوں میں جی نہیں مارا اسکی سرگرمی کو شیش جبقتدر  
ہمت و لاقی ہیں اسقدر اسکی محتما زہدیت کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ اسکا صبر ہمارے صبر و ن سے بدرجہا بڑا ہوا  
تھا اسکا استقلال فطرۃ کے اعلیٰ درجہ کے ہر کام کو نہ دکھاتا تھا۔ اسی ہمدردانہ نہی کہ میرے مخالف کیا  
کھڑے ہیں بلکہ ان کے افعال کی طرف توجہ تھی۔ جو لوگ اسکو ایذا پہنچانے کے درپے ہوئے اللہ ان پر رحم  
کھانا اپنا فخر گنتا تھا۔ اسکی خواہش کسی ہی نازک حالت ہو جاتی مگر خدا پر ہر دوسرے رکھتا، اس میں ہمیشہ  
کامیاب ہوتا رہا۔ بچے درپے کی اول اول خوبی اور دل کچا کرنے والی مایسوں نے ہر چند اس کے قدموں  
کو آگے بڑھتے ہوئے روکنا چاہا مگر اپنی کامیابی کی امیدیں اس کے دل میں اسطرح جوش سے موجزن ہوتی  
رہیں تمام قوم نے اسکی مخالفت میں اپنا زور کھپا دیا مگر وہ اپنے عزم میں اسطرح مستقل رہا۔ وہ اپنا ہر حال  
میں خدا کو معاون سمجھتا تھا اور بیشک خدا اس کا معاون تھا۔ اس نے اپنے دشمنوں سے بہت کچھ  
چراغ اٹھایا لیکن کہیں کسی کو برا تو برا کہنا نہ کی یہی نہیں دی۔ اس نے کسی کو اپنا مددگار کہیں  
اور سننے والہ آفتاب کی نسبت۔ اسوقت تک اوقات کوٹ کے سوا یہی روشن دورہ آفتاب کا مشاہدہ کرنے کی کوششیں کی گئیں  
امید پر کہ شاید کسی طریق سے چشم ان تابناک شعلہ سوا و اندیز آفتاب کے گرد کی قرب تر شعاعوں کے عکس سے محفوظ ہو سکے اس وقت میں کافی  
طور پر اس دشمن حلقہ کا دیدار تو نسیم کے ساتھ نصیب ہو مگر تاسف کا مقام ہے کہ اس تمام جدوجہد میں ناکامی حاصل ہوتی رہی مصنوعی  
گرہن کسی طرح بن نہ سکا۔ سید صاحب با نقابہ بیان کے ہم خیال اصحاب بغیر ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ گرد و بار جو تیسرے بیج کرنے کے بعد بنی اور  
یہ جس کی کوشش پہلی نیک جیسے قاضی جل کی زبان سے یہ الفاظ سوز دہوے اور ان کو علما کے تمام گروہ نے مان لیا اور یہ ہر بکا  
ہی قول ہو گیا پھر کون خیال کر سکتا ہے کہ سید صاحب با نقابہ صوفی دو صفحے میں اپنی تفسیر تلخ پہلی صفحہ ۲۸ میں کسی آیت کے نیچے  
نبوت کا ارسا زیر کوت اور باریکت مکہ جس کی حقیقت سمجھنے یا سمجھانے کے لئے شریعت محمدیہ کے کسی مسلمان کو مکلف نہیں کیا  
و علیاک ہم تفسیر میں ثابت کر دیا۔ اور اس پر پناز کرتے ہیں نہ تو خدا نے اسے صحابہ کا ذرا ہی خیالی کیا۔ انھوں نے ملاحظہ کیجئے۔ ایک  
یورپین فلاسفر لکھتا ہے "واقع میں کس طرح ممکن تھا کہ چار گروہ یا دوسے باہر اس تمام پر جہان تانوں قدرت کے موافق چند  
سنت کے واسطے ماہتابی پردہ تنہا ہی اور بصیرت کے روبرو کی ہوا سایہ میں پڑ جاتی ہے ایک مصنوعی پردہ قائم ہو سکتا۔  
ان معاملات میں مؤخرانہ کوشش پر فوسر نیگی اور ڈاکٹر کوپ لینڈ نے اٹھا نہیں رکھی۔ پہ اول الذکر مصنف نے کوہ شام  
کوہ ہوا اٹھی پر جو کہ پندرہ ہزار فٹ بلندی میں قدرتی اور مصنوعی آلات کی مدد سے بہت کچھ اس تحقیقات میں سر کیا  
ڈاکٹر کوپ لینڈ جو لارڈ راکرڈ کے اسسٹنٹ منجمن انہونے اپنا سرمایہ بھارت کوہ اینڈلس پر صرف کیا کیا کسی صاحب  
مخیال دیکھ کر سمجھ لیا کہ اصلیت دریافت ہو گئی ہے کچھ نہیں ہوا! پر فوسر نیگی نے ایک خط میں تحریر کیا کہ "ہم نے بہت  
واقف حالتوں میں تمام مہران طریقے استعمال کئے مگر مطلق کوئی ترکیب کارگر نہیں ہوئی سراسر ناکامیابی ہمارا نتیجہ ہے،  
اکٹر کوپ لینڈ نے پوچھا "پر یہی بارہ ہزار چالیس فٹ کی بلندی پر سے مشاہدہ کیا مگر اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ، "روشن  
ہے بانے جو جو شکلیں پیدا کیں وہ عجیب غریب تھیں ہلکو عرصہ تک یہی درجہ کی حالت میں رکھا ایک وقت امید ہوتی تھی کہ ہمارے



نہیں بنایا لیکن ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنی اپنی خاص دلچسپی اور حیرت سمجھتا تھا۔ اسکے جوش اور  
استغنین پریشم پہلائی کی طرف اہستی تبیین اور وہ پہلائی خلقت کی پہلائی تھی۔ اسکے سیکام غایت پر  
مبنی تھے اور یہی اسکی سرشت تھی جو کچھ اسنے کیا وہ یہی کیا جو خدا کی مرضی تھی۔ وہ انسان تھا مگر اس کی  
انسانیت میں نبوت کی صفت کی۔ جی تہ تھی۔ اسکی حلیمی نے اسکی ذات پر اثر نہیں کیا بلکہ مخالفون پر  
بھی اسکی علانی کا۔ وہ ہی اثر پڑتا تھا۔

اس کا خلق اپنے ہی کردہ تک محدود نہ تھا بلکہ دشمنوں پر محیط وسیع تھا۔ دنیا میں جس نے اپنے دشمنوں  
کی نجات کی دعا کی اور ان کی دل سے پہلائی چاہی وہ وہ پاک ذات تھی جسکو محمد عربی کہتے ہیں۔ دنیا  
میں جس نے امیر و غریب کو ایک کر دیا اور کچھ امتیاز نہ رکھا وہ وہی قریشی نبی تھا جس کا مقدس نام آج دنیا  
کے تیس کروڑ باشندے پیر ہے۔ صدیوں کے چمکوں اور خونیوں کو جس نے مٹا دیا اور ان کے الجھاؤ کو

محتون کو تاج کا میابی حاصل ہوگا دوسرے وقت مذلت و خوار کی اندیشہ دل میں اٹھتا تھا ہم نہایت انوس کے ساتھ کہتے ہیں  
کہ ہم اپنی تحقیقات میں ناکام رہے مصنوعی تدبیر و فریب چشم پوشی کر کے ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ اوقات کوف کے اور چند مواقع میں کہ  
اس وقت دور آفتاب کے روشن تر حصہ کا وجود آکھوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آفتاب کے کنارہ پر آفتاب کی روشنی کے دو حصہ لگاتار  
ہیں ایک تو خود اس نورانی حلقہ کی روشنی دوسرے ہوا کی شعلے ان دونوں کی چمک ایم جان کے نزدیک یاہ کامل کی روشنی سے زیادہ  
ہے جو قوت پر کہ لونی فلک یعنی سیارہ زہرہ زمین اور آفتاب کے پچھین آجاتا ہے چون یہ سیارہ آفتاب کے قریب جاتا ہے روشن  
دور آفتاب کے اندر مقابل ہوتا ہے اور یہ روشنی ہوا اس روشن حلقہ سے پہنچتی ہے اس میں حاجب ہوتا ہے۔ اس لیے موقع پر  
مبصر کو سیارہ کے سلفے کا آسمان نظر آئیگا اور اس آسمان سے کس قدر کم روشن پایا جائیگا خلاصہ یہ کہ جب یہ سیارہ حلقہ آفتاب  
کی روشنی کو قطع کر دیتا ہے اس وقت اس مقام کی آسمانی شعلے میں اس قدر تخفیف ہو جاتی ہے کہ ہمارے حواس کو اندازہ مل سکتا  
ہے اس سے بالیقین ثابت ہوتا ہے کہ جو حصہ آسمان کا گرد آفتاب کے ہونے اور جس کی پشت پر روشن حلقہ آفتابی واقع ہے وہ نسبت  
دیگر حصص لحقہ کے زیادہ نورانی ہوتا ہے اور قریب آفتاب میں ایک حقیقہ کے اندر معلوم ہو سکتا ہے کہ تدریج نہایت  
کے ساتھ فرق ہوتا جاتا ہے۔ اس سے ہم امر بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جو قوت آفتاب بالکل صاف و شفاف ہو اگر ہمارے  
نگاہوں کو قریب حوالی میں خفیف تفرقات روشنی کے محسوس ہوں تو غالباً نورانی حلقہ آفتاب میں نظر آسکتا ہے جہاں تک  
نئی اور ذات کو معلوم ہو گا لیا اسکے بیان کرنے میں کوئی ہرج بین۔ کچھ نہ کچھ نتیجہ ہر شخص اسے کال ہی سکتا ہے مگر نتیجہ  
یقینی نتیجہ ہوگا بلکہ اس میں یہی اشتباہ کی زیادہ نہ ہوگی۔

غرض ان سب باتوں سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فطرہ کی کسی چیز کا علم ہمیں نہیں ہو سکتا۔ ہماری قوتیں محدود ہیں  
ہمارے خیالات کی حدود کرۂ باد سے اوپر نہیں جاسکتی۔ ہماری آلات اس قابل نہیں ہیں کہ وہ ہمیں فطرہ کے کسی ہنر کو  
یا نگی دکھا سکیں۔ ایسی حالتوں میں ہمیں زیبا نہیں ہے کہ ہم نبوت اور وحی نازل ہونے کے باریکہ تر مسئلہ پر انسانی سے  
بحث کر کے ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ امام فخر الدین رازی نے انسانی فطرہ کی بساط سے قدم اگے بڑھا کر تقریر کی ہے

چھٹیوں میں سلجھا دیا وہ کچھ تھا۔ اگر اس کے اٹھارے اور زندگی پر نظر ڈالی جائے گی تو اس کے معلوم ہو گا کہ دینامین کو مئی میں ایسا بنیت پیدا ہوا کہ جس میں دینامین نے اپنے والدین سے ہر مئی ہون جس کا ثبوت آگے آئے گا۔

جس نے انکی نبوت پر پہلے یقین کیا وہ نبی بنی خدیجہ بنین۔ اپنے صفت دل سے اپنے پیارے نبی پر ایمان لائے اور جہاں تک کتبہ میں ان کا اثر تھا انہوں نے سبکی بہت پرستی چھڑائی اور خدا نے ہر ترکی پرستش کرنے لگے آپ صرف پہلے بار ایمان ہی نہیں لائیں اور بت پرستی کو چھوڑ کر حیم کویم خدا کی پرستش کی بلکہ کامل طور سے اپنے پیارے نبی کی ڈھارس دینے والی بیٹن حدیث میں آیا ہے کہ خدا نے محمد کا خدیجہ کے ذریعہ سے اطمینان کیا کیونکہ جوقت محمد جنگلی سے تشریف لائے تو نبی بنی خدیجہ نے ان کی نبوت پر ایمان لاکر محمد کو اس پوجہ سے سبکدوش کر دیا کہ جہاں وہ دے ہوئے تھے اور جس کے باعث ہم درجہ میں مبتلا تھے۔

جب نبی بنی خدیجہ آپ پر ایمان لائے تین اس وقت آپ نے خیال کیا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ کہتا ہوں اور جو کچھ مجھ پر حالت طاری ہوئی وہ سچی حالت دہی نازل ہونے کی تھی۔

محمد نے اپنے لواحقین پر پہلے اپنی روح کی تابانی کہولی اور اس کی چمکتہ ہون کی فطری بصارت کو نوچنا خدیجہ کے بعد بقول ابن ہشام صفحہ ۵۵۱- اور ابو الفدا اور رد فہمۃ المسلمین کے حضرت علی ایمان لائے انخسرت اکثر اپنی وفا شعار بیوی خدیجہ اور اپنے چچا زاد بیٹا فی علی کو دیکر ان پہاڑیوں کی کہوؤں میں جو کہ معطلہ کے گرد اگر دو واقع میں تشریف لے جایا کرتے تھے تاکہ وہ ان پر گرنے والی کی حالت میں اس خدا وحدہ لا شریک کی تہ دل سے شکر گزاری اور کہیں کہیں اپنے ربی رحمت نازل کی اور انہیں بت پرستی کی ضلالت سے نجات دیکر روشن رہتے پر لایا۔ اور ان کے زمانہ حیات میں اور الزمان نبی کو مبعوث کیا کہ جو ان کے ساتھ کس جہد دانہ طریقہ سے پیش آتے تھے اور انہیں کیسی جیش بہا بغیر کرتا ہے پھر انہیں دینا و آخرت کی گمراہی سے بچا لیا اور انہیں اصحاب اور مستحق نامہ وال رسالت بشاد مافی کا خدیجہ ان کی فطرت کو روشن کر دیا اور ان کی بصارت کو خدا کے سچے حلال پر نظر ٹرانے کی قوت عطا کی۔

اور جس میں وہ ایسے ہی نا کام رہے جیسے سید احمد فاضل صاحب بہادر کے سبب ان کی ایل ایل دی۔ میرے خیال میں ان مسائل پر بحث کرنی نہ چاہئے اگر کوئی خضم دہی اور اس کے کنارے ہوئے اعتراض کرے تو اس کا یہی جواب کافی ہے کہ جو سید کے بیان کرتے ہیں اگر اسے توڑا تو انہیں کیا کرتے تھے وہ اپنے موافق سمجھنے غرض تو یہ ہے کہ یہ قرآن جو مسلمان پیش کرتے ہیں جو ہی تصدیق سے سہی مگر یہ تو دوسری تسلیم کرنا چاہئے کہ خدا کی ہدایت کے بموجب جو خیر ہمارا اور اس کے ہر جو لوگ خدا کو سبک دینے نہیں لائے پھر میں ایمان ہوں کہ جبریل کا وہ سید ان کے نبوت اور نبی کو کیدین کو تسلیم کرتے ہیں انہوں نے تو ایک شے کو دیکر سنا تسلیم کر لیا ہے اس کے چاہے جس صورت سے دیکھا دے وہ دیکر سنا ہی گئے ہائیں گے۔ پھر بے نتیجہ جان کہتا ہے سے خاندہ =

ایک دن یہہ ٹینون ستفنس ایک بنی اور دواسکے مرید بیٹے ہوئے تنہائی میں عبادت کر رہے تھے اور انکا دمان اس سبب بترذات کی طرف ہو رہا تھا اور آپ ایسے مستغرق تھے کہ انکو کچھ ہی خبر دنیا مافیہا کی نہ تھی۔ جب آپ عبادت کر چکے تو ابوطالب نے جو بہت دیر سے کھڑے ہوئے مشاہدہ کر رہے تھے آنحضرت سے مخاطب ہو کر یہہ کہا، "اے میرے بھتیجے جس مذہب پر کہ تو چل رہا ہے اور جو مذہب کہ تو نے پسند کیا ہے یہہ کیا مذہب ہے؟" اپنے جواب دیا کہ یہ دین دین خدا اور فرشتوں اسکے پیچہ میں رہا اور ادا ابراہیم کا ہے۔ پہر آپ یہہ فرمانے لگی۔ خدا نے مجھے اپنی مخلوق میں اس لئے بجا ہے کہ میں اسکے بندوں کو سچائی اور نیکی کا رستہ دکھاؤں اے میرے چچا تو اپنی قوم میں بڑا لائق اور سمجھدار ہے یہہ موقع اچھا ہے کہ میں تیری ہی دعوت اسلام کروں۔ اور تجھے ہی اپنے سچے راستہ کی طرف بلاؤں۔ مجھے امید ہے کہ تو میری اس سچائی میں میری مدد کر گیا اور اس نیکی کے پہلانے میں میرا معاون بنے گا۔" ابوطالب نے جواب دیا اے میرے بھتیجے۔ اپنی سچی روح اور سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے باپ اداؤں کے دین کے کہی نہیں پر نے کا۔ لیکن تو ہی تر خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں کوئی تجھے آنکھ نہیں ملے کہتا پہر ابوطالب نے اپنا رخ اپنے بیٹے علی کی طرف پہلایا اور کہا اے میرے بیٹے تیرا مذہب کیا ہے۔ علی نے جواب دیا، "اے باپ میں خدا اور اسکے نبی پر ایمان لے آیا اور اب اس کے ساتھ ہوں۔ ابوطالب نے کہا اے میرے بیٹے وہ تجھے کہی اس سے باز نہ رکھیگا کہ جو نیک اہل اسلئے تو آزادی کہ تو ابہر ایمان لائے دیہہ گفتگو ابن ہشام نے صفحات ۱۵۹ و ۱۶۰ اور ابن الاطمر نے جلد ۲ صفحات ۴۶ و ۴۷ میں لکھی ہے) جو شخص علی کے بعد ایمان لایا وہ زید بنیہا حارث کا تھا۔ جبکو آنحضرت نے آزاد مروحیا تھا۔ اسکے بعد قریش قوم کا سردار مثلاً عبداللہ۔ ابوقحافہ جو بعد انان ابوبکر کے نام سے مشہور ہوئے) سچا بیٹا ایمان لایا۔

عبداللہ قریشوں میں اپنی دولتندی۔ ایمان باری صداقت۔ وفا شکاری۔ اولوالعمری عالی ہمتی میں بہت بڑا نامور تھا۔ یہہ آنحضرت سے پورا دوبرس چھوٹا تھا۔ اس کا تامل کر کے ایمان لانا بہت بڑی اخلاقی اثر کا باعث ہوا۔ اسکے ایمان لانے نے قریشوں میں بلبل برپا کر دی اور تمام قوم میں ایک تہلکہ چلیا۔ عبداللہ کو ایمان لانے ہوئے ہوئے ہوا عرصہ یہی نہ گزرا تھا کہ پانچ قریشی میرے پیچھے سردار ایمان لائے۔ ان میں پہلا شخص عثمان بنیہا عفان کا تھا۔ یہہ خاندان امیہ میں سے تھے اور جو بعد انان تیسرے خلیفہ ہوئے۔ پہر عبدالرحمن عوف کا بیٹا ایمان لایا۔ پہر سعد بنی وقاس کے بیٹے نے ایمان قبول کیا۔ اسی شخص نے بعد انان فارس فتح کیا۔ پہر زبیر عوام کا بیٹا دائرہ اسلام میں آبا یہہ نبی بنی خدیجہ کا بیٹا ہی تھا۔ ان پانچوں نے باری باری سے بیعت کی اور شرف باسلام ہوئے اور یہی چند آدمی اپنی در ماندہ زندگی سے تہک تہکا کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر





حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی یہ بے ثباتی کس وجہ سے تھی شاید طبیعت کی کمزوری کی وجہ تھی کہ ایک بات پر مستقل طور پر نہ رہا جاتا تھا لیکن مل میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی مختلف اقوال نے بہت نتیجہ پیدا کر دیا تھا۔ بٹنیک اس سے انکار نہیں ہو سکتا جو کچھ مل میں نے لکھا ہے وہ لا جواب ہے۔

جس شخص نے مردہ بجیل کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ بھی تطابق مضامین میں نہیں معلوم ہوتا۔ گو یہ وہ کتاب نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی لیکن چونکہ اس کے نام سے مشہور ہے اور شاید کہیں کہیں ان کے اقوال بھی ہوں اسلئے اس میں بھی تطابق نہیں ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ انہی قوم کے ریفاہم پر ٹوٹے ہوئے تھے اہتے بیٹھے سوئے جگتے سو اسلئے اس کے کچھ خیال ہی نہ تھا اسلئے سو ادنیٰ کے جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا تھا وہ سب اصلاح کی تدبیر سے بالا مال ہوتا تھا۔ قوم سے مراد دنیا کی قوم سے ہے جو دنیا میں آباد ہیں اور وہ مخلوق ہونے کی لحاظ سے سب ایک ہی باپ کی اولاد گنے جاتے ہیں۔ تین برس کامل تک سول خدا بہت دہوم دہام سے پرہیز کرتے رہے اور نہایت بخوف ہو کر بہتے رہے اسے لوگوں جو کچھ تم کر رہے ہو خلاف فطرت کر رہے ہو جو کچھ نتیجہ تمہارے یا انسانی خیال سے ہی آ رہا اس پر وہ پرستش اور نحو خیالات کو چھوڑو اور خدا سے واحد کی پرستش کرو۔ قریش صدیوں سے بت پرستی کی طرف رجوع تھے اور ان کے دلوں میں برے اعتقاد و ن کی چڑھ رہی تھی۔ پہلا ایک یہ کہ وہ کیوں کر چھوڑتے اور اپنے آبائی خیالات کو جو ان کی گہمی میں بیٹھے گئے تھے ترک کرتے۔ بچپن کے سنسنائے خیال اور والدین کی ذہنون میں جانی ہوئی باتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ انا فانا میں دلوں یا دامنوں سے نکل سکیں اور وہ اپنے آبائی مذہب چھوڑ کر دین خدا اختیار کرتے۔

حضرت ابوطالب جو حقیقت اپنے پیچھے کے خیر خواہ اور دل سے ہی خواہ تھے اور انہیں قریشی طریقہ کی تعلیم ہی خاصی ہوئی تھی وہ غیبل سے اسلام کی برکتیں سمجھتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ یہ دین ضرور ریفاہم کرے گا مگر اس پر بھی آبائی خیالات اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کی ایسی جڑ بند لگی تھی کہ انہوں نے کہا کہ اسلام قبول نہیں کیا حالانکہ وہ یہہ سمجھتے تھے کہ محمد جو کچھ کہتا ہے وہ سب صحیح ہے حضرت علیؑ کی خطاب کر کے ابوطالب نے کہا تھا کہ میں تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑتا لیکن جب تو دین خدا پر ایمان لے آیا ہے تو یہہ مجھے یقین ہے کہ محمدؐ سچے اس راستہ سے بچا گیا جو نیکی کی طرف نہیں جاتا۔ ایک ابوطالب کیا۔ قریش قوم کا بچہ بچہ خوب جانتا تھا کہ محمدؐ سے بہتر نیک خصال اور شریف طبیعت بچہ پیدا نہیں ہوا۔ ایک صادق الوعدی کی دہوم دہام مکہ میں چھ رہی تھی۔ اور مکہ کی چار دیواری اور سنگلاخ چٹانوں کے پرے اگر کوئی محمدؐ کو جانتا تھا تو اس قدر جانتا تھا کہ اسکی بے لوث اور پاکیزہ زندگی ہے وہ خود ہی نیک ہے اور دوسرے کو یہی نیک بنانا چاہتا ہے اسکی غرض ہے کہ میں دنیا میں ریفاہم کروں۔



وہ ہر درد مند کو دیکھ کر انوبھاتا ہے۔ کسی کی تکلیف کی اسکے دل پر چوٹ لگتی ہے وہ اپنے وعدہ پر یا  
اسی مضبوط ہے کہ جو ایک ان فی فطرت کا تقاضا نہیں ہے۔ وہ عالم کے ہزار قویوں کا ایک قوی ہے نہ  
اپنی جسمانی قوت سے بلکہ روحانی قوت سے۔ اسکی دماغی قابلیتیں ان اوزان میں ایسی ہی ممتاز ہیں  
کہ جیسے جسم میں سر ہوتا ہے۔ جب نبی کی ان ان صفات کی آوازیں عالم میں گونجن تو لوگ چاروں  
طرف سے اٹھتے کہ دیکھیں جسکی نسبت ہم یہ یہ باتیں سننے پر وہ کہاں تک ان صفات سے ملوہے مگر  
جب انہوں نے دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔

ادھر آپ نے پہلے پہل خدائے واحد کی پرستش کے لئے۔ لوگوں کو بلایا اور ان کے بتوں کو صرف پتہ  
کا ڈھیر اور ناکارہ کہا وہ پریشان ہکا بکا ادھر ادھر دیکھنے لگے اور انہیں اسکی تلاش ہوئی کہ یہ آواز  
آئی کہاں سے ہے مگر سب انہوں نے دیکھا کہ محمد عربی جو ہم ہی میں کا ایک شخص ہے اور ہمارے سامنے  
اس نے پردہ ریش باپی ہے ہمارے سامنے بڑا ہوا ہے یہ ایسی باتیں کرتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا  
ہے۔ اس خیال نے ایک حسد کی آگ ان کی طبیعت میں بڑھ کا دی اور وہ سخت مخالفت پر آمادہ ہوئے مگر حضور  
ان کی مخالفت شدید اور سخت تر تھی اسے قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ محمد کا دل۔ قوی تھا اور چونکہ ان  
وہ مخالفت کرتے تھے محمد اور قوی ہوتے تھے۔ اور آخر اس استواری کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ بھی  
اپنی مخالفت میں مار جاتے اور پشیمان ہو کر ایمان لاتے۔

پھر یہی ابتدائی زمانہ محمد کے لئے بہت سخت تھا۔ مخالفت بھی وہ مخالفت کی جاتی تھی کہ جس کے منہ سے پتہ  
پانی ہو جانا ہے اور زیرہ آب ہوتا ہے اور ان مخالفتوں کا کسی پر گزر جانا یہ محض ناممکن ہے۔ وہ تو  
نبوت کا تحمل اور روبرواری تھی کہ اس مخالفت کو سہتی تھی ورنہ ان فی فطرۃ ہرگز اسکو گوارا نہیں کر سکتا  
یہ بات انکل سچو نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ تمام بڑے بڑے فضلا اور رفیاء مروان کے سوا ان عمری پیش نظر  
کہ یہ کہا جاتا ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور مجھے اپنے دعویٰ پر باز نہ کی دینا کے طور سے  
ایک نہ کوئی نبی ہوا نہ کوئی رفیاء مرہا کہ جو ان شدائد اور تکالیف کو سہہ کر رہی اسطرح مستقل  
ہو جیسا کہ اول دن تھا۔ بظاہر اس کے دل پر یہ تقاضے فطرت ان فی صدمہ پہنچتا تھا۔ اور اس صدمہ کو  
وہ ہی مقدس ذات صبر و شکیبائی سے سہتی تھی کہ جو اسی کو شایان تھا اور سیکلوزیا تھا۔

قریون کی زایدی۔ اور ان کا ظلم و تعدی صرف ایک لمحہ کی جان تھی جو سہتی تھی اور انکر تھی تھی  
یہ بھی اپنے مخالفین کی بہتری اور خیر خواہی میں لگی رہتی تھی۔ ان کے قابل رحم مظالم سے اگر محمد کو کلیغ  
ہوئی تو اسکا سبب یہ تھا کہ قوم کن خام خیالیوں میں پامال ہو رہی ہے اور ذرا بھی اپنی بہتری کی  
انہیں سنتی اپنے ناہم شفیق کو ستاتی ہے اور اپنے گمان میں یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ میں کوئی ہوں وہ  
درست ہے حالانکہ براہ راست سے وہ کو سون سہی ہوئی ہے۔

قریش پیدا ہوئے ہی بہت پرستی کی گئی تھی چلے گئے اور انہیں چاہتی تھی اسکی پوری اسکی چلی ہوئی  
 بہت پرستی میں سرخوش تھے کہونکہ جن حذاؤن کی وہ پرستش کرتے تھے وہ ہر وقت ان کی انگلیاں  
 لگے رہتے جو کچھ انہیں مانگتا ہوتا وہ ناک رہ کر گھر کر آتے تھے ان کو ایسے خدا کی پرستش کو فی جہت  
 معلوم ہوئی کہ جسکو وہ بہت دیکھ سکتے نہ اس سے بلیغ کر سکتے ہیں۔ اس مخالفت میں یہاں تک پہنچ کر  
 ہوئی کہ لوگ محمد کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ انہیں یہ بتا دیا کہ خدا نے منع کیا کہ ان کو کہیں نہ جھڑپوں  
 اور پھر اُسے ہی اسی استواری سے بہرہ ور ہوا۔ پہلا ان کی مخالفت سے اپنے ارادہ میں کیوں کام  
 ہونے لگا تھا۔ تین برس کی کشمکش اور سخت پہلوئے کے بعد صرف تیس آدمی ایمان لائے یہہ نظر آ رہا کہ  
 تین برس کی محنت میں صرف تیس آدمی ایمان لائیں واقعی آپس کا بھجا دینے والا نظر آ رہا تھا  
 اور ایسی حالت سے کہی کا مباحی کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ پھر یہی عظیم شان معلوم نے اپنے ارادہ میں  
 ایک قدم پیچھے ہٹا تو اور انہیں کیا۔ اس میں ان کا محی پر بھی اپنی پر پیچ کی طرح حلیہ اور سلیم طریقہ پر  
 ہوتی رہی۔ اس میں ہر وہ اور خوش آئند امیدیں بہترین ہوئی تھیں۔ ریفارم کی آرزو کے  
 جوش اٹھتے تھے اور ان کا اختتام سر بہرہ آید وں پر ہوتا تھا۔ محمد کی انہیں نظر نہ کرنا کامی کی صورت  
 اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھتی تھیں مگر الماسی ماسٹر کی بشارت پر کہ تو ہی ریفارم ہے اور تیرے ہی ہاتھ  
 سے عالم کو نجات ہوگی کہی کہی کا مباحی کی جہاں کی جہاں تھی۔ ان کی طبیعت کا مد و جزو ایسے  
 موقع پر ہوتا ہے اس سے محمد کی طبیعت بھی بے نیاز نہ تھی۔ وہ ہی ہم ہی جیسا ان تھا لیکن اس  
 میں نبوت کی محتلف فطرت نے اپنا جلوہ کیا تھا۔ اور اسلئے اسکے لئے یہہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخضر

جس کے مختلف ہر صاحب اور تکالیف میں قدم رکھا ہے اور دنیا کی اتار چڑھاؤ کا بہت کچھ حصہ لیا ہے وہ  
 طبیعت کے مد و جزو کو خوب پہچان تا ہے اسکی زندگی جب تک کہ وہ کامل طور سے اپنی کوشش میں کیا  
 ہو جائے بیم و جا میں گزرتی ہے۔ کہی تو فطرت کے کرشمے اور قدرت لوگوں کی اپنی ہمزبانی کرنا امید  
 دلاتا ہے کہ شاید کچھ کا مباحی کی صورت پیدا ہو لیکن پھر مخالفت سے اور اپنی کوششوں میں پس پا  
 ہونے سے بہرہ رکھنا ہی دیتا ہے کہ مایوسی تا بہرہ ریت دست و گریبان رہے گی اور کہی کا مباحی کی صورت  
 نظر نہیں آنے لی۔ یہہ خیال بے دریغ ریفارم کے دماغ میں آئے ہیں اور سمندر کے جزو و مد کی طرح  
 از رز جلتے ہیں۔ ریفارم کی مثال مثل شیر خوار بچہ کی ہے کہ کہی تو وہ ہنسنے لگتا ہے اور کہی دونا  
 انا ہے نہ اسکے رونے کا ٹھیک سم نہ ہنسنے کا مگر پھر بھی اس کی طبیعت پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے جس سے  
 نہ رونے اور ہنسنے لگتا ہے۔

قریش کی مخالفت نہ تیرین اور ان کی جنگی جالبا زبان مکہ کی گہیر دہر پھاڑیوں سے زنا و پنیچہ اور

بہتر می بہتین۔ سنگلاخی چٹان گرمیوں میں وہ پیش نہ دیتے تھے کہ جوان کی مخالفاۓ بائین دینی بہترین وہ صرف اسی بر قانع نہ تھے کہ محمدؐ کو اسکے ارادہ میں کامیاب ہونے دین بلکہ ان کی مرضی یہ تھی کہ دنیا سے نام و نشان مٹا دیں اور نہ گزرنے کی شاہراہوں میں اسی اجازت ندین کہ وہ آزادی سے قہقہہ اٹھاتا ہوا ادھر سے ادھر نکلا چلا جاوے۔ ابھی تک مجھ نے عام طور پر وعظ نہ کیا تھا مان بچ کے طور پر جو شخص ایکے پاس جاتا دین خدا کی دعوت کرتے اگر وہ اسلام لے آیا جہاں نہ اسلام لایا تو کچھ زبردستی نہ تھی لیکن محمدؐ نے مستقل ارادہ کیا کہ عام طور سے خدا کی وحدت اور اس کی پرستش کا بیان کروں اور قریشوں کو ان کے عقائد پر ڈانٹوں اور انہیں ملت ابراہیم کی تلقین کروں۔ ایسی مخالفت اور دشمنی میں یہ ارادہ ہی ممتاز طبیعت کا نقشہ کہنچتا ہے معجہلی ان کی طبیعت جو نبوت کی صفت نہین رکھتی کہی ایسا ارادہ نہین کر سکتی۔ یہ ظاہر تھا کہ قریش ایک بہادر اور اولوالعزم قوم ہے ان کے آگے ایک دیا سو چاس کا خون کر دینا کچھ بات نہین ہے اور وہ سخت مخالفت پر آمادہ بن ایسا نہ کہ اکیلی پاک ذات کو کچھ مضرت ہو سچے اور کوئی اس پر حملہ نہ کرے۔ اتفاق اور سحر ہی میں اگر کچھ آفت آپڑے تو وہ ادب بات ہے جان بوجہ کہ مخالفت میں جانا اور پہر اٹھنا ان ہی کے خداؤں یا دیوتاؤں کو محض ہشی کا ڈھیر کہنا یہ ایک جری اور بہا داری ہی کام تھا دوسرا شخص نہ بنی نہ غیر بنی کوئی ہی نہین کر سکتا۔

اپنے اپنے کل قریشی بیائیوں کی ایک دن کو ہ صفا پر چلنے کی دعوت کی اور ان سے کہا کہ آج اگر تم چلو گے تو میں بہتین ایسی بائین ستاؤں گا کہ جو تمہیں دائمی شادمانی بخشنے لگے کسرت سے قریش کو یہ پوچھ انہیں یہ خیال تھا کہ شاید محمدؐ آج اپنے خیالات سے توبہ کر لگیا اور جو دین کہ اس نے نیا نکالا ہے اسکی اشاعت نہ کرے گا۔ محمدؐ کو ہ صفا پر کھڑے ہوئے قریشوں کے بڑے بڑے سردار ساتھ تھے جو ہتیار بند اور ہادر ہر کھڑے ہوئے تھے ادھر ان کی تندذب آہن رنگا بن محمدؐ پر پڑ ہی تھیں اور ادھر محمدؐ پریم و ہاجین مبتلا تھے خدا بہادر عربوں کا کھڑا ہونا اور انہیں محمدؐ کا دلیری سے ان کے دین کی مخالفت پر سریم دینا یہ بہت کچھ محمدؐ کی ممتاز طبیعت کو بار بار یاد دلاتا ہے اور از خود متیقن کا نقشہ آنکھوں کے آگے کہنچتا ہے کہ میکہ خدا کا پاک بنی تھا اور خدا کی طرف سے مبعوث ہوا تھا۔

غرض جب سب لوگ جمع ہو گئے تو رسول خدا نے یہ فرمایا اے میرے بیائیوں جس لئے میں نے تمہیں نبی بیان بھیج کیا ہے جانتے ہو کہ کیوں بلا یا ہے صرف اسلئے تاکہ میں تمہیں ان باتوں سے اطلاع دوں کہ جنکو تم نے بہلا دیا ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے واحد کی پرستش کے لئے میں تمہیں بلا تا ہوں جس شخص تمہیں پیدا کیا وہ تمہاری بائین سننا ہے اور تمہارے افعال دیکھتا ہے۔ وہ قوی ہے نہ کسی قوت دینے والی چیز سے بلکہ اپنی قوت سے وہ سننا ہے اور اس پر توجہ کرتا ہے نہ اس کا سنا ہمارا جیسا ہے نہ اس کی توجہ ہماری جیسے تو ہے اسنے زمین اور آسمان پیدا کیا اور وہ ہی ہمارا اصلی معبود ہے جن تو تاؤں کو

کہ تم تاشے ہو یا جنین تم خدا سمجھتے ہو اگر وہ انور کر کے دیکھو تو مہتین خود کھل جائے کہ یہ ہمارے ہی ماتہ کے بنائے ہوئے ہیں جس طرح ہنسنے بنایا میں نے اور سطح ہم نے بیٹایا بیٹہ کئے۔ مہتین خدا اسلئے پیدا نہیں کیا ہے کہ تم ان خرافات باتوں میں اپنی زندگی گزار دو اور اپنے ہی گھر سے ہوئے بہرون پر وہ پیشانی ٹیکو کہ جو خاص خدا کے سجدہ کے لئے مخصوص ہو گئی ہے۔ اسلئے میں تمہیں خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور میرا کہنا سنو سیدہی اور روشن راہ اختیار کرو تاکہ مہتین نجات دارین حاصل ہو۔

یہ سنتے ہی وہ بہتر کئے والی الگ کی طرح سے بڑک اپنے کسی تہقہہ مارا کوئی ہنس دیا کوئی کچھ یہودہ بکنے لگا کوئی خفا ہوا کسی کے منہ میں غصہ سے کتہ بہ آئے کوئی اور یہی زیادہ مخالفت پر آمادہ ہوا کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ کہنے لگا۔ غرض محمد کو اپنے ارادہ میں کچھ یہی کامیابی حاصل نہیں ہوئی سو اس کے مخالفت کی اور یہی زیادہ الگ بڑک گئی جیسا کہ تھی الگ پر تیل ڈال دیا۔ محمد اپنی اس ناکامی پر خاموش ہو رہا اور اب ایسے وحشیوں کے راہ راست لانے کے لئے اور اور تدبیریں سوچنے لگے لیکن یہہ نہیں کہ اپنے سرگرم راہ میں کچھ یہی خامی آئے اور طبیعت بچکا جائے کہ اب انہو اس خطرناک راہ میں قدم رکھنا کچھ اور رنگ نہ لانے۔

یہاں اگر خیال تھا تو یہ کہ سیطرح قوم کی اس وحشت کے عوض فطری تہذیب جگہ اختیار کرے اور بت پرستی کی شرمناک رسم عالم سے مٹ جائے۔ سوچتے سوچتے محمد نے یہ ترکیب نکالی کہ اگر وہ ساؤن زار دن کو راہ میں روک روک کر دعوت اسلام کرنی شروع کی۔ آپ مکہ سے دو تین میل پرے جا کر کھڑے ہو جائے اور جو شخص آنا دیکھتے اسے ملت ابراہیم اور دین خدا کی تلقین کرتے۔ لیکن یہہ تدبیر بھی نہ چلین اور ناکامی کی صورت میں جلوہ دینے لگیں۔ کیونکہ قریش ناک میں لگے ہوئے تھے اور وہ محمد کی خدا ذرا سی بات کو نکتے تھے اور اپنی مخالفانہ کوششوں میں سرگرمی ظاہر کرتے تھے جب انہو نے یہ کیفیت دیکھی تو جگہ جگہ اپنے آدمی موقع موقع پر بیٹا دئے اور ان سے کہہ دیا کہ جو کوئی آئے اسکو ہماری طرف سے کہہ دو کہ ایک جادوگر پیدا ہو گیا ہے وہ لوگوں کو فریب میں لانے کے لئے عجیب غریب باتیں بنا رہا ہے اگر اپنے مال اور جان کی خیر چاہو تو ہرگز اس کے دم چھانٹو میں نہ آنا۔ اس کے علاوہ یہہ ہی بند و بست کر دیا کہ محمد کے مان کوئی پر دیسی نہ آئے نہ محمد کسی سے ملنے پائیں۔ یہاں یہی محمد کو اپنے ارادہ میں ناکامیابی ہوئی ہر چند چاہا کہ کوئی دو تین ہی باتیں میری سننے لیکن قریش نے ایسا بند و بست کیا تھا کہ کسی کو نہ ملنے دیتے تھے اور نہ باتیں کرنے دیتے تھے۔ لیون کو اس بند و بست سے کیقدر کامیابی ہوئی اور ادھر دشمنی کی صورت نظر آنے لگی یہاں پہر یہی کچھ اثر ہوا اور وہ ہی پر جوش کیفیت طبیعت کی رہی آپ پر ملا دموم دھام سے

وعظ فرماتے تھے اور ذرا ہی ان کی اس مخالفت کی پروا نہ کرتے تھے۔ آپ شاہراہوں میں گہرے ہو کر نکارتے تھے خدا کی پرستش کرو اور اپنے بیہودہ آبائی خیالات کو چھوڑ دو ان بتوں کو جو تم نے اپنے ماتھے سے گھر کر رکھا ہے میں خدا کے پاک گھر سے نکال دو اور اپنے دونوں اس سب سے برتر ذات کی محبت کا حال کہ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جس کے ماتھے تمام عالم پر اس طرح پھیلے ہوئے ہیں جیسے کہ بادریز پر بھجی ہے۔

اس مخالفت اور سرکشی پر یہی جب آپ کے اولوالعزم ارادہ کی وہ ہی کیفیت ہی پہر تو اجنبی مسافروں کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ معمولی شخص کا تو ہرگز بھی کام نہیں ہے کہ وہ بر ملا پکار پکار کر قریشوں سے کہہ رہا ہے کہ تمہارا آبائی مذہب جھوٹا ہے اور اسی نے تمہیں گمراہی بڑاں رکھا ہے۔ اور اپنے دشمنوں کی بے محل اور غیر قابل برداشت دشمنی پر ذرا ہی اپنا خیال مائل نہیں کرتا نہ اس سے کچھ ہراس اس کی طبیعت میں پیدا ہوتا ہے ضرور یہہ اپنی قوم میں ممتاز صفوں سے آراستہ ہے۔

یہہ لوگ جب زیارت مکہ سے اپنے وطنوں کو واپس چلے گئے تو انہوں نے محمدؐ کی اس مستقل راہی اور دلیرانہ وعظوں کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم نے اپنے ارادہ میں سختہ اپنا شخص اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ اس کے الفاظ میں اترتے ہیں ہم اپنی ہٹ و ہرمی اور سختی یا سنگدلی سے نہ مانیں وہ دوسری بات ہے ورنہ دراصل وہ بہت پر اثر باتیں کرتا ہے۔ اسکی آواز میں پاکلی اور صفائی ہے جہین فریب ہی یاد و غابازی مطلق نہیں معلوم ہوتی اسکی آواز کی پر اثر سچائی سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دل میں یہی یہی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے کوئی اور زبردست قوت ہے کہ جو اس سے کہلوا رہی ہے۔

اور انہوں نے تو جا کر یہہ کتنا شروع کیا اور اہل اوطالب قریشوں کی اس دشمنی اور ادا دگی سے شہر ہوئے گو انہوں نے رسول اکرمؐ کا دین قبول نہیں کیا تھا اور اپنا پڑنا طریقہ چھوڑنا نہ چاہا تھا پھر یہہ وہ یہہ نہ چاہتے تھے کہ کوئی میرے پیچھے کی طرف نگاہ نہ کرے یہہ تاہم انہیں اپنی قوم کے بھڑک اٹھنے کا ڈر تھا انہوں نے اپنی اسی صحرائی بہادری یا تہذیب سے محمدؐ سے کہا کہ قریشوں کی یہہ بخراہی ضرور میری خرابی لائے گی اور میں اپنے پیارے کی سرپرستی نہ کر سکو نگاہ برائے خدا اپنی ان باتوں کو روکو اور نئے دین کی اشاعت نہ کرو۔

ایسا نہ کہ ہاشم اور مطلب کی اولاد یگیناہ روحوں پر کچھ مصیبت نہ برپا کرے۔ اور محمدؐ سے یہہ کہا جسکا یقیناً نفی میں جواب ملنا تھا اور اہل قریشوں سے یہہ کہا کہ اگر سوائے ربانی باتوں کے کسی نے یہی کچھ دست درازی کی اور میرے معصوم پیچھے کی طرف کسی نے یہی آنکھ نہ کر دیکھا تو اسی میدان میں





ارادہ سے نہ باز آتا اور کبھی خوف جان سے خدا کی چوکیٹ سے جین نیاز نہ اٹھاتا۔ نو مسلموں کے پاک دل جسے نبی کی ہدایت نے کدورت نکال لی تھی کیا کیا کچھ جاتکذ نیاں دینے والے درودنیز گرفتار تھے مگر صرف اپنے پیارے نبی کے ان الفاظ سے کہ سب تکلیفوں پر صبر کرو خدا صبر کرنے والوں کا تحقیق ساتھ دیتا ہے ان کی کچھ ایسی ڈھارس بندھ جاتی کہ ذرا تھکرتے اور انہیں یہ یہ خوفناک تر مصائب اتنی تکلیف نہ دیتے اس ترقی کنان بیرحمی اور دن بدن بڑھتے ہوئے قصافی اپنے کا اہلو زیادہ ام جمیل ابولہب کی بیوی کی طرف سے ہوتا تھا۔ یہہ عورت آپ کی سخت دشمن تھی۔ یہہ آنحضرت کے اور دشمنوں سے زیادہ دلی گہری پرانی دشمنی رکھتی تھی۔ جہاں محمدؐ یا آپ کے صحابہ عبادت کرنے جاتے یہہ خاتون کانٹے پہلے ہی سے جا کر پھا دیتی۔ اسکا شب و روز یہی کام رہتا کہ محمدؐ یا اس کے معتقدوں کو جھجھک ہو اذیت پہنچے۔

اس عورت کے اس غضب انگیز حال چلن اور قہر آوہ برتاؤ نے خدا کی طرف سے اسے حالتہ الخطیب کا خطاب دلوا یا۔ اسکے اور اسکے خاوند ابولہب کی نسبت خدا نے یہہ فرمایا۔

(تبت ید ابی لہب و تب ۵ ما اخف عنہ مالہ و مالکسبہ)

(سیصلے ناراذان لہب ۵ وامراتہ حاملۃ الخطبہ ۵)

(فی جیدہا جہل من مسدہ)

ان شدید شدید امتحانات پر یہی محمدؐ اپنی جگہ سے نہ ڈمگایا اور اسکے ارادہ میں کسی قسم کا تزلزل اگر واقع ہوا اسکو نہ کچھ اپنا غم تھا نہ تردد تھا ان قوم کی ریفارم کا بہت بڑا فکر تھا اور اس فکر میں وہ اپنا مستغرق تھا کہ اسے نہ کسی کی ایذا دی کی جڑ تھی اور نہ تکلیف پہنچانے کی پرداہی۔ بعض وقت ایسا بھی موقع پڑ جاتا کہ قریشوں کے ہاتھ سے اسے اپنی زندگی سے مایوس ہونا پڑتا۔ ایک دن کئی تذو تیز خشکین قریشوں نے اس محصوم نفس کو گھیر لیا ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں اور ان کے تیوں ان کی نیتوں کے ساتھ بدلتے ہوئے تھے۔ آپ کی نرم مزاجی اور مزاج کی مضبوطی نے ان کی تذاور حصہ کی مستقل آگ کو پچھا دیا اور وہ خفیف ہو کر چلے گئے۔ قریشوں کے محمدؐ پر تذاور شدید حملے ان کے جلیجہ تلخہ تعصبات نے آخر اپنا اثر نئی صورت میں ظاہر کیا یعنی حمزہ کو جو عبدالمطلب کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ حمزہ کی دہشت انگیز بہادری کی دھاک تمام قوم میں پڑی تھی یہ شخص جنگ آور بہادر۔ دیر سرجی۔ قیاض۔ صادق۔ اوعدها اسکی غازیانہ اور خون تلوار کو قریش نے ہمیشہ اوج سے دیکھا اور اسکی قدر کی۔ یہہ بہادر جو آنحضرت کا چچا بھی تھا نبی کی خدمت میں حاضر ہوا نبی دین اختیار کیا محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔ اس بہادر نے اسلام کو بہت خدمت کی اور خزانہ نبی جان اسلام ہی پر قربان کر دی۔

اس جو رستم اور عقوبت جہانی اور ستائے جانے پر یہی محمدؐ کی آواز میں وہ ہی گنج وہ ہی سستی  
 وہ ہی اولوالعزمی۔ وہ ہی استقلال وہ ہی بہادری تھی وہ اپنی ٹہلکی ہوئی قوم کو اس آتش زدگی  
 پر یہی خدا کی طرف بلا تارنا اور اس میں اسنے ذرا یہی کمی نہیں کی۔ اسنے اسکی ذرا یہی پروانہ کی کہ اس  
 کے ساتھ کیا ہو رہا ہے آزادانہ ان سے مخاطب ہو کر یہ کہتا تھا جکی تم پرستش کرتے ہو اور جن کو مینے  
 اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ نہ کچھ سن سکتے ہیں نہ کیسکو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان کی تم عبادت  
 نکر واپسے سچے خالق کو نہ ہو تو یہ باتیں محمدؐ کی اور یہی قریشوں کے دلی زخموں پر نمک چھڑکتی تھیں  
 اور وہ بار بار اور لمحہ لمحہ اور زاریہ بہرکتے تھے۔ وہ ان کی مکروہ اور قابل تنفر عادتیں چھڑانا چاہتا  
 تھا ان آبائی معائب کو جنہوں نے ان کے دلوں میں جگہ پکڑ لی تھی ان کی پیچ کنی کی دلی آرزو تھی۔ اس پر  
 نفس اور معصوم ذات نے ایسی اپنا دل اور اپنی روح اپنی پر سچ میں کہپا دی تھی۔ وہ بڑھکتے ہوئے  
 اور تیز الفاظ میں ان کی بت پرستی کی بُرائی کرتا کہ ان کے دل جل بینکر گیا ہو جائے۔ وہ بولا کہ  
 تم نے مجھ میں کہتا ہے قریشوں اس عذاب کو یاد کرو کہ جو قوم عاد پر نازل ہوا تھا جنہوں نے خدا کے  
 بندوں کی نصیحتوں کو نہ سنا اور ہمیشہ مخالفت ہی کرتے رہے طوفانِ نوح کو یاد کرو جس نے سرکش قوم  
 کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کا غرور و تکبر سارا جاتا رہا۔ پھر اس نے فطرت کے عجائبات کی قسم دی  
 دو پہر کی روشنی اور اندھیری رات جو اسپر نقابِ ڈال دیتی ہے۔ اس پلو تپھے کی جودن کی شوکت  
 ظاہر کرتی ہے سخت سوگند دی کہ خدا کے فرمانوں کو مت جھٹلاؤ اور ان کی طرف سے روگردانی نہ کرو  
 ایسا نہ ہو کہ پھر تباہی پڑے اور تم بھی برباد کر دیے جاؤ۔ پھر تمہاری توبہ قبول ہوا ورنہ تمہاری زیادتی  
 پر رحم کیا جاتا ہے۔ پھر اس نے روزِ حساب کو یاد دلایا اور کہا کہ الکیدن وہ ہی آنے والا ہے کہ تمہارے  
 اعمالوں کی جانچ ہوگی اور تم سب اٹھی منصف کے آگے سرنگون کہڑے کئے جاؤ گے اور جن بچوں کو کہ تم  
 زندہ دفن کر چکے ہو اور کرتے ہو ان کی بابت تم سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے کس جرم اور گناہ پر ان کی کیا کیا  
 پر یہی قسم توڑا تھا۔ نہ اسوقت بہادری کام دے گی نہ فیصلہ تقریر بلکہ اپنی اپنی نیک اعمالی کام آئے گی  
 اور اسی سے تم معرا ہو۔ پھر محمدؐ نے جزا اور سزا کے باریک سسلہ کو آسانی سے دلفظوں میں سمجھایا اور  
 دوزخ و بہشت کی تکلیفوں اور آراؤں کو مشرقی الفاظی بندش میں جو ان کا محاورہ تھا اور جن میں وہ  
 سمجھ سکتے تھے اسطرح ادا کر دیا۔ تاکہ وہ بخوبی اپنے ہی محاورہ اور اپنے ہی خیالات کے موافق سمجھ لیں۔

صلیٰ عادی حضرت ہود علیہ السلام کی امت تھی جو اپنی بد اعمالی کی وجہ سے اپنے پیغمبر ہود پر ایمان نہ لائی تھی اور یہ عادی بن  
 سام بن نوح کی نسل سے ہے آخر قوم عاد ہوا کہ طوفان میں ہلاک کر دی گئی۔

فک طوفانِ نوح جسکو مسیحی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ تمام دنیا پر آیا حالانکہ ہمارے کلام پاک میں اسکا کہیں پتہ نہیں چونکہ یہ ایک  
 دلچسپ اور قابلِ تخیل مسئلہ ہے اسلئے میں اسکو شرح بیان کرتا ہوں اگر طوفان کو عام مانا جائیگا تو بخت یہ ہوگی کہ آیا ان نے

پھر آپؐ نے کفار کے لئے یہ یہ بہ مثالیین دین۔ کہ وہ اس شخص کے مانند ہیں جسے آگ جلائی اور جب اس آگ کی آواز و نظرت ریشتی پہلائی خدا نے اس روشنی کو بچپن سے اٹھالیا اور اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیا اور پھر وہ نہ دیکھ سکے۔ وہ گونگے پرے۔ اندھے میں اینٹیں کہی راہ نہ ملے گی کافران لوگوں کے مانند ہیں کہ جب طوفان اور سینہ ماریکی کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور بھلیان کو ندتی میں لے کر جتا ہے تو وہ اس خیال سے کہ ہم یہ خوفناک آوازیں نہ سنیں اپنے کانوں میں انگلیاں دیکھتے ہیں خدا کا فرون پر محیط ہے۔

خدا کا گناہ کیا بتایا یہ ان نے ہی۔ یہ کہیں طوفان کا ان پر غضب نازل ہوا۔ کیونکہ حیوانات کسی گناہ کے مجرم نہ تھے ان کی پیداوار سے جو غرض تھی وہ سب پوری ہوتی تھی۔ یہ وہ حیوانات کیوں اس غضب میں شامل ہوئے۔

سٹیک ہوس تھا بہت جیتی تھی اس مقام پر یہ کہتے ہیں "چونکہ یہ عام طوفان تھا اور ان حیوانات کا زندہ بچالینا بغیر ایک سحزہ کے ناممکن تھا۔ پس اگرچہ وہ بیگناہ تھے تو یہی کہ یہ قدر سب سے کم ان کے استعمال میں آتے تھے انسان کی بد ذاتی کے پیدا ہونے سے جو بد تھے ان سب کو اس منشاء کے گناہ کی بد فاعلیت اور خدا کی اس سے نفرت ظاہر ہو برادر کرنا منظور تھا کیونکہ طوفان کے پیچھے میں خدا تعالیٰ کی بڑی حکمت گہنگاروں کو سزا دینے سے اس قدر نہ تھی جقدر کہ اپنے فہر کی یادگار ی چھوڑنے سے تھی تاکہ جس سے آئندہ زمانہ کے لوگوں کو اس قسم کی خرابیوں سے باز رکھے کیونکہ حواری ہی تمام اپنی قوموں متعلقہ زمانہ قدیم سے ہی نتیجہ نکالتے ہیں چنانچہ وہ یہ کہتے ہیں گہنگار فرشتوں پر رحم نہ کیا۔ بلکہ جہنم میں ڈالا اور قدیم دنیا پر یہی رحم نہ کیا بلکہ خدا پرستوں پر طوفان لایا۔ اور شہرہاں سدوم اور غمورا کو خاکستر کر کے بربادی کی سزا دی یہ باتیں ان لوگوں کے لئے مژدہ میں جو بد فاعل پرست تھے یعنی گو وہ اس زندہ گی میں پیر جادین لیکن خدا نے ظالم کے لئے روز قیامت برسرہاں سحر کرتی ہے۔

علماء یہودیہ بات کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے حیوانات ہی بدکار تھے یعنی اپنے غیر جنس کے ساتھ زودادہ کی طرح رہتے تھے اگر خدا نے ان پر یہی عذاب کیا۔ مگر یہ یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہی حیوانات جو گہنگار ہونے کے لائق نہیں اس فعل سے ہی (جو قیاس سے باہر ہے) کیونکہ مجرم نہ ہو سکتے تھے غرض کہ ہر دو کو گھٹکوں میں ایسی ہیں کہ کتاب قدس کے مطابق سحزہ روشنی میں لاتین ایک شخص کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو بسبب اس کے گناہوں کے ایک قبر سے برباد کرنا چاہتا تھا اور یہ سحزہ ہی اس کے چاہی تھی کہ وہ شان قبر کی بطور پنجرے کے لینے قدرت کے قاعدے پر ہو کہ بانی کی طیفانی سے جو پنجرے کے قاعدہ ہاک کر نیوالا تمام زمین کے رہنے والوں کی روح کا ہے ان ہاک کیا جادے پس بانی کی طیفانی ہوئی اور سحزہ تمام ان چیزوں کو جو پنجرے کے قاعدہ پر بانی سے ہلاک ہونے والی تھیں ہلاک کیا حیوانات اور سحزہ نباتات کے برباد ہونے سے جو حقیقت گہنگار ہونے کے قابل نہ تھے خدا پر کیا الزام آسکتا ہے کیا اس عادل مطلق پر بہات سے ظلم کی نسبت کی جاسکتی ہے (جبکہ ہم ایک ذرہ ہی اس کی حکمت کے کاموں پر بے بنین لجا سکتے ہیں) ظلم کے معنی میں دوسرے کے حق کو تلف کرنا یا نقصان پہنچانا جو خدا کی پیدا کی خدا پر کچھ حق نہیں ہے بجز اس کے جسا خود اپنے اپنے مینوں کی معرفت وعدہ کر لیا ہے پس اپنے جو کام جو

روشنی عنقریب ان کی آنکھوں کے مساہتہ دستبرد کو مٹتی ہے کیونکہ جب روشنی چمکتی ہے وہ اس میں چلنے لگنے میں اور جب روشنی جاتی رہتی ہے تو وہ ٹہر جاتا ہے۔ اگر خدا چاہے گا تو ان کے مکان اور ان کی آنکھیں سننے اور دیکھنے سے باز کرے گا۔ فی الحقیقت خدا بڑی قوت والا ہے۔

کافروں کے کام جنگل میں ہر ایک مانند مین جب کو پیاسا (مسافر) دور سے دیکھ کر پانی کے خیال میں جاتا ہے اور جب قریب آتا ہے تو اسے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن وہ خدا کو اپنے محیط دیکھتا ہے۔ وہ اس کے اپنا حساب کتاب پورے طور سے لے گا کیونکہ جو بہت جلد حساب لینے والا ہے وہ خدا ہے۔

ایک بچہ کے قاعدہ پر ہلاک کر دیا کسی دوسرے کے حق کو اس نے تلف کر دیا جس سے اس کی طرف ظلم کی نسبت کی جاوے تمام دنیا اسی کا مال اور اس کا حق ہے اگر وہ مسکوبہ برباد کر دے تو اور اگر سیکونہال کر دے تو وہ اپنے مال کا مالک ہے جو چاہے سو کرے اور جو کرے وہ اس کو سزاوار اور کا عین انصاف ہے اس کی کسی فعل سے ظلم کا ہونا ہی ممکن نہیں کیونکہ وہ ان کسی دوسرے کے حق کا وجود ہی نہیں ہے جہن تصرف کرنے سے ظلم کا اطلاق ہو سکے تمام حیوانات اور نباتات کے برباد کرنے میں جو اصل حکمت اس حکیم مطلق نے رکھی ہو وہ ہماری ناچیز عقل میں نہیں آسکتی مگر ظاہر ہو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اس قیاس نے اپنے شان قہاری و کھانے کو حیوانات ہی ان کے ساتھ برباد کر دئے تاکہ لوگ جان لیں کہ جب اس قہار کی شان قہاری کا ظہور ہوتا ہے تو اس سے بچنا ان لوگوں کے جہیز وہ خاص رحم کرے اور کوئی زمین کے رنگینے والوں سے ہوا کے اڑنے والوں تک بچ نہیں سکتا۔

(یہ تہذیبگر بکشد تیغ حکم۔ بانند کرو بیان صمم و بکم)

(دگر درد ہدیک ہلاک گرم۔ عوازل گوید نصیبے برم)

یہہ ان لوگوں کی تقریر ہے کہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ طوفان عام ہوا اگر مجھے اس میں اتنا عرض کرنا باقی ہے کہ خدا کا کوئی فعل ہرگز ظلم نہیں کہا جاسکتا لیکن یہ یہی تو شب و روز ہر ہر ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی فعل قانون قدرت کے خلاف نہیں ہوتا۔ نہ بغیر ابدل کے مینہ برستا ہے نہ کہی برباد حالانکہ خدا برباد کر سکتا ہے نہ بغیر آگ میں پڑے کوئی جلا حالانکہ خدا برباد کر سکتا ہے نہ کوئی رستہ بیرون سے طے کئے بغیر منزل مقصود پر پہنچا حالانکہ خدا بلا بیرون کے حرکت دینے کے پہنچا سکتا ہے۔ جب تک ان کہانا نہیں کہانا پیٹ نہیں بہتا حالانکہ خدا بغیر کہانا کہانا پیٹ بہر سکتا ہے۔ خدا نے احکام جاری فرمائے کہ یہ کو داویرہ نہ کر دو گنہگاروں کو جنت میں رکھ سکتا ہے اور فرج میں معصومین کو جہنم تک کہتا ہے اور پھر اس کے جلال کے آگے کوئی سپر اعتراض نہیں کر سکتا مگر وہ اس میں نہیں کرتا۔ بیشک اس کا کوئی کام ظلم نہیں ہے مگر جس کام پر ظلم عاید ہو وہ نہیں کرتا۔ جو قانون اس نے اپنا مقرر کیا ہے اس کے خلاف عالم میں ظہور نہیں ہوتا۔ اس عظیم حضرت نوح کی امت نے گناہ کیا تھا۔ سو ک قوم نوح کے اور دنیا کے ابا حصون کی قومیں یہ یہی نہیں جانتی تھیں کہ دنیا میں کوئی نوح پیغمبر ہی پیدا ہوئے میں پیران بیچاروں پر کیوں آفت آئی اور کیا وجہ ہے کہ ان پر غضب انگیز طیش توڑا گیا یہاں طوفان نوح کے عام ماننے والے سچے پیغمبر اور مسلم جو اب

یابیت ایک عقیق سبز پتھر ہے کہ اب اندھیرا چھایا ہوا ہوا اور لہرون پر لہرن اٹھتی ہوں اور آسمان پر بادل ہوں اندھیرا رہی پر اندھیرا رہی چھائی ہوئی ہو یہاں تک کہ یا تہ کو تیر ہی نہ چھوٹتا ہو جسے غدار روشنی نہ دیکھا وہ روشنی نہ پائے گا۔

مجد کی اس پریش سے قریش پورے طور سے بہرے اور اسکی اسپہ نے غضب انگیز جوش قوم میں برپا کر دیا انکی آنکھوں میں طیش کے شعلے پھیلنے لگے اور ان کی رگوں میں غصہ کا گرم گرم خون موجزن ہونے لگا۔ اور دوسرے نیارم کی گرجتی ہوئی آواز اور اس کا پرتا شیر مضمون اور دوسرے قریش قوم کو خوف دلانے کا لڑنے دینے والا اور کلیجہ شق کرنے والا لہجہ کفار عرب کی جانوں پر ستم پر ستم برپا کرنے لگا۔

دینے میں انہیں پس و پیش نہ گا۔ اس دلچپ اور قابل تحقیق مضمون پر کس قدر بحث کرتا ہوں جس سے اس طوفان کے نکل اور غیر نکل ہونے کی حقیقت کھل جائیگی۔

کتاب اقدس میں جو حال طوفان کا بیان ہوا اس کی نسبت تین امر قابل بحث ہیں جنکو بیان کیا جاتا ہے اول یہ کہ طوفان کے پانی کے چہرہ نے اور اترنے کا حساب جان یا یوں میں لکھا ہے وہ کیونکر برآتا ہے۔

دوم طوفان کے غام ہونے کی تردید اور اس بات کا ثبوت کہ جس طوفان کا ذکر کتاب اقدس میں ہے حقیقت وہ طوفان خاص ملک میں تھا۔

سوم قرآن مجید سے بھی خاص ملک میں طوفان کا ہونا ثابت ہوتا ہے طوفان کے بعض واقعات کے ذکر سمیت جو قرآن مجید سے پائے جاتے ہیں۔ (طوفان کے حساب کی نسبت گفتگو)

بعض کا قول ہے کہ کتاب اقدس سے پایا جاتا ہے کہ ابتدا اور انتہا طوفان کی ایک سو دس دن تھی کیونکہ کتاب پیدائش باب ۱۱ - آیت ۱۱ - سے پایا جاتا ہے اور سنہ ۶ پیدائش نوح کے دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو شروع ہوا اور کتاب پیدائش باب ۸ - ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ - میں آیا ہے کہ سنہ ۶ پیدائش نوح کی دوسرے مہینے کی ستاویں تاریخ کو حضرت نوح کشتی میں سے نکل آئے۔ مگر ہر ایک واقعہ کے دن جو بیان ہوئے ہیں ان کے جمع کرنے سے طوفان کی کل مدت ایک برس تین مہینے آٹھ دن معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حساب مذکور ذیل سے ثابت ہوتا ہے مگر یہ حساب درست آتا ہے نہ تاریخین ہر ایک واقعہ کی جو کتاب میں لکھی ہیں وہ صحیح ہوتی ہیں۔

مہینہ برس نے کی مدت	۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰	دیکھو کتاب پیدائش باب ۷ - ۱۲ و ۱۷ -
پانی کے بہنے رہنے کی مدت	۱۵۰ - - - - -	باب ۷ - ۲۴ -
پانی کے کم ہونے کی مدت	۱۵۰ - - - - -	باب ۸ - ۳ -
کشتی کا کھولنا اور کوسے کا چھوڑنا	۴۰ - - - - -	باب ۸ - ۶ - ۷ -
کیونکہ چھوڑنے کا زمانہ پہلی دفعہ کم سے کم	۷ - - - - -	باب ۸ - ۱۰ -
کیونکہ چھوڑنے کا زمانہ پہلی دوسری دفعہ	۷ - - - - -	باب ۸ - ۱۳ -

انہوں نے اپنے خیالات متزلزل ہوتے ہوئے دیکھے اور اپنے باپنی مذہب کی اینٹ سے اینٹ بچھے ملاحظہ کی ان کے دستی خداؤں کی کامل طور سے حقیقت کہل گئی تھی اور انکی افعال کی برائی کی آوازیں چاروں طرف سے بلند ہو رہی تھیں۔ جبران کا ایمان تھا محمدؐ ان کی بردافنی کی فکر میں مشغول تھا۔ اور جنہیں وہ اپنا شکل کشا جانتے تھے انہیں اسے مٹی کا ڈھیر اور بیکار بنا یا

کبوتری کے چوڑنے کا زمانہ تیسری دفعہ ..... ۷ دیکھو کتاب پیدائش باب ۸ - ۱۳ - ۱۴ - کشتی پر سے اترنے کا زمانہ - ۵۷

۷۵۸

(ڈاکٹر باسیٹھ صاحب اس حباب کو اس طرح پر بیان کرتے ہیں:-)

پہلے - (دیکھو تقریر ڈائیلی جلد ۱ صفحہ ۲۸) دن

۶ - اکتوبر میں نوح اور اس کا کینہ کشتی میں داخل ہوا - - - - - ۳۱

۳ - ۱۷ نومبر کو بانی کسے چشمے کہل گئے - - - - - ۳۹

۴ - ۲۶ - دسمبر کو بارش پر شروع ہوئی - - - - - ۴۰

۷ - ۲۷ - مارچ تک پانی نہیں گہٹا - - - - - ۵۲

۸ - ۱۷ - اپریل کو کشتی اور ارٹ پر بھیری - - - - - ۶۱

۱۰ - یکم جون کو پہاڑوں کی چوٹیاں نمود ہون - - - - - ۶۴

۱۱ - جولائی کو کوا چوڑا - - - - - ۶۱

۱۸ - جولائی کو کبوتر چوڑا - - - - - ۷

۲۵ - جولائی کو دوبارہ کبوتر چوڑا - - - - - ۷

۱۲ - ۶ - اگست کو تیسری دفعہ کبوتر چوڑا - - - - - ۷

۱ - پہلی ستمبر کو خشک زمین ظاہر ہوئی - - - - - ۶۹

۲ - ۲۷ - اکتوبر کو نوح کشتی سے نکلے - - - - - ۵۶

۳۷۷

اس حباب میں بہت سی غلطیاں ہیں اور اس پر ہی کتاب اقدس کے بیان کے مطابق نہیں ہے۔

اول یہ کہ حضرت نوح اور ان کے کینہ کا کشتی میں بیٹھنا ایک مہینے پریشتر بانی کے چٹون کے پٹنے سے لکھا ہے

حالانکہ کتاب پیدائش باب ۷ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ سے ثابت ہے کہ اسی دن جمدن چشمے پہنچے حضرت نوح اور

ان کا کینہ کشتی میں داخل ہوا۔

دوسرے یہ کہ کتاب اقدس سے معلوم ہوتا ہے (دیکھو کتاب پیدائش باب ۷ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴)







والق اور مضبوط زمین اس قدر نفوس مال اور دولت انگیز زمین اس وقت پر بھی وہ اپنے ارادوں اور معاہدوں میں ایسے سخت اور شدید رہے کہ زمین آسمان علیحدہ ہوا، اپنے وعدے پورا نہ کرے، نہ ہی گزرتا تھا۔ پہاڑ کا اکہڑ زمین سے پہک جانا ممکن تھا لیکن ان کا وعدہ اور عہد پر باہم کر کے ٹوٹ جانا ممکن نہ تھا خصوصاً ایسی حالت میں کہ انہوں نے اپنے دین کے خلاف ٹھکر کو پیچ دیتے ہوئے سنا۔ اراکہ طالب اور حضرت ابوبکر نہ ہونے تو واقعی سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑا ابوطالب اور ابوبکر دونوں کیلئے کہ وہ دارون میں ممتاز تھے اور ان کا اثر قوم کے اکثر افراد میں بہت بڑا تھا۔ اسلئے مخالفین محمدؐ کا ایک اپنے تند و تیز غصہ کی خصوصیت پر آنا لاش کر سیکے۔ اور علاوہ ان وہ بہرہ گواروں کے اور بھی چند مسلمان تھے کہ جو محمدؐ پر سینہ سپر کئے ہوئے رہتے تھے جب کہ عام کے خاص محمدؐ کی ذات پر اپنے خشکیں نیچے دراز ہوتے نہ دیکھے تو وہ بچارے معدود چند مسلمین پر ٹوٹ پڑے اور جہانگیر انکا بس چلا، زمین قبہ کر دیا۔ قید خانوں میں جو جہنم سے بھی زیادہ درد دینے والے تھے میگناہ مسلمان فاقہ

نمبر	مضان	نمبر	مہینہ کا برس چکنا۔
۴۔	غیبت	شوال	دسمبر
۵۔	شعبان	ذیقعدہ	جنوری
۶۔	۱۰۱	ذی الحجہ	فروری
۷۔	۱۰۱	۱۰ محرم	مارچ
۸۔	۱۰۱	صفر	اپریل
۹۔	سیوان	ربیع الاول	مئی۔
۱۰۔	یکم ثور	ربیع الثانی	جون
۱۱۔	۱۱۔ آتب	جادی الاول	جولائی
۱۲۔	ایول	جادی الثانی	اگست
۱۔	یکم تشریٰ	رجب	ستمبر
۲۔	۲۷ حوت	شعبان	اکتوبر

(طوفان عام ہونے کی وجوہات)

تمام علماء یہود اس بات کے قابل ہیں کہ طوفان تمام روئے زمین پر ہوا اور لطف یہ ہے کہ سچی اور علی اسلام نے ہی ان ہی کی پیروی کی ہے اور سوائے چند محقق نفوس کے سب بات کے قابل ہوئے ہیں کہ طوفان عام تھا اور تمام دنیا کو اس نے غرق کر دیا تھا۔

بشپ پٹرک صاحب تفسیر ٹرائیبل ملڈ مصنفہ ۳۶۔ مین وواتے میں اور ان ہی کے ہزمان سٹیک ہوس صاحب

ان کو درستی اور بیرحمی سے سختوں پر ٹٹا ٹکا کر مارا گیا ان کی کہاں اُراد می گئی اور کانٹوں کی لکڑیوں سے ان پر ایسی مار پڑی کہ بچا پون کی کہاں روئی کی طرح دھنکی گئی۔ بطحا اور مدیا پہہ دونوں مقام گو یا بیرحمیوں کے مرکز تھے (ابن الاطهر جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ ابن ہشام صفحات ۲۰۹-۳۵۰)۔

جو قریشی مرد و عورتیں مسلمان ہو گئی تھیں اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ دی تھی کفار عرب انہیں زبردستی پکڑ پکڑ کر چلے ہوئے اور پہلے ہوئے آفتاب کے نیچے یہو بل میں برہنہ پا کڑا کر کے تھے بعض کو

کہتے ہیں (باب ۷-۹) کہ ان الفاظ سے کہ (چہا دیا سب پہاڑوں اد بخون کو چوتھے نیچے آسمان کے اور تیز باد  
مقاموں سے جہان پر ذکر ہے) (باب ۷-۲۱) کہ تمام ذمی حیات مر گئے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان عام ہوا اور وہ  
یہہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہہ بات ہر طرح سے خیال کر سکتے ہیں کہ دنیا اس وقت میں بخوبی آباد تھی جیسے کہ وہ آ  
اور شاید اس سے بھی زیادہ اس کے باشندوں کے برباد کرنے کیواسطے طوفان چلا دینظر ہو ہوا تمام کر کہ کو اسنے گمراہ  
(تفسیر ایٹلی جلد ۲ صفحہ ۲) بشپ وائسن صاحب اس شیکے شلنے کو کہ اسنے پانی طوفان کے لئے کہاں سے آیا بلکہ  
ایک داد دلیل کے کہتے ہیں کہ ما جو کچھ ہوا میں ملا ہوا ہے اگر وہ سب نیچے آراوے تو تمام زمین کی سطح کو  
تیس فیٹ سے زیادہ دھانک دینے کو کافی ہووے۔

تفسیر مذکور کے جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں سٹیک ہوس صاحب لکھتے ہیں کہ ما اگر ہم تمام کرہ کا دورہ کریں اور ہر ولایت کے باشندوں سے دریافت کریں تو یہو معلوم ہوگا کہ اس طوفان کی شہرت تمام زمین پر پہنچی ہے اور دنیا کے معلوم کے ہر حصہ میں اس کی کچھ تاریخیں اور مابین موجود ہیں چنانچہ امریکہ واطے اپنی ولایت میں طوفان کے ہونے کا اقرار و بیان کرتے ہیں اور چینیوں میں جو ایشیا میں نہایت دور رہتے والی قوم ہے اسکی روایت موجود ہے۔ (معلوم ہین کہ یہ کہاں لکھا کیونکہ چینی طوفان ہونے کا اقرار نہیں کرتے) اور اتر افریقہ کی بہت سی قومیں اس کے قسے مختلف بیان کرتی ہیں اور یورپ کے خطوں میں جو ڈیلیکٹ کا مشہور ہے اس میں اور طوفان نوح میں کچھ فرق نہیں ہے اس میں اگر فرق ہی ہے تو صرف بیان کا فرق ہے پس ہم تمام کرہ کے گرد طوفان کا کھوج لگا سکتے ہیں اور جو اس سے زیادہ قابل اطلاق ہے کہ ان قوموں میں سے ہر ایک کو کسی طرح انسان کے بحال ہونے کی تاریخ رکھتے ہیں یہ بات اس کی ایک کامل دلیل ہے کہ لوگوں نے سمجھا کہ تمام انسان اس طوفان میں ایک بار برباد ہو گئے۔

(تفسیر ڈائیلی جلد ۵ صفحہ ۷۶) ڈاکٹر سٹیک ہوس صاحب فرماتے ہیں کہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے  
 ہیں کہ نہایت بلند پہاڑوں سے پندرہ تا تہ پانی بلند چڑھ گیا تھا اور اس کا نام کی حقیقت کے ثبوت کے لئے  
 ہم خود پہاڑوں کی طرف رجوع کرین زمین کے نہایت بلند مقاموں کا امتحان کرو اور سب سے بالا اتفاق سمندر کی  
 چیزیں جو اس موقع پر ان بلندیوں پر جمع ہوئیں ہیں باقی جانینگلی سیسائی اور سمندر کی چھوٹیاں اور تمام تھوڑے  
 سے بڑے جانوروں کے ڈانچے پہاڑا پلپس اور ابھی نامش اور پر ہی نیز اور اندر بند اور اسٹیکاس اور ماراٹ

اس جلتی ہوئی ریت پر چٹ لگا کر دس بارہ سیر کا پتھر جہانی برسر کھدائے تھے اور کہتے تھے کہ جب تک تم اسلام نہ چھوڑو گے مرے دم تک اسی تکلیف میں مبتلا رہو گے۔ مکہ کے پیر کہتے ہوئے سنگلاخان کے لگائی ہوئی گرم گرم لوہوں کا ان کے برہمنہ جھون سے مس کرنا اور پیرالشیخ خرقہ اختاب کی شعلہ مارتی ہوئی کرنوں کا ان کے بھیجے میں پھینکا اور پیر ہباز کی بوبل سے زیادہ تیانیت کی تیز گرجی کا تاؤن کو پھونکنا اور اوپر سے گرم وزنی پتھر کا سر پہنا جہانی پر پہننا جہانی اور اسی کس وجہ کی خوف ناک تکالیف کا نقشہ کھینچتا ہے صرف ان مظالم کا سوائے آئندہ آخرت کی بشارت کے اور رومی الطغیان دینے والا نہ تھا ان ان مظالم پر یہی وہ اپنے دین سے دست بردار ہو گیا ایک پہاڑ ہر ولایت کا جو سمندر کے نیچے ہے جاپان سے لیکر میکسیکو تک سب اس کیسے ثبوت میں اتفاق کرتے ہیں کہ ان پہاڑوں کے بلندیوں پر سمندر گزر گیا اور زمین میں تلاش کر دو تم باؤگے ایک قسم کے ہرن پیدا ہوا اور کچھ کو ان کے پیراں پر چڑھ کر فراتیا اور ایشیا کی پیدائش میں انگلستان میں دیے ہوئے اور دریائے نیل پر مارا اور ایشیا میں اور کچھ سے دارمجدیون اور سوڈان امریکہ کے سمندر دن کے اور کچھ بنین بنو تین اور بنو نوح کے پوتے پوتے کے پوتے سے اور ملکوں میں اور سوڈان کے مختلف قسام کے ایسے رخت اور پیراں دینے جو کہیں ولایت میں آسمان کے نیچے اوگے ہوئے بنین پائے، یا تھے یہ سب باتیں کہات کا مابین ثبوت ہیں اور حضرت موسیٰ کا بیان بلا اعتراض صحیح ہے۔

مگر یہ تمام اہل علم و اہل علم ہونے کی چونکہ کورسوں میں حیا لوجی کے علم پر مبنی ہیں۔ ابتدائی تحقیقات میں پہاڑ کی پیراں کے پیراں میں علم نہ ترقی پائی اور زیادہ تحقیقات حالات زمین اور سوڈان زمین کی اشیائے موجودہ کی ہوئی تو خود حیا لوجسٹری نے علم طیفات ارض کے ماہر دن نے انکار کیا خاں خاں خاکٹر کلنر و صاحب شپ نیٹال کے کہتے ہیں کہ جب کہ میں طوفان کے بیان کا ترجمہ کرتا تھا ایک عاقل بائندہ ملک سبھی طرف توجہ سے دیکھتا رہا وہ یہ کہ پوچھتا تھا کیا یہ سب سچ ہے کیا ملکہ حقیقت میں یہ یقین ہے کہ یہ سب حال محیط واقع ہو کہ تمام دیوان اور پرند اور زنگی والی چیزیں برہمی اور چھوٹی سب گرم اور سرد دلائلیوں سے جو اچھڑا آئیں اور نوح کے ساتھ کشتی میں داخل ہوئیں اس بات پر اعتراض کرنا بجا ہے کیونکہ کتاب قدس پر آیا یا نہ ہو کہ یہ کام بطور سچہ نہ ہو تھا (باب ۶ - ۲۵) کہ اور کیا نوح نے ان سبکی ہی حیوان اور کمانی پرندوں کی یہی اس پیش سے کہ باقی مخلوقات کے واسطے خوراک جمع کرنی بعد اس کے وہ کہتے ہیں کہ میرا علم علم کی چیز خاں حواءہ اور اچھی کا بعد علیحدہ کوئے انگلستان سے بہت ترقی پا گیا تھا اور اب میں سچ ہو جاتا ہوں۔ (علم ارض) نے ایک حقیقت کو تحقیق سمجھا جسکو میں نے پہلے غلط سمجھا تھا وہ یہ کہ عام طوفان جیسا کہ بائبل میں مذکور علاحدہ ذکر ہے اس طریقہ میں حیا کتاب پیدائش میں بیان ہوا ہے واقع ہونا ممکن نہ تھا سوا اور سنگلاخان کے جو بیان میں شامل ہیں اسے قطع نظر کر کے بالخصوص اس حقیقت کی طرف جس سے حیا لوجسٹری

اور یہی کہتے رہے محمد بیگ خدا کا ایک نبی ہے جو کچھ وہ کہتا ہے خدا کی طرف سے کہتا ہے اسکا ہر قول صحیح ہے۔ انہیں سے لینے جیسے ظلم توڑا جا رہا تھا ایک شخص بلال ہی تھا جو اسلام کا پہلا مسلمان ہے۔ جس کے آقائے بھلا میں تمام دن اسکو دھوپ میں لٹائے رکھا۔ گرمی کی پوری شدت تھی۔ اور آفتاب اپنی پوری تیزی سے چمک رہا تھا۔ وہ برہنہ تن گرم پتھر پر لٹا دیا گیا پھر اس کے آقائے بلال سے کہا۔ تو یوں ہی رہیگا جب تک کہ تیرا دم نہ نکل جائے گا یا تو اسلام کو چھوڑ دے۔ ” یہہ بیچارہ پیاس میں مرا جاتا تھا اور چھاتی پر اس جلتی دھوپ میں وزنی پتھر سے دبا ہوا پڑا ہوتا۔ احد دن احد دن (خدا ایک ہے) (خدا ایک ہے)۔ چار دن کامل یوں ہی بلال پر گزر گئے لیکن بلال کی زبان سے اگر کوئی لفظ نکلتا تھا تو وہ یہہ تھا کہ خدا ایک ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں حضرت ابو بکر نے جب بلال کی یہ صورت دیکھی ان سے رٹا نہ گیا اور انہوں نے بلال کو اس کے برہنہ آقا سے خرید لیا اور بلال کے ساتھ چہرہ اور غلاموں کو رٹائی دی اور انکی حضرت ابو بکر کو مسند

واقفین (دیکھو لاکی صاحب کی جیالوجی صفحہ ۱۹۷ و ۱۹۸) اشارہ کرتا ہوں کہ انہیں پہاڑ بڑے طول و عرض مقام اور آن اور لانگ ڈاک میں موجود ہیں جو طوفان نوح سے پہلے کے بنی ہوئے ہونگے۔ اور جو ہلکے اور متخلل اجزا کے جزو تک جیسے یو سیس ہٹوں وغیرہ سے ٹپکے ہوئے ہیں ان اجزا کو طوفان ہزدو معدوم کر دیتا ہے۔ لیکن کچھ ہی علامت ان میں خلل ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

علامہ اسکے بشپ کلنز و صاحب کی کتاب چوتھی صفحہ ۲۰۴۔ میں ان ہی صاحب نے عام طوفان کی تردید میں یہ لکھا ہے کہ، جو شکلین طوفان کے بیان پر جو کتاب قدس میں ہے جیالوجی کے امتحانوں سے پیدا ہوئی ہیں ان کو رورٹز و ٹرنڈ میری صاحب نے جو طوفان کو خاص مانکر کتاب قدس کی لفظی تارنجانہ حقیقت کے قیام رکھنے میں کوشش کرتے ہیں حسب تفصیل ذیل انٹروڈکشن ٹو دی اسٹڈی آف اولڈ ٹیسٹمنٹ میں مختصر کے ساتھ جمع کیا ہے۔

جیالوجی کی اصلی مشکلات جبکہ ان کو نہایت مضبوطی سے بیان کیا جاوے بہہ ہوتی ہیں۔

**اول** ایسے عام طوفان کی جو ایک ساتھ ہوا ہو کوئی شہادت موجود نہیں ہے کیونکہ طوفان کے موجودہ ذخیرہ صاف رفتہ اور مدتوں دراز میں جمع ہوئے ہیں بلاشبہ بہت بلند بلند جوار مقاموں میں طوفان کے بڑے بڑے ذخیروں کی کثرت سے شہادت موجود ہے۔ لیکن ہر حال وہ خالص مقاموں میں ہیں اور ان کو آدم کی پیدائش کے زمانہ سے پہلے کا بتانا چاہئے اور اس بات پر زیادہ تر یقین اس کے ہوتا ہے کہ بہت بڑے بڑے کمال جیالوجسٹ نے جیسے کہ بیگلنڈ اور گےک صاحب وغیرہ ہیں اور جو ایک زمانہ میں طوفان کے ذخیروں کو تارنجانہ طوفان کے کسی زمانہ سے متعلق کرتے تھے اب انہوں نے اس سے علاوہ انحراف کیا ہے۔

دوسرے عام ہونے کے طوفان کے برخلاف اس بات سے جبکہ ہم بیان کرتے ہیں اسقدر مضبوط گوہی جیسے کہ اس سے



نہ ہتے مگر ان کی تحیرانہ اور اولو العزائمہ نوبل جو سن ایسے مصیبت زدہ مسلمین کے رٹائی دلوائلے میں دنیا کے بڑے بڑے امیر دن اور مخیر دن کو پرے بٹھاتے تھے۔

ان قابل رحم خستہ یوں پر ان مصائب شدیدہ پر۔ ان خوفناک مظالم پر۔ ان حسرت ناک ہر جہیوں پر محمدؐ کی یہی یاس آمیز نظریں خاموشی سے پڑ رہی تھیں اور آپؐ ملاحظہ فرماتے تھے کہ میرے معتقد کفر آفت میں پہنچے ہوئے ہیں اور ان پر کیا کیا ظلم توڑے جا رہے ہیں۔ گو یہ نظارہ ایک تہر اتود نظارہ تھا لیکن اس خیال سے کہ یہ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہیں اور میری پیروی کی تاثیر منہور ان کے دلوں پر باقی ہے خدا کی وحدت کا نور چمک چکا ہے اور اس وحدہ لاشرک کی محبت والفت کے نقوش ان کے دلوں پر نقش ہو چکے کیسے قدر آپؐ مطمئن ہو گئے تھے لیکن ان کی پہر

ہو سکتی ہے موجود ہے کہ بعض آئینہ پھاڑوں کے مقاموں میں خصوصاً اس مشہور مقام واقع اورن اور لائٹنگ آف میں جو چالیس میل فاصلہ پر ہے سکوری اور لاوہ کے ڈھیر بہت سے سیلون تک پہلے ہوئے ہیں اور بعض مقام میں سچاس یا سو فیٹ عمیق میں جن کے جمع ہونے کو ہزاروں برس صرف ہوئے ہوں گے اور بلاشبہ اسی تک ان پر پانی نہیں پڑا میرے طوفان کے تمام ذخیرہ میں ان کی بقیت یعنی ہڈیوں کا کوئی نشان نہیں پایا گیا ہے۔

میری صاحبزادے ان اعتراضوں میں سے پہلے اور تیسرے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ جب طوفان معجزے سے ہوا اس طرح خدا نے یہ بھی چاہا ہو کہ وہ طوفان طوفان کی قدرتی نشانیوں کے چھوڑنے کے بغیر چلا دے بشپ کا لندرجا اسپر رہے لکھتے ہیں کہ، اس تقریر سے البتہ یہ نہ نکلتا ہے کہ طوفان ایسا ایک معجزہ تھا جس کا کتاب قدس میں ذکر ہے اور اس کو یقین کرنا ہمیں ضرور ہے اگر ہم توحید کی تائید کو ایسا معجزہ مانتے ہوں جو عین غلطی کا امکان نہیں یعنی لفظی اور تاریخی حقیقی معاملہ لیکن ہم یہ معلوم کر چکے ہیں کہ ایسا یقین کرنا زیادہ ممکن نہیں۔ اور پس یہ جواب زمین پر پہنچنے کے بل گرتا ہے۔

تیسرے اعتراض کی نسبت بشپ کلنز صاحب یوں لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کا نیک دلی سے یہ جواب کوئی دے سکتا ہے کہ جن مقاموں میں انسانی نسل کا اول آباد ہونا یقین کیا جاتا ہے۔

انہیں ابھی تک طوفان کے بقیوں یا ذخیرہ کو اچھی طرح استھان نہیں کیا گیا ہے جس سے یہ کہہ کیا جاسکے کہ ان کا کوئی بقیہ اس میں دبا ہوا نہیں ہے

بشپ کلنز صاحب لکھتے ہیں، اگر میری صاحبزادے ایسا جواب دین اور وہ صحیح ہی مانا جاوے تو وہ جواب دوسرے اعتراض کا اور اور اعتراضوں کا یہی ایسا ہی اچھا جواب ہوگا جیسا کہ اس اعتراض کا ہے مگر میری صاحبزادے دوسرے اعتراض کو ایسا مضبوط اور عام طوفان کی رائے کے ایسا سخت مخالف پاتے ہیں کہ اس سے ابھی کٹا رہے ہیں بعد اسکے ڈاکٹر کلنز صاحب اپنی کتاب چوتھی صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں، مدت ہوئی کہ ٹریلین صاحب نے اپنے زمانہ کی ہتھوڑی سی علمی تحقیقات کے بموجب پانت سے لفظ کہتے تھے کہ اب بھی سمندر کی سی پیان اور کہہ پیدار چھلیاں پڑ

بت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ کی بے لوث سرح پر ہمہ نظر ہر اس قسم افواہا ایسی حالت میں  
 رعا فرماتے تھے اور آپ کی دلی آرزو یہی تھی کہ خدا کفار عرب کو ہدایت کر کے اور ان کو سچائی کا نور  
 دے۔ اور ان مظلومین کو نجات ہو سکے۔ جن لوگوں پر بظالم ٹوٹے جارہے تھے ان میں  
 ان میں بطور اجنبی سماع کے پائی جاتی ہیں ان لفظوں سے ان کی خواہشیں افلاطون پر سہاگے ظاہر کرنے کی تھی کہ  
 غام ہی اکیلا ربانی کے بیچے آپ کے ہیں اور بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ارد افواہ کو زیادہ کیا ہے کہ اگر ان کو طوفان  
 ملے تو ان سے اس کا قطعی عام ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً ایکنز میڈرسم بوٹ جھپٹنے جنوبی امریکہ میں ہنکا کو پہاڑ پر  
 ہزار آہٹ سو فیٹ کی بلندی پر چھان ہمیشہ برف کرتی ہے پرانے جنگلوں اور سابق کی تری اور خشک کھمے پر ندوں کے  
 دئے سالم بقیات پائے ہیں اور واسٹوڈن کی بڑیاں جو جاتی کے مانند گھٹے زمانہ میں ایک۔ ہا نور تو تاکار ٹولی را پھا  
 نہ ہزار فیٹ کی بلندی پر بانی گئی ہیں اور ہالیہ پہاڑ کے اس مقام سے جہاں برف پڑتی ہے اور سسکی بلندی  
 ہزار فیٹ سے جو برف کے ڈھیر ٹوٹ کر گرے ہیں اور حصین ایک کافی مادہ کے زائیدہ ٹاٹے ہوئے ہیں اور جن میں  
 ت رنگ کہانی دیتے ہیں ان میں اور سیرج کہ وہ زمین کے تین حصوں کے نہایت بلند پہاڑوں میں سے کہ وہ بلینک  
 ہالیہ اور کوہ کارڈلی راز میں ایسے جہانوں کی بڑیاں جو طوفان سے پہلے تھیں پائی جاتی ہیں۔

۲۰۸-۲۰۹۔ میں شب کا سفر و صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے یہ نتیجہ نکالا گیا  
 مان کا پانی اکیلا ران پہاڑوں پر گز گیا علیٰ حق اگر ناشی کی ترقی تافہ حالت اس کا گواہ کرئی ہے اسکی آنکھ پر گز گیا  
 میں کوئی دلیل نہیں کہ نہ کہ وہ ایسے زمانہ سے علاوہ کہ پختہ ہیں جو ان کے پہاڑوں سے پہلے کا ہے جس  
 قطعی دلیل کا وجود تاریخانہ طوفان کے حق میں اسکے نزدیک عموماً اس سے مستحب ہے جیسے اور بیان ہو اس حقیقت  
 ظہر کہ تاریخانہ زمانوں میں زمین کا کوئی بڑا طوفان واقع ہو چکا ہو جس نے افکار کر سکتی ہے نہ اوار لیکن اسکے اوار کی کھا جاتا  
 ہے ہمارا ایمان کا مدار روایت کی گواہی پر ہے اور قطع نظر سے کتاب قدس کی تاریخانہ شہادت پر ہے۔ تاریخانہ  
 ان کے صرف عام ہونے پر جیالرجی کے رو سے شک ہوتا ہے مثلاً انگریزی جیالوجی لائل صاحب نے ایک عجائبات  
 رت لوگوں کی توجہ کو مائل کیا ہے جس سے ٹریٹری زمانہ سے کوئی عام طوفان لائل ہوئے کے برعکس جسے تمام زمین  
 ط کو چھپا لیا ہو مثلاً آدن کے معدوم نشین پہاڑوں پر جبکہ ٹریٹری زمانہ میں یعنی ان کی پیدائش سے پہلے  
 ہی ہونا ان ڈیون سے ثابت ہے جو اس مادہ کے سیلان میں ادھر ادھر دبی ہوئی ہیں بہت سا انبار گاؤم  
 علی موحون کا پایا گیا ہے جیٹا طوفان کے زور سے سالم رہنا ممکن نہ تھا اگرچہ مینہ سے ان کو ضرر نہیں پہونچا ہے  
 بہت آسانی سے مینہ کو وہ جیکر لیتے ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان اس مقام کو چھو بھی نہیں۔

مکہ طوفان کے عام ہونے کے جو خلاف علم جیالوجی کی رو سے بہت سی ایسی ایسی دلیلین موجود ہیں جن کا  
 ب نہیں ہو سکتا۔

اور اسکے اگر طوفان عام مانا جائے تو اس پر ایک بڑا سخت اعتراض ہے کہ یہ زمانہ ہے اور ہر وقت کے

کیفیت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ کی بے لوث رنج پر یہہ نظارہ بڑا ستم افزا تھا ایسی حالت میں یہی دعا فرماتے تھے اور آپکی دلی آرزو یہی تھی کہ خدا کفار عرب کو ہدایت کرے اور ان کو سچائی کا نور دکھائے۔ اور ان مظلومین کو نجات ہو سکے۔ جن لوگوں پر ظالم توڑے جا رہے تھے ان میں سے

درمیان میں بطور اجنبی سیاحوں کے پائی جاتی ہیں ان افطون سے ان کی خواہشیں افلاطون پر سبکت ظالموں کی تھی کہ بلند مقام ہی ایک بار پانی کے نیچے آچکے ہیں اور بعض لوگوں نے اس سے یہی زیادہ درد افعات کو زیادہ کیا ہے کہ اگر ان کو طوفان سے قلعوں تھا تو ان سے اس کا قطعی عام ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً ایگزٹرڈیم بولٹ جھانپے جنوبی امریکہ میں ہنا کو پہاڑ پر تیرہ ہزار آٹھ سو فیٹ کی بلندی پر جہاں ہمیشہ برف کرتی ہے پرانے جنگلوں اور سابی کی تری اور خشکی کے پرندوں کے جملے ہوئے سالم بقیات پائے ہیں اور اسٹوڈن کی ہڈیاں جو ماتی کے مانند ٹھنڈے زمانہ میں آکسہ۔ جانور رہتا کارٹولی راہ پائے پر آٹھ ہزار فیٹ کی بلندی پر بائی گئی ہیں اور ہمالیہ پہاڑ کے اس مقام سے جہاں برہنہ پرتی رہتے اور سبکی بلندی پر سو ہزار فیٹ سے جو برف کے ڈھیر ٹوٹ کر گرے ہیں اور جن میں ایک کافی مادہ کے ذریعہ ٹھنڈے ہوئے ہیں اور جن میں مختلف رنگت کہانی دینے ہیں انہیں اور سطح پر کہ زمین کے تین حصوں کے نہایت بلند پہاڑوں یعنی کہ وہ بلینکٹ۔ محمد ہمالیہ اور کہ کارٹولی راز میں ایسے جہانوں کی بڑیاں جو طوفان سے پہلے تھیں بائی جاتی ہیں۔

کتاب چہارم صفحہ ۲۰۹-۲۱۰ میں لکھا کہ اس کا منظر و صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس کا یہاں یہ نتیجہ نکلا گیا کہ طوفان کا پانی ایک بار ان پہاڑوں پر گزرا گیا علم ہی اگر ناشی کی ترقی تافہ حالت اس کو ظاہر کرتی ہے اسکی آئندہ پڑاؤ کی چیزیں کوئی دلیل نہیں ہیں کہ وہ ایسے زمانہ سے علاقہ رکھتے ہیں جو ان کے پرانہ زمانہ سے پہلے کا ہے اس قسم کی قطعی دلیل کا وجود تاریخیانہ طوفان کے خم میں اسکے نزدیک عموماً ایسا ہی مشتبہ ہے اور یہ بیان جو اس شخصیت کے لحاظ پر کہ تاریخیانہ زمانوں میں نہیں کا کوئی برا طوفان واقع ہوا تھا جو یہ نہ انکار کر سکتی ہے نہ اوار لیکن اسکے اوار کی ہمارے ہنیں ہے ہمارے ایمان کا مدار روایت کی گواہی پر ہے اور قطع نظر سے کہ کتاب قدس کی تاریخیانہ شہادت پر ہے۔ تاریخیانہ طوفان کے صرف عام ہونے پر جیارجی کے رو سے شک ہوتا ہے مثلاً انگریزی جیولوجسٹ لائل صاحب نے ایک عجائبات کی طرف لوگوں کی توجہ کو مائل کیا ہے جس سے ٹریٹری زمانہ سے کوئی عام طوفان لائل ہونے کے برخلاف جنس تمام زمین کی سطح کو چھپا لیا ہو مثلاً آدن کے معدوم نشین پہاڑوں پر جبکہ ٹریٹری زمانہ میں یعنی ان سان کی پیدائش سے پہلے جاری ہونا ان ہڈیوں سے ثابت ہے جو اس مادہ کے سیلان میں اور ہر دہائی ہوتی ہیں بہت سا انبار گاؤم متعلق ہو خون کا پایا گیا ہے جتنا طوفان کے زور سے سالم رہنا ممکن نہ تھا اگرچہ مدینہ سے ان کو ضرر نہیں پہونچا ہے مینو کہ بہت آسانی سے مدینہ کو وہ جہیز کر لیتے ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان اس مقام کو چھوڑا ہی نہیں۔

غرض کہ طوفان کے عام ہونے کے جو خلاف علم جیولوجی کی رو سے بہت سی ایسی ایسی دلیلین موجود ہیں جنکا جواب نہیں ہو سکتا۔

علاوہ اسکے اگر طوفان عام مانا جائے تو یہ ایک بڑا سخت اعتراض ہے اور یہاں سے اور صوبہ ہندوستان کے

کیفیت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ کی بے لوث روح پر یہہہ نظارہ بڑا ستم فرا تھا ایسی حالت میں بھی دعا فرماتے تھے اور آپ کی دلی آرزو یہی تھی کہ خدا کا عار عجب کو ہدایت کرے اور ان کو سچائی کا نور دکھاوے۔ اور ان مظلومین کو نجات ہووے۔ جن لوگوں پر مظالم توڑے جا رہے تھے ان میں درمیان میں بطور اجنبی سامعون کے پائی جاتی ہیں ان لفظوں سے ان کی خواہشیں افلاطون پر سبابت ظاہر کرنے کی تھی کہ بلند مقام ہی ایک بار پائی کے نیچے آپ کے ہیں اور بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ وارد افغانہ کو زیادہ کیا ہے کہ اگر ان کو طوفان سے تعلق تھا تو ان سے اس کا قطع علم ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً ایکلر نیڈریم بولٹ حبیب نے جنوبی امریکہ میں ہنا کو پہاڑ پر تیرہ ہزار آہٹ سو فیٹ کی بلندی پر جہاں ہمیشہ برف کرتی ہے پرانے جنگلوں اور سابق کی تری اور خشکی کے پر زون کے جملے ہوئے سالم بقیات پائے ہیں اور اسٹوڈن کی ہڈیاں جو تائی کے مانند اگلے زمانہ میں آئے۔ ہاؤر تھا کارڈلی را پیا۔ یہ آہٹ ہزار فیٹ کی بلندی پر پائی گئی ہیں اور ہالیوہ ہڈا کے اس مقام سے جہاں برف پڑتی ہے۔ اور سسکی ہڈا کے سو ہزار فیٹ سے جو برف کے ڈیمیر لٹ کو گرسے ہیں اور جین ایک کافی مادہ کے زائدہ ٹاٹھے ہوئے ہیں اور جین میں مختلف رنگت کہائی دیتے ہیں انہیں اور سبیل کرہ زمین کے تین حصوں کے نہایت بلند پہاڑ ان نیچے کوہ بلینا کے آگے ہالیوہ اور کوہ کارڈلی را میں ایسے جواون کی ہڈیاں جو طوفان سے پہلے زمین ہائی جاتی ہیں۔

کتاب چہارم صفحہ ۲۰۸-۲۰۹۔ میں شبک کا نر و معا حبس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس میں ایک ایسا ہیہہ یہ نیچے نظر آتا ہے کہ طوفان کا پانی ایک بار ان پہاڑوں پر گز گیا علم ہی اگر ناشی کی ترقی تانہ حالت اس کا پانی کو گرا رہا ہے اسکی آگے بڑھنا کی چیز کوئی دلیل نہیں ہیں کہ نہ کہ وہ ایسے زمانہ سے علاقہ کے نیچے ہیں جواون ان کے پہاڑ ہونے سے پہلے کا ہے اس قسم کی قطعی دلیل کا وجود تاریخانہ طوفان کے حق میں اسکے نزدیک نہ ہوتا ایسا ہیہہ اس سے بڑھ کر اس قسم کے لحاظ پر کہ تاریخانہ زمانہ میں زمین کا کوئی بڑا طوفان واقع ہوا ہے جیالو ہی نہ انکار کر سکتی ہے نہ تو اور لیکن اسکے اقوال کی تکرار نہیں ہے ہمارا ایمان کا مدار روایت کی گواہی پر ہے اور قطع نظر سے کتاب قدس کی تاریخانہ شہادت پر ہے۔ تاریخانہ طوفان کے صرف عام ہونے پر جیالو ہی کے رو سے شک ہوتا ہے مثلاً انگریزی جیالو جسٹ لائل صا حنیے ایک عجائبات کی طرف لوگوں کی توجہ کو مائل کیا ہے جس سے ٹریٹری زمانہ سے کوئی عام طوفان لائل ہونے کے بعد شجری نام زمین کی سطح کو چھپا لیا ہو مثلاً آورن کے معدوم آئین پہاڑوں پر جگا ٹریٹری زمانہ میں نیچے الزمان کی پیدائش سے پہلے جاری ہونا ان ہڈیوں سے ثابت ہے جو اس مادہ کے سیلان میں ادھر ادھر دینی ہوئی ہیں بہت سا انبار کا وڈم تخلف سوخون کا پایا گیا ہے جکا طوفان کے نور سے سالم رہنا ممکن نہ تھا اگرچہ مینہ سے ان کو ضرر نہیں پہونچا ہے کیونکہ بہت آسانی سے مینہ کو وہ جگا لیتے ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان اس مقام کو چھوایا ہی نہیں۔

غرض کہ طوفان کے عام ہونے کے بخلاف علم جیالو ہی کی رو سے بہت سی ایسی ایسی دلیلین موجود ہیں جکا جواب نہیں ہو سکتا۔

علامہ اسکے اگر طوفان عام مانا جائے تو اس میں ایک ہیہہ بڑا سخت استغناء ہے اور یہی وہ ہے جو اس کے

کئی شہید ہوئے اور چنگی پٹہ اور بہت سے بعد ازاں شہید ہو گئے۔ جنہوں نے اپنی اصل سی جائیں دین  
خدا کی محبت میں قربان کر دیں۔ اور چونکہ حیوانی یا روحانی تکلیفیں یا حیوانی مصائب اور جانکدہ ذلالت  
بیتین و دُائونوں نے عبادِ رستگاروں سے سہیں۔ یہ صرف سچے دین کا اثر تھا جس نے ان کو مرکز ہی سفر  
لیا۔ ایک ن منہ خضر و تباہ شدہ سلسلہ ہوئی اور تباہ ہو گئیں مگر جو حالت کفر میں مرے ان کی آخرت میں  
ہی کیفیت ہوگی جو ایک سخت گنہگار کی جیسے ٹپکے آگے ہوتی ہے۔ یہ بہت ہی عجیب ہے۔

کتاب اقدس کے عمری حساب کے بموجب حضرت آدم کے ۱۷۵۶ برس پیدا ہونے کے بعد طوفان آیا اور بموجب پشواختہ کے (جس کا  
ایشیا کے سورخ اور یورپ کے اکثر قدیم مورخ اعتقاد کرتے ہیں) حضرت آدم کے ۱۷۶۰ برس پیدا ہونے کے بعد طوفان آیا اور ہم  
عصر میں بلا شہرستان کی نسل پرست لئی تھی اور تمام دنیا کے معلوم اور قریب قریب تمام دنیا کے آباد ہو گئی تھی۔  
جیسے کہ غلام نے بیان کیا ہے اس کو قبول کیا ہے اور قرآن مجید سے بوضاحت پایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی تھے اور وہ  
لوگوں کو خدا کی وحدانیت اور اس کی اطاعت کی ہدایت کرتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور نہ پرستی اور بدکاری میں مشغول  
رہے جس کے سبب خدا نے طوفان پیدا فرمایا اور بیت مقدس کی کتاب پر بارش ۵-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ کے دروں سے  
ہو پیا جاتا ہے اور قرآن مجید کے مشن سے مطابقت ہوتی ہے اور جو کچھ خدا اس میں اجمال تھا اس کی تفصیل الہام سے سنیں پڑھیں  
فرمادیں گی ان کو خدا نے پانی و آتش پر رحم کیا۔ لیکن جو کچھ وہاں کرنے والے انہوں نے وہی تو یہ کہ جو کچھ دین کے تمام بدکاروں پر طوفان لایا  
پس وہ نہ رہی کہ یوں سے نکلتے ہوئے کہ ان پر بارش نہ لائے کے سبب لوگوں پر طوفان آیا تھا۔

اب یہ سوال ہے کہ کتاب اقدس کے بارے میں ثابت نہیں ہے اور نہ اس کا امکان صحابہ ہوتا ہے کہ تمام دنیا میں جو اس وقت تک آباد ہو سکے۔  
تھی حضرت نوح نے خدا کا پروردگار کو ۱۰ اقسام سنائے ہونے اور یہ خدائی طوفان سے نازلی ہونے کے بعد تمام دنیا کے لوگوں نے ان کا  
دفعہ نہ سنا ہوا اور خدا کے احکام کی انصاف کے بعد بلکہ بیت سے وسیع ہو گئے ہوں گے جو ان کے باشندہ وین نے حضرت نوح کے نبی ہونے  
اور ان کے وعظ کرنے اور خدا کی راہ کی ہدایت کرنے کی خبر بھی نہ سنی ہوگی اور کچھ تو یہ کہ تمام دنیا اس زمانہ میں جس کی وہ هجوم پہنچی تھی  
کی حالت خیر نہ تھی اور بیت مقدس کے وقت میں ان کی ہی عذاب لایا جاتا تھا۔  
اگر طوفان کو مانا جائے تو بلاشبہ اس پر بھی اس علمی ایسے ہی سخت اعتراض ہوگا جو اس پر انہوں نے کیا اور حال معلوم  
کا جو کہ ہمارے ہر دور کے فانی حاکم کے کتاب اقدس کے مطابق عام طوفان ہونے کی طرف لگائی ہے یا نہیں میرے نزدیک طوفان  
عام کا ہونا کتاب اقدس سے بخیر ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ کتاب اقدس پر غور کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ میری یہ رائے صحیح ہے یا نہیں۔  
(ہماری کتاب اقدس کے کتاب اقدس میں خاص طوفان کا بیان ہے نہ اس میں)

اور چونکہ یہ شک نہیں کہ کتاب اقدس کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے دونوں مطالبہ ہر آدمی درجہ سے فہم کی من مملکت اگر ہم زیاد  
سادگی سے اور ان کے لوگوں کی عقل اور معلومات کے لحاظ پر جیسے خطاب کیا گیا تھا اس کو دیکھیں تو بجز اسکے کہ کتاب اقدس  
ایک خاص طوفان کا بیان ہے اور نہ ہی مطلب میں نکال سکتی اور اگر ان میں علم کی ایک جماعت سطر ترقی سے نکلے جینی کریں جیسا کہ  
علم حیا اور جی کے ترقی پانے کے زمانہ سے بیشتر تھا تو بلاشبہ کتاب اقدس میں یہی مطلب پائیگی کہ طوفان عام اور تمام رستگار  
پر تھا۔ ہمارے متقدمین علم کی ایسی ہی حالت تک پہنچے تھے جس کے سبب انہوں نے اس ناقابل علم کی نکلے جینی سے بہتر قرار  
کہ کتاب اقدس سے طوفان کا عام ہونا پایا جاتا ہے اور اگر ہم کتاب اقدس کو نہایت دقیق نگاہ سے اور ایک ترقی  
کو ہمدرد جیسا کہ وہ آج کے زمانہ میں کسی ایک رجحان پر پہنچ گیا ہے اس میں ان کریں تو بالیقین یہی پائیگی کہ کتاب اقدس میں خاص  
طوفان کا ذکر ہے نہ عام طوفان کا جبکہ بیان ہوتا ہے۔

کہ اگر ہم اس کے جن تقاضوں میں کہ طوفان کا ذکر ہے وہاں چند الفاظ ملے ہیں جسے متقدمین نے براہ غلطی عام طوفان قرار  
کر دیا ہے اس سے جیسے کہ ہمارے اپنے الارض نامہ میں اللہ عزوجل کے اسماء اور نیز بعض مضمون ایسے ہیں جسے

{ نیکی کن اے فلان یغمت شمار غم  
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان ماند }

بائیں عمر یہ نظر اڑا رہا کہ اپنی امت پر جان خدا اپنے والد بنی اپنی آنکھوں سے بل ایسی کی حالت میں اپنے پیار سے صحابہ کو جو اس صاف بالائی سے سپر جان خدا کر لیتے تھے ان دور دینے والے خدا یوں میں مبتلا دیکھتے کیسا سخت تھا جب قریش مخالفت کرتے کرتے جنگ لگے تو ناجار انہوں نے اپنی کامیابی کا دوسرے رشتہ نکالا اور وہ یہ کہ ہمارے جیسے کو دنیاوی دولت و ثروت کا سبب بے باک کر دے اور ان میں لانا اور یہ ہر پہلو سے بند کر دے۔ راوی لکھتا ہے کہ ایلین زوال خدا علی الصلی علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں بیٹھے تھے اور آپ کے کچھ ہی دور فاصلہ پر ایک مجمع

انہوں کے طوفان کا نام ہوا سمجھا جاتا ہے جسے کہ شیبہ نامہ صحابہ اپنی کتاب ۴ صفحہ ۵۰۰ میں لکھتے ہیں جاندار زمین مرآتین جو زمین پر خلق ہیں وہ سب جن نے ہتھوں میں عیادت کا وہ تھا وہ سب جو شیبہ زمین پر تھے وہ جاندار جو وہ زمین پر تھے جیسے کہ یہ وہ نمونہ ہے کہ نام او چنے پہاڑ اور آسمان نے چنے چھپ لئے پندہ ما تہ باقی ماند ہو گیا۔ ان لفظوں اور مضامین نے مجھے ہم نے کچھ ہی چھ مہینے میں ان پر زیادہ دقیقہ رس نظر کرتے ہیں تو ان کی مراد ایسی نہیں پاتے جیسے کہ پہلے سمجھ رہے تھے۔

دیکھیں بریٹ صاحب نے اپنی کتاب سکر ایڈس کے صفحہ ۵۵ میں بہت درست کہا ہے کہ اگر حقیقتیں (علم) جبکہ ہم نے بیان کیا ہمارے بعض کے بدلے کو موجود نہ ہوتیں تو اکثر (عام) شخص کتاب قدس کے کلام سے یہ سمجھتے کہ اس کے زمین کی تمام رحمت پر پانی کا عام طوفان نکلتا ہے تب اس بات پر اعتراض کرنا کوئی سبب نہ ہوتا اور اس لئے شک کی کوئی وجہ نہ تھی اس مضمون پر لایب کالز صاحب لکھتے ہیں کہ بلاشبہ ایسی حالت میں کتاب قدس کے کلام کو اس کے صاف اور علانیہ معنی میں لے نیلے جیسے کہ کوئی سید ہی سادہ عقل والا سمجھ لے لیکن جب نئی تحقیقاتیں ظاہر ہوئیں جیسے کہ اس زمانہ میں مشہور ہیں تب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا کتاب قدس کی زبان زیادہ محدود بعض لئے پر کوئی ایسا سچ پیش کرئی تھی جو رفع نہیں ہو سکتا اس مقام پر ڈاکٹر کالز صاحب لکھتے ہیں کہ جب نئی تحقیقاتیں ظاہر ہوئیں تب کتاب قدس کے لفظوں کو ان کا جواب دینے کے لئے مراد لایا جاتا ہے جیسا کہ آج دیکھیں بریٹ صاحب مؤرخین میں دیکھتے ہیں کہ کتاب کالز صاحب کا یہ قول صحیح نہیں ہے نئی تحقیقاتوں کے ظاہر ہونے سے ہم کتاب قدس کے لفظوں کو مراد لایا جاتا ہے بلکہ ایک نیا دورہ دقیقہ رس غور سے اور کتاب اور عبری زبان کے عام محاورہ اور قواعد کے بموجب اس پر نظر کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آئندہ بیان سے معلوم ہو گا۔

لفظ مارس، یاد رہے وہ تمام سے ہم جو یہ سمجھتے تھے کہ اس تمام کے زمین اور تمام آسمان مراد ہے یہ ہماری غلطی تھی کیونکہ ان لفظوں سے جیسے تمام کے زمین اور تمام آسمانوں کے معنی لئے جاسکتے ہیں اس سطح ان سے خاص زمین اور خاص آسمان کے معنی ہی لئے جاسکتے ہیں۔

جیستش صاحب اپنی عبری لکسیکن میں لکھتے ہیں کہ ہائے ہوز ایک حرف ہے جو اسموں اور ضمیروں کے پیشتر آتا ہے اور کم قبل صحت کی حقیقت میں یہ ہل ہوتا ہے کہ عربی میں ال اسکو مخفف کر کے ہائے ہوز رکھی ہے یہ ضمیر اشارہ کا کام دیتا ہے جیسے کہ انگریزی میں کو اور اردو میں اس یا دس یا یہ وہ ملاحظہ کیے یہ صرف اسم نکرہ کو معذکرہ دیتا ہے اور جب معرفہ کے معنی اس میں شامل ہوتے ہیں تو یہ صرف دو معنی دیتا ہے ایک یہ کہ اس تمام چیز کو شامل ہوتا ہے جیسے کہ کتاب پیدائش کے پہلے باب کے پہلے درس میں مارس کا جو لفظ ہے وہ تمام کے زمین کو شامل ہے کیونکہ یہ زمین ہو سکتا ہے خدا صرف کسی خاص نکرہ زمین کا بنانے والا ہو سکتا ہے خاص معنی اس لفظ کے لگاتار سے حاصل ہوتے ہیں جسے جیسے جیسے حرف آتا ہے اس کل چیز کو شامل نہیں ہوتا بلکہ اس میں سے کسی خاص چیز جو پہلے سے معین اور معلوم ہو دلالت کرتا ہے خواہ وہ خارج میں موجود ہو خواہ صرف ذہن میں جیسے کہ ان درسوں مثلاً



{ نیکی کن اے فلاں عنایت شمار عمر  
{ زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نالند }

بائیں ہم یہ نظر اڑا کہ اپنی امت پر جان خدا کرنے والا بنی اپنی آنکھوں سے بے بسی کی حالت میں اپنے پیارے صحابہ کو جو کس صاف باطنی سے اس پر جان خدا کرتے تھے یوں درد دینے والے غذا یوں میں مبتلا دیکھ کر کیا سخت تہاجب قریش مخالفت کرتے کرتے بنگ لگے تو ناچار انہوں نے اپنی کامیابی کا دوسرا سنہ لگایا اور وہ یہہ تھا کہ محمد کو دنیوی دولت و حشمت کا سیڑ بانغ دکھا کر داؤن میں لاؤ اور یہہ پر سچ بند کرادو۔ راوی لکھتا ہے کہ اکیڈن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں بیٹھے تھے اور آپ کے کچھ ہی دور فاصلہ پر ایک کچھ

انہوں نے طوفان کا عام ہوا سمجھا ہے جیسے کہ شب کا نثر و صاحب ابی کتاب ۱ صفحہ ۵۰۵ میں لکھتے ہیں جاندار جزین مرگین جو زمین پر خلق ہیں وہ سب جن کے ہنوتوں میں حیات کا دم تھا وہ سب جو خشک زمین پر تھے ہر جاندار جو جزوئے زمین پر تھی یا جیسے کہ یہہ ہنوتوں میں کہ تمام اور بچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے تھے چپ گئے بندہ تا تہ بانی بلند ہو گیا۔ ان لفظوں اور مقاموں کے معنی ہم نے کچھ ہی کچھ ہون مگر جب ہم ان پر زیادہ دقیقہ رس نظر کرتے ہیں تو ان کی مراد ایسی نہیں پاتے جیسے کہ پہلے سمجھے تھے۔

لیکن بریٹ صاحب ابی کتاب سکرچر اینڈ سیز کے صفحہ ۵۵ میں بہت درست کہا ہے کہ، اگر حقیقتیں (علم) جبکہ ہم نے بیان کیا ہے ہمارے معنی کے بدلنے کو موجود ہنوتوں کی اکثر (نام) شخص کتاب قدس کے کلام سے یہ سمجھتے کہ اس کے زمین کی تمام وسعت پر پانی کا عام طوفان ٹھکانا ہے تب اس بات پر اعتراض کرنا کوئی سبب نہ ہوتا اور اسلئے شک کی کوئی وجہ نہ ہوتی اس ہنوتوں پر شب کا نثر و صاحب لکھتے ہیں کہ بلاشبہ اسی حالت میں کتاب قدس کے کلام کو اسکے صاف اور علانیہ معنی میں لے لینگے جیسے کہ کوئی سید ہی سادی عقل والا اس سمجھے۔ لیکن جب نئی تحقیقاتیں ظاہر ہوئیں جیسے کہ اس زمانہ میں مشہور ہیں تب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا کتاب قدس کی زبان زیادہ محدود معنی لینے پر کوئی ایسا ہیج پیش کرتی ہے جو رفع بنین ہو سکنا اس مقام پر ڈاکٹر کا نثر و صاحب لکھتے ہیں کہ، جب نئی تحقیقاتیں ظاہر ہوئیں تب کتاب قدس کے لفظوں کو ان کا جواب دینے کے لئے مروڑنا چاہئے جیسا کہ آج کل کی بریٹ صاحب مروڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ شب کا نثر و صاحب کا یہ قول صحیح نہیں ہے نئی تحقیقاتوں کے ظاہر ہونے سے ہم کتاب قدس کے لفظوں کو مروڑنا چاہئے بلکہ ایک نیا وہ دقیقہ رس غور سے اور کتاب اور عبری زبان کے عام محاورہ اور قواعد کے بموجب اس پر نظر کرنا چاہئے میں جیسا کہ آئندہ بیان سے معلوم ہوگا۔

لفظ مارس، یا ڈومہ و ہنگام سے ہم جو یہہ سمجھتے تھے کہ اس سے تمام کرہ زمین اور تمام آسمان مراد ہے یہہ ہماری غلطی تھی کیونکہ ان لفظوں سے جسطرح تمام کرہ زمین اور تمام آسمانوں کے معنی لئے جاسکتے ہیں اسی طرح ان سے خاص زمین اور خاص آسمان کے معنی بھی لئے جاسکتے ہیں

جیسیٹش صاحب ابی عبری لکسیکن میں لکھتے ہیں کہ رائے ہوز ایک حرف ہے جو اسموں اور ضمیروں کے پیشتر آتا ہے اور کہ قبل محدث کی حقیقت میں یہ ہل ہتا جیسے کہ عربی میں ال اسکو محضف کہے گئے ہوز رکھی ہے یہ ضمیر اشارہ کا کام دیتا ہے جیسے کہ انگریزی میں ادا اور اردو میں اس یا داس یا یہہ وہ، غرض کہ یہہ حرف اسم کو معرفہ کو دیتا ہے اور جب معرفہ کے معنی اس میں شامل ہوتے ہیں تو یہہ حرف دو معنی دیتا ہے ایک یہہ کہ اس تمام چیز کو شامل ہوتا ہے جس پر وہ آتا ہے جیسے کہ کتاب پیدا کر کے پہلے باب کے پہلے درس میں ہمارے کاجو لفظ ہے وہ تمام کرہ زمین کو شامل ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا صرف کسی خاص ٹکڑہ زمین کا بنانے والا ہو وہ کسی خاص معنی اس لفظ کے لگانے سے حاصل ہوتے ہیں جیسے کہ یہہ حرف آتا ہے اس کل چیز کو شامل نہیں ہوتا بلکہ اس میں سے کسی خاص چیز جو پہلے سے معین اور معلوم ہو دلالت کرتا ہے خواہ وہ خارج میں موجود ہو خواہ صرف ذہن میں جیسے کہ ان دوسوں مثلاً

۱۰ - ۵ - پیدائش ۱۹ - ۱۳ - ۶ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰

مخالفین کے سرداروں کا ہونا تھا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے اور باہم بڑی دیر سے صلاح و مشورہ ہو رہا تھا اتنے میں عتبہ ربیعہ کا بیٹا مجمع سے اٹھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے محمد کو مخاطب بنا کر یہ کہا اے میرے بہائی کے بیٹے تو اپنی قابلیتوں اور شرافت خاندان سے ممتاز ہے۔ اب تو نے ہماری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اور ہمارے قبائل میں قسبے برپا کر دیے ہیں تو ہمارے دید تادون اور دیمیون کو لازم گردانتا ہے۔ تو ہمارے باب داداؤن پر کفر والہا دکا الزام قائم کرتا ہے۔ ہم تجھے انجا کرتے ہیں اسپر اچھی طرح توجہ کر چاہے بعد از ان تو اسی پذیر کر کے مجھ سے جواب دیا، کہہ اے ولید کے باب میں سستا ہوں۔ عتبہ نے کہا اے میرے بہائی کے بیٹے اگر تو اپنے

لفظ نارض اور ناراد کا آیا ہے کہ وہ ان تمام کو زمین مراد نہیں ہے بلکہ خاص زمین جو معین اور معلوم ہی مراد ہے پس جن میں یہ لفظ داخل ہو ہوگا اختیاس ہے کہ چابین اس میں اس تمام چیز کو شامل سمجھیں اور چابین اس کی خاص معین اور معلوم حصہ کو اور ان میں سے کوئی سے معنی لینے صرف قرینہ مقام یا اس حقیقت پر جو بطور اصلی اور اثنی کے تحقیق ہوں مختصر میں۔

نقطہ شام کا یہی خاص معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ ارج و دکن برٹ صاحب کے کتاب استنباط ۲-۲۵۔ بر بطور سند کے حوالہ کیا ہے کہ اس کلام سے (کہ تمام آسمان کے نیچے) تمام کو مراد نہ ہو بلکہ صرف فلسطین اور اس کے قریب کے ملک مراد ہوں بشکلف نفرو صاحب اسپر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ، اسی مقام میں واقعات کا عام ہونا ظاہر کرنے کے لئے صرف ہی کلام نہیں دیا ہے بلکہ اسی مقام محمول میں کلام کو صاف اس لفظ سے استعمال کیا ہے کہ اس تمام روئے زمین کی تو میں مراد ہوں۔

مگر یہ اعتراض ان کا صحیح نہیں ہے کیونکہ شام کے لفظ کا استعمال ہائے معرفہ اور بغیر ہائے معرفہ دونوں پر آتا ہے اور جس جگہ کہ اس کے ساتھ ہائے معارفہ موجود ہوں وہ ان ہم اس کے خاص معنی کے ہیں پر اگر اس درس میں بالغرض معنی ہوں تو یہی کچھ نقصان اب میں کہتا ہوں کہ اسپر شکلا ناما ممکن معلوم ہوتا ہے (بشرطیکہ بائبل کے کلاموں پر صرف ایک مودب آزادی اور نہ ناجائز آزادی سے لحاظ رکھا جاوے) کہ کتاب قدس میں صاعف صاف طوفان خاص کا ذکر ہے نہ طوفان عام کا۔

پیرو صاحب اور بیچ کاگ صاحب کسی غلطی میں تھے معین ہم سب اگلے زمانہ میں پڑ گئے تھے مگر ان کے اس خیال کرنے سے کہ کتاب اقدس میں طوفان عام کا ذکر ہے کتاب قدس کی حقیقت پر جب کو ہم علانیہ صرف کتاب اقدس کے لفظوں کی پیروی سے کچھ الزام نہیں آسکتا۔

پس جبکہ ہم ان لفظوں سے خاص زمین یا خاص ملک ادرین تو اب ہر کسی مقام میں مشکل نہیں رہتی کیونکہ ایسی حالت میں اور تمام زمین بمعنی باطرور لینے پڑے گی کہ اسی زمین کے اور ایسی روئے زمین کی تمام جائدار چربن جس کے نہتوں میں زندگی کلام ہمارے میں طوفان کے پانی کا انتہا بلند ہونا جس سے تمام اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں غرق ہو گئے ہوں یا اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بندہ ہاتھ پائی چڑھ گیا ہو کتاب قدس ثابت نہیں ہوتا بلکہ پہاڑ اراراث کی بلند چوٹی ہی نہیں ڈوبی تھی بلکہ اسکا نصف بلکہ چوتھائی ہی نہیں ڈوبا تھا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جاوے گا پس کتاب قدس سے طوفان کا عام خیال کرنا ایک ہماری پرانی غلطی تھی جس سے اب ہم متنبہ ہو گئے ہیں۔

یہ تمام مطالب جو میں نے بیان کئے صرف کتاب اقدس کے لفظوں کے پابند رہنے سے ثابت ہوتے ہیں جبکہ اردو ترجمہ سے مطالب مذکورہ بخوبی پائے جاتے ہیں مگر کتاب مقدس کا جو انگریزی ترجمہ ہے اور جو بالفعل منظور شدہ ترجمہ کہلاتا ہے اس انگریزی ترجمہ میں ان مطالب کی رعایت نہیں ہے جنہیں بحث کر رہا ہوں اسلئے مجھ کو ضرور پڑا کہ میں اس مقام پر ان بابوں کے ضروری ضروری دوسوں کا ترجمہ عبری مراد کی پابندی پر لکھ دوں تاکہ انہی جو بحث کی جائے گی اسکی حقیقت اس ترجمہ سے واضح ہو۔





جو کچھ سمجھنا تھا بچے سمجھا جگا اب جو رستہ چلنے اچھا معلوم ہوا سپر چل (ابن ہشام صفحہ ۱۸۶ اور ۱۸۵) اپنے معتمدین کی بے دریغ سختیوں سے جو قریش کی طرف سے ان پر توڑی جا رہی تھیں اور ان کا کوئی چارہ نہ ہوتا تھا ناچار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا بہتر ہے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ اور قریب کے ملک شمس میں پناہ لو ورنہ ان ایک سیم صالح سلطان حکمرانی کرتا ہے جب تک کہ خدا اپنے رحم و کرم سے قریش کی حالت میں تبدیلی نہ کرے اور یہ راہ راست پر نہ آویں وہ یقیناً رہو۔

آنحضرت نے مسیحی حکمران کی نیکو کاری اور رستہ شکاری کی نسبت بہت کچھ سنا تھا اسکے تحمل اور مہمانداری کی خوش آوازیں آنحضرت کے کانوں میں پہنچ چکی تھیں۔ اور آپ کو یقین تھا کہ وہ میرے پیروان کا خیر مقدم کرے گا۔

بیان ہوا ہے بلکہ قرآن مجید میں علانیہ خاص طوفان کا ذکر ہے اور صرف نوح کی قوم کا ذکر نبایان ہوا ہے۔ ہمارے مان کے عالموں نے صرف علمائے یہودی کر کے اور جو طوفان کی کہانی ان کے مان چلی آئی تھی اسکو صحیح سمجھکر بلا لحاظ اس بات کے کہ قرآن مجید میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے وہ اس کے خلاف ہے طوفان کا عام ہونا تسلیم کیا ہے چنانچہ اس مطلب کو ہم قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں اب ہمارے یقین ہے کہ نوح کا نذر و صاحب اس بات کو قبول فرماؤ وینگے کہ حال کی ترقی یافتہ علم کی تحقیقات سے بہت پرسترنی اہل احمی زبان نے پرانی وحیوں کی مراد کو چاہے کتاب اقدس میں صاف طور سے نہ پایا جاوے بخوبی بتا دیا تھا کہ نوح کا طوفان خاص تھا نہ عام۔

قرآن مجید میں خدا کے لئے فرمایا (سورہ موسیٰ آیت ۷۳) ہم نے نوح کو پہچان اس کی قوم کی طرف نوح نے کہا کہ اے قوم بندگی کرو اللہ کی عین ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے خدا کے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب ہی اسی قوم کے لئے آیا تھا جس کے لئے حضرت نوح بھیجے گئے تھے اور پھر خدا نے تمہارے لئے سورہ انبیاء آیت ۷۷ میں فرمایا، ہم نے مدد کی نوح کی اس قوم پر جنہوں نے چٹکایا ہاری نشانیوں کو دیکھا کہ وہ قوم تھی بری پس نبیوں کو دیا ہم نے ان سے کیا کٹھا،

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہی قوم ڈبوئی گئی جنہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود آیت ۷۷ میں سورہ موسیٰ آیت ۷۳ فرمایا ہے کہ، تو مت کہہ مجھے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نافرمانی کی کیونکہ وہ ڈوبنے والے ہیں، پس اگر

آیت سے ہی صرف ان ہی لوگوں کا ذکر بنا معلوم ہوتا ہے جنہوں نے حضرت نوح کی ہدایت کو نہیں مانا اور پھر خدا نے سورہ نوح آیت ۱۰ میں فرمایا کہ، ہم نے پہچان نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو پہلے اس سے کہ آدھے ان پر عذاب دیکھ دیتا،

اور جب کہ حضرت نوح کی نصیحت انہوں نے نافرمانی تو حضرت نے دعا مانگی کہ ان پر طوفان کا عذاب آوے اس سے پہلے ہی اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ صرف قوم نوح پر عذاب آیا تھا نہ تمام دنیا پر۔

جو شخص قرآن مجید سے طوفان کا تمام دنیا میں انبیاء کرتے ہیں وہ صرف دو آیتوں پر استدلال کرتے ہیں اول وہ آیت ہے کہ جب حضرت نوح نے خدا کے لئے دعا کی (سورہ نوح آیت ۷۴) کہ، اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر یہی آیا ہوا، حالانکہ اس آیت سے کی طرح طوفان کا عام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس آیت میں جو ارض

کا لفظ ہے اس پر ہی الف لام ہے اور کافروں کا جو لفظ ہے اس پر ہی الف لام ہے پس اس سے عذاب ثابت ہے کہ زمین سے وہ کافروں کے لئے تھا اور کافروں سے وہ ہی لوگوں جنہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا چاہے اسی امر کی

تائید ان تمام آیتوں سے پائی جاتی ہے جو اوپر مذکور ہوئیں دوسری آیت وہ ہے جہاں خدا نے سورہ صافات آیت ۷۷ میں فرمایا، اور کیا ہم نے نوح ہی کی ذریت کو بھیجی ہوئی، میں نہیں سمجھتا کہ اس آیت سے کس طرح تمام دنیا میں

مسلمانوں میں سے کچھ آدمیوں نے اپنے پیارے نبی کے ارشاد کی فی الفور تعمیل کی اور وہ چہار میں سے ایک اور تیس (سجاشی) کے فیاضانہ کناروں کی طرف روانہ ہوئے۔ پورے پندرہ آدمی تھے تاریخ اسلام میں یہ پہلی ہجرت مشہور ہے۔ جو آنحضرت کی نبوت کے پانچویں سال ۶۱۵ء میں وقوع میں آئی۔

مطوفان ایک اسد لال کیا جاتا ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جن لوگوں پر طوفان آیا تھا ان میں سے ہجرت کی ذریعہ کے اور کوئی نہیں بچا یہ اس سے ظاہر دیا یہ طوفان کا ان کی گرفت ہو سکتا ہے۔ وادی ہارے ان کے علمائے صرف یہ وہ ان کی برہم کر کے طوفان کا نام نہ لے کر ان جیسے حال میں نہ ہارے قرآن میں ہے۔ طوفان کا عام ہونا نہیں پایا جاتا۔

(طوفان کے بعض انتساب کا ذکر قرآن مجید میں مندرج ہیں)

اور ان طوفان سے جو قرآن میں مندرج ہیں اور ظاہر ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ ان کا ذکر تو ریت مقدس میں نہیں ہے اور جو نہ وہ واقع میں ایسے حضرت لق سے پیشہ کا۔ ان کی بیوی کا بھی طوفان میں غرق ہونا چنانچہ اول ہم ان آیتوں کو یہاں لکھتے ہیں جن میں وہ بیان ہے۔

سو ہم دین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(سورہ ہود آیت ۴۲ و ۴۳)

نادی نوح ابنا وہن فی مغزل یبی اربک معناد لا تکن معی الکاخین  
قال ساؤی الی جیل یعضفی من الماء قال لاعاصم الیوم من امر اللہ الا ان  
مرحم حال بینہما الموج فکان من المعرفین +

(ترجمہ)

اور نوح اور نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہر گز نہ تھا کہ اسے لے بیٹے سوار ہو سارہ مارے  
اور ریت ہو سارہ کا فزون کے کہا اس نے میں چڑھ جاؤں گا ہمارے بچاؤں کا مجھ کو  
بانی سے نوح نے کہا کہ کوئی بچانے والا نہیں ہے آج کے دن اللہ کے حکم سے گر چہ ہر  
رحم کرے اور انہی ان دونوں میں موج پر رہ گیا دو بنے والوں میں۔

اور اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(سورہ ہود آیت ۵۴ لغایت ۷۴)

نادی نوح ربہ فقال رب ان ابی من اهل و دان وعدک الحی و انت  
الحکم الخالکین قال ینوح ایتہ لیس من اهلک انہ علی غیر صلہ فلا یشتل  
مالیس لک بہ علم الی اضطک ان لک من الجاهلین قال رب انی اعوذ بک  
ان استک مالیس لی بہ علم والا تعضلی و تو حسی رکن من الخاسرین +

ترجمہ

اور نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں  
سے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو ظالموں کا حاکم ہے فرمایا اے نوح وہ نہیں سیکر  
گھر والوں میں سے اسکے کام میں ناکارہ تو مت بوجہ مجھے جو مجھ کو معلوم نہیں میں  
بچاتا ہوں مجھ کو جاہلون میں ہونے سے کہا اے رب میرے بیٹا ہاں لکھتا ہوں  
تجھے یہ کہ جو ہوں میں تجھے جو معلوم ہو مجھ کو دور اگر تو نہ تجھ کا مجھ کو اور نہ رحم  
کر لگا تو ہونگا میں تو نے والوں میں سے ان آیتوں سے بعض لوگ خیال کر  
میں کہ سوائے ان تین میٹوں کے جن کا ذکر تو ریت مقدس میں ہے حضرت آدم  
کا اور ایک بیٹا تھا جو کافروں کے ساتھ ڈوب گیا۔

اگر یہ خیال غلط ہے حضرت نوح کا کوئی شانہ تھا بلکہ حضرت نوح کی بیوی کا بیٹا پہلے خاوند سے تھا اور تین کی نسل سے تھا اور  
تھایا یہ بیٹا نعم کا تھا جس کا نام کتاب پیدائش باب ۱۰ ورس ۲۲ میں آیا ہے۔

شاید بعض ناظرین چھین کہ میں حضرت نوح کے پیشہ کی نسبت کیا رائے قائم کرتا ہوں مگر جب وہ اپنی محققانہ نظروں کو  
تو انہیں معلوم ہوگا کہ ہمارے ان کے مفسر ہی ہی لکھتے ہیں یعنی میرے کلام کی تائید کرتے ہیں مثلاً امام فخر الدین راز



ان تارکِ وطن لوگوں سے بعد از ان اور مصیبت زدہ مومنین چیز کفار عرب ظلم توڑتے تھے جا جا کر مل گئے یہاں تک کہ ان کی تعداد ۸۳ سو گئی اور ۱۸ عورتیں یہی ان کے ساتھ تھیں۔ (ابن ہشام صفحہ ۲۵۸) ابن الاطر جلد ۲ صفحہ ۵۸ و ابوالفدا صفحہ ۲۰)۔

یہ مظلوم ستم زدہ مسلمان ظالموں کے ہاتھ سے جان بچا کر بھاگے تھے اس امید سے کہ شاید ہمیں امن ملے لیکن قریشوں کی لامحدود اور غیر ہلکی ہوئی دشمنی نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ یہ یہاں سے جا کر آرام لینے انہیں اپنے شکاروں کے ہاتھ سے جاتے رہنا کا بہت خیال ہوا اور یہ خیال ان کی تڑپش میں تبدیل ہو گیا انہوں نے فوراً اپنی طرف سے شاہ نجاشی کو وکیل بھیجے کہ یہ ہمارے گردن زدنی مجرم ہیں انہیں یہیں دبا دیا جائے تاکہ ہم انہیں ان کے سنگین جرموں پر سزا موت دیں۔

ان مظلومین پناہ گزینوں پر انہوں نے نئے نئے خدا واسطے کے الزام قائم کئے اور شر اجرم ان پر یہ عاید کیا کہ انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا اور بنیادین اختیار کر لیا شاہ نجاشی نے مہاجرین کو بلا کر کہا کہ تمہاری ہو وطن تمہارے جو جو جرائم عاید کرتے ہیں آیا یہ صحیح ہیں یا نہیں جس مذہب کے لئے تم نے اپنا سابق دین چھوڑ دیا کوئی نہادین ہے اور جس کے آگے نہ تم نے میرا دین قبول کیا اور نہ ان لوگوں کا سب کی طرف سے جعفر ابوطالب کے بیٹے اور علی کے بھائی نے جواب دیا۔ اسے شاہ نجاشی ہم جہالت اور وحشت کے عیسوی گڑھے میں پڑے ہوئے تھے ہم یون کی پرستش کرتے تھے اور نفس پرستی اور بے عفتی میں اپنی زندگی گزارتے تھے۔

اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

انہ کان ابن امیہ و هو قول محمد بن الباقر علیہ السلام  
قوال الحسن البصری و یروی ان علیاً رضی اللہ عنہ قرأ و  
ذنادلی نوح ابنہ ابیہ و الضمیر لاملہ و قرأ محمد بن علی الباقر  
و عرق ابن زبیر ابنہ بفتح الباء یرید اھنہ ابنہ مالہ ابنہ الباقر  
بالفتح انا الالف و قال قتادہ سالت الحسن من ابنہ فقال یر  
ماکان ابنہ لہ فقال قلت لہ ان اللہ علی عنہ انہ قال ان ابی  
من اھلی و انت تقول ان ابنہ لہ فقال اھنہ لیس لہ ابنہ لیس لہ ابنہ لیس لہ

ترجمہ وہ جب کہ حضرت فوم نے بیٹا کہا حضرت فوم کا بیٹا نہ تھا بلکہ حضرت فوم کی بیوی کا بیٹا تھا اور قول  
جناب محمد بیٹے باقر علیہ السلام کا اور حسن بصری کا اور یہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محمد بن علی الباقر اور عرق ابن زبیر اس آیت  
میں جو مذکور کی تفسیر ہے اور جو حضرت فوم کی طرف پہنچتی ہے مونت کی  
ضمیمہ پڑھتے تھے تاکہ حضرت فوم کی بیوی کی طرف پہنچے اور قتادہ نے  
کہا کہ میں نے حسن بصری سے حضرت فوم کے بیٹے کا حال پوچھا انہوں نے  
کہا قسم بخدا کہ حضرت نوح کا کوئی بیٹا جو طوفان میں ڈوبا نہ تھا۔



سوائے ظلم و ستم کے قانون کے اور کچھ نہ معلوم تھا۔ جب خدانے ہم ہی مین سے ایک آدمی یا جسکی پاک زندگی صداقت - ایمان داری - صاف باطنی اور صفائی سے ہم واقف تھے۔ اسے لایا تو حید کی طرف ہمیں بلایا۔ اور ہمیں سکھایا کہ ہم اسکی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہمیں بت پرستی کی سخت مخالفت کی ہے اور ہمیں سچ بولنے کی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو بروسہ کرتے ہیں ہم ان کے ساتھ وفا شعار نہ رہیں۔ اپنے کو رحیم بنائیں اور اپنے بھائیوں کے کا لحاظ رکھیں اس نے منع کیا ہے کہ ہم عورتوں کی بُرائی نہ کریں اور یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ حکم کیا ہے کہ ہم بُرائیوں سے بھاگیں اور خاشاک و شرارت سے بچیں۔ خدا کی عبادت کریں ت دین اور روزہ رکھیں ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں یعنی اسے نبی تسلیم کر لیا ہے اسی سے ہمارے ہموطن ہماری مخالفت پر لوٹ پڑے مین ہمیں انہوں نے ملزم گردانا ہے تاکہ ہم

۱۱۔ نہ فوج ان حصوں کے جنگلی خوشخوار جوانوں کی غذا وغیرہ کا سرانجام کر سکا ہو گا جنہیں شیر حیات اور عقاب اور اس اعتراض سے پہلے لپٹ کا نر و صاحب کو یہ بات ثابت کرنی چاہیے تھی کہ بیشک یہ جانور جب کا وہ ذکر کرتے ہیں فوج کشتی حضرت نوح نے خود تمام جانوروں کو کشتی میں جمع نہیں کیا تھا بلکہ خود خدانے تمام جہند و بزمند کو جنگا کشتی میں بیٹھا نا خواہ واسطے نسل کے خواہ واسطے اور کسی کام کے جسکی طوفان میں ضرورت تھی مصلحت سمجھا تھا حضرت نوح کے پاس بطور ایک حجرہ کے دیا تھا چنانچہ اس حجرہ کا اشارہ ہم کتاب اقدس سے پانچمین در کتاب پیدا میں باب ۶-۲۰-۷-۹) پس جو بان جہان اقدس میں سب جانوروں اور ان کے جوڑوں کے داخل کر نیکا حکم ہے ان سے وہی جانور اور جوڑے مراد ہیں جسکو خدانے نوح میں حاضر کر دیا تھا پس اگر بیشک صاحب پہلے یہ بات ثابت کریں کہ ان جانوروں میں شیر اور جیتے اور عقاب اور گرگ بھی شاید اس اعتراض کرنے کی جگہ ہو۔

دیکھیں بریت صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵۵ میں اس شکل کو وسط جہل کیا ہے کہ جو جانور نقل مکان نہیں کرتے انہیں سے بہت دن دنوں سے واقف ہونے پر ایک معرض کو اسکا ہی یقین ہو گا کہ ہتھ کے ایک خاص طوفان میں جس قدر کہ وہ ہوا ہو بہت سی جہتیں انکی ہوا جائیں لیکن کشتی میں حفاظت پانی سے ہوگی کیونکہ گرد و نوح کی دلاتوں میں سے وہ ہم نہ پونجیں اس جواب کو بیشک صاحب لے چہ رد کرتے ہیں کہ اس وجہ سے اس ضلع محدود کے تمام بزمند و کشتی میں کیوں محفوظ کیا ہو کیونکہ ان میں سے بہت سی کی سہرہ کے باہر موجود تھے۔

بیشک صاحب نے یہی بات ثابت نہیں کی کہ حضرت نوح نے ان جانوروں کو کشتی میں محفوظ کیا تھا جو اس ملک کی جہان طوفان با سحر حد کے باہر تھے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدانے ہر قسم کے ان ہی جانوروں کو حضرت نوح کے پاس بحجرہ سے حاضر کیا باجن کی نسل ابھی اس ملک سے جمین طوفان آیا تھا اور ملکوں میں ہمیں پہلی ہتی اور اس سبب ان کے معدوم ہو جانے کا شہ تھا یا ان کی نسل دوسرے ملک میں تھی مگر وہ ایسی چوٹی یا ایسی قسم کی ہتی جبکا دور و دراز ملکوں میں سے سفر کر کے اس میں آنا ہی وجوہات سے مشکل تھا جن وجوہات سے بیشک صاحب ان کا حضرت نوح کی کشتی تک آنا مشکل تصور فرماتے ہیں ان کے بھانے سے کوئی اور غرض مثلاً قربانی کی یا خوراک کی یا زمین کی خشکی دریافت کرنے کی یا اور کوئی متعلق تھی یہ لیکن بلاشبہ زیادہ صاف لفظ بہ نسبت ان کے جو کتاب اقدس میں یہ بات ظاہر کرنے کے لئے مستعمل ہوئے ہیں کہ وہان عام ہوا مشکل مستعمل ہو سکتے ہیں۔

باب ۶-۱۷-۱۶-۱۵-۱۹-۲۱-نهایت ۲۳-۸-۲۱-۹-۱۱  
ن درسون میں کوئی لفظ اس متعلق نہیں ہوا جسکے معنی خواہ مخواہ کتاب اقدس کے لفظوں کو مرد و سرین اور اسکے

ہمیں سوائے ظلم و ستم کے قانون کے اور کچھ نہ معلوم تھا۔ جب خدانے ہم ہی میں سے ایک آدمی پیدا کیا جسکی پاک زندگی صداقت۔ ایماندارسی۔ صاف باطنی اور صفائی سے ہم واقف تھے۔ اسے خدا کی توحید کی طرف ہمیں بلایا۔ اور ہمیں سکھایا کہ ہم اسکی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس ہمیں بت پرستی کی سخت مخالفت کی ہے اور ہمیں سچ بولنے کی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو ہم پر ہر وہ کرتے ہیں ہم ان کے ساتھ وفا شعار نہ رہیں۔ اپنے کو رحیم بنائیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق کا لحاظ رکھیں اس نے منع کیا ہے کہ ہم عورتوں کی برائی نکرین اور یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ اس نے حکم کیا ہے کہ ہم برائیوں سے بھاگیں اور خجاست و شرارت سے بچیں۔ خدا کی عبادت کریں خیرات دیں اور روزہ رکھیں۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں یعنی اسے نبی تسلیم کر لیا ہے اسی وجہ سے ہمارے ہموطن ہماری مخالفت پر لوٹ پڑے ہیں ہمیں انہوں نے ملزم گردانا ہے تاکہ ہم

قوراء، نہ فوج ان حصوں کے جنگلی خوشخوار حوالوں کی غذا وغیرہ کا سراخام کر سکا ہو گا جنہیں شیر حیات اور عقاب اور گدھے، اس اعتراض سے پہلے بشپ کا لڑو صاحب توبہ بات ثابت کرنی چاہیے تھی کہ بشپ یہ جانور جبکا وہ ذکر کرتے ہیں فوج کی کشتی میں ہے حضرت نوح نے خود تمام جانوروں کو کشتی میں جمع نہیں کیا تھا بلکہ خود خدا نے تمام پرند و پرند کو جبکا کشتی میں بیٹھانا خواہ واسطے قلعے مثل کے خولہ واسطے اور کسی کام کے جسکی طوفان میں ضرورت تھی مصلحت سمجھا تھا حضرت نوح کے پاس بطور ایک معجزہ کے جمع کروا تھا چنانچہ اس معجزہ کا اشارہ ہم کتاب اقدس سے ملتے ہیں کتاب پیدائش باب ۶۔ ۲۰۔ ۷۔ ۹۔ پس جہاں جہاں کتاب اقدس میں سب جانوروں اور ان کے چوڑوں کے داخل کرنا حکم ہے ان سے وہ ہی جانور اور چوڑے مراد ہیں جسکو خدا نے نوح کے پاس حاضر کر دیا تھا پس اگر بشپ صاحب پہلے یہ بات ثابت کریں کہ ان جانوروں میں شیر اور جیتے اور عقاب اور گدھے ہی تھے تو شاید اس اعتراض کرنے کی جگہ ہو۔

آج ڈیکن بریٹ صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷ میں اس شکل کو مسطر جہل کر لیا ہے کہ جو جانور نقل مکان نہیں کرتے انہیں سے بہت کم کی عادتوں سے واقف ہونے پر ایک معرض کو اسکا ہی یقین ہو گا کہ اقتدار کے ایک خاص طوفان میں جبکہ وہ ہوا ہو بہت سی جہتیں انکی معدوم ہو جائیں لیکن کشتی میں حفاظت پائی سے ہو یقین کیونکہ گردنوں کی دلائل میں سے وہ ہم نہ پوچھتیں اس جواب کو بشپ صاحب اس طرح رد کرتے ہیں کہ اس وجہ سے اس ضلع محدود کے تمام پرندوں کو کشتی میں کیون محفوظ کیا ہو کیونکہ ان میں سے بہت سے اس کی سہ حد کے باہر موجود ہوتے۔

مگر بشپ صاحب نے ابی یہ بات ثابت نہیں کی کہ حضرت نوح نے ان جانوروں کو ہی کشتی میں محفوظ کیا تھا جو اس ملک کی جانور طوفان آیا تھا سہ حد کے باہر رہتے تھے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ہر قسم کے ان ہی جانوروں کو حضرت نوح کے پاس معجزہ سے حاضر کیا ہو گا جن کی نسل ابی اس ملک سے جمین طوفان آیا تھا اور ملکوں میں نہیں پہنچی تھی اور اس سبب سے ان کے معدوم ہو جانے کا اندیشہ تھا یا گوان کی نسل دوسرے ملک میں تھی مگر وہ ایسی چوٹی یا ایسی قسم کی تھی جسکا دور دراز ملکوں میں سے سفر کر کے اس ملک میں آنا ان ہی وجوہات سے مشکل تھا جن وجوہات سے بشپ صاحب ان کا حضرت نوح کی کشتی تک آنا مشکل تصور فرماتے ہیں یا ان کے بھاننے سے کوئی اور غرض مثلاً قربانی کی یا خوراک کی یا زمین کی خشکی دریافت کرنے کی یا اور کوئی متعلقی تھی قوراء، لیکن بلاشبہ زیادہ صاف لفظ بہ نسبت ان کے جو کتاب اقدس میں یہ بات ظاہر کرنے کے لئے مستعمل ہوئے ہیں کہ طوفان عام ہو یا مشکل مستعمل ہو سکتے ہیں۔

(باب ۶۔ ۱۷۔ ۶۔ ۱۷۔ ۷۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۱۔ نفاہت ۲۲۔ ۸۔ ۲۱۔ ۹۔ ۱۱)

ان درسون میں کوئی لفظ ایسا مستعمل نہیں ہوا جسکے معنی خواہ مخواہ کتاب اقدس کے لفظوں کو مردہ بن اور اسکے

اس روشن دین کو چھوڑ کر پہریت پرستی اختیار کر لین۔ اور ہم لکڑی پہر اور سیڑی کی مکروہات کی پرستش کرنے لگیں۔ انہوں نے ہمیں تکلیفیں دی ہیں اور نقصان پہونچائے ہیں۔ جب ہم نے انہیں اپنی جان کی حفاظت نہ دیکھی ہم اس امید سے تیرے ملک میں آئے ہیں کہ تو ان کے ظلم سے ہمیں بچائے اور اپنی حفاظت میں لے۔

جعفر کی ان باتوں نے حبیبین اسلامی اصول کالب لباب پہرا ہوا تھا اور جو تمام قرآن پر حاوی تھے نجاشی کے دل پر بہت اثر کیا۔ یہہ باتیں جس صدق دلی سے کہی تھیں اسقدر صاف اور بے لوث تھیں ان کا جتنا اثر ہوتا وہ کم تھا اسلام نے یہی رفیاع دنیا میں کیا اور مختلف افقوں سے عالم کو نجات دی شاہ نجاشی نے قریش کے وکیلوں سے کہا کہ یہہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ جو سوکامن کے عذر پیدا کرے ان لوگوں کا دین بچا ہے یہہ محض بگیاہ میں تم ان پر زیادتی اور ظلم کرنے ہو چلے جاؤ تمہاری باتیں ہمیں سنی جانے لگی ہیں میری حفاظت میں آئے ہیں میں ان کو جب تک یہہاں رہینگے حفاظت میں رکھوں گا

علامہ مغنی جیسے کوئی متوسط عقل والا ان کو سمجھ نہ لے بلکہ صاف ہمارا مطلب یہہ ہے کہ علامہ کتاب قدس کے دوسرے صفحہ اور اسطر جہاں کہ کتاب قدس کا محاورہ اور استعمال کا طریقہ ہے اور جیسا کہ ایک متوسط عقل کا آدمی سمجھ نہ سکتا تھا بلکہ بہت سادگی اور بے تکلفی سے لے جاسکتے تھے اور جو ہماری عقل کے قصور اور ہماری غفلت سے جیسے چھوٹ گئے تھے ان کو ہم اختیار کر رہے ہیں کہ اس بات میں کہ ہمارے علم الہی کے کسی عالم نے ان مشکلات کے پیش آئے کے قبل ان مشنوں کی طرف رجوع کی تھی شیخی کرنا اور یہہ بات کہنہ کی بیش شک صاحب اور اول صاحب نے اس رائے کی تائید مدت بیت اس کے کہ قدرت کے علم کی عظمت نے اسکو جا بجا کی تھی کہ نہایت نیک آدمی تھے علماء علم حیا و جی کا احسان ماننا چاہئے کہ ان کی بدولت ہم اپنی اس غلطی سے متنبہ ہوئے مگر بیشک اس بات پر ہم فخر کر سکتے ہیں کہ کلام الہی جس کے ہم وابستہ ہیں کیا اپنی اصلیت میں صحیح اور بچا ہے کہ جو ان علم کی زیادہ ترقی ہوئی جاتی ہے ہم اس کو اصلی اور چرچا دیتے جاتے ہیں گو کبھی وقت میں ہماری کمزوری اور غفلت سے اسے سمجھنے میں غلطی آگئی ہو اور گو ہماری یہہ وجودہ حالت ہی کسی غلطی میں ہو اور ہماری زیادہ تر عجیب بات یہہ ہے کہ باوجودیکہ ہم کسی غلطی میں نہ گئے تھے یا اب پڑے ہوئے ہوں دونو حالت میں قرآن مجید یا اصلی کتاب قدس ہماری روحانی تربیت کو کسان ناماندہ بیوقوفانی ہے

اگر مستحق کتاب قدس ہی کے محاورہ پر ہم سادگی اور صاف دلی سے غور کریں تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جو الفاظ کتاب قدس میں ہیں لکھے ہیں ان سے تمام دنیا اور ایسے عام معنی جیسے کہ ہمارے اس زمانہ کے نکتہ حین عالم لیتے ہیں مراد نہیں ہیں غور کرو کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے کے بعد جب ان ان زمین پر رہنے لگا اور اس کی کثرت ہو گئی اور وہ ہر طرف دور دست ملکوں میں منتشر ہو گئے اور راعون کے درست ہونے کے سبب اور ملکوں کی ہمتوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس دور سفر و کے مسائل کا کافی ہونے سے اور بڑھنے لگانا جہاڑی دار جنگیوں کی کثرت کی وجہ وہ لوگ اس سے ایسے جدا ہو گئے ہوں کہ ایک کو دوسرے گروہ کی کچھ خبر نہ ملتی ہوگی اور جو گروہ کسی دور دست ملک میں آباد ہوا ہوگا اس ملک کی اطلاع پہلے گروہ کو مطلق نہ ہوگی پس حضرت نوح اور ابراہیم امت صرف ان ہی ملکوں سے واقف ہو گئی جو ان کے مسکن کے قریب رہتے ہوں اور جہاں سے آمد و رفت آسانی سے ممکن تھی اور حضرت قوح اور ان کی امت اسقدر ملکوں میں جو ان کو معلوم تھے دنیا کو متحد و سمجھتے ہوئے کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ اس زمانہ میں عدنان قدیم کے رہنے والے ہندوستان کے ہالیہ پہاڑ بلند چوٹی کو اور امریکہ کے بلند پہاڑ کے بلند چوٹی کو جانتے تھے پس کون تعجب کا مقام ہے کہ ان لوگوں سے جو تمام دنیا کو صرف چند ملکوں میں محدود سمجھتے تھے ایسے طرز کلام سے گفتگو کی جاوے جس طرح کہ کتاب قدس میں ذکر گئی ہے۔ ہم صرف اس طرز گفتگو ہی سے یقین کر سکتے ہیں کہ ایسا عمدہ طرز کلام جو کہ کتاب قدس نے اختیار کیا ہے

یہہ چہر کی سنتے ہی مکی وکیل واپس پہرے اور سخت پرکین کی حالت میں کہ میں آئے۔

(ابن الاطہر جلد ۲ صفحہ ۶۱ اور ابن ہشام صفحات ۲۲۰ و ۲۱۹)

اب یہاں میں اپنے کتاب کے ناظرین کی توجہ متوجہ اور اس کے زبردست ارادہ کی طرف اور مستقل مزاجی کی جانب جمع کرنا چاہتا ہوں۔ ایسی حالت میں کہ چاروں طرف سے مخالفانہ آوازیں کانوں میں گونجتی ہوں ہر شخص کی آنکھوں میں دشمنی اور سخت عداوت کا خون موجزن ہوتا ہو اور جسکے شعلے پھرتے ہوں اور ہر متنفذ خون کا پیاسا ہو کوئی دوست تو دوست معمولی ہاں میں ہاں ملانے والا ہی ہو ہر شخص کی زیادتی اور تشنگی حد ہو چکی ہو۔ حیوانی انداز سانی کے لئے انجین ہو تو ویسے بڑے بڑے دربار

ملک کے تاجدار انقلاب عظیم کے اختیار کیا جاتا جن نے میں کہ ہوا کر کے سے کچھ واقعت نہ تھی اور تمام دنیا کو صرف دنیا قدیم میں محدود سمجھتے تھے اگر کوئی شخص ہوا اس واقعہ کی خبر محض دینا کے قدم میں ہوتے والا تھا ان الفاظ سے دینا کہ تمام ملک جو آسمان کے تلے ہیں ابتر یہ واقعہ گزریگا اور تمام جانداروں پر جو دنیا میں پتھر میں پر مصیبت پڑے گی تو وہ شخص ہمارے علم کے لحاظ پر جسے وہ مخاطب ہے کسی نادار صاحب طرز کلام سے گفتگو کرتا ہے۔ دیکھو کتاب قدس کا کیا عمدہ طرز کلام ہے کہ ہمارے علم کے مختلف ہونے پر یہی ہر شخص اور ہر زمانہ میں اپنے علم کے موافق اس کے فائدہ سے محروم نہیں رہا۔

جیسکے ہم دنیا کو صرف مٹی کی ہر کے عوض وطل میں محدود سمجھتے تھے جب ہی ہم اصلی کتاب قدس سے روحانی تعلیم پاتے تھے اور جبکہ ہمارے علم کو ترقی ہوئی اور ہم نے دنیا کو ایک بہت بڑا وسیع میدان آسمان کے نیچے پایا پھر ہی ہم نے کتاب قدس کے بہت سے مضامین کو دیکھا ہی تربیت دہ پایا۔ اور آئندہ اگر ہم اس سے ہی زیادہ وسیع دینا سے واقف ہوں گے تب ہی ایسی ہی روحانی تربیت مانینگے پس ان دو حقائق سے اگر ایک سید ہے اور سادہ ہے طور سے کتاب قدس کے ان الفاظ سے جو تمام دنیا کو نکالت کرتے ہیں صرف محدود ملک اور ایک انسان اور ایک حیوان مراد لئے جاوے تو ہم نے کتاب قدس کے طرز کلام کے ہر خلافت کچھ ہی نہ کیا ہوگا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے نکتہ چین عالم کب ہوا کب سید اور صاف رستہ چلنے دینے کے لئے ہم کو ضرور ہوا ہم علم گفتگو سے ان کا مقابلہ کریں اور کتاب قدس میں ان سے ہی زیادہ نکتہ چینی کر کے اس کا خوب امتحان کریں۔ اب ہم ان دوسروں پر متوجہ ہوتے ہیں جنکو شب کا لہر و صاحت طوفان کے عام ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور بعض نے تو صرف عبری الفاظ کے مطابق ترجمہ کرنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس ترجمہ ہی سے سببہ رفع ہو جاتا ہے اور بعض کی نسبت بقدر حاجت بحث ہی کی جاتی ہے۔

اور میں اب لانے والا ہوں طوفان پانی کا اور اس زمین کے واسطے مٹا دینے تمام لبر (جسم) (بشر) جسکے ساتھ ہے روح کی روحی سے ان آسمانوں کے سب جو زمین پر ہے ہر جاوے گا کتاب سیدائیں باب ۶-۱۷۔

اس درس میں جو لفظ اس میں کا ہے اس سے اس خاص ملک کا اشارہ ہے جس پر طوفان آنے کو تھا اور اسی خاص ملک کے نام جسم سے شانے کا اور اسی زمین پر جو ہے ان ہی کے فرجائے بیان ہوا ہے نہ تمام کہ زمین کا اور سب جاندار سے سب جسم سے و سب سے لا تو صرف کشتی کے تاکہ زندہ رہیں ساتھ تیرے نزدیک وہ دین ۱۹-۶۔

بلکہ یہ بات معلوم ہوئی کہ طوفان ایک خاص ملک میں جس کی طرف خدا نے اشارہ کیا تھا آنے والا تھا تو جن جانداروں کی کشتی میں رہنے کا حکم دیا وہ اسی ملک کے جاوے رہے اور زیادہ رکھنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی نسل کا برقرار رکھنا ہر ایک کی نسل میں ہی جاوے لانے گئے ہوں گے جن کی نسل اس ملک کے سوا دوسرے ملک میں نہ پہلی تھی یا کسی اور سیوین میں بعد کو ان کا اس ملک میں آنا اور ان کی نسل کا پہلنا و شوار تھا۔

دیکھ دو نون بعد سات کے میں مینہ برسنے والا ہوں اور اس زمین کے چالیس دن اور چالیس رات اور سادہ لکھا میں تمام اس موجود کو جو بنایا میں نے اور میرے منہ اس زمین کے۔ باب ۷-۴۔



یہہ چہرہ کی سختی ہی مکی وکیل واپس پہرے اور سخت پریشانی کی حالت میں کہ میں آئے۔

(ابن الاطہر جلد ۲ صفحہ ۶۱ اور ابن ہشام صفحات ۲۲۰ و ۲۱۹)

اب یہاں میں اپنے کتاب کے ناظرین کی توجہ مجھ اور اس کے زبردست ارادہ کی طرف اور مستقل مزاجی کی جانب رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ ایسی حالت میں کہ چاروں طرف سے مخالفانہ آوازیں گانوں میں گونجتی ہوں ہر شخص کی آنکھوں میں دشمنی اور سخت عداوت کا خون موجزن ہوتا ہو اور جسکے شعلے پھرتے ہوں اور ہر متنفذ خون کا پیا سا ہو کوئی دوست تو دوست معمولی مان میں مان ملانے والا بھی ہو ہر شخص کی زیادتی اور شجاعت ہو چکی ہو۔ جہانی ایذا رسانی کے لئے انجمنیں ہوتی ہوں تو رئیس بڑے بڑے سر و سر

میں کوئی بڑا بڑا عظیم کے اختیار کیا جاتا جنہ میں کہ ہر امریکہ سے کچھ واقفیت نہ تھی اور نام دینا کو صرف دینا قدیم میں محدود سمجھتے تھے اگر کوئی شخص ہکواس واقعہ کی خبر حضرت دینا کے قدم میں ہونے والا تھا ان الفاظ سے دینا کہ تمام ملک جو آسمان کے تلے میں آہر یہ واقعہ گزرا گیا اور تمام جانداروں پر جو دنیا میں بے مین یہ مصیبت پڑے گی تو وہ شخص ہمارے علم کے لحاظ پر جسے وہ مخاطب ہے کسی نادان جب طرز کلام سے گفتگو کرتا ہے۔ دیکھو کتاب قدس کا کیا عمدہ طرز کلام ہے کہ ہمارے علم کے مختلف ہونے پر یہی ہر شخص اور ہر زمانہ میں اپنے علم کے موافق اس کے فائدہ سے محروم نہیں رہا۔

جیکہ ہم دینا کو صرف ہتیلی پر کہ عرض و محل میں محدود سمجھتے تھے جب ہی ہم اصلی کتاب قدس سے روحانی تعلیم پاتے تھے اور جبکہ ہمارے علم کو ترقی ہوئی اور ہم نے دینا کو ایک بہت بڑا وسیع میدان آسمان کے نیچے پایا یہی ہم نے کتاب قدس کے بہت سے مضامین کو دیا ہی تربیت دہ پایا۔ اور آئندہ اگر ہم اس سے ہی زیادہ وسیع دینا سے واقف ہوں گے تب بھی ویسی ہی روحانی تربیت پائیں گے پس ان دعوات سے اگر ایک سید ہے اور سادہ ہے طو سے کتاب قدس کے ان الفاظ سے جو تمام دنیا کو تکرار کرتے ہیں صرف محمد و ملک و درسیکے ان ان اور اس کے جوان مراد لئے جا دیں تو ہم نے کتاب قدس کے طرز کلام کے برخلاف کچھ بھی نہ کیا ہو گا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے نکتہ چینی عالم کب ہکواس سید اور صاف رستہ چلنے دینگے اسلئے ہم کو ضرور ہوا ہم علم کی گفتگو سے ان اختلاف کرین اور کتاب قدس میں ان سے ہی زیادہ نکتہ چینی کر کے اس کا خوف امتحان کریں۔

اب ہم ان دوسروں پر متوجہ ہوتے ہیں جیکو لشب کا لفظ صاحب نے طوفان کے عام ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور بعض نے تو صرف عبری الفاظ کے مطابق ترجمہ کرتے ہی پراکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس ترجمہ ہی سے شبہ رفع ہو جاتا ہے اور بعض کی نسبت بقدر حاجت بحث بھی کی جاتی ہے۔

اور میں اب لانے والا ہوں طوفان پانی کا اور اس زمین کے واسطے مٹا دینے تمام لبر (جسم) (بشر) جسکے ساتھ ہے روح زندگی و نجی سے ان آسمانوں کے سب جزو میں پر ہے مر جاو لگا کتاب پیدا نہیں باب ۶-۷-۱۷۔

اس درس میں جو لفظ اس میں کا ہے اس سے اس خاص ملک کا اشارہ ہے جس پر طوفان آنے کو تھا اور اسی خاص ملک کے نام جسم سے شانے کا اور اسی زمین پر جو پتہ ان ہی کے فرجائے بیان ہوا ہے نہ تمام کرہ زمین کا اور سب جاندار سے سب جسم سے و سب سے لا تو صرف کشتی کہنے کا کہ زلفہ زمین ساتھ تیرے زور مادہ ہودین وہ باب ۶-۷-۱۹۔

بلکہ یہ بات معلوم ہوئی کہ طوفان ایک خاص ملک میں جس کی طرف خدا نے اشارہ کیا تھا آنے والا تھا تو جن جانداروں پر کشتی میں کہنے کا حکم دیا وہ اسی ملک کے جانور تھے اور زور مادہ کہنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی نسل کا برقرار رکھنا ہر ایک نسل میں دہی جانور ملائے گئے ہوں گے جن کی نسل اس ملک کے سوا دوسرے ملک میں نہ پہیلی تھی یا کسی اور سبب سے نسل نہ بعد کو ان کا اس ملک میں آنا اور ان کی نسل کا پہیلنا دشوار تھا۔

دیکھ دو نون بعد سات کے میں مینہ برسلنے والا ہوں اور اس زمین کے چالیس دن اور چالیس رات اور سادہ لگا میں تمام اس موجود کو جو بنایا میں نے اور میرے منہ اس زمین کے۔ باب ۷-۱۸۔

اسباب پر کہاتے ہوں کہ ہم محمد کو جہان پاویکے قتل کر ڈالینگے اور ہرگز نہیں چھوڑنے کے۔ باہمی معاہدے ہوتے ہوں اور شرطیں لگائی جاتی ہوں عبادت کی جگہ تیز کانٹے بچھائے جاتے ہوں اور آپ پر ناپاکی بھی کی جاتی ہو ایسی حالت میں اپنے عظیم الشان ارادہ پر مستقل رہنا اپنی تنہائی کی پردہ کرنا اور نہ دشمنوں کی مخالفت پر توجہ کرنا یہ کس کا کام ہے کیا معمولی انسان ایسا کر سکتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ اولو العزم بہادریدہ آفتین سپہ اور پیر ہی دشمنوں کی اصلاح ہی کا خیال رکھے اور ان کی پہلائی ہی چاہے ہمیں اگر کسی سے کچھ بھی انداز ہو بخیرتی ہے تو لا کہ ہم مدد اور نرم قلب ہی کیوں نہ ہوں بہر ہی بہر محض غفلت ہے کہ ہم اسکا بڑا نہ چاہیں مگر ایسی نظیر دنیا میں کسی کی نہیں باقی کہ جو اپنے جانی دشمنوں کا یہی اسی طرح خیر خواہ ہو جیسے اپنے دوستوں کا۔ ایسی نازک حالت میں دلیرانہ اپنے معتقدوں کو پناہ کی جگہ جاننا

اس تمام درس میں ہر جگہ خاص ملک اور خاص چیز کی طرف اشارہ ہے پس اس کا صرف صحیح ترجمہ ہی اسبات کے ثبوت کو کافی ہے کہ طوفان عام نہ تھا۔ اور انی پاس لوح کے نابوت (یعنی کشتی) میں دو دوسب اجسام جو کہتے تھے روح زندگی کی باب ۷ - ۱۵ - سچ ہے کہ جس ملک میں طوفان آیا تو تھا اس ملک کے سب جوان ان ہی شرطوں اور ان ہی قیود سے جو اوپر مذکور ہو میں بطور ایک - سچہ کہ جیسا کہ کتاب اقدس کہو دایت کرتی ہے حضرت نوح کے پاس آئے مگر اس سے طوفان کا عام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور پانی کا زور ہوا بہت بہت اور اس زمین کے اور چہا دیا پہاڑوں اور نچوں کو جو تھے نیچے آسمان کے باب ۷ - ۱۹ - اس میں بھی اشارہ اس خاص ملک کی طرف ہے جہاں طوفان آیا تھا صرف ایک لفظ (نحو) کا جس کے معنی میں چہا دیا اور بحث کوئی باقی ہے مگر اس کے یہ معنی تھے کہ زمین کے اوپر اس قدر پانی اور چہا دیا اور نیچے پہاڑ بھی اس میں غرق ہو گئے ایک غلطی ہے بلکہ اس کے معنی صاف یہ ہیں کہ مینہ ایسا زور شور سے موصلا دیا کہ رستا ہٹا کہ اس نے اونچے پہاڑوں کو بھی جو آسمان کے تلے تھے چہا لیا تھا یعنی بلند پہاڑ بھی کثرت مینہ سے نظر نہ آتے تھے۔ یہہ ایک عام محاورہ ہے کہ جب مینہ زیادہ برستا ہے اور دھندلا رہتا ہے تو ہم کہا کرتے ہیں کہ تمام عالم دھندلا ہو رہا ہے اور دنیا پر ایک اُفت برپا ہے حالانکہ عام کہہ کر خاص ایک حصہ عالم سے مراد ہوتی ہے۔ یا ہم کسی واقعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ اسکو تمام عالم جانتا ہے حالانکہ خاص حصہ دنیا یا عالم مراد ہوتا ہے یہی محاورہ کتاب اقدس کا ہے کہ عام کہہ کر خاص مراد دینی گئی ہے اس لیے اس کا لفظ اعلیٰ درجہ کی خصوصیت مقام ظاہر کرتا ہے۔

اکثر جگہ کتاب اقدس میں اس لفظ کا چہا دینے کے معنوں میں ایسی ہی چیز پر استعمال ہوا ہے جو اوپر سے اتر کر کسی شے کو نظر سے چھوٹے کتاب خروج باب ۳ - ۱۵ میں لفظ جس کا ہے اور ابرنے جو پہاڑ کو چہا دیا تھا اس پر بولا گیا ہے اور اسی باب کے سورہ میں درس میں لفظ جس کا ہے اور خدا کے ملائکہ پہاڑ سینے پر اترنے اور اسکے اوپر سے چپ جاتے ہو بولا گیا ہے اور اسی کتاب کے باب ۱۰ - ۵ میں خیمہ کا لفظ ہے اور یثربوں نے اتر کر جو زمین کو آنکھ سے چہا دیا تھا اس پر بولا گیا ہے اور اسی باب کے درس ۱۵ میں جس کا لفظ ان ہی معنوں میں اور کتاب اعداد باب ۲۲ - ۱۱ لفظ حنہ اور جس کا دیون کی کثرت سے زمین کے چپ چاہو ہو بولا گیا ہے پس اس مقام میں ہی جہاں ہم بحث رہے ہیں اس لفظ سے یہ مراد سمجھنی کہ زمین کے پانی نے پہاڑوں کو غرق کر دیا تھا ضروری نہیں ہے۔

اور مر گیا سب جسم جو چلتا اور اس زمین کے معاثرے والے اور معہ جو پائے اور معہ جانا اور معہ سب نگہ والیکہ جو رنگنا اور اس زمین کے اور سب ۵ آدمی باب ۷ - ۲۱ -

کر دینا اور آپ اپنی جگہ پر اسی استقلال اسی ارادہ اسی عزم سے جیسے رہنا اسی پاک نفس کا کام ہے کہ جو ہم ہی میں سے تھا مگر ہم میں اور اس میں نبوت نے بین امتیاز کر دیا تھا۔ جون جون آپ اپنا استقلال ظاہر کرتے تھے مخالفت میں اور یہی سرگرمی ہوتی تھی جب وہ اتنا جد کی مخالفت پر سرگرم ہوئے تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے اور یہی ایک بار محمد کو دولت و حمت کا سبز باغ دکھا کر تلقین سے باز رکھنا چاہا مگر بڑے بڑے زینتی سردار ملکر آئے اور انہوں نے پہر وہی باتیں کیں محمد نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا اور اس نے بڑی سرگرمی سے یہ کہا۔ نہ مجھے دولت کی خواہش ہے نہ جاہ و حشم نہ عالی مرتبہ نہ سلطنت کی خدائے مجھے دنیا پر اسلئے مبعوث کیا ہے کہ میں بہتین اچھی اچھی باتیں سکھاؤں میں اپنے لارڈ دیا مالک کا کلام بہتین سناتا ہوں میں بہتین نصیحت کرتا ہوں کہ تم بڑی باتیں نہ کرو۔ اگر تم نے اس پیغام خدا کو قبول کر لیا کہ جو میں تمہارا باپ لا ہوں خدا تم پر دو عالم میں مہربانی کرے گا اگر تم نے اس کا کار کیا تو میں صبر کروں گا اور اپنا اور تمہارا انصاف چاہوں گا

سب جو کہ سالن روح زندگی کی اسکی ناک میں تھی ہر ایک سے جو تھا خشکی میں مر گیا باب ۷-۲۲- اور خدا دیا تمام اس موجود کو جو تھا اور نہ اس زمین کے آدمی سے جو باہون تک پہنچنے والے تک اور اڑنے والے آسمانوں تک اور مٹ گئے اس زمین سے اور بچ گیا فقط نوح اور جو تھا اس کے ساتھ تابوت یعنی کشتی میں باب ۷-۲۳- ان تینوں زمینوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے خاص اس ملک کی طرف اشارہ ہو کر بیان ہوا ہے جس میں طوفان آیا تھا پس ان سے یہی طوفان کا عام ہونا ثابت ہوتا۔

اور سو بھی اللہ نے ہر ضامنہ کی اور کہا اللہ نے اپنے دل میں یہ نہ کہ لعنت کروں گا میں بعد اس کے اس زمین کو دراصل آدمی چونکہ خیال دل آدمی کا بد ہے لڑکپن اسکے سے اور نہ بہرین بعد اسکے ماروں کا سب مذہ کو جیا کیا میں سچ باب ۸-۲۱- اس میں بھی خاص ملک کی طرف اشارہ ہے جس میں طوفان آیا تھا اسلئے یہہ درس بھی عام طوفان ہونے کی دلیل بنتی ہو اور قائم کیا میں نے اپنے عہد کو ساتھ تمہارے کہ نہ منقطع کیا جائے گا سب جہنم پہر پانی سے طوفان کے اور نہ ہو گا پہر طوفان واسطے مٹانے اس زمین کے باب ۹-۱۱-

اس درس میں لفظ ارض کے ساتھ مٹے ہونے نہیں ہے اور ایسی حالت میں قرینہ مقام کے لحاظ سے کسی خاص ملک کا یہی مراد بنا آیا ہے سچ ہے جیسے کہ کل کرہ زمین کا مراد لینا درست ہے اور جبکہ متعدد مقاموں میں ایک خاص ملک میں طوفان ہوا یا اشارہ ہو چکا ہے تو اس درس میں ہی لفظ ارض سے وہی خاص ملک مراد لئے جاوینگے اور اس درس میں خاص اس قدر ہو گا کہ جن ملکوں میں حضرت نوح کے وقت میں طوفان آیا تھا ہر ان ملکوں میں اس طوفان نہیں آسکا۔ اس عہد کی پہلی حقیقت جیسا کہ اس درس میں ہے اسی باب کے سولہویں درس کی تفسیر میں میں نے بیان کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس درس کو نہ طوفان کے عام ہونے سے کچھ علاقہ ہے اور نہ طوفان کے خاص ہونے سے پس اس درس کو ان دونوں میں سے کچھ بورت میں لانا درست نہیں ہے۔

باب تقدس کی شہادت اپنے دعوے میں دینے سے میں میری غرض صرف یہ تھی کہ اکثر عیسائی دعوائے کرتے ہیں کہ طوفان عام ہوا اور ان شریف کے ہر کم بیان کو جس میں طوفان کے خاص ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ چاہتے ہیں یا دوسری کافر و جمہاب کی تحریرات اس امر کی صاف شاہد ہیں کہ انہیں ہی طوفان کے عام ماننے میں تذبذب ہے لیکن وہ اپنے خیال میں مسیحی ہی کو سمجھتے ہیں کہ طوفان نوح کو طوفان عام مانے اسلئے وہ سب اعتراضوں اور مودب مکتہ جینیوں کو تسلیم کر کے یہہ لکھتے ہیں یا یہہ جو کچھ وہ نہ سمجھا جائے پہر ہی انہی دین بجا رکھنے کے لئے ہمیں طوفان عام ہی ماننا چاہئے۔

اس کہنے پر انہوں نے اسکا مضحکہ کیا۔ کہہ طعنے زنی کی اور عیارانہ طریقہ سے اسکی تلفیق اور نبوت پر اونٹ بیابانگ سوالات کئے تاکہ اپنے خیال میں وہ اسے مذک دین اور یہ شہور کریں کہ ہم نے محمدؐ کو لا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ تم اپنی نبوت کے ثبوت میں معجزہ دکھاؤ۔ تم دریا اور کوئین اسی خشک مین پر پیدا کر دو۔ تم کے گڑھے گڑھے اڑا کر زمین پر گرا دو اور آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھاؤ۔ یہ وہی پرانی پکوانی تھی جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ کی گئی تھی ان سے ہی یہی بے بنیاد سوالات کئے گئے تھے اور ایسی ہی باتیں دریافت کی گئی تھیں۔

پروفیسر موبہری لکھتا ہے حضرت عیسیٰ کے لئے مزید یا حواری سپر اور اس کے کام پر تذبذب ظاہر کرتے تھے کہی تھیں تو حضرت عیسیٰ سے یہ چاہتے تھے کہ آسمان سے آگ برسا دو۔ کہی یہ کہتے تھے کہ اگر آپ خدا کے بیٹے ہیں تو یہودیوں کے سلطان کیون ہنیں بن جاتے کہی یہ کہتے تھے کہ آپ اپنے بائین اور دائین ہاتھ مین سلطنت اٹھالیں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ تم باپ کو ہمیں دکھا دو اور ہم اپنی جانی آنکھوں کے اسکی صورت دیکھ لیں۔ کوئی چیز اپنے لئے ایسی کیجے کہ جو ناممکن وقوع ہو یا کوئی چیز ہمارے لئے کیجے جو ایک نئی اور دشوار ہو۔ آخری وقت تک عیسیٰ کو وہ ان ہی باتوں سے تنگ کرتے رہے جب عیسیٰ پر نازک وقت آیا تو وہ سب سے چھوڑ کر پہاگ گئے،

اسی قسم کی صحرائی غیر اطمینان بخش باتیں جو حضرت عیسیٰ کے معقدون کے دماغوں مین ہنسی ہوئی تھیں یہی کیفیت قریشون کی ہی تھی کہ اپنے باب دادا سے یہی مہمل روایات سنتے آتے تھے کہ نبی کی یہ یہ بہہ صفتیں ہوتی ہیں انہوں نے نبی اور نبوت کے اصلی مفہوم اور معنی کو بھلا دیا تھا۔ جو کچھ وہ مجرہی باتیں کرتے تھے یا جن معائب مین وہ گرفتار تھے یہی جانتے تھے کہ ہمارے خیالات صحیح مین اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ سب بجا و درست ہے۔ آپؐ کچھ جواب نہ فرمایا کیونکہ نبوت معجزوں کی محتاج نہیں ہے جیسا آئی ڈیالیکس کر شچیا نئی والے یہی اسی عقیدہ کے قابل مین کہ نبوت کے لئے معجزے کوئی لازمی امر نہیں ہیں گو ان کی شہرت مشرق و مغرب اتناک چلی آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی نبی کے ثبوت مین ہمیشہ معجزے پیش کئے۔

اب ہمارے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معقدون کے اعتقادات کا خیال کر جائے آپ کے معقدون یا صحابہ نے کہی آپؐ یہ خواہش نہیں کی کہ آپ کسی قسم کا معجزہ دکھائیں طلبہ۔ تاجر۔ سپاہی۔ عالم ابکی نبوت کی اخلاقی شہادتوں پر تکیہ رکھتے تھے انہوں نے ہمیشہ پیارے معصوم نبی پر اپنا دھن من تن قربان کیا اور اپنی تمام دنیوی دلچسپیوں منافعوں کو نبی صدقہ کر دیا جبکہ ذکر متوازیہ تحریر و ن مین تاریخ اسلام مین خوب شرح و بسط موجود ہے۔

طاہر ابن ہشام صفحہ ۱۸۸۔ ایک سچی مورخ بت پرستوں کی اس مکاری پر خوب بغلیں بجاتا ہے۔ دیکھو سیرت اسلام

اس کہنے پر انہوں نے اسکا مضحکہ کیا۔ سپر طعنہ زنی کی اور غیارانہ طریقہ سے اسکی تلافی اور نبوت پر اونٹ ٹانگ سوالات کئے تاکہ اپنے خیال میں وہ اسے زک دین اور یہ مشہور کریں کہ ہم نے حجر کو لا جو اس پر انہوں نے کہا کہ تم اپنی نبوت کے ثبوت میں معجزہ دکھاؤ۔ تم دیر پا اور کوئین اسی خشک مین پر پیدا کرو گے۔ تم گڑھے گڑھے اڑا کر زمین پر گرا دو اور آسمان پر سیر ہی لگا کر چڑھاؤ۔ یہ وہی پرانی پکیو اس تھی جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ کی گئی تھی ان سے یہی ہی بے بنیاد سوالات کئے گئے تھے اور ایسی ہی باتیں دریافت کی گئی تھیں۔

پروفیسر موریلی لکھتا ہے حضرت عیسیٰ کے لئے مرید یا حواری سپر اور اس کے کام پر تذبذب ظاہر کرتے تھے کہی تو حضرت عیسیٰ سے یہ چاہتے تھے کہ آسمان سے آگ برسا دو۔ کہی یہ کہتے تھے کہ اگر آپ خدا کے بیٹے ہیں تو یہودیوں کے سلطان کیون نہیں بن جاتے کہی یہ کہتے تھے کہ آپ اپنے باپ اور دامین باپہ مین سلطان بن اٹھالیں۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ تم باپ کو ہمیں دکھا دو اور ہم اپنی جمانی آنکھوں سے اسکی صورت دیکھ لیں۔ کوئی چیز اپنے لئے ایسی کیجے کہ جو ناممکن وقوع ہو یا کوئی چیز ہمارے لئے کیجے جو ایک نئی اور دشوار ہو۔ آخری وقت تک عیسیٰ کو وہ ان ہی باتوں سے تنگ کرتے رہے جب عیسیٰ پر نازک وقت آیا تو وہ سب سے چور کر ہوا گئے۔

اسی قسم کی صحرائی غیر اطمینان بخش باتیں جو حضرت عیسیٰ کے معقدون کے دماغوں میں ہنسی ہوئی تھیں یہی کیفیت قریش کی بھی تھی کہ اپنے باپ دادا سے یہی مہمل روایات سنتے آتے تھے کہ نبی کی یہ یہ بہ صفتیں ہوتی ہیں انہوں نے نبی اور نبوت کے اصلی مفہوم اور معنی کو بھلا دیا تھا۔ جو کچھ وہ مجری باتیں کرتے تھے یا جن معائب میں وہ گرفتار تھے یہی جانتے تھے کہ ہمارے خیالات صحیح ہیں اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ سب بجا و درست ہے۔ اپنے کچھ جواب نفرا یا کیونکہ نبوت معجزوں کی محتاج نہیں ہے جیسا آئی ڈیالیکس کر شچیا نئی والے یہی اسی عقیدہ کے قابل ہیں کہ نبوت کے لئے۔ معجزے کوئی لازمی امر نہیں ہیں گو ان کی شہرت مشرق و مغرب اتناک چلی آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی نبی کے ثبوت میں ہمیشہ معجزے پیش کئے۔

اب ہمارے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معقدون کے اعتقادات کا خیال کر جائیے آپ کے معقدون یا صحابہ نے کہی آپ یہ خواہش نہیں کی کہ آپ کسی قسم کا معجزہ دکھائیں طلبہ۔ تاجر۔ سہا ہی۔ عالم ایکلی نبوت کی اخلاقی شہادتوں پر تمکیر رکھتے تھے انہوں نے ہمیشہ پیارے معصوم نبی پر اپنا دھن من تن قربان کیا اور اپنی تمام دنیوی و دنیویون منافعون کو نبی صدقہ کر دیا جکا ذکر متوازیہ تحریر و ن میں تاریخ اسلام میں خوب شرح و بسط موجود ہے۔

حواہن ہشام صفحہ ۱۸۸- ایک سچی مورخ بت پرستوں کی اس مکاری پر خوب بغلیں بجاتا ہے۔ دیکھو سیرن اسلام

اس زمانہ میں جب کہ مجھ نے معمولی ولایت کی ہی سندیں سمجھی جاتی تھیں اور تمام دنیا کا ایک ایک نفس فوق العادہ عقیدہ و پرایان لایا ہوا تھا۔ اور تمام کہ بادیوزین پر محیط تھا اسی قسم کی خرقہ عائد آوازوں سے گونج رہا تھا۔ نہ صرف عرب میں اس خیال کے لوگ تھے بلکہ اس پاس کے ممالک میں بھی جہاں تہذیب و شائستگی کی بڑی دھوم مچی ہوئی تھی یہی کیفیت تھی ایسے زمانہ ایسی حالت اور ایسے خیالات کے لوگوں میں جو پاک نفس کفار عرب کے معجزات و کہانے کے سوالات کے جواب میں بے سوچے سمجھے اور بیاساختہ یہ جواب ارشاد کرے (قرآن شریف میں آیا ہے) ان عجیب باتوں کے کرنے کے لئے خدا نے مجھے نہیں پہچانے اس لئے مجھے صرف تم میں نصیحت کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے، خدا ہی سب صفتوں کا مستحق ہے، میں ایک آدمی سے زیادہ نہیں ہوں، ان تمہاری کریمہ پیجا گیا ہوں،۔۔۔ دہشتہ عام طور سے زمین پر پھرتے چلتے نہیں نہ خدا کوئی ورشتہ تمہاری تلقین و تعلیم کے لئے بھیجا گا،۔۔۔ میں نے لمبی یہ نہیں کہا کہ اللہ کے خزانے میری مٹی میں ہیں نہ میں نے یہ کہا کہ میں جیٹی ہوئی چیزیں جانتا ہوں نہ میں ایک ورشتہ ہوں میں خود نہ اپنی مدد کر سکتا ہوں اور نہ مجھے اپنے پرہر و سہ ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ چاہے،

۔۔۔ کسی قسم کا عجیب غریب جیلہ نہ کسی قسم کی زمانہ سازی کی نہ اس لئے کہی کوئی ایسی بات ہی جس سے یہ پایا جاتا ہو۔ یہ اپنی کوئی اوپری عظمت قائم کرنا چاہتا ہے یا اس کا منشا اپنے کو کچھ اور تسلیم کرانیکا ہے۔۔۔ کچھ کہا وہ سب خلقت کی نفع رسانی کے لئے تھا اس میں اپنا فائدہ کچھ مضمر نہ تھا۔ اپنے جب فرمایا یہ زانیہ کہ میں خدا کا کلام سنایا ہوں مخلوق پر اسکی مرضی ظاہر کرنے کو آیا ہوا ابتدا سے انتہا تک یعنی شروع نبوت سے اپنی وفات تک کہی اس نے اشارہ ہی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ ہی پرستش کرنا چاہتا ہے پروفیسر سموری لکھتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک غیر متغیر سلامتی عقل سنجیدگی استقلال محکمہ نازک حالتوں میں یکساں رہنا ایک طرفہ تر بات ہے۔ جس شخص کی اول سے آخر ایک آئے ان ایک لہجہ ایک مفہوم رہا ہو اور جو خدا کی وہی عظمت منانی چاہتا ہو جس لئے کہ وہ پیدا ہوتا ہو ایک امتیاز یہ حالت کا فوٹو اتارتا ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ اور ہی عجیب تر بات ہے کہ انتہا جب کی سر بلندی حاصل ہونے پر یہی وہ ہی عاجزی وہ ہی انکساری وہ ہی حلیمی وہ ہی سکینی وہ ہی برائی وہ ہی خلق بجا رہا ہو۔ جو محض بے سرو سامانی کی حالت میں تھا۔

ان میں آیا ہے) اس کریم رحیم کے نام پر جو کچھ اور آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کی مرج ہے اس پاک ذات۔ اس قومی تر اور علیم کی صفات و ثنا کرتا ہے۔ یہ وہ ذات ہے کہ جس نے پڑھ جابل عربوں ہی میں سے ایک نبی پیدا کیا کہ جو انہیں اسکی نشانیاں دکھا دے اور انہیں پاک انہیں کتاباقدس اور عقل کی تعلیم کرے ان کو جو پہلے اندھیرے میں تھے۔ یہ خدا کی آزاد و خشنود



وہ اس شخص کو دیتا ہے جو اس سے چاہتا ہے خدا بڑا رحیم ہے۔“

ان متواتر آیتوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمدؐ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں ایسا ہوں اور تمہیں یہ بہت قدرت ہے اور میں یہ کر سکتا ہوں بلکہ ہمیشہ اپنی عاجزی انکساری اور خدا کی عظمت اور اس کا سچا جلال ظاہر کیا ہی اپنی شوکت اور قدرت یا استقلال کی تعریف نہیں بیان کی۔ تمام قرآن شریف اس کا شائبہ ہے کہ محمدؐ کی اصلی صفت و حقوق کو اسکی خالق پر ذریعہ بنانا تھا۔

ہر ایک خلاف عقل اور عجیب کام سے انکار کرنا اور ہمیشہ صرف اپنی تعلیم و تلقیات پر اپنی نبوت کا بین ثبوت پیش کرنا بنا و گون سے بنی نے ایسا کیا۔ آپؐ نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ سچہ دکھا کر اپنی نبوت کا اثر لوگوں پر دلوان یا کوئی فوق العادہ بات کر کے اپنی نبوت کا نقشہ مخلوق کے دلوں پر جاؤں جب کہا یہی کہا کہ بڑی باتوں کو چھوڑ دو اور نیک راہ اختیار کرو۔ اور جب کسی نے خدا کے وجود پر نبوت طلب کیا تو آپؐ نے فطرت کے گونا گون کرشموں کی طرف توجہ دلائی اور نیچر کے عجائب و غرائب مشاہدے کرائے اور ان بدیہی باتوں کو خدا کی ہستی کے ثبوت میں پیش کیا ان سے ارشاد کیا۔ اپنے ارد گرد چاروں طرف دیکھو۔ اس تعجب خیز دنیا کو ملاحظہ کرو۔ چاند و سورج اور ستاروں پر جو حرکت اس نیلے آکاس میں یہ کس تیزی اور خاموشی سے ہوتے ہیں اور ایک مضبوط قانون کی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ بنجر اور خشک زمین کے تازہ کونے کے لئے مینہ برستا ہے۔ جہاز و بحار کو سطر کرتے ہیں اور انسانی فائدہ کی چیزیں لاتے ہیں اس خورہ کے درخت کو سدا اس کے سنہری پہلوں کے دیکھو کیا تمہارے پتھر اور لکڑی کے خداؤں کا یہ کام ہے۔

نادانوں کی قیام ایک نشانی چاہتے ہو جبکہ تمام مخلوق خدا کی شایینوں سے بہری ہوئی ہے۔ تمہارے جسم کی بناوٹ کیسی تعجب انگیز باریکی اور کس خوبصورتی سے باقاعدہ ہے۔ دن اور رات کا بغیر و تبدیل۔ موت و زندگی۔ سونا اور جاگنا خدا کی بہتات میں سے جو کر فی تمہاری خواہش۔ ہوائیں تیار اور مستعد بادلوں کو اس طرح پر چلاتی ہیں جیسے خالق کے رحم کے پیشرو۔ تو قلمونی میں ہم آئیگی اور حکم۔ انسانی مخلوق کی تقریر۔ اور اسپر ہی ان کی کچھتی۔ بیوے۔ بہول۔ جانور۔ خود انسان کیا خدا کی ہستی کی چیزیں کافی شہادت نہیں دیتیں۔

اسلام کے پیغمبر کے واسطے خود فطرت ہی اپنے میں ایک وحی اور معجزہ رکھتی ہے۔

عقیدہ وحدانیت کا پیغمبر فوقیت اور افضلیت سے پیغمبر فطرت ہے۔ اسکی متعلق باخلاق اہل رب اور اسکا سرگرم برجوش خدا کی وحدانیت کا دعویٰ جو تمام عقلی اور فطری اصول پر مبنی ہے اسکی نبوت

وہ سرور مہر صاحب انبیاء کتاب لائف ان محمدؐ میں لکھتے ہیں (جلد ۲ صفحہ ۱۴۴) کہ آیا یہ ممکن ہے کہ رب پرست قریش جو کہ اس عاقلانہ اور مدلل شہادت نبوت پر بغیر ایک عظیم ان جگہ اور طریقے پر میرے کے ایمان کے آئے ابھی یہ بات قابل غور و تامل ہے قریشوں کی طرح سرور مہر کا عمر تلقین محمدؐ پر بغیر معجزات و دلچسپ تعلیم نہیں ہوتا۔ اگر چند شباطینی یا تین اور کار دن کے شہرہ کسی کو کہا دے تو تھے تو مستعجب اور دشمنی میں اندھے سیج ہو جاتے اور قریش کو قورایا یقین آجاتا۔ پہلا روشن اندیش آدمی ان کو ہتے کے ہوئے کیونکہ وہ یقین کے پادری تھے۔

سچا نقشہ پہنچتا ہے۔ دماغ کی سلیمی اور ایک شخص کی قوت ثیقن جسکا تعلق دینا کے انتظام۔ حکومت اور باقاعدہ بنانے سے ہے اسکی اصلی فطرت کو محمدؐ نے خلقت پر افشا کر دیا۔ محمدؐ کا عظیم الشان معجزہ اسکی کتاب ہے جو اسے خدا کی طرف سے دی گئی ہے جس میں اسکا بہت بڑا دعویٰ مرقوم ہے اے منکر دن تم اس سے زیادہ بزرگ کیا معجزہ چاہتے ہو اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے جو میں پیش کرتا ہوں تو اسکی ایک ہی آیت کی طرح کوئی آیت نہ آلاؤ ویکو ایک ورس مہناری سنہری نظنون اور علل گنتوں کو شراٹے کے لئے بہت کافی ہے ان تمام بین بین اور بے لوث بدہیات پر ہی قریشوں نے اپنے کانوں میں ہٹ دہرجی کی روٹی رکھ لی اور خود بخود محمدؐ کی باتیں سننے کی طرف سے بہرے ہو گئے۔ وہ خدا کی نشانیاں دیکھنے کے لئے اندھے ہو گئے جو باتیں کہ انہیں محمدؐ نے صاف دی سی سنائیں وہ انتہا درجہ کی پراثر اور روشن باتیں لیکن یہ بہت ہی مشکل ہے کہ بہترین کہی جو تک نہیں لگتی ان کے نگین دل نرم نہیں ہوئے ان کے خیالات نہیں بدلے وہ اپنے وہی آبائی مکروہ عقائد پر تلے رہے۔۔۔ ایک خدا کی پرستش انہیں اچھی نہ معلوم ہوئی وہ اپنے ہاتھ لے گھرے ہوئے خداؤں پر اپنی نجات منحصر سمجھتے رہے اور انہوں نے اسی راہ میں اپنی تھوڑی شادمانی تصور کی۔ جب محمدؐ نے اپنی قوم کی یہ کیفیت دیکھی اور ان کو ایسا سخت شکر اور کافرتصور کیا تو آپؐ کو مسیحی اور یسوعی قوم سے اور یہی خوف معلوم ہوا کہ جب یہ بہت پرستی پر جمے ہوئے ہیں تو دیکھئے وہ مذکورہ بالا جو میں کیونکر اصلاح برآتی ہیں۔

یہ دن قریشوں نے صاف الفاظ میں محمدؐ سے یہ کہہ دیا۔ ”سن او محمدؐ ہم کہی باز نہ آئینگے تیری تلقین دینی روکنے سے جب تک کہ ہم یا تو نسبت ونا بود نہ ہو جائیں۔“

اسی عرصہ میں ایک نیا واقعہ پیش آیا جسکو اسلامی مورخوں نے مختلف طور سے تعبیر کیا ہے اور وہ سچی چیزوں نے آنحضرت کے سوانح عمری لکھتے ہیں اور طرح سے بیان کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ایک دن محمدؐ کعبہ میں قرآن شریف کے ساتھ دین باب کی چند آیتیں مثلاً ”یہ رہے تھے جب آپؐ نے یہہ الفاظ بیان مبارک سے فرمائے تم لوگ لات وغری و منات کی نسبت کیا خیال کرتے ہو وہ تبسیر علاوہ“

ایک بت پرست جو اس موقع پر حاضر تھا اور حمین شیطانی خاست پیٹھی ہوئی تھی اس نے اس خوفناک عیسائی تردید کرنی چاہی اور وہ فوراً پکارا ہوا دھمناؤ و شیشہ لڑکیاں ہیں ان کی وساطت کی خدا سے سید ہو سکتی ہے۔ اس شخص کا فریب چل گیا اور قریشوں میں یہ فقرہ بھی محمدؐ کی وحی کا ایک جزو سمجھا یا قریش اس فریب دہنی اور اپنی جالا کی پرہوئے نہیں سمائے وہ باہم خوشی خوشی یہ باتیں کرنے لگے کہ محمدؐ راہ برآتے جاتے ہیں۔ جب محمدؐ نے یہ سنا کہ مجھ پر یہ افرا پر داری کی گئی ہے تو اپنے فوراً باواؤں سے فرمایا۔ یہ خالی خولی اور لاشے شخص میں انہیں تم نے اور تمہارے بزرگوں نے ایجاد کیا ہے،

اس اسلامی مورخوں کی کتابوں اور احادیث مجھ میں یہ فقرہ موجود ہے۔

مگر مسیحی مونیخ جہنوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح عمری قلم بند کئے ہیں اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ تمھو کو بیٹھے بیٹھے لمحہ کے لمحہ میں یہہ لجال آیا تھا کہ ایک ایسی لگی بیٹی بات کہد جسے قریشوں کے ساتھ مصالحت ہو جائے، یہہ سخت یہودہ خیال ہے کہ ایسے اولوالعزم نبی کی نسبت ایسے ناجائز الفاظ استعمال کئے جائیں۔ جس نے کہی رعایتاً گوئی بات زبان سے نہیں نکالی اور خواہ اسپہ کیسا ہی نازک وقت اگر پڑا ہو اس نے خدا کی مرضی یا اپنے کائناتس کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ اس حالت میں تو مصالحت چاہی انہیں جبہ سلطنت دے دیتے تھے اور دولت و جاہ و شہ کے دیم لگاتے تھے یہہ علاوہ اس موقع کے ظلم و تشدد پر ہی جو اسپہ اس کے معقدین پر توڑے گئے اس کے کہی اپنے کائناتس کے خلاف کوئی بات کہنے کا ارادہ ہی نہ ظاہر کیا۔

ان سچی مورخوں نے خلی طبیعت میں انصاف پسندی ہے انہوں نے صاف طور پر تحریر کیا ہے کہ محمد سے سرگز یہہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ سخت اور ناقابل برداشت سے ناقابل برداشت حالت میں ہی اپنے کائناتس کے خلاف کوئی بات کہتا بیشک یہہ اسپہ زراہتان اٹھایا گیا تھا، ابن بدن قریشوں کی تند مزاجی اور غصہ اور ظلم بڑھتا گیا یہاں تک کہ تن تنہا نبی کے مقابلہ میں بچہ شمشیر بدست ہو کر آمادہ پیکار ہوا۔ اسکے مظلوم غریب معقدین کی جہانی سختیاں اسکے دل پر گہرا اثر کرتی تھیں اسکے ماندہ اور آرزوہ جگر سے عرب کی بت پرستی کے ساتھ اسے بے دریغ معصوم بناتا ہے اسکے دشمنوں کی خوفناک مخالفت کا ایذاہ خیال لمحہ لمحہ اسکے دماغ میں ہو ہو کر گزرتا اور اس کو تکلیف کا باعث ہوتا۔ جب ہر طرف سے نئے نئے حملے ہونے لگے اور چاروں طرف خونی مخالفت کی آگ بھڑکی۔ تو محمد نے ایک دن وحی کے درجہ ہو جانے طور پر رلات و غزنی اور منات کی نسبت بیان کیا، کہا کہ ان کی وساطت خدا کے ساتھ ممکن ہو سکتی ہے پس جبکہ اور اس خدا کی پرستش کرو تمام مافیہ یہہ شکر خوشی میں بغلین بجانے لگے اور انہوں نے محمد کے خدا کے آگے سجدہ کیا تمام شہر ہی اس دوسرے مذہب سے رضامند ہو گئے۔ لیکن یہہ صحرائی خواب میں کہی ہوئے سے یہی چوٹ انہیں بولا۔ اس تمام مکہ کی قیمت پر یہی کہی خلاف گوئی پسند نہیں کی یہہ کہتے ہی وہ دوبارہ پیر اور اس کے باوجود بلند کہا شیطان کے چمچے درغلانا تھا۔ پھر اس کے کھلے طور پر انادانہ کہا تمہارے دیہیان اور دیوتا محض اور خالی خولی ہیں تم نے اور تمہارے باب داداؤن نے انہیں بنایا یا ایجاد کیا ہے،

مغربی سوانح عمری لکھنے والے محمد کی اس انحطاط پر بہت قہقہے اڑاتے ہیں اور دریدہ زبانی سے انہوں بہت کچھ ہرزہ درائی کی ہے لیکن افسوس یہہ ہے کہ انہوں نے اصلی نبوت اور نبی کی فطرت کو سمجھا۔ اگر وہ ذرا ہی اسپہ غور کرتے تو انہیں صاف کہل جاتا کہ محمد کی زندگی ایک خدا کی زندگی انتہا سے ابتدا تک سراسر وہ انسان ہی رہا جس نے انسانی زندگی کے انا چرچاؤ دیکھے ہیں وہ خدا

یقین کر سکتا ہے کہ دنیا میں انسانی طبیعت کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ محمدؐ نے ہمیشہ بہت زبردستی سے اس بات کو انکار کیا اور اپنی فطرت کا یہی حال ہی طرح سے آدھی ہون۔  
 محمدؐ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں فرشتہ ہوں نہ کہی یہ کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ جبکہ انسان ہوا  
 تو جو کیفیات انسانیت کہ فطرت انسانی کو لازم ہیں وہ سب اسی قوت سے محمدؐ کو ہی لازم ہوتی تھیں۔  
 صرف اگر فرق تھا تو یہ کہ اسکی طبیعت میں جتنے جذبے پیدا ہوتے تھے اور جو کیفیات گذرتی تھیں وہ  
 سب قوم کی ریفارم کی گہری گہری تہ اپنے میں کتنی تھیں جو کچھ اس نے کیا وہ سب قوم یا امت کی تہ کی  
 تہ لئے کیا ایسی حالت میں کہ روح بے درپے کی ناکامیوں اور گونا گوں مخالفتوں سے بے شرم ہو جائے  
 ہو اپنے معتمدین کی اذیتوں اور صدائیں پر جو قرضیوں کی طرف سے ان پر توڑی جارہی تھیں ان کا دل  
 پاش پاش ہو چکا ہو۔ جس طرف وہ نظر اٹھا کر دیکھتا ہے ہر سو دشمن شمشیر بدست معلوم ہوتے ہوں خدا کی  
 رعبیت۔ سرگرمی سے پامال کی جاتی ہو پھر ایسی حالت میں دوسری جانب سے ریفارم کے اس طرح  
 پر جوش اور سرگرم خیالات کا ابھار ہو اس نازک اور پیچیدہ روحانی کشمکش میں لات و منات و غوی  
 کی نسبت صرف ریفارم کے خیال سے کوئی لفظ سرزد ہو جانا نبوت پر دہیہ نہیں لگاتا جتنے نبی پہلے گزرے  
 لئے اگر ہم سوچاں مگر آزادانہ طریقہ سے ان کی لائف پر نظر ڈالیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ لوگوں کی مخالفت  
 نے انہیں ان کے ارادوں میں کیسا کچا کر دیا اور وہ کیسے یاس ہو ہو کر زار زار روئے ہیں اور ان کے کلام میں  
 مختلف اقوالی بانی جاتی ہے جس سے مخالف ابنیالباب پرے ہوئے ہیں۔

یہ ایک انسانی کمزور جذبہ تھا جس سے محمدؐ کی زبان سے صرف ریفارم کے جوش میں نکلا گیا مگر فوراً اس نے اپنی  
 غلطی کا اعتراف کیا اور پھر صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ تمہاری یہ دیدیاں لاشعہ محض ہیں۔  
 تمہارے ہی ذوق کی بنائی ہوئی ہیں۔ بیشک لمحہ کے لمحہ اس سے اتنی غلطی ہو گئی جس کا اس نے شرم سے یا بار  
 پہلے میں اعتراف کیا یہ غلطی اسکی انسانیت کا تقاضا تھا اور فوراً اپنی غلطی پر آگاہ ہو جانا اور اس کا  
 ہمیشہ باریا اعتراف کرنا یہ تقاضا کے نبوت تھا۔

میں حیران ہوں کہ متعصب کج سوچ اسکو قریب اور خطاط پر کیوں عاید کرتے ہیں اگر یہہہ کہا جائے کہ یہہہ  
 مستقل مزاجی کے خلاف ہے یہہہ ہی محض لغو اور خرافات بات ہے مستقل مزاجی کی اصل نشان یہہہہہ کہ  
 اتفاق سے جوش اور جذبہ میں کچھ سرزد ہو جاوے فوراً پھر اسی پر ہلکے ہی میں یہہہہہ اعتراف ہو کہ  
 جیسے یہہہ غلطی ہوئی ہیں صرف اسلئے یہہہ ثابت کرنا تھا کہ محمدؐ نے اپنے کائنات کے خلاف کبھی نہیں کیا  
 نہ کہا۔ ان مخالفتوں نے اسے زیادہ کہ اپنے اپنے سابق قول سے انحراف کیا اسی کی دہم بہت مجاہدی  
 درہمہ کچھ بات نہ تھی اسکے علاوہ مخالف تو خیر نہیں کیا کیا کچھ آپ کی نسبت مشہور کرتے تھے مگر نبیوں پر

حق کا نور چمکتا گیا کذب و آخر پر دازی اور نئے لئے الزامات بہتانوں کی ظلمت دور ہوئی گئی۔ اور آخر مستقل طور سے صداقت اور خدا کی وحدانیت کے نور نے عرب میں جلوہ کیا۔ اور یہی محمد کا اصلی مشاہدہ تھا۔

جب اس کی شہرت ہوئی کہ حجر لائے و غری اور نجات کو لاشے محض اور خالی خولی بناوٹی ناموں کا بتا رہا ہے تو نئے طریقے سے دگنے اور تگنے جوش میں ان کے غضب انگیز جیش کی آگ بھڑک اٹھی۔ ان کے چشم انگیز جوش ان کی طلبانہ میں موجزن ہونے لگے۔ ان کی آنکھوں میں طیش اور غصہ کے شعلے بھڑکنے لگے چہاٹی میں عداوت کا ایک دھوان اٹھا تلو دن سے لگی اور دماغ میں اسکی سننا ہیٹ پہنچتی۔ مارے غضب کے تہرا رہے۔ ان کے ہنہ میں کف بھر لے۔ ان کی آنکھوں میں عالم اندیز ہو گیا۔ انہوں نے اور یہی اپنی دیہی دیوتاؤں کو درمیان دیکر یہ قسم کھائی کہ جب تک ہم محمد کو قتل نہ کر دیتے ہیں کہانیاں ماحرام ہے لیکن توریت کی اس پشین گوئی سے وہ بچر تھے جس میں صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔ ”جو مانی قتل کیا جائے گا اور سولی دیا جائیگا،“ جتنا ان سے بن آیا انہوں نے اس میں کچھ بھی نہیں اور ہمیشہ عقیدہ وحدانیت اور فطرت کے پیغمبر کو ترک دینے کے لئے جیسے رہے۔

ان کے متواتر پہچا بجا بلوں اور وحشیانہ مخالفت سے محمد کا دل بہرایا اور وہ خدا کے رحم کا طلب گار ہوا۔ لیکن یہ رحم کی طلب گاری اپنے لئے نہیں تھی اس لئے خدا پہلے ہی سے اسے عالم کی رحمت خطاب دیکھا تھا اپنی جنگلی قوم کے لئے تھی جس نے مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔ صرف خدا کے یہ وسہ پر وہ اپنی راہ میں اسی سرگرمی سے قدم بڑھاتا گیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک میں منزل مقصود تک نہ پہنچوں جاؤں یہ محض ناممکن ہے کہ میں اپنی راہ سے ہٹ جاؤں۔ جدھر آنکھ اٹھتی تھی اپنے دشمنوں ہی پر نظر پڑتی تھی۔ اگر کان میں کچھ آواز بھی آتی تھی تو وہی طعن و تشنیع کی اپنا یہ حال اور جو اپنے پر ایمان لائے ان پر اور زیادہ مظالم توڑے جارہے ہیں کسی کے ہاتھ میں گرم لوہا دیا جارہے کوئی پہو کا پیا ہونو نیر پہ پیران جی ہوئی پتے ہوئے ریگستان یا شگلاخی چٹانوں پر یہ نہ پا دوڑایا جارہا کہ کسی نے نئے بچوں پر سختیاں توڑی جارہی ہیں کہ کسی طرح یہ دین اسلام سے دست بردار ہوں اور اپنا ابائی دین بت پرستی اختیار کر لیں یہ حسرت ناک اور دل کا بچھا دینے والا نظارہ پہلا ایک معصوم ذات کے لئے کیا کم تھا۔ اس خوفی سین سے دو دو قسم کا صدمہ ہوتا تھا پہلا صدمہ تو ظاہری یہ تھا کہ اپنے وحدت پرست دوست یوں بت پرستوں کے شکار ہو رہے ہیں اور دوسرے بچہ جاناں ہی تھا کہ جب ان کی یہ نہ نازک اوز ناگفتہ بہ حالت اور لوگ دیکھتے وہ کاہیکو ایمان لائینگے تیرا خیال خفیف سا یہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ کہیں یہ آدمی اپنے ایمان سے نہ پھر جائیں اس میں بھی نئے دین کی توہین ہے اور دوسروں پر اثر نہیں پڑتا یہ تینوں خوفی خیال جن کے ساتھ سکران الموت کی جاگندہ نیاں

ملی ہوئی تین لمحہ لمحہ۔ کئی کئی بار محمد کے ماندہ اور افسردہ کیقدر مایوس دماغ پر اپنا غمناک دھڑکنی تہن اور جو کچھ اپنا اثر پہنچے چوڑ جاتی تہن اسکا اندازہ ہیٹکے ٹہیک کرنا تو ممکن نہیں لیکن ان اسقدر اندازہ ایک تجربہ کار دل کر سکتا ہے کہ ایسی حالت میں ہی اپنی جگہ پر دلیری سے جسے رہنا ہرگز معمولی انسان کا کام نہیں ہے ان پہ سختیاں جھیل کر اور اپنے ارادہ میں کامیابی کی امید رکھنا اسکا کام ہے جس کے حق میں یہ مفصلہ ذیل مصرعہ جو کئی بار انتہا درجہ کی صداقت اور جوش کی حالت میں تحریر کر چکا ہوں صادق ہوتا ہے۔

### بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زیادہ قابل توجہ یہ بات تھی کہ قریش کے معاندانہ مقابلوں پر بنی کی صداقت پہلو پہلو عربوں کے دلوں پر اپنا اثر آہستہ آہستہ کر رہی تھی۔ وحشی صحرائی عرب شہر شہر کے تاجروں جو قومی سیلون میں آتے تھے وہ اس عجیب و غریب پاک نفس کے اقوال سنتے اسکے ساتھ دشمنی کی کیفیت گوش گزار کرتے وحی اور اسکے وجد انگیز مضامین کو سنتے بہت پرستی کی بُرائی کی آوازیں ان کے کانوں میں پڑتیں۔ خدا کی وحدت کی صدا میں جو ایسا سفر میں گونج رہی تہن ان کے کانوں میں پڑتیں اور جب وہ اپنے اپنے شہروں میں واپس جاتی تو اس نئی زندگی کی خبر اور وحدت پرست دین کا ذکر کرتے نقصد اور سب دہرمی دوسری چیز سے اچھی بات تو خواہ مخواہ اچھی ہی معلوم ہوگی وحشی اپنے جذبات دلی اور ظن پر اس سے دلچسپی لیتا ہے اور وہ ہی دلچسپی ایک مہذب شخص کو اچھی بات سے پیدا ہوتی ہے ان دلچسپی حاصل کرنے کے سباب دو نو کے غم میں۔ اپنے خیالات میں مخالفین تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم ہرگز محمد کو کامیاب نہیں ہونے دینگے لیکن محمد کے الفاظ اور صدا سے جلال منوانے کا جوش اپنا گھر خود بخود دلوں میں کرتا جاتا تھا جو واقعی ایک قطری امر تھا اور جس کو یقیناً کوئی نہیں روک سکتا۔

کیونکہ نے اپنا کاروبار اور فکر معاش ہی چھوڑ دیا تھا انہیں حالت خواب میں تو کچھ خبر نہ تھی تھی مگر اس نئے بھی وہ خواب اپنی جالوں اور تدبیروں ہی کا دیکھا کرتے تھے جب آہستہ آہستہ اور جو وقت تک وہ بستر پر جاتے نئی نئی باتیں زک دینے کی سوچتے اور کیا کیا کچھ سامان کرتے انہیں اور تدبیروں کے علاوہ ایک اور تدبیر سوچ ہی اور وہ یہ تھی کہ محمد کے چچا ابوطالب کے پاس چلو ابوطالب نے اسکی پرورش کی ہے وہ ضرور اسکا کہنا مانے گا اور یوں ہمارا مطلب نکل آئے گا۔ ایک عظیم الشان مشورہ کے بعد عربوں کا ڈپوٹیشن ابوطالب کے پاس آیا اور اسنے کہا کہ آپ اپنے پیچھے کی پیچ کر وکین اور اسے نئے دین کی شاعت کرنے دیں۔ اول بار تو ابوطالب نے انہیں اللوچو کر کے مال دیا اور کچھ ملی جلی سٹی کھدی لیکن جب محمد دن بدن اور زیادہ تیزی اور زور سے دیکر ان کی دہیوں اور بیت پرستی کی بُرائی کرنا لگیا تو پہر گویا ان کے خون پر نمک چڑکا گیا اور پہر کیقدر دینی ہوئی اگ جبکو ابوطالب کی مٹنسا زان باتوں نے دبا دیا تھا اور



گئی وہ پہر سب مل ملا کر ابوطالب کے پاس آئے اور آپ کے انکا آنا نہایت آمادگی کے ساتھ تھا وہ سب ایک تن ہو کر آئے اور یہ کہہ کر۔

ہم تیری عمر اور تیرے درجہ کی عزت کرتے ہیں لیکن ہمارا عزت کرنا تیرے ساتھ ایک محدود حد تک ہے یقیناً اب زیادہ ہم سے صبر نہ ہو سکیگا اور ہم اپنی دبیون کی بُرائی تیرے بیٹے محمد کی زبانی نہیں سن سکتے ہمارے ضبط کی حد ہو چکی ہے اب ہم اپنے باب داداؤں کی بُرائی پر خاموش نہ ہو رہے ہیں اب یہ کہنا ہے کہ آیا تو اپنے بیٹے کو ان باتوں سے روک سکتا ہے اور منع کر سکتا ہے یا تیرا ارادہ اسی کے ساتھ شرکت کرنے کا ہے ہم جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہیں ہم ہرگز تلوارِ نیام میں نہیں رکھنے کے جب تک کہ ایک گروہ ہم میں سے نیست و نابود نہ ہو جائیگا۔ یہ کہہ کر وہ سب چلے گئے۔

اب ابوطالب کو سخت پریشانی ہوئی نہ تو وہ اپنے بیٹے کو چھوڑ سکتے تھے اور نہ اپنی قوم کے خلاف جہنڈا بلند کر سکتے تھے اب بڑی وقت پریشانی تھی ٹکٹکشن نے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر انہوں نے محمد کو بلوایا اور قریشوں کی ان سخت سخت باتوں کی اطلاع دی اور التجائی لہجہ میں کہا کہ جو کچھ تو کرنا ہے مصلحت یہی ہے کہ اس سے باز آؤ اپنی پرچ بند کر دے۔

محمد نے یہ سن کر اپنے دل میں سمجھا کہ میرا چچا قریشوں کے خون سے شاد اپنی سرپرستی کا ہاتھ میرے سر سے اٹھانا چاہتا ہے اسکی محمد نے کچھ بھی پروا نہ کی اور اسکا بلند ارادہ ذرا بھی پست نہ ہوا۔ وہ اپنے عالمی عزم پر بسیط جارحیت زور اور مضبوطی سے محمد نے اپنے چچا سے کہا۔ "اے میرے چچا اگر وہ گروہ آقا کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دین اور کرہ مہتاب کو بائیں ہاتھ پر رکھ دین اور پھر یہ کہہ دین کہ تو اپنی تقریر بند کر دے اور اپنے کام کو روک لے پھر یہی جس نے میں مبعوث کیا گیا ہوں اس سے باز نہیں آئیگا جب تک کہ میری کوشش کا نتیجہ نہ نکل آوے اور خدا کا سچا جلال اسکی بادشاہت میں نہ چمکا اور اسکی وحدت کا ڈنکا نہ بجے یا میں اپنے اسی کام میں نیست و نابود نہ ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر آپ واپس پہرے کیونکہ آپ کو یقین ہو چکا تھا کہ میرے چچا نے اپنا سرپرستی کا ہاتھ میرے سر سے اٹھالیا ہے۔ جب آپ واپس پہرے لگے تو ابوطالب نے آواز دی اے میرے بیٹے واپس آؤ وہ واپس آیا اور ابوطالب نے کہا کہ جو کچھ تیرا چچا ہے اسے بخدا میں تجھے نہیں چھوڑنے کا نہیں کہی نہیں۔

قریشوں نے تیری کوشش اور یہی ابوطالب کو یہ ذہن نشین کر لی کہ آپ کیا تو اپنے بیٹے کو روک دین یا ہم سے جنگ کرنے کو تیار ہوں پھر انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم ایک نئے جوان کو اور خدا ن ترش میں سے مینے وہ

۱۔ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۶۔

۲۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۸۔ ابن ہشام صفحات ۱۶۸ و ۱۶۹۔

۳۔ ابن ہشام صفحہ ۱۶۸۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۸ ابوالفدا صفحہ ۱۶۸۔

۴۔ ابن ہشام صفحہ ۱۶۹۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔



وہ صحابی دیکے مارے ایک گوشہ میں چھپ گئے صرف حضرت عمرؓ کے بیٹوں اور بہن بیٹی بائیں  
 عمرؓ نے براہفت کیا اپنے بیٹوں سے تم کیا کر رہے تھے جواب دیا میں قرآن شریف کی آیت پڑھ رہا تھا  
 عزائم پڑھا کیا تو انہوں نے کہا ہے مسجد بن زید نے جواب دیا ان میں مسلمان ہو گیا ہوں پہلا یہ  
 سن کر اس زمانہ کو ناب کہاں تھی بیٹوں کی وجہ چھڑ کر چاتی پرچہ بیٹھے اور قریب تھا کہ دم کر ڈالیں  
 بی بی فاطمہؓ ذہن غماز کی بن اپنے بیٹوں سے لپٹا گئیں کہا اسے عمرؓ کیا غضب کرتا ہے اٹھ اور  
 بیٹے خدا کلام سن آ رہے ہیں نہ آئے تو بہنو بچہ تیرا جی چاہیگا کچھ یہ سن کر عمرؓ اٹھ بیٹھے اور کہا یہ  
 تم نبیؐ کی بیٹی ہیں بی بی فاطمہؓ نے یہ آیت قرآن شریف کی پڑھی۔

طه ما انزلنا عليك القرآن لتشلى الا تذكرة لمن يخشى تا به له الاسماء الحسنى

بی بی فاطمہؓ بس سورہ طہ اتھی پڑھنے پائی بہنیں کہ یکایک اسلامی جو شہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں  
 انداد درہ اپنی اس ناجائز حرکت پر زار و قطار رونے لگے اور صاف دل سے ایمان لے آئے۔  
 پھر آپؐ سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے اور  
 محمدؐ کے ماتون پر بوسہ دیا اور شرف باسلام ہوئے مسلمانوں نے غل جھا کر کہا کہ خدا کی رحمت عمرؓ  
 پر نازل ہوئی۔ جب آپؐ مسلمان ہو گئے تو دین اسلام کے بہت بڑی پناہ بنے۔

اب اسلام کو گہر و ندون اور جھوٹوں میں چھپنے کی ضرورت نہیں رہی نہ اسلامیوں کو یہ حاجت  
 رہی کہ وہ کہیں جنگل یا گڑھے میں جا جا کر پوشیدہ عبادت کریں اور ادھر ادھر چھپ چھپے پڑے  
 پھریں۔ علاوہ اور لوگوں کے جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے سب میں بڑے حمزہ۔ ابو بکر۔ ابراہیم  
 تھے جو حضرت علیؓ بچپن اور نا بچگی کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے لیکن وہ ان سب سے پہلے  
 ایمان لائے تھے۔

سوخ جون جون اسلام کی آوازیں بلند ہوئی گئیں ٹیکے موئے راہ پرانے لگے کچھ اول اور دوم  
 لانے والوں کی تفریق نہیں ہو سکتی۔ جتنا سمجھ کر اور لڑ جھگڑ کر کوئی چیز اختیار کی جائے گی وہ  
 اس سے سخت تر اور مضبوط ہوگی کہ جو یوں ہی بے سوچے سمجھے اختیار ہوگی۔

اس مشہور حسیدگی نے مسلمانوں کی دھارس بند بھائی اور اب ان کی کمر مضبوط ہوئی اور انہوں  
 نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ہلکے میں آزادی سے اپنے دین کی اشاعت کریں۔ گو قریشوں کا بہت بڑا  
 معاون عمرؓ مسلمان ہو گیا تھا لیکن بہرہی وہ انقطاعی جنگ کر نیکو تیار تھے۔ اسلام کی مٹنا طبعی  
 کشش کا اندازہ عمرؓ کے اسلام قبول کرنے نے ان کو پورا چھوڑ دیا تھا لیکن پھر بھی ان کی اندرونی  
 حاسدانہ سرگرمیاں ایسی تھیں جو دین حق قبول کرنے سے انہیں باز رکھتی تھیں۔ اور انہیں بہت  
 پر نہ آنے دیتی تھیں۔

جب جس سے ناکام و کیلون کا واپس آگیا اور پھر ان کی سفارت کی ناکامیابی کی شہرت نے انہیں شدید غصہ میں جھون بنا دیا تھا۔

آخر کار انہوں نے یہ ہٹان لی کہ قبیلہ ہاشم اور مطلب کی بیخ و بنیاد ہی اکٹھے کر پینکدین اس مطلب کے لئے انہوں نے بنوت کے ساتوں برس اور سالہ ۶ کے اقسام برہانہم سازش کی کہ ہاشم اور مطلب کے اولاد کو صدمہ پہنچائیں اور ان سب کا استیصال کر دیں۔ انہوں نے ہاشم ایک تین سجدہ کر لیا کہ ہاشمیوں کے ساتھ شادی بیاہ کرنے بند کر دیئے جائیں نہ صرف شادی بیاہ بلکہ خیر و خیریت تک ہی ان کے ساتھ نہ کی جاوے۔ جب ہاشمیوں اور مطلبیوں نے خواہ وہ اسلماز تھے یا بت پرست تھے یہ صورت دیکھی تو انہیں خوف معلوم ہوا کیونکہ اس انفراق سے وہ بہر تصور کر سکتے تھے کہ ہم پر کوئی خونخوار حملہ ہونے والا ہے وہ بچارے پہلے ہی سے تتر بتر ہو گئے اور اپنے گھروں کو چھوڑ دیا۔

یہ سب جمع ہو کر ابوطالب کے کوارٹر میں گئے ابوطالب کا کوارٹر مکہ کی مشرقی سرحدوں کے ایک سنگ پہاڑی کے چم میں واقع تھا جسکو جٹانوں اور دیواروں نے شہر سے علیحدہ کر دیا تھا تا ان صرف ایک تنگ راستہ آنے جانے کا باقی رہ گیا تھا۔ ابوطالب ان لوگوں کے ساتھ نہ آیا اور دشمن پارٹی کی طرف رہا۔ اور اسی سرگرمی سے ہاشمیوں اور مطلبیوں یا اپنی قوم اور خصوصاً بیعتیہ کی استیصال کی تدبیریں کرتا رہا۔

تین برس کامل یہ لوگ اس جگہ پر رہے مگر ان کے چم میں موجود تھے قریش مبارحصار ہوئے بڑے رہے جو ذراک اور کہانے پینے کی چیزیں اپنے ساتھ لیکے تھے وہ ہو چکی تھیں ہونے بچوں کے غل و شور کی در دناک آوازیں کان بڑھی نہ سنائی دیتی تھیں زہرہ شق ہوا جانا تھا اور وہ حصار کی دیواروں کے پرے تک اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ ان ہی قوت سے مر کر مہجائے اگر ان ہی کے ہو وطن ان کی مدد کرتے اور کہانے کی چیزیں انہیں نہ دیتے۔

قریشوں کے چند سردار اپنی اس نامنصفی سے شرمائے۔ بنوت کے دسویں برس (سالہ ۷) ہاشم عمر و کے بیٹے نے جسکو فطری طور پر ہاشمیوں سے دلچسپی تھی ہاشم قریشوں اور ہاشمیوں مطلبیوں میل ملاپ کرانا چاہا۔ ہاشم کے ساتھ اسکو شش میں زیر بھی شریک ہوا اور ہاشم کے ساتھ اور یہی لکھی آدمی ہو گئے غرض ہاشم قول قرار ہوئے اور پھر دونو۔ تینوں گروہ ہاشم شائش سے مکہ میں رہنے لگے۔ اور ہاشم وہ ہی حقوق ایکے دوسرے کے قائم ہو گئے۔

اس عرصہ میں محمد اپنے چچا کے کوارٹر میں بند رہے اور کوئی ترقی اسلام کو نہیں ہوئی جب سترک چھینے آئے تو اور تمام جگہ کے بند ہو گئے زائرین آنے شروع ہوئے محمد اپنی جگہ سے باہر نہ

اور پھر اسی سرگرمی سے پیچ کرنے لگے اور خدا نے واحد کی پرستش کرنے کی تلقین کرنی شروع کی سب سے زیادہ ابولہب مخالفت پر ٹوٹا ہوا تھا وہ اب بھی محمدؐ کے پیچھے پیچھے ہرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ یہ شخص جو اس سے تہمین فریب دینا چاہتا ہے (معاذ اللہ) اس سال کے بعد جو سال آیا وہ سال اسلام کی تاریخ میں سال غم کے نام سے مشہور ہے اس سال ابوطالب اور بی بی خدیجہ کا اسی سال میں انتقال ہوا تھا۔ ایک کا دوسرے کے بعد اور عرصہ کے توقف میں انتقال ہو گیا۔ ابوطالب کا کیا انتقال ہوا گویا محمدؐ نے اپنا سر پرست جس نے نہایت محبت اور دلی شفقت سے بچپن ہی کے زمانہ سے حفاظت کی تھی کہو دیا اور جو اپنی وفات تک محمدؐ اور اسکے دشمنوں کے بچپن جارا رہا۔ گویا رستم کا بیٹا سپہرہ اور محمدؐ پر انجمن بی بی خدیجہ کے انتقال نے آنحضرتؐ کو ادیبی سخت صدمہ دیا جس وقت کہ کوئی سپہرہ ایمان نہ لایا تھا۔ اور اسی حالت میں کہ وہ خود ہی اپنے پر آپ مشتبہ تھا وہ ایک صفات اور روشن دل بی بی ایمان لے آئی تھی اور مختلف قسم کی ڈمارس کے دیگر اسکو اسکی جگہ پر قائم رکھا تھا خدیجہ ہمیشہ اس کے لئے امید اور ڈمارس کی فرشتہ بنی رہی۔ اور اپنی آخری عمر اسی دلی محبت اور استقامت میں صرف کر دی وہی جوش الفت تھا وہی ایمان و یقین نہایت اور وہی جوش اعتقاد ہی وہی حسن ظن تھا اور ان کل صفات سے موصوف ہر کر عین ایمان کی حالت میں اس بی بی کی روح نے جسم خاکی سے عالم تقابلی طرف مراجعت کی۔

## { دوسرا باب }

ہجرت

(بلغ العلیٰ ابکمالہ: کشف الدجی بحالہ)

(حسنت جمیع خصالہ۔ صلوا علیہ آ لہ)

یہہ اشعار جن کا حسن ان کے اصلی زبان میں کیا پہلا علوم ہوتا ہے درحقیقت ان کا مفہوم اس پر صاف و آتا ہے کہ جس نے دنیا میں سب سے بڑا ریفارم کیا اور بیشک خدا کی برکتوں کا مینہ چاہم عالم برسا یا۔ اپنے دوستوں کا جیسا یہی خواہ تھا اسے بطور اپنے دشمنوں پر یہی جان نثار کرتا تھا۔ یہہ اسی کی شان تھی ان ہی صفاتوں نے اسے اسکی ہم وطنوں ہی سے الامین کا خطاب اور عالم کی رحمت کہلوایا۔

جب نبی امیہ نے یہہ دیکھا کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا جکا اثر کچھ نہ کچھ قریش قوم پر اور اس سے وہ ایک محدود جگہ تک کے ہوئے تھے مگر اب انہوں نے میدان خالی پایا اور

اسلام کی مکہ سے استیصال کے درجے ہوئے اور نئی طرح سے بہران کے حسد و دشمنی اور غصہ کی آگ بھڑکی اور وہ اپنی اسی مخالفت پر آنا دہ ہوئے۔ اور ہاشمیوں کے ستانے کی نئی نئی تدبیریں ہونے لگیں۔

اپنے قابل العظیم سرپرست اور محافظ کی وفات اور اپنی وفا شعار بی بی کے انتقال اور تین بت پرستی سے پہلے کی مایوسی نے محمد کے دل پر سخت گہرا صدمہ بیٹھایا اپنے غمگین دل سے جو ہونوئی نئی امیدوں اور آرزوؤں اور بہر و سہ سے بہرا ہوا تھا اس نے ارادہ کیا کہ اور رقعات میں چلکر دین اسلام پہیلانے کی کوششیں کی جائیں خدا کا فرمان سننے سے کہ تے تو انکار کر دیا ماما اور کج طائف (جو ساتھ میل کے فاصلہ پر جانب مشرق واقع ہے) یہی ہی آواز بن گئی تھی تھی تھی وہ بھی کیوں کے ساتھ ہمزبانی کر رہا تھا۔

بے وفادار ملازم زید کے ساتھ طائف میں پہونچے۔ آپ نے وہاں جا کر اپنی نبوت کا حال کہا۔ ان کو تنبیہ کی کہ تم اس فسق و فجور سے باز آؤ اور خدا کے واحد کی پرستش کرو۔ یہاں اور یہی فان طیش برپا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کون نا تو ان صلیف شخص ہے کہ جو ہم سے ہمارا فی دین چھڑانا چاہتا ہے اور اس کی مرضی ہے کہ ہم ان خوبصورت بہتر اور تانیے کے ترشی لے دیو ناؤن کی پرستش کریں انہوں نے اسے شہر سے نکال دیا کینے اور غلام اسکے پیچھے گئے اور اس پر پتھر روڑے برسائے اس کا تام جہم زخموں سے چور ہو گیا اور اس کے جسم پر شترخون بہنے لگا۔

وہاں سے چلا آیا اور چند خرم کے درختوں کے سایہ میں جہان بیکے ہو کے مسافر دم لیتے تھے خدا کی عبادت کرنے کے لئے تھیر گیا۔ اسی زخموں اور نازک حالت میں اس نے اپنے خدا کی طرف پہیل کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے مالک میں تجھ ہی سے اپنی شکایت کرتا ہوں اپنی بت و ناتوانی اور اپنی آرزو کی خود نمائی سے یا ہر مکر۔ میں لوگوں کی نظر میں نہایت بقدر اے کریم اے رحیم کمزوروں کی قوت دینے والے تو ہی میرا مالک ہے مجھے مت یو مجھے اجنبیوں اور میرے دشمنوں کا شکار نہ کرائیو۔ اگر تو مجھ سے ناخوش تو میں بچ جاؤں گا۔ میں نے تیرے جلال کی روشنی میں پناہ لی سے جلی ب سے کل ظلمتیں مٹ گئیں اور امن قائم ہو گیا تو اپنا ہتھر مجھ پر نازل نہ کج طرح

۱۱۱۱ صفحہ ۲ - جلد ۲۹

انگنائے تو زبان سے کچھ الفاظ استعمال کرنے پر خواہ وہ کسی زبان کے ہوں صادق آتا ہے اور نہ مایہ پہیلانے سے دل میں یا چپ کے چپ کے بڑا کر طلب کرنے پر عائد ہو سکتا ہے۔ دعا اصل میں دل کی اس پھر جذبہ کینیت میں کہ جو صد ہزار ایو سیوں اور نا کامیوں کے بعد طبیعت کی صورت خواہش پیدا ہوتی ہے



عمری آنحضرت

تیری خواہش ہو میری مشکلیں آسان کر دے تیرے سوانہ کوئی۔ قوت دے دے دیکھتا ہے  
نہ مدد تو ہی اس سے زیادہ قوی اور مدد دینے والا۔

ابن شامہ صفحات ۲۸۰ و ۲۸۹ و ابن الاطرہ جلد ۲ صفحات ۷۱ و ۷۰۔

پھر ناچار مجھ شکستہ قلب خنمون سے جو رک واپس بہرے۔ یہاں چند روز تک اس نے  
اپنے دن گزارے اس عرصہ میں گاہے گاہے آپ وعظ فرمایا کرتے مگر اپنی تلقین کردہ  
ہی تاکہ۔ محد وہ رکھی جس پر دلیبی سے آپ ملتے ہتے امیدوں کے بہرے ہوئے دل تھے جس سے  
باتیں کرتے تھے اس خیال سے کہ شاید یہ شخص میرا معتقد نکل آئے اور میرے تائید کرے  
ایک دن آپ اپنے غمگین قلب اور شرمزدہ مگر امیدوں کے بہرے ہوئے دل سے ان نصف  
تاج راز پروانہ اپنا فرض منصبی پورا فرما رہے تھے آپ کا گزرجہ آدمیوں کے گروہ پر ہوا  
یہ لوگ شریف تھے اور یاسم باتیں کر رہے تھے محمد نے ان کے پاس جا کر دریافت کیا کہ کیا تم میرے  
پاس بیٹھ کر میری بات سنو گے انہوں نے کہا ہاں سینگے بہرہ و بیہوش گئے اور محمد نے کہا میں خدا کی  
طرف سے سچا ہوں سنا تا ہوں خدا نے دعا کی پرستش کو وادہ دی دیوتاؤں کے مکروہ  
ناموں پر بدگفتہ تھو۔ محمد کی صداقت اور پراثر کلام نے ان پر کچھ ایسا اثر کیا کہ وہ اپر  
خرفیت ہو گئے (سنگ ۱۶) اور سچے دل سے ایمان لے آئے اور جب وہ اپنے  
شہر واپس گئے تو انہوں نے اپنے وطن میں جہنم پہلے دین کے مکہ میں بنی ہو گیا  
ہے جو نہایت صلیبی اور۔ سچے صاف دل سے خدا کے احکام سناتا ہے خدا نے صدیوں کی  
بدعتوں اور خرابیوں کو اپنے پیارے نبی کو مبعوث کر کے مٹانیکا پورا بندوبست کر لیا ہے۔  
دوسرے سال پہلے میری بیٹی نے اپنے اور چھ ساتھیوں کو لیکر آئے اور انکو ہی مشرف باسلام کر آیا۔

اصول اسلام میں دعا کا ایک عبادت رکھی گئی ہے دعا مانگنا کہ ہے گویا خدا سے باتیں کرنا ہے۔  
نذات باتیں استعارات میں ہوتی ہیں کہ یہ لے دیوئی کدورتوں سے پاک ہوا و خیالات میں کسی قسم کی الالیش نہ ہو تو اس وقت  
ل کا خدا کی طرف سے دعا کرنا اور بہت اویسے عاجزی سے التجا کرنا نام ہی دعا ہے۔ خود خداوند تعالیٰ نے سورہ فاتحہ  
ن دعا مانگنی بتائی ہے جو شخص مسلمان ہے وہ دعا کی اجابت و عجز اجابت کا قائل ہے کیونکہ خدا نے کہا ہے اے  
قرآن شریف میں فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی مجھ کو پکارو یا میری عبادت کر دیا مجھے طلب کرو میں ہمتیں  
بگالے شکر طلبہ سپہ ہر دعا کے پکارو اور سچے دل سے مانگو اور یہ یقین کر کے مانگو کہ جس سے میں مانگتا ہوں بیشک اس میں  
نے کی قوت ہے اور جو کچھ اس نے وعدہ کیا ہے وہ سچا وعدہ ہے میرا یقین اور ایمان اس امر کی شہادت و تہ ہے کہ  
ایسی حالت میں دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

انہی فطرت کا آثار چھراؤ جو ہر لمحہ کسی کی بار بار ہنوز پذیر ہوتا ہے اب سب کا نتیجہ ایسی آرزو پر ختم ہو جاتا ہے کہ مجھے  
سے حق الامکان بہت کوشش کی ہے۔

لعیب کرنے کی کیفیت قلب پر اس وقت طاری ہوتی ہے کہ اپنی ہمتیں اور کوششیں جو اب و بچکی ہوں اور ہر  
ہر کسی قسم کی امید و مطلب بیماری کی ہمتیں رہتی ہیں اس عادت سے اس کے زمان سے نکال دیا جائے۔

یہ سب اب سوا کچھ  
ہوں نے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور یہ اقرار کیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کی واحد  
ت کے ساتھ شریک نہیں کرنے کے۔ ہم چوری نہیں کرنے کے۔ ہم کبھی بدکاری اور حرام کاری  
نہیں کریں گے نہ ہم اپنے بچوں کو قتل کرنے کے۔ ہم کسی پر اقرار دہی نہ کریں گے نہ کسی کی بدگوئی کریں گے  
چیز کا حق ہے ہم اس میں پیغمبر خدا کی متابعت کریں گے اور ہم کامیابی اور غم میں ایمان داری  
میں نبی کا ساتھ دیں گے۔

۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰

و شش کی اور اب دین محمد تیزی اور سبائی سے میرب میں پیسے کا  
 لرا ایک محقق منصف نظر اسپر غور کرے گی تو اسے یہ بات تو بخوبی کہل جائے گی کہ محمد کی یہ کامیابی  
 یونکہ ہوئی اور کس چیز نے اسے اپنے ارادہ میں ایسا مستقل بنا دیا تو اس کا جواب اگر دیا جائیگا تو یہ  
 نہ محمد کے استقلال اور اس پرورنے جو وہ خدا پر کہتا تھا اُسے اسکے ارادہ میں کامیاب کر دیا  
 یہ سچ ہے مگر یہ بات اور بھی اس سے کہ قیدر پائی جاتی ہے کہ قیدر کا لفظ صرف دہریوں کے  
 لئے استعمال کیا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا تھا اپنے کائنات میں سمجھتا تھا کہ میں سچ کہتا ہوں  
 واقعی اس کا کہنا سچ ہی تھا۔

واقعہ اس کا کہنا سچ ہی تھا۔  
وہ درحقیقت خدا کا نبی تھا اور اسی لئے پیدا ہوا تھا کہ عالم میں اصلاح کرے سچائی کا نور چمکاوے  
میں اپنے یقین سے کہتا ہوں کہ اگر میں سلمان نہ ہوتا اور اور کوئی دین میرا موتا اور پہر میں فحش و عری  
یہ بہت اور اپنے کام میں مصروف تھے اور ریفارم کر نیکا جو شش دیکھتا تو میں قطعی یہ کہہ سکتا کہ بٹیک  
وہ بہت بڑا شخص تھا جو کچھ اس نے کیا وہ معمولی انسان کیا اور کوئی یہی سوائے نبوت  
کہنے والا ان ان نہیں کر سکتا جو کچھ اس نے سہا جو ظلم اس پر توڑے گئے جو تکلیفیں ان  
سہین ان کے سہنے یا برداشت کرنے کی ایک فطرۃ انسانی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ان سب باتوں کے

دیر یگز نہ ہے کہ چچے غلام تھے میر ہو جائے یا مین اپنی غلام آرزو دیر کا مہیاب ہوں۔  
 اگر بہرہ کیفیت طاری ہوئے ہی معاً آرزو پورا ہونے کے یقین میں ناہی کر فوخت کے مقتضیہ بعضی آجاتی ہے اور وہ خامی دعا کا قبول  
 ہونا سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس خامی کے سہماہی ہی بیان کرنے ضروری میں اہل یہ ہے کہ جو وقت کسی کام کی انجام دہی یا کسی اپنی آرزو کے پورا  
 ہونے کے لئے ہم آواز ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو وہ کیفیت جو اوپر ہی طلب کی  
 طبیعت پر طاری ہوتی ہے یہی ہی نہ آئے گی اور اگر وہ کیفیت نہ آئے میں پیرا ہی ہو گی تو نہایت مضبوطی اور یقین کے ساتھ حصین  
 کی طرح علی خامی نہیں ہو گی اور پھر سب کو اجابت دعا کہتے ہیں اور جب اس سے اپنے فرس کی انجام دہی میں کچھ کمی ہو گی اور اس کی کوشش  
 میں کامیابی پیدا نہیں ہو گی تو پھر جو کیفیت طلب پیدا ہو گی، جسکے حصول میں ضرور خامی ہو گی اور وہی دعا وہاں تک قبول ہونا سمجھا جاتا  
 ہے صاف لفظوں سے جسے سیدی سادھی عقل سے بھی سمجھ جائیں دعا کے بعضی میں جو حضرت نے ارشاد فرمایا، کہ اور تاخیر العادۃ یعنی  
 خالص عبادت سے دیر اس سے بھی واضح کرے فرمایا اللہ عبادہ العادۃ یعنی دعا عبادت سے دیر مسلم اور غیر مسلم ہونے کے لئے اگر چہ  
 وہ خدا دل سے دعا مانگے تو قبول کرے۔ بارے ہی اپنے یقین کی انجام دہی کی حالت میں ہی نہ وقت و مکان سے مستثنیٰ ہے اور اپنی کوششوں میں رہا ہی نہ  
 اگر اپنے حصول دعا کی امید صرف اس ہی وقت سے رہے اور وہی اپنے وقت کو سب کامیاب کرال میں خدا پرست رکھو اور یہ سمجھو کہ جو کچھ مانگو وہ ہی کرے  
 بکری نحو میں کرت دینے والی صیغہ کے حق عبادت میں بندہ مانگے والا نہ ماری بیکری کرے والا وہی ہے اپنے سوا کوئی نہیں۔

اعلا و جب ہم اسکی ایک ایک بات پر غور کرنے میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تمام کوششوں کی غرض یہ تھی کہ تمام تکلیف اٹھانے کا منشا اسکی تمام مصائب جیسے کا مقصد کیا تھا صرف اصلاح خلوق ہی جمیع اسکی کو فی غرض مضمر نہ تھی اگر تھی یہی ہے۔۔۔ تو یہ تھی کہ جس فرض کے لئے خدا نے مجھے مبعوث کیا ہے اسکو میں مرتے دم تک پورا کر جاؤں پس اور کچھ غرض نہ تھی اسنے کہی یہ نہیں کہا کہ مجھے دیوتا بنا کر پوجو کہی اپنے گزشتہ بنیوں پر اپنی فضیلت ظاہر نہیں کی اور اگر کہا ہی تو یہ کہا کہ مسلمان وہ ہی جو گزشتہ انبیاء پر ایمان رکھتا ہے۔ جن پیغمبروں کی نبوت کو لوگوں نے پہلا دیا تھا اسکو پہر لوگوں کی طبیعت میں قائم کیا اور ان کو سچا بنی عالم سے کہلوا یا۔ خبر نہیں مسیحی یا یہودی سے کس وجہ سے خود غرضی کا الزام محاذِ اہل عاید کرتے ہیں اسکے معتقد کو فی گیلیلی کے چھلے دیتے تو تھے نہیں جو اسپر ایمان لاکر یہی یہو وسہ کرتے بلکہ بڑے سردار اور اپنے قبیلوں کے شیوخ تھے جو اسکی ہر ہر بات پر اپنا دہن من تن قربان کرنا اپنی سبب نجات داریں تصور کرتے اگر ذرا بوجہ خود غرضی کی ہوتی تو وہ علانیہ جیسے قریشوں کے دیوتا لات و منات وغری کو برا کہتا تھا پیغمبروں کو بھی کہہ سکتا تھا اور اس کے کہنے کا یقین بہت استواری سے مسلمین کرنے کو موجود تھے بہرہ یہودیوں کو نہ مسیحیوں کو نیکے بنتی۔

مجھے یاد رہی سیٹ ایرے کا قول یاد آتا ہے جنہوں نے بہت انصاف سے یہہ لکھا ہے۔ یہ احسان اس صحرائین عبد اللہ کے بیٹے کا عیسائیوں پر سے کہی نہیں جاسکتا کہ اس نے دین مسیحی کی حقیقت کہو لکہ اس کو مجوسیوں یہودیوں بت پرستوں سے بچا لیا ورنہ کہی کا مسیحی مذہب جس کی بنیادین متزلزل ہو چکی ہتھن مذکور الصدر قوموں کا شکار ہو گیا ہوتا، کیا اس احسان کی یہی جھوٹی ہے کہ پاک لفظوں کی نسبت ناشائستہ کلمات زبان سے نکلے جائے اور کیا کیا کچھ لام کاف بکا جائے۔ اگر غیر اسلام خدا کو مانتے ہیں اور بیشک اگر وہ کسی مذہب کے دائرہ میں اپنے کو مقید جانتے ہیں تو ضرور ایک دن خدا کے دربار میں انہیں جواب دہی کے لئے مستعد ہو جانا چاہیے ایسے پاک لفظ سے عداوت رکھنا یا اسکی جناب میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے کہ جو خلقت کا دوست تھا اور ہمیشہ ان کا بھی خواہ رہا آتا ہی بڑا ہے جتنا کہ اندازہ ہو سکتا ہے۔

تم مسلمان بنکر محمد کے سوانح عمری کو نہ دیکھو نہ اس کے معتقد ہو کر اس کے زندگی کے واقعات دیکھو بلکہ جیسے اور لوگوں کے سوانح عمری دیکھتے ہو سہی طرح محمد کے سوانح عمری کا بھی مطالعہ کرو تو متہین کہل جا بیگا کہ جو کچھ اس پاک لفظ نے مصیبت اٹھا کر اور اپنے اوپر آفتیں سہکریاں کر دی ہیں اور ہمیشہ اپنے دشمنوں پر مہربانی سے پیش آیا اب کسی شخص کو یہی نہ پاؤ گے۔ آج تیس کو مسلمان اسکے

نام کی سمرن جیتے ہیں اور دن بدن اس کا دین بغیر مشن اور بغیر وعظ کے خود بخود بڑھتا جاتا ہے گو شیرب مین آب کے معقدون کا گروہ بڑھتا جاتا تھا مگر آپ قریش کی بت پرستی پر نظر کر کے سخت مترودد تھے قریشون کی اپنے آبائی مکروہ مذہب میں شدت اور محجورگی و حدت کی طرف توجہ لانے والی سیرج دو فو متضاد تھیں اور یا ہم سخت جھگڑا کر رہی تھیں اور توہم پرستی کا یہ خیال کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ محض ناممکن ہے کہ قریشون کو وحدت پرستی کی ترغیب دلاؤں اور قریشون کا یہ خیال تھا کہ جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے ہم کبھی اس مذہب پرستی کو نہیں چھوڑنے کے۔ یہاں صرف ایک ہی شخص کی اولوالعزمی اور حوصلہ اور دماغ ہزاروں خوشخوار قریشون کے اندھے جوش کے ارادے کیونکر ٹھیک بیٹھ سکتے تھے۔

ایک نفس ایک طرف اور ہزاروں قریش ایک طرف اور یہ لطف یہ کہ تنہا نفس کی مایوسیوں کے ساتھ امیدیں اور آرزوئیں پہلو بہ پہلو ہو کر اپنا اثر ڈالنے والی اور ہزاروں مخالفین کے دلون میں تذبذب اور شبہ لبالب برامو اس قدر پاک تنہا نفس کی ممتازیت کا لفظ کہہ سکتا ہے۔ محجور بنی متواتر نام کا میون میں جو اسکے ہموطنوں کے سبب اس پر شرم تھی ہتھیں مایوس اور شرمزدہ ہوتا تھا مگر یہی ہر وسہ اور آئندہ خوش نتیجہ کی امید مایوسیوں کو دل پر غلبہ نہ پانے دیتی تھیں۔ وہ آنکہ اٹھا کر حقیقت خدا کی ودیعت کے تر و تازہ باغ کو کھلتا ہوا دیکھتا تھا اور خدا کی مخلوق کو ایسی راہ میں گامزن پایا تھا کہ جکا اختتام سخت سخت خداون پر ہوتا ہے تو ایک سناٹا سا اسکی طبیعت میں دوڑ جاتا تھا اور لظاہر قریشون کی سختی اور اپنے مذہب میں جسے رہنے کی شدت یار بار مایوسی و حرمانی کا فوٹو کھینچتی تھی مگر یہی وہ اولوالعزم بہادر جسکی مایوسی اور دن کی امید سے بدرجہا بڑھتی ہوئی تھی شکستہ خاطر ہو کر یہی اسی بہادرانہ طریقہ سے اپنا فرض ادا کرتا تھا بلکہ جون جون ناکامی کی صورت دکھائی دیتی تھی اور یہی آپ اپنے کام میں مستعدی ظاہر کرتے تھے۔ مین مذہبانہ یا معقدانہ ہتھیں بلکہ مودب آزادی کے ساتھ مورخاتہ پہلو کون سے بحث کر رہا تھا اور مجھے اپنی اس روش کے اختیار کرنے میں بڑا ناز ہے کہ جو روشن محض و جو سیدھی اور واقعات یا فیکٹس سے پُر ہے نہ اس میں کچھ مبالغہ ہے اور نہ جھوٹی اور بنا دنی تعبیر ہے بلکہ یقیناً جو کچھ سچی مورخون نے رائے زنی کی ہے ان کی تحریک کے ساتھ مبرری رائے ملتی ہے جس سے آئندہ میں مطابقت کر کے دکھاؤں گا۔ عموماً ان ہی معتبر اور واجب الوقعت مورخون نکتہ چینون کے اقوال نقل کئے ہیں جن کو یورپ میں مسلم اوستاد مانتے ہیں مثلاً میور صاحب سے جہنوں نے تعصب میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا محمد کی پاک زندگی کے متقاطعی واقعات نے اپنی تعریف جبراً کرائی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔



دوسرے سال ۶۲۲ء میں یثرب پر یثرب سے مکہ میں آئے اور اپنے ساتھ ۵۷ آدمی اور یہی لائے یہ سب محمدی دین کے شائق تھے۔ انہوں نے رسول مقبول سے عرض کیا کہ آپ یثرب تشریف لے جائیں مگر اس کہنے کی خبر قریش کو نہ ہوئی انہیں اس بات کا خیال ہی نہ تھا کہ یثرب میں محمد کا یہ انقلابی وائس ہو رہا ہے۔ (ابن ہشام صفحہ ۲۹۶)۔

ایک سنان شب میں جب تمام دشمن خواب غمگوش میں پڑے خراٹے لیڑھے تھے دین کے پیش رو ایک پہاڑی میں جمع ہوئے محمد بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ انہیں تشریف لائے۔ ایسی تک عباس ایمان نہ لائے تھے لیکن اسلامی ترقی میں انہیں جوشیلی دلچسپی تھی محمد نے انہیں صاف صفا کہا کہ جو مذہب تمہیں قبول کیا ہے اس میں ہتھکنڈے اور عیب آفتیں بہت ٹوٹینگئی یہاں تک کہ تمہاری جانیں ہی خطرون میں پڑ جائیں گی۔ انہوں نے دلیری سے جواب دیا دین قبول کرنے سے پہلے ہم نے ان تمام آفتوں کو سمجھ لیا تھا اور ہم جانتے تھے کہ نئے نئے اسباب و تازہ تازہ بلائیں ہم پر ٹوٹیں گی۔ اے خدا کے سچے بنی تو اپنا دین اور اس کے اصول میں تلقین کرتا کہ ہم اپنے حلیں رسول ہدلی ہدلیہ وسلم نے اپنی عادت کے

ہو کر نکلتی تھیں اور تمام جہان کے جگہ تک پہنچ جاتی تھیں وہ غیب ان نہ تھا نہ اپنے کسی غیب ان کی کا دعویٰ کیا لیکن سکی حکامین زمانہ کے آئندہ مطالب کے جگہ میں یہیکر بار بار اس سے آئندہ واقعات کا علم لیتی تھیں۔ میں نے اپنی عمر میں کئی شخصوں کو دیکھا کہ جو اپنی واپس واپس رہا رہے ہوئے کے سب سے بڑے چوڑے دہی ہوتا اور کبھی ایسا ہی ہوتا کہ ان کی رہے خطا کہا جاتی لیکن بہت کم جب عام آدمی کو یہ کیفیت ہے تو بھی کی دلیا دلیا کیفیت ہوگی اگر دہرے نبی کے نام پر نہ کہیں تو یہ ریفارم کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں ایسے زبردست ریفارم کی دلیا دلیا حالت ہوگی۔ فطرت کے کر کے اور اسکی دلیا دلیا قوی جلدی دہی ہوگی کہ میں جنہوں نے بہت کچھ ضبط کیا ہے اور اپنی روحانی قوت کو بڑا پایا ہے میں بہت اور دولت کے بچہ اس بار کے صفوں کو سوجھ سکتے ہیں نہ ان کے لئے یہ بار کے صفوں ہے۔ ہر شخص کی دلچسپی اسکی مقتضی ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی نئی چیز پسند کرے کوئی کپڑا اس کا شائق ہوتا ہے تو کوئی شہساز کا ہر گل رنگ اور جدا جدا ہوتا ہے بعض ناختم ان باتوں پر چونکہ ان کے مذاق کی من نہ ان کی سمجھ میں آتی ہیں مضحکہ اڑاتے ہیں اور نوجوان تھے میں حالانکہ یہ ان کی ہٹ دہری اور اولیٰ علی ہے دلیا دلیا کی جوشیلی مضامین کی کشش اور اسکی قوت اس بلا کی ہے کہ ان ان ایک شمار سے صدیوں کو اڑا سکتا ہے اور حد نظر کے پرے تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہر جگہ ہے۔

”قدر این بادہ مدانی بخدا تانہ چشبی“

اگر نبی نے تمام آسمانوں کی سر کی اور خداوند کی نشانیان دیکھیں تو کچھ ہی تعجب کرنا چاہئے کیونکہ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس پر تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے جب تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے تو اسکی مخلوق کی صورت نظر آجاتی کچھ ہی بات نہیں ہے۔ پیغمبر کا دل وہ آئینہ ہوتا ہے کہ جہاں اس نے خدایا تو جہاں اور خدا کا سچا جلال دیکھ لیا جسکی واقعی یک کیفیت ہوئی ہے

(دل کے آئینہ میں ہے تصویر یا جب نہا گردن چمکا کی دیکھ لی)

ہمیں کچھ صدمہ مرا جین ہوئی تیرن اور وہ اپنی واپس واپس کے صدقہ میں کیا کیا کچھ نہیں دیکھ لیتے۔ اس کا دل ہی وہ براق ہوتا ہے جو اسے جہنم زدوں بلکہ اس سے ہی جلدی خیال و دم کی پہونچ سے ہی دور ہو سچا دیتا ہے وہ خود ہی وہ چیز ہوتا ہے جو اپنے کو تمام مخلوقات پر حاوی بنا ہے۔ اگر میرے اس مطلب کو سمجھنا چاہو تو اپنی روحانی قوت کو بڑا کر دیکھو اس وقت دلیا دلیا کی نسبت جو بہت لکھ رہا ہوں اس سے کہیں زیادہ تم کہنے لگو گے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس سے زیادہ تم کہنے لگو گے۔ اہل ہنود میں جو کہ کا علم ہی دلیا دلیا کی ایک شاخ ہے جس لوگ ہوا میں اڑتے تھے نا سمجھ تھے ان کے ہوا میں تیرنے پر ہتھ اڑا میں لیکن وہ سمجھ لیں کہ انکی یہ ہستی محققوں کے آگے منہ کے بل اور مذہبی گرجے کی اور وہ انہیں سخت تحقیق کی نظروں سے دیکھیں گے میں اس بات کا یل ہوں کہ جسک ان ان اگر اپنی دلیا دلیا کو مضبوط کرے تو ہر مذہب کی طرح ہوا میں اڑ سکتا ہے بلکہ چاند و سورج کے کہوں بہر کر کہتا ہے۔





عمری آنحضرت کو تباہ کر دیا۔ ہمارے معاملات اور کاروبار کو برباد کر دیا اور ہم میں ہوٹ وادی۔ یہی حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہوا تھا اور یہی محمدؐ کے ساتھ ہوا فرق اگر تھا تو اس قدر کہ عیسیٰ نے خود اپنے گردہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تو نہ خیال کرو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار جھانے کو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ ہر کو اس کے باپ اور بیٹے کو اس کی مان اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں۔ حضرت عیسیٰ نے اپنی زبان سے ارشاد کیا تھا لیکن محمدؐ پر اس کے مخالفین اور دشمنوں نے یہ بہتان قائم کئے تھے اور صفت کے الزامات اس کی پاک ذات پر لگائے تھے۔

میں اپنا انصاف و غیر اسلام پر چھوڑتا ہوں کہ آیا۔ فضیلت کے کوئی اور زیادہ امن پہلانے کی کس کی از رو ہی گو یہ الفاظ حضرت عیسیٰ کے کچھ ہی معنی کیونکہ نہ بتاتے ہوں اور سچی جدت پسند اور ذوقیہ مفسر تاویلین کر کے کہ جابہ جو کچھ بیان کرین لیکن ظاہر الفاظ سے جو معنی پیدا ہو گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس قوم میں جس پر ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اتفاق ہونا تسلیم کرتے ہیں اور صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میں باپ بیٹے مان بیٹی ساس و اما دین نا اتفاقی پیدا کرنے آیا ہوں مگر محمدؐ ہی کہتا رہا کہ میں تم میں اتفاق قائم کرنے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم باہم دوست بن جاؤ۔

بین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

اس زمانہ میں بغاوت اور سرکشی کا طوفان حد سے زیادہ بلند ہو گیا تھا جسکی تہزناک موجیں سر تک بلند ہونے لگی تھیں اور بظاہر یہ دہکائی دیتا تھا کہ یہ آفت خیز لہرین محمدؐ کے سر سے گزر جائیگی۔ آپؐ تمام صحابہ شرب چلے گئے تھے صرف حضرت علیؓ اور واجب التحظیم ابوبکرؓ کے ساتھ تھے۔ اب یہی محمدؐ کی وہ سی دلیرانہ سنگین طبیعت میں آہٹ رہی تھیں اور وہ ہی ریفارم کے جوش دل میں پیدا ہو رہے تھے آپؐ اپنے کوشش میں اس طرح مستعد تھے۔ خوف مخالفین تھا۔ قوم کی دشمنی کہنکتی تھی پھر بھی اپنے سب سے قوی خدا کے پیر و سر پر اسکے ارادوں میں ہرگز ہرگز خامی نہیں آتی تھی۔ ہزاروں خونخوار اور قاتل قریش غصہ سے مٹنے میں کف بہرے ہوئے انکھوں میں طیش کے شعلے روشن ہوتے ہوئے خون ٹپکتی ہوئی بے منتہ تلواریں ہاتھ میں اسکو گھیرے ہوئے تھے اور عنقریب اس پر وار ہونے کو تھا۔ اور نام آفت خیز بادل بہت روز شور سے کہتے ہو رہے تھے پیغمبر خدا کی جان خطرہ میں پڑنے کو تھی تمام قریش طمان مال (دارالحدود) میں جمع ہوئے اور اربع قبیلوں کے چند سردار یہی بلائے گئے وہاں جو کچھ بحث

اور رسول بقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام محرم اور صفر تک دین قیام پذیر رہے ربیع الاول آپ مدینہ تشریف لے گئے۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۸۔

۱۷ ابن ہشام صفحہ ۳۱۶۔

۱۸ تہی کی زبیل اب ۱۰۔ آیت ۳۴۔ ۳۵۔

وہ موت اور زندگی پر پورے ہی تھی۔ جلسہ طوفان خیز اور شور انگیز تھا ان کے دل مارے غضب کے کاٹے جاتے تھے کوئی رائے دیتا تھا کہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو دائم الجس کر دو کوئی کہتا تھا کہ فیصلہ ہی کر دو لیکن ایک شخص نے بہت زور شور سے اس بات پر بحث کی اور مصرعوا کہ بنیں محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو قطعاً قتل کرنا چاہیے ان کو قید خانہ میں رکھنا اور زندہ چھوڑنا خلاف مصلحت ہے۔ اتنے میں ابو جہل کھڑا ہوا اور اس نے کہا ہر قبیلہ میں سے چند بہاد بہادر شخص منتخب کئے جائیں اور ان کو محمدؐ کے قتل کرنے کے لئے بھیجا جائے تاکہ وہ اپنی جہول کو محمدؐ کے کلیجہ میں پہونکدیں یہ یقینی امر ہے کہ اس کے ساتھی اور رشتہ دار کبھی بھی انتقام نہیں لے سکتے۔ ایک ہر دیسی عرب نے اٹھ کر اسکی تائید کی۔ یہہ زرد پوشن پاس ہو گیا اور سب سے اس پر تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر چند فوجان دلچلے بہادران ہی میں سے منتخب کئے تاکہ وہ آسانی سے جا کر محمدؐ کا تمام کر دیں۔ جون ہی رات زیادہ ہوئی قاتلون نے اپنے کو محمدؐ کے مکان کے اوپر اوپر پوشیدہ کیا۔ ساری رات تک یہہ تکتے رہے کہ علی اصباح محمدؐ باہر نکلین تو ہم انہر اور جلا میں ایک ہوا رخ میر سے ساری رات تاک جہانک کرتے رہے اور اپنا اطمینان محمدؐ کے کمرے کے کھڑکیوں پر کیا۔

یہاں یہہ پورنا تھا وہاں محمدؐ کے دل پر خود بخود یہہ خوف طاری ہوا کہ میرے لئے یہہ سانپ ہونا ہے و اپنی قوم کی بدکرداری سے واقف تھا وہ ان کے تیور چھان تا تھا اسکا دل بیدار رہتا تھا خود بخود حضرت موسیٰؑ کی طرح جب اس پر اسکی دشمنوں نے حملہ کرنا ارادہ کیا تھا آگاہ ہو گیا۔ اس خیال کے قیام کی توجہ بستر سرجی سے محمدؐ نے اپنی سبز رنگ کی پوشاک نلی پرد ال دی اور کہا تم یہیں چپکے بیٹھے اور یہ محمدؐ اس طرح سے بچکے کہ جیسے حضرت داؤدؑ کی مین سے ہو کر بچکے تھے۔ محمدؐ یہاں سے ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لگئے انہوں نے پہلے ہی سے داؤدؑ تیار کر رکھے تھے دو نو سوار ہو کر شرب کی طرف تشریف لیچے لیکن چند روز کے لئے غار شورین آپ قیام پذیر رہے۔ جو ایک چارٹی مکہ کی جنوب میں قریشوں کے غصہ کی اب کوئی حد نہ رہی تھی یہ خبریں کہ باطل ناکا میاں با واپس یہہ تمام شہر حجاز ناک آگ کی طرح پھیل گئیں۔ گھوڑے سوار اور ہر آدمی محمدؐ کی تلاش میں بہنے لگے۔ یہ دہندہ را پٹیا کہ جو کوئی محمدؐ کا سرا لایگا اسے انعام لایگا۔ متواتر خوفون نے ابوبکرؓ کے دل کو ڈوا دیا اسی خوف حالت میں ابوبکرؓ نے کہا ہم صرف دو آدمی ہیں محمدؐ نے جواب دیا نہیں ہم تین ہیں خدا ہی ہمارے ساتھ ہے اور بیشک وہ اس کے ساتھ تھا تین دن کے بعد قریشوں کی کوششیں سست پڑ گئیں۔

۱۔ تاریخ سیحی مصنف دل میں جلد ۱ صفحہ ۲۵۳۔

۲۔ ابن ہشام صفحہ ۳۲۵۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۰۔

۳۔ دیکھو دیو درج کا نوٹ ابو الفدا کی مروجہ تاریخ پر صفحہ ۱۱۶۔ نوٹ ۵۔

۴۔ ابن ہشام صفحہ ۳۲۸۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۱۔ یہہ دونوں منہ لکھتے ہیں کہ سوانثون کا انعام دینا کیا گیا تھا۔

اس عرصہ میں ابو بکر کی لڑکی رات کو چپ چپا کر ان دونوں کو کہانے کو دے آیا کرتی تھی۔  
 غیرے دن کی شام کو پناہ گزینیوں نے تور کی پہاڑی کو چوڑا دیا بدقت دو اونٹ حاصل کر کے  
 غیر راہوں سے شرب کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن یہاں ہی رستہ خوفون سے پہرا ہوا تھا۔ اس وقت  
 کہ جو شخص محمد کا سرا لینگا اسے بڑا بہاری انعام ملیگا بیسیوں سواروں کو ادھر ادھر رہا ہوا تھا  
 نے کے لئے آمادہ کیا وہ دور دور چاروں طرف اپنی جستجو میں سرگرم تھے دونوں چلے جا رہے تھے  
 ایک حشی خفاک جنگ آور عرب نے جواب کی تلاش ہی میں تھا آواز دی ٹہر وہاں جا  
 یہہ دیکھتے ہی ابو بکر نے کہا اے ہم مارے گئے ”محمد نے کہا“ مت ڈرو خدا ہی ہمیں بچائیگا دو  
 ن ہی یہہ بت پرست عرب شمشیر بدست محمد کی طرف چھٹا اسکا گھوڑا بڑا کا اوزر گر پڑا۔ اس  
 شخص نے پھر محمد سے معافی مانگی اسلئے کہ وہ بالکل بیقابو تھا اور محمد اسے قتل کر سکتے تھے لیکن  
 شہی محمد نے اسے معافی دی اور اسکی جان بخشی کی اور یہہ جان بخشی ابو بکر کی سفارش سے ہوئی۔  
 دونوں قیام کے شرب کی طرف برابر قدم اٹھائے چلے گئے۔ تین دن کے عرصہ میں شرب کی  
 دو دین پہونچے۔ یہہ جون کا مہینہ سخت گرمی کا تھا مسئلہ یہہ تھا کہ پشتر سوار پہنٹی ہوئی ریت  
 رون بہرے آفتاب کے مشتعل جلادینے والے سایہ میں کس بیم ورجا کی حالت میں جا رہے  
 ان کے صاف دل فطری روشنی سے منور ہو رہے ہیں۔ ان کے جگر اپنی ہی قوم کی بدکرداری  
 یا انصافی سے چھلنی ہو رہے ہیں ایک انہیں پیش واپس ہے اور دوسرا اسکا مقتدی ہے مگر  
 اتحاد دونوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں دوست ہیں تو تین اپنی تیریاں جدا کہائی  
 اور بگولے الگ چکرا رہے ہیں مگر پھر بھی اس بہادر کے وہی دم غم ہیں وہ ہی ارادے ہیں  
 آرزو بہر اول ہے اور وہی ریفارم کی آرزو دل پر غالب ہے۔ خدا خدا کر کے یہہ دونوں پشتر  
 بیم ورجا کی حالت میں ٹوٹے ہوئے مگر ہر وسہ سے لبالب دونوں سے گواہی پہونچے یہہ گواہ  
 سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور یہہ قصبہ اپنی بار اور سی اور خوب  
 نی میں مشہور ہے۔ یہاں محمدؐ اپنے ساتھی کے ساتھ چند دل قیام پذیر ہوئے۔ یہاں  
 علیؑ بھی آکر مل گئے یہہ باوفا اور جان نثار شخص چپ چپا کر کہہ سے بھاگا اور سیدنا  
 کی طرف روانہ ہوا دن کو کہیں چپا رہتا تھا اور شب کو رستہ طے کرتا تھا کیونکہ خوف  
 کہ اگر ذرا بھی کوئی دیکھ لیا تو قتل کر ڈالیا مگر خدا نے بچا دیا اور وہ اپنے پیارے نبی سے

بالا طر جلد ۲ صفحہ ۸۱۔

اشام مصنفات ۳۳۲ م ۳۳۳ م ابن الاطر جلد ۲ صفحہ ۸۱۲۔

اشام صفحہ ۳۳۳۔

شکل ۲۵۔ جمعرات ابن ہشام صفحہ ۳۳۵۔ ابن الاطر جلد ۲ صفحہ ۸۳۔

الفوائد اسیس مرجع کا ترجمہ صفحہ ۱۱۶ نوٹ ۵۹۔

اس عرصہ میں ابو بکر کی لڑکی رات کو چپ چپا کر ان دونوں کو کہانے کو دے آیا کرتی تھی وہ  
 تیسرے دن کی شام کو پناہ گزینیوں نے تور کی پہاڑی کو چوڑ دیا بدقت دو اونٹ حاصل کر کے  
 غیر ایوں سے شرب کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن یہاں پہی رستہ خوفون سے پہرا ہوا تھا۔ اس سے پہلے  
 یہ کہ جو شخص محمد کا سر لائیگا اسے برا بہاری انعام ملیگا بیسیوں سواروں کو ادھر ادھر باہر تلاش  
 نے کے لئے آمادہ کیا وہ دور دور چار و لطف اپنی جستجو میں سرگرم تھے دونوں چلے جا رہے تھے  
 ایک وحشی خوفناک جنگ آور عرب نے جو آب کی تلاش ہی میں تھا آواز دی ٹہر و کہان جا  
 یہہ دیکھتے ہی ابو بکر نے کہا اے ہم مارے گئے ”محمد نے کہا“ مت ڈرو خدا ہی ہمیں بچائیگا دو  
 دن ہی یہہ بت پرست عرب شمشیر بدست محمد کی طرف چھٹا اسکا گھوڑا پھر کا اوڑگر پڑا۔ اس  
 شخص نے پھر محمد سے معافی مانگی اسلئے کہ وہ بالکل بے قابو تھا اور محمد اسے قتل کر سکتے تھے لیکن  
 شی محمد نے اسے معافی دی اور اسکی جان بخشی کی اور یہہ جان بخشی ابو بکر کی سفارش سے ہوئی وہ  
 دونوں بغیر قیام کے شرب کی طرف برابر قدم اٹھائے چلے گئے اور تین دن کے عرصہ میں شرب کی  
 دو دین پہونچے۔ یہہ جون کا مہینہ سخت گرمی کا تھا اسلئے کہ تہا کہ پوٹر سوار پہلنتی ہوئی ریت  
 رفون بہرے آفتاب کے مشتعل جلا دینے والے سایہ میں کس بیم ورجا کی حالت میں جا رہے  
 ان کے صاف دل فطری روشنی سے منور ہو رہے ہیں۔ ان کے جگر اپنی ہی قوم کی بدکرداری  
 نا انصافی سے چہلنی ہو رہے ہیں ایک انہیں پیش دہے اور دوسرا اسکا مقتدی ہے مگر  
 اتحاد دونوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں دوست ہیں تو میں اپنی تیزبان جدا کہائی  
 اور بگولے الگ چکر رہے ہیں مگر پہر ہی اس بہادر کے وہی دم خم ہیں وہ ہی ارادے ہیں  
 آرزو بہر ادل ہے اور وہی ریفارم کی آرزو دل پر غالب ہے۔ خدا خدا کر کے یہہ دونوں شہر  
 بیم ورجا کی حالت میں ٹوٹے ہوئے مگر بہر وسہ سے لبالب دونوں سے کوہا پہونچے یہہ گان  
 سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور یہہ قصبہ اپنی بار آوری اور خوب  
 تلی میں مشہور ہے۔ یہاں محمدؐ اپنے ساتھی کے ساتھ چند دل قیام پذیر ہوئے۔ یہاں  
 بت علیؑ بھی آکر مل گئے یہہ باوفا اور جان نثار شخص چپ چپا کر کہے سے بہاگا اور سیدنا  
 کی طرف روانہ ہوا دن کو کہیں چپا رہتا تھا اور شب کو رستہ طے کرنا تھا کیونکہ خوف  
 اکہ اگر ذرا بھی کوئی دیکھ لیا تو قتل کر ڈالیگا مگر خدا نے بچا دیا اور وہ اپنے پیارے نبی سے

ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۸۱۔

شام صفحات ۳۳۲ و ۳۳۳ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۸۱۲۔

شام صفحہ ۳۳۳۔

بکلی بدہ۔ جمعرات ابن ہشام صفحہ ۳۳۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۸۳۔

الغداد لیس مبرج کا ترجمہ صفحہ ۱۱۶ نوٹ ۵۹۔

اگر ملک یا۔ اب مالک کاؤن ٹھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب او رہی جگہ  
روز یہاں قیام فرمائیں لیکن آپ کا فرض آپکی آنکھوں کے آگے گردش کرنا تھا اسلئے اب  
زیادہ وہاں نہ ٹھہر سکے اور سیدھے شرب کی طرف روانہ ہوئے یہاں بہت سے سلیمین  
منتظر تھے جنہوں نے بہت جوش استقبال کیا آپ بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول کو شرب میں داخل ہوئے  
مشرک اسن ڈھی پر سیلو انگریزی مینہ کی دوسری جون ۱۳۷۷ عیسائی میں اسطرح سے یہ  
ہجرت مکمل ہوئی یورپین اسکودمی فلائٹ آف محمد کہنے میں اسی تاریخ سے محمدی تقویم شروع  
ہوتی ہے۔

## نوٹ اول متعلقہ باب دوم

سنہ ہجری حضرت خلیفہ ثانی نے سترہ برس کے بعد ایجاد کیا تھا۔ اسکی ابتدا ٹھیک  
اس دن سے ہین رکھتی تھی جب دن کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف سے واپس  
ہوئے تھے جو چوتھی ربیع الاول کو واقع ہوا تھا لیکن ماہ قمری محرم کی مینہ کی پہلی تاریخ سے  
یہ سنہ ہجری شروع ہوا۔ ٹھیک انگریزی مینہ جولائی کی پندرہ تاریخ ہوتی ہے۔ کو حشر  
عمر اس کے موجد ہین لیکن تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت کا مکہ معظمہ سے روانہ ہونا  
فطری طور پر اس کا شاہد تھا کہ مینہ سے قمری حساب پر سال نبوی شروع ہو۔

## نوٹ دوم متعلقہ باب دوم

مسلمانوں کے یہ بارہ مہینہ ہیں محرم (پاک مینہ) صفر (سفر کا مہینہ) ربیع الاول (نبت  
کا پہلا مہینہ) ربیع الثانی (نبت کا دوسرا مہینہ) جمادی الاول (پہلا بے بارش یا خشک مہینہ)  
جمادی الثانی (دوسرا بارش یا خشک مہینہ) رجب (بزرگ) اسکو رجب المرجب ہی کہتے ہیں (شعبان -  
درختوں کی بار آوری یا کوئٹے پھوٹنے کا مہینہ) رمضان (گرچی کا مہینہ) شوال (ملاپ یا  
نصال کا مہینہ) ذیقعدہ (تفتن تفرج - آرام یا مہلت کا مہینہ) ذالحجہ (زیارت  
کا مہینہ) پُرانے عربوں نے قمری مہینہ کو ۳۵ دن آٹھ گنتے ۸۴ سیکنڈ کا شمار کیا  
ہا اور بارہ مہینوں کو ۲۹ دن کا اور کوئی ۳۰ دن کا مقرر کیا تھا۔



## { تیسرا باب }

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں)

پیش از مدہ شان عیور آمدہ + ہر خند کہ آخر لفظ نور آمدہ +  
اسے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدہ +

سبا وہ زمانہ آیا کہ حجر کی حالات کی نئی زندگی شروع ہوئی۔ مکہ اپنے مالوفہ وطن کو چھوڑ دیا اور اس سخت پریشانی کی حالت میں شرب چلا آنا بعض نا فہم کوتاہ اندیش مصنفوں کی رائے میں ایک اصول الفہم کے خلاف شان ہے۔ مگر جس نے حجر کے ان صحیح صحیح حالات کو دیکھا ہے جس پر مسئلہ تاریخ کی روشنی چمکی وہ ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ ہجرت کن کن پر مبنی تھی۔ رخا کی اس میں کیا کیا حکمتیں منظر تھیں۔ چونکہ اس موقع پر میرا فرض ہے کہ بین در مصلحت اور پر اس مصلحت باو لیس کو بیان کروں اور دکھاؤں کہ یہ فلاسف یا حیرت عالی منشی اور انا عمری کے شان کے خلاف ہرگز نہیں ہے کچھ تحریر کرتا ہوں امید ہے کہ یہ سب سب ناظرین بغور پڑھ کر اپنے ہی دل میں انصاف کریں گے۔ اور دیکھیں گے کہ یہ فلاسف اور عمری طور پر ہمدردی تھی۔

یہ ظاہر ہے کہ خط خدا نہ تھا انسان تھا اور جس کا بیان واضح طور پر قرآن شریف میں آگیا تو بس آدمی۔ تو تو اذات انسانی بھی اس کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ خدا

کوئی کام خلاف قانون قدرت نہیں کرتا یہ اسے اختیار تھا کہ وہ بغیر نبیوں کے بھیجے یا ان پر غضب برپا کرے یا اپنے رحم اور قہر کی شانیں دکھائے ایک آن میں سب کو براہ بر لاتا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جب تک ابرہہ ایک مینہ نہ برسے گا۔ بادل جمع نہ ہوں گے بجلی نہ کرے گی۔ پانی نہ پیا بائیکا پیاس نہیں بجھنے کی وغیرہ وغیرہ یہ ساری باتیں قانون قدرت کی بین خدا میں یہ سب قوانین اس کے خلاف کرنے کی ہیں یعنی بے ابرہہ نہ ہو سکتا ہے بادل بجلی کرے گا سکتا ہے بے پانی پیاس بھیج سکتا ہے مگر جو کچھ اس نے اول روز سے قوانین قدرت مضبوط کر دیے ہیں ان سے کہی اور کسی حالت میں تجاوز نہیں کر سکتا۔ مان اس میں یہ قدرت تھی کہ محمد کو تہا لاکھوں پر غالب کر دیتا مگر پھر انسانیت سے اس کا درجہ دوسرا تسلیم کرنا پڑتا اور سپر لاکھوں اعتراضوں کی پھر مار ہوتی اور پھر خیر نہیں عیسائیوں کی طرح اس کے معقدوں کو کیا کیا مصیبت پیش آتی۔

مندانے اپنے کلام میں فرمایا ہے نہیں ہے محمد مگر رسول یعنی محمد صرف میرا پیغام پہنچانے والا ہے۔ محمد تنہا تنہا سوائے ہر دوسرے کے اور کچھ اسکے پاس نہ تھا یہی ہر دوسرا اسکا معاون تھا اور یہی مددگار تھا۔ دین میں نہ اسکی عاجزانہ زمانہ میں زبردستی ہوئی نہ پر شوکت عہد نبوی جبر ہوا۔

تہا کہ جب انہ میرا کے دشمن حملہ کرین اور وہ تنہا ہو تو ضرور بحیثیت ان ان ہونے کے اسے اپنی زندگی بچانی چاہیے اور جو ایک عقلمند روشن دماغ تدبیریں کر سکتا ہے اپنی حفاظت کے لئے عمل میں لاتی زبانیں کیا یہ محمد کی عقلمندی تھی کہ وہ شمشیر بہنہ لیکر صدائے دشمنوں میں نکل آتا اور اپنی جان بوقت دیدیتا اسے ایسی بہت کچھ کرنا تھا اور یہ محض ناممکن تھا کہ بغیر تکمیل دین اس کا کوئی اور صحابی دین کو چلا سکتا اور ترقی کر سکتا۔ اگر نبی میں یہ یہ صفت قائم کی جائے کہ اسے کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا یا تلوار اسکی گردن کو نہیں کاٹ سکتی یا تیر اس کے کلیجہ کے پار نہیں جھک سکتا یا نیرہ اسکے سینہ میں نہیں بہک سکتا تو حضرت عیسیٰ کیوں سولی پر چڑھتے اور گزشتہ پیغمبروں پر کیوں آفتیں برپا ہوتیں۔ تنجاعت کے اصلی معنی یہی ہیں کہ بوقت اپنی جان نہ دے اسلئے کہ اسوقت اسکی جان جانا زیادہ فائدہ نہ لگتا اور اس کی زندگی بہت بہت کچھ فوائد خودی حاصل کرے گی اور دوسروں کو یہی پہنچائے گی۔

اگر عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت کے نجات دینے کے لئے سولی پر چڑھ گئے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آئندہ کثیر تعداد امت کے لئے یہ یہ نہ تکلیفیں برداشت کیں اور ایسی ایسی ناکامیوں میں بھی دل نہ مارا اور ایسے ایسے مصائب اٹھائے اور دشمنوں کی سختیاں برداشت کیں مگر یہ بھی ہمت نہ ماری یہی سہل فراموشی انسان کو ان نامعلوم کامیابیوں کا حصہ دیتی ہے کہ جو بڑی جہد و جہد کے بعد ہی حاصل نہیں ہوتیں۔ ان سب باتوں کو چھوڑ کر اور اس الزامی جواب سے منہ موڑ کر ہمیں یہ بھی کہنا ہوتا ہے کہ وہ نجات دہندہ صرف اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوا تھا تو جو کچھ سختیاں ایک مصلح اٹھا سکتا ہے وہ اسے برداشت کرنی پڑیں جہاں تک اسے معلوم ہوا اور ممکن ہو سکا اس نے اس جہان فانی سے کوچ نہ کیا۔ ہر سختی و معرکہ میں خدا اس کا محافظ تھا اور بیشک اسکی محافظت محمد کے لئے اطمینان بخش تھی وہ ہر دوسرے جو ایک وحدت پرست یا خدا کے جلال پہلانے والے کے دل میں پیدا ہوتا ہے ناکامیوں کے متواتر شدید جلون کے وقت سینہ سپر ہو جاتا ہے اور انتہا درجہ کی سختیوں اور ناکامیوں میں بھی وہ دل نہیں مارتا لیکن یہ یہ ہر سہ اپنی پوری شان سے ہر ایک کے دل میں طرح طرح کا ہوتا ہے۔

نبی اور غیر نبی کے ہر دوسرے خدا پر بہت بڑا فرق ہے اور اس فرق کو بیان کرنے کے لئے قسط ۲

خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے نہیں ہے محمد مگر رسولؐ یعنی محمد صرف میرا پیغام پہنچانے والا ہے۔ محمدؐ تنہا تھا سوائے ہر دوسرے کے اور کچھ اسکے پاس نہ تھا یہی ہر دوسرا اسکا معاون تھا اور یہی مددگار تھا۔ دین میں نہ اسکی عاجزانہ زمانہ میں زبردستی ہوئی نہ پر شوکت عہد بن کیسی جبر ہوا۔

شمار تھا کہ جب اوپر اسکے دشمن حملہ کریں اور وہ تنہا ہو تو ضرور بختیاریان ان ہونے کے اُسے اپنی زندگی بچانی چاہیے اور جو ایک عقلمند روشن دماغ تدبیریں کر سکتا ہے اپنی حفاظت کے لئے عمل میں لائیں زیبا میں کیا یہ محمدؐ کی عقلمندی تھی کہ وہ عشرتیں پہنہ لیکر صدائے دشمنوں میں نکل آتا اور انہی جان بیوقت دیدیتا اسے ابھی بہت کچھ کرنا تھا اور یہ محض ناممکن تھا کہ بغیر تکمیل دین اس کا کوئی اور صحابی دین کو چلا سکتا اور ترقی کر سکتا۔ اگر نبی میں یہ صفت قائم کی جائے کہ اسے کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا یا تلوار اسکی گردن کو نہیں کاٹ سکتی یا تیر اس کے کلیجے کے پار نہیں چھلکتا یا نیزہ اسکے سینہ میں نہیں بہک سکتا تو حضرت عیسیٰؑ کیون سولی پر چڑھتے اور گزشتہ پیغمبروں پر کیوں آفتیں برپا ہوتیں۔ بجا عفت کے اصلی معنی یہی ہیں کہ بیوقت اپنی جان نہ دے اس لئے کہ اسوقت اسکی جان جانا زیادہ فائدہ مند لگا اور اس کی زندگی بہت بہت کچھ فوائد خود ہی حاصل کرے گی اور دوسروں کو یہی پہنچائے گی۔

اگر عیسائی یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی امت کے نجات دینے کے لئے سولی پر چڑھ گئے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آئندہ کثیر تعداد امت کے لئے یہ یہ ہمہ تکلیفیں برداشت کیں اور ایسی ایسی ناکامیوں میں بھی نہ مارا اور ایسے ایسے مصائب اٹھائے اور دشمنوں کی سختیاں برداشت کیں مگر پھر بھی ہمت نہ ماری یہی مستقل مزاجی انسان کو ان نامعلوم کامیابیوں کا حصہ دیتی ہے کہ جو تیری جدوجہد کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ ان سب باتوں کو چھوڑ کر اور اس الزامی جواب منہ موڑ کر میں پھر بھی کہتا ہوں کہ وہ نجات دہندہ صرف اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوا تھا جو کچھ سختیاں ایک صلح اٹھا سکتا ہے وہ اسے برداشت کرنی پڑیں جہاں تک اسے معلوم ہوا اور ممکن ہو سکا اس نے اس چٹان فانی سے کوچ نہ کیا۔ ہر سختی تر معرکہ میں خدا اس کا محافظ تھا اور بیشک اسکی محافظت محمدؐ کے لئے اطمینان بخش تھی وہ ہر دوسرے جو ایک وحدت پرست یا خدا کے جلال پہلانے والے کے دل میں پیدا ہوتا ہے ناکامیوں کے متواتر شدید حملوں کے وقت سینہ سپر ہو جاتا ہے اور انتہا درجہ کی سختیوں اور ناکامیوں میں بھی وہ دل نہیں مارتا لیکن یہ یہ ہر دوسرے اپنی پوری شان سے ہر ایک کے دل میں طرح طرح کا ہوتا ہے۔

نبی اور غیر نبی کے ہر دوسرے خدا پر بہت بڑا فرق ہے اور اس فرق کو بیان کرنے کے لئے قلم رست

کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں پیدا کئے ہیں جس سے میں فرق کا مفہوم ادا ہو سکے۔ اسلئے میں تجھ کو خاموشی اختیار کرنا ہوں میں اپنے خیال میں جو کچھ مجھے ثابت کرنا تھا کہ چکا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہجرت یا فلاٹ ایک فطری امر تھا اور قانون قدرت کے برخلاف نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیریں پہلے ہی سے دعوت کر گئے تھے مگر حمیت وغیرت نبوت ہرگز اسکی تقصیر نہیں ہوئی کہ اپنے معقدوں کی جان ہلاکت میں چھوڑ کر آپ پہلے ہی سے تشریف لے جاتے ہیں جب ایک ایک شخص کو نکال دیا اور وہ پناہ میں آگئے اسوقت آپ نے ہجرت فرمانے کا قصد کیا حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد بیائی کو اس لئے اپنی جگہ چھوڑ گئے تھے کہ ان سے قریشوں کو کچھ پر خاش نہ تھی محمدؐ کو یقین تھا کہ علیؓ کا بال بیکانہوگا اور اس کے علاوہ علیؓ جنہوں نے بچپن سے اپنے کو محمدؐ کے حوالہ کر دیا تھا بہت خوشی سے اس موت کے آنے کے امیدواری میں لگے رہے جو ان کے پیارے نبی کے لئے تجویز کی گئی تھی حضرت علیؓ کیا مقرر ہے جو رسول اکرمؐ پر ایمان لایا اسکی یہی کیفیت تھی وہ اپنے نبی پر جان دینی اپنی اصلی اور متحق شادانی سمجھتا تھا مرد و عورتوں کی یہی ہی کیفیت تھی چنانچہ حضرت اکبرؓ کی صاحبزادیؓ ایسی قیامت خیز حالت میں ہی شب کو چپ چپا کر کہا نا ہو نچا آتی تھیں یہ وفاداری اور بے جگہ ہی کیا کچھ کم ہے جس کے سر کے لئے سواونٹوں کے انعام کا ڈھنڈورا بٹایا ہوا اور اسیکے لئے روزمرہ کہا نا ایجا نا وہ ہی لوگ تجھ کو اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنہیں اس قسم کے موقع پر پڑے ہیں جتنے محمدؐ کے معقد تھے وہ سب اپنا دہن من تن و با کرنا اپنا فرض جانے تھے بچہ سے ایک نوجوان تک اور نوجوان سے لیکر بوڑھے تک سب کی فریفتگی کی یہی کیفیت تھی۔

کوئی عورت ہو یا مرد و رسولؐ کی محبت کا جوش یکساں سبکی طبیعت میں جوش بار رہا تھا برخلاف گیلیلی کی مچھلی والوں کے جو حضرت علیؓ پر ایمان لائے تھے ایک ہی سچے عقیدہ سے سچی ہوا تھا وہ ہر وقت یہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لے تو آئے ہیں لیکن جب تک آپؐ ہمیں مافوق العادت باتیں یا کرنا نہ کہنا یئنگے ہمارا ایمان آپؐ پر پختہ نہوگا۔ آنحضرتؐ کے مریدوں یا نو مسلموں نے کہی کسی حالت میں یہ نہیں کہا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ ہم آپؐ پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ ان سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیشک عالم کائنات دہندہ اور جتنے ادبیا کہ اس سے پہلے گزر گئے تھے سب سے برتر اور افضل تھا جو قوت آپؐ شریب پہونچے تو شیریں اتنے خوش ہوئے کہ گویا انہیں تمام زمانہ کی نعمت مل گئی اور ان کے گہر لہجہ اگلی۔ ان کے اسلامی جوش کا ابھار مہا اور ان کے ساکن اور بے حس و حرکت سمند میں مد و جزا لٹنے لگا۔ وہ رسول اکرمؐ پر پروانہ کی طرح قربان ہونے کو دوڑے اور آپؐ کو اپنا سردار بنایا۔ ہم ابھی اس عجیب و غریب شخص کو یتیمی اور محض تنہائی کی حالت میں دیکھ چکے ہیں جس نے کہی باپ کی محبت کا حصہ نہیں لیا اور نہ اسے مان کی سرپرستی اور شفقت نصیب ہوئی اسکی ابتدائی زندگی کی

رقت و دلوزی سے پُر تھی اور جو ایک پُر خیال بچپن سے آگے قدم بڑھاتی گئی اس کا بچپن ایسا ہی صاف اور بے لوث تھا جیسا دسکا لڑکپن اسکی جوانی ایسی ہی متعبد و متاض اور پارساہتی جیسے اسکا بچپن اس کے کان ہمیشہ غریب اور مفلسوں درد مندوں کی مصیبت خیر آوازوں کے سننے کے لئے کھلے ہوئے تھے اس کا مصفا قلب خدا کی مخلوق کی سچی بہرہ ریزی اور الفت سے لبالب بہرہ ہوا تھا وہ اس عاجزی اور انکساری صفائی سے قدم اٹھاتا تھا کہ لوگ انگلیاں اٹھا اٹھا کر کہتے تھے وہ الامین جارہے ہیں صادق امین۔ ایک ایمان دار و فاضل دوست فدائی خاوند موتہ اور زندگی کی راز دارانہ باریکیوں کا خیال کرنے والا انسانی کاموں کی کفالت اور ذمہ داری کرنے والا انسانی زندگی اور ارادہ کو سمجھنے والا اسکا خاص منشا اسکی دلی آرزو صرف ایک قوم کی بہنیں بلکہ دنیا کی اصلاح سے تھی اسکی آوازوں کی گونج گو کچہ زمانہ تک عرب کے سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتی رہی لیکن بعد ازاں تمام دنیا میں ان کی موسیقی خیر گونج گونجنے لگی۔

اسکو بہت کچھ اذیت دی گئی لیکن کہی ہی اس نے اُٹ نہ کی۔ اس پر ہر چند طرح طرح کے مظالم توڑے گئے لیکن اس نے کبھی خوف نہ کیا۔ وہ ڈرا یا گیا لیکن کہی گہرے دل پر نہ غالب ہوئی۔ اسکے ارادہ اور کامیابی میں صدا خد خدے اٹھے مگر وہ ایسا ہی مستقل رہا کہ جیسے اول دن ہوا تھا۔ اسکو بات دینے کی بہت سی کوشش کی گئیں مگر وہ اپنی جگہ نہ سرکا۔ اسکے اطوار اور وضع کی عالی منشی۔ عظمت امارت نجابت۔ اس کا از بس پر شوق یقین خدا کے رحم پر۔ اپنے فرض ادا کرنے کی انتہا و جدوجہد کی سرگرمی نے اسکے اوگر دیہت سے جانبازوں اور فاضل شاعروں کا گردہ جمع کر دیا جب قریشوں کی مخالفت کے طوفان خیر بلاؤں نے عروج پکڑا تو ایسی حالت میں ہی اپنی جگہ پر بڑی دلیری اور مردگی سے کھڑا رہا اور جب سب کو بچا دیا آپ ہی اپنے دوستوں میں چلا آیا۔

اپنی قوم کا وہ بوڑھا شخص جس نے ایسی حالت میں ہی جبل ثور میں اپنے سے کم عمر یا کم قدر مادی عمر کے ہادی کا ساتھ دیا کس دلیری اور جانبازی سے پہلو بہ پہلو موجود رہا۔ اور جو یہیں حضرت عیسیٰ طرح اپنے ہادی کو بلایا میں چھوڑ کر لوگوں کے پیچھے دوڑ نہ کھڑا ہو گیا۔

بہم اسی یتیم بے سر و سامان بیکس بچہ کو سلطان اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے والا دیکھنے لگا۔ یہ مخلوق کا سردار۔ مقنن قوانین شریعہ۔ برتر مجسم ٹھٹھ۔ اور باوجود ان تمام بزرگیوں کے وہ ہی نہ کہتے والا اور ایسا ہی منہ معلوم ہوگا اس وقت سے اسکی تاریخ کا سن و یلد کی تاریخ میں جکاؤ نہ تھا غرق ہوتی ہے۔ اس وقت سے وہ پیر پھر جو اپنے پیٹے ہوئے کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے بند لگانا ہے اور کئی دن اس نے بے آب دانہ گزارے ہیں وہ ہی سوطا قوت سلطانوں کا ایک سلطان رسول برتر شہنشاہوں کا ایک شہنشاہ بنیکا۔ کہ جگہ انسانی دلوں پر حکمرانی کرنے میں دنیا میں

بھی نیکے گا۔

مے اپنی اصلی حقیقت کو لوگوں پر بھول دیا کہ میں کیا ہوں اسکی طرز معاشرت کی سنجابت اسکی  
موط دوتھی۔ اسکا تھل اور جرات۔ اور اسکی آتش خیز آرزو جو ایک موزن اور موح سمندر کی  
ہر دم اسکی طبیعت میں اٹھتی تھی اور حسین مخلوق کی ریفاہم لبالب تھی ان سب کا لب لباب  
ایں پر پہچ مین کوٹ کوٹ کر بہا ہوا تھا۔ ان ہی صفات نے اسے سب کا ماسٹر بنا دیا یہ محض نا فکری  
نہ ان ان صفات پر پہچ کوئی اس کی فرمانبرداری نہ کرتا اور اس سے صدق دلی سے بالافتش  
ا۔ اس وقت سے یہ ایک سوال وقت ہے کہ جو نہ ہی مدینہ کے لوگوں نے محمد سے عاقبت حال  
اس پر جان و دل سے قربان ہو گئے اور اس ہمدردی کی آگ جو دن بدن بڑھتی گئی اور جس نے  
تک کہ کل عرب کو گھیر لیا اور ایک خدا کے پیغمبروں کے پاؤں کے نیچے نگر دیا برابر پہنچتی  
ٹھکی کسی تاج و کلخی والے شاہ کی اسکی رعیت نے ایسی اطاعت نہیں کی جتنی کہ اس پیوند  
بے کمل پوش کی دل سے اطاعت و فرمانبرداری کی گئی۔ خدا نے اسے اولوالعزم اور جوی  
میون کی بخشش دی تھی اور وہ اپنی سرگرمی سے دوسرے کو دالہم بتاتا تھا۔

یہ منورہ جسکی بہت سے نام ہیں مکہ شریف کے شمال میں گیارہ دن کی راہ پر ایک آباد شہر  
قع ہے آجکل عظیم الشان قوت کی بازگشت ہے اس زمانہ میں شرب بالکل بے پناہ تھا آنحضرت  
باتے ہی اسکے گرد گہائی کہندوئی تاکہ قریشوں کے جلے پئے حملہ کی روک ہو سکے۔ اس شہر کو کہتے  
ہیں کہ ایک۔۔۔ سردار نے بنایا تھا اور اسکے گرد۔۔۔ ہی اکربس گئے تھے آخر اس شہر شرب کو  
ہوین نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اور یہ وہ یہود ہی تھے جو یہی لونین یونانی اور میون کے  
ست تظلم سے بہاگ کر عرب میں چلے آئے تھے اور انہوں نے حجاز کے شمال کی طرف کے عرب  
میں اپنا ڈھک ڈیرہ ڈالا تھا۔ ان کی بستیوں میں سے بہت بڑی مشہور بستی بنو النضر خیر میں تھی اور  
طرح اور یہی کئی قلعے یہودیوں کے اس پاس قائم تھے۔ علاوہ یہودیوں کے اور کئی قومیں باہم  
صدیوں سے جھگڑا کر رہی تھیں جب تک انہوں نے دین محمدی قبول نہ کیا ان میں  
امن کی صورت نظر نہ آئی۔

جب پیغمبر خدا شرب میں داخل ہوئے تو شرب میں کی یہ صورت تھی آپ کے داخل ہوتے ہی شہر  
میں شے شے کا آغاز ہونے لگا۔ انصار ان ہی لوگوں کو لقب ملا کہ جنہوں نے دین محمدی کی مدد  
کی تھی اور وہ وفادار گروہ جس نے اپنی وطن المودہ کو صرف پیار سے بنی کے لئے چھوڑ دیا تھا ان کو  
مہاجرین کہتے ہیں۔ رسول مقبول نے چاہا کہ انصار اور مہاجرین کو ایک شیر دشکر کر دوں کہ یہ باہم  
کے بہائیوں کی طرح ہو جائیں چنانچہ آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور سب کو گاہائی کر دیا



اسوقت سے پھر یہاں کا نام بدلتا رہتا رہا گیا اور یہ نام انھوں نے اپنے پیار سے نبی کی یادگار میں رکھا اور جبہ اعتقاد کے جو پر غریب تھے۔

پھر ایک مسجد کی رہبان تعمیر شروع ہوئی مگر کچھ ایسے اہل تشدد لگا کر پہرہ کر اس مسجد کی حرمت میں دیا اور اس کے آس پاس چھوٹے چھوٹے مکان تعمیر کرائے کہ یہاں تک کہ وطن آکر نہاہ لیں۔

دوبہائی اس زمین کے ایک حصے پر مسجد بنائی گئی تھی اور انھوں نے بہت فرشی سے وہی زمین مسجد بنانے کے لئے وقف کر دی لیکن چونکہ وہ شیعہ تھے۔ اسلئے زمین اگر ملے ان کی زمین کی حقیقت دیکھ یہ عمارت نہایت سادہ تھی جہاں کوئی شہرت فرما رہی نہ تھی۔ دیواریں اینٹ اور گارے کی تھیں اور چھت کچھور کی چھان۔ جو بڑھ چلا تھی۔ مسجد کا ایک حصہ خاص مسافروں ہی کے لئے تجویز کر دیا گیا تھا۔ اور خاص ان لوگوں کے لئے تھا جو گھر سے تھے۔

اس عاجزانہ عمارت میں جو چیز تھی وہ بالکل ہی سادہ ہی تھی۔ بے فرش زمین پر چھت کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور ان کے پیچھے مختص اور تجار دوست کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کرتے تھے اور آپ یہ یہ وعظ فرماتے تھے۔

جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت نہیں رکھتا اور اپنے بچوں پر مہربان نہیں ہوتا وہی کہیں کہ خدا جہم پر رہبان نہ ہو گا جو سنان کہنے کو کیر اپنا ہے گا خدا اسی بہشت کی پوشاک پہنایگا۔ آپ نے خیرات دینے کے لئے ایسے ایسے جو شیعہ فترے کہے کہ جو ان محرمیوں کے لئے انتہا درجہ کے پیر اثر اور دونوں میں پیدا جانے والے تھے اور وہ یہ ہیں جب خدا نے زمین پیدا کی تو یہ کہیں کہانے اور تہرانے لگی اسلئے اس پر پہاڑ کہئے تاکہ وہ مضبوط ہو جائے۔ فرشتوں نے خدا تعالیٰ سے دریافت کیا اے رب انھیں تیری مخلوق میں کوئی ایسا ہی ہے کہ جو پہاڑوں سے زیادہ قوی ہے خدا نے جواب دیا کہ وہ پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ اسے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

پہاڑوں نے التماس کیا کہ تیری مخلوق میں وہ ہے سے زیادہ مضبوط تر۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں سے ہی زیادہ قوی ہے کہ جو اسے کلا دیتی ہے۔ پہر عرض لگئی اے رب ہمارا آگ سے ہی زیادہ تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے۔ خدا کی طرف سے جواب دیا



آپ کی پرورش اور پرورش خیرات کی فضیلت ثابت کر نیوالی پہچانے جتنوں اور خوشخواروں کو ہر مان بنادیا اپنی فرمایا ہر ایک نیک کام نیک ہے۔ تہا رنڈہ پٹانی سو آپ بانی کی طرف دیکھنا سخاوت ہے۔ ایک گروہ کو نیک کام کر نیکی نصیحت کرنا ہی سخاوت کے نیکے برابر ہے۔ ہٹکے ہوئے کو رستہ بتانا خیرات اور سخاوت ہے۔ اندھے کو رہ بتانا اور مدد کرنا سخاوت ہے۔ شرک پر سے بہتر کنکر یا ہو کر دینے والی چیزوں کو سرکار دنیا اور ایک ہما دنیا یہ بھی خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پانا بھی خیرات ہے۔ وہ شخص اس عالم میں دو لقمہ اور سرخو ہو گا کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی ہے۔ وہ جب مرے گا تو لوگ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کتنا مال چھوڑا لیکن قبر میں فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ تو نیک اعمال کا توشہ کتنا اپنے ساتھ لایا ہے۔

آپ کے معقدون یا صحابہ میں سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ میری ماں ام سعد مر گئی ہے کوئی خیرات سب خیراتوں سے افضل تر ہے کہ جس کے دینے سے اسکی روح پر ثواب پہنچے گا فرمایا: ”پانی“۔ تم خود خیال کرو کہ جب تم پہلے ہوئے ریگستان میں سفر کرو اور تھیں پیاس لگے تو اس وقت

اے کہ چونتو در زمانہ نیت کس + اللہ خلق را فرمادیں،

شہرہ ناد ضعف و دانت کہ تہرہ تو در جود میکن بودی

دودہ مارا دین غم کن جدا دست گیر دست تو دست خدا

حضرت ابن عمرؓ حدیث نبی اکرم نقل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہانٹ جہانٹ کر نعمت دیتا ہے تاکہ ان کے ہاتھوں دوسروں کی شکل کشائی ہو اور جو کوئی اور ان کے دینے میں تجمل کرتا ہے خدا نے تعالیٰ اپنی نعمت اس سے لیکر دوسرے کو دیتا ہے۔ ہلائی روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا کے پاس نبی عمر کے گروہ کے قیدی گرفتار ہو کر آئے آپ نے سب کے قتل کا حکم دیا مگر ایک شخص کو سنبھلے لیا۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ خدا ایک ہے اسکا دین ہی ایک ہے اور ان لوگوں نے جو گناہ کیا ہے وہ بھی ایک ہے ہر اس شخص کو بخشو کیونچہ چھوڑ دیا آپ نے جواب ارشاد کیا کہ خدا اس شخص کی سخاوت کا شکوہ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر چیز ایک ٹرہ ہے اور حسان کا عشرہ نجات کا جلد ہونا ہے نافع بن عمر رضی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

طعام الجواد و دواء و طعام البخیل داس

یہ حدیث میں آیا ہے جسکو خدا زیادہ نعمت دیتا ہے اسکو لوگوں کی زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے پس جو شخص اس نعمت کا متحمل ہو کر ہو سکتا خدا نے تعالیٰ اپنی نعمت اس سے لیتا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

ایسی چیز کو بہت کیا اگر جسکو آگ نہ کہا دے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ احسان۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ نبی اکرم نے فرمایا جنت بھی لوگوں کا گھر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے جنت سے اور لوگوں سے قریب رہتا ہے اور دوزخ سے دور در پخیل اسکے خلاف۔ اور جاہل سخی خدا کے نزدیک پخیل عالم سے بہتر ہے اور سب مفسون میں زیادہ سخت پخیل کا مرض ہے کہ جسکی کوئی دوا نہیں۔ اور فرمایا۔

اصنع المعروف الى من هو اهل والى من ليس باهل فان

اصبت اهل فقد اصبت اهل وان لم تصب اهل وانت من اهل

دو فرمایا۔ میری امت کے ابدال کچھ روزہ نماز کے سبب اہل جنت ہوں گے بلکہ نفس کی سخاوت اور سیدہ کی سلامتی اور مسلمانوں خیر خواہی کے باعث جنت میں جاوے گا دیکھئے حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اکرم کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لئے احسان کے واسطے کئی صورتیں بنادی ہیں ایک یہ کہ خود سلوک کرنا انہیں محبوب ہے دوم محسن پرستی۔ سوم احسان طلبوں کا منہ محنون کی طرف پھیر دیا۔ چہارم ان پر داد و بخش ایسی آسان کر دی ہے جیسے خود اپنے خزانہ رحمت سے کسی غلام کو بخش زمین پر مینہ برسا یا ہے اور زمین کو بار بار در آمدیوں کو زندہ کرتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا آدمی کا ہر ایک سلوک



وہ سیولینزیشن جس پر آج مہذب حصہ یورپ کو بہت بڑا فخر ہے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس کا بانی بھی محمد عربی ہے۔ سیولینزیشن جسکو تمدن کہہ سکتے ہیں اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اور جس نے اسلام کے ارکان میں وہ سب تمدن ہی پر مبنی ہیں۔ مبنی کی پرچون کا اگر ماحصل دیکھا جائے تو صرف یہی بات دیکھی

اور ایماندار حضرت میں جا دیکھئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت سے آدمی اپنے میں کٹا ہر میں بدکار اور رعیت سے تنگ ہیں ان کے خلاف کچھ حرکت میں داخل ہون گئے۔

احد بن قیس ایک شخص کے پاس سے دو پیر لیکر پوچھا کہ کس کا ہے اس نے کہا میرا ہے آپ نے کہا تیرا تو جب ہو گا جب تیرے ہاتھ سے حلاوا ہو گا۔ ششہر مال حبش تک ہمارے جانا نہیں۔ آدمی کے کام میں آنا نہیں + واصل بن عطا کا نام غزال ہے جس نے کہا کہ کیا کرے غزالوں نے کاتے ڈالوں میں بیٹھتا اور جب کوئی عورت ضعیف دیکھتا اسکو کچھ دیر کرتے۔

اصحٰبؓ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی حسین کو عتاب آمیز زعمہ لکھا جبکہ مطلب تھا کہ تم شغل کو بیوں دیا کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا مال بہتر ہے جس سے موت بچے۔

سفیان بن عیینہ سے کہتے ہیں کہ حضرت ابیہ نے کہا کہ سناؤ کہ یہ ہم سے کونسا ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ سونے کے بے ارز خاویا کی ضرورت اپنے مال سے رفع کرے۔ سیرت باب کو پچاس ہزار درم سرکہ میں پہنچے تھے اور سبکو تھلہ بن عیینہ نے کہا کہ یہاں تک کہ بن قیسیم کو دیتے۔ اور کہا کہ میں خدا سے اپنے بھائیوں کے لئے جنت بڑا کرتا ہوں۔ پہرالی سے ان کے ساتھ تھلہ کیوں بخل کروں یہ سب سبھی ہو گا حضرت حسن فرماتے ہیں کہ موجود چیز کو بہتر مان جنت والا نہایت درجہ کی سخاوت ہے ایک حکیم سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگوں سے تم اپنے نزدیک سے کونسا کو محبوب سمجھتے ہو اس نے کہا جس کے پیچھے زیادہ پیار ہو اس شخص سے بہر پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہیں ہے تم سے زیادہ سلوک کیا ہو اس نے کہا کہ یہ چھوٹے ہیں نہ زیادہ سادہ کیا ہو۔

عبد الغفر بن مردان کہتے ہیں کہ جو آدمی چھوٹا اپنے ساتھ سلوک کرے دے تو جہد سیرا احسان اس پر ہو گا اس قدر میں اسکا اپنے اوپر جاتا ہوں۔ خلیفہ مہدی نے شعیب بن شعیب سے پوچھا کہ میرے گھر میں تم نے لوگوں کا کیا حال دیکھا۔ کہا کہ امیر المؤمنین میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص ہمارے ہاں حاجت لیکر آیا وہ ناکام نہیں گیا۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر کے سامنے دو شعر پڑھے جبکہ مضمون یہ تھا کہ احسان جب ہی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہوا اس نے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو لینے والا کو مستحق دیکھنے خدا کی راہ میں دے اور اہل قربات کو عطا کرے ورنہ احسان کرنا نہ چاہئے۔

عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس بات سے تو آدمی بخیل ہو جاتا ہے میں لوگوں پر اپنے مال کی بوجھ کر دنگا کر دے اچھے لوگوں کو پہونچا تو وہ سختی ہی ہے اور جو بدوں کو پونجیگا تو میری شان کے لائق ہو گا حضرت عائشہ کی خادمہ کا بیان ہے کہ ابن زبیر نے ایک لاکھ اسی ہزار درم دو گون میں حضرت عائشہ کو بھیجے اپنے طباقوں میں بہر بہر سبکو بانٹ دیا جب روزہ کھانے کا وقت آیا تو میری مالک نے کہا مانا گیا میں نے روٹی اور دیتوں کا تیل آگے لاکر رکھ دیا اور میں نے عرض کیا اپنے آٹا یہ تقسیم کر دیا یہ نہ ہو گا کہ اپنے لئے ایک درم ہی بچا کر تین کے میں گوشت لاکر تو ہوں لیکن حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ تو نے پہلے مجھے کیوں نہیں کہا۔

ابان بن عثمان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عباس کو کچھ فریو پوچھا جانا چاہا۔ اسے اور کوئی تدبیر تو بنائی تمام قریشیوں کے سرداروں سے یہ ہوا کہ کہنا لایا کہ عبد اللہ بن عباس کے ہاں کل جھگ کی دعوت ہے۔

دوسرے دن وہ لوگ علی بیضا جہ اگر جمع ہونے لگے کہ میں جگہ ہی نہ رہی اب وہ جہان ہے کہ یہ کیا بات ہے آخر بڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہ ہے ظان شخص جھگہ ذلیل کرنے کے لئے یہ حال چلا ہے اپنے لئے فوراً بیوہ عمو کو اگر اپنے ناخواندہ لیکن ناخواندہ ہاتھوں کے آگے کہا اور کئی دینے ذمہ کر کر دیکھیں چڑھوا دین اتنی دیر کہانا تیار ہوتا رہا انہیں اوہ ہوا دہر کی ہاتھوں

کراخت باہمی اور پہانی جارہ قائم کرو اور تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالو۔ آپ نے صدیوں کے جھگڑوں کو ٹھیکوں میں مبتلا دیا وہ جھگڑے جبین لاکھوں کا خون ہو چکا تھا اور ہزاروں گہرائیوں میں گئے تھے یہ انہیں آباد کیا اور گزشتہ خون کی پتھر مکافات کی۔ یہ نہ شان محمدی ہی ہے جسے بہت دلوں میں

میں لگا یا جب کہنا تیار ہو چکا تو انہیں بڑی غلط و مدارات سے کھلا یا وہ کہانی کر چلے گئے پھر عبداللہ نے اپنے کاربزاروں سے ہٹا کر دریافت کیا کہ آج کے زمانے میں کتنا خرچ ہو اسے انہوں نے حساب بتایا پھر دریافت کیا کہ اگر روزمرہ آٹا خرچ ہو جائے تو یہیں کوئی برادر تو نہیں ہو سکتے گا کہ یہ دازوں نے جواب دیا حضور بنیں آپ نے ارشاد کیا اچھا تو ان پہاڑوں سے ہر آدمی کو ملے ہے کہ ہمیشہ جب کہ میں کہنا کر دو۔

مصدق بن زبیر نے لکھا ہے کہ ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لینگے اور وہاں سے پھر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب ان پونچے تو امام حسین نے اپنے پہانی حسن سے کہا کہ تم معاویہ سے نہ ملنا نہ انہیں سلام کرنا امام حسن نے فرمایا انہیں میں ملوں گا کیوں کہ معاویہ کا مجھ پر بہت بڑا دین ہے۔ چنانچہ سوار ہو کر تشریف لینگے اور اپنے ذمہ کا قرض یاد دلایا۔ اسی زمانہ میں ہی ہزار دینارے ایک اونٹنی لدی ہوئی سنے آئی اسپر اس قدر جوہر تھا کہ اسکی ٹانگیں چدری ہوئی جاتی تھیں۔ معاویہ نے دیت کر کہا اس اونٹنی پر کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اسی ہزار دینار میں امیر معاویہ نے فرمایا کہ یہ نہ دینا تھو اونٹنی کے امام حسن علیہ السلام کے گھر پہنچا دو۔ اللہ کہ یہ بہ سخاوت ہے کہ اٹا اپنا ہی فرض لینا اور سپر یہ فیاضانہ بخشش۔

ماقدی لکھتے ہیں کہ میرے والد محمد و اقدی نے خلیفہ مامون کو لکھا کہ مجھ پر قرض بہت ہے اور اب مجھے بے ادا کئے رہا انہیں جانا خلیفہ نے اس توقع کی بشت پر لکھا کہ تم ایسے آدمی ہو کہ جبین و صفین مجمع میں ایک تو سخاوت اچھلنے پھارے باس کہ نہ راد رسر گیا کہ جس کا حق کرنے کی اپنا حالی ہم سے نہ کہا۔ ایک لاکھ درم کا میں نے تمہارے لئے وزیر خزانہ کو حکم دیدیا ہے اگر خاطر خواہ وہ تمہاری حاجت روائی کے لئے ملے گا تو خوب ہاتھ پھیلاؤ اور لوگوں کو دوزخ و رقص و تہاراجی ہے خود کردہ راجہ علیج اور جو بوقت تم خلیفہ شہ کی طرف سے قاضی ہے ایک حدیث تم نے مجھے بیان کی تھی کہ محمد بن اسحاق زہری حضرت انس سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر بن عوام سے فرمایا۔ اے زبیر جان کہہ کہ بندوں کے ذوق کی کنجیاں عرش کے مقابل میں جقدر کوئی بندہ خرچ کر لے کہ اسے بقدر اسد تعالیٰ اسے سیدھا تھا ہے جو زیادہ کرتا ہے اسکے لئے زیادہ اور جو کم کرتا ہے اسکے لئے کم اتنی اور تم مجھ سے جانتے ہو اقدی لکھتے ہیں کہ بخدا اسون کے ایک لاکھ درم مجھے زیادہ محبوب نہ معلوم ہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلایا اچھا معلوم ہوا۔

جو حدیثیں رسول اکرم کی مختلف کتب احادیث سے نقل کی گئیں ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے مسلمانوں کے ہاں خیرات و سخاوت کا رواج ہے اور اسکو صلہ دین سمجھا گیا ہے اب کسی مذہب میں نہیں تھا اور رسول اکرم کی ان احادیث نے مسلمانوں پر جتنا اثر کیا وہ بھی کچھ معتبر تیار خون سے کھلا اور آگے لکھتا ہوں جو بعد زہری اور راجوت باہمی مسلمانوں میں تھی نہ کسی قوم میں ہوئی نہ ائیدہ سوئی انہوں نے اپنی سخی اکرم کے حکم کے آگے نہ صرف اپنا مال آرام اور جبین صدقہ کر دیا بلکہ اپنی جانیں تک نشانہ کر دیں اور بہر خیر ہی سمجھا مسلمان جان کر نہ تھے کہ یہ بہر خیر ہے بلکہ اپنے کو شمس کرتے تھے۔ مثلاً ایک شخص نے حضرت امام حسن سے اپنی کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا اسے شخص بڑا حق مجھ پر بہت ہے اور میں یہ بھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ تجھ کو کیا دون اور جقدر میرے خیال میں کچھ دینا چاہیے میرے پاس نہیں ہے۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ میں تجھ کو ہی حاضر کر سکتا ہوں بشرطیکہ تو اسے قبول کر لے اور مجھ کو زیادہ دینے کے لئے کسی تحلف اور دیکھ کی حاجت نہ پڑے اس شخص نے کہا کہ جو کچھ اسے ابن رسول اللہ اب غایت فرمایا میں اب کچھ شکریہوں گا اور اگر نہ دینگے امین میں انکو معذور سمجھوں گا۔ پھر اپنے اپنے کاربزاروں کو بلا با اور ان سے کہا کہ میں لاکھ درم میں سے جو کچھ میں بیان لے آؤ اور تو نے مجھ سے ہزار درم لار کہہ دے پھر اپنے فرمایا کہ یا نودینار یہی ہے انہوں نے کہا حضور جو میں کہتا ہوں یہی ہے یا نودینار اور مجھ سے ہزار درم اس شخص نے حوالے کئے جب وہ دیکھ چکا گیا تو ملازمین نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اب نہ کوئی درم ہے نہ دینا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا اس کا ثواب بہت بڑا ہو گا۔

جس زمانہ میں حضرت ابن عباس لکھو کے عامل تھے وہاں کے نظری ایک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ایک شخص ہمارے حساب میں رہتا ہے اور وہ دن کو دوزخہ کہتا ہے رات کو جانتا ہے کہ غفلت انتہا درجہ پہلے ہے آج اسکی مینی کا علاج ہے کہ انوس بہت ہے کہ اسکے پاس ایک چتر بھی ہیں جو چیز میں دینے کو نہیں ہے یہ شے بھی ابن عباس اہل کفر سے ہوئے اور ان قاریوں کو اپنے گھر کے ایک کمرہ میں لینگے بھی سے ایک ہندو ق کا قاضی کو لا اور ان سے کہا کہ جابر بن علی ان ہمیں سے اٹھا اور اسکے گھر پہنچو کہ ہم اسکی



شاہون اور گداؤں کو ایک کر دیا اور یہ کہہا کہ کل مومن آپس میں بہائی ہیں۔ محمد نے بنی ہونے پر یہی ہمیشہ ہی دعائیں کی میرے اخلاق درست ہوں اور مجھے مکارم اخلاق کا سب سے زیادہ حصہ ملے۔ اسلئے دین محمد ہی کی بنیاد اخلاق پر رکھی گئی ہے اور دنیا میں کوئی قوم اخلاق میں مسلمانوں سے زیادہ فخر نہیں کر سکتی۔ آپ یہ دعائیں لگا کر تے تھے اللہم حسن خلقہ وخلقہ اور فرماتے "اللہم جنبی منکر الخلق" یعنی اے الہی میرا ظاہر و باطن اچھا کر اور مجھ کو برے اخلاق سے علیحدہ کر۔ یہ نبی کی شان ہے کہ جو اعلیٰ درجہ کی خلق

ہو گی کہ وہ دین کر دین اسلئے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس دلی اند کو روپیہ دیکر اسکی ریافت و عبادت میں خل ہوں۔ چنانچہ یہی کہا گیا۔ اور اسکی بیٹی نہایت عمدگی سے دواغ ہو گئی۔

جس زمانہ میں عبداللہ بن سعد مصر کا گورنر تھا ایک خوفناک قحط سال بڑی جہانگیر اس بچارہ سے ہوسکا اسنے خواجہ ابی گہ کا خرچ کیا۔ اور کسی شخص کو تکلیف میں نہ رہنے دیا۔ یہاں تک کہ گورنری سے معزول ہو گیا اسوقت اسیر حساس لاکھ درم کا درجن تیار کیا گیا کہ ہر روپیہ اس نے خواجہ اور سائین کو بانٹا تھا۔ سو اگر ان کے پاس اپنی سورت کا زیور تھا تو اسے بیچ دین گزرتے تو سود اگروں نے کہا کہ حضرت روپیہ بیچ کر گناہ گنا گناہ دیان سے عید اللہ نہ کہہا کہ اس گنہ کو فروخت کر کے تم اپنا روپیہ لیلو اور جو کچھ بچے وہ میری طرف سے ان سائین کو دیدو کہ جنکو میں نہ دیکھا تھا۔

اور علی بن کثیر سے جو شیعوں میں ایک شخص نے سوال کیا کہ علی کے نام پر مجھے اپنا فلان باغ دیدو وہ انہوں نے کہا کہ میں نے وہ باغ اور دوسرا باغ جو اس سے کئی درجہ بڑا ہے علی کے نام پر مجھے دیا۔

ابو مرثد ایک سخی شخص تھا اس کی تعریف ایک شاعر نے کی اس نے کہا کہ میں غلامت ہوں مجھے کچھ دے نہیں سکتا۔ مان یہہ ہو سکتا ہے کہ قاضی کے مان تو مجھ پر ہزار درم کی ناش کر میں اقبال دعوت دہوں گا جب میں قید ہوں گا خواہ مخواہ روپیہ دیکر میرے گہر داسے مجھے جہر ایسے شاعر نے ویسا ہی کیا اور ایک ہزار درم اس کے رشتہ داروں سے لیلے۔

محسن بن زائدہ جس زمانہ میں کربلا کا حال تھا اسکے عہد میں ایک شاعر آیا لیکن اپنی کوشش کے بعد بھی بار بار بد درگاہ سلطان بنوا آخر۔ شاعر نے اس کے ایک خادم کو گناہ نہ دیا اور اس سے کہا کہ جو وقت میرا باغ میں تشریف لجا دین مجھے مطلع کیجو۔ خادم میرے عین موقع پر شاعر کو اطلاع دی۔ شاعر نے ایک شعر لکھ کر اس ہرمین دالہ شاعر کے کارہ پر اسے سیر کرنے آئے تھے۔

جب امیر ومان سے گزرتے تو اس لکڑی کو اٹھا کر دیکھا۔ شاعر کو بلوایا اور دس ہزار درم اسکو عنایت کے لئے لکڑی

جس پر شعر لکھا ہوا تھا۔ اے سخاوت معن تو ہی اس سے کہ میرا سوال ۴ کوئی اس تک ہی نہیں تیرے ہوا میرا شمع

اپنے سرانہ رکھیا صبح کو ہر اس لکڑی کو اٹھا کر دیکھا ہر ایک لاکھ درم دوسرے دن اسے ہلا کر اور یہی دسے شاعر یہہ

سمجھا کہ کہیں مجھے یہ فز کثیر واپس نہ کر لیا جائے وہ ایک لاکھ درم ہزار درم بیکر جو ہوا تیرے دن پہرا کرنے اسے بلوایا

لیکن وہ دمان نہ تھا امیر نے فرمایا کہ اس اگر وہ شاعر نہ جانا تو میں اسے یہاں تک دینا کہ میرے پاس ایک ہی درم نہ رہتا

ابو الحسن مدائنی لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام حسن جین اور عبداللہ بن جعفر چم کرنے تشریف لیکے راہ میں یہہ بنیون

ہا جزا دے قافلہ سے بچ گئے۔ اب پیاس اور بھوک کا ان پر غلبہ ہوا یہہ ایوانہ نظرون میں چاروں طرف تکتے لگے ری

دیکر کی تلاش میں ایک جھونپڑہ دکھائی دیا وہاں یہہ بنیون صا جزا دے پوچھے اس جھونپڑہ میں ایک بڑا سیٹھی ہوئی تھی حضرت

امام حسن نے دریافت کیا کہ اے صنیفہ کیا تیرے پاس بانی ہے کہا دو دو رکھا ہوا ہے۔ بنیون صا جزا دے دے دو دیا ہر ایک

کو تیرے پاس کچھ کہانے کو ہر اس نے کہا کہ کہانے کو تو تیرے پاس کچھ نہیں ہے صرف بہر کر ہی کہہ رہی ہے اگر تم میں سے ایسے

کوئی دیکر دے اور صاف کر دے تو میں اپنی بکا دوں گی حضرت امام حسن نے اسکی تعیل ظہری اس بڑے خوراکہا تیار کر دیا

بنیون صا جزا دے نے بہر کر خوب میٹ بہر کر کیا یا جلتے وقت اس بڑا سیٹھی سے کہا کہ ہم تیرے چم کرنے جانے میں اگر تو

مدینہ منورہ لائے گی تو ہم اسکا معاوضہ دیتے۔ یہہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔ اتنے میں اسکا خادم نکلا اور اسے اپنی بکری کو چا

اٹنے سا حال بیان کر دیا وہ غضب ناک ہو کر کہتے لگا کہ تو عجیب دیوانی ہے خبر نہیں کہ کون دم دیکر بکری کہاں کر لیتا



خدا الغفر امر بالمعروف و انہی عن المنکر والجلین

یعنی جو پاک صاف کرنا اور کہہ نیک کار کو اور گزارہ کرنا ہوتا ہے۔ خدا نے تعالیٰ کی تین ہی تنبیہ ہے کہ تو غفور سیکہ۔ اور جانوں سے گزارہ کر پھر ان مجبورین آیا ہے۔

ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتاخذى القرى ونهى عن الفحشاء والمنكر والبغى

یعنی اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور — اور ان کے دینے کو۔

اور سن کر کتاب ہے بے حیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو۔ جس شخص نے اس کے خلاف کیا وہ اپنے گویا خدا کے خلاف کیا اور جس نے خدا کے خلاف کیا وہ مسلمان ہی کہتا ہے۔ اور پھر قرآن میں آیا ہے،

واصلو علی ما اصابکم ان ذالک من عظم الامور

اور سہا رجو کچھ تجھ پر ہے بیشک یہ میں ہمت کے کام خدا کے اسی حکم نے محمد کو ایسا ہی جگہ پر مستحکم کر دیا کہ جیہ تک خدا کی سچی وحدت کے عالم سے نہ ملو بلکہ باز نہیں آیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

والمن صبر و غفران ذالک من عظم الامور

اللہ تجھے سہا اور عاف کیا بیشک یہ کام ہمت کے ہیں

من نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تعلیم کہ جو قانون قدرت کے واقف ہے کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہو

سعد بن خالد بہت بڑا مورخ مشہور تھا جو کچھ اس کے پاس ہوا وہ اپنے قلم سے لکھ کر اس کے پاس رکھ دیتا تھا۔ اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ ایک بار اس کے پاس لوگوں نے جتنے جہیز لکھا اسی جہیز کا جب زیادہ فرض ہو گیا تو سیدنا ابن مسعودؓ اس کے پاس آیا۔ اس سلطان کو سعد بن خالد کی کیفیت خوب معلوم تھی صورت دیکھتے ہی کہا آپ معلوم ہوا ہے کہ قروض منادہ ہو گئے ہیں کیا؟

تیس ہزار دینار کا من قروض من سلیمان نے ساٹھ ہزار دینار سے دے دیے۔

لکھا ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار ہوا۔ اقارب ان کی عیادت کو نہ آئے انہوں نے سبب یافت کیا کہ کوئی میری عیادت نہ کرے۔ کہ وہ آپ کے مفروض ہیں آپ نے ایسے مرض کی حالت میں اس کی عیادت نہ کی۔

اس قسم کی ہزاروں روایتیں ہیں کہ جن سے اسلام کی شان معلوم ہوتی ہے۔ جو شخص کو سوس اور دینار سے مست ہو گا اسے تو یہ سچا نہیں معلوم ہونے لگا کہ جس نے حجت قومی کا راجہ کیا ہے اور عین ان ذلت کو جانتا ہے وہ خوب سمجھ جائے گا کہ محمدؐ کی کو

ساتھ پرچہ و شیون اور گندہ دیوں کو عالم کا مذہب تھی ذلیق عالم بنادیا۔ جہاں تک میرا تاریخی علم کو بھی دینا ہے میں۔

اجسک کسی جگہ کی پرچہ میں یہ اثر نہیں دیکھا۔

انہ اس خیالی سے کہ میں محمدی ہوں بلکہ بحیث ایک محقق ہونے کے میرا فرض ہے کہ میں جو کچھ ہوں تاریخ اور واقعات کے حوالہ لاکھوں اسلامی کتابیں جن سے میرا یہ بہت کچھ سبق حاصل کیا ہے مسلمانان کی تہذیب اور شہسازوں کی سے بہرہ بری ہوئی ہیں۔ اور جو پچران میں بیان ہوا ہے انسانی زندگی کے سوارنے کی تہذیب میں بتائی گئی ہے وہ دیکھ کر غریب میں جتنا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔

پہر قرآن میں آیا ہے فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين یعنی - سو معاف کر اور درگزر کر ان سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے نیکی والوں سے۔ اور پہر قرآن مجید میں آیا ہے ولیعفو وليصفحوا الا تجنون ان يعفم الله لکم۔ یعنی اور چاہے معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے، قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ ادفع بالحقھی احسن فاذا الذی بدینک و بینہ عداوة کا نہ ولی حمیم یعنی جواب میں تو کہ اس سے بہتر پہر جو تو دیکھے تو جمہین تجہین دشمنی تھی وہ دوست داری نہ آگالا۔ اور جگہ میں ہے۔ انکاظین العیظ والعاظین عن الذاس واللہ یحب المحسنین، یعنی، "ماتے ہیں غصہ کو اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے نیکی والوں کو، پہر فرمایا۔ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ یعنی بچتے رہو بہت ہمہ تن کرنے سے مقرر بعضے ہمت گناہ ہے اور بید نہ ٹو کو سیکار اور برا نہ کہو پیچھے ایک دوسرے کو۔

اس الا شان نبی کی یہ تعلیم تھی جو اس نے اپنی امت کو فراموشی اور اولوالعزمی سے دی۔ آپ بہت نعرہ شور سے فرمایا کرتے تھے کہ "لین اسے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کر دوں۔ یہی تمام عمر گوشہ رہی اور یہی آپ نے اپنی امت کو سکھایا جب خدا کی طرف سے تعلیم پوری ہو چکی تو وہ نبی کی شان میں فرماتا ہے۔ "انک لعلی خلق عظیم"، اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر، پہر آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ کا مکارم اخلاق کو پسند کرتا ہے اور انہیں سے بڑے اخلاق سے، "فقرت رکھتا ہے،

ایک دن طے کے قیدی آنحضرت کی خدمت میں حاضر کئے گئے ایک لڑکی یہی ان میں تھی اس نے باوہ عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھے رہا فرما دیں کیونکہ میں اپنی قوم کے قبائل کی سرداری بیٹی ہوں لوگ چھپرہ نینگے میرا آپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہائی دیتا تھا بہو کے کا پیٹ بہرتا تھا۔ اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہیں یہہر میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ محمد نے کہا اے لڑکی یہہ صفت ہے ایمانداروں کی ہے اور پہر فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو۔ اس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی جسکی طرف ہکو نہ بلایا ہوا اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا جس سے ہکو ڈرایا نہوا اور نہ منع کیا ہوا آپ اکثر یہی فرمایا کرتے تھے، "ان الله یامر بالعدل والاحسان الایہ"، اللہ حکم کرتا ہے انصاف کر نیکا اور نیکی کرنے کا،۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم یہہ نصیحت کیا کرتے تھے۔ "اے معاذ میں تجھکو وصیت کرتا ہوں خدا نے تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور مہایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل اور کوتاہ کرنے اہل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور عزت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور میں تجھکو منع کرتا ہوں

کہ کسی کو گالی مت دینا۔

اور سچے شخص کو جھوٹا مت پھیرنا اور کسی گنہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین میں فساد مت کرنا اور تہجد کو وصیت کرنا ہونے سے ڈرنے کی۔ اور یہ کہ ہر گناہ پر توبہ نہ کرنا پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لئے ظاہر،

مجھ جی تعلیم ہمیشہ اسی قسم کی رہی اور جس سچی صفات الہی سے مخلوق خدا کو بہرہ ور کیا ہے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عادل تھا۔ اسکی بارسائی ہی اس کی شان کے مساوی تھی۔

اسکی خدات کی دہوم تمام عالم میں مچ رہی تھی۔ وہ اپنے بایں دنیا و دہوم شب کو نہ رہتا تھا اور اگر کبھی کچھ بچ رہتا اور کوئی لینے والا نہ ملتا اور شب ہو جاتی پہر ہی وہ اپنے مکان میں نہ آتا جب تک کہ اس دنیا یا دہوم کو کسی محتاج کو نہ دے دیتا۔ جو کچھ اسے حاصل ہوتا۔ صرف اپنی سال بہر کی غذا کہہ لیتا اور

وہ ہی سب سے زیادہ اثران اور سہل الوصول خزا اور جو کی ہوتی تھی اور جو کچھ تھجا اسکی راہ پر چھا جوں کو دیدیتا اس سال بہر کی قوت میں سے ہی مساکین کو دیتا تھا آپ ہو کار تہا مگر دوسرے کے پیٹ بہر کی زیادہ نہ کر رہتی۔ کئی کئی دن کا سپر فاقہ گزر جاتا اور وہ اف نہ کرتا۔ اپنے ہاتھ سے ہمیشہ اپنی جوتی

گناہ کرتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے میں پیوند لگاتا۔ اور آپ اپنے گہر کا سارا کام کرتا۔ اسکی جیا ہی سب سے زیادہ تھی وہ کسی کے چہرہ کی طرف آنکھ بہر کر ہی نہ دیکھتا۔ وہ بکشا دہ دلی آرا دا و غلام دونوں کی دعوت منظور کرتا تھا۔ اور جو شخص خوشی سے ہدیہ لاتا اس سے زیادہ خوشی سے قبول کرتا چاہے

دود کا ایک گھونٹ ہو یا خرگوش کی ران ہو۔ اور پہر ہدیہ کی مکافات کرتا۔ نوڈیون باندیون اور انتہا درجہ کی مساکین کی دعوت قبول کرتا تھا۔ اور جو شخص خوشی سے ہدیہ لاتا اس سے زیادہ خوشی سے قبول کرتا اور کبھی کسی قسم کی شرم ان کے گہر جانے میں نہ کرتا۔ اس نے کبھی غصہ نہ کیا اور غصہ والوں کو ہمیشہ ناپسند کیا

اسنے کبھی کسی کا احسان نہیں لیا ایک دفعہ ایک سخت شعر کہ میں مشرکون نے ایک درخواست دی کہ اگر حکم ہو تو ہم آپکی طرف سے آپکے مخالفین سے جنگ کریں آپنے فرمایا کہ میں مشرکون کا احسان لینا نہیں چاہتا حالانکہ وہ آپ پر سخت وقت تھا مخالفین کثرت سے تھے اور اپنی گردہ کی تعداد کچھ بھی نہ تھی۔

اسنے کبھی یہ تکلف کہانے کی خواہش نہ کی جو کا دل یا صرف روٹی یا خربا یہ اسکی روزمرہ کی خوراک تھا نہ پہنے ہوئے گوشت کی قید تھی۔ نہ گیون کی جلی کی روٹی نہ روٹی کے ساتھ شہد کی غرض جو کچھ ملتا بہت خوشی اور سادگی سے کھا لیتا۔ اس کا گیون کی روٹی سے تازیت تین دن تک برابر پٹ نہیں پیرا

یسے کوئی تین دن تمام عمر میں ایسے نصیب نہیں ہوئے کہ اس پر جلال شہنشاہوں کے ایک شہنشاہ نے گیون کی روٹی پیٹ بہر کر کہا ئی ہو۔ کیا اب ہی کوئی مخالف اسلام بہرہ کھاتا ہے کہ مجھ کو بی کی باتیں اور ترکیبیں نا ئش حاصل کرنے کی تمہیں۔ کیا اب ہی کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق میں سے

باتیں اور ترکیبیں نا ئش حاصل کرنے کی تمہیں۔ کیا اب ہی کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق میں سے

باتیں اور ترکیبیں نا ئش حاصل کرنے کی تمہیں۔ کیا اب ہی کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق میں سے

تیسرا باب سواج  
برتر نہ تھا۔ وہ اپنی زلیبت ہی میں لاکھوں قلوب پر حکومت کرنے لگا تھا مگر اس نے کبھی اپنی  
شوکت و نیکی حکمرانوں کی طرح نہ چاہی۔ وہ جیسا مفلسی اور بیکیسی یا تنہائی میں جلیں اور غریب  
مسکین تھا وہ وہی حالت شوکت و اہمیل کرنے اور لاکھوں دون کو اپنا کرشمہ میں ہی اسکی تھی۔ ہمیشہ  
اسی چوڑے مین رنگی اس کی جبین سے سرو سامانی کی حالت میں رہتا تھا۔ اس کا خادم  
کہتا ہے کہ جتنی بی نے میری خدمت کی تھی میں نے بنی کی بنین کی۔ اس نے کبھی کسی گھر یا کام کے لئے  
مجھے نہ کہا یا جو کچھ میں نے کر دیا اعتراض نہ کیا نہ مجھے منع کیا اور جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ آپ اس کے  
میل۔ اپنی قوم میں سے کوئی شخص بلایا ہوتا آپ کئی کئی بار اسکی عیادت کے لئے جاتے نہ کسی قسم کا تکلف  
تھا اور نہ غائبش تھی۔ کبھی سترہ چلتے وقت کسی کو ساتھ اردلی میں نہیں لیا خوشخوار و ششون میں تھا  
اس کے افعال کردار میں تکبر کا نام و نشان ہی نہ تھا لیکن ان اس علمی اور مسکینی پر ہی وہ سب باوقار  
تھا اور اس کا یہ وقار فطرتی تھا۔ جہین فطرت کے پورے ہنر کی بالکل معلوم ہوتی تھی۔ نہایت باطنی مگر مختصر  
کلام کرتا۔ خندہ پشانی سے جیسا دوستوں سے باتیں کرتا ایسا ہی اپنی بہن بیکہ چہرہ سے دشمنوں کو بھی  
نہونے دیتا۔ اس نے دنیاوی کسی بات پر تعجب نہ کیا ان فطرت کے گوناگون کرشموں کو دیکھا اور  
ان میں خوب فکر کرتا۔ کپڑے پہنے میں ہی اسے کچھ تکلف نہ تھا۔ وہ لاکھوں روپوں کا تاج اپنے سر پر  
رکھتا تھا لیکن معمولی پیٹے ہوئے پیوند دار کپڑے کا عمامہ باندھے رہتا کبھی چھوٹا سا کنبیل او کبھی  
مین کی چادر و کبھی صوف کا جبہ جو مبلغ مال سے ملتا اپنے استعمال میں لاتا۔ اسنے کبھی اپنی بیار  
کے ساتھ اپنے غلام کو نہیں چلا یا۔ اگر دو سواریاں میر نہ آتی تھیں تو غلام کو پیچھے بیٹھا لیتا تھا۔ وہ  
ہر سواری پر بشوق سوار ہوتا تھا۔ کبھی اونٹ پر کبھی گھوڑے پر کبھی دراز گوش پر کبھی سبزہ چھر پر کبھی  
پاؤدہ یا کبھی برہنہ یا کبھی بلا عمامہ چلا اور اسے ان حالتوں میں رہ کر نہ سخت ہوتی تھی نہ نرم تھی  
خوشبودن سے ہمیشہ رغبت تھی فقیروں مسکین اور یتیموں کے ساتھ پہلو بہ پہلو بیٹھتا ان کو کہانا  
کہلاتا اور ان کے ساتھ آپ بھی بیٹھ کر کہانا کہاتا۔ کبھی اس پاک نفس نے کسی کو نہ جھٹلایا جو عند حسن  
پیش کیا وہ بخوشی قبول کر لیا۔ کبھی اس نے سچے سچ کے سوا کچھ نہیں کہا۔ وہ کبھی کبھی مسکراتا تھا مگر وہ  
کبھی نہ ہنسا۔ آپ اپنے ملازمین کو اپنے ساتھ بیٹھا کر کہلاتے اور اپنے برابر کھاتے۔ اسکا  
سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا وہ سب ہماری اصلاح کے لئے تھا۔ اور اس سے بہت بہت کچھ نکات حاصل  
ہوتے تھے۔ اور مسکین سبق لیتے تھے۔ اس نے کبھی کسی مسکین پر بادشاہ وقت کو ترجیح نہ دی ایک  
مجلس میں دونوں سے ایک برتاؤ کرتا۔ یہاں اس امی نبی کی صفات ہیں کہ جو دیوہا یتیم معصوم بچہ  
جس کی پرورش جہان کے وحشیوں اور گندڑوں میں محبت بیکیسی کی حالت میں ہوتی تھی۔ ایسے بچہ  
کا کہ جس نے کبھی باپ کی سرپرستی دیکھی نہ مان کی مانتا پھر ہی آغوش کی گرجی کہانی وہ ایسا نہ



مصلح ہو کہ نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہوگا اس سے کیا پایا جاتا ہے صرف یہی کہ فطرت اسکی خود معلوم ہوتی اور پہلے ہی سے نورانی علم و فضل کے جلوے اس کے دماغ اور دل میں چمک چکے تھے۔ یہہ حالات تمام کتب احادیث سے منتخب کر کے لکھیں میں اور جو ایسے ہی معتبر ہیں کہ جیسے کوئی منصف شخص ادارہ کر سکتا ہے۔

ارڈنگ لکھتا ہے کہ نہایت مشہور اور مہذب خیراتون میں زبان کی خیرات ہے کہ جس کی محمد نے عقلندی سے بنیاد ڈالی۔

بصرہ کا ایک باشندہ مدینہ میں آیا اور محمد کا دین قبول کر کے اسنے التماس کیا کہ آپ اچھے جاں نثار کی مجھے کچھ ہدایت فرمائیے محمد نے کہا کسی کی بُرائی نہ کیجئے۔ اسوقت سے وہ لکھتا ہے کہ میں نے کبھی کسی کی بُرائی نہ کی نہ منہ پر نہ عنیت میں۔

اسلام کی تعلیم ہی اخلاق و تہذیب پر زیادہ مبنی ہے حدیث میں آیا ہے کہ گھر میں رہنے والوں اور اپنے جانے والوں کو سلام کرو اور دوستوں راہگیروں وغیروں کے سلاموں کا بخندہ پیشانی سے جواب دو جو شخص سوار ہے اسکا فرض ہے کہ پیدل کو سلام کرے اور پیادہ کا فرض ہے کہ بیٹھ ہوئے کو سلام کرے اور ایک چھوٹا گروہ بڑے گروہ کو اور ایک جوان آدمی بڑے آدمی کو جیسا کہ مفصل ذیل حدیث میں بیان ہوا ہے۔

یسلمہ الراکب علی الماشی و الماشی علی القاعد و الفلیل علی الکنیز و الصغیر علی الکبیر ہمارے نبی کی نرم گفتاری عظیم الشان شوکت حاصل ہونے پر یہی ویسی ہی تھی جیسی غریبی اور بیکسی میں لیکن یہودیوں نے اگر محمد سے کہا السلام علیک (یعنی اے محمد تجھے موت آئے) آپ نے جواب دیا علیکم۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا بل علیکم السلام واللہ۔ اس پر آپ نے فرمایا اے عائشہ خدا انرحمی کو پسند کرتا ہے اب خیال کرنے کی جگہ ہے کہ جس نے کبھی نہ صرف اپنے مخالفوں کا بلکہ دین کے دشمنوں کا بھی دل آرزو نہیں کیا اور ان پر مہربان ہی رہا یہی ان سے بتلانی بات نہ کی تو وہ مخلوق کا رحمت کیون نہ ہوگا اور اسکی فضیلت اور ابتیاء میں کیون نہ تسلیم کی جائے گی۔

اس مستثنیٰ اور سب سے مخلوق میں برتر اور افضل ذات نے کبھی کسی سے جتنے کہ اپنے معقدوں۔ ملازمین اور غلاموں سے ہی تعظیم نہ چاہی۔ حضرت انس آپ کے غلام کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک کوئی شخص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر ہمارا دستور تھا جب آپ کو دیکھتے تھے تو کہڑے نہوتے تھے اپنے کہ بہر امر آپ پسند فرما چکے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب تم مجھے دیکھا کرو کہڑے نہو اگر وہ مجھے بھی کرتے ہیں۔ معاذیرہ کی روایت کے بموجب ابو داؤد و ترمذی یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

من سران ینزل لہ الرجال و قیاماً فلیتو مقعداً من الناس

یعنی جس شخص کو یہ اچھا معلوم ہو کہ لوگ اس کے لئے کہڑے رہیں تو چاہئے وہ اپنی جگہ و درجہ میں بیٹھا

اس انگساری اور سکینی کو دیکھ کر ہی کیا کوئی نہا نصف محمد پر یہ نام دیا۔ چکار  
دولت اور شوکت حاصل کرنے کے لئے یہ ساری ترکیبیں کیں۔ اگر کہ یہ وہ سب سے پہلے  
سے محمد کے سوانح عمری پر بغور نظر کر لیا تو اسے یہ ضرور کہل جائیگا کہ محمد شہید  
اسکی لائف ایسے ایسے فیکٹس سے پر ہے کہ خلو دیکھ کر جتنا تعجب آتا ہے اس قدر حیرت  
ہو جائیگا ہے۔ اسکی جتنی ہدایتیں تھیں وہ صرف یگانگت اور یا ہی انداز میں ملنا  
تھا کہ کوئی شاہ و گدا امیر و فقیر و دو زمین بلکہ باہم یکے پر ایٹوم کی طرح جو جاتا  
لا یقہ الرجل الرجل عن مجلسہ ثم مجلس فیہ ولكن تو سہرا  
یعنی چاہئے کہ ایک شخص دوسرے کو اسکی نشست گاہ سے ادھار خود اس کے لئے  
اور کتا دگی کرو۔

[illegible]

سچی تہذیب اور سیولیزیشن کا پودہ ہر ہر جگہ لہلہانہ لگے۔ بس یہی آرزو رہی اور ایک لے اس نے  
اپنی جان ہمیشہ خطرون میں پہنائی آخر اولوالعزم بہادری نے ارادہ کا پورے پوری کامیابی کے ساتھ  
اپنے ارادہ پر دہوم دہوم سے کامیاب ہو چکا تھا۔ وحشت کی عظمت مٹ گئی اور علم و دانش کی  
نور چکا۔

جو کچھ اس نے بتایا اور ہمیں سکھایا ہمارے روحانی ترقی کے لئے کافی تھا۔ پھر روحانی قابلیت ہم  
 بخوبی بڑھا سکتے ہیں اور سچی وحدت پرستی آسکتی ہے بشرطیکہ ہم صدق دل سے اس کا احادیث کو دیکھیں  
 اور ان پر عمل کریں۔

واشنگٹن جو ایک متعصب مفسد ہے اور جو بڑے آئینہ شرف کے سلسلے میں غریب لکھتے ہیں مجھے کسے چال چلن پر یہ دیکھ کر کتنا ہنسے۔ اس شخص کا تعلق شخص کی تہذیب سے زمانہ میں ایسا ہے پر شرتی اس شخص اپنی نرم گفتاری سے خوشخوار دشمنوں کو اپنا کر لیا تھا اور یہ سب اسکی نرم گفتاری ہی کا اثر تھا کہ اسکے دوست اس پر اپنی جان قربان کرتے تھے اور اسی باعث سے دن بدن اسکی عزت زیادہ ہوتی گئی۔

یہودیوں کی طرف سے بھی کی اعلیٰ درجہ کی شان ہے کہ اسکے دشمن ہی اسکی صفات کے قابل ہوں گو وہ  
حقارت انگیز الفاظ پر یہودیوں کو یہ بیان کریں جس نے ہمیشہ سچ بولنے اور وعدہ ایفا کرنے کی تاکید کی  
ان یہودیوں کو یہ بات نہ کہنے سے منع کیا اس سے زیادہ اور کون شخص سچی تہذیب سکھا سکتا ہے  
پیشانی اور مسلم عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں آنحضرت نے فرمایا جس شخص میں یہ چار چیزیں  
ہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ یا منافق ہے۔ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور پانچوں وقت نماز پڑھے اور کہے  
کہ میں مومن ہوں۔ اول جب بات کہے جو ٹ بولے دوم جب وعدہ کرے پورا کرے۔ اور چنانچہ  
مہر کی جاوے تو غیبت کرے۔ اور جب کسی سے جھگڑے تو یہودہ بکے، ظاہری پرستش اور  
روزہ نماز پر دین محمدی منحصر نہیں ہے بلکہ عدل اور تہذیب پر مبنی ہے۔ یہ چار چیزیں جہنم  
پولٹیکل ماربل سوئیل اصول منحصر نہیں اسلام کے اعلیٰ اور برتر اصول مقرر کئے گئے ہیں۔  
کیا ایسے دین پر کوئی مضحکہ اڑا سکتا ہے۔ کیا یہہر روشن اصول حقارت کرنے کے قابل ہیں کیا یہ  
نیکیاں اور ان کا بانی ناشائستہ الفاظ سے یاد کرنے کے قابل ہے۔ کیا ان افضل تر باتوں پر کوئی  
منہ آسکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہی اسلام ہے اور یہی اسکے اہول میں خدا کرے ان کی عظمت کو  
تمام عالم قبول کرے اور صدق دل سے ان پر ایمان لائے۔ آمین ثم آمین۔

### (چوتھا باب)

(قریش اور یہودیوں کی تاریخ)

(۱۹ اپریل ۱۹۲۲ء سے ۲۷ مئی ۱۹۲۲ء تک)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ پہنچنے نے مکینوں اور مدینہ کے یہودیوں میں  
ایک خوفناک متوجہ پیدا کر دیا۔ آپکا مدینہ منورہ تشریف لے آنا بہت مبارک اور اسلام کے لئے بہت  
بہا۔ فطرت ہی کو یہہ منظور تھا کہ کی طرح ملی اپنے طیش انگیز جوش کو پورے طور سے ایک حد  
تک کام میں لاسکیں اور چہاں تک ان سے ہو سکے سچے دین کا مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ان کی سرکشی  
اور نجات اور مخالفت کا کیا اثر پڑتا ہے اور سچا دین دن بدن ان کے خیال کے خلاف ترقی کرتا جا  
ہے۔ ابھی چند روز کے لئے فطرت کو یہہ منظور نہ تھا کہ اس فساد خیز زمین میں جب تک یہہ ہر قسم کی  
شر و فساد سے پاک ہو جائے معصوم ذات پیغمبر کی رہے مصلحتاً نبی کو مدینہ آنا پڑا اور یہہ مدینہ آنا نبی  
اور اسکے صحابہ کے لئے اکبر کا حکم رکھتا تھا۔ بعض کوتاہ اندیش اور نا فہم عقول بعض وقت اپنی  
تراشیدہ اور ہنسٹم طبیعت سے نبی کی ہجرت یا فلاٹ پر یہ اعتراض جاتے ہیں کہ نبی مقادیر  
کی تاب نہ لاکر مدینہ کا فور ہو گئے۔ اگر ایک دہرین اور فہم نظر اس اعتراض کی فطرت کی وقعت کا  
دیکھ سکی تو اسے بخوبی یہہ اظہار ہو جائے گا کہ جو کچھ محمد نے اپنے کو ظاہر کیا اور جو کچھ محمد نے دیکھا

وہ اظہار اور دعوے اس ہجرت کے مطابق پڑتا ہے اور کسی قسم کی مخالفت نہیں ہوتی محمدؐ نے کہی نہیں کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں یا مجھ میں خدائی صفات موجود ہیں۔ محمدؐ نے کہی نہیں کہا کہ میں تم میں سے نہیں ہوں یعنی انسان نہیں ہوں۔ محمدؐ نے کہی اسکا دعوے نہیں کیا کہ میرے برابر قوی کوئی نہیں ہے۔ محمدؐ نے کہی یہ اظہار کرنا نہ چاہا کہ میں سودو سویا نہ را آدمیوں پر تنہا غالب آسکتا ہوں۔ یا میں خشک زمین سے جسے نکال سکتا ہوں یا پہاڑوں کو ٹکرا سکتا ہوں یا یہ کہ سکتا ہوں اور وہ کر سکتا ہوں اسخ اگر کہا تو یہ کہا کہ میں تمہارے طرح سے آدمی ہوں اور تمہاری ہی قوم میں سے ہوں صرف میں نہیں اسکا پیغام پہنچاتا ہوں اگر تم نے قبول کر لیا مہین نجات دارین ہو جائے گی اور جو تم نے نہ مانا میں صبر کرونگا اور پھر خدا میرا اور تمہارا فیصلہ کرے گا۔ اس نے کہی کوئی بات نہ کی جب تک کہ خدا کی تائید اپنے راوے کے ساتھ نہ ملے گی اس کی جہانی اور روحی قوتیں صرف خدا کے بہرہ و سرپرستی تھیں وہ اپنے خیال سے کوئی کام نہ کرتا تھا جب تک اس میں خدائی مرضی نہ شریک ہوتی ہو غرض اس کا جو کوئی کام تھا اس سے غرض صرف یہی تھی کہ کسی طرح ریفارم ہو اگر اپنے گھر سے وہ نہ نکلتا اور اپنے کو دشمنوں کا بے نتیجہ شکار کر دیتا تو بہرحال ہدایت کے لئے وہ بھیجا گیا تھا وہ ادھر بھی رہا جاتی اور اس کی جو ابدی اس کو۔۔۔ کرنی پڑتی تھیں مقہ سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر ریل گاڑی اپنی پوری تیزی میں آرمی ہو اور ہم لین پر سامنے کھڑے ہوں یہ لیا ہماری بہادری اور دلیری اسکی مقتضی ہوگی کہ ہم سینہ تانے ہوئے اس آتے ہوئے انجن کے سامنے کھڑے ہوں یا یہ عقلمندی اور دانائی ہے کہ ہم ہتھیائیں اور اس سے جانے دیں جب اسٹیم کی قوت کا سامنا ہو وہ انجن کھڑے ہو جائے گا ہم اس پر قبضہ پاسکتے ہیں اور پھر وہ ہمارا مطیع بن سکتا ہے۔ اس طرح جب غمہ لیون نے بنی کو جو تھا تھا بہرہ تلواروں سے گھیر لیا اور اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے تو بمقتضائے فطر انسانی اور دانائی یا ریفارمری کے اسکا فرض تھا کہ ان نابکار کوتاہ اندیش دشمنوں سے اپنی پاک فرجام اور اسکو اس مقدس کام کی طرف رجوع کرنا جس کے لئے وہ بھیجا گیا تھا۔ یہہ حالت اور واقعات مورت دیکھ کر متعصب مقررین کے اعتراضات مہنہ کے بل گر پڑتے ہیں اور پھر انہیں سوائے حقیقت و حقائق کے اور کچھ نہیں بھائی دیتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو دو گروہ موافقین یا پیروان کے ہو گئے ایک وہ گروہ تھا جس نے بنی سے پہلے یا بنی کی ہجرت کے کچھ دن بعد اپنے مال و فہ و دین مکہ کو چھوڑ دیا اور وہ مدینہ میں آگئے تھے ان کو مہاجرین کہتے ہیں اور ایک گروہ تھا کہ جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے اور انہوں نے محمدؐ کی مدد کی تھی ان کو انصار کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ پھر اگر وہ اور بھی آئے وہ مخالفین کا تھا انہیں یہودی کہتے تھے۔

مسابق الذکر گروہ بنی پر اپنی جانیں قربان کرنے پر آمادہ تھے۔ ان کی محبت بنی کے ساتھ ایسی تھی

لا انتہا تھی کہ جیسے بنی کو اپنی اصلاح کا خیال۔ ان کا اعتقاد بنی کی طرف سے حد تک پہنچ گیا تھا۔ مہاجرین نے صرف اپنے پیارے بنی کے لئے اپنا وطن اپنا دیس چھوڑ دیا اپنے گھر جنمیں وہ پشت و پشت سے زندگی بسر کرتے تھے چھوڑ آئے تھے نہ صرف وطن اور پیارے گھر دن ہی کو چھوڑا تھا بلکہ اپنے اس فریق اور کنبہ کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا تھا کہ جن سے صد سال سے تعلق چلا آنا تھا صراطِ اسلام کے لئے وہ ان کے دشمن ہو گئے اور انہیں اپنے پیارے بنی کی حمایت میں تمام جہان کو چھوڑنا کچھ ہی بات بنوا۔ جہان وہ اپنے پیارے بنی کو بیٹھا ہوا دیکھتے تھے ان کے لئے وہ ہی وطن و مہم کنبہ تھا اور بنی کے خلاف حصّوں میں وہ سب کو اپنا دشمن جانتے تھے اور انہیں ان سے کچھ تعلق نہ تھا۔ وہ بہادر صی سے طرح طرح کے آزار اور رنج جو ان پر وقتاً فوقتاً پڑتے تھے سہتے تھے اور اس میں انہیں خوشی تھی وہ اس امتحان میں پورے اترنے کی کوشش میں تھے کہ جو ان کا مالک ان کا لبریا تھا یہ لوگ جو اپنے وطنوں سے آئے تھے ان کو کچھ بھی سہارا اپنی زندگی بسر کرنا تھا۔ اس استقبال اور پیشوائی کا جو مدنیہ والوں نے کیون یا مہاجرین کی کی تھی اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ان کے جوشیلے محبت اور کچھتی کے جذبے عجیب و غریب دلوں سے اٹھتے تھے انہوں نے اپنے سگے بیابانوں کی طرح ان کی آؤ بھکت کی انہوں نے ان بے سروسامان مہاجرین کو اپنا دنیوی سامان تقسیم کر دیا تھا اور جہان تک ان سے ممکن ہوا اپنے آنے والوں کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اس اتحاد اور دلی یگانگت نے جسکی امی بنی نے لوگوں کے دلوں میں بنیاد ڈالی تھی انہیں ایک دوسرے کا شیفہ بنا دیا وہ باہم مل ملکر شہر و شکر ہو گئے اور ان کے باہمی بہائی چارہ سے اصول اسلام کی سچی شوکت ہو عید آئی۔

انصار اور مہاجرین ایک دوسرے پر اپنی جان فدا کرتے تھے اور بیگانگی کی صورت بالکل مٹ گئی تھی سب ملکر فدا کے کاموں میں اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالنے کو موجود تھے وہ پروا ان کی طرح اپنے بنی کے گرد جمع رہتے تھے اور جو کچھ ان کا پیارا بنی ارشاد کرتا تھا اس کے احکام کی سچا آوری ان کے لئے سببِ احت اور دوا محی شادمانی کے حصول کی راہ تھی۔

وہ جوش اور ان کے ابھرتے ہوئے جذبے جن سے ان گروہوں نے اپنے کو نئے دین کا شیفہ بنایا بنا ایک عجیب لطف پیدا کر رہے تھے۔ ان کے اولوالعزم ارادے اور اٹھتی ہوئی انگلیں کیا با کچھ سمان دکھاری تھیں وہ صدق دل سے اسلام پر اپنا دھن من تن قربان کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن اپنی یگانگت اور دلی اتحاد سے اپنے کو قوی ترجاتے تھے ان کی زردین صرف یہی تھیں کہ وہ اشاعتِ دین اسلام میں کوشش کریں اور دین کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر زمین ان کی جگہ پر خواہیں اپنی بنی کی ہدایت پر چلنے کی ہتیں۔ ان کی امیدیں









غیر اسلام یا یہودیوں کو دے جانے کے لائق تھے وہ ہی بتلائے گئے۔ پہلے پہل تو یہودیوں نے  
 میں میل جول قائم کرنے والی کارروائی کو ناپسند کیا لیکن جب انہوں نے سمجھا اور سہ چاؤ سہ اسراس  
 بن اپنا فائدہ دیکھا تو انہوں نے بخوشی اس قسم کے عہد و پیمان کے ساتھ رضا مندی ظاہر کی۔ یہ عہد  
 پیمان جو ابن ہشام کے صفحہ ۱۰۷ میں بلفظ درج ہے ہمیشہ کے لئے مفید ثابت ہوا مگر یہ عہد صاحب  
 بن مطہر بن ہشام کے ہاں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس عہد و پیمان پر عمل درآمد میں اسی زمانہ تک تھا لیکن بعد  
 ان نہیں ہوا اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ تاریخ اسلام ملاحظہ فرمائے تو اس غیر نتیجہ  
 فراض کرینکا موقع نہ ملتا کیا ایسا عظیم الشان کام ایک وحشی یا صحرائی خواب میں کر سکتا ہے یہ تو  
 یہ بہت بڑے اسٹیشن (مدبر امور سلطنت) کا کام ہے کہ جس نے سخت مخالف جہرگوں کو ملا کر شہر  
 لکر دیا اور ان کو باہم ایسی عہد و پیمان کی سی میں جکڑ دیا کہ یہ وہ اس سے اپنے کو نہ نکال سکے۔

یہ صاحب جس کو صحرائی اور کمر و خواب میں سمجھتے ہیں یہ اس کا کام ہے کیا ایسی حالت میں اور یہی  
 ہی نوشتہ پیچیدہ کو یہ نصیب ہوا کیا ایسے زبردست دشمنوں میں کسی نے ہی یہ اتحاد قائم کر دیا  
 غالباً تاریخ دیکھنے والے ہی کہیں کہ نہیں مگر جو تاریخ نہیں جانتے اور اندازہ نہ دیتے یا ان کی جان  
 ان کی نا ارضی کا گناہ عظیم ان کی جہالت کی گردن پر ہیکل خدا نے محمد کو اس لئے بجا ہا کہ  
 وہ خدا کی طرح طرح کی مخلوق کو ایک کنبہ بنا دے اور سلطنت جمہوری کی بنیاد ڈال دے پہلے قاتل  
 کوئی سزا نہ تھی لیکن محمد نے قاتل کی سزا قتل قرار دی اور دیت یا خون بہا ہی مقرر کی کہ اگر مقتول  
 ہرشتہ دار راہی ہوں تو وہ قاتل سے مقتول کی خون بہا لیکر خون بخشی کر سکتے ہیں۔ باہم جو کچھ  
 مسلمانوں میں جمہوری سلطنت کے اصول قائم کئے تھے وہ یہ اصول تھے۔ صلہ اور خلیفہ کی حالت  
 بان کل مسلمانوں پر عائد ہوگی انہیں سے کسی ایک یا دو شخص کو یہ بھی نہیں اختیار ہوگا کہ وہ  
 دوسری جنگ کا اعلان دے یا خود ہی صلہ کرے۔

وہی جو ہماری سلطنت جمہوری میں پناہ گزین ہوں گے ہر حالت میں ہمارا فرض ہوگا کہ ہم  
 ان کی حفاظت کریں اور ان کے آگے بیرونی حملوں پر سب سے پہلے ہوں گے ان کے حقوق ایسے ہی ہوں  
 کہ جیسے مسلمانوں کے وہ مسلمانوں کے پہلو پہلو عہد و پیمان پر جتنا ہوں گے اور ان سے کوئی  
 فرض نہ کرے گا۔

رب بین یہودیوں کی جتنی قومیں آباد ہیں مثلاً عوف۔ بخار۔ حہم۔ عوس یہ سب شاخیں  
 یہ نظر سے دیکھی جائیں گی اور انہیں اتحاد دی گئی ہے کہ وہ کہیں کہلا اپنے دین کے ارکان مسلمانوں  
 طرح اور ان کوئی فرق نہ آئیگا۔ گنہگار خواہ یہودی ہو یا مسلمان سزا دیا جائیگا۔ اگر کوئی دشمن شہر  
 حملہ کرے تو یہودی مسلمانوں کے ساتھ ہو کر اس کو پس پا کرنے کے لئے میدان جنگ میں آئیں گے۔

ہو گا اس کے لیے ہی حقوق پہن گئے۔ جو ہم پر کسی کی رعایت نہ کی جائے گی خواہ کوئی سرور ہو یا عام شخص ہو سب ایک دوسرے کی عزت کرتے اور بھجوت پیش آئیں گے۔

تمام گناہ جہاد اور قضیوں کی انتہا سمجھی جائے گی اور اب آئندہ سے گوشمٹش کی جائے گی کہ باہم مخالف اور متضاد گروہوں کا اتحاد قائم رہے اور دن بدن یہ اتفاق بڑھتا چلا جائے وہ پیارا معصوم بنی اسرائیل آیا تھا اور اسے خدا کی متفرق مخلوق کو ایک کاسہ کی صورت میں کر دیا۔ اسکی یہی تاکید رہتی تھی اور یہی اسکی پریم کا مطالب تھا کہ باہم اتحاد قائم کرو اور اس نے کہا کہ مسلمان سب ایک پسین بہانی میں جس اتحاد پر کراچ مہذب دنیا کو فخر ہے اس اتحاد کا دنیا میں اصلی بانی محمد عربی تھا۔

اس اتحاد قائم ہونے سے اتحاد عربوں کی کمزوری اور دیا اور اب وہ اپنی مخالفتیں بے نتیجہ دیکھنے لگے۔ حیرتی اخلاقی اور روحانی سبقت کے تمام بشری قوموں کا اسے سردار اور محبہ پرست تسلیم کر دیا یا غیر اسلام بھی اس کے فیصلوں پر جو محض انصاف پر مبنی تھے سب جھک گئے اور انہوں نے اسے اپنا سردار تسلیم کر لیا۔

و اما من ہذا صفات ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲۔ اس معابد کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ عظیم الشان آئینہ بین کریم کی بدست کارزدانی کی ہے

میں نے جس تہذیب سے بیانی چار اقام کیا وہ اب مضبوط ہے کہ قیامت تک نہیں مٹے گا یہ وہ دوسری بات ہے کہ مجھے اپنی بد اخلاقی کے سبب اس کی حقیقی امانی کو ہلاک کیا ہو یا نہ کیا اسکی تحقیق کو نظر انداز کر دیا ہو یہ بھی اگر ہم اپنی فطرت سے باز آئیں اور دیکھیں کہ اتحاد کے بین کیا گیا شرے کے چشمہ اور مذاق انسانی کے مین کے قدر لیں گے کیا تو بہتر اپنے ہی کے انوائ کی محبت معلوم ہوگی اور پھر ہم تجھیکہ کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے تمام قابل فخر ہے۔ بین زندگی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کے لئے جو نے کوئی بات نہیں چھوڑی اگر ہم خود ہی اندھے ہو جائیں اور اپنے نامیار کے بندوں کے بدولت ان حقیقی احادیث نہ دیکھیں جو محبت مہمانی چارے کی نفسیت ظاہر کر رہی ہیں تو ہماری انتہا دور کی بد نصیبی ہے اور ہمارے عمل نہ کرنے سے وہی ان حقیقی احادیث کی وہ ہی عظمت برقرار رہے گی کہ جو ہمارے عمل کرنے سے ہوئی۔ یہ بہت عجیب ہے۔ مگر نہ عید بروز شہر چشم۔ چشمہ آفتاب راجہ گناہ۔ دو

یہ بھی ہے کہ الفت خوش خلق کا نتیجہ ہے اور حیدر شاہ خلق کا ثمرہ ہے خوش خلقی آپس کی دوستی اپنی موافقت کا مرہب ہوتی ہے اور یہ خلقی حسن مذاق اور مدافعی پیدا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے، ایک مملی خلق عظیم، یعنی اور توبہ پیدا ہوا ہے جسے خلق پر یہ قرآن مشرین کی تعلیم ہے خدا خلق کی صفت کو جسے محبت پیدا ہوتی ہے اسے اسے بد کرنا ہے کہ جس سے اس نے اپنے ہی کی پر کی ہے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”اکثر ما یدخل الناس الجنة لخلقی اللہ وحسن الخلق ود

یعنی جو چیز جن میں داخل کرے گی وہ اللہ تعالیٰ کا ڈار اور خوش خلقی ہے (نزدی) دعا کر دایت و ابوہریرہ (اللہ اکبر رسول اکرم کی تعلیم کی بدست اور پراش ہے کہ ایک ایک لفظ دل میں بیٹھا چلا جائے اپنے نجات داریں ہی گویا اتحاد پر منحصر کہی ہے صاحب کبر جنتی کہیں ہو سکتا ہے۔ دوامی خوشی نہیں نصیب ہو سکتی۔

پھر حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں کہ میں نے غرض کیا یا رسول اکرم فطرت نے زندگی کو مدارج اعلیٰ پر پہنچانے کے لئے جو چیزیں نصبت کئے ساتھ ان کو بخشی ہیں ان میں سے بہتر کوئی چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خوش خلقی۔ اور یہ حدیث میں آیا ہے۔

”بعثت لائمحاسن الاخلاق دو یعنی میں اس لئے بھیجا گیا کہ محاسن اخلاق کو پورا کروں۔ اس سے عادت ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا یہی محمد عربی صرت محاسن اخلاق کے پورا کرنے کے لئے بعثت ہوا تھا تاکہ محاسن اخلاق کو پورا کرنے سے اتحاد قائم ہو جائے پھر فرمایا، اقل ما یضع فی لہیان خلق حسن دیکھئے سب سے بہاری نیکی جو میزان میں کٹی جائے گی خوش خلقی ہوگی۔ اس سے زیادہ کسی اور خلق کا قول اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس خلق کو اعلیٰ ترین نیکی قرار دیا ہے یہ خلق ہی ہے کہ جو اتحاد کی بنیاد دونوں میں جاتا ہے۔ (ابو داؤد و ترمذی و تہذیب) اور ابی و درانی پھر رسول اکرم نے فرمایا جکی صورت دیرت اچھی ہوگی اسکو آگ اذیت نہ دے گی۔ اپنے حضرت ابوہریرہ غزوہ

(ہجرت کا دوسرا سال ۶۲۳ء سے ۶۲۴ء تک)

یہودیوں کی تین قومیں جو مدینہ میں رہتی تھیں اور جو سب زیادہ ہر گز اور مستعجب تھیں اس عہد یمان پر متفق نہ ہوئیں لیکن جب انہوں نے اپنی کوششیں محض بیکار دیکھیں اور اٹھا ایسا نقصان ہوتا ہوا پایا تو بخوشی اس عہد نامہ پر دستخط کرنے کے لئے وہ تیار ہو گئیں اور انہوں نے کل شرط سے اتفاق ظاہر کیا۔ یہ تو سب کچھ تھا مگر رسول اکرم کی مہربانی شفقت خوش خلقی نے ذرا ہی یہودیوں کو مطمئن نہ کیا۔ ان کے حاسدانہ اور تلخ تر جذبے انہیں محمد کی طرف سے مطمئن ہونے دیتے تھے۔ ان کے دلوں میں دشمنی اور عداوت باہمی کے نقوش ہو رہے تھے ان کے خیالات میں تذبذب اور شبہ لبالب بھر ہوئے تھے ان کی مشتبہ طبیعتیں خود انہیں بچھین کہتی تھیں۔ رسول اکرم کی جتنی باتیں تھیں وہ سب سادہ سیدھی جھین سوکے

ارشاد فرمایا۔

”اے ابو ہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حسن خلق کیا چیز ہے۔ فرمایا تو نے جس سے بچے جدا ہوا اور صاف کرے اسکو جو تمہارے ظلم کرے اور دیوے اسکو جو تمہارے محروم رکھے۔“

اگرچہ منفر قول پر غور کیا جاوے گا تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں اگر کام بڑے بڑے فضلاء کی نصیحتیں مع کی جائیں گی تو اس انداز کی ایک ہی نہ نکلیں اسلام میں اس سے زیادہ فیکل اور کوئی تسلیم ہی نہیں کی گئی۔ رسول اکرم نے بسطرح کی جلیبی انکساری تہذیب کی تعلیم دی ہے اسکا قانون قدرت سے بہت تعلق ہے کیا کوئی دین ایسے روشن اصول پر جو دین اسلام کے ہیں مگر کشتائے طہافت و محبت کے نقش دون پر کرے لے ہمدرد حیثیوں کی کتابیں پڑھی ہیں۔ قرآن خریف بین ہی بنی بظاہر اور باتوں کے اسی پر زیادہ رزور دیا گیا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”لو الفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفقت بین قلوبہم ولكن اللہ

الف بلیہم دو یعنی اگر توضیح کرنا جو سارے ملک میں ہے تمام نہ الفت دے سکتا ان کے دل میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت دلی انہیں۔ کلام مجید کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خدا کا بہت بڑا کام تھا یعنی باہمی الفت پیدا کرنا اس سے صاف ظاہر ہو کہ جو مخلوق اللہ سے الفت نہیں رکھتی وہ خدا کے نافرمان ہے۔ ان پر کسی اسکی برکتیں نازل نہ ہوں گی

یہ خدا کی بیوٹ کی برائی اور اس سے زبرد کے لئے ارشاد فرمایا۔ ”واعصموا لیل اللہ جمیعاً ولا تقواوا ذکراً“ نعمتہ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالفت بین قلوبہم فاصبحتم منجمۃ اخواناً وکنت علی شفا حفرة من النار فالفت منہا کذا لک لیسین اللہ لکم آیتہ لعلمکم یہ ہندون آدو میے اور فطرت کا ذکر دسی اسکی سب مکارا و بیوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو کہ ان اللہ کا پناہ اور جب ہے تم آپس میں دشمنی ہر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہونے کے نقص ہے یہاں اور تم نے تیار ہر آیت کے لئے ہے ہر قوم اس سے خلاص کیا اسی طرح ہوتا ہے اللہ نے نشان اپنی شاید تیار ہر آیت الفت کی یہ شری شان ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں تو گو ان میں نام محبت نہیں ہے وہ اس کے گہرے کے کنارہ پر ہیں کہ جس میں کرتے ہی وہ میس جاتے اور پھر انہیں اس آگ سے نجات ہوگی اس آیت میں الفت سے مراد الفت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (طبرانی در معجم احقاق برہت جابرا) ”ان اقر بکم فی مجلسنا احسانکم و اخلاقاً الموطون الکنافا الذین یالمون ویلغون دو یعنی تم میں سے زیادہ قریب مجھے شکست میں وہ لوگ ہیں کہ خلق میں پاچہ میں اور جن کے پہلو دوسرے کے لئے نرم ہیں اور وہ اور دن سے الفت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے الفت کرتے ہیں۔ جو شخص مسلمان ہو کر اپنے بہائی مسلمان الفت نہیں کرتا وہ ہرگز رسول اللہ کا پیارا نہیں ہے۔ جب وہ پیارا ہوا تو اسکا اسلام قبول کرنا اور اپنے کو مسلمان کناسی پچھ ہے۔ پھر فرمایا (طبرانی داہم برہت ایت ہمل بین سجد و حاکم برہت ابی ہریرہ) ”المومن الف بالوف ولا یخفیمن لایالف ولا یوفت دریغے ایماندار الفت کرنے والا اور الفت کیا گیا ہوتا ہے اور اس شخص میں خیر نہیں جو الفت نہ کرے اور نہ اس سے کوئی الفت کرے۔“

یہاں بھی انداز دیکھا گیا اور محبت کے بارہ میں رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ اللہ کا کئے کے ہرگز وہ ہی ہے جس نے نیک دوست بد اللہ اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اسکو نیک دوست دیتا ہے کہ اگر وہ پھوٹے تو یاد دلاوے اور یاد کرے تو اس کی مدد کرے، اور فرمایا کہ جب میں نے دو بیانی ملتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھرتا ہے اور دوا یا مذا جب کہی ملتے ہیں تو اللہ کا ایک کدو کر کے ہر کسی کا کہہ کر کہہ دے دلوہی دیتا ہے پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے بہائی مسلمان سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ کا جنت میں اسکو لیے



اسکے اور کچھ نہ تھا کہ ظلم نہ کر کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ رحم کو اپنا اور نہنا بچھونا بنا دیا بھی الفت و محبت قائم رکھو۔ یہ نیک باتیں انہیں بڑی لگین اسلئے کہ ان کی گہٹی میں تو تمام جہان کی برائیاں بھری ہوئی تھیں بہلا وہ ان نیکیوں کو کیونکر قبول کرتے اور ان سے ان روشن اصول پر کیونکر غلط راہ ہو سکتا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور وہ بیڑک اٹھے اور پیارے معصوم نبی کی مخالفت پر لوٹ پڑے اور اسے ظریم اذیت دینی جا ہی ان کے نامبارک جذبے ان کی طبیعتوں میں نہ رک سکے اور یکایک ان کا ابھار ہوا جب شہ سوال کیا کہ تم نے بت پرستی یا دین اسلام پسند کیا تو انہوں نے کہل کہل کہا کہ ہم اپنی بت پرستی اور اس کی برائیوں کے اگے دین اسلام اور اسکے برترین اصول کو کچھ مال نہیں سمجھتے دین اسلام سے نفرت ہے اور بت پرستی قبول

عالی درجہ پرہیزگاروں کے اسکو کسی عمل سے اس کا غنا نصیب نہ ہو و پرہیزگاریوں سے اس کو فانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ کی خدمت میں اتنا سنا کیا کہ مجھ پر آپ نے محبت فی اللہ ہے فرمایا کہ انکو مردہ ہو کر میں نے رسول اکرم کو زندہ سنا ہے، ہاں تمہارے دے دن کچھ لوگوں کے لئے عیش کے گرد و سیران بچھیل گئی ان کے چہرے چہرے جو میں رات کے جاگنے کے اندھون گئے۔ لوگ گہراونیکے اور ڈرنیکے اور وہ نہ گہراونیکے اور نہ ڈرنیکے اور وہ اللہ کے ولی ہیں نہ ان پر خوف ہیں نہ وہ غم کریں نہ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ سنانے والے ہیں محبت فی اللہ کے لئے بت صاف ہیں اگر کسی سے محبت کہیں تو صرف اللہ کی نام کی محبت کر سکتی ہے چاہے کہ جو مرتے دم تک دونوں سے لبریا متیا نہ ہو یعنی یہ ہیں زیبا بین ہیں کہ ہم اپنی کوئی عرض حاصل کرنے کے لئے چند ذرے کے اسطو کسی سے محبت کرنے لگیں اور جب ہمارا مطلب نکل آوے اسکو دھنا بتائیں یہ محبت نہیں ہے بلکہ دھوکا اور فریب ہی ہے بلکہ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیانی سے صرف اس لئے محبت کرے کہ خدا کے فضلے نے بار بار ارشاد کیا ہے اور اسلام کا ایسا فتنہ ہے جسے اپنا فرض سمجھ کر دھوکے سے محبت کرے نہ اپنی کوئی آرزو حاصل کرنے کے لئے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عورت کے گرد و نیکے ممبر ہون گئے ان پر ایک قوم جلوہ فرما ہوگی جن کے لباس اور چہرے ہو گئے وہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید مگر نبی اور شہید ان پر رشک کریں گے۔، عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے فرمایا وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں فی اللہ کہتے ہیں وہ اس زیادہ تر نہیں اور رغبت دلانا کیا ہو سکتا ہے اس سے زیادہ اور کون نہیں فخر کر سکتا ہے کہ جن اتحاد قائم کرنے کے لئے یہ تہیہ یہ شوق دلایا گیا ہے اور ہمدردی کرنے والوں کو اس با وقعت بنایا ہے۔ ان احوال سے مجھ کے خیالات اور مانع کا ایک زبردست فاضل اندازہ کر سکتے ہیں اتفاق اور باہمی میل و جمل کو مدن قائم کرنے کے لئے کیا ضروری خیال کیا تھا اور وہ اتحاد کی کس سی حقیقت جانتا تھا۔ سیر پر اگر مسلمان مل کر بیایا ہوں اور میں نے محبت قائم کرین تو وہ اور ان کا نصیب۔ یہ فرمایا کہ جو دو شخص نے اللہ محبت رکھتے ہیں ان دو نوین اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہوتا ہے یکایک دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

”اتخا بہم ذریعۃ من علیہم وما اللہ ماہم من علمہ من شئ“ دوسرے یہ حدیث میں آیا ہے۔

”ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ ابن المتحابون بجلالی الیوم و اظہار فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی“

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمایا کہ ان میں میرے جلال کے خاطر دوست کرنے والے آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا کہ اس میں میرے سایہ کے سوا اور سایہ نہیں (مسلم روایت ابوہریرہ) یہ حدیث میں آیا ہے۔ ”سبعتہ یظہر اللہ فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی“ ظلہ امام عادل و شباب نشانی عبادۃ اللہ و درجہ قلب متعلق بالمسجد اذ اخرج منہ حتی یعود الیہ ورجلان تحابا فی اللہ اجتماع علی ذلک و تفرقا علیہ ورجل ذکر اللہ ظاہلا ففاضت عینا ورجل وعبۃ امرأۃ ذات حسب جمال فقال الی اخاف اللہ تعالیٰ درجہ تصدیق بصدقہ فافاضا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ دو (ترجمہ)

سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن کہ کوئی سایہ بچھا اس کے سایہ کے۔ نہ ہوگا اول امام عادل دوم جو ان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بڑا ہوسوم وہ شخص کہ اس کا دل مسجد سے باہر آنے سے مسجد ہی میں پڑا رہے جب تک کہ پھر اس میں جاوے چارم وہ دو آدمی جنہوں نے فی اللہ محبت کی اسی پر جدا ہوئے اسی پر جمع ہوئے پھر جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور دیکھا کہ وہ شخص جسکو کہ عورت غافلانہ لڑائی لڑا یا لڑائی نہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ہلاکم وہ شخص جو صدقہ دے اور اسکو اتنا چھپائے کہ اسکا بیان نہ نہ جانے کہ دینا ہوتا ہے کیا دیتا ہے (بخاری و مسلم روایت ابوہریرہ) روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ پر یہ وحی ہوئی کہ اگر تمام جہان کی عبادت کے برابر تم میری عبادت کرو اور کسی سے فی اللہ محبت نہ کر کہو تمہاری عبادت محض بجا رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اہل معصیت سے دشمنی کر کے خدا نے تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور ان سے دور رہتے رہتے



انہوں نے خرافات بکنا شروع کیا۔ اور وہ باتیں زبان سے نکالیں کہ جو ہرگز ان کے شایان نہ تھیں۔  
 بدتہذیب سے بدتہذیب آدمی ہی وہ باتیں نہ کر چکا اور انہوں نے قرآن شریف کی آیتوں کے معنی بدل کر  
 کر کے شروع کیے کسی ان روحانی مطالب پر اعتراض کرتے تھے اور کہیں اسکے روشن مفہوم پر مٹھا کر دیتے  
 تھے۔ مسلمانوں کی عبادت اور ان کے مذہبی ادب و آداب پر ہتھ پڑھتے تھے۔ کہیں ان کی روزانہ  
 نماز اور عبادت کے کچھ معنی بتاتے تھے اور کہیں قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ان کے مضامین پر  
 قبضہ اُڑاتے تھے۔ شعر اور شاعرہ عورتیں جو کثرت سے یہودی قوم میں شرب میں آباد تھیں  
 مسلمانوں کی بہت زور شور سے ہجو کرنے لگیں۔ یہودیہ قوم کے سرداروں نے اپنے گروہ  
 کے شعر کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم میں سے مسلمانوں کی جو زیادہ ہجو کرے گا اس کو اس قدر

الہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر دو اور ان کو نافرمان کر کے خدا کے تھانے کی کھانکے طالب ہو لو گون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ  
 یہ ہم کس پاس بیٹھیں فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کے دیکھنے سے خدا یاد آوے۔ اور جن کی تقریر تمہارا علم بڑا دے اور  
 عمل کو شوق آخرت دلاوے۔

انبار گزشتہ میں مرادی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی پہنچی کہ اے پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لئے یا زار طلب  
 کر اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق ہو وہ تیرا دشمن ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی اسے داؤد کہ یہ کیا بات  
 ہے کہ تم آگ کو نئے میں تہنا رہتے ہو عرض کیا کہ ابھی میں نے تیرے خاطر خلعت کو برا چنا ارشاد دہا کہ اے داؤد ہوشیار ہو اور اپنے  
 لئے دوست طلب کر اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق ہو اس کے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہے تیرے دل کو سخت کر دے گا  
 اور تنگ کر دے گا۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد نے ہی اتحاد اور محبت قائم کرنے کی ترغیب لانی ہے لیکن جس طریقہ کی کہ اسی بنی کی تعلیم  
 ہے وہ قدرتی طور پر ایسی برائیاں اور قوی ہے کہ جس کے برابر اور کسی بنی کی تعلیم نہیں ہو سکتی جن نصائح میں کہ سادی عقول کے لئے ہی  
 اسی قدر نفع اور ترغیب ہے جتنی کہ ایک فلسفی ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ان ہی جتنی اقوال نے اتحاد کی بنیاد کو مفید ملی سے قائم کر دیا  
 اور سلمان شاہ مگد کو باہمی بنادیا۔

حضرت علی فرماتے ہیں۔ وہ دوستوں کو ضرر سید کر کہ وہ دنیا میں ہی کام آتے ہیں اور آخرت میں ہی دیکھو ورنہ والے اس رور  
 یہ کیفے، فالما من شافین ولا صدیق حجبم (وہ جو مجھ پر کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والے اور نہ کوئی دوست  
 محبت کرنے والا۔)

اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ، بخدا اگر میں اتنے روزے رکھوں کہ افطار نہ کروں اور رات پہر عبادت کیا کروں کہ نہ سوؤں  
 اور اپنا نفیس نفیس مال خدا کی راہ میں دوں لیکن جس روز میں مروں میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی محبت اور  
 عاصیوں کا بغض نہ ہو تو یہ سب باتیں میرے کچھ کام نہ آئیں، اور ابن ماکہ نے اپنے موعظہ کے وقت عرض کیا ابھی تو جانتا ہے میں  
 ہر خدیجی نافرمانی کرتا تھا کہ جو شخص تیرا میٹھ جاتا تھا اس سے محبت رکھتا تھا ابھی میری اس عادت کو میرے لئے اپنے قریب  
 کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری وہ مضمون فرماتے ہیں جو اسکی خدمت سے ابن آدم اس قول سے جو کہے میں نہ آنا المرئع  
 من احب موئین آدمی اسکے ساتھ ہے جس سے وہ محبت رکھے کیونکہ تنگوار کا درجہ بغیر ان کے اعمال کے ہرگز نہ ملے گا اور نصاری  
 بھی تو اپنے انیاس سے محبت رکھتے ہیں اور اس میں یہ ارشاد ہے کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید  
 نہیں۔ اور حضرت فضیل نے اپنے کسی عذر میں فرمایا۔ کیا تو فردوس پرین میں رہنا چاہتا ہے اور خدا کی ہمایلی اسکے مکان  
 میں بنایا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈتا ہے کس سے بڑھتا پانی کس غواہش کو تو نے روکا کون سے عذر کو  
 یہاں سے قاطع رحم سے تو ملا کون سے اپنے بیانی کے تصور کو تو نے معاف کیا کون سے تیرے سے توفی اللہ دہر ہوا کون سے  
 حسن بصری فرماتے ہیں کہ غاف سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہے۔ اور ایک شخص نے محمد بن واسح سے کہا کہ میں

روپیہ لینگا۔ اب چاروں طرف سے بھوکی بوجھاڑ ہو گئی یہودی ان کے بچے غورین اپنا یہ فرض سمجھتے  
 تھیں کہ سسرانہ مسلمانوں کی بھوکی جانے اور ان پر طرح طرح کی طعنوں کی بوجھاڑ ہو کر شیون نے ہی اتنا  
 بوجھاڑ کیا کہ اتنا جتنا کہ بے ایمان اور کوتاہ اندیش سرٹیلیوں نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ جہاں کوئی  
 مسلمان رستہ میں جاتے دیکھا اور دس باغ یہودی ساتھ ساتھ ہو گئے کوئی اس کا مضحکہ اڑاتا ہے کوئی  
 گالیوں دیتا ہے اور کوئی مسلمانوں کی بھوکی نظم پڑھتا ہے وہ بگیاہ صاحب مسلمان بچی لگا ہیں کہے جا رہے اور  
 ان مردودوں کی اس زیادتی کا کچھ جواب نہیں دیتا کہیں انکی مدین ادبھی کرتا ہے اور کہیں ادھر ادھر اپنے معاذ  
 کو مکتا ہے مگر وہ عمدہ شکن جب تک بگیاہ مسلمان داخل مکان نہیں ہو لیتا یہودی اسکا بچھا پھوڑتے  
 تھے۔ یہودیوں نے اسی پر بصرہ کیا بلکہ اور انہوں نے یہ غضب ڈالیا کہ کیوں سے پوشیدہ خط کتابت کرنے  
 لگے اور کہا کہ تم ہماری مدد کرو تو ہم محمدیوں کو شیریں نکال باہر کریں۔ قریش منہ کھولے ہوئے بیٹھے تھے  
 یہودیوں کی یہ درخواست انہیں اپنے مطلب پر آممی کے لئے ڈال نیک معلوم ہوئی اب انہیں بقیر  
 ہو کہ عجم پریم کا میانی کے ساتھ چہرہ دست ہوں گے اور اس کو شیریں میں ہی نہ رہنے دینگے۔ وہ یہہ  
 خط یہودیوں کا دیکھتے ہی بھلیں بیابان لگے اور انہوں نے خوب خوب جھنجھٹا اڑائے۔

آپسے بہت فاصلے پر تھا۔ مگر یہودیوں نے کہا کہ جس شخص کی خاطر تو مجھے محبت رکھنا ہے وہ مجھے محبت کرے ہر اپنا نہ ہو کہہ کر کہا ابھی  
 میں تجھے بناؤں گا۔ اس بات سے کہ لوگ جھگڑتی خاطر سے خوب جانیں اور تو مجھے بغض رکھے۔ کتنی بڑی نصیحت اور قیمتی قول  
 ہے کہ کوئی اپنا اس کوئی نہ بنا رہے۔  
 اور لوگ اسکی ڈاہری صورت دیکھ کر قریب مینا نہ تو اس مسئلے کے جس سے محبت کی جائے گی اسکی ہر بات بھلی لگے گی اور اسکی ہر بات غلط  
 کرنے کو دل چاہی نہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہم سے محبت کریں ہم انہیں دھوکے میں نہ ڈالیں اور جہاں تک ممکن ہو کوشش کرتے  
 ہائے دوستوں اور برادرانوں سے بچائیں۔  
 جو شخص کر دیوں کی صورت بنا رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مجھ کو کہیں اور مجھ سے فی البدیہہ محبت رکھیں وہ شخص خوشیوں  
 کا ایک خبیث ہے۔ کہ دراصل دل میں خدیاں ہیں اور ظاہر اہل بنا ہوا ہے

کار شیعطان میکنہ زائل دی۔ گردلی ابن ست بخت بردلی  
 جو بزرگ ہوتے ہیں اور درحقیقت دلی احد ہوتے ہیں وہ خدا کی خلق پر بان دیتے ہیں اور خود ان کی خدمت کرتے ہیں نہ یہہ کہ اپنی  
 پرستش کو آئین اور ترنواز سے موشین اور اپنے کو دلی شہور کریں۔ بزرگ یہہ ہوتے ہیں جن کی رویت درج ذیل ہے ایک شخص ڈاؤڈ  
 طائی کے پاس آیا۔ آئیے فرمایا کہ تمہارا کہا مطلب ہے جو فس کیا کہ آب کی زیارت کے لئے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اچھا کام  
 کیا کہ زیارت کی گرج میں اپنے حافی کو سوجھا ہوں کہ اگر مجھے یہہ کہا جائیگا کہ تو تو ہے کہ لوگ تیری زیارت کرتے ہیں کیا تو راہ ہے یا عا  
 ہے یا نیکی ہے تو اس وقت کیا ہو گا میں تو انہیں سے بخدا الہک ہی نہیں پر اپنے نفس کی توجہ پر متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ جوانی میں تو  
 خاست تھا اب بڑا ہے میں ریاکار ہو گیا بخدا اب کار خاست سے بہت بڑا درج ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی ہم  
 سے کسی بیانی کو دست پا دے تو اسکو مضبوط پکڑے اسلئے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہیں۔ پھر حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ  
 جب فی البدیہہ محبت کرنے والے اسپین ملے ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ ایسے جھڑتے  
 ہیں کہ جیسے چاہے میں درخت کے تپے سو کہہ کر گئے ہیں۔ اور حضرت فیض فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے بیانی کے چہرہ پر نظر مودت  
 اور رحمت سے دیکھنا چاہیے حدیث میں یہ آچکا ہے کہ سب مومن آپس میں بیانی ہیں تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلمان کے  
 چہرہ پر محبت والہت کی نظر ڈالے اس سے زیادہ محبت والہت قائم کرنے کی زیر دست نصایح اور کیا ہو سکتے ہیں اس پر بھی اگر  
 مسلمان آپس میں اتفاق رکھیں تو ان کی شامت اعمال۔

قریشوں نے جو محمدؐ کے خون کے پیاسے پیٹے ہوئے تھے عہد امد کی پارٹی کا شکر یہ ادا کیا اور بے ایمان اسرائیلیوں کو مبارک باد دی۔ قریشوں کو یہ یہی معلوم ہوا کہ جو یہودی محمدؐ پر ایمان لائے ہیں وہ جب ہی تک مسلمان ہیں کہ بت پرست قریش جون ہی شرب کے قریب پہنچ جائینگے وہ محمدؐ سے علیحدہ ہو کر ان سے مل جائینگے۔ اس خیال نے اور یہی بت پرست قریشوں کی فکر کو مضبوط کیا اور اب وہ آمادہ ہو کر کہ سیطرہ جلد شرب پر حملہ کریں۔ قریشوں نے سامان جنگ کرنا شروع کیا اور ہر شرب ہی میں اسرائیلی آمادہ جنگ بیٹھے ہوئے تھے۔

رفتہ رفتہ یہ خبر محمدؐ کے کان تک پہنچی کہ یہودیوں نے عہد شکنی کی اور وہ بت پرست قریشوں سے سازشیں رکھتے ہیں یہ وقت گویا مسلمانوں کے سخت امتحان کا آیا۔ آنحضرتؐ نے جب شہر شرب کی حالت دیکھی تو اس کو بالکل بے پناہ پایا۔ چوں کہ اس گروہ دشمنوں کا بہت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا تھا محمدؐ صرف اسلام ہی کا پرچم نہ تھا بلکہ لوگوں کی جانوں اور آزادی کا بھی محافظ تھا۔ اس کا فرض تھا کہ خوشخوار عہد شکن ہیرم دشمنوں سے اپنے متعلقین کی جانوں کی حفاظت کرے۔ اب محمدؐ کو دشمن یہودیوں کی ہر بات پر توجہ اٹھانے لگی ان مجبوزوں کی جو پوشیدہ جبرین قریشوں کو یہو بناتے تھے پوشیدہ نگرانی کی گئی۔ یہودیوں کی سب حرکات کی نگہبانی ہوئی جو مسلمانوں کے خلاف کوشش کر رہے تھے۔ آخر ایک دن چہ مخبر یہودی گرفتار کئے گئے جو شرب کی جبرین کہہ والوں کے پاس لئے جاتے ان کی سخت سخت سزائیں دی گئیں اور قانون رائج الوقت کے موافق ان پر عقوبتیں توڑی گئیں۔ جب محمدؐ کو خبر لگی کہ قریش مکہ سے شرب پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے ہیں اور ایک آدھ دن میں روانہ ہونے کو ہیں اب کو سخت اندیشہ ہوا کیونکہ ابھی تک محمدؐ نے کسی ہتیار کا استعمال نہ کیا تھا۔ اس کا جیم اور تیرتہ قلب یہہ گوارا نہ تھا کہ خوشخوار می سے ہتیار چلے اور خدا کی مخلوق درد سے غل چھاوے اپنی ہرگز یہہ خواہش نہ تھی کہ میرے رفیق سرخ خون میں نہائیں۔ ایکے دل پر اپنے بچوں کے گزرنے کے حد سے پہلے ہی سے گھرے گھرے زخم کر رکھے تھے اور پہر اپکو اپنے دشمنوں کی یہہ یہہ زیادتی اور ان کے حملہ کا خیال آیا کہ جس سے محمدؐ یوں کو ایذا پہنچے گی اس خیال سے آپؐ پہوٹ پہوٹ کر رونے لگے اور اپنے رفقاء کی آئندہ تکالیف برداشت کرنے نے آپکو مضبوط نہ کئے دیا۔ محمدؐ کا پہوٹ پہوٹ کر رونا صرف اپنے رفیقوں کی تکلیف پر تھا جسکو دیکھ کر بدیش یہودی یہہ کہتے تھے کہ محمدؐ کا مزاج عورتوں کی طرح ہے کہ آئندہ جنگ کے خوف پر دوسے دیتے ہیں۔ حالانکہ محمدؐ اپنے دوستوں کی مصیبت پر رونا تھا۔ وہ کہی نہ چاہتا تھا کہ ہتیار پکڑنے کا موقع آئے اسکی کہی خواہش نہ تھی کہ دوست و دشمن خاک و خون میں لیتہرے ہوئے دکھائی دیں وہ کہی نہ چاہتا تھا کہ بیگناہ جانیں ضائع ہوں یا معصوم گردنوں پر خنجر ہرے اسخ اب تک تلوار ہی اپنے ہاتھ میں کسی دشمن کے مقابل میں نہ پکڑی تھی اسکا دل نہ تھی خنجر

دیکھ کر بچکا جاتا تھا۔ اس کا بھی نہیں ہوا کہ وہ روتے ہوئے کود کیکر روندیا ہو۔ اسکی صحت قلبی اس امر کی شایدہی کہ وہ خدا کی مخلوق کو ہمیشہ آرام میں دیکھنا چاہتا تھا اور امن قائم کرنے کیلئے تو وہ مبعوث ہی ہوا تھا۔ وہ کب چاہتا تھا کہ میرے گھوڑے کے سم خون میں لت پت ہوں مگر مجھ کو کے وقت اس کی نبوت کا جوش ایساں پر ہوتا تھا اور وہ اپنی اصلی اور فطری شجاعت کو کام میں لاتا تھا بیشک وہ بہت بڑا شجاع تھا۔

آخر کار مکی اور ان کے مددگار آدہ پیکار ہوئے اور مکہ سے روانہ ہو کر مضافات مدینہ میں اگر پہنچے۔ مسلمانوں کے باغون کو جلا دیا اور ان کے مویشیوں کو بکڑ لیا یہ لوگ ایک ہزار جنگ آور تھے جو ہر قسم کے مصفا ہتیاروں سے آراستہ تھے ان کی کمان ابو جہل کر رہا تھا یہ لوگ پر شوق قدیمون میں شرب کی طرف مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے باگین اٹھائے ہوئے چلے جا رہے تھے اور دوسرا ان کا یہ بھی منشا تھا کہ ہم اس کا روانہ کی حفاظت کریں کہ جو سامان جنگ لئے آئے عین وقت پر مسلمانوں کو ابو جہل کے لشکر کی خبر ہوئی جب وہ بدر بربنہ مقابل ہوئے۔ اسلئے مسلمان تقریباً تین سو تھے نہ جن کے پاس سامان جنگ تھا اور نہ سواری کے لئے گھوڑے تھے جب چھڑنے دیکھا کہ مخالف کا خونخوار لشکر زور شور سے آگے بڑھ رہا ہے اپنے اپنے دونوں تہہ خدا کی طرف اٹھا اور یہ دعا مانگی۔ اے خدا تو اپنا وعدہ مدد کا نہ بھولیو اولاد اگر یہ چوٹا سا گروہ نیست و نابود ہو گیا تو پھر تیری مصفا پرستش کرنے والا کوئی بھی نہ رہیگا۔

عربوں کی قانون جنگ کے موافق تین عرب کھل کر میدان جنگ میں آئے ان کے مقابلہ میں یہاں بھی تین ہی روانہ ہوئے۔ مسلمانوں میں تین صحابی حمزہ علی اور عبیدہ تھے ان تینوں کی جنگ اور آخر ان تینوں جلیل القدر صحابہ نے فتح پائی پہرت پرست قریشوں نے قانون جنگ توڑ دیا اور حملہ آور ہوئے پہلے پہل تو مسلمانوں کی سمت پلٹا کہا گئی اور مخالف بت پرست بھرہ ہو گئے لیکن اس اپیل سے جو چھڑنے اپنے دوستوں یا ساتھیوں سے کی دشمنوں کو کامل شکست یہ دن بھی ایک طوفان خیر جاڑے کا دن تھا ایک تیز و تند ہوا کے جھکڑنے لہانی کو گیر لیا تھا سائین سائین کی آوازوں نے جو تند ہوا سے پہاڑی سے ٹکرا کر نکل رہی تھی یہ معلوم ہوتا تھا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں بیشک جو ہر وقت خدا پر اپنا بھروسہ رکھتا

وہ ابن ہشام رضی اللہ عنہ کہ فرشتوں کے نازل ہونے کی خوشخبری یا مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا کہ ہماری مدد کے لئے فرشتے اتر رہے ہیں بیشک ایسی حالت کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہوں تقویت کا باعث ہے۔ یہ ایک بہت بڑی حکمت ہے کہ دل شکستہ لوگوں سے یہ کہنا ان کو خود یقین ہو گیا کہ ہماری مدد کے لئے خدا نے اپنا لشکر بھیجا ہے اب زبردست قوت دینے والا لشکر ہے کہ اس سے بہتر اور بہتر نہیں ہو سکتا اگر ہم اپنی مدد پر دوسرے شخص کو بھیجیں گے اور ہمیں کامل یقین ہوگا کہ بیشک وہ ہمارا مددگار ہے تو چاہئے وہ موقع پر نہ موجود ہو پھر یہی ہمیں تقویت ہوگی اور ہم نہایت دلیر ہو کر اپنی جان رائے دیں اور اپنے سے گئے پر غالب آئے گا کر نیچے۔ بیشک خدا مسلمانوں کا مددگار ہے۔

اور اسکی مرضی کی جستجو میں رہتا ہے اسکو فطرت کا ہر کرسمتہ خدا ہی کی طرف سے اسکی معاونت میں حادث ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ قناعت اور صبر کیا ہو گا کہ خود کو کوشش میں جان لڑادی مگر پیر ہی اللہ ہی پر ہر دوسہ رکھا اور یہ سمجھا کہ جو کچھ ہمیں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ خدا اور اس کے فرشتوں کی مدد سے ہوئی ہے۔ ہوا کے تند و تیز جھوکے اور ان کی خونا ک آواز میں بلیک وحدت پرستوں اور سچے خدا پرستوں کے لئے آگاہی تھی جو خدا کی طرف سے دی جارہی تھی کہ ہوشیار ہو نہاری ان جانبازیوں کا صلہ فتح دی جائے گی۔ چونکہ ہر وقت مسلمان خدا کی مدد کے طلبگار رہتے تھے اس لئے ان کی آنکھوں کے آگے اس ہر دوسہ کے صدقہ پر جو انہیں خدا برہنہا کہ وہ اپنے پاک بندوں کی ضرورت مدد کرے گا انہیں یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ ہوا کے بازوؤں پر فرشتے سوار ہو کر آئے ہیں اور جاری مدد کر رہے ہیں اور دشمنوں کو پریشان کر رہے ہیں اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ مسلمان اس عظیم شان لشکر بر فتح پاکر مغرور نہ ہوں بلکہ یہ سمجھیں کہ ہمیں یہ فتح صرف خدا کی مدد سے حاصل ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ تسکری اور حلیمی کا سبق اور کون مذہب پڑا سکتا ہے۔ کئی ترتر ہو گئے اور بڑے نقصان کے ساتھ۔ اس گئے ان کے بہت سے سوار قتل کئے گئے اور ابو جہل بھی مسلمانوں کے تیغ کا شکار ہوا۔ اُمید ہے کہ قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ پڑے جنہیں سے صرف دو ہی مار گئے۔ حالانکہ قانون جنگ عرب میں نہ دستور تھا کہ ایسے قیدیوں کو جو میدان جنگ میں گرفتار ہوں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں مگر اس کے خلاف محمد نے سخت حکم دیدیا کہ خبردار کسی بد قسمت قیدی کو تکلیف نہ دی جائے اور ان سے مہربانی اور شفقت پیش آیا جائے۔ ان مسلمانوں نے جن کی حفاظت میں قیدی کئے گئے تھے اپنے بنی کے احکام کی تعمیل پر ہر وی کی اور قیدیوں کو بہت آرام سے رکھا۔ انہوں نے اپنی خوراک دین سے قیدیوں کو بھی حصہ میں روٹی بھی کھلائی کہ جو ان کی اعلیٰ درجہ کی خوراک تھی اور خرے وغیرہ بھی انہیں مہربانی سے کھلائی کی خاطر داری اس طور سے کی گئی کہ جیسے اپنے کوئی ہمانوں کی کرتا ہے نہ انہیں طعنے دیتے تھے نہ تنبیہ کرتے تھے اور نہ برا بھلا کہہ کر نشان کرتے تھے بلکہ جس طرح ان کی خاطر داری کرتے تھے اس قدر ان سے نہایت مہربان بنائی سے پیش آتے تھے اور ان کی بد قسمتی پر روتے تھے قیدیوں کی نجات کے لئے ہر طرح کا کوشش کرتے تھے

ابن ہشام ص ۴۴۴ باب الاطرحہ ص ۹۷ سر ڈبلیو ریچا صاحب کتاب لائف آف محمد بن ابی بکر ص ۱۰۷ کہ جو قوت اور جہل کا ہر سارے آثار اس نے کہا کہ مجھے یہ سب اس سے زیادہ مبارک ہے جتنا کہ ارفخو بن ہوشا ہے یعنی اس سر کا دہر پر ہے ابابہ بن ہشام کہ بہت اچانک ہوں۔ خبر نہیں میرا صاحب یہ فقرہ کہاں سے نقل کر دیا حالانکہ ابن ہشام نے لکھا نہ ابن الاطرحہ نے نہ ابو ابراہیم نے نہ طبری نے

بجایان نہیں کیا۔

ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ د ۹۷ م کا سن ڈی برنول ص ۴۹ ص ۴۹۔ میر صاحب لکھتے ہیں کہ محمد کی ہر وی حکم میں مدینوں نے دین کے ساتھ زیادہ ناز و نیاز کی انہیں اپنے گھر رہنے کو دینے اور زیادہ توجہ و مہذول کی آخری دنوں میں ان قیدیوں میں سے ایک قیدی نے بہر کہا کہ اگر تم میرے مسلمانوں پر انہوں نے بہت ہمت سوار کیا کہ جب وہ پیدل چلتے تھے تم نے ہمیں ہمت روٹی دی جب ان کے پٹ پرنے کے لئے ہی کافی نہ تھی جس میں چوارے بھی شریک تھے

نوٹ کی تقسیم پر مسلمانوں میں کچھ جھگڑا ہونے لگا فوراً محمد نے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا اور ان میں بال غنیمت برابر پر تقسیم کر دیا مگر پھر اس خیال سے کہ مال غنیمت آئندہ شاید مسلمانوں میں کوئی جھگڑا نہ اٹھے اس لئے آئندہ جھگڑوں کے چکانے کے لئے سورۃ انفال میں اس کا فیصلہ کر دیا کہ ہمیشہ اسی پر عمل درآمد ہو کرے اس قانون سے نوٹ کی تقسیم سردار کی رضی پر یکہدی گئی اور پانچواں حصہ نوٹ کا خزانہ میں داخل ہوا کیا تاکہ اس سے مساکین اور غریب محتاجین کی مدد کی جاسکے جنگ بدر ایک خوفناک مقابلہ کفار عرب سے تھا اور واقعی اسی پر قسمت اسلام کا فیصلہ ہوا اگر اس پہلی جنگ میں مسلمانوں کو شکست مل جاتی تو ہرگز اشاعت اسلام نہ ہوتی اور پھر کبھی مسلمان نہ اوہر سکتے مسلمانوں نے جس جھگڑی اور دلیہی سے اپنے سے پانچ حصہ زیادہ تعداد والے دشمنوں سے مقابلہ کیا وہ معجزہ ہی قابل دید تھا۔ اس جنگ میں محمد نے ثابت کر دیا کہ میں برابر سچ ہی نہیں ہوں بلکہ میں کراؤں بھی بہت بڑا ہوں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیادہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سے زیادہ قریب دشمنوں کی صف تک تھے اور اس روز سب سے زیادہ دشمنوں سے لڑ رہے تھے (ابن جہاؤر و خلیفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جب جنگ کا زار گرم ہوتا تھا اور دونوں حصے مل جاتی تھیں تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں ہو جاتے تھے پس آپ سے زیادہ دشمن سے کوئی بھی قریب نہ ہوتا تھا۔ انسانی روایت علی مرتضیٰ و مسلم بروایت براہ بن عازب) اور مروی ہے کہ جب آپ حملہ کا حکم دیتے تھے تو پہلے آپ ہی آگے بڑھ کر حملہ کرتے تھے اور سب لوگوں سے زیادہ لڑا کرتے (ابن جہان بروایت مسند ابن عیاض و مسلک) بہادر وہ ہی شخص ہوتا تھا کہ جو جنگ میں آنحضرت کے قریب رہتا تھا کیونکہ آپ دشمن سے قریب تر رہتے تھے (مسلم بروایت براہ بن عازب) اور عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ جب کسی مقابلہ کا موقع آیا ہے پہلا وار آپ ہی کا ہوتا تھا (ابن جہان نے نقل کی ہے) اور اسکی سند میں ایک ساری جھوٹ ہے) اور آپ قتال میں نہایت قوی تھے اور جب آپ کو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ نے ہر فرمایا "ان البی لا کذب الا ان عبد المطلب" یعنی میں بنی ہون چوٹا ہنن میں تو بیٹا ہوں عبد المطلب کا صحیح کو بہر پہلا اتفاق ہوا تھا کہ وہ اپنے چوٹے سے گردہ کو خود بخوار دشمنوں کے سامنے عفا بصف کھڑا کر دیا۔ سبیل صاحب کہتے ہیں کہ یہ مشہور ہے کہ بدر کی نوٹ کی تقسیم کرنے پر مسلمانوں میں ایسا جھگڑا ہوا جیسا حضرت داؤد کے سپاہیوں میں ہالیوٹو کی نوٹ پر ہوا تھا۔ وہ لوگ جو جنگ میں شغول نہ ہو چکے تھے یہ کہتے تھے کہ ہم ان لوگوں کو بلانے دیں گے کہ جن کی تو جنگ کی پہلے ان کا ہی آئندہ کس کے لئے فیصد ہو گیا اور ہر چھوٹوں کی طرح ان میں بھی جھگڑا نہ کھڑا ہوتا تھا۔

دوسرے اسٹاک کے جیون سردار راست کا اس میں بہت کم حصہ رکھا گیا تھا اور یہ بھی مختلف شکلوں میں خلفائے زمانہ میں بڑے ہونا گیا اور اس قاعدہ پر برابر عمل ہوتا رہا اور اس کے سبب سے اور کئی قانون مرتب ہو گئے اور قوانین اعمال و انصاف کی نئی ہدایتیں نکلی آئیں۔



اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت نازک تھی اول تو ان کے پاس شاکستہ ہتیار نہ تھے دوسرے سواری کو گھوڑے ہی نہ تھے ایسی شکستہ حالت میں کیونکر یقین ہو سکتا تھا کہ محمد فخر پائینگے اور مشرکوں کا عظیم الشان گروہ شکست پا کر لے اوسان فرما جائے گا مگر محمد کو اس کے اس بہرہ دہے جو ادا ہو وہ خدا پر بکشا تھا اس نے اپنے اس چھوٹے سے گروہ کی کمی صدقین کین سب آگے بشیشیر بہ نہ خود آپ کھڑے ہوئے ایک دال کو طرح طرح کی پے درپے مایوسیوں سے ٹوٹا ہوا ہتھیار دیوں کی جھڈ شکنی اور بے طرح ستانے نے نہایت شکستہ خاطر کر دیا تھا پھر بھی آپ صرف خدا کے بہرہ دہ اور اسکی مدد کے اقرار پر تازہ دم تھے اور ایک دو ذرا ہی مایوسی نہ تھی۔ یہی کیفیت مسلمانوں کی بھی تھی کہ وہ بھی خدا پر صابر و شاکر تھے محمد جیسے سردار کی سرکردگی میں رہ کر اپنے کثیر البتداء مخالفوں کی ذرا بھی پروا نہ تھی بہرہ ہی وہ دست برد عاتقے اور ان کی دعائیں قبول ہوئیں بیشک خدا ہر سوس کی دعا قبول کرتا ہے۔ مخالفوں نے مسلمانوں کے دھوکا دینے کے لئے ایک نئی ترکیب کی اور وہ ترکیب یہ تھی کہ وہ لوگ صف بندی کر کے آگے نہ بڑھے بلکہ ایک کے پیچھے

خدا دعا اور اجابت دعا کی نسبت میں اپنے گروہ کو ٹوٹ میں مخفی طور پر لکھ چکا ہوں چونکہ اس موقع پر ایسے باریک مسلہ کو دیکھ کر ہر گھنٹے کی ضرورت ہوئی ہے اسلئے میں اسے قلمبند کرتا ہوں۔ قرآن شریف میں لکھا گیا ہے کہ عاتکوا و پرہیز یہی ارشاد ہوا ہے کہ تم قبول کیے اسکی تعمیل خود آنحضرت نے ہی کی اور آپ کے صحابہ نے ہی کی جہاں انہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئی گو اس میں مرکزی پوری خاطر کرتے اور اگر حاصل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھانہ دیتے لیکن بہرہ بھی خدا سے ضرورت تھی ہوتے بیشک خدا ان کی التجا کو سناتا اور قبول کرتا۔ یہ مسلمانوں کا سمجھنا چاہئے کہ ان کے لئے دعا مانگنے کی پروا انکی دیتا ہے۔

۱۰ واذا سالات عبادی حتی فانی قریب احبب دعوتہ الداع اذا دعان فلیست بیدالی (ترجمہ) اور جب تجھے چہیز میرے بندے مجھ کو تو میں بیکار نہ ہوں کے پکارے تھے ہی نزدیک پہنچتا ہوں جو وقت مجھ کو پکارتا ہے پس چاہئے کہ حکم مابین میرا۔ پھر دوسری آیت میں یہ آیا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ انہ لا یحب المعتبذین (ترجمہ) پکارو اپنے رب کو گرا گرائے اور چپکے اسکو خوش بین تھے حد سے بڑھنے والے۔ پھر تیسری آیت میں فرماتا ہے۔

۱۱ قل ادعوا اللہ او دعوا الیٰ حقن ایا ما نذوا فلا الہ الا اللہ الحسبہ (ترجمہ) کہ اللہ کے پکارو یا حقن کر کے جو کہ پکارو اسی میں سب نام۔ چوتھی آیت میں فرماتا ہے۔ قل یربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سبیل کلون جہنم و آخرین (ترجمہ) اور کہتا ہے رب تمہارا مجھ کو پکارو کہ پوچھو تمہاری پکار کو بیشک جو لوگ برائی کرتے ہیں میری بندگی سے اب دواصل ہوں گے و نیز میں ذلیل ہو کر۔ ان چار آیتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا نے خود چاہا ہے کہ لوگ مجھ کو پکاریں لیکن اس پکارنے سے عرض عبادت ہے اور بیشک ہی خدا کا بہت بڑا پکارنا ہے۔ یہاں سے یہ ثابت ہوتا کہ دنیوی مکروہ سامانوں کے لئے دعا کی جائے بلکہ ہر آیت سے کہل کہلایہ ثابت ہوتا ہے جیسا شکوہ میں آیا ہے کہ دعا ہی بڑی عبادت ہے۔ مان یا اپنی مغفرت کے لئے دعا مانگنا اور بہرہ ہی عبادت کا بہت بڑا جزو ہے۔

شاہ غازیہ بکر دعا مانگا کرتے ہیں اگر وہ دعا صفائی قلب اور رورور مالکی کی ہے تو بیشک وہ جزو عبادت ہی خیال کرنا چاہئے۔ جیسے نبی دعا مانگا کرتے تھے۔ احادیث نبوی میں دعا کی فیصلہ بہت کچھ بیان ہوئی ہے نعمان بن اثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، الدعاء ہوالعبادۃ دو دعا ہی عبادت ہے۔

پھر اپنے ادعویٰ استجب لکم کو آخر تک پڑھا اور ایک حدیث میں آیا، الدعاء حق العبادۃ دو دعا عبادۃ کا مندرجہ ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی میں کہ اپنے فرمایا، کوئی چیز اللہ کے نزدیک عاف سے بڑگتر نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو کہ اسکو ہوا چا معلوم ہو جائے کہ اس سے بخوبی مانگے اور بہترین وقت دعا کی کا منتظر نہ بنائے۔ (ترجمہ) اور ابن مسعود اور اس کی اسناد میں عبادن داؤ وضعیف ہے) فرمایا، کہ بندہ دعا سے ایک ایک نین باتوں میں سے چاہیں دینا

ایک سوار آ رہا تھا تاکہ ان کی تعداد زیادہ نہ لگے۔ یہی ہوا کہ محمد یون نے اپنے دشمنوں کو اپنے سے قلیل سمجھا مگر جب وہ مقابل ہوا تو یکایک وہ سب جمع ہو گئے اور یہہ نظارہ بیشک مسلمانوں کا دل دینے والا اور سمیتین پست کرنے والا تھا۔ پھر یہی وہ بہادر مجاہد کے دل بڑانے سے آمادہ پیکار ہوئے اور انہوں نے استقدر جگر جنگ کی کہ مخالفوں کے چپکے چھوٹ گئے اس جنگ میں دو باتیں بیان ہیں اور وہ ہی قابل توجہ ہیں پہلی بات تو یہہ ہے کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے اور دوسرے مسلمانوں پر نغید غالب ہو گئی تاکہ ان کا مذہب اور پریشانی مٹ جائے۔ ان دو کو مسلمان مفسرون نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے اور اپنا خوب روز طبعیت دکھایا ہے سچی مورخوں نے یہی سلوک پر کوئی دقیقہ قہقہہ لڑانے کا باقی نہیں چھوڑا مگر میں خاص قرآن شریف کی آیت کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں جمین نغید کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ہاں پہلے فرشتوں کے نازل ہونے کی بابت مختصر سا لکھتا ہوں۔ ہر زبان میں تقریباً یہہ ایک محال ہوتا ہے کہ اگر اتفاق سے کوئی کام ہمارے ہی ہاتھ سے ہماری بساط سے باہر ہو جاتا ہے تو ہم فوراً بولا ایتھے ہیں کہ خدا نے ہماری مدد کی یا ہم کسی ایسی نزد سے اتفاقہ بچکئے تو کہا کرتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بچا اگیا اور نہ ہم کہی کے فنا ہو جائے یا جب بچے گر پڑتے ہیں اور ان کے چوٹ نہیں لگتی تو یہ کہنے میں آتا ہے کہ فرشتوں نے ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اسی طرح سے جب انتہا درجہ کی مایوسانہ اور شکستہ حالت میں نبی کے استقلال اور خدا پر ہوسہ رکھنے کے صدقہ نے فتح و لادادی تو ان سے کہا گیا کہ فرشتے تمہاری مدد کے لئے آئے تھے اگر دراصل دیکھا جائے تو وہ فرشتے مومنین کے وہ جو شیلے پر وسے تھے جن میں وحدانیت کا نور جلوہ دیرا تھا اور انکا اپنے پیکار نبی کے حکام کی پیروی گزرا ہی بہت بڑی فرشتوں کی مدد تھی سچی مؤرخوں کا قاعدہ

باتو اسکا گناہ بخشا جاتا ہے یا کوئی بہتر سر مست لمبائی تہ ہے یا کوئی چیز اسکے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہے وہ (ابو منصور در مستدرک) حضرت ابو ذر نے فرمایا کہ نبلی کرنے کے ساتھ دعا استقدر کافی ہے جیسے کہانے کے ساتھ نمک کی مقدار ہے۔

ان حدیثوں سے صاف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا عبادت کا ایک جزو نہیں بلکہ مغز ہے جیسی عبادت مغفرت ہوتی ہے ویسا ہی دعا کا مقصود ہے۔۔۔ عبادت ہی گویا حلب مغفرت کی ایک اہ ہے۔ یا یوں کہوں کہ عبادت خود دعا ہے۔ چونکہ عبادت سے مغفرت ہوتی ہے اسلئے دعا جو عبادت کا مغز ہے سبب مغفرت ہے ان مختبی اجادیت سے یہ نہیں ملتا جاتا کہ عوام الناس جبکہ دعا کا مفہوم سمجھتے ہیں وہ مفہوم ہو فرض کیا جائے کہ ایک شخص کے دل میں غیر مبارک خواہش لغائی کا جوڑ پیدا ہو اور اسلئے اسی نابارک حالت میں خدا سے اپنے مطلب رراری کی التجا کی گیا ایسی صورت میں خدا اس کی خواہش خدا نیک کے پورا کرنے کا سامان کر دیکھا نہیں کہی نہیں خدا ایسی باتوں میں کسی رہنمائی نہ کرے گا۔ یا یہہ ہو کہ ایک کم عقل شخص ایک علم از بارے کے اگے کٹر ہو کر بہر دعا کرے کہ یہہ بہادر میری مٹی میں آجائے یا میں کل سمندر کی جاؤں کہیں یہ ممکن ہو سکتا ہے خدا کہی بہر دعا میں قبول نہیں کرنے کا ان سب باتوں سے یہہ کہتا ہے کہ خدا نے عبادت کے لئے ارشاد کیا ہے اور اپنے کو پکڑ دیا ہے اس کو بچا کر ناگیا اس کا ذکر کرنا ہے اور ذکر کرنا عبادت ہے حکمائے اسلام دعا کے دس ادب لکھتے ہیں۔ جن سے مات معلوم ہوتا ہے کہ عبادت ہی کو دعا کہتے ہیں۔





ابو طلحہ کا قول نقل کیا کہ ہم ایسے اونگہ گئے تھے کہ ہمارے ماتھے سے تلوار چھوٹ پڑی تھی۔ یہ ان کے اصل روایتوں پر علمائے طبع آزمائی کی ہے اور لکھا ہے کہ ایسی خوف کی حالت میں اونگہ کا اجاتا ایک شخص ہوتا تھا اور یہ سچہ اسلئے ہوا تھا کہ مسلمانوں کا ایمان اور خدا کی قدرت پر یقین اور زیادہ بڑھ جائے اور غیہ آجائے سے کسل و ضعف رفع ہو جاوے۔ اور جن لوگوں کو دشمن قتل کر رہے تھے ان کا قتل ہونا نہ دیکھیں کیونکہ اگر وہ لوگ جو قتل ہونے سے بچ گئے اونگہ نہ آجاتے اور اپنے عزیز و اقارب کو قتل ہونے دیکھتے تو ان پر خوف و بزدلی چھا جاتی اور جو لوگ باوجود اونگہ جانے کے قتل ہونے سے بچ گئے انکو خدا کی حفاظت پر زیادہ یقین ہو گیا۔ اکثر مفسرین کے یہہ بے سرو پا خیالات مخالفین کو مضحکہ اور

غش خدا کی درگاہ میں جانا چاہتا ہے تو وہ کس سرگرمی سے دنیوی کمزروں سے اپنا دل پاک کرنا ہے اور اپنی طبیعت کی حالت قائم ہے تو اسے دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ اس کے تو ہرگز خدا کی درگاہ میں نہیں پہنچ سکتا جب ایسی پاک کی و شک پسندوں نے جانے کا تو یہ کہ اس کا دل یہ گوارا کر چکا کہ وہ دنیوی کمزریات کا طالب ہو وہ خدا سے وہی جزین طلب کر چکا جس میں زوال کو رستہ ہو گا وہ وہی جزین مانگے گا کہ جو اس کے روحانی قوت کو دگنا کرنے والی ہوں گی نہ اس کے دل میں دنیوی کمزریات کی طلب کی ارزو ہو گی نہ وہ اس آرزو کو ظاہر کرنا چاہے گا ان تمام احادیث بنویہ اور امامون صحابہ کے قیمتی اقوال سے یہی فہم ہوتا ہے کہ جو میں نے بیان کیا۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے ہو کر گذرے دو دعا مانگے میں اپنی دو شہادت کی انگلیاں ہار رہا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا خاموشی ہی پر اکتفا کر۔

ترندی و ابن ماجہ و حاکم اس پر یہ عرض ہے کہ دعا مانگنا جو کہ خدا سے باتیں کرنا ہے اسلئے اس میں ایسی حرکیات کرنی جو حالت شجائی میں ہرگز جایز نہیں ہیں (مسلم نے بروایت ابو ہریرہ نماز کی دعا میں یہ حدیث روایت کی ہے) دعا مانگنے کے وقت اپنی نگاہوں آسمان کی طرف نہ اٹھاؤ ایسا ہنو کہ تمہاری نگاہیں اچک نہ لی جائیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ نگاہیں جب آسمان پر پڑیں گی حضور ممکن ہے کہ فطرۃ کے کٹے دیکھ کر طبیعت نہ بھجائے اور اس توجہ میں غفلت نہ پڑے کہ جو خدا کی طرف مبذول ہو رہی ہے۔ یہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے اور ان کا اندر کا رخ اپنے منہ کی طرف کر لیتے۔ اس کے سنے یہ ہیں کہ اپنی انگلیوں کو دینا کے طبع و عیب منظور سے ڈانٹ کر لو اپنا رخ اور دماغ بالکل خدا ہی کی طرف رجوع کر دیکو کہ جب تک تم اپنے کو اس قابل نہ بناؤ گے ہرگز دربار میں نہیں جاسکتے۔ دنیوی نام کے مان ہی جیت تک کہ درباری عزت حاصل نہ ہو گی کسی جاننا نہیں ملتا یہی نظیر خدا کی درگاہ کی ہی قائم ہو سکتی ہے۔

### (آداب چہارم)

ہے کہ آواز پست کی جائے۔ اسلئے کہ چیخا اور وادیلہ جانا ایسی برتر ذات کے آگے جو دونوں کا حال جانتی ہے محض بیکار رفو ہے۔ دل جو تمام اعضا میں سلطان ہے اس کا تعلق زیادہ تر خدا سے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ خدا کی طرف رجوع ہے تو تمام اعضا کی طرف از خود رجوع ہو جائینگے۔ عبادت دل سے تعلق کر سکتی ہے اور یہ بہت صحیح ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ عمری روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے تکیہ بھی کر لیا تو نے ہی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا لوگو جس شخص کو تم بکارتے ہو وہ نہ ہمارا نہ غایب ہے بلکہ وہ تمہارے اور تمہاری ساریوں کی گردنوں کے درمیان ہے۔ پھر حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ولا یحضر بصلواتک مخافت بہا۔ (ترجمہ) اور تو نہ پکارتا نہ نماز میں نہ چپکے پڑھتا نہ نماز کا ادب ہے اور جب دعا مانگی جاتی ہے جو کہ اس کا حضور صا دل سے ہوتا ہے اسلئے دل ہی زبان نیکر التجا کرے تو وہ بہت درست ہے۔ خدا نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی بارہ میں تعریف کی ہے چنانچہ فرمایا۔ "اذ نادى ربه ناداه فقبلاً" (ترجمہ) جب پکارا اپنے رب کو چپکے پکارا ہے صاف پایا جاتا ہے کہ دعا ایک ایسی عبادت ہے کہ جب کا تعلق خاص دل سے ہے کہ جبین نہ آواز ہے نہ کوئی چنک ہے کچھ



اجہا موقع دیتے ہیں۔ ہمیں الزامی جوابات کے دینے سے کیا غرض ہے ہم اپنے قرآن کی آیتوں کو نظر غور سے کیوں نہ دیکھیں کہ اسکی کسی آیت یا لفظ سے یہہ معنی نہیں نکلتے۔ خدا کا مسلمانوں پر اس خیال سے نیند کالے آنا کہ یہہ اپنے عزیز و اقارب کو مقتول دیکھ کر خوف نکہا میں محمد یون کی بزدلی کا نقشہ کینچتا ہے۔ خدا کی برکت بیشک مسلمانوں پر ہمیشہ نازل رہی اور اسکی مدد کا ہاتھ یہی ان کی پشتوں پر رہا لیکن اسنے کبھی قانون قدرت کے خلاف کچہ نہیں کیا۔ اگر اسنے قانون قدرت ہی کے خلاف کرنا ہوتا تو اپنے پیارے بنی کو اتنی تکلیف نہ دیتا نہ اسے دشمنوں کے خوف سے ہجرت کرنی پڑتی اور نہ دشمنوں کے ہاتھوں طرح طرح کی مضیتیں جیلینی پڑتیں پس اس سے یہہ نکل آئی کہ جو قانون اسے روزا نزل ہی سے مقرر کر دیا ہے اس میں نہ ترمیم ہو سکتی ہے نہ کوئی بڑہ سکتا ہے۔ یہہ اسکی قدرت میں تھا اور ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اسنے مسلمانوں کے دونوں کو

یہی نہیں۔ اگر اس میں آواز ہے تو ایسی کہ حکوہ خود ہی شکل سے سن سکتا ہے یہ خدا کے تعالے فرماتا ہے، اذعو ۶  
 بلکہ نضم عا و خفیلہ انہ لا یجبالہ حدین وہ (ترجمہ) بکار و اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اسکو خوش نہیں لاتے حد سے بڑھتے  
 دے۔ اس آیت کو میں پہلے ہی کوٹ کر چکا ہوں اس سے غرض خدا تعالیٰ کی یہی کہ یہا میں یہا میں نگو زبان سے زیادہ جڑ جڑ کر دیکھ  
 دل کو میری طرف متوجہ کرو اور جو کچھ مجھے کہو دل کے تہرہ ہو کر کہو۔ آنحضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عنقریب مجھے لوگ ایسے  
 ہوں گے جو دعائیں حد سے زیادہ تجاؤ کر نیکی، اور بعض مغیر نے، اذعو ۱۱ بلکہ نضم عا و خفیلہ انہ لا یجبالہ حدین  
 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ معین کے معنی قانون میں تکلف کرنے کے ہیں اور بہتر یہہ ہے کہ دعوات مانوڑہ کے سوا اور کچہ نہ مانگے اسلئے کہ  
 ہو سکتا ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاؤ کر جاوے اور ایسی چیز مانگے گے جو مقتضائے مصلحت ہو کہ ہر کوئی اچھی طرح ہی دعا مانگتا نہیں تھا  
 اسلئے حضرت محاذ بن جبل کہتے ہیں کہ علما کی حاجت جنت میں ہی ہوگی جو قوت کجبت قانون سے کہا جاوے گا کہ تمنا کرو تو ان کو  
 معلوم نہوگا کہ تمنا کس طرح کریں بہانہ کہ علما سے سیکر کہ تمنا کر نیکی، اس قول سے صاف پایا جاتا ہے کہ دعا طلب کی اس عبادت  
 کو کہتے ہیں کہ جبکی کیفیت وہی دل جانتا ہے جسے اپنی توجہ پورے طور سے خدا کی طرف مبدول کر لی ہے بیشک دل سے عبادت کرنا بے  
 تعلیم کے نہیں آتا اگر دعا کے معنی معمولی مانگنے کے ہوتے تو خواہ زبان سے خواہ دل میں کسی چیز کے ارزاد کرنے میں سیکھنے کی کچہ  
 ضرورت نہوتی اور جب دل کی خاص عبادت کا نام دعا کہلے تو اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیم حاصل کی جاوے خواہ بدرجہ  
 علما کے یا بدرجہ کتاب مقدس کے اور یہہ دعا وہی دعا ہے کہ جس سے دینی برکتیں حاصل ہوتی ہیں مثلاً اس حدیث میں آیا ہے  
 کہ دعائیں صحیح سے دور ہو تو میں سے سیکو ہی کہنا کافی ہے، اللہم افی اسلک الجینۃ و اقارب الیہا من قول و عمل و اعتقاد  
 من الذل و اقارب الیہا من قول و عمل و اعتقاد (ترجمہ) آہی میں تجھے جنت مانگتا ہوں اور جو قول و عمل اسکے قریب کو دین ان کی دعا  
 کرنا ہوں اور درجہ سے اور ان قول و عمل سے جو اس کے قریب کریں تیری بناہ بڑا ہوں = جو کچہ میں ثابت کرنا چاہتا تھا اس  
 حدیث سے صاف پایا جاتا ہے یعنی دعا جو دل کی عبادت اور دل سے خدا کے ذکر کرنے کو کہتے ہیں صرف نجات آخر کی طلب کے لئے کیا  
 کرتے ہیں۔ دعا سے جو مطلب کہ کجکل مسلمانوں میں سمجھا لیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں ہے۔ بعض ضعیف اعقل کا ہل محنت تو کرتے  
 نہیں اور گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں دو لہندہ دے اور ہمیں جہر ہار دے لیکن ان کی یہ آرزو کیسی بڑی  
 نہیں ہوتی تو اس وقت وہ ایمان کے ضعیف یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا ہار دے دعا قبول نہیں کرتا دوسری لفظوں میں اس سے  
 یہہ ہی معنی ہیں کہ خدا وعدہ خلافی کرتا ہے۔ حالانکہ یہ خیال ہی دل میں لانا کفر ہے۔ پھر حدیث میں آیا ہے کہ کچہ لوگ حقیر  
 ایسے آویٹکے کہ دعا اور طہارت میں حد سے تجاؤ کر نیکی۔ اس حدیث سے یہی مطلب ہے جو میں نے بیان کیا۔ بعض لوگوں  
 کا قاعدہ ہوتا ہے کہ دعا میں اپنی قابلیت اور لیاقت کا اظہار کرتے ہیں اور ایسے ایسے فیجہ و بلیغ جملے لاتے ہیں جن سے مراد  
 اپنی لیاقت کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ خدا ان قاضیہ بند یوں سے خوش نہیں ہوتا۔ خدا کا ذکر دل سے یا زبان سے نہایت دلی  
 اور عاجزی سے چہوٹے چہوٹے الفاظ میں جو بے تکلفانہ زبان سے نکلتے ہیں کرنا چاہئے اور نجات کا طلب گار ہونا چاہئے۔



ایسا جری بنا دیا کہ وہ اس بے سرو سامانی کی حالت میں بھی تندرست و شمنون پر ہی غالب آئے اس سے زیادہ اسکے قدرت کا یقین اور کیا ہو سکتا کہ جس نے چند ٹوٹے پھوٹے آدمیوں کو فوجی اور خوشخوار کثیر التعداد و شمنون پر غلبہ دیدیا وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ تھے اگر ہم معمولی مسلمانوں سے کوئی کام لیا طاکے باہر اتفاق سے ہو جاتا ہے تو ہم کس قدر اپنے خدا کی حمد کرتے ہیں اور اسکی لامحدود قوتوں پر کتنا زبردست بہرہ ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین اسلام کی عادت ہے کہ ضعیف اور موضوع بے اصل روایتوں کو اپنی تفسیرون کا زور سمجھتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے۔ بے اصل روایت ان کے کان تک پہنچنے قرآن مجید کے اصل مطالب پر غور کرنے بغیر قرآن شریف کی آیات کو توڑ مڑ کر ان کے اصل روایتوں کے متعلق کرنا۔ چاہتے ہیں اسی اپنی غلط مطابقت انہوں کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دعانا لگا کرتے تھے، اسٹیک انہ من لوم الوعیید و الجنة لوم الخیار و مع المشریت الشہود و المکریم البیہود الموقین بالعبود انک نجیم و دود و دانک تغفل ما توید و و علمائے اسلام کا یہ مذہب ہے کہ جتنی دعائیں احادیث نبویہ میں ہیں وہ ہی کافی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوی سامانوں کے حاصل کرنے کے لئے وہاں نہیں مانگی جاسں اسلئے احادیث میں جو دعائیں ہیں وہ ہی کافی ہیں۔ اور ان احادیث کی دعائوں میں طلب مغفرت کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں کی گئی ہے۔

### (آداب پنجم)

یہ ہے کہ تضرع اور خشوع کرے اور غم سے رخصت اور خوف رکھے۔ یہ زاری اور رونا بیٹا و نبوی حاجات کے حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اپنے گزشتہ بڑے اعمال کے لئے ہوتا ہے۔ رو دھو کر ہی معافی کے طلبگار ہوا کرتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں خدا فرماتا ہے۔ "انہم کاوا ایسا من حی الخیارات وید عوننا عنا ویرھنا عا وادور فایا" ادعواں بکثر و خفیة و حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اسکو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کا تضرع بڑھے۔ پہلا جو شخص خدا کی محبت میں مبتلا ہو گیا ہو اسے دنیا فانی ہو جائے بغیر رہنے کی یہ بہت سچ ہے۔

دعا پڑھ کر دینا بہت بڑا آزادگانہ اور حرام۔ غلط جمع ست در زیر فلک سامان مانا

### (آداب ششم)

یہ ہے کہ جہوقت اپنی مغفرت کی التجا کرے تو یہ بھی یقین کرے کہ خدا میری طروت متوجہ ہے اور بیشک میری اس التجا کو سنیگا اسوقت یعنی ایسی یقین کی حالت میں دعا کرنا چاہے اور وہ دعا صرف بخشش کے لئے ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "جب تم میں سے کوئی دہانے کو چاہے کہ یہ کہہ کر آہی تو مجھے بخش دے اگر چاہے اور تو مجھ پر رحم کر اگر چاہے گہرے قطع ذہن سے کہہ کر مجھ کو بخش دے اور رحم کر کہو کہ اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے" اس حدیث سے بنی صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ دعا کی رو سے یہ کہنا بہت جوش ہے بارگاہ خدا میں قدم نہ ہوتا ہے ایسی حالت میں طلب بخشش میں بیشک ہمیں رہنا ایسی حالت میں دعا و اجابت دعا و غم کے ایک ہی مضامین ہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں قبول ہو نیکا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل حل کی دعا قبول نہیں کرتا۔ دعا قبول کی کوئی صفت ہے کہ وہ دعویٰ مابون میں نہیں کر دین کی برکتیں حاصل کرنے میں غافل ہو جائے اور خدا اسے دربار میں رمان کی قابل خیر الالئون کی پوٹ باندھ کرے جاوے بیشک ایسا شخص ناکام ہو گا نہ اس کی التجا منہی جائے گی نہ قبول ہوگی۔

### (آداب ہفتم)

یہ ہے کہ جہوقت خدا کا دل سے ذکر کرے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ کہو کہ دعائے تو فوراً ہی اس کے مقبول ہو جائے گی

آیتوں کو یہی توڑا مڑا ہے۔

پہلی آیت میں انہوں نے امانتہ لغاسا بدل و مبدل منہ قرار دیا ہے یعنی، "امنتہ دو کو مبدل منہ اور لغاسا دو کو بدل اور جو کہ بدل و مبدل منہ میں مقصود بدل ہیوتا ہے اسلئے انہوں نے قرار دیا کہ خدا فی الحقیقت نیند ہی کو مسلط کیا تھا مگر اسخام پر بدل کل و جھین ہو سکتا اسلئے کہ بدل کل و بدل میں اتنا فرق ہے اور امن اور لغاس میں اتنا فرق نہیں اور بدل بعض ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بدل مبدل منہ کا جزو ہونا چاہئے اور لغاس امن کا جزو نہیں ہے اور عام طور سے بدل اشتمال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بدل کا بدل منہ سے ایک ایسا تعلق ہونا چاہئے کہ اسکا تصور مبدل منہ کے مستلزم ہو شاید انہوں نے امانتہ لغاسا کو بدل اشتمال کی وہ قسم قرار دیا ہو جہیں مبدل منہ بدل کا جزو ہوتا ہے اور انہوں نے امن کو لغاس کا جزو قرار دیا ہو گا کہ وہ بغیر امن کے نہیں ہو سکتی۔

اسلئے کہ جس چیز کو وہ چاہتا ہے اسکا تصور مدت مدید کے بعد ہو گا۔ کیونکہ حدیث بنوی میں آیا ہے، "جب کوئی تم میں سے اپنے درود گزارے سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول ہو گیا تو یہ کہے۔

"الحمد لله الذی بنعمته تم الصالحات" (ترجمہ) اس خدا کا شکر ہے جسکی نعمت سے نیکیاں پوری ہوتی ہیں۔

اور جسکے لئے قبول میں کچھ دیر ہو جاوے تو کہے، "الحمد لله علی کل حال" (ترجمہ) ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔

دعا کی اجابت کے یہ یہ معنی ہیں کہ قلب پر یکایک لے کر ذکر میں ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ از خود یہ یقین آجائے کہ خدا نے میری دعا قبول کر لی اور یہ یہ کیفیت اسوقت حاصل ہوتی ہے کہ جب دل کو تمام مکرر خیالات سے چھٹکارا ہو وہ خدا کے جلال اور قوت میں سرتابا محو ایسی حالت میں جو اوروں کے اس کے دل سے سرزد ہوگی فوراً اس یقین سے مالا مال ہوگی کہ بیشک دعا قبول ہو گئی یہ تو اجابت دعا ہی اب دعا کا ناقبول ہونا وہ اس کے خلاف حالت میں ہوگا یعنی نہ یہی دل کو دنیوی کدورتوں سے چھٹکارا ہو اسے اور نہ خیالات ہی نہ ترے ہوئے میں ایسی غلیظ اور غری مصفا حالت میں خدا کا ذکر کیا یا اس سے طلب نجات کی چونکہ دل خود ہی مذہب ہے اسلئے اسکا یقین ہی مٹ ہوگا اور یہ اسکی دعا کی غیر مقبولیت کہتے ہیں۔

### (آداب نہم)

یہ ہے کہ دعا کو خدا کے ذکر سے شروع کرے۔ سلم بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رسول مقبول کو نہیں سنا کہ اپنے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہہ لئے ہوں، "سبحان ربی الاعلیٰ والوہاب عد" (ترجمہ) پاک ہے میرا رب برتری دینے والا۔ جہاں تک ذکر کی جائے گی یہی کہلے گا کہ دعا عبادت نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے۔

### (آداب ہم)

یہ ہے کہ دعا اصل میں باطن سے متعلق ہے اور قبول ہونے کے باب میں اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حق داروں کے حقوق ادا کرنا۔ پہونچا کر تمام ہمت سے خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جب تک انسان حق داروں کے حق سے پاک نہیں ہے شخص ممکن ہے کہ اس کو ذکر خدا کچھ فائدہ دیگا۔ اب میں وہ دعائیں نقل کرتا ہوں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے جسکی پروردگار ہر مومن پر عجزی پر فرض ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ دعا جو فی الحقیقت مغز عبادت ہے ہرگز دنیوی کدورتوں سے سمیٹ سکے گئے نہیں کی جاتی اور جہاں کہے میں وہ اپنا وقت برباد کر کے خواب کے خیال میں گزارا سمیٹتے ہیں۔

پہلی دعا یہ ہے آپ بخیر کی سنتیں پڑھ کر مانگا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے رسول خدا کی سنت میں بھیجا آپ میری خالہ میمونہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ اب صبح کی سنتیں پڑھ کر یہ دعا مانگا کرتے تھے

اللہم فی اسئلتک رحمة من عندک تھدی بہا قلبی و یجمع بہا شملی و تلہی بہا شعشی و تزدہا الفیہ و تصلم بہا دینی و تحفظ بہا غایتی و ترفع بہا شأنی و تزی بہا شملی و تلیس بہا و جہی و تلہی بہا و تھدی بہا و تعظمی بہا من

مورہ انفال کی آیت سے یہ مطلب حاصل ہونا نہایت مشکل بلکہ درحقیقت ناممکن ہے مگر ہمارے مفسرین نے اس سیدھی آیت کو بھی توڑ مڑ ڈال ہے۔ انہوں نے نفاس کو لغشی فعل متعدی کا مفعول یہ اور امانتہ کو مفعول لہ قرار دیا ہے مگر امانتہ مفعول نہیں ہو سکتا تھا اسلئے کہ مفعول لہ ہونے کے لئے ضرور ہے کہ فعل جو عامل ہے اسکا اور مفعول لہ دونوں کا فاعل واحد ہو سببکہ لغشی فعل متعدی کا فاعل تو خدا تھا اور امانتہ جو باب لازمی سے ہے وہ ایک صفت ہے جو خود مخاطبین میں قائم تھی۔ اب ہمارے مفسرین نے خواہ مخواہ قرآن مجید کو ان بے اصل کہانیوں سے مطابقت کرنے کے لئے جبکہ قبل از خود معافی قرآن بطور سچ کے تسلیم کر لیا تھا اور امانتہ کو مفعول لہ نہرانے کے لئے تمام سیاق قرآن مجید کے تبدیل یا صاحب بیضاوی فرماتے ہیں کہ، "وہ مفعول لہ باعتبار المعنی فان قوله لغشیکم الناس متضمن معنی انہوں نے یہی معنی لفظوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنوں کے اعتبار سے مفعول لہ ہے کیونکہ خدا کا یہ کہنا کہ چاہا دیا یعنی اس نے تم پر انگہ کو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم او نگہہ گئے۔ او نگہہ جاننا ہی ایک صفت ہے جو مخاطبین میں قائم تھی پس گویا دونوں کے فاعل مخاطبین ہو گئے اور امانتہ کا مفعول لہ ہونا درست ہو گیا۔

کلی سوا اللہ اعظمی ایمانا صادقا بقیبنا لیس بعدہ کفر ورحمتہ انال بھاشرف  
 کرامتک فی الدینا والاخرۃ اللہم انی اسئلت الفوز عند القضاء ومنازل الشہداء  
 وعیش السعداء والنصر علی الاعداء ومرافقتہ الابناء اللہم انی انزل بک حاجتی  
 وانی ضعف رائی وقلب جلیتی وقصر علی واقصرت الی رحمتک فاسئلتک یاغنی  
 الامور ویا شافی الصدور کما تجیر بن الجوران تجیر فی من عذاب السعیر من  
 دعوة الثور ومن فتنۃ القبور اللہم اقرصر عنہ رائی ضعف عنہ علی و۔ الم تبلیغہ  
 نلتی وامینتی من خیر وعدۃ احد امن عبادک لو خیر انت معطیہ احدا من خلقت  
 فانی ارغب الیک فیہ واسئلتک یا رب العالمین اللہم اجعلنا ہادین مقتدین  
 غیر ضالین ولا مضلین حر بالاعدائک وسلم الاولیاءک نجب بجمک مل طاعت  
 من خلقت ونعادی بعدا وک من خالقک من خلقت اللہم ہذا الدعاء  
 علیک الاجابتہ وھذا الجہد وعلیک التکلیف واما الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ  
 الا باللہ العلی اعظم یا ذی الجلال الشدید و الامر الرشید اسئلتک از من یوم <sup>عید</sup>  
 والجنۃ یوم الخلود ومع المقربین الشہود الرکع السجود والموفین بالعہود انک حمیم  
 ودود وانت تفعل ما ترید سبحان الذی تعطف بالغر وقال بہ سبحان الذی لا یس  
 بالحد وتکرم بہ سبحان الذی لا ینبغی التسمیہ الا لہ سبحان ذی الفضل والنعیم  
 سبحان ذی القدرۃ والکرم سبحان الذی احصى کل شیء بعلم اللہم اجعل لی

مگر ہر شخص انصاف سے دیکھ سکتا ہے کہ اس طرح آیت کے معنی قرار دینا بالکل نظم قرآنی کو مدد دیتا ہے۔ اول بے غشی جو متعدی ہے اسکو باعتبار معنی مفروضہ لازمی قرار دینا ہے۔ دوسرے تمام ایسی قرآنی اس مقام پر اس طرح واقع ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے احسانوں کو یاد دلانا چاہتا ہے اور اپنے کو ان کا فاعل بیان کرتا ہے اس آیت کے قبل بیان فرمایا ہے، "وان یعدکم اللہ دہر فرایا، اذ تستغذون من ربکم فاستجاب لکم دہر اس آیت کے بعد فرمایا، "اذ یوحی ربکم دہر" اذ یغشیکم النعاس کو غشی سے غور لیا جاوے اور فعل متعدی کو بمعنی لازمی قرار دیا جاوے تو تمام سیاق قرآنی الٹ جاتا ہے بلکہ سلسلہ عطف و معطوف کا درست نہیں رہتا۔ ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ ان بے اصل روایتوں کو پہلے سے دل میں بیٹھا لیا ہے کہ درحقیقت قرآنی میں لوگ سورہے تھے اور پھر اسکی نقل کر نیکیوا سقدر تکلف کیا ہے۔

لوزانی قلبی و لوزانی قہری و لوزانی سمعی و لوزانی بصری و لوزانی شعری  
و لوزانی بشری و لوزانی لہی و لوزانی دمی و لوزانی عظامی و لوزانی من بین یدئ  
و لوزانی خلقی و لوزانی عینی و لوزانی شمائی و لوزانی فوقی و لوزانی لحتی اللہم  
زندگی لوزا و اعطانی لوزا و اجعل لی لوزا۔ (ترجمہ)

ابھی میں تجھے تیرے پاس کی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے تو میرے دل کو ہدایت کرے اور میرے امور متفرق کو جمع کرے اور میری پریشانی کو دور کرے اور میری الفت کو پھیر لاوے اور میرے دین کی اصلاح کرے اور میرے غائب شخص کی حفاظت کرے اور میرے حاضر کو بلند کرے اور میرے عمل کو ستر کرے اور میرے مہنہ کو سفید کرے اور اسکے سبب مجھ کو میری راہ یا بی دل میں ڈالے اور تمام نبیوں سے مجھ کو بجاوے۔ ابھی تو مجھ کو سچا ایمان غایت کر اور اپنی تیرے جیسے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت جسکے سبب سے تیری شرافت کرامت حاصل کر دن دنیا و آخرت میں ابھی میں تجھے سوال کرتا ہوں کامیاب رہنے کا فضلہ وقت اور شہیدوں کے مراتب کا اور نیک بختوں کی زندگی کا اور دشمنوں پر غالب ہونیکا اور انبیا کے ساندہ بننے کا ابھی میں تیرے پاس اپنی حاجت لاتا ہوں اگرچہ میری تدبیر ضعیف ہے اور جلیل کمر اور عمل کوتاہ اور میں تیری رحمت کا محتاج ہوں پس میں تجھے سوال کرتا ہوں اے امور کے حاکم اور اے شفا دینے والے سینوں کے جس طرح علیحدگی رکھتا ہے تو سمندرون میں اسبطر مجھ کو علیحدہ رکھ دوزخ کے عذاب سے اور پاک ہونے کی بیکار سے اور قبروں کے فتنہ سے ابھی جس بات سے میری تجھ کو قاصر ہوگی اور عمل ضعیف ہوا ہو اور اس کو میری نیت اور آرزو نہ پہنچی ہو لیکن کوئی بہتر بات جس کا تو نے اپنے بندوں میں سے کسی کو وعدہ کیا ہو یا کوئی بہتری اپنی خلق میں سے کسی کو دینے والا ہو تو اس خبر میں میں ہی تیری طرف راغب ہوں اور تجھے اسکو سوال کرتا ہوں ماریا لعالمین کے ہمارے ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ اور نہ گمراہ ہونے والے گمراہ کرنے والے اور نہ تیرے دشمنوں سے اور صلہ کرنے والے تیرے دوستوں سے محبت کرین تیری محبت کے باعث ہم شخص سے جو تیری مخلوق میں تیری اطاعت کرے اور عداوت کرین تیری عداوت سے اس سے جو



تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت میں نفاس کے لفظ سے کنایہ غایت امن کا ہے لیکن اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لفظ نفاس کے حقیقی معنی چوڑ کر مجازی معنی لئے جاتے ہیں۔

مگر یہ اعتراض ان کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ لفظ نفاس کو مجازی معنوں میں لینے کے لئے خود سورہ انفال کی آیت دلیل موجود ہے جسکے ہم بیان کرتے ہیں۔

اور جبکہ ہم نفاس کو امن کامل سے کنایہ کہتے ہیں تو اگر، امنۃ نفاسا و کو بدل و مبدل منہ ہے قرار دین تو یہی کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ امن کامل اور امن میں اتحاد ذاتی ہے اس صورت میں، امنۃ نفاسا و کو بدل کل ہو جاوے گا جیسے کہ سورہ انفال کی آیت میں ہے۔ جو معنی مفسروں نے سورہ انفال کی آیت کے لئے تھے ان کی غلطی اور بے ترتیبی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے اور وہ بے ترتیبی اسلئے کی

البتہ میں تجھے سوال کرنا ہوں بالکل خیر کو حال کی اور آئندہ کی جو میں نے اس میں سے جانی ہوا اور جو بخانی ہوا اور تیری پناہ پکڑنا ہوں تمام برائی سے حال کی اور آئندہ جو میں نے جانی ہوا اور جو نہ جانی ہوا اور تجھے سوال کرنا ہوں دونوں سے اور جو اس سے نزدیک کرے قول عمل سے اور تیری پناہ پکڑنا ہوں دونوں سے اور جو اس کے نزدیک کرے قول و عمل سے اور تجھے وہ تیرا مانگا ہوں جسکو تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے مانگی اور تجھے یہ سوال کرنا ہوں کہ حیات کا تو میرے لئے حکم کرے اس کے انجام کو میرے حق میں اچھا کرنا اپنے رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

یہ بزرگ دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو سکھائی اور اس کی بہت تعریف کی اس میں ہی سو کلمات آخرت کی طلب کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ دعا عین عبادت ہے اور عبادت صرف آئندہ زندگی کے لئے کی جاتی ہے۔ کابلوں کے وہ خیالات کہ بے محنت و مشقت کچھ حاصل ہو جائے گا اور دعا مانگنے سے دولت آجائے گی سب خیر باد ہو انہیں خوب سمجھ لینا چاہئے کہ خدا نے دنیا میں ہر قسم کی نعمتیں پیدا کر دی ہیں اور ان کے حاصل کرنے کے لئے ماتہ پیر و پیچھے میں جتنی کوشش کرو گے اس قدر حاصل کرو گے اور یہ تو خیالات دل سے مشاویہ چاہئے کہ کوشش تو ہو سکتی نہیں مگر دعا سے صرف کام لگانا چاہتے ہیں ابن خیال بہت و محال بہت و جہن۔

تیسری دعا حضرت فاطمہ زہرا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھ کو کیا چیز مانع ہے میری وصیت سے میں یہ کہتا ہوں کہ یوں کہا کر۔

یا حی یا قیوم و محمداً استغیث لا تکنفی الی نفسی طرفۃ عین واصلی شافی کلہ  
(ترجمہ)

اے زندہ اے تو انا تیری رحمت سے فریاد چاہتا ہوں تجھ کو ایک پلک مارنے کے وقت میں میرے نفس کے پر دمست کر اور میرا سب حال درست کر دے۔

اس دعا میں تو صاف صاف نفسانی خواہشوں سے بچنے کے لئے پناہ مانگی گئی ہے اور جو کچھ طلب کیا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی ن اور مرنے کے بعد تو اپنی رحمتیں نازل کر۔ ان میں جو تو نے کوئی بھی دیکھا کہ کوئی کہ عقل ایسا ہو گا کہ جو ہر چیز میں سمجھتا رہے گا کہ نبی کی ہمارے مستحق یا بد اعمالی کے برے نتائج یا اثروں کو اپنے اوپر نہ آنے دوں اور دعا مانگا کہ کہو دوں خوب سمجھ لو کہ دعا عبادت اور عبادت کا جو مقصد ہے وہ تم خوب جانتے ہو۔ اور جس کو کئی کئی طرح میں یہی بتا چکا ہوں۔



گئی تھی کہ جو غلط معنی سورہ آل عمران کی آیت کے ذار دیئے تھے اسی کے مطابق سورہ انفال کی آیت کے معنی ہو جاویں لیکن جب ان تمام خیالات کو جو پہلے سے دل میں بیٹھائے ہیں دور کر دیا جاوے تو سورہ انفال کی آیت کے معنی صاف ہو جاتے ہیں اور سورہ آل عمران کی آیت کے معنی اس مطلب کے بالکل مطابق ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ سورہ انفال کی آیت کے یہ لفظ ہیں، "اذ یغشیکم الناس امنۃ منہ" یعنی جبکہ چھادیا مہر خدا نے اوگمہ کو کہ وہ امن تھا خدا کی طرف سے اس آیت میں، "اناس" کا لفظ بدل مذہب ہے اور "امنۃ" موصوف ہے اور منہ وہ جار مجوز نازتہ کے متعلق ہو کر صفت ہے موصوف کی صفت وہ نو۔ مگر بدل ہیں بدل منہ سے جیسے کہ آیت، "بالتا حیتہ ناصیۃ کاذبۃ وہ من ہے بدل بدل منہ

چونکہ دعا حضرت ابو بکر صدیق کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعلیم فرمایا کہ جب نماز میں توبہ مانگیں (ابو اسحق بن ہیان روایت عبد اللہ بن مالک بن ثور بن عقیلی نے روایت) اللہم انی استنذت جہنم وبراہیم خلیک و موسیٰ علیہ وسلم و عیسیٰ علیہ وسلم و کل منک و روحک و بکلام موسیٰ و یحییٰ عیسیٰ و زبور داود و فرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین و بکلی وحمی و حنہ و قضاء قضیۃ او سائل اعطیۃ او حنفی افیۃ او فقرا لغنیۃ او ضال یحیٰ و اسئلک باسمک الذی اترلتہ علی موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اسئلک باسمک الذی ثبت بہ ازل العباد و اسئلک باسمک الذی وضعۃ علی الارض فاستقرت و اسئلک باسمک الذی وضعۃ علی السموات فی السقۃ و اسئلک باسمک الذی وضعۃ علی الجبال فارست و اسئلک باسمک انکم ستقر بہ عرشک و اسئلک باسمک الطیر الطاہر الا حد یفقدوا و تر المیزان کما یکون لک من الفوز البین و اسئلک باسمک الذی وضعۃ علی النار فاستنار و علی اللیل فاطلم و اعظم کما یرکب و یور و جہک الکریم ان تر فی القرن و اعلم بہ و تخطط لہ و دی و لکی و لیس و تستعلی و بہ جنت الجولان و قوتک فانہم لا حول ولا قوۃ الا بک یا ارحم الراحمین (ترجمہ) ابھی میں تجھے حوال کرتا ہوں تجھ کو ذریعہ سے اور ابراہیم تیرے نبیل کے اور موسیٰ تیری سرکھ کرنے والے کے اور عیسیٰ تیرے کل اور روح سے اور یحییٰ تیرے کلام اور عیسیٰ کی انجیل اور داؤد کی زبور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے اور یسیرہ کے جس کے جسکو تو اپنے انبیاء پر بھیجا ہو یا حکم جو تو نے دیا ہو یا کسی سائل کو جو حکم کیا ہو یا کسی نوکر کو جو خوش کیا ہو یا کسی فقیر کو غنی کیا ہو یا کسی گناہ کو بھارت کیا ہو یا تجھے سوال کرتا ہوں بذریعہ تیرے اس نام کے جسکو تو نے موسیٰ علیہ السلام پر لکھا اور تجھے درخواست کرتا ہوں بذریعہ تیرے اس نام کے کہ جس سے مذکور مذکور ثابت رہے ہیں اور تجھے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام سے جسکو تو تشریف بردار کیا تو وہ نہر گئی اور تجھے مانگتا ہوں بے غفلت تیرے اس نام سے جسکو تو نے آسمانوں پر رکھا تو وہ اور تجھے ہو گئے اور تجھے سوال کرتا ہوں بذریعہ تیرے اس نام کے جسکو تو نے پہاڑوں پر رکھا تو وہ جو گئے اور تجھے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام کی بدولت جس سے ستر اوشش برپا ہوا ہے اور سوال کرتا ہوں تجھے تیرے نام نہایت پاک صاف تہا پرے بروا طاق ہے جو تیری کتاب میں تیری پاس ہے جو مہر مہر سے اترتا ہے اور تجھے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام کے ذریعہ جسکو تو لوگوں پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا اور اترت پر رکھا تو تاریک ہو گئی اور تیری عظمت اور برتری کے خفیہ سے اور تیری ذات کہ تم نے نہ کہ ذریعہ سے یہ سوال ہے کہ جسکو تو ان اور سکا غلام زری کر اور اسکو میرے گوشت اور خون اور کان اور آنکھ میں مخلوط کر دے اور اسکے مطابق میرے جس سے کام لے اپنی طاقت اور قوت کے سب سے کہ طاقت گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی بھر پور سے اور کسی بھی نہیں ہے اے ارحم الراحمین + اس کا یہی اصل منشا یہی ہے کہ دینی برکتیں حاصل ہوں اور قرآن اور نبی جہاں ہے۔ اس کی یہی بڑی مطلب ہے دعا کا یہی اصل منشا یہی ہے۔ ثابت ہو گیا کہ کسی اپنی قوتوں کو معطل کر کے دعا کے ذریعہ سے وہ نتیجہ نہ چاہا کہ اپنی قوتیں

میں مبدل منہ مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ بدل مقصود بالذات ہوتا ہے پس ظاہر ہے کہ نفاس مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ امن من امن مقصود بالذات ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ در حقیقت نفاس نازل نہیں ہوا تھا بلکہ امن نازل ہوا تھا اور نفاس کا لفظ صرف امن کامل سے کنایہ ہے، صحت میں جو کہ ہر شخص اذنی غور کے بعد تسلیم کر سکتا ہے اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے سطا لقت ظاہر ہوتی ہے۔

اور پہلی آیت میں نفاس کے لفظ کو کنایہ غایت امن سے قرار دینے کو خود دوسری آیت بطور دلیل کے موجود ہے۔ فافہم و تدیر وہ اس بحث سے میری غرض صرف یہی ہے کہ قرآن کا اصلی مطلب کھل جائے

کام لانے سے پیدا ہوتا ہے اگر یہ بات ہوتی تو بیشک کبھی دعا کو عبادت نہ کہا جاتا۔ یہ صحیح ہے کہ خدا اپنے بند کی ہر اور سزا سناتا ہے اور ان کی اپنے قانون قدرت کے موافق مدد کرتا ہے اسکی مدد بہت بڑی ہی ہے کہ کہیں داد دین سے بروٹس مراد ایسی حالت میں ہماری حفاظت کی کہ جب ہماری آنکھیں پتہ نہ دیکھ سکیں تو ہوتی بلا کو دیکھ سکتے نہ کان تھے کہ خود کی آواز سن کر ساگ سکتے نہ اتہ بہر تھے کہ انہی جان مصیبت سے محفوظ رہ سکتے نہ ہوش دھو سکتے تھے کہ بڑا ایذا دیکھ سکتے یا کسی کی حالت میں اس کی ہمدانی کافی حفاظت کی اور میں ہزاروں بلادوں سے بچا کر رکھ دیا۔ اور میر

روایت داد طبع و عقل و اور انکے -  
جہاں رائے نفی قدرت و ہوشی -

دو بارزویت مرتب ساخت بر دوں -

ان نعمتوں کی بخشش میری سخت بے شرمی کی بات ہے کہ ہم انہی تمام نعمتوں معطل کر کے اسے ایسی روزی مانیں جو حرام اور مفت کی روزی ہو میری لیے بوج خیالات میں خدا کی برکت نازل ہوگی یا بخون عا حضرت سریدہ علی کی ہے (حکومت بریدہ اسلی)۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بریدہ کہا میں گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ انکو میری بخشش کر سکتا ہے کہ ان کو میری بخشش ہوگی یا بخون عا حضرت سریدہ علی کی ہے (حکومت بریدہ اسلی)۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بریدہ کہا میں گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ انکو میری بخشش کر سکتا ہے کہ ان کو میری بخشش ہوگی یا بخون عا حضرت سریدہ علی کی ہے (حکومت بریدہ اسلی)۔

اللہم انی ضعیف فقونی و اذنی غور کے بعد تسلیم کر سکتا ہے اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے سطا لقت ظاہر ہوتی ہے۔

منہم فی رضائی اللہم انی ضعیف فقونی و اذنی غور کے بعد تسلیم کر سکتا ہے اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے سطا لقت ظاہر ہوتی ہے۔

(ترجمہ) اے میری ناتوان ہون تو میری ناتوانی کو اپنی رضا میں قوت دے اور مجھ کو بہتری کی

طوت جوئی کر کے کہیں نہ اور اسلام کو میری انتہائے رضامندی کر دے اے میری ناتوان

ہوں تو مجھ کو قوت دے اور میں ذلیل ہوں تو مجھ کو قوت دے اور میں فقیر ہوں تو مجھ کو تو نگر کر دے۔

آخری فقرہ سے کہیں کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ تو نگر سے دولت مند مراد ہے یا ایسا شخص مراد ہے جو دنیوی دولت سے مالا مال ہو بلکہ دولت دین سے غرض ہے کیونکہ ہمارے نبی کو کبھی دنیا کی دولت کی طرف رغبت نہیں ہوئی اور اپنے ہمیت ہی دعا مانگی یا اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھو مسکین بادلو اور میرا حشر ہی مسکینوں کے ساتھ کیجیو جس مقدس معصوم غرض کی ہمیشہ آرزو رہتی ہو پیدا وہ کا بچو اپنے کسی صحابی سے دولت دنیا کی دعا مانگو انکا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ دولت دین سے غرض ہے جو دعا لیجئے مگر عبادت کا اصلی مدعا ہے۔

چہی دعا حضرت قہیہ۔ ایک دن حضرت قہیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو ایسے کلمات سکھائے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مجھ کو نفع دیوے اسلئے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ میں ان کو کیا کرتا تھا اب میں ان سے تھک گیا اپنے خدایا را بن البنی کریم و لیلہ بردایت ابن عباس کہ دنیا کے لئے حبیب تم صبر کی نماز پڑھو جو توین مرتبہ کہو۔  
سبحان اللہ و بحسبک سبحان اللہ العظیم و بحسبک لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی اعظم

اور مخالفین اسلام کو مضحکہ اڑانے کا موقع نہ رہے۔ دوسرا سچ یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ بیشک مسلمانوں کی فرشتوں نے مدد کی تھی اسلئے کہ مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ فرشتے ہی مین اور ان میں پیغام پہونچانے والے فرشتے ہوتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کا عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کا پیغام پہونچانے کے لئے برگزیدہ بندوں کے پاس آتے ہیں۔ اگر مذہبی دائرہ میں سفید ہو کر دیکھا جائے گا تو کہیں فرشتوں نے قایل مذہب اے کو ہرگز ہرگز اعتراض کرینا موقع نہیں ملنے کا رہا ان لوگوں کا سمجھنا کہ جو فرشتوں کا عالم نہیں مانتے اور نہ فرشتوں کی قاصدی کے قایل ہیں انکے لئے وہ ہی کافی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور آخرت کے لئے یہ دعا مانگا کرو۔

اللہم اھدنی من عندک و افض علی من فضلك و انشر علی من رحمتک و انزل علی من برکاتک۔ (ترجمہ)

اُسی تو مجھ کو اپنے پاس سے ہدایت کر اور میرے اوپر اپنے فضل میں سے کچھ جاری کر اور اپنی کچھ رحمت میرے اوپر پھیلا اور تجھ پر اپنی برکات میں سے بھیجہ اور۔  
ساتویں دعا حضرت ابوذرؓ اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کو یہ دعا بتائی تھی جس سے ہمیشہ برآفت سے محفوظ رہے۔

اللہم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت و انت رب العرش العظیم لا حول و لا قوۃ الا باللہ العظیم ما شاء اللہ کان و ما لم یشا لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیء قیور و ان اللہ قد احاطہ بكل شیء علما و احصی کل شیء عددا اللہم انی اعوذ بک من شر نفسی و من شر کل دابة انت اخذ بنا صلیتہا ان ربی علی صراط مستقیم۔ (ترجمہ)

اُسی تو میرا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے تجھ پر ہی دوسہ کیا اور تو مالک ہے بڑے عرش کا نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ پر غفلت کے ساتھ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا میں جانتا ہوں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک اللہ ہر چیز پر علم سے محیط ہے اور ہر چیز کو شمار سے گن رکھتا ہے اُسی میں تجھے پناہ مانگا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور ہر اچھے والے کی برائی سے جبکہ جوئی تیرے قابو میں ہے بیشک میرا رب سید ہی ماہ پر ہے۔

اس دعا سے ہی وہ ہی محفوظ ہوتا ہے جو عبادت کا نتیجہ نکالا گیا ہے یعنی آخرت میں مدد و مافیٰ سفر میں ناک و واقع ہوں اور ان آفتوں سے محفوظ رہ سکے جائیں جو نا فرمان بندوں کے لئے خاص کر دی گئی ہیں۔  
آٹھویں دعا حضرت ابراہیم خلیل علی نبیائہ و علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ہے۔ آپ صوم کو انہر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔  
اللہم ہذا خلقی جدید فافتح علی بطلعتک و اخرجنی من غمضتک و ارضوانک و اخرجنی فی حسنۃ تقبلہا منی ذرکہا و صغفہا لی و صاعلت فیہ من سبیتہ فاعف عہالی انک عفون رحیم و دود و دود کریم۔ (ترجمہ)

اسلئے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام کا کوئی اصول قانون قدرت کے مخالف نہیں ہے جو یہ عز کر گئی تھی اور دیکھ لیا گیا ہی پایا گیا کہ اسلام قانون قدرت کے بالکل مطابق ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی یہاں کہنے کے قابل ہے اور اس کا تعلق تاریخ دانی پر ہے۔ ولیم میور صاحب اور مختلف سچی مصنفوں کا یہ خیال ہے کہ محمدؐ ابو سفیان کے قافلہ کو لوٹنے کے لئے بدر پر مقیم ہوئے تھے اور وہ اس حملہ یا مقابلہ کو لفظ ”قرآنی“ سے تعبیر کرتے ہیں اور اکثر عیسائی مورخ فخر سے میور صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآنی کی۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے تاریخی واقعات کو کیوں نظر انداز کر دیا جن کے شہ کے اصلاح جاتی اور یہ نہیں اس قسم کے بہرہ رکھتے

الہی یہ صہ نئی مخلوق ہے پس اسکو چھپرتی اطاعت سے کہول اور اسکو سیکر لئے اپنی مغفرت اور رضا پر تمام کر اور اس میں جگہ ایسی بنی نصیب کر چکو تو مجھے قول کر لے اور اس بنی کو سیکر لئے پاکیزہ کر اور وہ ناکر اور جو برائی میں اس میں کون اسکو تو مجھے معاف کر دے کہ تو محاف کر لے والا مہر کرنے والا محبت رکھنے والا سچی ہے۔

ان دعاؤں کے نقل کرتے سے میری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ عا کا اصلی منشا سمجھ لیں اور یہ دیکھیں کہ ہم دعا کے معنی سے پہلو پر سمجھیں۔ ہمیں اور دراصل اپنی اور ادیان کی اس سیکہ غرض تھی اور وہ دعا کا استعمال کس موقع پر کیا کرتے تھے۔ ہمارے بنی آخر ازان نے دعا کے معنی بخوبی کہو لکر سمجھا دئے ہیں اور یہی مطلب اور اپنی اپنی سمجھتے تھے جو ان کی دعاؤں سے ہویدا ہے جتنی زیادہ عز کی جائے گی تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی مطلب نکل آئیگا۔ لیکن دعا اس خواہش یا التجا یا ارکو نہیں کہتے کہ جو نئے نئے دیوی سامانوں کو دیکھ کر دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہی جی چاہتا ہے کہ ہر شے ہمارے پاس آجائے بلکہ دعا اس کیفیت کا نام ہے کہ جو انتہا درجہ کی پائی اور صداقت اور خدا کی قوت کے پروردہ میں پیدا ہوتی ہے اور پھر سوائے جلال بانی کی روشنی کے اس کے دماغ میں کچھ نہیں رہتا۔ میرے اس قتل کو وہی خوب سمجھ سکتا ہے کہ جس نے کبھی اس کیفیت کا مزہ چکھا۔ قدر این یادہ خدا فی بعد انانہ چشتی۔

نورین دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ آپ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللہم انی اھجبت الی استعجل دفع ما اکرہ ولا املک نفع ما ارجو واصلح الامر  
بیہ غیو۔۔۔ ولا تستعجل الدنیا اکبرھی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یا حی یا قیوم۔  
(ترجمہ) الہی میں ایسا ہوں کہ جو بات مجھے بری معلوم ہوتی ہے اسکو مال نہیں سکتا اور جو  
توقع کرتا ہوں اس سے مستفیع ہونے پر قابو نہیں رکھتا اور معاملہ کو سرے شخص کے اختیار میں  
ہے اور میں اپنے عمل میں پھنسا ہوں پس کوئی محتاج مجھے زیادہ عاجز نہیں الہی مت ہنسنا  
مجھ پر میرے دشمن کو اور نہ برا کر میرے سبب میرے دوست کو اور مت کہ میری مصیبت  
میرے دین میں اور مت کہ دینا کو زیادہ سے زیادہ مقصود میرا اور مجھ پر مت قابو دے ایسے  
شخص کو جو مجھ پر رحم کرے اے زندہ اے توانا۔

حضرت عیسیٰ نے تو صاف لفظوں میں خدا سے عرض کیا ہے کہ دینا سے بچاؤ۔ ناز میں کہہ رہے ہوتے ہی جو اٹھ پڑا کرتے تھے

ہرگز متوقع نہ ملتا۔ دراصل جو واقعہ ہوا تھا اسکو ہم نے نقل کر دیا یعنی ایک ہزار سوار مدینہ پر حملہ آور ہوئے کے لئے اور اس قافلہ کی حفاظت کرنے کے لئے جو شام سے آ رہا تھا روانہ ہو چکے تھے انہوں نے جبکہ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے کجوروں کے درخت اکھیر کر پھینک دیئے تھے اور ان کے سونٹھی پکڑ لئے تھے چونکہ ان کو گھنڈا اس بات پر تھا کہ مدینہ کے یہودی ہمارے ساتھ ہیں وہ ضرور بھی

وہ کیا چیز ہے یہی مطلب اس سے ہے کہ خدا اس راہ سے بچائے جس کا غضب نازل ہے اور جس رستہ پر اپنے رحمت کی ہے اس طرف لیجائے یہ بھی دعا ہے یہاں سے صاف ظاہر ہو گیا دعا کوئی دوسری چیز نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے نہیں ہے دعا عین عبادت ہے۔ جتنا نیچہ دی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا دسویں دعا حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جو آپ کی اکثر نوک زبان رکھتی تھی۔

بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کل نعمۃ من اللہ ما شاء اللہ الخ

کلہ بیدۃ اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ۔ (ترجمہ)

شروع ہے اللہ کے نام سے جو چاہا اللہ کا وقت نہیں گرا اللہ کی دی ہوئی جو چاہا اللہ ایک نعمت اللہ کے پاس سے ہے جو چاہا اللہ کا خبر بالکل خدائے تعالیٰ کے ماتھے میں ہے جو چاہا اللہ کا نہیں پھر تاہم بڑائی کو سوائے خدا کے کوئی۔

گویا ہونین دعا حضرت معروف کرخی کی ہے۔ محمد بن حسان کہتے ہیں کہ مجھے معروف کرخی نے فرمایا کہ میں تجھ کو دس کلمات سکھا دیتا ہوں پانچ دینا کے لئے اور پانچ آخرت کے لئے جو کوئی ان کو پڑھ کر خدا سے دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ پاؤں لگا کر سفر کرے گا اور اس کو چھ لکھ نہیجے فرمایا لکھنے کا نہیں بلکہ تیرے سامنے کئی بار پڑھو لگا جیسے بکرین خنفس نے میرے سامنے کئی مرتبے پڑھے تھے پھر آپ نے فرمایا۔

حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ لدینائی حسبی اللہ للکریم لما اھمنی حسبی اللہ للحکم  
القوی لمن ابغی علی حسبی اللہ الشدید لمن کاوئی بسوء حسبی اللہ الرحیم عند  
الموت حسبی اللہ الروف عند المساکتہ فی القبر حسبی اللہ للکریم عند الحساب  
حسبی اللہ لطیف عند المیزان حسبی اللہ القدید عند الصراط حسبی اللہ  
لا الہ الا هو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ (ترجمہ)

اللہ مجھ کو کافی ہے میرے دین کے واسطے اللہ مجھ کو بس ہے میرے دنیا کے لئے اللہ کریم مجھ کو کافی ہے اس چیز کے لئے جسے مجھ کو تر و من ڈالنا کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ بردبار قوت والا اس شخص کے لئے جو چھپر کرکشی کرے اللہ تعالیٰ شدت والا مجھ کو بس ہے اس شخص کے لئے جو مجھ کو بدی پہنچانے کی تدبیر کرے اللہ تعالیٰ رحم والا مجھ کو موت کے وقت کافی ہے اللہ تعالیٰ صاحبِ افت مجھ کو کافی ہے قبر میں سوال کرنے کے وقت مجھ کو بس ہے حساب کے وقت اللہ لطیف مجھ کو کافی ہے۔ میزان کے پاس اللہ قدید مجھ کو بس ہے بل صراط پر اللہ مجھ کو کافی ہے کسی کی نیکوئی نہیں اسکو اس پر میں نے بہر دوسرے کیا اور وہ صاحبِ بڑے تخت کا۔

ہماری مدد کرنے کے لئے انہیں اور بھی ہمت ہوئی تھی دوسرے انہیں اپنے ساز و سامان اور ہتھیاروں کا ہر اعزاز ہتھ دے دیا کہ محمد اور اس کی قلیل تعداد ضعیف پارٹی ہم سے مقابلہ کر سکیگی۔ محمد نے اپنی سچائی نہ تھا بلکہ اپنے آدمیوں کا محافظ بھی تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ مدینہ میں گھسے چلے آئے محمد نے دروازہ شہر بھی پر اپنے بے سرو سامان معتقدوں کو مقابلہ کرنے کے لئے

اس دعا سے بھی پایا جاتا ہے کہ سوائے طلب نجات اور دنیوی کمالات سے بچنے کے اور کچھ بھی نہیں ہے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اسلام کا سچا نور اس کے دل میں چمک چکا ہو خدا سے یہ ان چیزوں کی التجا نہیں کی کہ جو اللہ اسے خدا سے دور کریں۔ جب دعا عبادت ہوئی تو پھر یہ سمجھنا کافی ہے کہ نماز پڑھنا اور رکعتیں پڑھنا اس کے لئے نہیں ہوتا کہ دولت دینا حاصل ہو بلکہ خصوصاً اس کے لئے ہوتا ہے کہ اللہ آخرت میں نجات دے۔ اس طرح دعا سے بھی یہہ غرض نہیں ہے کہ ہم اپنی حاجات دنیوی طلب کریں اور اپنی خواہش نفسانہ کی پیروی کر کے جب خدا سے چاہا بھی جائے کہ ہمیں دنیوی دولتیں حاصل ہوں پھر عقل و دانش بیاہر کر گیت۔

بارہویں دعا عبادت کی یہہ دعا نجات آخرت کے لئے اعلیٰ درجہ کی سمجھی گئی ہے اس سے یہہ غرض نہیں ہے کہ طے کے طے طرح نفاذ دہور لئے اور ان کا اثر دیر نہ ہو۔ جو الفاظ زبان سے نکلیں دل کی کیفیت بھی ویسی ہی ہو جب تو لطف ہے اس کا اثر کم ہوتا ہے اور جو صرف زبانی جمع جرح ہے اس سے کچھ نتیجہ نہیں سلا گوئی شخص نماز پڑھتا ہے مگر اس کی توجہ خدا کی طرف مطلقاً نہیں ہے ایسے غائبہ برکس کام کی اسکا اثر اپنی ذات پر کچھ نہیں ہوتا نہ اس سے دعا کی قوت بنتی ہے۔

وہو ہوا

اللهم باھادی المظلین ویا ارحم المذنبین وھقیل عسرات العاشرین ارحم عبدک  
ذا الحظ العظیم و المسالین کلھم اجمعین و اجعلنا مع الایماء المزمز و الذی لعلت  
علیہم من البلیت و الصدیقین و الشہداء و الصالحین آمین یا رب العالمین۔

اے اللہ اے راہ تپانے والے اے مہر کرنے والے تھکارتوں کے اور رحمت کرنے والے غفرتوں  
خطاواروں کے رحم کر اپنے بندہ پر جسکو بڑا خطر ہے اور رحم کر سب مسلمانوں پر اور ہم کو ان  
زندوں کے ساتھ رکھو جو رزق مل رہا ہے اور تو نے ان پر انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیق  
اور شہیدوں اور نیکو لوگوں کے ساتھ اس دعا کو قبول کر اے رب العالمین۔

ترجمہ: اے اللہ اے راہ تپانے والے اے مہر کرنے والے تھکارتوں کے اور رحمت کرنے والے غفرتوں  
خطاواروں کے رحم کر اپنے بندہ پر جسکو بڑا خطر ہے اور رحم کر سب مسلمانوں پر اور ہم کو ان  
زندوں کے ساتھ رکھو جو رزق مل رہا ہے اور تو نے ان پر انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیق  
اور شہیدوں اور نیکو لوگوں کے ساتھ اس دعا کو قبول کر اے رب العالمین۔

اللهم انک تعلم سرّی وعلانیّتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سوائی و تعلم  
ما فی نفسی فاعف عنی ذنوبی اللهم انی اسئلتک ایماناً تھمّ اقول قلبی و نفسی صادقاً فاحق  
علم انہ لن یصیبنی الا ما لکنّہ علیّ فارضی بما قسمتہ لی باذا الجلال و الاکرام (ترجمہ)  
اے اللہ تو جانتا ہے میرے باطن کو اور ظاہر کو پس قبول کر میرا عذر اور تو جانتا ہے میری حاجت پس  
عطا کر جسکو میری مانگا اور تو جانتا ہے جو بات میرے دل میں ہے تو مجھ سے جسکو میرے گناہ اور  
میں تجھے سوال کرتا ہوں ایسا ایمان کہ میرے دل کے ساتھ رہے اور ایسا یقین صادق کہ میرے  
جانوں کے مگر کوئی مصیبت نہ آئے گی مگر جو تو نے مجھ پر لکھی ہے پھر تو راضی کر جسکو میں تجھے



جایا۔ نہ محمدؐ کی بیہ مرضی تھی کہ مین ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ کروں اور نہ لوٹ مار کرنے کا عیا  
ہنا بلکہ اصلی غرض یہ تھی کہ بیگناہ مسلمانوں کی حفاظت ہو اور مخالفین شہر مین گہس کر غضب  
نہ ڈھائیں اور ان پر دسیوں کو جنگی قابل رہم حالت تھی نہ ستائیں۔ اگر اس حفاظت اور اپنے  
شہر کے بچانے کا نام قزاقی ہو تو اس قزاقی سے نہ بچا اور نہ گد آبیہاٹ دہری اور تعصب تو دوسری  
چیز ہے مگر مورخ کی شان یہہ ہرگز نہیں کہ سچے واقعات کو جانکر لفظ انداز کر دیا جاوے اور انکھین بند کر کے  
اپنے مطلب کی سی راگنی گائے جائے عموماً جن عیسائیوں نے آنحضرتؐ کے سوانح عمری لکیتے ہیں اگر ان کی

جو تو نے میرے لئے مقدر کی ہے اسے بزرگی اور اکرام دے۔

حضرت آدم نے جب اپنے سچے دل سے بہرہ دہانگی یا عبادت کی خدانے ان کا گناہ معاف کر دیا گناہ کی معافی اور غیبت  
صرف یہی ہے کہ جو کچھ اپنی زبان سے کہے اسکی کیفیت دل پر اسقدر ہو اور پھر اس پر ہمیشہ کے لئے عمل کیا جائے۔ یہ اطمینان  
کہ جو کچھ خدا جابے گا ہوگا ایک ایسا زبردست آرام وہ اطمینان ہے اور ایسی اعلیٰ حکمت ہے اور ایسا زبردست اصول ہے  
کہ اگر اتفاق سے انسان کی عزتیں زبوں اور کوششوں میں کچھ کامیابی نہاورد وہ اپنی عظیم شانِ محنت کے بعد بھی بے فکر  
ریا جائے تو یہ خیال کہ جو خدا جانتا ہے کہ اسے ایسا دُراس بن ہوانے والا ہے کہ ناکامی کا جو حقیقت مہلک اور جان  
کے لئے غضب انگیز ہے بہت کچھ دافع ہو سکتا ہے۔ اسکو یوں بھی اسی یقین کو توکل اور صبر کہتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو یہ یقین  
نہیں ہے وہ اپنی کوششوں میں ناکامیاب ہو کر عموماً خود کشی کر لیتے ہیں اور اگر خود کشی نہیں کرتے تو مدت کے لئے اسی  
تھوڑی دیر میں جو جانے ہیں۔

جو دہوین دعا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے۔ حضرت علیؑ نے یہ دعا اماما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی۔

انا الله رب العالمين انا الله لا اله الا انا المحي القيوم انا الله لا اله الا انا  
 انا العلي العظيم انا الله لا اله الا انا لم ازل ولم اولد انا الله لا اله الا انا  
 العفو الغفور انا اليه لا اله الا انا مبدئ كل شيء الى يعود العزيز الحكيم الرحمن  
 الرحمن ذلك يوم الدين خالق الخيزر والشرخاق الجنة والنار الواحد الاحد انصرا  
 الصمد الذي لم يتخذ صاحبة ولا ولدا الفرد اوتو علم الغيب والشهادة  
 الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر الخالق البارئ  
 المصور الكبير المتعال المقدر القهار الحليم الكريم اهل الشاء والمجد عالم  
 السر واخفى القادر الرزاق فوق الخلق والخلقينة —

خدا اے تعالیٰ اپنی بڑائی خود فرماتا ہے اور اسکو حضرت علیؓ پر ماکرتے تھے۔ (ترجمہ)

بشک میں ہی ہوں اللہ پروردگار سارے جہان کا بیشک میں ہی ہوں اللہ کوئی معبود نہیں  
 سو کہ میرے کہ زندہ تو انا ہوں بیشک میں معبود ہوں کوئی معبود نہیں سو کہ میرے کہ مرثیہ  
 عظمت اہل ہوں۔ بیشک میں اللہ ہوں کوئی تہجد نہیں سو کہ میرے کہ مجھے کوئی پیدا ہوا  
 نہ میں کسی سے پیدا ہوا بیشک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سو کہ میرے کہ معاف کرنے  
 دال اور بخشنے والا ہوں بیشک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں بجز میرے کہ ہر چیز

تجربہ کی جابجائی پر تال کی جابجائی تو معلوم ہو کہ کس قدر تعصب اور غلط واقعات سے پر ہیں وہ سب ایک سادہ پرچلنے میں اور سچے بنی کی شان میں انہوں نے کوئی بد تہذیبی کی اٹھانہ نہ کی ان کی تہذیب صرف زبانی تہذیب ہے ان کے افعال پر اسکا کچھ نہیں جو جو باتیں انہوں نے اچھی بنی کی نسبت لکھی ہیں وہ ایسی ہیں کہ کوئی نامہذب اور بد اطوار شخص ہی کسی شریف کی نسبت یہاں میں آئندہ ان الفاظ کو بھی تجریر کر دنگا اور ناظرین کو خود منصف بناؤں گا کہ آیا یہ تہذیب اور تعلیم یافتہ گروہ کے کلمات ہیں یا ایک چٹے ہوئے ناپکار بد اطوار شخص کے۔ مگر ان کی ان زبان درازیوں اور دریدہ دہنیوں سے اس مقدس اور بابرکت ذات پر کچھ دہشیہ نہیں لگتا کہ جس کے نام لیوا بڑے بڑے سلطان اور بادشاہ علماء ہادشہ بنی ہیں۔ اس کا دین صرف اپنی صداقت سے دن دونی اور ات چوگنی ترقی کر رہا ہے اور یوں ہی کرتا جائے گا مان ایسی

نئے سرے ایجاد کرنا لاہون اور میری ہی طرف ہر چیز رجوع کرے گی عزت والا حکمت والا ہون بہت مہربان رحم والا ہون انصاف کرنے والا مالک مومن نیکی اور بدی کا پدید کرنے والا ہون جنت اور دوزخ کا پدید کرنے والا ہون یکہ صفات میں اور ذات میں یکہ ہے پر دایا کہ نہ کوئی بی بی ہے نہ رکھ کا ایک لاطق جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا بادشاہ حقیقی نہایت پاک ہے عجب مان دینے والا نگہبان زبردست۔ مگرے کا مومن کا دوست کرنے والا بزرگ پیدا کرنے والا عدم سے وجود میں لانے والا صورت دینے والا بہت بڑا عالیشان قدرت والا غالب پر دایا کم والا لا توئی خیر اور مجد کا جاننے والا راز دار اس سے زیادہ چھپی بات کا قابو رکھنے والا راز دار دینے والا خلق اور اہل خلق سے برتر۔

ہمیشہ حضرت علی یہ دعا پڑھتے تھے اور آپ پڑھتے وقت رنجے تھے اور خوف کہاتے تھے جو آپ کی زبان پر تھا وہ دل میں تھا۔ جو کیفیت رائے ہے میں ہی وہ ہی قلب کی کیفیت تھی۔ اگر صرف اتنی ہی بات کا یقین ہو جائے کہ خدا ظاہر و باطن سب چیزوں کو جانتا ہے تو آدمی کبھی ایسی بات نہ کرے کہ جو خلاف قانون مذہب و عقل و قانون الکی اور خلاف قانون انجمن اجاب ہو۔ ہم زبان سے تو سب کچھ کہتے ہیں مگر اسوس ہے کہ عجاظ ہمارے زبان سے نکلے ہیں ان کا اثر ہمارے دہر مطلق نہیں ہوتا۔ خدا کو علم جانتے ہیں لیکن اس جاننے کا یقین دہر نہیں ہے۔ خدا کو قہار سمجھتے ہیں لیکن یہ کیفیت ہمارے قلب پر طاری نہیں ہے۔ مگر جن مقدس انفاس کی دعائیں نقل کی گئی ہیں یہ وہ بابرکت انفاس تھے کہ جو کچھ یہ کہتے تھے اسکا اثر دہر ہوتا تھا اور یہی صفت الکی سبب بزرگی تھی۔ چند ہون دعا الی المصم سلیمان میتی کی ہے۔

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله  
عد وما خلق وعد وما هو خالق ومرتہ ما خلق ومرتہ ما هو خالق ومرتہ ما  
ما خلق وما هو خالق ومرتہ ما خلق ومرتہ ما هو خالق ومرتہ ما خلق ومرتہ ما  
ذلك وعد وخلق ومرتہ عرش ومرتہ ارض ومرتہ ما خلق ومرتہ ما خلق ومرتہ ما  
رضاه حتى يرضوا واذ ارضي وعد ما ذكر به خلقه في جميع ما مضى

ہاں ایسی بد تہذیبی سے گفتگو کرنے والوں کی عالمی طر فی کھل گئی اور کہلتی جاتی ہے۔ جیسے کہ آفتاب کی چمکتی ہوئی کرہیں ہاتھ لگائے سے میلی ہین ہوتیں اس طرح اسلام یا ہائے اسلام پر نئے نئے بہتان اوڑھائے اور ناروا غیر مہذب جملے ان کی نسبت استعمال کرنے کچھ اسکی شان ہین گھٹاتے۔ بلکہ خود ان کی وقت منصفوں کی نگاہ میں کچھ ہین رہتی۔ اگر وہ قریشی بنی کے حالات پر ایمان اور انصاف سے نگاہ کریں گے تو انہیں معلوم ہو گا کہ اس معصوم کل پوشش نے صدائے کو سلطان بنا دیا لیکن آپ اسی کل عین رہا۔ وہ قریشی بنی آپ کچھ کے جو پڑہ ہی میں رہا اور ہزاروں کو لا کہوں کو پون کی مالکت کے محلات کو داوے۔ وہ ہمیشہ مظاہر مون پر انبوہا تا تھا اور اپنی قوم کی بری حالت

وعدد ما هم ذاکر وہ فیما بقی فی کل سنۃ و شہر و جمعۃ و یوم و لیلۃ و  
ساعۃ من الساعات و شہم نفس من الانفس و ابد من الابدان و لا یبد  
الی الابد الابد الابد الاخرۃ و اکثر من ذلک لا ینقطع اولادہ ولا یفسد  
اخسلہ۔ (ترجمہ)

پاک بیان کرتا ہوں اللہ کی اور سب خوبیوں اور کوہین اور کوئی معبود ہین سوا اللہ کے اور ہین ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت طاقت کی مگر اللہ کی دی ہوئی موافق شماران چیزوں کے جو اس نے پیدا کی اور جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور مقدار بری اس کے آسمانوں کی اور بقدر میر نے اسکے زمینوں کے اور اسکے برابر اور اس سے بہت گنتی اور بقدر گنتی اسکی خلق کے اور مقدار وزن اسکے عرش کے اور انتہا اسکی محبت کے اور سیاہی اسکے کلموں کے اور اسکی رضا کے انجام کے بہا تک کہ وہ خوش ہوا و حیو قوت کہ وہ راضی ہوا اور بقدر شماران الفاظ کے جن سے اس کی مخلوق نے اسکو یاد کیا ہے سارے زمانہ ماضی عین اور جس نے کہ وہ اس کے یاد کرنے کے زمانہ آئندہ میں ہر سال اور چھینے اور بھٹنے اور دن میں اور رات میں اور ہر ایک گہری میں اور سانس اور دم میں اور کسی زمانہ آئندہ میں ایک عت سے لیکر دوسری مدت تک دنیا کی مدت اور آخرت کی مدت سے اور اس سے زیادہ کہ نہ اسکی ابتدا علیحدہ ہوا اور نہ اس کی انتہا نام ہو۔

سواہین دعا حضرت ابراہیم ادہم کی ہے۔ ابراہیم بن بشار ان کے خادم روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم ہر جمعہ کی صبح و شام یہ دعا پڑھتے تھے۔

مرحبا یوم المزیل اجمع الجدید والکاتب والشہید یومنا ہذا یوم عید  
اكتب لنا ما نقول بسم الله الحمید الحمید المربع الودود والفعال فی خلقہ ما یرید  
اصبحت باللہ مومنا و بقاء مصداقا و بحجۃ معترفنا و منذ بنی مستغفر الربوبۃ  
الله خاصنا و سؤلوا الله فی الالهۃ جاہدا الی الله فقہرا و علی الله متوکلا الی  
الله منبیا اشہد الله واشہد ملائکۃ و انبیاء و رسلہ و حجۃ عمرتہ و من خلقہ  
و من هو خالقہ بانہ الله الذی لا اله الا هو وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدا  
و رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیم و ان الجنة حق و ان النار حق و الحوض حق و

برائے اللہ انور و تائب جس نے دنیا کی برائیوں اور قابل رحم مظالم کی جڑ بنیاد اکبر کر بنی کی اور تہذیب اور خلق کا وحیوں کو حصہ دیا کیا ایسا شخص کیا ایسا پاک نفس کیا ایسی مقدس ذات کیا ایسا عظیم الشان رفیقا مر اس قابل ہے کہ اسکی شان میں کوئی گستاخانہ الفاظ استعمال کرے اور اسکو ناپائیدار الفاظ سے یاد کر کے اپنے دل کے جلے پہوٹے پہوڑے - شعر بے خود کسی ناسزا چہرہ اگودید۔

حق ومنكروا نكير الحق ووعدك حق وفارقك حق والساعة آتية لا ريب فيها وابن الله يبعث من في القبور <sup>وعليه</sup> على ذلك اجبني <sup>اموت</sup> وعيظه العيث الشاء الله اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتني وانا عبدك وعلى عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك اللهم من شر ما صنعت ومن شر كل ذي شر اللهم اني قد ظلمت نفسي فاغفر لي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت واهدني لاحسن الاخلاق فانه لا يهدي لاحسنها الا انت واصبرني عني سيئها فانه لا يصبر سيئها الا انت لبك وسعديك والخير كله بيدك انا بك واليك استغفر كل ذنوب اليك امننت اللهم بما ارسلت من رسول وامننت اللهم بما انزلت من كتاب <sup>صلى الله</sup> على محمد <sup>بنده</sup> الادمي وعلى آله وسلم تسليما كثيرا خاتم كلامي مفتاحا وعلى نبينا ورسلا جميعين آمين يا رب العالمين اللهم اودنا نحو محمد واستقنا بكاسه مشربا وياسا لنا هنيئا لا نظما بعده ابد او احشرا في زمرة عني خيرا ولا ناكثين للعهد ولا مرتابين ولا مفتونين ولا مغضوب علينا ولا اصابنا اللهم عصمتنا من فتن الدنيا وفقوتنا لما تحب وترضى واصلم لي شاقى كله وثبتني

بالقول الثابت في الحجة الدنيا وفي الآخر ولا تخطئ فان كنت ظالما سبحانه سبحانك سبحانك  
يا علي يا علي يا ابا ربي يا رحيم يا عظيم يا جبار سبحان من سميت له السموات باكما جهها وسبحان  
من سميت له الجبال باسما سبحان من سميت له الجوارح باوجها وسبحان من سميت له الجنات  
بلفاها وسبحان من سميت به شجر في اسماء باوجها وسبحان من سميت له الشجر باولها وفارها و  
سبحان من سميت له السموات السبع والارضون السبع ومن فليس ومن عليلين وسبحان  
من سميت له كل شيء من مخلوقاته تبارك وتعالى سبحانك سبحانك يا حي يا قيوم  
يا عليم يا عظيم سبحانك لا اله الا انت وحدك لا شريك لك يحيي ويميت وانت  
حي يا ميمون سيد الخيرون انت على كل شيء قدير

(ترجمہ)

مرحبا ہے اس ثواب کے دن کی زیادتی کر اور نئی کو صبح کو اور اعمال کے کسب و کمال اور ان کے گواہ کو کہ ہمارا یہ روز عید کا روز ہے لکھ لے ہمارے لئے جو ہم کہتے ہیں شروع ہے اللہ کے نام سے جو جو بیوں والا شرافت والا بلند مرتبہ محبت والا اپنی مخلوق میں جو چاہے سو کرنے والا ہے میں نے صبح کی اس طور پر کہ خدا پر ایمان رکھنا ہوں اور اس کے دہکار کی تصدیق

ناسزا آنکہ ناسزا گوید

جس نے حضرت عیسیٰ کی سچی شان عالم پر ظاہر کی۔ ان کی اصلی حقیقت سے عالم کو آگاہ کیا اور اپنی امت کو تاکید فرمادی کہ جب تک گذشتہ نبیوں پر کوئی ایمان نہ لایا گیا اور انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے والا نہ یقین کر لیا وہ کہی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایسے منصف کی شان میں ہرزہ درالی کرنی اور پھر ایسے کو مہذب کہنا کتنے شرم کی بات ہے۔

کرتابوں اور اسکی حجت کا معترف اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنے والا ہوں اور اللہ کی ربوبیت کے سامنے فروتنی کرتا ہوں اور خدا کے تقاضے کے سوا موجود ہونے کا شکر ہوں اور اللہ کا محتاج اور اسی پر پیر و سر کرنے والا اور سیطوت رجوع کرنے والا ہوں بن اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور اس کے فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں اور عرش کے اہلئے داؤن کو اور جن کو اپنے پیدا کیے اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے گواہ کرتا ہوں اس بات کا کہ وہ ہی معبود ہے کوئی اسکے سوا نہیں کے لائق نہیں وہ تھا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور سب بات کا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نبی اور رسول ہیں اور اس کا کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور عرش سچ ہے اور شفاعت سچ ہے اور اور شکر و تحمید حق ہیں اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیرا دبدار حق اور قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ قبر میں کے لوگوں کو اٹھا دے گا اسی گواہی پر میں زندہ ہوں اور اسی پر مرنے لگا اور اسی پر مرنے لگا اگر اللہ نہ چاہا اسی کو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر قائم ہوں اور تیرے وعدہ پر اپنے مفقود پر میں تجھے اپنی نیاہ مانگتا ہوں برائی سے ان خطاؤں کی جو میں نے کیں اور بدی دالے کی ہر برائی سے میں نے بیکار اپنی جان پر ظلم کیا پس تو میرے گناہ بخشنے کے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا اور جن کو اچھی عادتوں کی راہ دکھا کر تیرے سوا اچھی عادتوں کی راہ اور کوئی نہیں بناتا۔ اور مجھ کو تیری عادتوں سے بچا کر تیرے سوا تیری عادتوں کو کوئی نہیں مالتا میں خدمت میں حاضر ہوں اور طاعت کے لئے مستعد ہوں اور خبر بالکل تیرے باقون میں ہے میں تجھے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والا اور تجھے معافی چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں (ابو) بن ایمان لا بار رسولوں پر جو تو نے بھیجے اور کتابوں پر جو تو نے اتار دیں اور خدا کے تقاضے رحمت کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی پر اور ان کی اولاد پر اور میریت مسلمان بھیجے میرے کلام غلام اور آغا میں اور اپنے سب اہل و عیال اور رسولوں پر ایسا ہی کر اے رب العالمین میں نے ہر کوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عوض پر اور مکان کے جاہ سے وہ شربت پلا جو میرا پیا کرنے والا اور رخصتہ اور بچنے والا ہو کہ اسکے بعد ہم بھی پیاتے ہوں اور سیکھ سکی جماعت میں اٹھا لیے صورت سے ہم نہ رسوا ہوں نہ عید نہ لگنی کریں نہ دین میں شک نہ کریں نہ فتنہ میں مبتلا ہوں نہ ہم پر غصہ ہو اور نہ گمراہ ہوں ابھی مجھ کو دنیا کے فتنوں سے بچا اور ان باقون کی توفیق دے جس سے تو خوش ہو اور راضی رہے اور میرا بالکل حال درست کر اور مجھ کو مضبوط قوی پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں قائم کر کہہ اور مجھ کو گمراہ نہ کر اگرچہ ظالم ہوں پاک ہے تو پاک ہے تو اے عالی شان اے عفت ہے اے پیدا کرنے والے اے رح دالے اے عزت والے اے بگڑوں کے درست کرنے والے میں پائی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جسکی

مگر ہم مسلمان ان چند عیسائی مورخوں کے ہی معنون ہیں کہ جہنوں نے نہایت ایمان داری سے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے اور کہیں ہی فیکٹس لکھنے میں انہوں نے تعصب نہیں برتا نہ غلط بیانی کی اور جو کچھ ان سچے فیکٹس پر اپنا دیار رکھ کر لکھا ہے وہ قابل توجہ ہے اس ریکارڈ میں عیسائیت ہر جگہ لکھتی ہے کہ عیسائی مورخان پہلو نہیں پایا جاتا مگر ان اسلام کی صداقت میں کچھ ایسی متقاطعی شش ہے کہ ان خود اپنے لئے مخالفین کی قلم سے سچے الفاظ کہیں لیتی ہے یعنی عیسائی ہی گواہوں کا دل نہ چاہے بہر ہی بے اختیاری میں انکی زبان قلم سے کچھ نہ کچھ سچی بات نکل ہی جاتی ہے۔ جن مختلف اقوال کا نقشہ آگے کہیں کر دکھایا جائے گا۔

باقی آسمان معاہدہ اطراف کے بیان کرتے ہیں اور میں باکی بیان کرتا ہوں اسکی جگہ باکی پھیلان اپنی زبانوں سے پہاڑ اور دن کی گونج بیان کرتی ہے اور میں باکی بیان کرتا ہوں اسکی جگہ باکی ویرا معاہدہ انجی مورخوں کے بیان کرتے ہیں اور میں باکی بیان کرتا ہوں اسکی جگہ باکی پھیلان اپنی زبانوں میں بیان کرتی ہیں باکی بیان کرتی ہیں باکی آسمانوں کے ستارے سوار اپنے مورخوں کے بیان کرتے ہیں اور میں باکی بیان کرتا ہوں اسکی جگہ باکی ساؤن آسمان اور ساؤن زمین اور جان کیے چینچین میں اور زبان کے اوپر میں بیان کرتے ہیں پاک ہے وہ ذات جسکے لئے ہر چیز نے اسکی مخلوقات میں سے پاک بیان کی ہے تو برکت والا اور بزرگ ہے تو پاک ہے تو پاک اے زندہ اے قائم رکھنے والے اے علم والے اے حلم والے تو پاک ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو کہتا ہے کوئی تیرا شریک نہیں تو جلداتا ہے اور تو ہی مارتا ہے اور تو زندہ ہے کہ ہمیں مارتا ہے ترے قابو میں ہے بہتری اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

## چوتھے باب کے متعلق نوٹ

مختلف کیری اور انسانی ثابت کرنے کے لئے عیسائی مورخین نے بہت کچھ زور مارا ہے اور نئی نئی بیس بنیاد رکھا ہے اور انگریزی میں جنین سے ایک قصہ مفصل ذیل ہے جو جو مقدر ہے بنیاد اور جو ہے اسے مقدر ہے اصل اور خلاف قیاس ہے۔ لکھا ہے کہ جب عقیدہ بن ابی معیط کو قتل کیا جانے لگا تو وہ غل جاکر یہ کہنے لگا میرے شے تھے چون کی کون حفاظت کر چکا ہے میرے جواب دیا کہ دوزخ کی آگ غضب خدا کا جس کی تمام نصیحتیں صرت اسی پر مبنی ہوں کہ تمہوں اور معصوم چون کی سرپرستی کی تھی ورنہ شہرہ صیبت زندہ کی معادنت کوئی فرض ہے جسے اپنے دشمن کا یہی ہوا ہے نہ چا ما وہ ایسا شرس نہیں ہو سکتا ہے جواب یہ تو کر دے سکتا ہے۔ اگر مسیحی مورخوں سے اس چوٹی سعادت کی سند مانگی جائے گی تو وہ منور بنیں گے ہاں نہیں گئے۔ اس فترا برداری پر مسیحی مورخ خوب خوش ہوتے ہیں اور اپنے خیال میں یہ سچتے ہیں کہ نامکمل الوقع امر کو حکمرانوں کو ثابت چکے گردہ خوب سمجھ لیں کہ جس بات کا انہوں نے دعوے کیا ہے اسکا ثبوت ان پر ہے بے دلیل کے دعوے ہیں۔ کیا ہم انکی تا جو یہودی حضرت عیسیٰ کی نسبت قائم کرتے ہیں تسلیم کر لیں نہیں ہرگز نہیں اسلئے کہ ان کی جتنی باتیں ہیں وہ سب بنیاد پر ایسی گہری ہوئی ہیں کہ سنتے ہی انسان ان کو بنا دلی جالچ سمجھتا ہے۔

یک جتنی کہ ان عیسائیوں کی اسلام اور اسکے پاک باقی کی نسبت تصنیف ہوئی میں اگر ان کو ایک فقرے سے دیکھا جائیگا



نہایت کا وہ کتنی بے حس و دیا باقیں یا نکلنے میں حالات لکھنے میں نہ جانے کے سبب ہ اکثر باقی  
 میں نہایت کثر صحیح معنوں نے قرآن شریف کی تفسیر میں لکھی ہیں اور طیف یہ ہے کہ اردو کے معنی دیکھ کر ان  
 میں نہایت کثر و دین پر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ بغیر عربی جانے ایک آیت کا ہی صحیح مطلب سمجھ سکیں یا لکھ سکیں۔  
 طیف یہ ہے کہ سچ بہانی ان کے اعتراضات پر سٹے ہوئے ہیں اور ان ہی کو دیکھ کر قرآن شریف پر اعتراض جاتے ہیں۔  
 یہ کہ یہاں جانے ان کے اعتراضات کیسے بے سر دیا ہوئے۔ سمجھنے اور سوچنے کی قلمبہ ہے کہ جس کا یہ قیمتی قول ہوا اور جو  
 یہ کہ یہاں سچ و دین پر سچا اس سخت میر حمی کا الزام قائم کیا جائے کہ قدر انصاف کا خون کیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم  
 پر احیاء قدیمی ابن حاتم، الفوائد المار، دولی شق غرض فان لم یجدوا فبکلمة طلیعة دو (ترجمہ)  
 آگ سے بچا اگرچہ کچھ کا نصف ہی ہوا اگر تھوڑا بچا لفظ کہنے سے آتش سے بچو۔

میں یہ عینی قول اور سبط سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لاشوں اور زنا ملائم الزام قائم کیا جائے۔  
 یہ کہ یہاں میں امن قائم کرے اور دشمنوں کو شیر و شکر کرنے کے لئے آیا ہو وہ یہ نازیبا کلمات کیوں زبان سے نکالنے  
 لگا جس سے مصر ہو کر بار بار یہ فرمایا۔

افضل الصدقة اصلاح فوات البین (طبرانی در کبیر ذوالیطی در کرام اخلاق بروایت عبد اللہ  
 بن عمر۔ بہتر صدقہ آپسین صلہ کرتی ہے۔ یہ فرمایا۔

لیس بکتاب من اصلہ بین اثنتین فقال خیراً او خیراً دو  
 جو ہا نہیں وہ جو دو شخصوں میں صلہ کرے پس کلمہ ہر بات یا اصلاح  
 کے لئے کوئی خیر بھی ایک طرف سے دوسرے کو پہنچا دے بخاری  
 و مسلم بروایت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط۔

اب یہ ہے کہ نبی کریم کے عیسائی مورخ عقبہ بن ابی معیط کی اولاد کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ جب عقبہ نے کہا کہ  
 میرے بچوں کی کن حفاظت کر لیا تو محمد نے جواب دیا کہ دونوں کی آگ اور پھر ایک بیٹی ام کلثوم کی یہ عورت ہوا اور سلام  
 میں اسکی یہ وقت گئی جانے کہ اس کی روایتوں پر جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے اعتبار ہوا اور سند  
 پیش کی جائیں۔ آخر الذکر حدیث اسی سے مروی ہے اس سے زیادہ اور خلاف واقعہ بات کیا ہو سکتی ہے کہ اسکی اولاد  
 کی نبی یہ قدر و منزلت کرے اور اتنی بڑی عزت و وقعت کی نگاہ میں پڑیں پھر اسی کی نسبت عیسائی یہ مشہور کریں کہ  
 محمد نے یہ کہہ کر عیسائیوں کو دوزخ کی آگ بچائے گی۔ خدا اس جھوٹ سے بپناہ دے۔

دوسری کہانی اور بھی محمد کی نسبت بیان ہوتی ہے کہ جس سحر اور رقت پائی جاتی ہے لیکن عیسائی اس سے محمد کی سخت  
 دلی اور پیر بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں جب بت پرستوں کی لاشیں کرے میں دلی جاری ہیں تو محمد کنارہ پر بیٹھے ہوئے  
 تھے اور جو کچھ انہوں نے ان لاشوں کو دیکھا وہاں طرہی نے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کہ رسول خدا اس گڑھے کے کنارہ پر بیٹھے جولا شون کے لئے کہو دیا گیا تھا۔ اور جولا ش گڑھے میں ڈالی جاتی تھی اس کا نام کپار  
 جاتا تھا محمد نے اس وقت یہ الفاظ زبان سے نکالے۔ اے میرے حقوق من تم ہی نے مجھ پر نئے الزام قائم کئے تھے تم ہی نے  
 مجھے جوتا ہیرا یا تھا اس وقت جب غیر قوم کے لوگ مجھ پر ایمان لے آئے تھے۔ تم ہی نے مجھے میرے وطن سے نکال دیا اس حالت میں  
 کہ عزیزوں نے مجھے اپنے مان پناہ دی اور میرا خیر مقدم کیا۔ افسوس تمہاری آخری قسمت کیا ہوئی۔ حیف حریف جو  
 کچھ خدا نے کہا تھا وہ پورا کیا۔

یہ لفظ میں نبی امی کے جن سے عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ میر حمی چلتی ہے حالانکہ ان سے سوائے رحم اور رقت کے کچھ  
 نہیں پایا جاتا۔ ان کی بڑی ہمتوں پر افسوس کرنا اور ٹھنڈے سانس پھرنا عین رحم اور حقیقی قلبی کی نشانی ہے یا میر حمی  
 اور خدا ترسی کی۔ میر حم اور خدا ترس ہیں وہ لوگ جو معصوم نبی پر خواہ مخواہ کہے ہوئے الزام قائم کرتے ہیں اور پھر یہ

جانتے کہ ہمارے جھوٹ کی ظلمت مٹ جائے گی اور سچ کا نور چمکے گا۔ میں اپنے مسیحی مصنفوں کو بشرطیکہ وہ میری کتاب دیکھیں فیضِ نبوت کو نہ ہوں کہ وہ ہرگز اس تعصب میں نہ پڑیں جس میں کہ وہ رہنا اپنا فخر سمجھتے ہیں یہ نہ مانا کہ وہ مسیحی ہیں لیکن یہ نہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بونا اور کسی پر افسوس و رنج کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا اور مذہبوں میں ایک دوسرے پر ہنسین کہ جس کا انجام روجاں مضرتیں ہیں اور طرح طرح کے روحانی عذاب ہیں۔ میں اپنے پیارے بھائی کے اس بیش قیمت قول پر عمل کرتا ہوں۔

لا یومن احدکم حق یحب الاخیرہ ما یحب لنفسہ۔ (توحید)  
تم میں سے کوئی سو من نہ ہوگا اپنے بھائی کے لئے وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

## یا نچوان باب

(یہودیوں اور عربوں کی تاریخ و ہجری)

(مطابق سنہ ۶۶۲ء)

یہ مسئلہ بہت درست ہے کہ کامیابی ہمیشہ صداقت کی معیار ہوتی ہے۔ عیسائیت کے ابتدائے زمانہ میں فیری سے کہتا ہے، "انہیں تنہا چھوڑ دو اگر یہ آدمی جھوٹے ہوں گے خود ہی نیست فنا ہو جائینگے اور ان پر نامعلوم مصیبتیں ایسی پڑیں گی کہ پہلے یہ مر نہ اٹھا سکیں گے۔ یا تم خود تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اگر قسطنطین جلیل کا مبارک نشان آسمان پر نہ دیکھتا۔ اگر وہ قسطنطینک شگون لیکر گئے قدم نہ پڑتا تا نہ اسی فتح ہوتی۔ اور نہ تحت سلطنت نصیب ہوتا تو عیسائیت کی قسمت کیا ہوتی حضرت عیسیٰ کو اپنی زندگی میں ذرا ہی کامیابی نہیں ہوتی اگر کانسٹینٹین یا قسطنطین کو اتفاقاً خیال اگر اسکے ہاتھ سے قتل عام ہوتا تو محض ناممکن تھا کہ صفحہ ہستی پر کوئی مسیحی ہی دکھائی دیتا۔ گو تم مسلمان اپنا ایمان سمجھ کر یقین کر لینے لیکن سچی خالیفین مذہب مسیحی کو کیا جواب دینگے کہ حضرت عیسیٰ کی پریم کا ذرا ہی اثر نہ پڑا اور وہ نام کام عالم سے اٹھا لئے گئے۔ بدر کی جنگ میں جو کامیابی اسلام کو ہوئی کیا اس کی مثال ملوین پل کی فتح کی ٹھیک ہو سکتی ہے اسلام نے اپنی صداقت اپنے بانی ہی کے زمانہ میں عالم پر ثابت کر دی اور کسی مذہب کو یہ نصیب نہیں ہوا۔

یشتکے بر کی فتح اسلام کے لئے بہت میون ہوئی۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ مسلمانوں نے ہرگز اور زمانہ سلف کے میون کی طرح اس فتح میں خدا کا نام نہ دیکھا جس نے بت پرستوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اگر اس جنگ بدر میں مسلمانوں کو شکست ہوتی تو واقعی تمام دنیا میں خوفناکی اور قصائی پنے سے قتل عام ہوتا۔ اور پھر لاکھوں جانیں بیگناہ ضائع ہوتیں۔

جو صدر کہ محمد کو اس مہم میں پڑا اور حبشہ اسکا جگر چلنی کر دیا وہ اسکی پیاری لڑکی رقیہ کی جگر خراش دہتی جو عثمان سے منسوب تھی اور جب کو شاہ نجاشی کی پناہ سے آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا



جو رحم میں مشہور ہیں اور جو اپنے کو انتہا درجہ کارجم کریم سمجھتے ہیں کہ اگر ان پر ان کا دشمن کوئی تلوار سوت کر اٹے اور اسکا ارادہ قتل کرینکا ہے تو کیا وہ موقع پا کر چوڑ دیگا ہرگز نہیں بلکہ قانون ملکی میں تو یہاں تک ہے کہ اپنی حفاظت جان کے لئے اگر ہم دوسرے حملہ آور شخص کو قتل کر ڈالیں تو ہم کوئی جرم عاید نہیں ہو سکتا مگر ایسی حالت میں محمد نے دلیری سے اسکی تلوار واپس دی اور اسے یہی نصیحت کی کہ جس طرح میں نے تجھ پر رحم کیا ہے تو یہی ہمیشہ اور لوگوں پر رحم کیا کر۔ اس سپرٹ کے شخص کو ہم کیونکر معمولی شخص کہیں ضرور اس میں نبوت کی ممتازی کا نور چمک رہا تھا اور بیشک وہ عالم کائنات دہندہ تھا۔ اور اس میں جننی صفتیں تھیں وہ سب ممتاز تھیں۔

بت پرستوں کی اس دوسری شکست نے قریشوں کو پس پا نہ کیا بلکہ اور یہی ایک ساتھ ہی انتقام لینے کے لئے بڑھ کا دیا۔ قوم کی قوم بڑھ اٹھی اور انہوں نے باہم صفتیں کہا کہا کر یہ عہد کیا کہ جب تک محمد کو تہ تیغ نہ کر لینے یہ محض ناممکن ہے کہ ہم اپنی تلواریں میانوں میں دین ہمیں کہانا پینا حرام ہے۔

تیسری ہجری مطابق ۲۶ اپریل ۶۳۰ء سے

بندرہ اپریل ۶۳۰ء تک

اب وہ سب خوفناکی سے انتقام لینے کی تیاریاں کرنے لگے۔ یہ لوگ محمد اور اسکے پیروان سے ہر طرح قوی تھے انکے پاس دولت اور شالستہ ہتیار تھے سواری کو اعلیٰ درجہ کے گھوڑے اور کھانے پینے کا پورا سامان مہیا تھا بر خلافت محمد یون کے کہ ان کے پاس اعلیٰ تو سامان جنگ ہی نہ تھا اور جو کچھ تھا تو وہ ٹوٹا پھوٹا اور ناکارہ صرف محمد یون اور بت پرستوں میں فرق یہ تھا کہ محمدی اس کے سامانی کی حالت میں ہی خدا پر ہر وسہ کرتے تھے اور ان کا ہر وسہ کرنا ان کی ازدیاد قوت کا باعث تھا مگر بت پرست قریش اپنی اس عظیم الشان قوت ہونے پر یہی مذہب تھے اور انہیں کچھ اطمینان نہ تھا۔ جننی قومیں کہ مکہ میں سستی تھیں سب قریشوں سے مل گئیں اور ادھر ادھر کے لوگ بھی آکر شریک ہونے لگے یہاں تک کہ تین ہزار چھ سپاہی محمد سے انتقام لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ امین سے سات سو بڑے آزمودہ کار لڑا کو تھے۔ جن کی تلواروں سے مشہور تھا کہ خون شہکنا رہتا ہے اور وہ خوشخاری میں بہا دران عرب سے بھی کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں یہہ خوفناکی سے تیاری کرنا کس کے مقابلہ میں تھا ان لوگوں پر حملہ کرنے کے لئے کہ جو جنگ کے قواعد ہی سے ناواقف نہ تھے بلکہ نہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور نہ وہ سامان ہی شالستہ رکھتے تھے نہ ان کے پاس سواریوں کو گھوڑے تھے اور نہ کوئی قلعہ ہی ایسا تھا کہ جبین پناہ لیکر حملہ کا جواب دیں۔ ان یہہ بیشک تھا کہ وہ ایک ایسے سردار کے ماتحت تھے کہ جسکو محمد کہتے تھے اور جو خدا کے ہر وسہ پر جنگ کرتا تھا۔ اور بے شک اس کا یہہ ہر وسہ نیچہ خیر تھا۔

ابوسفیان ان خوشخوار سپاہیوں کی کمان کر رہا تھا۔ یہ اندھی اور مدینہ کی طرح مدینہ پر بڑھا۔ سترہ  
مین کوئی شخص مقابل نہوایا ہاتھ بڑھتے بڑھتے اسے ایک ایسے مقام پر قہقہہ کر لیا کہ جوڑائی کی  
جان تھا یہ مقام مدینہ کے شمال مشرق جانب واقع ہے جسکو مدینہ منورہ سے امد کی پہاڑی کے  
علیحدہ کر دیا ہے اس محفوظ مقام پر ابوسفیان نے خوب سوچ باندی کر لی اور اب وہ مدینوں کے  
پس پانے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور محمد یون کا رستہ دیکھنے لگا۔

محمد نے جب یہ خبر سنی تو آپ کو ابوسفیان کی یہ حرکت بری لگی اور اس کا یون بے محابا مدینہ میں صلا  
آنا اور محمد یون کے مال و متاع کو غارت کرنا سخت ناگوار گذرنا چار محمد ایک ہزار آدمیوں کو لکھن  
میں آئے۔ مگر منافقوں کی پوشیدہ سازشوں نے ایک ہزار آدمیوں سے تین سو توڑا لئے اور یہ لوگ  
بہانے کر کے علیحدہ ہو گئے۔ اب صرف سات سو آدمی محمد کے پاس رہ گئے۔ یہ تین سو وہ لوگ تھے  
کہ جو بظاہر خبریں لینے کے لئے مسلمان ہو گئے تھے لیکن درحقیقت دل میں کافر تھے۔ انہوں نے  
معمولی بہانہ سے ایسی حالت میں علیحدہ کی ظاہر کی کہ اور مسلمانوں کے دل ٹوٹ جائیں اور وہ  
محمد سے پہلو ہٹی کر جائیں مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے دل پر اسلام روشن نقوش پہلے ہی  
کندہ ہو چکے تھے اور وہ محمد پر جان دینی اپنا فرض عین جانتے تھے۔ باقی مندرہ سات سو مسلمین  
ذرا ہی اپنے مین سے منافقین کے علیحدہ ہونے کی پروا نہ کی اور شیر کی طرح گر جتے ہوئے تین ہزار  
خوشخوار سپاہیوں کے مقابلہ میں بڑھے۔ یہ لوگ گردنیں خم کئے ہوئے میوہ کے درختوں میں ہو کر  
آہستہ آہستہ جارہے تھے یہاں تک کہ امد کی پہاڑی پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ شب تو انہوں نے  
پہاڑی میں گذاری اور صبح کی جماعت کے ساتھ ناز بڑ کر میدان جنگ میں آئے۔

جو شخص کہ عرب کے قانون جنگ بخوبی جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ ہرگز سات سو بے سروسازان آدمی کبھی  
تین ہزار جنگ اور سپاہیوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایک ایک دو دو شخص جنگ کرتے تھے اور  
یہ وہ سب ملکر ٹوٹ پڑتے تھے بے لادان کیا گذر ہو سکتی ہے اور یہ وہ ایک قوم اور ایک ملک کے  
اور ایک سے دل رکھنے والے یہ یہی نہیں کہ وہ کسی نامرد ملک کے مین اور یہ بڑے لڑاکو تھے۔ ایسی  
حالت میں جب تک خدا کی مدد نہ ہو محض ناممکن ہے کہ اتنے سے آدمیوں کی فتح ہوتی۔ ان سات  
سوا آدمیوں پر محمد کمان کر رہے تھے اور ان تین ہزار سپاہیوں کی کمان ابوسفیان کے سپرد  
تھی۔ گویا حق باطل کی جنگ ہو رہی تھی۔ ایک طرف محمد ہی اپنے خدا کے یہ دوسرے اپنے نبی پر جان  
دینے کو آمادہ تھے اور دوسری جانب بت پرست اپنے ہی ماتھے کے گہرے ہوئے خداؤں کی حمایت  
پر صرف آرائی کر رہے تھے سناڑ پڑھتے ہی محمد نے پھر ہی سے اپنے کو پہاڑی کے نیچے کھڑا کیا۔

اور ترپ کے پیچھے بلندی پر چند تیر انداز کھڑے کر دیئے۔ اور انہیں مضبوطی سے احکام دیئے کہ چاہے جو کچھ ہو مگر تم اپنی جگہوں کو نہ چھوڑنا۔ چاہے ہتھیں اپنے مخالفوں سے کچھ ہی اذیت کھیں نہ پوچھیں لیکن تم اپنی اپنی جگہ سے نہ سرکنا۔

بت پرست قریش اپنی بڑی ہوتی تھا دیر بہرہ و سر کر کے آگے بڑھے۔ ان کے بت ان کے بچپن سے جن کی حمایت میں وہ جنگ کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور سرداروں کی بیویاں دف بجائی جاتی تھیں قریشوں نے پہلے حملہ میں ٹوٹنے کی کہا لی حضرت حمزہ نے معہ اپنے چند جان نثار ساتھیوں کے ان کے حملہ کا جواب دیا اور آپ پر تلوار لیکر قریشی حملہ آور گردہ میں گھس گئے اور انہیں پراگندہ کر دیا۔ اور تمام طرف مخالفوں میں ایک فٹ سے باہر کر دی۔ یہ عظیم الشان فتح مسلمان حاصل ہی کر چکے تھے کہ تیر اندازوں نے محمد کی نصیحت کو بھلا دیا کہ تم اپنی جگہ کسی حالت میں نہ چھوڑنا و جب انہوں نے دشمنوں کو بھاگتا ہوا دیکھا صرف لوٹ کی محبت تھی ان کو ان کی جگہ پر قائم نہ رکھا ان کا وٹان سے اٹھنا ہی غضب ہوا جب انہوں نے لوٹ کی محبت میں اپنی جگہ چھوڑ دین تو خالد بن ولید جو قریشوں میں ایک خوفناک اور خٹک اور شخص تھا اپنی فوج کو گھسیٹ کر بہرہ بڑھا اور سرگرمی ہوئی بجلی کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ دشمن کی پیدل سپاہ بھی واپس پھری اور دو طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ بہرہ دوبارہ خوفناکی سے جنگ شروع ہوئی مسلمانوں کی فوج کے چند جان نثار عین معرکہ جنگ میں مار گئے۔

یہاں در اور شجاع حمزہ چند شیر دل مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا حضرت علی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سختی سے زخمی ہوئے۔ بت پرست قریش کی قدر چیرہ دست ہو گئے تھے۔ مسلمانوں پر جگہ سے ہٹنے ہی ایک آفت نازل ہو گئی تھی ان سب مخالفوں نے محمد کی طرف رخ کیا جو چند صحابہ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

اس وقت اس مقام کی نسبت مفصل ذیل بیان کیا ہے۔ یہ جگہ جو الاسلام کی روایتوں میں ایسی مشہور و معروف ہے کہ گہاں سے جنوب کی طرف ایک ڈھلان زمین کا ٹکڑہ ہے۔ کفار عرب کا لشکر بلائی صورت میں میدان سے بڑھا اور سفیان اس بلال کے گردہ کی گمان کر رہا تھا بچپن کے دوستی خدا تھے یہ مقام المدینہ سے شمال کی طرف تین میل کے فاصلہ پر جو کہ معاذ کے لئے دیکھا وہ یہ تھا کہ وہ ایک سنگیرہ ٹکڑہ زمین کا ہے مختلف قسم کے ٹکڑاؤں سے یہ زمین ڈھلی ہوئی ہے چند سرخ پہاڑے ہوئے ہیں جن میں ان شہداء کی قبور کا تیر کہتا ہے کہ جو اس مقام پر شہید ہو گئے تھے۔ وہ مقام یہی موجود ہے کہ جہاں خلاف رائے نصیحت ہو گئے تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی اور بہرہ ان سے خالد بن ولید بچا ہوا تھا۔ یہ مقام مسلمانوں کی طرف بلندی پر بہت ناک دیوار میں ایک سنگ سے مقام ہے کہ جہاں کی طرف سے اس کی سچا بر کوئی بڑی نرا رہن ہے نہ کوئی بڑا پودہ کسی قسم کا اگا ہوا ہے۔ اور نہ اس کے غیر مٹانہ اطراف کے کناروں پر کوئی پرندہ یا جو پایا و کھائی دیتا ہے اس کی غیر محض اور انرا شیدہ ایر و بر نیلہ آسمان کی چادر بہت صفائی سے افق پر معلوم ہوگی۔ سفر نامہ برٹش موزیم جلد ۲ صفحہ ۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸ میں ہشام اپنے صفحہ ۶۷ میں اور ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ میں ان عورتوں کے اس لشکر کو نقل کرتے ہیں کہ جو وہ قریشوں کی تحریک دینے کے لئے گامی ہتھیں۔ شہر عربی۔

بعض بنات طایف منشی علی النمارق۔ ان تقاتلوا الذائق او تدبروا اتفاق ہر ترجمہ نظم میں۔



اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ یہہ دیکھتے ہی اسکے صحابہ اسکے گرد پروانہ کی طرح سے گہرا ڈالکر بہنے لگے اسلئے کہ انہیں گیلیلی کے مچھلی الوں سے اپنے پیغمبر پر زیادہ بہرہ و سہ اور اعتقاد تھا وہ اسپر اپنا دامن من تن قربان کرنا اپنی نجات دارین تصور کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ ہم جبرائیل لائے ہیں وہ حقیقت خدا کی طرف سے ہماری ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہے انہیں یقین تھا کہ یہی ہمارا اصلی نجات دہندہ ہے وہ جانتے تھے کہ اسی کے احکام پر چلنا ہمیں جنت نصیب کرے گا وہ اس بات پر ایمان لانا اپنی نجات سمجھتے تھے کہ محمد آخر الزمان بنی ہے اور اسی پر نبوت ختم ہو گئی ہے یہہ سب بیہوشیوں کا سرگروہ ہے اور سب کی امتوں کو راہ راست دکھانے والا ہے۔ وہ حواریں مسیح کی طرح سے ایسے خوف کے موقع پر دور کھڑے نہو گئے اور نہ انہوں نے اپنے معصوم نبی کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس حالت میں ہی محمد نے اپنی ہدایت کو پہلا تھا وہ اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے ہوئے خدا سے یہی دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ تو انہیں ہدایت کر اور ان کو ایسا راستہ دکھا کہ یہہ پر گمراہ نہوں۔ برکت ہو اس ہاتھ کو جو ایسی نازک حالت میں ہی اپنے نبی کی پیشانی سے خون پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بہادر جنگ اور جنیر علی کمان کر رہے تھے جان کہو کر مرکز میں لڑ رہے تھے ان کا جگر می سے مقابلہ کرنا اور مخالفوں کی کثیر التعداد بیعت کی پڑا نکرنا ان کی انتہا درجہ کی سعادت مندی اور سچے اعتقاد کا نقشہ کھینچ رہا تھا حضرت علی لڑتے لڑتے اس گہائی کے کنارہ پر لڑے اور یہاں انہوں نے دشمنوں کے خوفناک حملوں سے کیے تھے نجات پائی اگرچہ ان کی کمر کو توڑ دیا اور وہ کلچ پر ہاتھ رکھ کر دھوڑے ہو گئے وہ اپنے پیارے نبی کے ضائع ہونے کا غم تھا انہیں خیال یہہ تھا کہ ہمارا پیارا معصوم نبی شہید ہو گیا۔ یہہ خیال کر کے اور دیکھ کر کہ ان کے رفیق ہنوز ایک جانب شترکین سے جنگ کرنے میں سرگرم ہیں وہ اسی بیتابی کی حالت میں اپنے ہاتھوں میں تر خون آؤد تلواریں لیکر ہر شترکین کے مجمع میں گھس گئے اور اب نئے سرے سے میدان کارزار گرم ہوا یہہ جنگ اور گروہ لڑتے لڑتے اس موقع اور مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کا معصوم پاک نبی موجود تھا اور اپنے چند صحابہ کے ساتھ دشمنوں کے حلقہ کا جواب دیر رہا تھا۔ یہہ دیکھتے ہی بہت خوشی ہوئی اور اپنے پیغمبر کو زندہ دیکھ کر وہ بہر تازہ دم ہو گئے۔ پہر سب ملکر احد کی بلندی سے رسول خدا کے ساتھ ٹیپ میں آئے اور یہاں پر انہوں نے دم لیا حضرت علی نے اپنے نبی کی ڈال میں چٹان کے ایک چمک پانی ڈالا اس پانی سے آپ کا خون آؤد چہرہ اور زخم دھویا گیا اور پہر سب نے ملکر ظہر کی نماز پڑھی۔

ط ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ اور ابوالفدا صفحہ ۴۴ یہہ دونوں شوال جنگ احد کی تاریخ بیان کرتے ہیں طبری جلد ۴ صفحہ ۲۱ تاریخ الکتم میں۔ ابن ہشام پندہرین اور ابو یوسف نے ۱۱ ربیع الثانی کی ہے مگر سی ڈی پریسول ہی ۱۱ ربیع الثانی ہے۔ ہیک دن ہفتہ کا تھا اور ۱۱۔ شوال مطابق ۲۶ جنوری۔

سی ڈی پریسول تاریخ عرب جلد ۳ صفحہ ۹۶ نوٹ۔

مشرکین نے اپنی جان اس جنگ میں لڑادی اور انہوں نے مدینہ سے مسلمانوں کو برطرف کرنے اور احد کی گھاٹی پر قبضہ کرنے کے لئے جان کھپادی تھی مگر یہ بھی انہیں یہی معلوم ہوا کہ ہماری کوشش سب ناکارہ گئیں۔ اور اب ہمیں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ آخر مجبور ہو کر قریش اپنے مقتولین مخالفین کے ساتھ قابل رحم اور ناقابل برداشت خلاف انسانیت برتاؤ کر کے اطراف و حدود مدینہ سے مکہ واپس پہرے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بیٹی عتبہ نے مع چند قریشی خواتین کے اپنے انتقام لینے میں ایسی بے وردی اور وحشی پن ثابت کیا کہ جس کے سنے سے رو گئے کھڑے ہوتے ہیں انہوں نے حضرت حمزہ کا دل نکال لیا اور ناک کان کاٹ کر اپنا زیور بنایا اور اپنے گلے میں لٹکایا۔

قریش مشرکین کے اس وحشیانہ اور مقتولین کے قصائی پن کے برتاؤ سے مسلمانوں میں ایک غضب انگیز طیش کی آگ بھڑکی خود بخود وہ جذبہ آیا کہ اپنے حکم فرمایا کہ آئندہ سے یہی درجہ مشرکین کے مقتولین کا کیا جاوے لیکن اسکی فطرت کی ملائت اور رحیمی نے اسکی دل کی اس ترش کلمی پر فتح حاصل کی۔ اپنے اس وقت پر یہ کبھی جمین یہ مذکور تھا کہ صبر اچھی چیز ہے اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس دن سے مسلمانوں میں ایک ایسی تحریک پھیل گئی کہ بہراہوں نے اس سے زیادہ آفت اور مصیبت میں یہی ہمیشہ صبر کیا۔ یہ صرف نبی احمی کی پرتائیر یہ سچ کا صدقہ تھا کہ جس نے انہیں ان سختیوں پر یہی صبر دیا جو سختیاں کہ انتہا درجہ کی روحانی مضرتیں پہنچانے والی تھیں اور جن کے سننے سے رو گئے کھڑے ہوتے ہیں۔ نبی کی محبت اس کے صحابہ کے دل میں اس بلا کی تھی کہ آج تک کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا کہ اس نے اپنے صحابہ کے دلوں پر محمد کی طرح سے فتح حاصل کر لی ہو ایسی صورت میں کہ وہ محض بے سرو سامانی کی حالت میں تھے دشمنوں سے تعداد میں کمین کم تھے اور ان پر نازک وقت طاری تھا یہ بھی ہر ایک مومن نہایت وجد کی حالت میں یہ پڑتا جاتا تھا۔

وَدَفْعًا لِنَفْسِكَ الْفَلَاوَجِي لَوْ جَاءَتْ لَوْ قَاتِلًا عَلِيًّا سَلَامُ الْوَدَاعِ يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ) جان مہری تیری جان پر فدا ہے اور منہ میرا تیری منہ کی پناہ ہے اور تجھ پر سلام الوداع ہے اور ہمارا آپ سے وعدہ ملاقات ہر جنت الماوی ہے۔

اس وجہ انگیز قیمتی قول کی قیمت اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہ ہمارے ہی نبی کی شان نبی اور ہم مسلمان اسی پر فخر کرتے ہیں۔ وہ ان نبی کی حضوری تھی لیکن صدیوں کے بعد جب صحابہ ہی نہیں تھے مسلمانوں کے جوش کی یہی کیفیت تھی کہ نبی کے نام پر جان دیتے پتھر ہر نبی کے نام کی تاثیر تھی کہ

نہ یہودیوں نے زندہ اپنے قیدیوں کو جلاد اور بڑے حور سے قتل کر دیا۔ یونانیوں نے بیت المقدس اور اہل یونان ہی اپنے قیدیوں کے ساتھ یہی سلوک کیا پھر نہ انہوں نے اہل یونان کو جو کچھ مسلمانوں سے وہ ہی ایسے غضب انگیز اور خوفناک تھے کہ حکام ان ہم کتابوں میں خوفناکی ہی پڑتے ہیں۔ بر خلاف اس کے مسلمانوں نے ہر چند اپنے دشمنوں سے سختیاں سہیں لیکن یہ بھی اپنے قیدیوں سے وہ ہی رحمانہ برتاؤ کیا۔





الظلمین منا ومن شر ما منعت منا اللهم تو فناملین اللهم حبیب  
البناء الایمان وزینہ فی قلوبنا وکفر الیکم والفسوق والعصیان  
واجعلنا من الراشدین اللهم عذاب کفرۃ اهل الکتاب الذین  
یکذبون رسولک ویصدقون عن سیدک اللهم انزل علیہم  
سراجک وعذابک اللہ الحق امین۔ (ترجمہ)

یعنی اے پروردگار تمام حمد و ثنائیرے لئے میں اے پروردگار کوئی  
بند کرے والا نہیں ہے اس چیز کا جسکو تو نے کہو لا ہے اور  
کوئی کہو لئے والا نہیں اس چیز کا جسکو تو نے بند کیا  
ہے اور نہیں ہے کوئی رکھے والا اس چیز کا جسکو تو نے دیا ہے اور کوئی  
دینے والا نہیں ہے اس چیز کا جو تو نے رک دیا ہے اور کوئی بدایت کرنے  
والا نہیں ہے اسکا جو تو نے ضلالت کو مسلط کیا اور کوئی مکرانہ کرنے والا

صورت میں دکھائی دیتے تھے تو وہ آنحضرت کے شکر میں غرق و شریک ہوتے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کا شکر تین ہزار پانچ ہزار ہو گیا ہو گا حالانکہ امتا شکر کسی نے بیان نہیں کیا اور قرآن شریف کے برصاف ہے کہ تو تک  
و شمنون کی آنکھوں میں ہونٹا شکر دکھائی دیتا تھا۔ اور اگر وہ فرشتے علاوہ انسانی صورت کے کسی اور صورت میں نہ ہوتے  
میں تو وہ شمنون پر اور ایک آفت خیز ذہنت بہا ہوتی اور یہ ایسی ہوتی کہ وہ دیکھ لیتے تو ناہم نہ کیا اور پھر  
اور اور خون تین شکر میں کا حضرت امیر حمزہ کی ناک کا نکلنے کا زور نہانا چہ معنی دارد۔ اور اگر وہ لوگوں کی  
نظروں سے غائب ہو کر جنگ کرتے اور قتل کرتے تھے تو ضرور مسلمانوں کو کفار عرب کی آہنگ پر گردن اڑتی دکھائی  
میں اور یہ واقعہ اعظم معجزات میں سے ہوتا اور اسکی اتنی دھوم مچتی کہ ہزاروں حدیثیں ایسے بیان میں  
بہرہ دکھائی دیتیں حالانکہ ضعف سے ضعیف روایت میں ہی اسکا بیان نہیں ہے۔ جو جتنے یہ کہہ کر فرشتے آئے تھے  
ان کے اسام کی کیف تھے یا لطیف اگر کیف تھے تو ان کو سب لوگ دیکھتے حالانکہ ان کو کسی نے نہیں دیکھا اور اگر ان کے  
اجسام ہوا کی طرح لطیف تھے تو ہرگز ان پر سوار ہو کر گزرنہ آسکتے تھے۔

حضرت امام فخر الدین رازی نے ان شبہوں میں سے کہ کیا جواب نہیں دیا اور نہ مسلم جواب ممکن تھا نہ ہے ان معمولی ملاوٹوں  
کی طرح یہ کہہ لیا ہے کہ ایسے شبہ کرنا اس شخص کو لائق ہوتا ہے کہ جو قرآن و نبوت کا شکر ہو۔  
اگر جو شخص قرآن و نبوت کو مانتا ہو اسے ایسے شبہ کرنے لائق نہیں پس ابو بکر اہم کو لائق نہ تھا کہ ان باتوں کا انکار کرتا  
یا جو اس کے کہ نص قرآن سے آن کا ہونا یا یا جاتا ہے اور ایسی حدیثوں میں جو تو ان کے قریب میں انکابیان ہے۔  
اگر امام صاحب کے اس نقل پر ایک سرسری نظر ڈالی جائی تو یہ کہیں لگا کہ امام صاحب نے فرمایا عورت نہیں کیا اور یہ بھی  
سنی سنائی باتوں نے انہیں ابو بکر اہم کے قول پر مصدقہ جانچ نہ کرنے دیا۔ اگر وہ فرمایا خیال کرتے تو ہرگز انہیں اس  
بات کے کہنے کا موقع نہ ملتا کہ اس امر سے انہیں نہ لانا کہ فرشتوں نے جنگ میں مسلمانوں کی مدد نہیں کی نبوت اور  
قرآن سے انکار کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا رکھنا ہے کہ جو ہرگز قابل عقاب نہیں ہو سکتا۔ میں حیران ہوں  
کہ کیا فرشتوں کا ایسے موقع پر نازل ہونا نبوت کا پورا پورا ثبوت ہے۔ یہ یہی عجیب بات تھی تمام نبوت کا دار و مدار ہی اس پر  
ہو گیا۔ دوسری بات امام صاحب نے بالکل ہی غلط کہی ہے کہ ایسی حدیثوں میں جو تو ان کے قریب میں انکابیان ہیں  
یہ یقینی غلط اور محض خیالی بات ہے کیونکہ تو ان کو تو دیکھ کر کسی صحیح اور قوی حدیث سے ہی بہرہ مند نہ مانا جاتا کہ

ہنیں اس شخص کو جسکو تو نے ہدایت کی اور قریب لانے والا ہنیں اس  
چیز کا یا اس شخص کو جسکو تو دور کیا اور کوئی دور کرنے والا ہنیں ہے جسکو تو نے  
نزدیکی بخشی ہے اسے پروردگار میرے میں تجھے تیری برکت مانگتا ہوں اور تیری  
عافیت اور رحمت یعنی تیرے عفو کو اور تیرے فضل کو اسے خداوند میں تجھے اپنی  
مغفرتیں پانڈار مانگتا ہوں جسکو نہ تغیر نہ زوال اسے خداوند میں تجھے سوال  
کرتا ہوں امن کا رزخ و غم و الم کے روبرو کہ وہ قیامت ہے اور اسے  
پروردگار جو شے تو نے ہمو عطا کی ہے اس کی شریعت سے ساتھ تیرے پناہ مانگتا ہوں  
(یعنی وہ میری حق میں ضرر نہ کرے) اور جو چیز تو نے ہم سے روک رکھی ہے

فرشتوں کے حرب نے ملک کی اور تلواروں میں تیرے لئے۔ تمام ضعیف اور موضوع حدیثیں میں کہ  
جن میں ایسی یا قیغ مذکور ہوئی ہیں۔ علماء محققین نے کہی کہ ایسی حدیثوں پر اعتبار نہیں کیا نہ اصول حدیث سے ان کی تقویت  
ہوتی ہے۔ پہلی بات یہی امام صاحب کی صحیح نہیں ہے قرآن میں کہاں مذکور ہے کہ فرشتے سچا ہوں کی صورت میں آئے اور  
انہوں نے کسی صورت میں حاضر و غایب جنگ کی طرف ایک شہادت تھی مسلمانوں کے دل قائم رکھنے اور جنگ میں ہمت  
قدم رکھنے کی تاک کہ تعدادی سے ان کے دل نہ شکست ہو جائیں اور خوف و ہراس ان پر نہ چا جائے۔ جبکہ خود خدا نے اسے  
سورہ انفاس میں فرمادیا ہے۔

”وما جعلہ اللہ الا بشر لکم ولتظنن قلوبکم بہ“

مگر اس سورہ میں جنگ بدر کے واقعہ کا جس سے یہ آیت متعلق ہے بہت ہی ہتور ایمان ہے اور سورہ انفال میں درج ہے  
بالاستیغاب بیان ہوا ہے اور اس میں ہزار و تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کی تعداد آئی ہے اعداد کے کہنے کی وجہ سے  
بیلے بیان کرنا ہوں۔ عرض ان تمام باتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ صرف یہ شہادت تھی جو مومنین کی دھار میں بند ہوئی  
تھے لئے کی گئی تھی۔ مثلاً چند شخص کسی مصیبت میں نہیں جاتے تو ہم یہ کہہ کرتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں اس  
مصیبت سے نجات دے گا اور بیشک وہ سبکا نجات دینے والا ہے۔ یا اگر چند اولوالعزم تحصیل علوم کے لئے خوف ناک سفر  
اختیار کرتے ہیں تو کہہ کرتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) صرف ان کا دل بڑھانے کے لئے کہ قدم قدم پر خوش  
اپنے پر سچا تھے میں یہ شہادت ہے ان کی اولوالعزمی بڑھانے اور ان کا شوق و دنا کرنے کے لئے اس فرائض  
کو یہ سمجھ لیں کہ فرشتوں نے واقعی پر سچا لئے اور سچا تھے میں دفاً غفل ہے۔ اس طرح سے یہ واقعہ ہی  
بیان ہوا ہے۔ میرے خیال میں جو شخص دنیا ہی توجہ کرے گا اور قرآن کی آیاتوں پر غور کرے گا اسے کھل جائے  
گا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے درحقیقت خدا کا یہ منشا شہادت دیکر مومنین کو جنگ میں  
قائم رکھنے کا تھا۔



اسکے شر سے بھی بچاؤ مانگتا ہوں۔ اے خداوند ہکو مسلمان مار لیجئے ہم تم سے  
مسلمان ہیں اور اے خداوند ہمارے لئے ایمان کو پسند کرو ایمان سے ہمارے  
دونوں کو زینت دے اور بازرگہم سے کفر و فسق و فافرمائی کو اور ہکو رش و  
فلاح پانے واہن میں کر اے خدا عذاب کر ان کافروں پر جو اہل کتاب میں سے ہیں  
وہ جو تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور بازرگہم میں لوگوں کو تیری راہ راست  
سے اے خدا تو نازل کر ان پر اپنے غضب اور عذاب کو اے اللہ تعالیٰ امین۔

اس دعا سے یہہ پایا جاتا ہے کہ محمد اپنے کو کیسا بے بس سمجھتا تھا جو کچھ اس نے چاہا وہ ہمیشہ خدا سے  
چاہا اس نے کبھی نہیں کہا کہ میں فلان بات خود کر سکتا ہوں وہ ان دعویوں سے پاک تھا۔ وہ  
ہماری طرح خدا سے اپنی خواہشوں کا جو ریفام کے بارے میں پیدا ہوتی تھیں آرزو کرتا تھا اور  
خدا اسکی دعا قبول کرتا تھا یہاں ان سچی سورخوں کے اعتراضات مہنہ کے بل گر پڑتے ہیں کہ جو  
یہہ کہتے ہیں کہ محمد اگر نبی ہوتے تو آنا فانا میں سبکو غارت کر دیتے یا اپنا بنا لیتے، یہہ قانون  
قدرت کے مطلق خلاف تھا جب آپ بفتح و نصرت مدینہ تشریف لائے تو آپ نے صرف اس خیال  
کو سدا شکر کیا پس پھر کہ یہ مدینہ پر چڑائی کو جن چند حکام کو انقبض میں کرنا کرنا چاہی ابو سفیان نے خبر سنی کہ مسلمان کیے تھے تو  
ہوئی ہیں تو وہ اور یہی باگین اہل اکر تیزی میں دوڑا اور مکہ کی طرف روانہ ہوا رستہ میں دو مدنی مسلمان  
ملے انہوں نے ابو سفیان کا مقابلہ کیا نہ وہ جنگ میں تھے لیکن اس نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا  
پھر اس نے رسول مقبول سے یہہ کہلا کر پہچا کہ میں عنقریب تمہیں نیست و نابود کرنے کے لئے  
پہر واپس آتا ہوں وہ ہی جواب اس کا دیا گیا جو ہمیشہ دیا جاتا تھا اور حسین خدا پر پھر  
اور ایمان لبالب بہر ہوا تھا اور وہ یہہ تھا۔

خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ ہی ہمارا حافظ ہے۔

اس آفت خیر میدان کا اخلاقی اثر ان جرگوں کے حلوں پر بہت کچھ پڑا کہ جو مدینہ پر حملہ کرنے کی تیار  
کر رہے تھے۔ انہیں سے بہت سون پر تو محمد کے اولوالعرا مانہ اور سبجا عا نہ کام کا بہت اثر پڑا اگرچہ  
مخالف قوموں نے ان اسلامی و عطفون کو جو انہیں راہست بتانے گئے تھے اور بطور ان  
کے مہمانوں کے تھے میرحمی سے قتل کر ڈالا۔ ستر مسلمان اسی واقعہ میں ایک تار سے قریب جویر  
سعود کے نام سے مشہور ہے قتل کئے گئے۔ یہہ خوفناک قتل نبی امام اور نبی سلیم دو قوموں کی  
حد و دین واقع ہوا تھا۔ زیادہ تر اس قتل میں آخر الذکر جو کہ شریک تھا۔ انہیں سے دو مسلمان  
بچکر مدینہ میں آئے۔ رستہ میں انہیں دو نچتے عرب بنو عامر کے قبیلہ کے لئے اصل میں یہہ دونوں

رسول خدا پر ایمان لائے گئے آ رہے تھے لیکن ان مسلمانوں نے اپنا دشمن سمجھا کہ انہیں قتل کر دیا یہ خبر رسول مقبول کو ہوئی آپ کو سخت رنج ہوا یہہ بیشک غلطی ہوئی محمد نے پہر ہی دیت کے لئے بند و بست کیا یعنی مقتولین کے رشتہ داروں کو خون بہا دینے کا بندوبست کیا رسول اللہ کے حکم کے مطابق مسلمانوں سے دیت جمع ہونے لگی یہودی یہی دیت میں شریک ہونے کے پابند تھے۔ وہ قومیں یہودیوں کی جو مدینہ میں بسنی تھیں معاہدہ کے موافق اس دیت میں حصہ دار بن سکتی تھیں۔ اسلئے رسول اللہ معاہدہ اپنے چند صحابہ کے ایک قوم کے لوگوں کے پاس تشریف لینگے اور ان سے کہا کہ تم اس دیت میں اپنے موافق یا حصہ رسد شریک ہو۔ انہوں نے خذہ پیشانی سے اقرار کر لیا مگر یہ کہ آپ کچھ عرصہ تامل فرمائیں ہم اپنا حصہ ادا کر دینگے بیشک معاہدہ کی رو سے وہ ادا کرنے یا دینے یا دیت میں شریک ہونے کے پابند تھے محمد یہ سنکر ایک دیوار سے پیٹ لگا کر بیٹھ گئے اتنے میں آپ نے کچھ فریب اور دغا بازی کی حرکتیں دیکھیں جن سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ عہد شکن محمد کے قتل کا سامان کر رہے ہیں۔ لیکن یہودیوں کی خصوصیت کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ہمیں چند قدم پیچھے ہٹنا پڑیگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جوقت محمد مدینہ میں داخل ہوئے میں تو یہودی کس تلخی اور زہریلی پن سے انہیں دینے کے لئے پیچھے پڑ گئے تھے۔ انہوں نے کوشش کی تھی کہ سیطرہ محمد کے معتقدین میں بے طمانیہ پھیل جائے۔ انہوں نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی مذمت و جھوکی۔ انہوں نے قرآن کی آیتوں کو بدل بدل کر پڑھا اور نئے نئے معنی اپنی طرف سے گہر گہر کر لوگوں پر اظہار کئے اور ان کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ انہوں نے صرف اپنی ان ہی نامعقول حرکتوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نفاذ مسلمانوں کو زک دینے کے لئے وہ ایمان لے آئے اور ان سے مل گئے اور پہر کتر بیعت جاری رکھی مگر خدا ان کی اس فریب کو دیکھتا تھا اسلئے اس نے منافقوں کی سورہ میں ان کی حقیقت کو کہہ لیا ہے اب یہی ان کی یہی کیفیت تھی جہاں تک ان سے ممکن ہوتا تھا اور ان کی قوت و عقل رسد دیتی تھی وہ محمد کے خلاف تدبیریں کرنے میں جو سکتے نہ تھے۔ اب انہوں نے اپنی قوم کے شر و تمرد سے جو اچرا و دوسرے کا نشانہ بن گئے تھے اور اپنی لظفوں سے یہ کام لینا جانتے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا وہ

۱۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ جلد ۳ صفحہ ۵۰ میروا اور پھر بخیر نے اس مسئلہ کی بڑی چھان بین کی ہے مگر جو بیویر صاحب نے ہم سے دوسری بیویر کے قول کی کسی جگہ سے تا بدینہ نے جن کا ہم خیال ہے کہ بیشک یہودی دیت ادا کرنے کے پابند تھے سو یہاں اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہودی یا چند نہ تھے۔ اگر میرو صاحب اس فیصلہ کو طبری پر منحصر رکھتے ہیں تو وہ کہہ لیتا ہے کہ یہودی صرف پابند تھے پھر ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳۔

۲۔ اسکی ایک مثال الہی جاتی ہے کہ جس نے جنگ حدین کیا غضب آیا تھا اور پھر محمد کا ان کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ قریشوں نے ایک شاعر ابو غازی سے کہا کہ تو اس پاس کی بیعتوں میں چلا جا اور لوگوں کو محمد کے خلاف نظر کہہ کر کر غضب ناک کر اور ایسا برا لکھنے کر دے کہ جس سے وہ سب ہڑک اٹھیں اور محمد کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوں ان سے یہی کیا پہلے بیعت سے اشرار مزدون کر لئے اور پھر اسے چاروں طرف اپنے اشرار سے اسلام کے خلاف ایک ہڑکائی شروع کیا

جہنہ اکثر اہو جائے اور سب لی کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ یہودی شعرا چونکہ ہرے فصیح و بلیغ  
تھے اسلئے انہوں نے مدینوں کو اپنے اشعار سے مسلمانوں کے خلاف پھر کانے میں بہت کچھ کامیابی  
حاصل کی تھی۔ ان کے اس ناروا کوشش کا اثر مسلمانوں پر یہ ہوا تھا کہ وہ یہودیوں سے بالکل  
بر خلاف ہو گئے تھے اور ان ابار بار کاتانا ان کے غصہ پھر کانے کے لئے کافی تھا شرکین کی بدر  
کی شکست نے جیسا صدر کہ کیوں کو دیا تھا ویسا ہی یہودیوں کی جانبوں پر بھی ٹوٹا تھا بدر کی  
شکست ہونے ہی یہودیوں کے قوم میں سے ایک شخص کعبا شرف کے بیٹے نے سر راہ یہ بجا کر کہا کہ کیوں  
کے شکست ہونے پر ہم مدینہ میں نہیں رہ سکے یہ کہہ کر وہ مکہ چلا گیا۔ چونکہ اس کی قوم کے کل آدمی  
سرخ و الم میں مبتلا تھے اسلئے اس نے ان کو ہمت دینے کا کوئی موقع نہیں دیکھا۔ اس نے یہاں سے  
جا کر اور بنی کا مخالف بن کر کہ میں نے نئے نئے گل کہلائے انتقام لینے کے لئے کیوں کو عجیب و غریب  
سے جوش ملائے اور ان کو پورا جوشیلا بنا دیا کہیں کوئی بات ا کہیں کوئی بات کی غرض اس نے  
ایسی حالت فریون کی بنادی کہ وہ آفت ناک طیش میں بہر گئے اور انہوں نے جیسے کہ ہم بیان کرے  
میں محمدؐ اور اسکے پیروان سے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اور اپنے اس ارادہ کی باطنی انہوں  
جنگل صمدین کا مل طور سے دکھا دی۔ جہاں تک اس شخص سے ہو سکا اپنی قوم میں جب کا یہ ممبر تھا  
محمدؐ کے خلاف وہ جوش پیدایا کہ خدا پناہ دے بچہ بچہ کو محمدؐ کے خون کا پیسا کر دیا اور وہ  
ایسے طیش میں پڑے کہ انہیں سوا ایدہ پھونچانے اور مسلمانوں کو زک دینے کی تدبیر کرنے میں  
کسی دنیوی کام کا ہوش نہ رہا تھا۔ دوسرا یہودی اسی قوم کا رفیع سلام بیٹا ابو الحقائق کا بھی  
محمدؐ کا بہت برا دشمن تھا اسکی جتنی تدبیریں تھیں وہ پہلے کی طرح وحشت ناک اور وحشت انگیز  
تھیں۔ یہ شخص اپنے قلیل کے ایک گروہ کے ساتھ خیبر میں رہتا تھا جو مدینہ سے شمال مغرب کی  
کی طرف چار پانچ دن کا رستہ ہے۔ اس نے اپنے پڑوسی جوگون کو محمدؐ کے خلاف پھر کا یا جنہیز  
خصوصاً سلیم اور دوسری قوم تھی۔ مسلمانوں کی یہ حالت ایسی نہ تھی کہ وہ ان پر حملہ اور ہو کر  
انہیں پس پا کرتے بلکہ ان کے لئے ایک یہ ہی بہت بڑی بات تھی کہ وہ اپنے مخالفین سے اپنے  
کو بچا لیتے۔ وہ اپنی حفاظت کرنا ہی بڑا کمال جانتے تھے۔ وہ کس کس سے مقابلہ کرتے اور کیا کیا کرتے  
ایا قریشوں کی سرکشی فرو کرنے کے لئے انا دہ ہوتے یا اپنے بیگناہ مسلمین کا کفار سے انتقام لینے  
کے لئے مستعد بنتے یا یہودیوں کی ساز و باز اور ان کی مخالفت کا جواب دیتے یا ان جو گونکی  
جو ضیہ اور اس کے اطراف میں رہتے تھے مخالفت اور سرکشی کو روکتے یا ان تمام غرضوں کی توقع  
اور چونکہ قتل پر وہ تو گونگوارا دہ کرتے تھے اسلئے ہر مین وہ کر غدار کر لیا گیا اور محمدؐ کے سامنے لایا گیا محمدؐ نے فرمایا  
اس قمار پر سے چھوڑ دیا کہ مدینوں کے خلاف سازشیں نہ کیوں کر وہ رہا ہوئے یہی باز نہیں آیا اور وہ بارہ جنگوں میں کراہوا  
آیا۔ ایسا ہے ایک مسلمان نے اس جرم میں قتل کر دیا اسلئے کہ یہ بد بخت محمدؐ کے کذاب بی قابل تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ محمدؐ  
انہ سے حصہ لے جو کچھ اپنے کیا اس کی سزا باقی اور وہ بیشک اسی قابل تھا۔

لپٹے کو بچا وے۔ چاروں طرف سے ان پر آفتین بیاہوری تھیں اور ان کے دشمنوں نے چاروں طرف ایک خوفناک اور جان و تن کو بہلا دینے والی آگ روشن کر رکھی تھی۔ ان کا کوئی مددگار نہ تھا کوئی قمارس بندھوانے والا نہ تھا کوئی ان کی بستی لینے والا نہ تھا۔ اگر ان کو قوی بناتا تھا تو صرف وہ بہرہ و نسب جو خدا پر تھا۔ وہ سب یکدل ہو کر خدا کی عبادت کرتے تھے اور اس کی مدد کے خواستگار رہتے تھے۔ ان کے حسرت ناک آنسو صرف خدا کا بہرہ و نسب پوچھتا تھا۔ شب و روز کی نہ مریلی اور تلخ تر مخالفتوں نے کیا کیا کچھ ان کی ہمتوں کو پس پا کرنے کی کوششیں کی تھیں لیکن پہرہی بہرہ و نسب اور سچا بہرہ و نسب اور روشن بہرہ و نسب جو خدا اور اس کے وعدہ پر تھا انہیں ثابت قدم رکھتا تھا۔

عیسائی موعظ ان قتلوں کو جو مصلحت وقت سے کئے گئے تھے بہت برا جانتے ہیں اور ان قتلوں کا الزام رکھتے ہیں کہ محمدؐ کی شان کے بالکل خلاف تھا کہ سیکو پوشیدہ قتل کیا جاتا۔ کیونکہ ایک مسلمان پوشیدہ ان لوگوں کے قتل کے لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو قتل کر ڈالے کہ جو محمدؐ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ یہہ نیک ہوا کہ ایک مسلمان پوشیدہ ان کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا مگر انہیں یہہ ہے کہ سپر اعتراض کرنا پسے انصاف کا خون کرنا ہے۔ مصلحت وقت اس کی مقتضی تھی کہ ان کو کسی تدبیر سے خواہ علانیہ ہو یا رازداری کی ہو دنیا سے مٹا دینا لازم تھا اس لئے کہ صرف ان کے زندہ رہنے سے ہزاروں جانوں کا ہلاکت میں پڑنے کا خوف تھا۔ میں ان ہی دشمنوں سے پوچھتا ہوں کہ جو شخص امن میں خلل ڈالنے کی کوشش کرے جو شخص صدائے گناہ جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے کا نیند و بست کرے جو شخص نیک باتوں اور خدا کے واحد کی پرستش کا مانع ہو اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے اس قانون میں کہ جو مہذب ممالک کا کہلاتا ہے غالباً وہی جواب دینے کے اس کی سزا قتل ہے چونکہ اس موقع پر یہہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ مہذب دنیا کے ان مقدمات کا ذکر کروں کہ جو سنگین کہلاتا ہیں اور جن میں اس معمولی قتل کرنے سے زیادہ سزا ملے گی میں بعض بہانسی دینے کے بعد ان کی ناشائستگی کو جلد دیا گیا ہے اعتراض کر دینا بہت آسان ہے لیکن واقعات کو دیکھنا اور انصافاً ان پر نظر کرنا یہہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ اگر میں صاحب ملاحظہ فرماتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ جو شخص امن میں خلل ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا اور جس نے ہزاروں بیگناہ جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے کا بند و بست کر لیا تھا اسکو حکمت سے قتل کر دینا پو لیسل پو لیسی سے الٹی ہے۔ نہ وہ ان پولیس کورٹ تھی نہ محکمہ عدالت تھے نہ کوئی نو جداری کی کورٹ تھی اور نہ کورٹ مارشیل تھی کہ کسی شخص کے جرائم کی سزا دی جاتی اور سپر مقدمہ قائم کیا جاتا۔ جب اعلیٰ سے کوئی عدالت نہ تھی تو پھر کوئی ان خوفناک جرائم کا جو ہزاروں انفاس کو خون کے کپڑے پہنانے میں سرگرم تھے بند و بست کیا جاتا یہہ عین انصاف تھا کہ ان کو حیض سے ہو سکتا قتل کی سزا دی جاتی۔ یہہ محض نا ممکن تھا کہ

ان پر کہل کھلا جا پڑے اور ان کو نیت و نابود کر ڈالنے عرض اس کا نابود ہونا پوچھ لیکر لیا گیا  
 بہتر اور لائق تھا خواہ ان کو کسی طرح نیت و نابود کیا جاتا۔ ان لوگوں نے یہودیوں نے عہد شکنی  
 کی تھی اور جس معاہدہ پر ان کے دستخط ہو چکے تھے اس سے پہر گئے تھے۔ یہہ محض ناممکن تھا کہ انہیں  
 پبلک مین گرفتار کر کے بلا یا جاتا اور ان کے قبائل یا گروہ کے آگے دھوم دھام سے ان پر فرد قرار داد  
 جرم لگائی جاتی جب انہیں سے کوئی بات ممکن نہ تھی تو پھر کیونکہ ہو سکتا تھا کہ فتنہ و فساد کی روک  
 ہو سکتی اور اس عظیم الشان قتل عام کو روکا جاتا جو اس کی وجہ سے اگر وہ زندہ چھوڑ دیا جاتا تو عظیم  
 ہو جاتا۔ مدینہ کے ملکی معاملات اس امر کے شاہد تھے کہ جو کچھ کیا جائے بہت جلد کیا جائے اور ایسا پوشیدہ  
 کیا جائے کہ کسی کو اسکی خبر نہ ہو۔ ریڈ پبلک کا قیام رہنا اور اس امن کا برقرار رکھنا کہ جس سے ہزاروں  
 جانیں مردوں عورتوں اور ان کے معصوم بچوں کی آرام سے اپنی زندگی بسر کرتی تھیں خواہ کسی طریقہ  
 سے ہوتا فرض تھا۔ جو شخص سلطنتی معاملات کے ناچار آؤ جاتا ہے جس نے خود سلطنت کی ہے یا  
 حکمرانوں کی مدد کی ہے یا اس نے قانون انتظام ملکی دیکھا ہے اور جو شخص ایک حکمہ کی ذمہ داری کو  
 جانتا ہے وہ کہ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں کہ چاروں طرف لوگ امن میں خلل ڈالنے کو موجود ہوں  
 مسلمانوں پر پیشبردست ہو کر آدہ قتال ہوں اور سب سے زیادہ یہہ بات ہو کہ جن لوگوں نے  
 امن قیام کر لیا و عدہ کیا تھا انہوں نے عہد شکنی کی ہو ایسی حالت میں محل امن و آسائش کا کیا  
 علاج ہو سکتا تھا۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ محمدؐ نے اپنی سچائی نہ تھا بلکہ ایک بہت بڑا اسٹیشن ہی تھا اور  
 اپنی قوم یا اپنے شہر والوں کا محافظ ہی تھا یہہ تدبیر ان ایک بہت بڑے دماغ کے خیالات کا نتیجہ  
 ہیں نا فہم معترض یہہ نہیں جانتے کہ جب ہمارے اعتراضوں کی کوئی چابک کر لیا اور ان کی فطرت  
 کو دیکھ گاتو کیا خاک ہماری تحقیق اور انصاف کی وقعت اسکی نگاہوں میں ہوگی۔ جو کچھ ان کا جی  
 چاہا عیسائی سورج عقل اور دانشمندیوں کو یہول گئے کہ جس نے یہہ چوتھے سے شہر کی حفاظت کے لئے کیا تدبیریں اختیار  
 کئے خلاف کی تھیں اس نے یہہ لازمی امر سمجھ لیا تھا کہ جن پہلوؤں سے جو مقدمہ کو چپ چپا قتل کیا جائے اور جس نے ایسی  
 بہت سی وارداتیں پوشیدہ کر لیں کیا انگلیز کا قانون یہول گئے کہ جین کہل کھلا حکمہ کہ واجب قتل شخص کو چاہے کوئی  
 شخص تعقیب کر کے قتل کر دے کیا سچی دنیا کو یہہ یاد نہیں کہ پٹنہ میں دما یون پر کیا آفت نازل ہوئی تھی اس لئے کہ ان  
 سے امن میں خلل پڑنے کا خوف تھا۔

ان تمام پہلوؤں پر جب نظر ڈالی جائے گی تو اس سے کہلے گا کہ یہہ قتل جو محمدؐ نے ان مقدمہ و ناکار ابا عین  
 انصاف تھا اور بیشک یہی چاہئے تھا۔ سولن کے قوانین کو کیوں نہیں دیکھتے عیسائیوں کی صلیبی سازشوں کو  
 کیوں بھلا دیا کہ لاکھوں بگیاہ جان ضائع ہو گئی تھیں ایک معمولی بات پر عیسائی مورخوں نے اپنی کتابوں کے صفحے  
 صفحہ سیاہ کر دیے ہیں حیران ہوں کہ جو وقت کوئی نا منصفانہ تحریر لکھتے ہیں دل۔ کہہ کہ گواہی دیتا ہے کہ وہ ایسی  
 ایسی بے سر و پا اور لافچہ بائن قلم سے نکالیں اور پھر اپنی ان بے بنیاد و سخیروں پر فخر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں یہ  
 سب کچھ کر گزرتے ہیں حالانکہ کچھ ہی نہیں کرتے۔



اگر گزرتے ہیں مگر اس کا نتیجہ نہیں دیکھتے کہ کیا ہوگا۔ اگر حقیقت وہ خدا کو مانتے ہیں اور سزا و جزا کے قائل ہیں تو یاد رکھیں کہ ان چھوٹے الزامات کی جوابدہی خداوند کے آگے کرنی پڑے گی اور جہاں ان کے نبی حضرت عیسیٰ ہی موجود ہوں گے اور جو یہہ نہیں مانتے اور خدا اور اس کے قوانین قدرت کو نہ اُدھو سلا ہی سمجھتے ہیں تو ان کے لئے ہی بہت ہے کہ جب لوگ ان کے الزامات کو دیکھتے ہیں جو محض دشمنی اور تعصب سے محمدؐ کی معصوم ذات پر عاید کئے ہیں تو جس صفت و ثناء سے وہ انہیں یاد کرتے ہیں وہ خود ہی خوب سمجھتے ہیں اور دینا خوب جانتی ہے۔

ان غدار اور دغا بازوں کی قیمت نے انہیں ان کے اعمال کا نتیجہ دکھا دیا یعنی وہ قتل کئے گئے تو میرے کی حدود میں بنی نصیر کے یہودیوں میں اور یہی پیغمبر کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہوئی۔ جبکہ دوسری یہودی قومیں زراعت کرتی تھیں تو بنو قریظہ کی اس شکل سے ایک بہت تباہی میں وہ خراب ہو رہے تھے یہ قوم اور قومیں دستکاری کا پیشہ کرتی تھیں مگر یہ قوم سدا فتنہ انگیز تھی اور اخلاق کی اسکی اور اسکی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ وہ اپنے بہائی اسکندریہ والوں کی طرح ہر نفاوت اور فتنہ و فساد میں بڑھ کر حصہ لیتے تھے اور جہاں کوئی کہیں فتنہ و فساد کی سن بانی اور انہوں نے جا کر اسکو اور یہی بہرہ گار دیا۔ یہہ تو گاہے گاہے ہوتا تھا لیکن ہر جگہ نئے فتنے و فساد قائم کر دینے کوئی بات ہی نہ تھی۔ لڑنا جھگڑنا لوٹنا تباہ کرنا قتل کرنا بستیوں میں آگ لگا دینا اس قوم کے بائیں ہاتھ کے داؤن تھے۔

(دوسری ہجری ماہ شوال مطابق فروری ۱۹۰۶ء)

ایک دن گاؤں سے ایک نوجوان لڑکی یہودیوں کے بازار میں دو خریدنے آئی بد ذات اور ناخدا ترسیدہ دیوں نے اس لڑکی کو بے عزت کرنا چاہا اور بہت کچھ اس کی توہین کی ایک مسلمان لڑکی کو یہہ نظارہ بڑا لگا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور اسنے کہا کہ یہہ بائیں ہتھاری اچھی نہیں ہیں تم اپنی ان یہہ و حرکات سے بازار و انہوں نے اور یہی زیادتی کی اسنے پہنچی کہا کہ جو کام تم کر رہے ہو خلاف معاہدہ ہے تم امن میں خلل ڈالنا چاہتے ہو یہودیوں نے نہ مانا اور وہ اس نوجوان خاتون کے عصمت کے تاج کے درجے ہو گئے لیکن مسلمان نے صاف لفظوں میں کہہ دیا خبردار جو اس بیگناہ شریف خاتون کی طرف انگہ بہر کر دیکھا نتیجہ یہہ ہوا اور اس تلخ گفتگو نے یہاں تک طول پہنچا کہ شرمی اور سادی یہودیوں نے بیگناہ مسلمان کو قتل کر ڈالا جو ان ہی کے قتل کی خبر مسلمانوں کو ہوئی وہ اسے غصہ کے کانپ لہٹے۔ خشکین شعلے ان کی آنکھوں سے مشتعل ہونے لگے مارے غیظ کے ان کے منہ میں کف بہاڑے اور وہ اپنے بہائی کا انتقام لینے کے لئے بہہ نہ تلواریں سوت کر یہودیوں پر ٹوٹ پڑے خوب خوب تلوار چلی دو نو طرف کے آدمی قتل ہوئے۔ اتنے میں آنحضرتؐ کو خبر ہوئی آپ دوڑے ہوئے عین موقع پر تشریف لائے اور مسلمانوں کے آفت انگیز طیش کو ٹھنڈا کیا اور دونو قوموں کا بیچ بچاؤ کیا۔ آپنے فوراً سمجھ لیا کہ یہہ فساد اور یہودیوں کی زیادتی اور بیگناہ



مسلمان کا قتل کرنا ضرور اور قبائل یہود کا اشارہ ہے اور انہیں باہم پوشیدہ سازشیں ہو گئی ہیں۔ انکو یہ خیال آ رہا تھا کہ مدینہ میں جس وقت سے انتظام امن قائم کیا ہے اس میں فوراً خلل پڑ جائے گا اندیشہ ہے۔ اب تو یہودیوں نے کہل کھلا اعلان دیدیا اور پہلے کلی کہدیا کہ ہم وہ عہد و پیمان امن کا توڑتے ہیں اب رسول مقبول کو یہ ضروری تھا کہ کوئی تدبیر ایسی نکالی جائے جس سے بہت مضبوطی سے امن قائم ہو اور پھر اس امن میں کوئی مغل نہ ہو سکے۔ اس خیال سے آنحضرت سید ہے بنی قنیقلہ قبیلہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے کہا ہمیں لازم ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس فتنہ و فساد کے شٹانے میں شریک نہ ہو اور ہماری مدد کرو تاکہ ہم مدینہ میں امن برقرار رکھ سکیں جس میں ہمارا ہتھارادو نوکا فائدہ ہے۔

انہوں نے جو کچھ جواب دیا وہ صرف تو میں آمیز ہی تھا بلکہ فساد انگیز اور غضب برپا کرنے والا تھا۔ اور وہ جواب یہہ تھا۔ "اے محمد تو اس فتح پر فخر نہ کر جو تو نے قریشوں پر حاصل کی ہے سبچے اتنے ایسے لوگوں کے ساتھ معاملہ پراہے کہ جو قانون جنگ سے نابلد ہیں جب ہمارے ساتھ تیرا یہہ معاملہ پیرا تو ہم تجھے دکھائینگے کہ ہم کیا ہیں دوسرا

نام موعظ متفق ہیں کہ یہودیوں نے ایسی گرم تقریر محمد سے کی کہ جو صرف امن قائم کرنا چاہتا تھا یہہ سنکر محمد واپس پلٹ آئے اور انہوں نے فوراً اپنی ایک گہری مین قلعہ بندی کر لی اور محمد یوں پر حملہ آوری کرنے لگے۔ اب میں سچی مورخوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے تھا کیا ان کا تباہ و بادرنا لازمی نہ تھا؟ نہیں فرض تھا کہ ان کی توجیح کی جاتی اور ان کو بالکل نیست و نابود کر دیا جاتا انہیں اپنے جھکے ہوئے ہتھیاروں پر غرہا تھا وہ اپنی کثیر تعداد میں پریہو ہوئے تھے اپنے موٹے تانے صون اور جھانکشی کی عادت پر انہیں بہت برا لگتا تھا۔ انہیں اپنی قانون جنگ پر زیادہ بہرہ و مابریخلاف اسکے محمد یوں کے پاس کچھ نہ تھا اگر تھا تو صرف وہ بہرہ و سہ تھا کہ جو خدا پر رکتے تھے خیر یہہ ہوا کہ مسلمان ہوشیار ہوئے اور پہلے ان کی طرف متوجہ ہوئے ان کو چاروں طرف سے یر لیا پندیرہ دن کے بعد وہ قابو میں آئے پہلے یہہ ارادہ تھا کہ انہیں ان کے جرائم کی پوری رادومی جاتی ان کو سخت بیرجمی سے قتل کیا جانا لیکن محمد کی رحم قنطرت نے یہہ گوارا انہیں کیا کہ ایک مدیہی خون کی گرائی جائے ان صرف یہہ کیا کہ انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔

بنی قنیقلہ یہہ ہجر کی بنی قنیقلہ کے اس قتل کا کثرت اختلاف ہے مگر یہہ کہ انہیں اور تمام موعظ اپر شفق میں کر کے فساد انگیز اور تیرا مصلوکی ہی اور بے فساد قائم کرنا چاہتا تھا۔ مگر ان صاحب خیر نہیں کہاں سے ایک سلام اور نرم جواب یہہ یہودیوں کے منہ میں ہے یہہ ہی عجیب ناشی کی بات ہے کہ تمام جہان کے موعظ تو یہہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے بہت سختی سے جواب دیا اور خیرا سلام موعظ ہی اسے تسلیم میں مگر مین نہیں جانتا کہ ان صاحب کو یہہ خبر کہاں سے ہو گئی شاید جواب میں یہودی ان سے کہہ گیا ہو گا کہ میں نے یہہ نہیں یہہ جواب دیا جب آتا تھا موعظ جبکہ دہوم یورپ میں ہجر کی ہے وہ ایسی بے مسرو دیا باقیں ناگوار ہے کہ انہیں اعتدال میں شکست ہی نہیں جس غلط ہے یہہ مین جہان ہوں کر او۔ جہت بیٹے عیسیٰ موعظ خیر اعتدالی اور غلط ہے کہ عیسیٰ کے علاوہ کوئی جگہ اپنے لئے تھے مین جہاں کو اپنی وقت قائم کر سکا ذرا ہی خیال ہے وہ کہیں ایسی ہے سرد با مین مین مانگے گا۔

یہودی اس تاک میں رہنے لگے کہ کہیں محمدؐ کو تنہا پا کر قتل کر دالین اور ان کی یہ نگاہ محمدؐ نے ہی تاریکی اور اب اپنے اپنے صحابہ کے مشورہ سے اپنی حفاظت لازم جانی اس نظارہ نے یہودیوں کی کمزوری کو ٹوڑ دیا اور وہ سخت باؤس ہو گئے اور انہیں ناامیدی ہو گئی کہ اب ہم محمدؐ پر قبضہ نہ پاسکیں گے۔ آخر بنی نضیر نے اس مقام پر اپنا ڈنڈا ڈیرا ڈالاجان سے ان کے دوسرے یہودیوں کے قبیلہ کو جلا وطن کیا تھا۔ محمدؐ نے ان کے پاس ہی وہ ہی پیغام بھیجا کہ جو ان کے پہلے یہودی قبیلہ کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے عبدالعزیز بن ابی کے بہرہ دہی پر وہی دہکی آئینہ جواب دیا کہ جو ان کے پہلے قبیلہ نے دیا تھا۔ ہر چند انہیں سمجھایا گیا لیکن انہوں نے نہ مانا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے یہی مقابلہ کی ٹہری پندرہ روز کے بعد وہ سب گرفتار کر لئے گئے اس سختی اور جنگ پر یہی انہیں کوئی جمانی سزا دی گئی بلکہ انہیں حکم دیا کہ تم یہاں سے اپنا مال و متاع لیکر چلے جاؤ مگر ہتیار بہین چھوڑ جاؤ۔ نا انصاف نا خدا ترس یہودیوں نے جاتے وقت اپنے رہنے کے گھر بھی ڈبا دئے اس خیال سے کہ کہیں مسلمانوں کے قبضہ میں آکر انہیں آرام نہ ملے اس سے زیادہ دشمنی اور مخالفت کیا ہوگی پہر ہی اگر ان دشمنوں اور مخالف کاروائیوں پر نہ خیال کر کے مسلمانوں ہی پر عیسائی موعج محض اپنے تعصب کے بدولت خواہ مخواہ کے الزام قایم کریں تو وہ جانیں اور ان کا خداوند۔

(ربیع الاول ۱۰۰ھ ہجری مطابق جون سے جولائی تک ۶۲۰ء)

ان یہودیوں کی زمین جسکو وہ نہ لے جاسکتے تھے قانون جنگ کے مطابق مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی جس کی تقسیم انصار کی مرضی پر مہاجرین میں ہو گئی جو اب تک اپنے یہائی مدینوں کی حفاظت میں تھے اور وہ ہی ان کی پرورش کرتے تھے۔ باوجودیکہ مہاجرین اور انصار میں زبردست بھائی چارہ قائم ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے لیکن پہر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ چاہا کہ کہیں کہلا یا علانیہ آپ کے استحقاق کی بابت انہیں مطلع کر دیا جائے دراصل اگر دیکھا جائے تو متاخرین کی حالت سخت ناگفتہ بہ تھی وہ اپنے نبی اور خدائے واحد کی محبت میں اپنا وطن چھوڑ کر چلے آئے تھے اگر مدنی انہیں رہنے کو مٹا دیتے کہانے پینے سے ان کا بندوبست نہ کرتے تو محض ناممکن تھا کہ وہ چند روز ہی زندہ رہ سکتے اب انصار ہی ان کی پرورش کرتے تھے لیکن نبی نے ان سے دریافت کیا کہ اے انصار کیا تمہیں اس امر میں کوئی اعتراض ہے کہ میں تمہارے غریب اور فلاکت زدہ ہائیوں کو جو میرے ساتھ اپنا وطن چھوڑ کر آئے ہیں اس مائتیز چھوڑ دیتا ہوں کہ جو یہودی چھوڑ گئے ہیں۔ وہ یعنی انصار یک زبان ہو کر بولے، ”آپ نے شک نہ کریں یہ ہائیوں میں سے ہیں اسباب کی تقسیم کر دیں بلکہ ہمارا حصہ ہی انہیں دیدیں ہم بڑا دغبت منظور کرتے ہیں۔“ اس پر نبی نے اس ایکو مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ اور انصار میں سے بھی دو شخصوں کو جو بہت غریب تھے حصہ دیا۔

ابن ہشام صفحہ ۴۵۳-۴۵۲۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳-۱۳۲۔ ابوالفدا صفحہ ۶۹۔

ابن ہشام صفحہ ۴۵۴-۴۵۳۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳-۱۳۲۔ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۰-۴۹۔ اب سے یہ اصول مقرر ہو گیا تھا کہ وہ جو طرفین کی جنگ سے ہوں ہو بلکہ اور طریقہ پر حاصل ہو تو وہ حق سلطنت یا حق سردار سلطنت سمجھا جائے گا اور حق ملک یا فیلف کی مرضی پر اسکو چھوڑ دیا جائے گا اور کام میں لایا جائے گا۔

حجرت کے چوتھے سال اور ماہ ربیع الاول کے مہینہ میں یہودی مدینہ منورہ سے خارج کر دیے گئے تھے۔ اس سال کا باقیمندہ حصہ ورائندہ سال کا ابتدائی حصہ ان مخالف قوسوں کی سرکوبی میں گزارا گیا۔ مدینہ کی حدود میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہی تھیں اور انہوں نے کئی مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً اکیلے دیکھا دیکھ کر قتل بھی کر ڈالا تھا۔ یہ خون عموماً یہودیوں کی دغا بازی اور فریب سے مدینہ کی حدود میں واقع ہوتے تھے۔

یہودیوں نے مخالفت اور دشمنی کی کوئی بھی حد نہ رکھی تھی اور وہ ہر موقع پر جہان ان کا داؤن چل جاتا تھا کسی مسلمان کو خواہ نوجوان ہو یا بوڑھا ہو یا عورت ہو یا معصوم بچہ ہو بغیر خون کے کپڑے پہنائے ہوئے نہ چھوڑتے تھے ان بد بخت یہودیوں کو کبھی معصوم بچوں پر بھی ترس آتا تھا اور نہ اپنے محسنوں کی قدر کرتے تھے۔ جو کچھ انہوں نے مسلمانوں سے ظالمانہ طریق سے برتاؤ کیا وہ ایسا سخت اور ناقابل برداشت ہے کہ نبی کے رحم اور تحمل ہی نے سہا اور نہ اجل ہم مہذب دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سرکشوں کو کیسی سزا دی جاتی ہے۔

عشاء میں باغیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا بیشک یہی چاہئے تھا ہزاروں کورسی میں باندھ کر خنجر سپر لگا دیا یہ سلوک درحقیقت دیکھا جائے تو عین انصاف ہے۔ یہہ ایک نہ خنجرل بات ہے کہ اگر کسی عضو میں کوئی پھوڑا پھینسی ایسا ہو جائے کہ اس سے اور دوسرے صحیح عضو کو مضرت پہونچنے کا ڈر ہو تو یقینی وہ عضو فوراً کاٹ ڈالا جائیگا اور اس کا کاٹنا جانا میرے خیال میں نہیں بلکہ چشم انصاف میں ہی خلاف نہوگا تو پھر میں یہہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر نبی ان دونوں قیدیوں کو قتل کر ڈالتے تو کوئی اعتراض کی بات نہ تھی نہ کوئی نا انصافی تھی بلکہ عین مصلحت تھی پیر ہی محمد کے رحم نے یہہ تعاضا نہیں کیا کہ انہیں سے ایک کو بھی قتل کیا جائے کیا عیسائی مورخ ایسے رحم کی مثال اوپری کہیں دکھا سکتے ہیں۔ ج

یہ بیان میں بغیر ایک بات کے لکھے نہیں سکتا اور وہ یہہ ہے کہ ایک نئے ادب بد تہذیب یا دوری نے جسکی واقفیت اور تحقیق علی اس کے تعصب کی طرح تاریک ہے فخر اپنی صفحہ کی کتاب محمد کی تاریخ کا

۱۔ مطابق ابن شام صفحہ ۶۵۳ اور ابو الفداء صفحہ ۶۹ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۵ کے یہہ مدینہ صفر کا تھا۔  
۲۔ اس واپس اور فساد کا باعث یہہ تھا کہ عیسائی جو لوگ جو ابو الفداء کے لکھنے کے بموجب دمشق سے چار یا پندرہ ذریعے فاصلہ پر ایک مقام میں قیام پذیر تھے اس تجارت کو روک رکھا تھا کہ جو مدینہ سے شام کو جاتی تھی یہہ قافلہ بند ہو کر حلقہ سے کرتے تھے اور انکار کار روزگار تھا کہ مدینہ کی حدود پر پہنچا پہ مار جائے تھے مگر یہہ کوائف مسلمانوں کے مدینہ میں داخل ہوتے ہی کاغذ پر لکھ کر پیر ہی محمد کے پڑوسی سرداروں سے چراگا کہ بارے میں معاہدہ کیا اور پھر اس معاہدہ پر ایک مدت تک عمل کرتے ہوئے رہے۔ اس معاہدہ میں محمد نے اس پاس کے سرداروں کو مدینہ کے حدود کے چراگا ہوں کی اجازت دیدی تھی۔

اجمال و نامی امن فخر ایہ لکھا ہے تو کہ ہجرت کے چوتھے برس محمد نے دو دیکھتی کہیں، پہر وہی دریدہ دہن بے ادب لکھتا ہے یہاں اس نے حضرت عیسیٰ اور آنحضرت کا مقابلہ کیا ہے، عیسیٰ اپنے بچانے کے لئے بہاگ نہیں گیا بلکہ اپنے کو دشمنوں کے سپرد کیا مگر اپنی جان کی امان کے لئے کہ چوڑہ رینہ بہاگ گیا بلکہ چونکہ اس ہجرت کی فطرت کو ہم گزشتہ ہجرت ہی کے موقع پر بیان کر چکے ہیں اسلئے یہاں بے محل لکھنا مناسب نہیں جانتے۔ صرف عیسا کی تہذیب یافتہ گروہ کو دکھانا ہے کہ تہذیب اور شائستگی کا یہ اثر ہے۔ جس تہذیب اور شائستگی پر وہ بہت نازاں ہیں اسکی فطرت میں ایک بہت بڑے رفیاء مرکب شان میں گالیان دینا فرض سمجھا گیا ہے۔ یہہ بے ادب دریدہ دہن ناتواں شیدہ میں نہیں خیال کر سکتا کہ دیکھتی کسے کہتا ہے۔

آیا دیکھتی کسے یہ معنی ہیں کہ اپنے دشمنوں کو اگر وہ حملہ آور ہوں تو دفع کرے تو اس دیکھتی سے نہ حضرت عیسیٰ بچینگے نہ ان کے حواریں آئندہ دوسری جلد میں ان ناقابل اور درشت خلاف قانون سازشوں کا ذکر آئیگا کہ جو عیسائیوں نے صلیبی لڑائیوں میں کی تھیں جس سے اس دریدہ دہن کو جگنا نام لینا ہی مجھے گوارا نہیں ہے اور جس کے نام سے میں اپنی پاک کتاب کے صفحے ناپاک کرنے نہیں چاہتا معلوم ہوگا کہ دیکھتی غریب و غلابازی اسے کہتے ہیں باوہ ہتی۔

س فضول اور غیر نتیجہ ام کو نظر انداز کر کے اور اس کا انصاف خدا پر چھوڑ کر میں اپنے مطلب پر تاملوں اس آفت خیز وقت میں دینے ہجرت کے چوتھے سال کا ذکر کرنا ہوں) یہہ زمانہ یہی خصوصاً مسلمانوں کے سخت امتحان کا تھا۔ ان کے خلاف سازشوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور وہ وہ کچھ کیا جا رہا جس کے پڑھنے اور قلب بند کرنے سے رنگے کھڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ان کا میا بیوں پر جو بنی کو قاتر خدا کے پر دوسرے ہو رہی تھیں دین کے دشمن جانی مخالفت میں سست پلے نہ تھے۔ وہ کے رحم کا اعزاز کر کے ہی اس کی مخالفت میں کمی نہ کرتے تھے اور اپنی ویرانیت کی الگ جان رہے تھے۔

(۲۵ ہجری ۳۱ محرم ۶۱۰ء سے ۶۲۲ء اپریل ۶۱۰ء تک)

یہودیوں کی یہہ کیفیت تھی اور ادھر مشرکین عرب نے دور دراز حصص میں اپنے قاصد بھیجے بی کر دئے تھے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔ سب سے زیادہ ان کو ششون، یہودی حصہ لیر ہے تھے۔ خیبر میں ایسی تک بہت سے یہودی جمع تھے اور اپنے کو مسلمانوں سے ام لینے کے قابل بنا رہے تھے حالانکہ جو کچھ مسلمانوں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ صرف رجحانہ بنصفا نہ برتاؤ تھا لیکن وہ اپنی فساد اور شری فطرت کے بدولت مسلمانوں پر دانت پس دیتے اور یہہ دانت چسپاں ان کا ان ہی کے حق میں نہ رہتا۔ ان کی مخالفتیں سب خیر باد ہو گئیں

اور اخراج کا اور چمک ہی کر رہا۔ ان لوگوں نے جو خیزین مقیم تھے مسلمانوں کے برباد کرنے کی  
نئی نئی تدبیریں نکالیں۔ آخر کار ان کی تدبیریں کارگر ہوئیں اور ان کی کامیابی کا نیا گل یہہ کہلا کر  
بے درد ابوسفیان دس ہزار شائستہ آزمودہ کاروں کو ان کو لیکر مدینہ کی طرف بڑا سا رستہ  
کوئی ہی اسکی روک نہ ہوا اور وہ آندھی اور مینہ کی طرح مدینہ کے منہ پر آ گیا اور اس نے اصدک کے  
اچھی جانب اپنے لشکر کا قیام کیا۔

(شوال ۳۵ ہجری مطابق ۲ فروری ۶۲۷ء)

دس ہزار آدمی اور وہ ہی چیدہ چیدہ نوجوان لڑکے ایسے معزونی نہ تھے کہ کم تعداد مسلمان انہیں ہر سیکر  
جاتے ہاں جب تک کہ محمدؐ جیسے پرہیزگار و پاک نفس کی ان پرکمان نہوتی مسلمان ان کے مقابلہ کے لئے  
مجبور ہوئے اور اپنے میر ننگا کو سمیٹ کر مدینہ سے باہر نکلے اس وقت کل تعداد مسلمانوں کی تین ہزار  
اپنی قلیل تعداد کو دیکھ کر اور اس ناجائز اور غیر واجب مخالفت کو دیکھ کر کہ جو مدینہ ہی میں ہو رہی تھی  
بنی نے غیر محافظہ شہر کے گرد گہری کھدائی کھودنے کا حکم دیا۔ اپنے بال بچوں اور عورتوں کو نیا  
محفوظ جگہ چھوڑ کر محمدؐ یوں نے دشمن کے مقابل میں اپنی مورچہ بندی قائم کی۔ اسی عرصہ میں  
نے ایک اور نئی بات کی کہ یہودیوں کی ان قوموں پر انہوں نے تاخت کی جہوں نے مسلمانوں سے  
یہہ عہد و بیان کر لیا تھا کہ ہم کسی قسم کا جھگڑا فساد نہیں کرنے کے بلکہ امن کے قائم رکھنے میں تمہارا دستبردار  
حال رہیں گے۔

یہہ یہودی اپنی چوٹی چوٹی گڑھیوں میں پناہ گزین تھے۔ قریشوں نے ان پر سختی کی کہ تم اس عہد  
بیان کو توڑ ڈالو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ان یہودیوں نے ہی آخر کار مسلمانوں سے عہد شکنی  
کی اور قریشوں سے مل گئے۔ جون ہی یہہ خبر بنی کہ پہونچی فوراً بنی نے سعد بن عبیدہ اور سعد بن  
سوان کی ہدایت کے لئے روانہ کیا انہوں نے جا کر کہا کہ تمہیں ہرگز زیانہ نہ تھا کہ تم معاہدہ کو توڑو اور  
ہمارے خلاف سازشیں کر کے امن میں خلل ڈالنے کے علاوہ ہمارے دشمنوں سے مل جاؤ اور ان  
کی مدد کرو۔

انہوں نے نہایت تلخ اور بد تہذیب جان و تن میں آگ لگا دینے والا جواب دیا اور وہ  
جواب یہہ تھا۔

”محمدؐ کو یہ خدا کا نبی کہہ دیتے ہیں تم میں ہم میں کوئی معاہدہ نہیں ہے۔“

مسلمانوں کو ان یہودیوں کی عہد شکنی سے بڑی چشم زخم پہونچی۔ اسلئے کہ یہہ شہر کے نازک اندویشی

۱۔ ابن ہشام صفحہ ۶۶۹۔ ابن الاطر جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ طبری جلد ۳ صفحات ۶۱ (۶۰)۔

۲۔ ابن ہشام صفحہ ۶۷۰۔

۳۔ ابن ہشام صفحہ ۶۷۰۔ بیور جلد ۳ صفحہ ۲۵۹۔

حالات سے خوب واقف تھے انہیں مسلمانوں کی کمزوری اور بے سروسامانی کی سچا حال اطلاع تھی جسکی تفصیل و اکیفیت انہوں نے قریشوں سے کہہ دی وہ جو یمن اور یثرب جو شہرین محفوظ تھے ان کو سخت خوف ہوا اور انہیں اپنی جانیں ہلاکت میں پڑتی ہوئی دکھائی دین مسلمانوں نے اپنے کو شہرین محفوظ کر لیا اور ان کا محاصرہ یہودیوں اور قریشوں نے کیا مگر یہودیوں نے زور مارا کہ مسلمانوں کو ایسا تنگ کرین کہ وہ میدان نکل کر جنگ کریں لیکن مسلمانوں کا باہر نکلنا قانون جنگ اور صلحت وقت کے خلاف تھا۔ کامل بیٹین محاصرہ کو ہو گئے مگر قریش نہ مسلمانوں پر غالب آ سکے اور نہ انہیں شہر بدر کر سکے مدینہ پر قبضہ کر سکے جنگ کی پہلے ورد اور سیر جم قومین جو قریشوں اور یہودیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے یمن ہو گئی تھیں آخر تنگ گئیں اور انہوں نے اپنی لانا تھا کو ششون کا کچھ نیچوڑ دیا۔ یہاں بڑی بڑی نمایاں کوششیں ہوئیں کہ کہانی سے عبور کر کے مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ پر جا پڑیں اور انہیں تہ تیغ کر دیں مگر ان کی تمام کوششیں محمد کی بے تکان اور غیر ماندہ خبر داری اور نگہبانی کے آگے پانی بہر رہی تھیں۔ کوئی کوشش کوئی تدبیر ان کی کارگر نہ ہوتی تھی یوں اپنی طرف سے وہ سب کچھ کر رہے تھے اور جو باہم مشورہ ہوتا تھا کر گزرتے تھے۔ جب محصورین کو بیٹین دن ہو گئے تو ان کے گھوڑے تڑپ تڑپ کر جان دینے لگے جو کچھ جارہ تھا مطلق ہو چکا تھا۔ شہر کی نا اتفاقی اور یہودیوں کی لوٹ جھوٹ اور پھر مسلمانوں کی یہ کہ کمزوری قابل اور قمار دینے والے خوفناک اثر مسلمانوں کے دلوں پر گہری رہی تھی۔

آخر کب تک خدا کا غضب حرکت میں آیا اور امپیر ایک شب ایک ہلکے آفت نازل ہوئی یعنی خدو تیز طوفان آیا کہ تمام ڈیرے ان مشرکین عرب اور یہودیوں کے الٹ پلٹ گئے اور ان کی روشنیاں بجھ گئیں ابوسفیان اور وہ عظیم ان پر خوف لشکر خوف سے کا توڑ ہوا اور باقیمندہ نے یہودیوں کی گڑھیوں میں پناہ لی وہ بیٹین نے اس بربادی سے پہلے ہی مسلمانوں کو خوشخودی سنا دی تھی کہ آج شب ہی کو تمہارے دشمن سر اسیر ہو کر بھاگ جائیں گے۔ دن نکلے ہی مسلمانوں نے نبی کی پیشین گوئی کی صداقت دیکھی۔

پھر مسلمان خوشیاں مناتے ہوئے اپنے شہر میں واپس پہرے لگا دیے۔

یہ فتح جو محض تائید نبی سے مسلمانوں کو حاصل ہو گئی بایک انہیں خوشتر اور مطمئن کرنے والی تھی لیکن ان یہودیوں سے جو مدینہ کی سرحدوں پر رہتے تھے اور جنہوں نے یہی مشرکوں کی مدد تھی ان سے کامل اطمینان نہ تھا وہ اپنا وقت بالکل مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے میں گزارتے تھے۔



اور طرح طرح کی سازشیں کرنی اور نئی نئی تدبیریں سوچنی یہ ان کا روزمرہ تھا۔ اسلئے مسلمانوں کا فرض تھا کہ پہلے ان کی توجیح کریں اور اس کٹھنکے موئے کانٹے کو پہلو سے نکال کر پیٹنگدین یہ مسلمانوں کو یقین تھا کہ اگر ہمارے پڑوس میں یہہ دشمن ایمان یہودی یون ہی قائم رہے اور ہمیں ہر مشرکوں نے حملہ کیا اور ہمیں فتنہ ہوئی بلکہ شکست مل گئی تو پہلے یہہ مدینہ میں مسلمانوں کا قتل کریں گے۔ اور بیشک یہہ خیال مسلمانوں کا بہت صحیح تھا عقل کا تقاضا تو یہہ ہے کہ مودی کو ایذا دینے سے پہلے ہی قتل کر ڈالے اور جب وہ بار بار صدرہ اور تم شتم کی مضرتیں پہنچا چکے ہوں تو ان کی توجیح فرض تھی۔ اس عضو کے خون کا نکال دینا فرض ہے کہ جس سے آیندہ تمام جسم کے بگڑ جانے کا خوف ہو۔ با این ہمہ مسلمانوں نے پہلے ان کے باپس ایک شقہ روانہ کیا اور ان سے معاہدہ کے فسخ کر نیکامواں چاہا انہوں نے نہایت امانت اور سرکشی سے انکار کیا۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ یہودیوں کا محاصرہ کر لیا گیا اور آخر کار وہ سب گرفتار کر لئے گئے۔ ان یہودیوں کی سزا قیوم اوس کے سردار سعد بن معاذ کے انصاف پر قرار پائی۔

(ذیقعدہ ۳۸ ہجری ۲۸ فروردی ۶۲۸ء مارچ ۶۲۸ء تک)

یہہ شخص ایک تند سپاہی تھا اور حملہ کے وقت زخمی ہی ہو چکا تھا اور اب سخت زخمی تھا کہ دوسرے دن اسی زخم میں اس کی جان نکل گئی وہ یہودیوں کی غداری اور نا خدا ترسی سے دق اگیا تھا اس حکم دیدیا کہ وہ لوگ قتل کئے جائیں کہ جو جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے تھے اور عورتیں اور بچے مسلمانوں کے غلام بنائے جائیں۔ یہہ حکم اس تند و تیز افسر نے دیا۔ اور اس حکم کی فورا تعمیل ہوئی۔ لیکن پول لکھتا ہے کہ ”یہہ ایک سخت و درشت اور خونی حکم تھا“ جس افسر کی تفحص میں وہ آپکے ہتھے پہر انہیں قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

بڑے تعجب کی بات ہے کہ انہیں مذکور کے کیوں اعتراضات کئے جاتے ہیں کیا وجہ ہے کہ بے سوچے سمجھے وہ باتیں گہڑی جاتی ہیں کہ جو محض بے سرو پا ہوتی ہیں۔ یہہ اعتراض تو کر دیا کہ جب وہ اپنے قبضہ میں لگے تھے تو انہیں قتل کیوں کیا۔ کیسی کمزور اور ضعیف بات ہے یہہ یہودی جنہیں قتل کیا گیا تھا وہ عہد شکن یہودی تھے کہ جو مسلمانوں کے خلاف مشرکین سے مل گئے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ کیا ان سے یہہ امید ہو سکتی تھی کہ وہ بہر خلاف معاہدہ نہ کرتے تو بہ تو بہ جب ان سے اس عہد شکنی کا تاوان مانگا گیا تو وہ نہایت درشتی سے پیش آئے اور جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہ جنگ کرنے کے لئے میدان میں آئے پھر میں نہیں جانتا کہ لین پول صاحب ان کے قتل کے حکم کو کیوں تلخ اور خونی کہتے ہیں ایسے مفسدوں کا قتل کرنا ضروری بلکہ لازمی تھا جس نے تاریخ دیکھی ہے وہ یہہ اعتراض ہرگز نہیں کرنے کا۔ جو لوگ پولی

سازشون میں یکڑے جاتے ہیں اور ان کی سازشوں کا کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلتا وہ آجکل ہندو دنیا میں نہایت سمجھی اور درستی سے قتل کر دئے جاتے ہیں مگر جو لوگ سازش کر چکے ہوں اور اب بھی مخالفت پر آمادہ ہوں اور عین میدان جنگ سے گرفتار ہو کر آئے ہوں ان کا قتل کیا جانا کیون گناہ عظیم سمجھا گیا کیا وجہ ہے کہ اس قتل کو خلاف انصاف قرار دیا گیا۔ یہ یہ یہودی بنی قرظیہ کے قوم کے تھے۔ مسیور۔ اسپر پجر۔ دیل۔ اسبرن وغیرہ یورپین عیسائیوں نے آنحضرت کے سوانح عمری لکھے ہیں ان چاروں نے اس قتل یہودی بنی قرظیہ پر برا غل مجایا ہے اور بڑی شد و حد سے لکھتے ہیں کہ یون ظلم ہوا اور یون ظلم ہوا اگر افسوس یہ ہے کہ وہ پولیٹیکل سچید گیان اس زمانہ کی نہیں دیکھتے وہ مسلمانوں کے جانی دشمن تھے یہ وہ واقعات سے ثابت ہو چکا ان بنی قرظیہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن سازش کر لی تھی اور جنگ میں ان کے شریک ہو گئے تھے یہ یہی ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ اور یہ یہی ثابت ہو گیا کہ وہ میدان جنگ میں گرفتار کئے گئے پھر میں حیران ہوں کہ کیا وجہ ہے جو ان کے قتل پر اتنا اولیہ مجایا گیا۔ اگر مسیحی یورپ کی تاریخ کے صفحے لٹے جائیں اور اس کے آگے کی حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے کر توت ملاحظہ کئے جائیں تو معلوم ہو کہ آیا یہ یہی جرحی اور نا خدا ترسی تھی یا اکیلا بیگانہ کا قتل کرنا سخت غیر انصافی تھی۔ یہہ ایک فطری امر ہے کہ ہم غیر شخص کے معمولی کام پر بھی اعتراض کر بیٹھتے ہیں اگر کسی نے اپنے خادم کے ساتھ ناجائز برتاؤ کیا اور اس کو سزا دی تو ہم یہہ کہان کرتے ہیں کہ ہنسے اچھا نہیں کیا۔ لیکن جب وہ حالت ہمہ طاری ہوتی ہے تو پھر اس سے زیادہ یہی جرحی میں ہم دو قہر آگے بڑھ کر کہنا چاہتے ہیں۔ بنی قرظیہ کا قتل کرنا محض ایک معمولی بات تھی مگر اس کے مقابلہ میں حواریوں تو بڑے بڑے غضب ڈالیں ہیں زندہ لوگوں کو جلا دیا اور اپنی غرق کر دیا۔

ان قابل رحم مظالم کے آگے تو یہہ قتل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو لوگ کہ اپنے کو جیم کریم کہتے ہیں وہ ذرا ذرا سی باتوں پر کیا کیا غضب نہیں برپا کر دیتے۔ کیا عیسائیوں کو یہہ آیت یاد نہیں، یہہ بہتر سے نہ یوں اور غدار شخص ہزار بار بلکہ بے تعداد ان لوگوں کی نسبت تباہ و برباد کر دئے جائیں کہ جو ان بیگناہوں کو ملا کر اپنی بڑائی میں شریک کرنا چاہتے ہیں دو۔

ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے ہم پھر اس قتل کی اصلی فطرۃ کی طرف ناظرین کی توجہ مائل کرنا چاہتے ہیں۔ یہہ قوم بنی قرظیہ جسے کہ بنی مدینہ میں آئے تھے مخالفت کر رہی تھی اور ان کی دوستی و مخالفت تھی ایک ظاہری اور ایک پوشیدہ۔ اس قوم کا ایک ایک نفس حد سے زیادہ اپنی مخالفت میں تڑاؤ رہ رہا تھا۔ انہوں نے اپنی دہائی مخالفت اور سرکشئی سے مدینہ کی سرحدوں میں ایک ایک پکار رہی تھی۔ ہر صحرائی خانہ بدوش قبیلہ کو محمد کے خلاف آمادہ کرتے تھے اور ایسی ایسی جملے روپا لڑات لگاتے تھے کہ جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھتے جائیں مسلمان صبر سے ان کی سرکشئی اور مخالفت

کو دیکھتے مگر اس پر پہرہ دس کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ گواہوں نے معاہدہ کر لیا تھا لیکن ان کی  
 نصیحت سے صرف یہ ہی کہ ہم نطابہ پرین تاکہ مسلمان ہم سے غافل ہو جائیں اور اندری  
 اندر کاٹ کرین یہ ہی بخوبی کرتے رہے آخر انہوں نے قریشوں سے سازشیں کرنی شروع کیں۔  
 جو گروہ یہودیوں کے ایمان لانا چاہتے تھے ان کو یہ کادینے اور وہ وہ باتیں اپنی طرف سے کر دیتے  
 کہ جب کا کوئی ہنگامہ نہ ہوتا ان کی معاندانہ کوششوں اور درشت و ناملاہم سازشوں کی آوازیں  
 سواتر محمدیوں کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ لیکن مسلمان کچھ نہ کہتے تھے وہ اس بات کے منظر  
 تھے کہ شاید اب ہی یہ سیدی راہ پر آجائیں اور اپنی یہ بے انصافی چھوڑ دیں۔ خیر نہیں بنی سے نہیں  
 کیون دشمنی پڑ گئی تھی اگر یہ دیکھا جائے کہ بنی نے ان کے ساتھ کیا برائی کی تھی تو کوئی وجہ ناراضی کی نہیں  
 معلوم ہوتی بنی نے کسی یہ نہیں کہا کہ تم اپنے ارکان مذہب چھوڑ دو بنی نے کہی یہ نہیں کہا کہ تم زبردستی  
 اسلام قبول کرو بنی نے کہی ان کے پیغمبر کو سوائے نبی اللہ تسلیم کرنے کے اور کچھ رائے مذہبی غرض جو باتیں  
 کہ عداوت پیدا ہونے کی ہوتی ہیں ایمان سے ایک ہی نہیں تھی یہ سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے  
 کہ ان کی فطرت ہی میں ظلم۔ بدکرداری۔ حسد۔ بغض بہرا ہوا تھا۔ وہ ہر جہ سے لیکن ان کی ہر جہ  
 صحافی اور دشمنی خانہ بدوشوں قوموں سے ہی زیادہ بڑھتی ہوئی تھی۔ یہ بات دریافت کرنا غیر  
 ضروری ہے کہ ان میں کیا کیا معائب تھے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ان میں کون کون عیب نہیں تھا۔ ان  
 مطالبہ اور دشمنی کے زیادہ ہو چکے تھے وہ عہد کر لیا اور پھر نکس عہد کرنا کچھ بات ہی نہیں  
 خیال کرتے تھے۔ اگر محمد نے دعویٰ نبوت کیا تھا تو پھر انہیں کیا انہیں کہی محمد یا اس کے متفقین  
 نے نہیں ستایا۔ انہیں دشمنی کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ان کو مجبور کیا جاتا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔  
 تو ایک بات یہ تھی وہ ان صرف آزادی تھی کہ یہ دین ہے اور یہ اس کے اصول ہیں جس کا جی چاہے  
 یا اب لایمہ اور جس پر کاجی چاہے لکے زبردستی نہیں ہے۔ محمد نے کہی ان سے کوئی چال بازی نہیں  
 کی تو وہ انہیں کیا ان میں چین لیا ان کے عہد شکنی نہیں کی ان کے معبد نہیں توڑ ڈالے یہ دشمنی کرنے  
 کی وجہ اگر تھی تو یہ کہ ان کے اطوار خراب ہو گئے تھے ان کی طرز معاشرت بگڑ گئی تھی ان کے خیالات  
 میں نہایت ہنس ہنس ہر گئی تھی۔ ان کے وہ مبارک دلی جذبے جو حضرت موسیٰ نے ان کے دون  
 سینہ پر پیدا کئے تھے اب ان کے لباس میں جلوہ دینے لگے تھے ان کی جتنی باتیں ہوتی تھیں وہ سب  
 قانون قدرت کے برخلاف ان کے جتنے کام تھے سب میں فریب اور غالیاب بہرا ہوا تھا۔  
 بس دشمنی کی اگر کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو صرف یہ کہ بنی نے روکا تھا کہ زنا کر دو جو نہ کیلو چو  
 نہ یہ سب نہ بیکسی کو فریب نہ عہد شکنی نہ کر دے وہ باتیں نہ کر دو جن کو حضرت موسیٰ نے منع  
 فرمایا ہے۔ اس کے وہ پیر کرتے تھے ان کی حالتیں یہ منظور کرتی تھیں کہ ہم میں سے خرابی کی تھیں۔

بس اگر قایم ہو سکتی ہے تو یہ وجہ اور کوئی نہیں۔ یہ باتیں جو میں کہتا ہوں کہ انہی باتوں کا تعلق واقعات سے ہے سینکڑوں یورپین مسیحیوں نے اپنی فرمائش ہے لیکن یہ کوئی ظاہر نہ کر سکا کہ بنی اسلام کی طرف سے یہاں اوست یہودیوں کو یہودی بنی سیکر نہ ہر بلا معونی درجہ کا پادری اپنی بد تہذیب اور ناشائستہ فطرت کے بدولت انکے ہندو کے یہ سخت جلے بنی معصوم کی نسبت لکھتا ہے۔

”وہ شخص کعب نامی جکا اور ذکر میں ایک یہودی تھا اور محمد کو دغا باز تھا اور اپنے مرتبہ اور نظم خوانی سے اسکی مذمت اور سبوتا کرنا تھا اسلئے محمد نے اسکے قتل کرنے کے لئے رات کے وقت پانچ شخصوں کو روانہ کیا اور آپ مسجد میں رہا قاتل کعب ہی مسجد میں پہنچے اور وہیں مڑوہ دیا کہ ہم کعب کو قتل کر آئے ہیں محمد نے ان خونیوں کی بڑی تعریف کی اور اسلئے واسطے حکم دیا کہ جب کوئی یہودی نہیں ملے اسکو وہیں قتل کرو۔“

(محمد کی تواریخ کا اجمال صفحہ ۳)

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا یورپین تہذیب کا یہی تفاضا ہے کیا انصاف یورپ اسکی شہادت دیتا ہے کہ ایسی بے سرو پا باتیں مانگی جائیں۔ اس مقصد پادری نے یہ قول اپنی کتاب میں اسلئے نقل کیا ہے کہ یہودی کی قول کی سند ہوا اور محمد دغا باز قرار پائے اگر ہم اس مقصد کے قول کو مان جائیں اور یہودی کا کہنا اسکی طرح وحی سمجھیں تو پھر حضرت عیسیٰ کے دینے پر ہمارے گئے اور روح القدس بیٹا اتر کر دوسری جگہ چڑھ جائے گی اور یہ عیسائیوں کو وہ الزام جو یہودی حضرت عیسیٰ پر عاید کرتے ہیں اٹھاتے بن نہ پڑے گا۔ اگر یہودیوں کا قول مستند مانا جاتا ہے تو یہودی حضرت عیسیٰ کو یہی علاوہ اس الزام کے جو ان پر قایم کیا جاتا ہے دغا باز اور فریبی جانتے تھے اسلئے انہوں نے بکڑا کر اسے صلیب پر چڑھا دیا۔

یہ مذہب یہودیوں کا ہے سدا اقدس ہمارا یہ مذہب نہیں ہے ہم حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی معصوم ذات سمجھتے ہیں۔ یہ عیسائیوں کو سرگزشتا یا ان نہیں ہے کہ وہ اپنی سند میں یہودیوں کے قول پریش کرین اسلئے یہ معنی ہیں کہ وہ ہم کو سکھاتے ہیں کہ تم ہی ان حال کو اپنی سند میں پیش کرو کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ کی نسبت لکھتے ہیں۔ انہیں شکر کرنا چاہئے کہ محمد نے دعویٰ نبوت کرتے ہی کل نبیوں پر ایمان لانا اسلام کی نشانی قرار دیدی۔ اگر حضرت عیسیٰ فرض کر دو کہ پیغمبر تسلیم کئے جاتے تو پھر عیسائیوں کا نام و نشان مٹ جاتا اور ایک دلیل ہی ان کی مسلم ہوتی یہودی مٹ گئے اور جو باقی ہیں ان کو رہنے کو یہی جگہ نہیں ملتی لیکن مسلمان تباہ دہشت

موتے پر بھی اپنے غم میں پہلوؤں سے ابھی وہ ہی دم خم رکھتے ہیں عیسائیوں کو جان بچانی شکل  
پڑ جاتی اور یہ یہ ہولی ہولی کہانی نصیب نہوتیں کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے بے فکر ہو کر انسان  
ہی پر اعتراضات کرنے کی دہن میں رہتے ہیں خبر میں اس بحث میں اپنی کتاب کے زیادہ صفحے نہیں  
پہننے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ یہودیوں کا قتل ناجائز نہ تھا۔ ان کے گناہوں کی سزا دی گئی  
تھی۔ اور وہ اسی قابل تھے کہ انہیں سزا دی جانی بلکہ جس آسانی سے انہیں قتل کیا گیا کہ تلوار  
ماری اور گردن اڑا دی اور حقیقی مادیوں سے انہیں قتل کیا جاتا وہ عین انصاف اور اصل  
رحم تھا۔

میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر عربوں کی تلوار نہ چکیتی اور وہ اپنی جانب نہ کیا تو محض ناعلم تھا  
کہ تمام دنیا میں امن قائم ہوتا۔ یہ عین عقل ہے کہ ان لوگوں کو دنیا سے مٹا دے جن سے فساد  
پھیلتا ہے اور وہ اس نہیں ہونے دیتے۔ اگر بغرض محال ہم یہ یہ ہی تسلیم کر لیں کہ مسلمان فوجی فخر  
کا یہ حکم قتل سخت بی رحمی اور ناجائز طریقہ کا تھا اور عیسائی جتنی دلیلین پیش کرتے ہیں وہ سب صحیح  
ہیں اور مسلمان جو کچھ اسکے خلاف پیش کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں تو اب مسلمان جیسے نبی قرظیہ کے  
لئے حکم قتل دینے پر بڑھ نہیں ہیں اور حیرت مسلمان خوفناک نظروں سے دیکھ جاتے ہیں اس پر  
کرامویل کے بلا تفریق قتل عام کے حکم کو جو اس نے ڈرو گیدا کے ارش با شذون کے لئے دیا تھا۔  
دیکھنا ہے۔ اور وہ حکم یہ تھا۔ (ترجمہ)

ایک ہتیار بند سپاہی کی سنجیدگی سے خبردار ہو کہ وہ خدا کے برحق کا سپاہی ہے۔

ایک ایمان یا خیرت جو تمام سپاہیوں اور آدمیوں کے لئے ہمیشہ بہتر اور مناسب معلوم ہوتا ہے  
ہتیار بند سپاہی۔ موت کی طرح سے خوفناک۔ حکم قصا کی طرح سنگدل خدا کے دشمنوں پر  
خدا کا انصاف کرتا ہے۔

خیر میں اس الزامی جواب سے بحث کرنی چاہیے بلکہ ہمیں نہایت سادگی سے حکم قتل کی اصلی  
فطرت کو دیکھنا اور اس پر غور کرنی چاہئے کہ یہ قتل کیوں کر ہوا اور اصل میں معاملہ کیا تھا چند  
نیش عقرب چھٹ پہنے پادری محض اپنے تعصب میں خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں۔  
فیکس پر اعتراض کرنا یہ اور بات ہے لیکن یہ تو نہیں چاہئے کہ اپنے اعتراض جانے کے لئے  
اصلی واقعہ کو غت رلو کر دیا اور اس کو دوسری صورت میں پیش کیا۔ چنانچہ وہ ہی نامہ مذہب  
علم اخلاق سے بے بہرہ پادری جس کے دوز ہریلے قول ہم پہلے نقل کر آئے ہیں میو صاحب کی  
ناریخ کا حوالہ دیکر لکھتا ہے۔

وہ قوم یہود کے آہٹ سوادھی کہ جنہوں نے اپنے کو محمد کے

رحم پر سپرد کیا تھا ان سب کو محمد نے یک لحظ قتل کر ڈالا۔

یہ قول جس قدر نامہذب ہے اس قدر بے اصل ہے محض غلط اور لغو ہے انہوں نے اپنے فیصلے کے لئے بنی کو اپنا جج نہیں بنایا تھا۔ بلکہ اصل یہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔  
میں مسلمان ہوں لیکن واقعہ کی فطرت پر نظر ڈال کر بحث کرتا ہوں کہ جس کی۔  
”و لیکن ایسی روشن ہوں کہ مانو اور پرہ مانو دو۔“

اگر یہودی یون ہی قتل کر دئے جاتے تو شاید مسلمانوں پر الزام قائم ہوتا لیکن دمان تو بات ہی دوسری تھی اور وہ یہ تھی کہ جب یہودی بنی قریظہ کی قوم کے گرفتار ہو کر آئے ہیں تو ان سے کہا گیا اور انہیں اختیار دیا گیا کہ تم اپنا جج خود ہی منتخب کرو پھر وہ ہی تمہارا انصاف کرے گا اور تمہیں اس کے انصاف پر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ انہوں نے سعد بن معاذ کو اپنا منصف مقرر کیا اور کہا کہ جو کچھ ہمارے لئے یہ تجویز کر دے گا ہمیں منظور ہے ہم ہرگز چون و چرا کر نیگے نہ ہمیں اس سے انکار ہوگا۔ پھر ان سے دوبارہ دہرایا گیا انہوں نے یہی کہا نہیں ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ جب وہ راضی تھے تو انہوں نے اپنی قسموں کو خرید اس حدیم پہلے لکھ آئے ہیں کہ عجیب تہذیب مسلمان سپاہی تھا اور وہ غزوہ قریظہ میں ایسا سخت زخم اٹھا چکا تھا کہ دوسرے دن اسی زخم میں شہید ہو گیا۔ اس نے سب کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ ان یہودیوں کو سعد پر ہر دوسہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ہم بچ گئے تو بغیر خدشا و تراسف کے مسلمانوں کو قتل کر نیگے مسلمانوں کی صورت دیکھ دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اترتا تھا اور جب کے ہی چپکے مسلمانوں پر دانت پڑتے تھے اور ان کے تیور ان کی صورتیں اس امر کی شہادت دیتے تھے کہ اگر ہم اس زبرد سے بچ گئے تو مسلمانوں کی ہڈیاں ناک چبا جائیں گے۔

عیسائی خود ہی اپنے گریبان میں ہنہ ڈالیں اور سمجھیں کہ وہ کس رستہ چل رہے ہیں ان کا دعوائے کیا ہے اور ان کے افغان کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ تعصب ہمارا کھل جائے گا اور ہماری غلط بیانی ایک عالم پر روشن ہو جائے گی۔ کیا شاہ دیوڈ کا قتل عام یاد نہیں جو اس زمانہ میں وقت کی روشنی سمجھا جاتا تھا۔ کیا عیسائیوں کو اپنے بزرگوں کی بر حسیان یاد نہیں جو انہیں انتہا

خلا سام ۸-۲- اس نے مفسوۃ ایونی ٹیس کو سخت بے رحمی سے قتل کیا۔ ان میں سے بہت سون کے سنگدلی سے کڑے کڑے ارادے۔ کد اوں سے ان کے بچوں کو چورا چورا کیا گیا۔ ان کے اعضا تراشے گئے آردن سے انہیں جبراً لایا اور تبران کے سردن اور غاتہ پیرون پر لگائے گئے۔ بہون کو بتایا یہ میں یہ لایا گیا۔

۱۲-۱۳-

ان باتوں کو کیوں عیسائی بھلاتے ہیں اپنی آنکھوں سے تعصب کے پردے اٹھائیں اور دیکھیں کہ ان کا ارادہ کیا جانے کا ہے اور کہاں کے کہاں نکلے چلے جاتے ہیں اور کس راہ میں چلے تو بیان مار رہے ہیں =



سنگداری سے بیگناہوں پر توڑی ہیں جو الزام مسلمانوں پر قائم کرتے ہو پہلے اپنے گریبان میں سے ڈانک دیکھو کہ ان الزامات سے تم بھی سرگزبری نہیں ہو سکتے۔  
جو لوگ قتل کئے گئے وہ دوسوا ڈانکی سو سے ہرگز زیادہ نہ تھے خبر نہیں متعصب ہٹ دم  
پاؤ بیون کو آہستہ سوک لیا دیکھو کہ معلوم ہو گئی شاید جو تھے آسمان سے کوئی آواز آئی ہوگی۔  
ایکایات اور بھی قابل توجہ ہے جس سے عیسائی مورخین کی گھڑت کھلے گی کہ وہ کس درجہ دشمنی سے  
اسلامی راتحات کو قلم بند کرتے ہیں۔ چنانچہ وہی زہر یلانا مہذب پادری میو صاحب کی  
کتاب کے حوالے سے لکھتا ہے۔

”خی قریظ میں کی جبکو ایک لخت حجر نے قتل کر دالا تھا ایک  
عورت حج کو پسند لگئی اسکو اپنے گہر میں چل گیا۔ اس عورت کا نام کچلہ تھا۔“

یہ شخص گہرت ہے۔ بعض عیسائی مورخ تو یہہہ لکھتے ہیں کہ تقسیم میں محمد کے حصہ میں آئی تھی اور بعض  
یہہہ لکھتے ہیں کہ پہلے سے اسے جدا کر لیا گیا تھا۔ یہہہ دونو باتیں محض غلط ہیں اسلئے بعد از ان کہیں  
ریحانہ کا ذکر نہیں آیا۔ اگر تم یہہہ ہی فرض کریں کہ محمد کے حصہ میں ریحانہ آئی تھی تو یہہہ کیا برائی  
ہو سکتی ہے قانون جنگ اس زمانہ کا یہی تھا کہ سرکشوں کو جانوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور چون عورتوں  
کو اپنا نوٹدی غلام بنالیتے تھے یہی انصاف سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اب جو کچھ قانون جنگ ہے اس کے  
موافق عمل درآمد ہونا عین انصاف ہے اس طرح اس وقت جو کچھ قانون جنگ تھا اس پر عمل درآمد عین  
انصاف تھا۔ اس لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مگر جب ہم اس واقعہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہی پر یہہہ محض افراط پر دازی ہے۔ جتنے عیسائی مورخین  
نے اس واقعہ کی نسبت تحریر کیا ہے وہ محض بے پتہ اور اوٹ پٹانگ ہے یہی نہیں معلوم ہوتا کہ  
بہین یہہہ بات معلوم کہاں سے ہو گئی جبکہ کہیں پتہ نہیں ملتا۔ ریحانہ کا نام اس تاریخ کے سوا  
بہین تاریخ میں نہیں دیکھا جبکہ از قلع کے پورے پورے حالات سے ہمیں اطلاع  
تھا اور ان کی مفصل کیفیت ہمیں معلوم ہے۔ یہہہ کیا وجہ ہے کہ ریحانہ کا ذکر کہیں نہیں آیا۔  
یہہہ ایسے الزاموں کی فطرت کو ہم خوب سمجھتے ہیں چاہے جس رنگ میں وہ جلوہ کریں لیکن ہمیں  
ان کی حقیقت معلوم ہے۔

بہر رنگ کہ خواہی قیامہ جی پیشہ من انداز قدرت امی شام  
کہہ کچہ وہ رنگ بیزی کریں اور افراط پر دازی کریں لیکن سچ کا نور چمکتا ہے اور جھوٹ کی ظلمت  
مٹ جاتی ہے۔ چاند پر خاک ڈالنے سے اسکی صفائی اور روشنی میں فرق نہیں آتا بلکہ الٹی خودی  
ساک پہاکنی پڑتی ہے۔ اگر عیسائی خدا اور اس کے انصاف کو مانستے ہیں اور عذابِ ثواب آخرت کے قائل ہیں

تو وہ اپنے کو۔ اس چھوٹی افتر پردازی اور بے بنیاد الزامات کے جوابدہی کے لئے مستعد بنالین۔

جس دن خدا کا سچا جلال ہی جلال ہو گا اور ہر ایک کے اعمال نامے کہلینگے اور چاروں طرف انصاف کی پکار ہو گی نہ یہہ تعصب کام دیگا اور نہ دہشتی۔ سب کے اعمال کی جانچ ہو گی اسوقت حقیقت کہلے گی اور پھر وہ جلال والارب پکارے گا میری آمرزش کا مستحق کون ہے تو اے عیسائیوں تم اسوقت قدسی کے اس شعر کی مصداق ہو گے۔

قدسی نمانم چون شود سودای اعمال جزا  
اونقدر آمرزش بکف من جنس عصیان بفرما

## چہا باب محمد کا رحم

وَعَالِي اللَّهِ فَاَلَمْ يَسْكُنْ بِهِ مَسْجِدًا يَجْعَلْ فِيهِ مَنَاقِبَهُ  
(۲۶ سہجری مطابق ۲۲۔ اپریل ۱۲۶۷ء سے بارہ اپریل ۱۲۷۷ء تک)

وہ خوفناک میل ملاپ جو حکومت جمہوری مدینہ کے برباد کرنے کے لئے یہودیوں اور شرکوں میں ہوا محض بے نتیجہ تھا۔ اور بیشک پیغمبر اسلام کا یہ بہت بڑا معجزہ تھا۔ جہاں تک ان کے ممکن ہوا انہوں نے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا اور مخالفت کا کوئی انصاف اٹھانہ رکھا تھا۔ مگر یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سچ کو ہرگز آنچ نہیں آتی۔ دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں اگر ان کی بنا صداقت پر مبنی گئی وہ ضرور ایک زمانہ میں جا کر سرسبز ہوتی ہیں خواہ ابتداء میں انہیں چاہے جیسی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ اور جن کاموں کی بنا کذب پر مبنی ہے وہ چاہے آغاز میں کیسی ہی نشوونما اختیار کریں لیکن انجام بخیر نہیں ہوتا اور انجام بخیر کا ہر شخص خواہش مند نظر آتا ہے۔

جتنی ہم نے اپنے گزشتہ صفحوں میں ان کی مخالفت کا ذکر کیا ہے وہ بہت ہی مختصر بیان ہے۔ کہنے ان جزوی مخالفتوں کو چھوڑ دیا جو روزمرہ نئی نئی صورتیں پیدا کرتی تھیں اور جن کا ذکر اور مورخوں نے ہی بہت کم کیا ہے گو اسلامی تاریخوں کے سبھی صفحے ان جزویات سے بھی پر ہیں۔

میں نے جتنے الوسع ان ہی مخالفتوں کا ذکر کیا ہے کہ جبکہ مخالفین اسلام نے ہی اپنی تاریخوں میں نقل کیا ہے اور وہ ہی گردن تسلیم کرتے ہیں گو کہ میں کہیں اپنا مطلب نکالنے کے لئے اصلی واقعات کو اپنے انشا پردازی کے پیچیدہ بیورو میں پھنانے کی کوشش کی ہے مگر مبصر کی آنکھ سے ان کا یہ نہ

بنایا ہوا کام سب بگڑ جاتا ہے اور اس چوٹی اور صنوخی پوشش کی اصل کھل جاتی ہے کہ جو وہ اصلی واقعات کو پہناتے ہیں۔ شعر

نیر جامہ نہان کردہ برص لیکن بچیم اہل بصیرت برہمنی آئی

اس شعر کے یہ معنی ہیں کہ میر دس اپنی برص چھپانے کے لئے جامہ پہنتا ہے تاکہ اس کا یہ مکر وہ اور دامن چھپ جائے لیکن اہل بصیرت کے آگے وہ منہ نہ ہونے کے ہے یعنی اہل بصیرت کو اسکے جامہ پر بھی دھوکا نہیں ہوتا اور وہ ان کپڑوں کے برقعوں سے ہی چھپے ہوئے مرنس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی اپنی برز وراثت پر داری سے واقعات کو جھوٹ اور ظلم کی پوشاک پہنا جاتے ہیں لیکن بہرہی اہل بصیرت کے آگے ان کا کذب مٹا کھل جاتا ہے۔

میرے خیال میں اگر کوئی ان مخالفوں کو دیکھے گا کہ جو رول عربی سے کی گئیں تو اسے معلوم ہوگا کہ ان شدید شدید مخالفوں پر کسی کا اپنی جگہ قائم رہنا کتنا مشکل ہے۔ معولی ان کا تو کام نہیں ہے ضرور کوئی نہ کوئی امتیاز یہ درجہ ہوگا اور وہ ہی نبوت کا تسلیم کرنا چاہئے۔ یہ دعویٰ ہے کہ کسی سے اتنی مخالفت نہیں کی گئی نہ کسی نے اتنی عظیم الشان اصلاح خدا کی بادشاہت میں کی مشرقی ممالک اور بے نتیجہ آپ نہیں ہے۔ بلکہ تمام دنیا کے صلحوں کے سوا انہی عمری کو بغور دیکھ کر لکھا گیا ہے۔ پہرین حیران ہوں کہ مخالفین کو کیوں چون و چرا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور وہ تعصب کا پردہ انکھوں سے اٹھا کر نہیں دیکھتے جبکہ ان لوگوں کی حالت دیکھ کر بہت ترس آتا ہے کہ وہ ظلمت کدہ میں پڑے رہیں اور روشن میدان میں نہ آئیں۔ یہودیوں نے مشرکوں سے ملکر سچے دین اور جمہوری مدینہ کو برباد کرنا چاہا نہ صرف اپنی تلواروں سے بلکہ اپنی تدبیروں انہی سازشوں اور اپنی دولت سے۔ ہر یہودی کا یہ قول تھا کہ میں اپنے کو تباہ کر دوں گا لیکن محمد کو آگے نہ بڑھنے دوں گا وہ حضرت عیسیٰ پر ہونے لگے ہوئے تھے۔

کہ کیکر صلیب پر چڑھا دیا اور کوئی ان کی پشتی لینے والا نہ ہوا جن کی نسبت ہم بار بار مختلف موقعوں پر لکھ چکے ہیں۔ یہاں خدا کا یہ وسوسہ تو بہت بڑا تھا لیکن رفقا اور جان نثاروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی تھی اور وہ ایک ایک بہادری و شہادت سے دس دس کفار کے مقابلہ میں جی نہ ہارتا تھا۔

جب یہودی اور مشرکین قوت آزمائی کر چکے اور اپنی تمام قوتوں کا صرف کر دیا تو اب وہ افسردہ خاطر ہوئے اور ان کی تمام امیدیں ناکام ہو گئیں۔ اس ناکامی نے ان کی مکروں کو توڑ دیا اب ہر گردن بہتہ شکنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے۔

ان کی تو بہرہ کیفیت ہوئی مگر ہر ذرا حیرانی قومیں اسی خوفناک حملوں سے مدینہ کی حدود و پردہ دا کر رہی تھیں اور جو آسیب کہ صحرائی خوفناک قراق شہر کے باشندوں کو پہونچا سکتے تھے ان میں

دنیا کی نہ کی بنی کو ضرور ہوا کہ ان صحرائی قوموں کی یہی پوری تادیب کی جائے اور ان خون کا ان سے معاوضہ لیا جاوے جو وہ مدینہ کی حدود میں وقتاً فوقتاً کر جاتے تھے اور ان کے مہینہ میں خون لگ گیا تھا۔ مدینہ کی موجودہ صورت اس امر کی شاہد تھی کہ ان کے قابل رحم مظالم سے مدینوں کو بچایا جائے اور ان کو ان بیرحمیوں سے باز رکھا جائے۔

کئی مہینے ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئیں مگر وہ صحرائی بچے مسلمانوں کے پونچنے سے پہلے کہیں کے کہیں بہاگ جاتے تھے اور ہاتھ نہ آتے تھے۔

بنی لحيان جنہوں نے بنی سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ چند آدمی ایسے بھیج دیجئے کہ جو ہمیں تلقین دین اسلام کریں اور اسلام کے کل اصول سچا دین چنانچہ ان کی درخواست کے بموجب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مسلمان روانہ کئے جو بنی یہہ بیگناہ دہان پونچے بنی لحيان سخت بے ایمانی اور نامنصفی سے انہیں سے چند کو قتل کر ڈالا اور چند بیگناہ ہجیر مسلمانوں کو مکہ و ان کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ بنی سہمہ نے ان مسلمانوں کا انتقام بھی بنی لحيان سے لیا جاوے لیکن مصلحت وقت بنی لحيان کو کچھ زمانہ تک بغیر سزا رہنے دیا لیکن وہ وقت . . . . . اب آگیا تھا کہ ان کے شدید اور ناقابل معافی جرائم کی سزا دی جائے۔ ان کو بتایا جائے کہ قریب سے بیگناہوں کا قتل کرنا یہ نتیجہ رکھتا ہے۔ اس سال کے ماہ جمادی الاول میں خود آنحضرتؐ کی سرکردگی میں ایک ترب بنی لحيان سے حجروں کا انتقام لینے کے لئے روانہ ہوا۔ چونکہ بنی لحيان نے یہ سنا کہ خدا کا نبی ہم سے مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے آ رہا ہے وہ سب بہاگ کر ہارون میں چلے گئے اور بنی امیہ کو پورا لگے بغیر واپس شریف آباد ہوئے دنوں کے بعد غطفان کی ایک شاخ نے یکایک شہر مدینہ کے حوالی میں حملہ کیا اور کثرت اونٹ لیکئے اور اس شخص کو قتل کر دیا کہ جو دہان کا مہتمم تھا۔ مسلمان خبر ہوئے ہی ان کے تعقب پر دوڑے صرف چند یا تو ان کے ہاتھ لگ گئے لیکن بدو کوٹ کا بہت بڑا حصہ لیکر پہاڑوں میں بہاگ گئے۔

اسی عرصہ میں بنی ثعلبہ کی قبیلے رائے کے پادریوں کو جو کہ سینا کے قریب رہتے تھے وہ حقوق بخشے کہ جو عیسائیوں کی سلطنتوں میں بھی انہیں نہ بخشے گئے تھے۔ کچھ اسی گرجے کے پادریوں اور عیسائیوں کی حضوری سے نہ تھی بلکہ کل عیسائیوں کو ان حقوق سے بہرہ ور ہونے کی اجازت تھی۔ اس آزادانہ بخشش برزناہ اسلام ہمیشہ خیر کر گیا۔ اور یہ مدام اسلام کے سچے انصاف اور آزادی پر قرار رکھنے کی ایک نظر سمجھی جائے گی۔

دینا کی تاسیج میں یہہ اولوالعزم بخشش ہمیشہ یادگار رہیگی۔ مسلمان راویوں نے ایماذاری سے اس عہد نامہ کو اپنی قیمتی تصانیف میں نقل کیا ہے جس سے انتہا سے زیادہ نظر کی وسعت اور اذکار قایم کرنے کا اول درجہ کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ یہہ فرمان ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ نبی نے ان لوگوں کو جو دین اسلام کے بالکل مخالف تھے ان حقوق سے امتیاز بخشا کہ جنہوں نے اسلامی سلطنت میں ہنر محض آزاد بنا دیا اور وہ آزاد سی مسلمانوں کی سلطنت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ یہہ قرار دیا گیا کہ۔

جو مسلمان ان باتوں کی جو اس فرمان میں منضبط ہیں مخالفت کرے یا ان پر عمل درآمد کرنے میں جی چرائے تو مسلمان خدا کے فرمان کا منکر سمجھا جائیگا اور خدا کا بہت برا قصور و تقصیر وار ٹھہریگا۔ اور گویا اس نے خدا کے دین کی حقارت کی۔

نبی نے اپنے اور اپنے پیروان پر یہہ لازم کر لیا تھا اور ہر ایک مستفس کو اپنے میں سے یہہ تاکید کر دی تھی کہ ہمیشہ عیسائیوں کی حفاظت کریں ان کے گرجاؤں کی دستگیری اور نگرانی کریں اور ان مکانون کی نگہداشت رکھیں جہاں پادری رہتے ہیں۔ اور تمام نقصانات اور آفات سے ان کے سینہ سپر رہیں۔ ان سے ہرگز نا موزون طریقہ سے ٹیکس نہ لیا جائے کوئی بٹپ ہرگز اپنی بٹپی کے عہدہ سے علیحدہ نہ کیا جائے کوئی عیسائی کبھی اس بات پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنے دین کو ترک کر دے۔ کوئی مانک اپنے عہدہ سے برطرف نہ کیا جائے کوئی عیسائی زائر اپنے معبد کی زیارت سے کبھی نہ روکا جائے نہ عیسائیوں کے گرجے کبھی اس خیال سے کہ ان کی جگہ مسجدیں

قائم کی جائیں منہدم کئے جائیں نہ ان کی تعمیری صورت کو بصورت مسجد بنایا جائے۔ جب مسلمان عیسائی خواتین سے شادی کریں تو ان کا فرض ہے کہ انہیں اپنے دین کے ارکان ادا کرنے یا اپنی مذہبی عبادت کرنے کی محض ازاد می دیدین جس طرح ان کا جی چاہے وہ عبادت کریں ہرگز ان کو نہ روکا جائے اور اس میں انہیں نہ کوئی تکلف دیجائے جس سے وہ اپنی مذہبی عبادت نہ کر سکیں نہ انہیں مجبور کیا جائے کہ ان کے ارکان دین میں خلل پڑ جائے۔ اگر عیسائی اپنے گرجوں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اور مذہبی ضروریات پورا کرنے کے لئے روپیہ وغیرہ کے ضرورت مند ہوں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کی مدد کریں۔

یہ مدد کرنا وہ اپنا مذہبی اصول نہ سمجھ لیں بلکہ اسکو ضرور سمجھیں کہ ہر ضرورت میں ان کی مدد کریں اور ان کی مصیبت میں شریک ہوں۔ اور ان قواعد و احکام کی پیروی کل مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ خدا اور اس کے بنی کی طرف سے سمجھ کر ان احکام پر عمل کریں۔ اگر مسلمان باہر عیسائیوں سے جنگ کرنے میں مشغول ہوں تو انہیں لازم ہی کہ وہ ان عیسائیوں سے کچھ حقارت سے پیش نہ آئیں کہ جو ان میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان





یہہ سستہ کہل رہا ہے اور اس شخص نے یہی سفارش کی کہ جو دنیا سے ایسی مسلمان ہو کر گیا تھا آنحضرت نے سب کا قصور معاف کر دیا اور ان کو ان کی مرضی کے موافق اجازت دیدی۔ اور حکم دیدیا کہ جس چیز کی ملیوں کو ضرورت ہو اور یہاں وہ جانا چاہیں آزاد دیئے جائیں اور تجارت کریں۔

و دشائین محمد کے رحم کی جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ایسی مثالیں ہیں کہ جیسے عدوئے اسلام بھی بول اُٹھے گا کہ بنی سحرابی کے برابر کوئی زیادہ رحیم نہ ہوگا۔

پہلی مثال یہ ہے کہ آپ کی صاحبزادی حدیبہ کے عہد و بیان کے بعد مکہ سے آئی تھیں۔ آپ اونٹ پر سوار تھیں اور اپنے قافلہ سے کسی قدر آپ کا اونٹ آگے بڑھ آیا تھا۔ ایک قریشی کا نام خرار تھا سستہ میں ملا اسے بنی اور اس کے سروان یا اس کی اولاد سے جانی دشمنی تھی اس نے سبکناہ مظلوم خاتون پر نیرہ چلایا اور اس کے جگر میں پھونکے یا۔ وہ عصمت نیاہ بے گناہ خاتون نیچے اڑی اور نفق سے دم نکل گیا۔ جب مکہ کی فتح ہوئی تو اس قاتل خاتون کے نام کا دھند ہوا پٹوایا گیا کہ جو کوئی اسے گرفتار کرے گا اسے یہ انعام ملے گا کہ دو دن تو وہ روپوش رہے

لیکن بعد ازاں وہ خود۔ رسول اللہ کے سامنے چلا آیا اور اس نے محمد کے رحم پر اپنے کو چھوڑ دیا اس مجرم کا گناہ عظیم اٹھ گیا۔ اور یہہ اس کا کام اشد ہمار گزبان یا مسرت ذاتی تھی ہر طرح سے وہ قابل قتل تھا لیکن رسول مقبول نے اس کا خون بخش دیا۔ اور سکو آزاد دی دیا ہی گئی۔ وہ بیڑوں جس خیمہ میں بنی کوزہ ہر گاہ قتل کیا تھا گرفتار ہو کر پھوٹ گئی اور عمر بھر لڑھکیا جونی کا انتہا ہو کر کھنڈر و خوں

ایک قوم سیحی بدون کی (بنو کلب) جو دو متہ الجندل میں بتی بتی لوٹ مار کرنے کے لئے مدینہ کی حدود میں معلوم ہوئی۔ ایک مہم ان کے پاس روانہ کی گئی کہ وہ اسلام قبول کریں اور اپنا یہہ نا انصیت کا پیشہ قرآنی چھوڑ دیں اور خدا کے رحیم بدون میں سے ہو جائیں۔ جب آپ اس کتبان سے جو اس چھوٹی سی مہم کا افسر تھا یہہ فرما رہے تھے اسی وقت یہہ کہہ کر اپنے یہہ لفظ بھی استعمال کئے جو آپ ہمیشہ اپنے ہر سردار و فوج سے فرمایا کرتے تھے کسی حالت میں نہ مصفی اور فریب نہ کرنا۔ نہ کہی بھیجہ کو قتل کرنا نہ وہ یہہ محمد کے رحم اور انصاف کی کافی شہادت ہے کہ

و ابن ہشام صفحہ ۹۹۲۔ عمری پیغمبر کی ان ہدایتوں کو اور حضرت صدیق اکبر کی ان تاریخی الفاظ کو جو بزرگوار و سفیان کے بیٹے کو دستخطینہ پہنچتے وقت کی ہدایتیں اسلام کیلیوں کے پیغمبر کی ہدایات سے تقابل کر دے اسرا کیلیوں کے پیغمبر نے فرماتے ہیں۔ اب جاہ اور علیوں کو ہلاک کر ڈالو جو کہ ان کے پاس ہے سب کو تباہ و برباد کر دینا ایک چیز ہے ان کی نہ چڑنا نہ دو نو عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالنا نیز خوار اور معصوم ہونے بچہ کو بھی نہ چھوڑنا۔ نہ میل نہ بیر نہ اونٹ نہ گدھا نہ اسام ۱۵۔ ۱۶۔ ہاں بلکہ نوجوان اور بڑے کو قتل کر ڈالو۔ نہ انامین بچیں نہ ان کے بچے بچیں اور نہ عورتیں و ۶۔ ۵۔ عمری کہ منصف مزاج اسرائیلیوں کے پیغمبر اور نبی عمری کی ہدایات کو بلاخلف کر سکتا ہے اور اسے یہہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سچے رحم اور اصلی اسلام کا بان کون ہے اور کس نے دنیا میں رحم کی بنیاد قائم کی۔

آپ ہر مہم کے افسر کو خوب تاکید فرماتے تھے کہ خبردار کوئی مظلوم شخص نہ ستایا جائے عورتوں کو بڑھوں بیٹوں کو ہرگز تکلیف نہ دی جائے۔ بنی کی یہ قیمتی ہدایتیں دیکھنے اور توجہ کرنے کے قابل ہیں۔ کس بنی کو ایسی ہدایت کرنیکا فخر حاصل ہوا ہے اور کس نے اپنے دشمنوں سے اس رحم اور انصاف سے برتاؤ کیا ہے۔

آپ کے یہ ہدایتی روشن الفاظ کہ جنہوں نے اشد کفار کے دلوں کو بگلا دیا تھا یہ تھے۔  
 اُن مصائب اور تکالیف اور مظالم کا انتقام لینے میں جو ہمارے دشمن ہمپر کریں یہ ہدایتیں دیکھنی فرض ہیں اور ان پر عملدرآمد کرنا ہر فوج کے افسر کو لازم ہے۔ حنفہ ؓ آج اس بڑے سردار کو اپنے یہ تاکید کی تھی جو قسطنطنیہ والوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا تھا۔

”یگنا ہوں کو نہ ستانا۔ نہ گوشہ گزین لوگوں کو کچھ تکلیف دینا۔ عورتوں کو ہمیشہ اپنے رحم میں سے حصہ دینا۔ اس بچہ کو جو مان کی چہاتی ت لگا ہوا ہو کبھی..... آنکھ پر کر ہی نہ دیکھنا۔ ان لوگوں کو کبھی نہ ستانا کہ جو مریض ہوں یا بستر پر پڑے ہوئے ہوں۔ لوگوں کے بنے ہوئے گہروں کو مت ڈھانا۔ نہ ان کی روزی کے وسائل کو تباہ و برباد کرنا۔ نہ ان کے میوے دار۔ درختوں کو مٹا تہہ لگانا نہ خرے کے درختوں کو آنکھ پر کر دیکھنا۔“

خدا نے جسکو ذرہ برابر عقل اور انصاف دیا ہے وہ ان احکام سے بنی ہے۔ ہم اور عدل کا بنیوی اندازہ کر سکتا ہے۔ اپنے دشمنوں کا یہی ایسا پاس تھا۔ بنی کی کبھی یہ نہ خواہش نہیں ہوتی کہ اپنے دشمنوں کو ایذا پہنچاؤں اس لئے کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا اس لئے کسی کے مقابلہ میں پیش قدمی کر کے صف آرائی نہیں کی۔ وہ اپنے مخالفوں اور جانی دشمنوں کی مصیبت ناک حالات دیکھ کر آنسو بہاتا تھا یہ اسی آخر الزمان بنی کی شان تھی کہ جس نے اپنی بیٹی کے قاتل کو جب قاتل اسکے قبضہ میں آچکا تھا چھوڑ دیا اور کہا جارحم کا پیشہ سیکر۔ ہم مسلمان ہیں ہمارا ایمان ہی ہے کہ ہم اور غیور پر ایمان لائیں اور انہیں سچائی جانیں۔ لیکن یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان بنی سمجھیں اور اس کی نسبت یہ ایمان رکھیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بیشک آپ سب نبیوں میں ممتاز تھے۔ اور افضل تھے میرا یہی مذہب ہے اور میں اسی پر فخر کرتا ہوں یہ مثالیں جو میں نے بنی کے رحم کی دی ہیں اور آگے دو نکال ان نبیوں کے احکام سے جو پہلے گزرے

ان میں بہت فرق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا یہ اثر تھا کہ آپ کے بعد خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر نے اپنے نبی کی تقلید کی اور اپنے کتیاں سے یہہ کہا۔

”لے یہ یہ تم اس بات پر یقین لاؤ کہ ہرگز اپنے آدمیوں کو تکلیف نہ بنا نہ ان پر ظلم کرنا نہ انہیں بے آراہی دینا۔ لیکن اپنے نام کا مون بین انہیں اپنا جلیس اور ایس بنا نا ان سے ہر کام میں مشورہ لینا۔ اور وہی کام کرنا کہ جو انصاف اور درستی پر مبنی ہو لیکن جو لوگ یہہ کہیں گے وہ کبھی نجات نہ پائیں گے۔ جب تم اپنے دشمنوں سے ملو اپنے ایک دوسروں کی طرح بناؤ اور ان سے اپنی پشتیں نہ پھیرو۔ اور اگر تم کو فتنہ حاصل ہو۔ چھوٹے بچوں کو نہ قتل کرنا نہ بوڑھے آدمیوں کو نہ عورتوں کو خرچے کے درختوں کو برباد نہ کرنا۔ نہ کسی اناج کے کھیت کو جلانا۔ میوے دار درختوں کو نہ کاٹنا نہ مویشیوں کو کچھ نقصان پہنچانا ہاں وہاں تک کہ وہ تمہاری خوراک کے لئے کافی ہوں لیجئے اپنی خوراک کے لئے صرف ذبح کرنا۔

جب کبھی تم کوئی عہد و پیمان اور معاہدہ کرو تو اس پر برقرار رہو اور ہرگز اس سے نہ پھرو اور جو تم نے اقرار کیا ہے اسی پر ثابت قدم رہو جب آگے جاؤ گے مہتین ایسے کہ یہی لوگ معلوم ہوں گے کہ جنہوں نے دیکھا کنارہ کشی کر کے خانقاہوں میں اپنی بود و باش اختیار کی ہے اور اپنے کو خدا کا بندہ کہتے ہیں اور یہہ کہتے ہیں کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہی خدا کا راستہ ہے ان کو ہرگز قتل نہ کرنا ورنہ ان ہی کی جگہ چھوڑ دینا۔

ان ہدایات کو عیسائیوں کی خوفناک اور خونی ہدایات سے مقابلہ کرو تو مہتین معلوم ہو گا کہ کتیاں یک برٹوٹ ٹوٹ۔ اور یونانی لوگوں نے سیٹ لیک ٹین ٹیس کے زمانہ سے کو دے نین ٹرس کے زمانہ تک کیا کیا غضب ناک آفتیں برپا کیں۔

شہزادہ امن کے مقلدوں نے جو جوانوں بوڑھوں بچوں عورتوں کو بغیر کسی تفریق کے جلادیا قتل کر ڈالا تباہ و برباد کر دیا اور وہہ مظالم توڑے کہ جونا گفہ یہ ہیں۔ اس کے دیوی قایم متا مونس نے جنہیں پوپ۔ مجتہد۔ بشپ۔ پادری۔ پریسیانی ٹرون نے خود ہی بڑے بڑے سکیز جبرائیل اور اپنے معقدین کو ہدایت کی کہ وہ خدا کی بادشاہت میں ناقابل معاف ظلم توڑیں اور ہاں تک جو لوگوں کو برباد کریں۔ بین تظاوت راہ از کجاہت تا کجا۔

تمام تاریخی واقعات کو بھائی جانا اور سچی باتوں کو مٹانا یہہ انسانیت نہیں ہے۔ عیسائی بنی کے رحم میں کلام کرشمین وہ پہلے اپنے گریبان میں ریہ ڈالکر اپنے پیشواؤں کے قتل و غارت اور شدید بر جیوں کو دیکھیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ جویر حمی کا الزام وہ بنی عربی پر عاید کرنا چاہتے ہیں ان ہی کی تاریخ کے مطابق ان کے پیش و اس قسم کے مظالم میں ید طو لے رکھتے تھے جہ الزامات کہ بنی عربی بر قائم کئے جاتے ہیں ان کی بنیاد محض غلط واقعات پر مبنی ہے۔ اگر بنی عربی کے سچے واقعات اور زندگی کے آثار چڑھاؤ پر نظر ڈالی جائے گی تو انہیں کہلے گا کہ دنیا میں یہہ بنی ہی کی شان تھی کہ جس کے رحم میں انصاف برابر کا ملا ہوا تھا۔

کانون سے ان گٹوں کو نکال ڈالو کہ جو تمہیں نیک اور سچی باتیں سننے سے باز رکھنا چاہتے ہیں ان پر دون کو اپنی آنکھوں پر سے اٹھا دو کہ جو تمہاری نظر دن کو روشن منظر دیکھنے سے مانع آتے ہیں اپنے دنوں کو طرح طرح کی جراثیم اور حدون سے صاف کر لو اور اسے ان نقوش کے قبول کرنے کے قابل بناؤ کہ جو انصاف اور عدل پر مبنی ہیں پر ہم تمہیں دکھائیں کہ جو کچھ ہم بنی عربی کی نسبت لکھ رہے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں ان میں ذرا ہی فرق نہیں ہے۔ یہہ خوب سمجھ لو کہ اس تمہاری نا انصافی اور بیٹ دہر حمی کا زنا نہ ختم ہونے کو آیا اور ایک دن تمہیں قنا حاصل ہوگی اتنی سی زندگی کے لئے اگر تعصب اور نا منصفی ہی کو اپنا اور مٹنا بچھونا بنایا تو دنیا میں کیا نتیجہ ہی کیا ہوا۔ زمانہ کیا باز سی ہمارے ساتھ کر رہا ہے اور ہماری کیسی غفلت ہے۔

زمانہ بھر تو مابوت می دہ سامان + تو خود ز گوشہ سند فردنی الی۔

اس سال کے ماہ شعبان میں (نومبر - دسمبر ۷۷۰ء) ایک میم بنی مصطلق پر پہنچی گئی تھی یہہ لوگ ایک مسلمانوں سے متعلق تھے اور جو کچھ عہد و بیان کیا تھا اس پر ثابت قدم تھے۔ گریکامیک نے اپنے سردار عارکین ابی خراس کے اغوا میں آگئے اور انہوں نے عہد شکنی کر کے حوالی مدینہ پر تاخت و تاراج شروع کی۔ اور پھر مسلمانوں کو ستانا اور ان کا اسباب ٹوٹنا اپنا پیشہ سمجھ لیا۔ یہہ ہم بالکل کامیاب ہوئی اور بہت سے قیدی گرفتار ہو کر آئے انہیں حارث کی بی جویر یہہ ہی تھی۔

ہجرت کو پورے چوبیس برس ہو گئے تھے کہ صرف اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مسلمانوں نے اپنے شہر مکہ اور اپنے پیارے گھروں کو چھوڑ دیا تھا۔ عجیب و غریب بنی عربی کے قیمتی احوال سننے کے لئے لوگ عرب کے اکثر حصے سے جمع ہونے لگے اور انہوں نے بنی کی ایک سیاست دریافت کی۔ اور آپ کے صحابہ آپ کے بابت طرح طرح کے سوالات کر لئے شروع کئے۔ لیکن بنو زہر ہاجرین کا دل





انہوں نے بنی برہہ بتر اور پھر تربر سائلے جب بنی نے دیکھا کہ مشرکین راہ پر نہیں آتے اور اپنے غصہ میں ویسی ہی شدید اور سخت میں تو اپنے فرمایا کہ میں ان ہی شرط پر معاہدہ کرنا ہوں کہ جو مشرکین تم پیش کر دینی اور آپ کے ساتھ سب ہتھے تھے۔ اور قانون ملکی کے موافق جنگ بھی لہو سکتی تھی اگرچہ کرنا تھا اسلئے آپ نے ان ہی کے مرضی پر فیصلہ کرنا چاہا۔ بڑی دقت اور مشکل کے بعد یہ عہد نامہ ہوا کہ تمام لڑائی جہاد دس برس تک بند رہیں۔ اور جو شخص نبی کے پاس قریش میں سے اپنے محافظ اور سردار کی بغیر اجازت آدے۔ اس کو قریشوں کے حوالہ کر دیا جائے لیکن جو شخص مسلمانوں میں سے کیوں کے پاس چلا جاوے وہاں نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی قوم مسلمانوں یا قریشوں سے اتحاد اور میل جول کرنا چاہے گی تو وہ محض آزاد ہے اسے کوئی مانع نہ آوے۔ اور مسلمان بغیر آگے بڑھے ہجرت کر کے واپس نہ جائیں۔ اور وہ اس آٹھوے سال میں مکہ آئیں لیکن سوائے سفری ہتیار دن مثلاً نیاں دی ہوئی تلواؤں کے۔ اور کچھ لیکر نہ آئیں۔

وہ معاہدہ اور عہد و پیمان جو قریشی بنی نے کیا تھا نہایت اولوالعزمی اور عالی منشی سے ہر نامت قدم رہے لیکن آپ کے محکم پر وہ ان میں سے کس قدر ناراضی پھیل گئی اس لئے کہ مشرکین نے ان بیگناہوں پر جو جو مظالم توڑے تھے ان کے دلوں پر نقش ہو رہے تھے ان کا دل نا واجب جو رد و تندی سے چور ہو گیا تھا اور اتنا تک وہ خونی زخم ہرے تھے جو مشرکین نے اپنے بہاولوں اور تباہی کے تیروں سے ان پر یا ان کے دوستوں پر لگائے تھے قریشوں نے عہد نامہ کے بموجب بنی سے ان مسلمانوں کو طلب کیا کہ جو اپنے پیارے بنی کے پاس ہتھے

۱۔ جب انہیں سے چند آدمی گرفتار ہو کر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے تو آپ نے ان کا قصور ساق کر دیا اور انہیں چھوڑ دیا۔ ابن ہشام صفحہ ۴۷۷۔ رسول مقبول نے عثمان کو دوبارہ اجازت لینے کے لئے بھیجا تھا لیکن عثمان مجبور ہو کر رہا۔ مسلمانوں کو یہ گمان ہوا کہ شاید حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہے اس خیال سے وہ غضبناکی میں آئے اور وہ سب بنی کے گرد جمع ہو گئے اور سختی سے انہوں نے قسم کھائی کہ ہم عثمان کا انتقام کیوں سے ضرور لیں گے۔ ابن ہشام صفحہ ۴۷۷۔ یہ مورخ صاحب جلد ۲ صفحہ ۳۷۷۔

۲۔ ابن ہشام صفحہ ۴۷۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ یہہ اسی موقع کا ذکر ہے کہ قریشوں کی طرف سے ایک تاجدار بنی عربی کے کعب بن ابی اسحٰب اور کعبہ اتحاد نے جو مسلمان اپنے بنی سے کرتے تھے ہر بہت اثر کیا جب وہ واپس قریشوں میں گیا تو اس نے انہیں نے کسری۔ قیصر۔ اور سخاوشی کو دیا میں جلوہ فرما دیکھا ہے لیکن میں نے انہیں سے کسی بادشاہ کو اس انہیں بابا کہ اس کے خدام بردار کی طرح اس پر سچے دل سے شیفہ ہوں یہ میں نے محمد نبی میں صفقت دیکھی ہے کہ کس پر وہ اور کس نیکے درجہ کے اعتقاد سے اس کے معتقد اسے گہرے ہوئے تھے ان کی صورتوں اور نظروں کے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ اپنے نبی پر جان شکر کرنی اپنی اپنی شادمانی سمجھتے ہیں۔ اس اطاعت اور خلوص نیت کی فرمانبرداری کی مثال میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں دیکھی۔ ابن ہشام صفحہ ۴۷۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۲۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۳۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۴۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۵۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۶۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۷۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۸۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۱۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۲۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۳۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۴۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۵۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۷۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۸۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۹۹۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

۱۰۰۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ ابن الاطیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

ہئے اور ہمیں فوراً دیدیا باوجودیکہ بہت سے مسلمان اس کی مخالفت میں سرگوشی کرنے لگے۔  
 و احباب مدینہ واپس تشریف لیکے تو اپنے صرف اس خیال سے کہ اپنے سچے دین کی چاشنی ان  
 دن کو چکھاؤں کہ جو اتناک اس سے بے بہرہ ہیں اور اس میں خیر دین کو دور دور پہلاؤں  
 لئے اپنے اپنی پڑوس کی سلطنتوں کے حکمرانوں کو قاصد بھیجے کہ وہ اسلام کے منادی کرنے  
 لے کے ہاتھ سے جام ہدایت پئیں۔ دو انہیں بڑے بڑے نامور سلطان تھے۔ ایک ہرقل  
 مانیون کا بادشاہ اور دوسرا خسرو پرویز ایران کا کسری۔ جون ہی خسرو پرویز نے یہ رقعہ  
 ملہا کہ حسین اسے سوائے کسری عظیم کے دوسرا القاب نہ لکھا تھا وہ بہت مسرہ کی تحریر دیکھ کر  
 سخت ناراض ہوا اور اسے زیادہ غصہ اور بی یونیون آیا کہ اسے دین اسلام کی دعوت کی گئی تھی یا جو  
 بہت مذہب فطرت اور نائرا شدید عقل کے بموجب بنی اکرم کے اس مہاتپی شفق کو پہاڑ ڈالا اور قاصد  
 نہایت نا انصافیت سے دربار کے باہر نکال دیا جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی  
 آنحضرت نے یہہ فرمایا خدا کسری کی سلطنت کے ہی یونیون کاٹے کر دیگا۔ بنی کی یہہ شین گونی  
 نے صفحہ ہر اتناک لکھی ہوئی ہے ہرقل بڑی غوت اور خلق سے بلجی سے پیش آیا اسپر غنائیر  
 میں اور رخصت کرتے وقت مہربانی آمین ملائمت کا جواب دیا۔

ہرقل نے شام سے روانہ ہونے کے قبل یہہ چاہا کہ میں ایسے شخص کی نسبت جسکی ہدایت کی آواز  
 بلند ہو رہی ہیں اور جسے مجھے رقعہ بھیجا تھا اور بی زیادہ واقفیت حاصل کروں اسلئے اس نے  
 عربوں کو جو غزائیں مقیم ہوئے تھے اپنے پاس بلایا۔ ان عرب تاجرون میں ابو سفیان اپنی  
 ہی بنی کا اسی درستی اور ملخی سے دشمن تھا اور بنی پر ادما رکھا ہے یہہا ہوا تھا۔ ہرقل نے  
 عربی کے بابت جو جو اس سے سوال کئے اور اس نے جواب دئے وہ معتبر روائتوں میں  
 درج ہیں۔ قریب قریب وہی سوال و جواب ہیں جو جعفر برادر علی اور شاہ نجاشی میں  
 ابو سفیان سے ہرقل نے دریافت کیا کہ محمد کے اصول نہی کیا میں اسے جواب دیا۔  
 وہ ہمیں ہمارے دستی خداؤں کی پرستش سے روکتا ہے اور اس کے مقابل میں کہتا  
 ایک خدا کی پرستش کرو۔ خیرات زکوٰۃ دینے کے لئے ارشاد کرتا ہے۔ اور صفائی۔ سچائی  
 لازمی بنانے کی تاکید کرتا ہے۔ زنا کاری اور بدی سے بچنے کا حکم کرتا ہے۔ اور مردانہ  
 لوگوں کو یاز کہنے کے لئے حکم دیتا ہے۔ ہر اس نے ابو سفیان سے سوال کیا اسکے معتقد  
 جانے میں یا ان کی تعداد گنتی جاتی ہے۔ اسے جواب دیا کہ نہیں اسکے معتقد علی التواتر بڑے  
 ہیں اور جسے اسکا دین قبول کر لیا ہر اسے نہ چھوڑا ہر صفت ان ہی لوگوں میں دیکھی۔  
 اسلئے کہ عورتیں اسے جواب دے کہ ان کی ہنسی گئی نہیں جو شرکین کے رطابہ پر فوراً صفائی سے صیرح طور پر انکار  
 کرتی ہیں اور ان کے لئے ہر صفت ان ہی لوگوں میں دیکھی۔

دوسرا قاصد کیسے ناند شہزادہ کے پاس پہنچا کہ جو ہر قتل کا جاگیر دار بننا اور جو ابصرہ میں دُشمن کے پاس رہتا تھا بجائے اسکے کہ سفیر کی مدارات و خاطر کی جاتی اسی خاندان کے ایک عیسائی امیر نے اسے قتل کر ڈالا اس ناواجب اور خلاف قانون قتل نے تمام مسلمانوں کو آتش سوزان کی طرح ہلکا کر دیا اور یہی باعث مسیحی دنیا سے آئندہ مسلمانوں کے جنگ کرنے کا ہوا جس کا بیان ہم اجدید میں قتل کرینگے۔ ہماری اس تحریر سے جو محض سچے واقعات پر مبنی ہے ایک مبصر اندازہ کر سکتا ہے کہ نبی نے کبھی از خود اپنے دشمنوں سے ہی جنگ کی جب تک کہ وہ خود عہد شکنی کر کے اسکے مقابلہ میں نہ آئے۔ جو ہم کی مثالیں کہ ہم نے بیان کی ہیں یہ ان کے بعد درحیون کا خلاصہ ہے کہ جنہوں نے دشمنوں کو بھی جان نثار دوست بنا دیا تھا۔ اب عیسائی مورخین نہیں جانتا کن واقعات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حجج ثابت کرتے ہیں۔ اپنی ہی پیاری بیٹی کا قاتل اور وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوا دیرپا اس کو صرف ذاتی منہ جھکسا کر دیا جائے اور وہ ہی حقوق عطا کئے جائیں کہ جو اپنی وفادار امت کو دے گئے تھے جب اس رحم کی فطرت پر نظر کی جائے گی تو اس سے کہلے گا کہ دنیا میں ایسی مثالیں اول تو بلا کی نہیں درج ہو کہیں بل ہی گئیں تو وہ ان ہی پاک نفس کی ہوں گی جو دائرہ اسلام میں تھے اور جن کے لئے جنہوں اس مقدس ذات پر سنگباری کی ان پر قبضہ پا کر ہی اس نے رحم کیا یا اور کہیں کہیں کسی اذیت کا باعث نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے کہ اس کے خلاف سازشیں کیں جن شریک انہماک اس کے لئے اس کے وطن سے نکالا جن بی رحموں نے اس کو زخمی کیا غرض کوئی دقیقہ اس کو ستانے اور اسکے کی تہمیر کرنے میں اٹھانہ رکھا ان پر سدا اس نے ایسی مہربانی کی ہے کہ جیسے شفیق باپ اپنے بچہ پر۔ اس کی غرض صرف اصلاح تھی وہ اصلاح جو روحانی سفر تین نہ پیدا ہونے دے ہمیشہ انسان کو آرام و کمالات دینوی سے بچائے اس نے ہمیں اپنی روحانی قوتوں کے بڑے بڑے کام نغیان جسکی دشمنی کی حد ہو چکی تھی اور جس نے دس دس ہزار آدمیوں سے مدینہ پر حملہ کیا اور اپنی امت میں اس نے کچھ ہی باقی نہ چھوڑا جو صرف نہ کیا ہو دولت سے حسرت سے بہادری سے لوگوں کی یہ طرح محمد کو کامیاب نہ ہونے دین اور اگر بس چلے تو قتل کر ڈالیں یا دشمن یا بدخواہ ہر قتل نے اس سے سوال کئے ہیں تو یوں ہی کہتے ہیں کہ وہ خدا کے اعدا کی پرستش کے لئے آیا ہے ت کرنے اور ہمدردی کے لئے ارشاد کرتا ہے۔

یہی دشمن نے یہ الفاظ اپنے دشمن کی نسبت استعمال نہیں کئے مگر حجۃ الوداع ۱۲۸۰ھ

صفات دشمنوں کا دل ہی جبراً اپنی طرف کھینچتی ہوتی اور انہیں مجبوراً اوصاف صاف بیان کرنا پڑتا تھا۔ وہ ان کوچہ لاؤ لپسٹ اور فریب و دغا نہ تھی صرف ایک بات یہ تھی کہ آؤ خدا کی پرستش کرو میں تمہیں خدا کے احکام سنانے کے لئے آیا ہوں ورنہ میں ہی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں اگر تم میری ہدایت کو ان لوگوں کو تمہارے لئے دین و دنیا دونوں میں بہتر ہوگا اور جو تم نے نہ مانا میں طبع کر دینگا اور پھر خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر لے گا۔

صرف اس خدا کے واحد کی پرستش کی ہدایت پر جن لوگوں نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی اسکے قتل کی تدبیریں کیں اور اس کے معتقدین کو چھپ کر یا علانیہ قتل کر ڈالا اسپر پتھر برسائے تیروں کو بوجھاڑ کی۔ اس کی ہجو یہ نظم گلیوں کے چھوڑوں اور صحرائی بدوں کو یاد کرادی اور اس پر طرح طرح کے حملے کئے پھر بھی وہ پاک نفس اپنے رحم اور انصاف پر قائم رہا اور اس نے اس شدید شدید شکنجے پر بھی ہمیشہ رحم کیا اور اپنے دشمنوں سے بہ شفقت پیش آیا یہ شفقت صرف اس کی رحیم فطرت کا صدقہ تھا۔ وہ ادب اگر اپنے بدنصیب دشمنوں کی زار حالت پر آنسو بہاتا تھا اور مدام اسکی یہ آرزو رہتی تھی کہ اس سے کسی کا دل گزر دہو۔ اسکی رحم کی تلوار نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا جیسے اسکے صحابہ اسپر جان دیتے تھے کسی بنی کو یہ خوش منظر دیکھنا نصیب نہیں ہوا کہ ان کے دوست یوں صدقہ دلی سے ان پر جان نثار کریں۔

جنگ احد میں جب ہ پاک نفس زخمی ہوا اور اسکے دوستوں نے اسکو اس حالت میں دیکھا تو اس کو بوجھاڑ مانگتے سنا۔ یا اندر تو ان مشرکین عرب کو ہدایت کا راستہ دکھانا کہ یہ جھے پہچان جائیں اور پھر یہ سرکشی ناکین در اس سے زیادہ رحم اپنے دشمنوں پر کس نے کہا یا کہ ایسی حالت میں یہی ان کی بہتر ہی کی طرف نظر رکھی۔ اگر ہم تاریخی دینا میں چراغ لیکر بھی ڈھونڈینگے جب یہی ہمیں ایسی رحمتی مثالیں نہیں ملنے کی۔ سب سے بڑا عظیم الشان رحم جو ہمارے نبی کا ہے وہ بنی نوح ان میں سے پہلانی ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ نے کسی مردہ کو زندہ کر دیا تو ہمارے نبی نے لاکھوں بلکہ کروڑوں مردوں کو زندہ کر دیا حضرت عیسیٰ نے جہانی مردوں کو زندہ کیا بنی عربی نے روحانی مردوں کا یونین میں روح پہو کی حضرت عیسیٰ نے دشمنوں سے تنگ کر اور ان کی تکلیفیں نہ برداشت کر اپنے کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا اور عیسائیوں کے مذہب کے موافق صلیب پر چڑ گئے اور یوں اپنا بوجھاڑا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہمیشہ صلاح مخلوق کے لئے اس نے گونا گونہ مصائب کو ہر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں لیکن جب تک اس نے یہ اعلان نہیں دیدیا کہ تمہارا دین جو تمہارے دین کی تکمیل ہو گئی باوجود مصائب ناوا جب در نظام شاد کے ہی دین کو تیار نہ کیا۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں کو سہارا دینا ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا



دونوں گروہ بستے ہیں کوئی کسی بات کا قایل ہے اور کوئی کسی بات کو مانتا ہے کوئی اسے انکار کرتا ہے لیکن ایسے ہیے کے پہوٹے ہی موجود ہیں کہ جو صریح باتوں کو جھٹلاتا چاہتے ہیں اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں حالانکہ اپنے دلوں میں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اور اپنی نا انصافی پر ثابت قدم رہنا چاہتے ہیں اس سے علی التواتر ہمیں ذلتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اپنے ہی ہچیشمون میں شب و روز خفت ہوتی ہے مگر انہی نا ترشیدہ عقل کے بدولت اسی پہچے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمارا کلام بہنیں ہے مثلاً وہ دو محمد کی تواریخ کا اجمال، کی کتاب کا مصنف کہ جس کی اس تحریر پر اس کے کل ہم مذہبون نے اس کو بڑا کہا اور یہاں تک کہ حضور لفظ گورنر صاحب بہادر پنجاب نے بھی یہ لکھ دیا کہ یہ رسالہ مسلمانوں کے دل دکھانے کے لئے لکھا گیا ہے اگر اسپرپی اس ناپاک رسالہ کا مصنف یہ خرافات بک کر اور اپنے ہم مذہبون ہی سے یہ ذلت اٹھا کر سپر ہی بغلین ہی بجائے اور اپنی ناشائستہ تحریر پر فخر کرے تو وہ جائے اور اس کی شرم و عیبت۔ ایسے آدمیوں کا عدم وجود برابر ہے۔ ہر مذہب کا یہ قاعدہ ہونا چاہئے کہ اپنی تہذیب و نشاۃ الکی کی بانگی دکھائے اور دوسرے مذہب والوں پر اپنی سچی تہذیب کا اثر ڈالے نہ کہ گالیان بک کر اور دوسرے مذہب کے پیشواؤں کو نالایم الفاظ کہہ کر اپنا دین منوانا اور سطح سے اپنے مذہب کی سچی تہذیب کو ظاہر کرنا زیبا ہے۔ میں اسباب میں جو کچھ بنی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے بابت لکھنا تھا لکھ چکے تھے امید ہے کہ خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی ہو یا جوسی جو شخص محض انصاف مد نظر رکھے صاف دل سے پڑھیں گے اسے کہل جائیگا کہ محمد کا دل بخ رحم اور انصاف دونوں صفتوں سے آراستہ تھا۔ اور یہ صفتیں اس میں درج تکمیل پر پہنچی ہوئی تھیں۔ دنیا میں جس کی تعریف اس کے جانی دشمنوں نے ہی کی وہ نبی عربی تھا۔



# ساتواں باب

## دین کی اشاعت

(سہ ہجری مطابق ۱۲- اپریل ۶۱۰ء سے پہلی مئی ۶۱۰ء تک)

باوجودیکہ یہودیوں کو متواتر شکستیں ہو چکی تھیں اور وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو چکے تھے مگر یہی ان کی مخالفت کی وہ ہی کیفیت تھی اور وہ اسی خوفناکی سے مسلمانوں کے تباہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کوئی دم انہیں آرام نہ تھا۔ سوائے مخالفانہ تدبیروں کے ان کا کچھ اور نہ تھا۔ بچوانہ تھا۔ کئی بار انہیں شکست پر شکست ہو چکی تھی ان پر رحم کیا گیا تھا، انہیں ان کی بدر کرداری کی سعد کی طرف سے جیسے انصاف پر بنی قریضے اپنے کو پہنوا رہا تھا قتل کی تباہی و بربادی بھی دی جا چکی تھی لیکن یہی ان کی سرکشی اور مسلمانوں کے ستانے کی وہ ہی حالت تھی خواہ مخواہ مسلمانوں کی طرف سے ان کے دونوں میں غبار برپا ہوا تھا۔ یہودیوں کا بچہ بچہ مسلمانوں پر دانت پیتا تھا اور اس کی یہہ کوشش تھی کہ کوئی تدبیر ایسی ہو جس سے میں مسلمانوں کو اپنا بچہ بچہ سکون انہوں نے اپنی ہونٹوں کی عقلوں کے بموجب یہی اپنا دین دایان سمجھ لیا تھا کہ کسی طرح مسلمان اور ان کے سردار کو ہم سے نقصان پہنچے۔ یہہ دشمنان مدینہ سے شمال مشرقی جانب ہجرت جاری کی راہ پر محفوظ گھاٹیوں میں مقیم تھے ان میں سے خاص گڑھی کا نام انعاموس تھا اور ان سب گڑھیوں کو خیر کہتے تھے جس کے یعنی قلعہ بند مقام کہے میں۔

ان مختلف گڑھیوں میں بنی نضیر اور بنی قریظ کی چند شاخیں آباد تھیں جنہوں نے یہاں پناہ لی تھی وہ لوگ بیٹھے یہودی جو ہمیشہ سے یہاں آباد تھے بنی ادرآ کے معتقدین سے انتہاء۔ یہہ کی کدو کا کہتے تھے اور اپنی قدرت کے موافق اپنی کوششوں میں کامیاب ہونے کے لئے انہوں نے کوئی کمی نہ کی تھی اور وہ اب تلخ تر دشمنی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خیبر کے یہودی بنی غطفان نے یہہ بروی گروہ بادیہ گرد سے ساز و باز کہتے تھے اور ان قوموں سے ہی ان کی سازش تھی کہ جو خانہ بدوش ہتھیں ادر مسلمانوں کے خلاف کوشش کرتی ہتھیں۔ یہہ صحرائی خانہ بدوش بادیہ گرد کے خیبر انوار کے ارادوں میں کامیابی دینے کی جان تھے۔ اول تو یہہ بادیہ لوز و خود ہی یعنی بطور خود مسلمانوں کے دشمن تھے دوسرے اور یہی انہوں نے مسلمانوں کے ستانے میں اپنا رنگ بے لا اور خیبر و انوار کے بہکانے اور اشتغال دینے سے مسلمانوں کی مدینہ سے توجہ کرنے کے لئے پورے پورے آمادہ ہو گئے

ان کی سازشوں اور مخالفتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ایک ہزار چار سو آدمیوں کی ایک مہم ماہ محرم میں خیبر پر روانہ کی گئی۔ یہودیوں نے اپنے مددگاروں کو پایا، اور ایک زبردست جمعیت اپنی کر لی۔ مگر چون ہی مسلمان قریب پہنچے تو یہودیوں کا ایک گروہ تو اپنے قلعہ یا گڑھی میں چلا گیا۔ اور اپنے تمام مویشی و غیرہ خیبر سے اپنی پناہ کی جگہ میں لی گئے اب ہر ایسی گروہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہمیشہ طین پیش کی گئیں کہ تم پہلے یہ معاہد کر دو کہ ہم کسی قوم سے تمہارے خلاف نہیں سازش کرنے کے دوسرے امن قائم کرنے میں تمہاری مدد کریں گے تیسرے ہم کبھی بغاوت کا جھنڈا تمہارے خلاف بلند نہیں کرنے کے۔ اس صلح سے اور بھی دو ایک معمولی شرطیں تھیں جو انہوں نے منظور نہ کیں اور ان کا سختی سے جواب دیا جب انہوں نے امن قائم رکھنا منظور نہیں کیا تو جنگ چھڑ گئی اور ایک گڑھی کے بعد دوسری گڑھی فتح ہوئی شروع ہوئی اب صرف القاموس گڑھی رہ گئی جو سب سے زیادہ مضبوط اور سخت تھتی۔

آخر ایک شدید اور زور آور حملہ کے بعد یہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی جون ہی القاموس کا فیصلہ ہو گیا پھر تو اوپر چوٹی چھوٹی گڑھیوں کا قبضہ میں آ جانا کچھ بات ہی نہ تھا انہوں نے بنی سے معافی چاہی فوراً ان کو معافی دیدی گئی۔ ان کی غیر منقولہ جائداد مع ان کے مذہب کے ان ہی کے حوالہ کی گئی صرف اس شرط پر کہ تم ہمیں اپنی حفاظت اور نگہبانی کرنے کا اپنی زمین کی پلا دار میں سے نصف دیدیا کرو کہ تمہاری ہر آفت اور بیرونی حملوں سے ہم نگہبانی کریں گے اور تمہاری آزادی تمہارے مذہب کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھیں گے۔ وہ سامان جو ان کا قلعہ میں موجود تھا قانون جنگ کے موافق مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور کل مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تین چھ سو اکر دس گئے اور ایک حصہ بیدل کو ملا۔

۱۔ ابن ہشام صفحات ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۹۔ یہ حصہ محض لغو اور بکرا ہوا ہے کہ کفایت پر چھپے ہوئے خزانوں کے افشا کے لئے طے طرح کے عذاب اور تمہم کی عقوبتیں توڑی گئیں اس روایت کا کہیں پتہ ہی نہیں ہے۔  
 بنو نضیر کے قتل کرنے کے لئے چند تدبیریں یہودیوں نے کیں جب اب خیبر میں تشریف فرما ہوئے تو ایک یہود نے کہانے میں جو اپنے بھائی اور اپنے بھائی کے لئے بکایا تھا۔ سپر ملا دیا۔ ایک مسلمان تو چند لٹے کہانے ہی فوراً جان بحق تیلے ہوا۔ مان بنی کی زندگی بچا لی لیکن زہر کھلا اور کچھ نہ کھائے۔ خون میں باقی رہا۔ اور یہ آب کی وفات تک لگا دو دھڑکتا رہا اور اسی سرد رہا۔ آپ کی وفات ہو گئی۔ اس گناہ کا عظیم سزا یہی رحیم الطبع بنی نے اس یہود کا قصور معاف کر دیا اور وہ اپنے نوٹوں میں بے سزا دسے چھوڑ دی گئی۔

طبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔

کوئی مثال عیائی یا یہودی اپنے نبیوں کے رم کی ایسی نے آوین چنے ایسی سخت مجرمہ کو بھی کچھ سزا نہ دی اور صاف چھوڑ دیا۔ یہاں عیائی مورخ کچھ نہیں کہتے بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی ہے مگر چونکہ یہاں کی فطرت میں

ہجرت کے ساتویں سال کی اختتام پر بھی اور آپ کے پیروان نے پہرچ بیت اللہ کرنا چاہا۔  
 لیونکہ یہی وہ دن ہوتا تھا کہ جنہیں تمام فتنہ و فساد کی باتیں مٹ جاتی ہیں اور چاروں طرف  
 امن قائم ہو جاتا ہے اس سفر کو مسلمانوں کی تاریخ میں نہایت اوج سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ سفر  
 باہر مابرج لکھنے سے عین ہوا تھا۔ بنی۔ و ہاز مسلمانوں کو ساتھ لیکر مکہ کے چر کے لئے روانہ ہوئے  
 اس زمانہ میں قریش بالکل طاقتور تھے اور وہ تین دن تک کوئی کسی سے کچھ نہ کہتا تھا اور وہ  
 مسلمانوں کے ارکان چر۔ یکنے کے لئے شہر کے باہر نکل جاتے تھے اور قریب کے بلند مقاموں پر  
 چڑھ کر مسلمانوں کی تاک جہانگ اور خبردار کرتے تھے۔ میور صاحب لکھتے ہیں۔

”یقیناً یہ ایک عجیب منظر تھا کہ ایک نہ۔ علوم سننا بہت یا کر یہ تمام  
 مکہ پر چھا گئی تھی۔ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک مثال نظر آتا تھا۔ یہ پہلا  
 شہر تین دن کے لئے اس کے باشندوں سے خالی ہو گیا تھا۔ سارے  
 باشندے شیب و فراز کے۔ شہر اسلحہ اپنے گھر میں رکھ کر چوڑے  
 سے باہر چلے گئے تھے ہر کانٹالی تھا۔ جون ہی وہ چلے گئے وہ مہاجرین  
 جو مدت سے اپنے وطن سے باہر تھے وہ تمام بد ایشیت علیحدہ کر دئے گئے تھے  
 اور اہلین جلا وطن کر دیا تھا ایک بڑی گروہ میں اپنے دوستوں کے  
 ساتھ داخل ہوئے۔ اپنے ان گروہوں کو جو خالی تھے جنہیں کہ ان کا  
 بچپن گزرا تھا وہاں رہ رہتے تھے نظروں سے انہوں نے دیکھا۔ اور ہر  
 چوڑے سے عرصہ میں انہوں نے اپنے ارکان چر پورے کئے۔ قریش  
 چار دن طرف سے مکہ کے باہر بلند یوں پر چڑھ گئے کچھ جنہوں میں شاہ  
 عزیز بھی تھے اور بہت سے یہاں یوں اور درون میں جا کر بیٹھے۔ لیکن

میں داخل ہوئے کہ کچھ نہ کچھ واقعات ہیں انہوں نے اس لئے انہوں نے یہاں ہی اپنی  
 فطرت کے تقاضے پر مبنی رہنے کی اور انہیں یہ کہہ دیا کہ مسلمانوں نے کتنا بڑے بڑے شدید مظالم  
 کئے کہ بعض سببوں سے انہوں نے یہاں رہنے میں پسند نہیں کیا لیکن یہ بعض سببوں نے اپنے چلے ہوئے  
 ہوئے۔ انہوں نے دل کو بہت ہی خالی کیا۔ اور اس واقعہ کو خوب تاکید کی اس کے بیان کیا۔ تمام اسلامی تاریخوں میں  
 یہ ایک بڑی بہت بہت نہیں نہ وہ غیر (بزرگ) تھا۔ یوں بن بایا جاتا ہے۔ جہاں یہ ہم ہو کر رہ دینے پر یہی ہوں کو کچھ  
 نہ کہا جائے نسل تو قتل ملکہ جو تو بچ ہی رہا۔ انہیں جانے اور یہ وہ ہی ایسی ناچیز بات پر کہ چاہا ہوا خزانہ بناؤ قلعہ  
 دار اس کے کسی علیٰ امر پر حکم کرے۔

ایسے اہم واقعات ہیں کہ جو مروجہ بیاد میں اور وہ عیسائیوں کے گہرے ہوئے ہیں جو لوگ کہ اسلامی تاریخوں سے  
 معض نابہ ہیں وہ نہ اس میں بے بنیاد باتوں پر اعتبار کرتے ہوئے لیکن جنہوں نے اسلامی کتب کو اس طرح دیکھا ہے  
 وہ ان کو ایسی ہی بے بنیاد سمجھیں گے کہ جیسے وہ ہیں۔

کھین تو سامنے کے اپنے ہوئے ایو قیس پر چکھنا معلوم ہوتا تھا اور یہاں سے قریش مسلمانوں کی ایک ایک بات کو بغور دیکھتے تھے کہ جو اپنے بنی کے ساتھ طواف کعبہ میں سرگرم تھے اور قریش اس دہوم و دام کو انکھین پہاڑ سے ہوئے لگتے تھے کہ جو الصفا و مردہ میں مسلمانوں سے ہو رہی تھی۔

چونکہ کئی برس ہجرت کئے گزر گئے تھے اسلئے قریش ان چکر کرنے والوں حسرت پوری نگاہوں سے اپنے جگری دوست اور رشتہ دار ملاحظہ کرتے تھے، قریش کے لئے یہ ایک روزناک نظارہ تھا اور اسی نظارہ نے آخر کار اسلام میں جان ڈال دی،

معاہدہ کی شروط کے مطابق تین دل چچ کر کے مسلمانوں نے مکہ کو چھوڑ دیا۔ یہ امن خیز یا بندی اور اسطرح سے اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم رہنے نے قریش میں ایک تحریک سی پیدا کر دی

و میر صاحب۔ حیات محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۲۔

و تا ارکان اسلام میں سے چر بھی ایک عبادت قرار دی گئی ہے۔ اور اسلامی دنیا میں نہایت توقیر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور انکے دیکھا جاتا ہے۔ اسلئے کہ عمر پر کسی عبادت کی خوبی اور سلام کی تاحی اور دین کا کمال ہے جو بیت اللہ کے لئے یہ بیت لائل فرامی ہے۔ (ترجمہ)

اليوم اكملت لکم دينکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دنیا

(ترجمہ)

آج میں پورا و پچکا تمکو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تمہارا حق اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "من مات و لم یح فی طاعت ان شاء ہو و باوان شائاً نصراً نیماً" (ترجمہ) جو شخص مرے اور چر نہ کرے تو اگر چاہے ہو دی مرے چاہے نصرانی مرے دو دین حدی بروایت ابو ہریرہ و ترمذی بروایت علی رحم) اس سے زیادہ اور کیا فرض نہ رہی ہو گا کہ جس کا کرنے والا مسلمان رہتا ہے اور نہ کرنے والا یہود و نصاریٰ کے برابر ہو جاتا ہے۔ اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ کسی شرح اور اسکے ارکان اور سنین اور سجات اور سرات اور سرات کی تفصیل بیان کروں۔ چر کی فضیلت قرآن مجید میں یوں بیان ہوئی ہے واذ فی الناس بالیٰ بانک لجالاد علی کل ضامر یا بین من کل جر عقیقہ (ترجمہ) اور پکاروے لوگوں میں چر کے واسطے کہ آدین تیری طرف پاؤں چلتے۔ اور سواتیے دے دے انہوں پر چلے آتے رہوں دوسرے،

حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کسی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو چر کی اطلاع کرو تو انہوں نے پکارا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ایک گہرنا ہے اسکا چر کو اللہ نے ان کی یہاں اذان و اذان آدم میں سے دن لوگوں کے کان میں ہو چکا دی جسکو کوئی مت تک اسکی رعیت و ارادہ میں چر کرنا نصیب ہو گا اور فرمایا۔ "لیشہدوا و اصابہم لہم" (ترجمہ) کہ پہنچیں اپنے نقعون کی جگہ پر، بعض مفسرین منافع کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ ایام چر کی تجارت اور لواب اخوت ہے یہی وجہ ہے کہ چر کی فضیلتیں کثرت سے کتاب احادیث میں پوری پوری ہیں نیز کہ تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسانی کمالات کی تکمیل ہوتی ہے اور دور دراز کے ممالک کے باشندوں سے میل جول برپا ہے اور یہ ہم ہی حال کہتا ہے کہ کسی کس میں اور عقاید اور خیالات کے لوگ دنیا میں آباد ہیں۔

میں اسلئے تجارت کی خوبی بیان کرنے میں زیادہ جگہ نہیں روکتا کہ اگل اس کے خوش نتیجہ کا آفتاب نصف النہار پر چکر رہا ہے مہذب دنیا نے یہ ثابت کر دیا کہ تجارت ہی سبب وسعت دین اور وسعت ممالک ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "حجۃ مبرورۃ و تہنیر من الدنیا بما فیہا وجہ مبرورۃ لیس لہا جزا کا

اور وہ مسلمانوں کی یہہ صلہ کل حالت اور اپنے قول قرار پر برقرار رہنے سے بہت ہی چوکنے ہوئے اور سہیات کا اثر ان کو دیکھ کر ہوا اور وہ یہ قدر آپ ہی آپ دلوں میں سمجھ گئے کہ مسلمان بڑے ایمان والے اور خدا پرست ہیں۔ یہہ وہ ثابت قدحی تھی جس پر اسلام کے دشمن بھی گردن چکانے لگے تھے اور ان کے دل یہی ہل گئے تھے۔ انہیں سے کئی وہ آدمی کہ جو بنی کے سخت دشمنوں میں سے تھے اور قریشوں میں بڑے تند اور تیز تھے اور بنی کے مقابلہ میں انہوں نے جانیں کھپا دی تھیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ رحیم فطرت اور عہد و پیمان میں ثابت قدحی دیکھ کر ان سے رنہ نہ گیا اور انہیں مسلمان ہونا پڑا۔ مثلاً خالد بن ولید جو احد میں بنی کے مقابلہ میں لشکر قریش کی کمان کر چکا تھا اور عمر بن العاص یہہ دونوں لطیف خاطر مسلمان ہو گئے اور انہوں نے مسلمان ہونے پر اسلام کی وہ خدمت کی کہ جیسے ایک اولوالعزم سچے مسلمان کا فرض ہوتا ہے۔

الاحیة (ترجمہ) حج مقبول دینا و یا فیہا سے بہتر ہے اور حج مقبول کا بدلہ سوئے جنت کے اور کچھ نہیں ۱۱۔ ایک اور حدیث میں جو روایت اہل بیت علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ آیا ہے، "اعظم الناس فی ثناء من یغفر" معرقہ نظن ان اللہ تعالیٰ لم یغفرہ (ترجمہ) لوگوں میں بڑا گناہگار وہ ہے کہ وہ زمین کھرا ہوا اور گمان کرے کہ خدا نے اس کی مغفرت نہیں کی، ۱۱۔ بعض کا قول ہے کہ جب عرفہ کا دن جمعہ کے روز گزرے تو کہا کرتے ہیں کہ یہہ دن دنیا کے سب دنوں سے افضل ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعایا اور آپ عرفات کے میدان ہی میں تھے کہ یہہ آیت نازل ہوئی۔

"اللہم املکت اللہ دیکھ و اتممت علیک نعمتی و منیت لک الحمد الاسلام دینا دود

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہہ آیت دو عہدوں کے دن میں اترتی یعنی عرفہ کے دن اور جمعہ کے روز ایک حدیث میں ارشاد فرمایا، "اللہم اغفر الحاج و لمن استغفرہ الحاج و (ترجمہ) اہی مغفرت کر حاجیوں کی اور جس طرح لئے حاجی مغفرت چاہیں، ۱۱۔

یہہ یہی بہت بڑی ترغیب ہے کہ مسلمان پر شوق قدحوں میں آئیں اپنے غیر ملک کے بہائیوں سے ملیں اور باہم اتحاد قائم کریں اور اپنی بہتری اور ترقی کی تدبیریں کریں اور اشیاعت دین کی صلاح کریں اور اپنے ان تہذیب و شائستگی کے نئے نئے قواعد ایجاد کریں نئی نئی انجین بنائیں نئے نئے مدارس کھولیں۔ دوا العلوم بنائیں۔ یہہ ظاہر ہے کہ جب پاک دل اور صاف طبیعت سے لوگ ایک بزرگ مقام میں جمع ہوں گے تو علماء و اشراف خاص عبادت کے جو دامن مقرر کی گئی ہے اور کیا فائدہ ہے پھر خیال میں اس سے زیادہ فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ محض انجان مالک غیر مقامات سے سب مسلمان بھائی چارہ کی سرگرمیہ اخوت سے جمع ہوں اور پر جوش طریقہ تعلیم سے ملین اس انجانیت کو ارا دین اور ملکر لوں شہر و شکر ہو جائیں کہ جیسے ایک ہی وطن سے رہنے والے ایک ہی انجمن کے ممبر اور ایک ہی کتبہ کے رکن۔ اس طرح نیا دیکھو کہ لاہور میں ایک ہوں اور گنیا ہو سکتی ہے۔ اسلئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان جگہ کے لئے جائے اور غرض ملک کے محمدیوں میں اتحاد قائم کرے۔

علاوہ اور جو بات کے یہہ وجہ یہی کہ معظم کی بڑی فضیلت کی ہے کہ بہت شاعت اسلام سے پہلے ہی مختلف جگہوں اور قبائل کی زیارت کا ہے۔ اور اسی وجہ سے رسول اکرمؐ نے انتہا درجہ کی فضیلت ثابت کر کے لئے یہہ فرمایا، "لا تشد الرجال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام و مسجد یحییٰ و هذا المسجد الذی فیہ (ترجمہ) سواریاں دوسری جگہوں میں مسجدوں کی طرف ایک مسجد حرام اور ایک میری یہہ مسجد اور ایک مسجد اقصیٰ۔

(بخاری و مسلم ہر دو ابواب میں) دوسری حدیث میں آیا ہے، "ما کنت یجئکم من نداء من یؤذو فی القلوب و فی الارواح (ترجمہ) تم کو تیر ذی زیارت کیلئے نہ کیا تھا پس زیارت کرو انکی سب سے پہلی غرض ہو کہ ان مسجدوں کی نظر روانہ ہو یا سفر کرو کہ جبکہ ارشاد میں نے دیدیا ہے۔

ان تمام باتوں سے یہہ پایا جاتا ہے کہ بہت بڑی مصلحت یہی تھی کہ لوگ ایک جگہ جمع ہوں اور اسلام کی ترقی کی تدبیر

مسلمانوں کا وہ ایلیجی جو شہنشاہ یونان کے اشارہ سے مارا گیا تھا اور جسے مسلمان سخت غضب ناک ہوئے تھے، اب تک ان کے طیش کی وہ ہی کیفیت تھی۔ وہ خون اودھ لگا ہوں گے۔ عیسائیوں کی سلطنت کی طرف دیکھتے تھے جہاں ان کا بیگناہ ایلیجی قصائی پنے سے فوج کر دیا گیا تھا ان کے غضب انگیز غصہ کی وہ ہی کیفیت تھی اور وہ اپنے بہائی کا انتقام لینے کے لئے ہمیشہ بدست تھے مگر وہ اپنے مادی کا حکم دیکھتے تھے اور اس کا انتظار کر رہے تھے کہ یہیں اپنے بہائی کے انتقام لینے کا اشارہ ہو جائے ایک مہم تین ہزار آدمیوں کی گیسے نامہ شہزادہ سے ایلیجی کا انتقام لینے کے لئے روانہ کی گئی۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کے لفٹنٹ بجائے اسکے کہ اپنے قصور پر نادم ہوئے انہوں نے اور بھی سرکشی کی اور یہ جنگ گویا شاہی جنگ ہو گئی چاروں نظروں سے ان کی فوجیں پیش ہونی شروع ہو گئیں اور یہ سب فوجیں بلقا کے قریب جو شام میں ہے مسلمانوں پر تو پڑیں۔ یہاں صرف تین ہزار آدمی تھے اور وہاں ایک لاکھ سے بھی زیادہ بعد دیر کی تھی۔ اب بازار جنگ و جدل گرم ہوا۔ ستر اتر گردین اڑنی شروع ہو گئیں۔ مسلمانوں نے اپنے پیادہ جنگی ہدایت کے بموجب اپنی اصفین کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلہ میں راستہ کی تھیں۔ انکی نگاہیں دشمنوں کی کثرت پر پڑ رہی تھیں لیکن صرف اس یان سے جو وہ رسولِ عربی پر رہتے تھے اور اس پہر سے جو ان کو خدا نے واحد برتھا انہیں کثیر التعداد دشمنوں کی دیر پہی

کون۔ اب میں بہہ بتاتا ہوں کہ مسلمان چار عمرہ کیوں کرتے ہیں۔  
چھ بین اتنی چیزیں ہیں احرام و نیت۔ طواف قدوم۔ سعی بین الصفا والمردہ۔ خروج منی و قوف مزدلفہ۔ منی اور حجار۔ طواف الزیارت۔ طواف الصدر چنانچہ عین سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ بیان ہوتا ہے۔  
احرام اور نیت (چ)۔

احرام باندھنے کے لئے مقامات معین ہیں جو میقات کہلاتے ہیں۔ مکہ کے رہنے والوں کے لئے خاص حرم کہہ میقات ہے اور مدینہ کی طرف سے آنے والوں کو ذوالحلیفہ اور عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے ذاتِ عرق اور شام کی طرف سے آنے والوں کے لئے جحفہ۔ اور نجد کی طرف سے آنے والوں کے لئے قرآن اور یمن کی طرف سے آنے والوں کے لئے جہین ہندوستان سے جانے والے ہی داخل ہیں بلہام۔  
میقات پر پہنچ کر صرف چھ کے یا عمرہ کے یا حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے۔

احرام کے معنی ایسے بزرگ اور مقدس کام کے شروع کرنے کے ہیں جہاں ادب نہ توڑا جاسکے۔ احرام میں صرف ایک جادری طور تہنید کے باندھتے ہیں اور ایک جادری طور تہنید کے لئے ہوتی ہے مگر سر پر جادری نہیں اور سری جاتی۔ سر کھنڈا رہتا ہے جادری ایک باٹ کی ہو خواہ دو باٹ کی سی ہو کچھ نصفہ نقہ نہیں ہے قطع کیا ہوا کپڑا جو قینچی سے قطع کر کے سینے میں بٹنا منع ہے۔

میقات پر پہنچ کر غسل کیا جاتا ہے یا وضو اور کچھ بعد نیت کر کے احرام باندھتے ہیں اور کہتے ہیں، اللہم لیبت الہ شہد لک البیعت ان الحمد والتمتہ لک الملائک لا شریک لک البیعت داور ہر نواز کے تھا جب اونچی جگہ پر پہنچا تو جی جگہ آتے تو وہی جگہ کہتا چاہئے۔  
زمانہ احرام میں سر کو ڈانکنا یا لپکیر جو قطع ہو کر سیاگرا ہو پھٹا سوزہ یا جوتے باؤن کو ڈانکنا شکار کہنا یا اوپر کو شکار بتانا



پر روانہ ہوئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اگر ہم مرے تو ہم شہید ہوں گے اور جو زندہ رہے تو غازی ہو گئے علاوہ اپنے مادی کے اگے سرخرو ہوں گے وہ بہادر تھے اسلام کی پشت پناہی سے۔ وہ لبر تھے خدا کے روشن پر و سہ پر۔

گھو علیا فوجین بقا پر آندھی اور مینہ کی طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑی تھیں لیکن پھر ہی تین ہزار مسلمانوں نے اپنے سرداروں کی ماتحتی میں ذرا ہی جی نہ مارا اور بہت طمانیت اور ثبات قدمی سے ان کے خونخوار کا جواب دیا۔ پہلے حملہ میں عیسائیوں کو فتح حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے تین جبری سردار شہید ہوئے پہلا زید حارث کا بیٹا جعفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی اور عبداللہ معہ چند نامی گرامی سرداروں کے شہید ہوئے۔

مزید کی جنگ کرنی ہی یادگار رہے گی۔ خوب زور شور سے نیزہ بازی اور تیر بازی ہو رہی تھی۔ عیسائی اپنی علیب د ارشان کے نیچے گھوڑوں پر سینہ تانے ہوئے۔ سرداروں کے احکام کے حسبِ کام کر رہے تھے ان کے سامان جنگ مسلمانوں سے بہتر اور چمکیلے تھے خود فولا دی کی جھک جہنم ان کی اور یہی خوفناک صورت بنادی تھی بہادران کی آنکھوں میں چکا چوند کر رہی تھی ان کی لیل شل گھوڑے اور ان کا زین سا ان کی دولت حشمت شوکت کا نقشہ کینچہ رہا تھا۔ سر منڈانا۔ سخن نذرانے۔ عورت کے پاس جانا منع ہے۔

### طواف قدوم

جب مکہ شریف میں پہنچے اور حرم کعبہ دکھائی دے تو کہے: **واللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر** واللہ اکبر واللہ اکبر واللہ اکبر۔ جب حرم کے اندر جانے لگا سو دے سامنے کھڑا ہو اگر ممکن ہو تو اسکو بوسہ دے ورنہ ہاتھ سے بوسہ لینے کا اشارہ ہی کر لے اور جب کسی ترکہ کو مشرق کرے اور جب حجرا سو دے سامنے آوے یا اس کا بوسے یا اسی طرح سے اشارہ کرے۔ سات مرتبہ گھومتے اور کوئی دعا جو اس کا بقی چاہتے پڑھتا رہے۔ اور اس گھومنے میں تیز نہ ہونے بلکہ کرچے سا ہنہ دفعہ گھومنے کے بعد جبکو طواف کہتے ہیں مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز کر دیتے۔

### صحی بن مصفا و المروہ

اسی دن طواف کے بعد مصفا و مروہ میں جو نہایت چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں سات دفعہ ہر سے صفا کی پہاڑی پر چڑھتے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے کہتے: **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر** واللہ اکبر واللہ اکبر واللہ اکبر۔ صحی بن مصفا پر سی اتر کر مروہ کو جاوے اس رستہ میں دو نشان ہیں جو گھومنے میں ان نشانوں کے پیچھے دو رکعت پڑھیں۔ جب مروہ پر چڑھتے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے سی سی جودو صفا پہاڑ پہنچتا پہنچتا پہاڑ ایک دوڑ ہوئی جیسا کہ ایک شوٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح سات دفعہ کرے ساتویں دور مروہ پر ختم ہوگی۔

اگر احرام باندھتے وقت مروہ عمرہ کی نیت کی ہے تو عمرہ ختم ہو گیا اور احرام کھول دے اور پھر انہوں میں سے کچھ کو حرم کے اندر یا حرم کا احرام باندھ دے اگر گرجہ اور عمرہ دونوں کی اکبری نیت کی ہو تو بدستور احرام باندھ سکتے۔

### خروج منی

جو لوگ عمرہ اور اگر کے احرام سے خارج ہو گئے ہیں ان کو چاہئے کہ حرم میں جا کر صحی کی نماز پڑھیں اور حج کا احرام باندھیں

بہادر زید پر شوق مگر کسی قدر خائف نظروں سے اس ہٹاٹ کو دیکھ رہا تھا اسکی تلوار  
میان سے اسطرح نکلی پڑتی تھی جیسے اس کا تیز گھوڑا اسکی رانوں سے نکلا جاتا تھا۔ وہ شوق جنگ  
سے بچپن تھا اور اپنی باری آنے کا رستہ دیکھ رہا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اپنے گھوڑے  
کے ستم دشمنوں کے خون سے ترکرون اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی بہادری دکھادوں  
آخر خدا خدا کر کے زید کی باری آئی اور وہ جو ان رعنا گھوڑے کو عمر پرین لگا کر اپنی فوج کو لیکر رہا  
سب کے آگے زید کا گھوڑا قدم بقدم محراب اگر گردن سے جا رہا تھا کہ یکایک مخالفوں کے ایک شدید زبردستی  
نے جو اتحاد میں کئی درجے زید کے دستہ سے زیادہ تھام لیا۔ اور جنگ ہونی شروع ہوئی بہادر زید اس  
جنگی ادب بہادری سے اپنے دستہ کو دشمن کے ترپ سے مقابل کیا کہ وہ پس پا ہو کر بہا کا بہرہ  
بہادر زید کے قبضہ میں آگیا۔ اسکو اپنے قبضہ میں لاکر شیر دل اور پی بڑا اور قلب فوج میں جہان صلیب  
نشان اور ماتھا بہا لگا دیا اور چاہا کہ علم دار کو قتل کر کے علم چہین لیں لیکن یہہ صلیبی نشان بہادر  
کی جو المردی اور اولوالعزمی سے تو قریب تھا لیکن انکوں سے بہت دور تھا اسلئے بہادر زید کی فوج

اور سخی کو روانہ ہون اور جن لوگوں نے احرام نبین کھولا وہ صبح کی نماز کے بعد منی کو روانہ ہون رات کو منی میں رہن نوین  
تاریخ صبح کی نماز کے بعد منی اصباح عرفات کے میدان میں جاوین اور عروبہ قناب تک اسی میں رہن اور عروبہ عاتین چاہن لگتے رہن۔  
وہ ان امام دانشی پر چڑھ کر خطبہ پڑھتا ہے اور لوگوں کو نیکی اور خدا پرستی کی نصیحت کرتا ہے اور ہزاروں اسلئے گرد گھڑے ہو کر ستم میں  
اور جو نبین سن سکتے وہاں ہی جگہ عا وغیرہ پڑھتے ہیں۔

### (وقوف مزدلفہ)

مغرب کی نماز کے بعد اس میدان سے لوگ روانہ ہوتے ہیں اور مزدلفہ کے میدان میں انکرات بسر کرتے ہیں۔

### منی اور رمی جمار

دسویں ذی الحجہ کو مزدلفہ سے چکر منی میں پہنچتے ہیں منی کے میدان میں تین ستون بطور نشان کے بنے ہوئے ہیں ہر ایک  
ستون پر سات سات کنکریاں ایک ایک کر کے اڑھتے ہیں اور ہر کنکری کے اڑنے کے وقت یہہ پڑھتے ہیں۔ "اللہ اکبر اللہ الا  
اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد"

جب تینوں ستون پر کنکریاں مار لیں تو ہر بلندی و چوٹی پر اور نماز کے بعد جو لیک کہتا تھا وہ کہنا موقوف کو دے اور  
جرۃ العقبہ کے پاس ایک چوٹی سی پہاڑی ہے وہاں قربانی کو دے اور سر نہ ڈالے یا بال کترہ اڈائے اور احرام کھول دے اور کپڑے  
پہن لے مگر عورت کے پاس جانے کی اتک جائز نہیں ہے۔

گیارہویں اور بارہویں کو بدستور منی میں رہے اور دنوں دن یہی ان تینوں ستونوں کو سات سات کنکریاں اسی طرح مارے  
جیسا کہ دسویں تاریخ کو ماری بنین۔

### طواف الزمارت

ان ہی تاریخوں میں دسویں گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو ذیاتی کے بعد منی سے حرم میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف اسی طرح  
کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور پہر منی میں چلا جائے۔ بعد اسکے اپنے کام میں لگے اور جو چاہے سو کرے۔  
اگر کسی نے طواف قدوم کے بعد سعی بین الصفا والمروة نہ کی ہو تو اس کو اس طواف کے بعد کر لینا چاہیے۔

### طواف الصدر

جو لوگ اور ملکوں سے حج کرنے آئے ہیں اور حج کے بعد واپس جانا چاہتے ہیں تو ان کو صرف طواف کر کے روانہ ہونا چاہئے۔

### انعام حج

حج تین قسم ہے۔ افراد۔ قرآن۔ تمتع۔ اگر صرف حج کی نیت سے احرام باندھے اس کا نام تو حج افراد ہے اور اگر حج اور غیرہ

عمری آنحضرت

۱. مائیک ہوئی اور وہ آئندہ جوش میں کچھ دیر یوں ہی کا یوں ہی ہنسنا لگیا۔ اس عرصہ میں شیراز میں کئی تہہ بن گئی تھی جو ان عیسائی مارے گئے جب تلوار پر بہا و رون کا ماتہ پڑا تو ان کے جو من گھڑت اور ارمان ٹکٹے کا وقت آگیا۔ اور اسنے قلب اشکر میں بیہہ ثابت کر دیا کہ اسلامی ریسے اراکونین آئندہ کی عیسائیوں کو خون کے کپڑے پہنا کر عین میدان جنگ میں شہید ہوں۔ جب حضرت جعفر راہ حضرت علی نے جو ایک چوٹے سے دستہ کی کمان کر رہے تھے بہادر و زید یوں خون آلود پتھرائی ہوئی لفظوں سے میدان میں پڑا ہوا دیکھا اور صلیبی لشکر کو اپنی طرف اٹکے پڑتا ہوا نظر لیا۔ تو شیر نے اپنے متور بدلتے اور اپنی تلوار ایک ماتہ میں اور اپنا اسلامی جہتہ اور سہ سے ماتہ میں لیکر چمپا۔ بڑی دیر کی خونریز جنگ کے بعد ایک دایان ماتہ کٹ گیا اپنے فوجیوں کو دوسرے ماتہ میں لیلیا جب دوسرا ماتہ ہی اڑ گیا تو وہ جھٹکا دانٹون میں پڑ گیا اور سپاس زخم کہا کہ شہید ہوئے اس بہادر کی اس دیر سے تمام عیسائیوں پر رعب پھا دیا اور وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں سے ہن کے یہہ کلجے ہونے کا بہت مشکل ہے۔ حضرت جعفر کے بعد عبد اللہ بڑے اور انہوں نے پکار کر کیا پیش قدمی کر دی ہے چلو کفار کی کثیر تعدادی کا خیال نہ لاؤ۔ بہادر کے اس جوشیلے آخر سے نئی روح پر مسلمانوں میں ہوئی وی اور وہ مازہ دم سپاہیوں کی طرح اور یہی قدم بڑا کر چیلے۔ مگر ایک یونانی کے تیرہ نے حضرت عبد اللہ کوئی نہ اچھے احرام باندھا ہے اسکا نام قرآن ہے اور آئندہ عمرہ کی نیت سے اسکو نہ کرنے کے بعد پھر حج کی نیت سے احرام باندھے گا تو حج منع ہے۔

جہاں افراد و رتبہ کی تو باکل دی صورت ہے جو بیان ہوئی الامجدان میں اسقدر فرق ہے کہ طواف قدم اور سعی میں اٹھا و المردہ دو دو کرنا لازم ہے۔

### ارکان حج جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔

میقات کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے غالباً جو ایک بار سے امیدلی زیارت تو یا حج کو آتے تھے اس وقت قریب پہنچتے تھے تو حج کی نیت سے ایسی باتوں کے کہنے سے جو تقدس اور ادب سے یہ خلاف سمجھتے تھے اعتبار کرتے تھے رفتہ رفتہ وہ مقامات بطور میقات قرار پائے اور زمانہ کے گزرنے پر ان ہی مقامات سے سافرون کا احرام میں داخل ہونا ایک امر لازمی اور ضروری قرار پا گیا۔ اگر کوئی شخص بلا ارادہ حج اور پھر باندھے احرام کے میقات پر کوہین چلا ہوا ہے اور کہہ میں پہنچنے کے بعد حج کا ارادہ کرے اور احرام باندھے تو اسے حج میں ہی کوئی انفس نہیں ہونے کا۔

احرام کے وقت آئندہ باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہنے کا یہی قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔

مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کا رواج زمانہ سابق سے برابر چلا آتا ہوا اور اسلام میں ہی قائم رہا یہہ پوشاک جو حج کے دن میں پہنے جاتی ہے ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے۔

حضرت ابراہیم کے زمانہ میں دینانے تمدنی امور میں ترقی نہ کی تھی۔ وہ ان قطع کئے ہوئے کپڑے کا رواج شروع نہ ہوا تھا کہ کوئی تمیض بنا جاتا تھا اور نہ شروانی نہ کوئی اچکن نہ کوٹ وغیرہ صرف ستر ڈانگنے کے لئے تہ بند باندھ لیتے تھے اور اس زمانہ میں دنیوی تہذیب میں عین تک ترقی ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ اگر کسی کو سر ہوا ایک چادر اوڑھ لی پس اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھا پڑوسی یا کسی قسم کی ٹوپی یا سر سے چادر اور نہ ہی کسی ذرا بھی رسم نہ تھی نہ کوئی قطع کیا ہوا کپڑا پہننا جانتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عبادت کی یاد گار میں یہہ حج قرار پانا تھا اور اپنے یوں ارشاد فرمایا تھا۔ ماسانی و بہت



جون ہی خالد کی تلوار جھکی اسکی چمکے عیسائیوں کی آنکھوں میں چکا چوندرودی۔ فتح جگر  
خالد کمان کر رہا تھا عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر ان کا افسر خالد حبیباً در تھا جگر  
تلوار پر اسلام ہمیشہ فخر کر لگا۔ تو تلوارین خالد کے نیزہ پر ٹوٹیں اور سیا گھسان اگر پڑا کہ کثیر  
القتل و عیسائیوں کے ہیکے جھوٹ گئے اور وہ بے اوسان ہو کر بہا گئے۔

یہ عظیم الشان فتح مسلمانوں کے ہاتھ آئی لیکن مسلمان اس جنگ میں ضائع بہت ہو گئے تھے  
اسلئے انہیں مدینہ منورہ واپس پھرنا پڑا۔ (کاسن می پریسول جلد ۳ صفحہ ۲۱۱۔ ابن الاثیر  
جلد ۲ صفحات ۱۸۰-۱۷۸) بنی اکرم نے خالد کو اس بہادر ہی پر سیف اللہ کا خطاب عطا  
فرمایا۔

اسی عرصہ میں قریشوں نے نکس عہد کیا اور وہ اپنے مددگاروں بنو باقر کے ساتھ حبشیہ میں  
نہج ہوئے اور باہم دونوں گروہوں نے گتھوت کر لی اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی اور یہاں  
یہاں دونوں عظیم الشان گروہ نے ملکر بنو خزاعہ پر جو مسلمانوں کی حمایت میں تھے حملہ کیا۔ اور ایک تعداد  
خزاعہ کی کات ڈالی اور امن کے شہرا زہ کو درہم برہم کر دیا۔ بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قریشی بوجہ میں کی جاتی ہے اسکا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے وہ قریشی تین طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو بانور کو ساتھ  
لیکر یثرب میں اس ارادہ سے کہ کہ شریفین جاکر ذبح کریں گے۔ اسکا ذکر تو اس آیت میں ہے۔ ،، والبدن جعلناہ لکم  
من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذا ذکر اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منها واطعموا القانع والمکتر  
دوسری قسم قریشی کی وہ ہے جو جمع متعین کی جاتی ہے اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

،، فاذا امنتم من متع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة  
اذا رجعتم و۔

تیسری قریشی عام طور پر سب کے بعد ہے اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے ،، وذلک اسم اللہ من ایاہم معلومات علی  
ما نزلہ فممن من یحکمہم الا لغام فکلوا منها واطعموا الباش الفقم ووجرا سودا ورحی جار کا ذکر قرآن میں نہیں ہے مگر اس  
جہ سے ایک کونہ میں لگا گیا تھا اس سے مقصد غالباً یہی تھا کہ طواف کی تعداد معلوم رہے اسی کونے سے طواف شروع  
وہاں سے اور اسی مقام پر ختم ہوتا ہے اور حجرا سود کو چھو لیا جاتا ہے یا بوسہ دیا جاتا ہے یا اس کی طرف ہشارہ کر لیا جاتا  
ہے یا جس سے معلوم ہو کہ ایک طواف ختم ہوا۔ رحی جار کی کوئی ٹیکہ وجہ معلوم نہیں ہوتی تمام ارکان حج اسلام میں وہ ہی  
حال رہے ہیں جو زمانہ سابق میں تھے۔ اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ وہی رسم رحی جار کی جو زمانہ جاہلیت میں تھی اسلام میں  
ہی مثل دیگر ارکان حج کے عمل درآمد رہی یہاں آیات لکھنے کے قابل ہے اور وہ بہت کم ہے کہ سر سید نے اپنی تفسیر میں سخت  
بیانی اور زاو طریقہ سے اس حج کی نسبت دریدہ دہنی کی ہے جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا چنانچہ وہ قرآن میں  
جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پہرے ہونے جو کہوٹے گہر میں ایک ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پہرے  
برکت میں چلے گئے یہاں ہی عام خیالی ہے۔ اس جو کہوٹے گہر کے گرد پہرے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد اوٹھ اور گدھے پہرے  
نہم ہیں وہ تو کبھی حاجی ہوئے پہرہ دیاؤں کے جانور کو اس کے گرد پہرے سے ہم کیونکہ حاجی جانین و تفسیر القرآن جلد اول  
نیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرہ سلسلہ نبوی۔ مطبوعہ ۱۹۹۲ ہجری مطابق ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۱۔

یہ سخت گوئی اور نامہذب تحریر سے اس مقدس مقام کو عفت نہیں مٹ سکتی جس کی نسبت خدا نے مبارک کالفاظ ارشاد  
فرمائیے۔ اور جبکو میں کروڑ مسلمان مقدس اور مبارک جانتے ہیں ایسی ہی سخت سخت باتوں سے مسلمانوں کو کہہ سکتے

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ مشرکین عرب نے خلاف معاہدہ ہم پر حملہ کیا ہمارے آدمیوں کو کاٹ ڈالا اور ہمیں لوٹ کر لیکئے۔ ہم آپ کی حفاظت میں تھے آپ ہمارا انصاف کیجئے۔ خاص مکہ میں بدظمنی اور مظالم کی حد ہو چکی تھی خود مکینوں نے علانیہ عہد شکنی کی تھی کئی مکی سرداروں نے بنی خزاعہ کے لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا جب بنی نے یہ ملاحظہ کیا تو آپ دس ہزار جو ان لیکر مکہ کی طرف بڑھے۔ عکرمہ اور سفیان سے خنیف سے مقابلہ ہوئے جن میں چند مسلمان شہید ہوئے اور پھر آپ بے مقابلہ اور مخالفت مکہ میں داخل ہوئے۔

اس طرح سے آخر کا بنی اکرم فاتح ہو کر مکہ میں داخل ہوئے یہ وہ ہی پاک نفس تھا کہ جو یہاں سے دشمنوں کے مارے ہجرت کر گیا تھا۔ اور جو ایک زمانہ میں بہت ستایا گیا تھا۔ اور سپر بڑے بڑے شدید مظالم توڑے گئے تھے۔ اب اس نے ثابت کر دیا کہ میری نبوت رحم والی انصاف کرنے کی غرض سے ہے۔

یعنی میں انصاف اور رحم کرنے اور امن پھیلانے کی غرض سے مبعوث ہوا ہوں۔ وہ شہر جسے کس بیرحمی اور قصائی اپنے سے اس کے ساتھ برتاؤ کیا تھا۔ جس شہر کا ایک ایک بچہ بچہ خون کا پیاسا تھا جس شہر کے ہر فرد شہر بنی کی تکلیف دہی میں کوئی بات اٹھانہ کہی تھی۔ اسکے معتقدوں کا ساتھیوں کو بیگیاہ گہروں سے نکال دیا اور شہر بدر کر دیا تھا۔ اور ان بیچاروں نے عزیزوں میں جا کر پناہ لی تھی اس کا جانی بیرحم دشمن جسے اسکے قتل و برباد کرنے کی کوئی کوشش اٹھانہ کہی تھی اور جس نے شہداء کے بچے میدان جنگ میں جا کر رائے تھے اور جس نے مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں بیرحمی سے چہرے لٹا کر پھیری تھیں اب وہ بالکلید محمد کے رحم والی انصاف پر منحصر تھا۔

کل شہر جسے یہ یہ مظالم توڑے تھے اسکے اور اسکے صحابہ کے قدموں کے نیچے وہ آسانی سے سب کو قتل کر سکتا تھا مگر نہیں وہ ان تکلیفوں اور شدید مصائب کو پہول کیا جو نفرت ہو گئی ہے جو چند جہلین بے لکھے پر ہے کسی ہونی پتلونوں۔ سے ان کی تاب نہ کر دین۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر اسی صورت میں مجھ کا یہاں ملے تو ہر کیا ہے کیا کسی پتلون کے میں ڈھیلے ہو جائے میں نا کلنٹے سے اٹھایا ہو کر ذرہ تروری عربی کے کوشٹ کا ٹکڑا کر بڑھا ہے یا دنیوی تمدن کی ترقی میں کعبہ کی عظمت اپنے دل میں قائم رکھنے سے کچھ فرق آجاتا ہے یا تہذیب کی چلتی گاڑی میں روتا اٹک جاتا ہے۔

کچھ یہی نہیں پھر میں حیران ہوں کہ ایسے پاک مقام اور ارکان جہ کی نسبت جو خود نبی اکرم نے ادا کئے یہ فلاح۔ تہذیب چلے استعمال کرنے کو لسی تہذیب اور شائستگی ہے سخت انوس کی بابت ہے کہ ایسا تجربہ کار کرگ باران دیدہ شخص اور وہ مسلمان بنکر یہ خلاف۔ اخلاق اور دل دکھانے والے چلے لکھے کیا مولانا محض علی اسد صاحب کی صحبت اور تعلیم کا کچھ بھی اثر نہیں رہا کیا تھا پوری کامیابی ہی نتیجہ ہے۔ اگر اسی مطلب کو ادا کرنا تھا تو کیا ایکو کہن شائستہ الفاظ نہ ملتے تھے سخت شرم اور غیرت کی بات ہے ذرا تو مسلمان کی یہی غیرت کی ہوتی۔



اسکے سوا طزن سے اسے پہنچی تین ہر قاتل کا گناہ اور سزا کا جرم بخشہ دیا گیا اور تمام مکہ شریف میں وہوئے وراہو  
دیا گیا کہ بچ بچ کا گناہ بخشہ دیا صرف چار آدمیوں کو سزا دے دی گئی تھی جو اس سزا کے مستحق تھے اور انصاف چاہتا تھا کہ  
انہیں ضرور ہی قتل کیا جاوے۔ مگر نے ہی اپنے پیارے بنی کے حکم کی پیروی کی لینے نہایت امن سے گردن  
پہنچی کئے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے کسی گھر کو نہ دیا کسی عورت کی بیغیرتی نہ کی گئی۔ تمام پنا  
کی تاریخوں میں ایسے رحم اور اس شان و شوکت کی فتح کی فطیر نہیں ملنے کی۔

کس نے شہر فتح کر کے قتل عام نہیں کیا اور شہر ہی وہ شہر کہ جو ایسی ایسی تکلیفیں دیکھا کرتا تھا  
قوم مشرک کے بتوں کو جن سے مشرک مقام بہر شٹ ہو رہا تھا ڈا دیا گیا۔ جب ان کے بت  
جاری تھے غلگین سے بت پرست چاروں طرف گھرے ہوئے تھے اور حسرت بہری نگاہوں سے  
اپنے دستی خداؤں کو گرتا ہوا دیکھ رہے تھے جبکہ انہوں نے مشکل کشا سمجھ لیا تھا اولیٰ پرستش کرتے تھے  
جب یہ مشرک و بدعت مٹی تو سچائی کا نور چمکا اور ایمان کا ستارہ طلوع ہوا اور پیر بدعات  
بلند ہوئی۔ صداقت اگئی۔ اور کذب مٹ گیا۔ فی الواقع کذب وال بد پرست۔

جب خانہ کعبہ ان بتوں سے پاک ہو گیا تو رسول خدا نے اس اسلامی مجمع کے سامنے وعظ فرمایا پہلے اپنے  
قرآن مجید کے لفظوں میں انسان کے فطری اتحاد اور مخلوق میں باہمی تعلقات کو بیان کیا۔  
اور پھر اپنے یہہ ارشاد کیا۔ اے قریش کی اولاد تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح  
رہتا ذکر دنگا۔ انہوں نے جواب دیا اے ہمارے بہائی اور بیٹے ہمیں امید ہے کہ تو رحم اور  
شفقت کا ہم سے برتاؤ کرے گا طبری لکھتا ہے کہ ان لفظوں سے نبی اکرم کی آنکھوں میں آنسو  
بہر آئے اور آپ نے فرمایا، میں آج کے دن متہین چہ نہ کہوں گا خدا تمہاری بخشش کرے گا  
وہ بہت بڑا غفور و رحیم ہے۔

اب ایک ایسے نظارہ کی طرف ناظرین کی توجہ مائل کرنا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے کسی تاریخ  
میں نہ لکھا ہو گا۔ یعنی گردہ کے گردہ لوگوں کے آنے اور سلام قبول کرنے لگے۔ آپ ایک  
کوہ صفا پر چڑھ کر یہہ فرمایا۔ اے تم کسی چیز کی سوئے خدا سے واحد کے پرستش نہ کرنا۔ تم دزدی  
نکرنا۔ حرام کاری سے بچنا اور بچوں کا قتل نہ کرنا۔ نہ تم کہی جھوٹ بولنا اور نہ عورتوں کی سبائی کرنا۔

علامہ ابن مشام صفحہ ۸۲۱۔ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۔

علامہ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۲۔ کاسین ڈی پریول جلد ۳ صفحہ ۲۳۳۔

اس سے زیادہ نیکی کی طرف راغب کرنے والا نبی اور کون ہو سکتا ہے۔ کہ جس نے برائی کی جڑہ اکیر کر پھینکی اور  
ایسے مصلح خدا کی مخلوق میں کی کہ ہر گناہ اور ہر سے ادا ہو گیا۔

چاروں طرف حق کی صدا یمن یمن یمن اور ہر دشت و صحرا میں یہہ آواز میں گونجنے لگیں خدا وحدہ ذمہ  
ہے اور اس کا نبی محمد صلی علیہ وسلم دنیا میں امن قیام کرے گا اور آخرت میں سببہ نجات کا  
موجہ گا۔

ایک کا ہمیشہ یہی وعظ تھا اور آپ مدام ان ہی باتوں پر زور دیتے تھے اور فی الواقع یہی تین اہنین تہذیب و تمدن کے رستہ پر لانے والی تھیں۔ جو انکساری اور غاصبی اس حالت میں تھی جب آپ نے مکہ سے ہجرت کی تھی وہ ہی اور اسبقدر حلیمی جب آپ کو پوری شوکت حاصل ہو گئی موجود تھی۔ یہہ حلیمی اور انکساری کی صفت ایک اعلیٰ درجہ پر تھی اور یہی گویا ایک ممتاز صفت نبوت کی دکھلا تی تھی۔

یہاں نبوت کی تکمیل ہو گئی یعنی جس کام کے لئے رسول اکرم مبعوث ہوئے تھے اس کام کو پورا آپ کے خاص خاص صحابہ صحرائی قوموں میں تبلیغ اسلام کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور چار دن بعد انہوں نے اپنی پر زور سچی نصیحت آمیز گفتگو سے دشمنوں کو آدمی بنانا شروع کیا۔ ان کو اسلام کی خوبیوں پر آگاہی دی اور اہنین ان فضائل سے حصہ دیا جس سے وہ بچا رہے حد برس سے بے پیرہ تھے۔

جو ترپ خوشخوار تہذیب اور تیز مزاج خالد بن ولید کی کمان میں جا رہا تھا اس نے چند دنوں کو دشمن کے سوار سمجھ کر قتل کر ڈالا خالد بن ولید کو غلطی ہوئی تھی لیکن اور مسلمانوں نے اس میں دخل دیا اور کہا کہ یہہ لوگ ہمارے دشمن نہیں ہیں فوراً قتل روک دیا گیا جب سول اکرم کو یہہ خبر پہنچی تو آپ نے ماتہ اٹھا کر خدا سے یہہ التجا کی۔ ”اے میرے مالک جو کچہ خالد بن ولید نے کیا ہے اس سے میں محض بیگناہ ہوں“ پھر آپ نے فوراً حضرت علی کو روانہ کیا کہ اس تشدد کا عوض جو کچہ ممکن ہو جا کر کر دے۔

اور ان کے آنسو پہ چوان کی ڈنار سے بند ہوا اور حضرت علی نے نہایت وفاداری اور انصاف شعاری سے اپنے اس فرض کو پورا کیا۔ آپ نے مقتولین کی کامل تحقیقات کی اور نام بنام اہنین لکھا پھر مقتولین کے کنبوں کو دیت یعنی خون بہا غایت کی جس کے آنسو پھینکے جب اہنین دیت دی جا چکی تو آپ نے باقیمندہ روپیہ اسی قوم میں تقسیم کر دیا کچہ مقتولین کے رشتہ داروں کو دیا اور کچہ اور غربا کو مرحمت فرمایا۔ قوم میں سے ہر ایک کا دل خوش ہوا اور وہ اس انصاف سے تمام ان باتوں کو بھول گئے جو ان کا دل دکھا رہی تھیں۔ رہنے مر جا و صدر جہا کے نعرے بلند کئے اور حضرت علی یہہ انصاف کر کے اور ان کے زخموں پر کارگر مریم رکھ کر واپس سول اکرم کے پاس حاضر ہوئے نبی نے بہت کچہ تعریف کی اور حضرت علی کا شکریہ ادا کیا۔

بدون کی خوفناک قومیں ہنوز پس پانہوئی تھیں وہ کہ فتح ہونے پر یہی شکستہ خاطر ہوتے۔

وہ ہی ان کا جوش و خروش باقی تھا وہ ہی غم اور وہ ہی مسلمانوں کی سیج کٹی کرنے کی تدبیریں تھیں۔

انہوں نے اب تک سازشوں میں کوئی بات نہ چھوڑی تھی آخر دو قوموں نے گٹھوت کر کے حنین کی گھاٹی کے قریب اجتماع کیا۔ یہہ دو بدوؤں کی قومیں ایک ہوازن اور ایک بنی ثقیف تھی۔ انہوں نے طائف کے قریب مضبوطی سے سورجہ بندی کر لی تھی ان کا قصد تھا کہ مسلمانوں کو تیار ہوتے ہوتے مکہ ہی پر جا ماریں اور انہیں مستعد ہونے کا ہوش نہ آنے دیں۔ آخر ایک خونریز جنگ ایک تنگ تاریک گھاٹی پر جو مکہ سے شمال مشرق کی طرف دس میل کے فاصلہ پر واقع ہوئی مشرکین کو سخت ہزیمت کے ساتھ شکست ہوئی۔ اور وہ بے اوسان ہو کر بہائے۔ یہ جنگ ہی یادگار رہے گی ان کی تمام فوجیں پریشان ہو گئیں مگر ایک قبیلہ بنی ثقیف نے طائف میں جا کر پناہ لی۔

جنہوں نے آئندہ یا نو برس ہوئے نبی اکرم کو اس مقام میں پناہ نہ لینے دی تھی اور سخت مظالم توڑے تھے قوم ہوازن آخر کار معہ اپنے تمام دنیوی سامانوں انٹولشیوں کے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی ان پر بالکلہ مسلمانوں نے۔ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن چند دن کے بعد طائف کا محاصرہ اٹھا دیا گیا کیونکہ نبی اکرم کو یہہ بخوبی معلوم تھا کہ خود بخود ان پر ایسا دباؤ پڑے گا کہ ایک قطرہ خون گرنے بغیر یہہ لوگ مطیع ہو جائیں گے۔ پھر آپ یہاں تشریف لائے جہاں ہوازن محفوظ موجود تھے نبی اکرم نے ایک سفارت آئی ہوئی دیکھی کہ جو بدوؤں نے یہ بھیجی تھی کہ ہمارے قبائل میں خطا معاف کی جائے اور انہیں رہا کر دیا جائے۔ بنی اپنی قوم کی جانب از کو شدہ خون کو ملاحظہ کر چکے تھے اور آپ عربوں کے اس باحس خیال سے یہی واقف تھے جو انہیں اپنے حقوق کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے آپ نے ان بدوؤں سے کہا کہ میں اپنی قوم کو ہرگز مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی قوم سے بہرہ ور نہ ہوں اور اس کے خوش ذائقہ پہلوؤں سے محروم کر دئے جائیں۔ اگر تم اپنے قبائل کو لینا چاہتے ہو تو تادان جنگ دید و اور اپنے ہمعوموں کو لیجاؤ۔ یہہ سنکر بدوؤں کے گماشتے رہنے ہو گئے۔ اور دوسرے دن جب نبی اکرم اپنے صحابہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے وہ بدوئی گماشتے پھرا گئے اور انہوں نے اپنی درخواست کو دہورایا۔ اور یہہ الفاظ کہے۔

اے پیغمبرے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت مسلمانوں سے کرائے اور ہم مسلمانوں سے ہتھ عا کرتے ہیں۔  
 اس کا سن دی برسوں۔ جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔ قاموس نے لکھا ہے کہ حنین وہ شہر ہے کہ جو مکہ سے طائف کو جاتی ہے روڈ میں ہے اپنے قریبی رقبہ میں ایک ٹوٹ دیا ہے جہیں وہ بیان کرتا ہے کہ اس کی دوری صرف تین میل ہے۔ حالانکہ یہہ سنی مذہب کے ہے۔  
 اس جنگ کا قرن بنی ہی ذکر آیا ہے۔ ابن ہشام صفحہ ۸۶۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحات ۲۰۱ و ۲۰۰۔  
 دوسری نے صبح کی نماز لکھی ہے جلد ۳ صفحہ ۱۵۵۔

کہ وہ جاری شفاعت اپنے بنی سے کریں کہ ہمارے بال بچے واپس کر دے جائیں۔ بنی اکرم نے دونوں سے ڈیوٹ کو جواب دیا۔ "کہ قیدیوں میں جو کچھ میرا حصہ ہے اور عبدالمطلب کے بیٹوں کا ہے وہ میں نے معین یک لخت دیدیا۔ یہہ سنتے ہی آپ کے معقدون پر لپکی اس ریحانہ فطرت کا بہت بڑا اثر ہوا۔ فوراً ہی سنے آپ کی تقلید کی چہرہ ہزار آدمی ایک ہی لمحہ میں آزاد کر دے گئے۔ اس حلیہ خیاضی نے بنی ثقیف کے دونوں برائے زبردست اثر کیا اور ان پر بنی اکرم کے رحم نے وہ تاثیر دکھائی کہ وہ یک لخت سب مسلمان ہو گئے۔ یہہ نظارہ کہ سقدانصار کو کھٹکا اور وہ اس تقسیم سے جو مکہ کے غلاموں کو ہوئی ناراض ہوئے۔ کیونکہ جتنا غلاموں کو حصہ ملا سقدانصار کو نہ پہونچا۔ ان کی ناراضی کی بینکے سول مقبول کے کان تک پہونچی آپ نے سبکو مجتمع ہونے کا حکم فرمایا جب ہ سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہہ ارشاد کیا۔

"اے انصار میں نے اس گفتگو کا علم حاصل کیا ہے جو تم باہم کر رہے ہو جب میں تم میں آیا ہوں تم ظلمت میں تھے لوٹیاں مار رہے تھے اور پھر خدا نے تمہیں سیدنا رہتہ بتایا۔ تم خسارہ پا رہے تھے اور تکلیف اٹھا رہے تھے اس نے تمہیں خوشی بخشی۔ تم میں باہم پوٹ پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد کہ دونوں کو بہائی چارے اور یک جہتی سے بہر دیا۔ کیا یہ بات نہیں ہونی چاہیے؟"

"بینکے جس طرح تو کہتا ہے یہی بات ہے۔ لطف و توفیق اور فضل خدا اور اس کے پیغمبر کو شایان ہے۔"

پھر بنی نے فرمایا۔ "جو کچھ تمہیں جواب دینا ہو جواب دو اسلئے جسکی نسبت تم نے کہا ہے اسکی میں یہی صداقت کرتا ہوں۔"

یہ وہ بولے۔ "تو ہم میں اس حالت میں آیا کہ شجر کو تیری قوم نے فریبی کہہ کر نکال دیا تھا اور ہم تجھ پر ایمان لے آئے۔ تو ہم میں فراریوں کی طرح بے مدد آیا اور ہم نے تیری مدد کی۔ جب تو محض مجلس اور لڑائی برادری سے جدا ہوا تھا ہم نے تجھے پناہ کی جگہ دی تھی۔ تو بے اطمینان اور پریشان خاطر تھا ہم نے تیری دہرا بند ٹائی تھی۔"

پھر بنی نے جواب دیا۔ "اے انصار تم اس دنیا کی چیزوں اور سامانوں سے اپنا دل کیوں رنجیدہ کرتے ہو؟"

ابن ابی شیبہ نے صحیحہ ۱۰۰۰ میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ۲۰۲ھ میں پیش آیا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے صحیحہ ۱۰۰۰ میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ۲۰۲ھ میں پیش آیا ہے۔

کیا تم اس سے مطمئن خاطر نہیں ہو کہ اور لوگ اپنے مویشیوں اور سانوں کو  
لیکر گرواپس پیرنگے اور مین تمہارے ساتھ تمہارے گہروں کی طرف چلو  
گا اس خدا کی قسم جسکی مٹی میں میری جان ہے میں ہتھیں کبھی نہیں چھوڑے  
کا اگر نام مخلوق ایک ہی رستہ پر ہوئے اور دوسرا رستہ انصار اختیار کریں  
تو یقیناً اور فی الواقع مین انصار ہی کے ساتھ رہوں گا۔ خدا تیرا مہربان ہوا اور تیرے  
برکت دے اور تمہارے بچوں اور بچوں کے بچوں پر رحمت کرے۔

راوی لکھتا ہے کہ ان الفاظ سے انصار رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کی نورانی ڈاڑھیوں  
پر پھینکنے لگے اور انہوں نے ایک ہی آواز میں غل جچا کر کہا۔

”اے پیغمبر خدا ہم اپنے حصوں پر بخوبی مطمئن گئے۔“

یہ بات فی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی خدمات کے صلہ میں پر نگاہ رکھتی ہے خواہ اس شخص روحانی  
خدمت میں کی ہوں یا جسمانی خدمات ان سے برائی ہوں۔ واقعی انصار جنہوں نے بنی کو ایسی حالت میں  
پناہ دی تھی کہ وہ دشمنوں کے مارے ہجرت کر کے اپنے وطن سے دیان پناہ گزین ہوا تھا اور پیر  
حالت سے یہہ شوکت حاصل ہوئی یہی صورت مین انصار کی نگاہ میں اپنے زیادہ استحقاق کی طرف  
آنکھ رہی تھیں وہ سمجھتے تھے کہ ہمارا استحقاق زیادہ ہے اور یہ خیال ان کا خلاف قیاس ہی تھا  
لیکن وہاں بات ہی دوسری تھی بنی اور خدا کا منشا سب کو گے یہاں یوں کی طرح بنا دینے کا تھا اور  
یہی منشا آخر کار پورا ہو گیا۔ انصار یہہ سمجھتے تھے اور وہ ہی صرف اس لحاظ سے کہ انہیں رسول اکرم  
سے حد سے زیادہ الفت تھی کہ بنی اپنے وطن ہی مین رہیں گے اور مدینہ کو واپس تشریف نہ چلیں گے کیونکہ  
ہمیشہ ہر شخص کو اپنا وطن پیارا ہوتا ہے اور وہ ہی ایسی حالت میں کہ اسے پوری شوکت حاصل ہو  
جائے مگر بنین بنی کی فیاضانہ فطرت ہرگز اس کی مقتضی نہ تھی کہ وہ انہیں چھوڑ کر مکہ مین ہو بیٹھتے  
جسے انہوں نے بنی کے ان پیارے الفاظ کو سنا۔ اگر سارا جہان ادھر سے ادھر ہو جائے گا جب یہی  
میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ ”ان کو رقت الگئی اور وہ بنی کی اس محبت پر پھوٹ پھوٹ کر رونے  
لگے اور انہوں نے یکن زبان ہو کر کہا کہ ہم نے سب کچھ ہیرایا۔

بنی کو انصار سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ باوجودیکہ انکو اپنا وطن سب سے پیارا تھا وہ وطن کہ جہاں آپ نے  
پرورش پائی تھی وہ وطن جہاں آپ سے خدیجہ الکبریٰ سے نکاح ہوا تھا۔ وہ وطن کہ جہاں آپ حضرت  
جبریل علیہ السلام کی لیکر خدا کی طرف سے نازل ہوئے تھے ایک مبصر اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسے وطن کی الفت ایسے

یہ صرف ایک عہدہ تھا کہ یہ سب آواز کو واپس کر دوں گا۔ یہ صاحب کی بہرہ روایت ہے اصل اور محض لغو ہے۔  
انہوں نے اپنے دماغ سے تراش کر سنا دیا جاپہلے اور اصلی واقعات کو چھپانا چاہتے مین مگر آفتاب کی روشنی کو کیسا ہی غلیظ  
معدنہ کا کرکڑ چھپا نہیں سکتا۔ یہ سب ہی ہوئی ہے بنیاد باقیں بچے واقعات کو ملیا میٹ نہیں کر سکتیں۔

پاک نفس کی طبیعت میں اور کیا ہو سکتی ہے جو جبراً یہاں سے نکالا گیا ہو۔ اور اس کے دشمنوں نبوت کے بعد اسے چین نہ لینے دیا ہو۔

انصار کو اس سے بہتر نعمت اور کیا مل سکتی تھی کہ ان کے پیارے بنی نے صرف ان کی خاطر اپنا اربا وطن چھوڑ دیا انہیں دینیوی زوال پذیر سامانوں سے نفرت دلائی۔ واقعی دنیا کی چیزیں نفرت ہی کرنے کے قابل ہیں لیکن وہاں تک کہ ان کے نفرت کرنے کا اثر ہم پر یا ہماری اولاد پر پڑا نہ پڑے۔ یہی لوگ دنیا ہی میں محو ہو گئے ہیں اور اس کی زوال پذیر چیزوں میں ایسے پیہمہ گئے ہیں کہ انہیں اپنے فرض کے پورا کرنے کی خبر نہ رہی اور شب و روز وہ اپنی تن پروری کی فکر میں گرا رہے ہیں جب سے پیدا ہوئے اور جب ان کی آنکھیں بند ہوئیں انہوں نے کبھی کسی سے ہمدردی انہیں کی کسی مصیبت زدہ کی دُپاس نہ بند ہوئی نہ کسی یتیم کے آنسو پوچھے ایسے لوگوں کا مرنا جیسا محض بے نتیجہ ہے۔

فتح مکہ کے چند ہی روز بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لگے۔ آپ کا یہ تشریف لیجانا گویا انصار میں جان کا ٹیرنا تھا۔ یہ ایک زبردست مصلحت تھی اور اس مصلحت کی تعلیم خدا کی طرف سے ہوئی تھی۔ جہاں تک مصلحت نبوی پر غور کیا جاتا ہے یہ خوب روشن ہے کہ جو موقع ہو اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔ اسلئے دنیا میں سب دنیوں میں افضل یہ دین ہے۔ جس کی خوبیوں نے ایک عالم کو گہیر لیا ہے۔ اور جس کے فضائل کو غیر اسلام نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

فتح مکہ کیا تھی گویا خدا کی نعمتوں اور دین حق کی تکمیل تھی۔ اب کوئی بات باقی نہ رہی تھی۔ دور و دراز اسلام کے برحق ہونے کا غلط آئہ رہا تھا اور ایک متوجع سامہو گیا تھا جس قبیلہ نے اسلام قبول نہ کیا تھا وہ مہنہ کھوئے ہوئے حالت تشنگی میں پریشان خاطر ادھر ادھر پھیر رہا تھا اور چون قابلِ عوئے دین اسلام قبول کر لیا تھا ان کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اشاعت اسلام کے لئے چاروں طرف گردش لگا رہے تھے اور لوگوں کو مسلمان کر رہے تھے۔ یہہ فیاضی اسلام ہی میں ہے کہ ہر جگہ یہ خیال رہتا ہے کہ ہم اس نعمت سے جسکا ہمیں حصہ ملا ہے دوسروں کو بھی اس کی چاشنی چکھائیں اور اُسے اعلیٰ غلاموں کی بھی یہی کیفیت رہی کہ مسلمان ہو کر اگر کوئی آرزو ان کی طبیعت میں باقی رہتی تھی تو وہ یہہ تھی کہ میں اسلام کی برکتوں کا ان لوگوں کو بھی حصہ دوں کہ جہاں پہنچتی ہے نہ واقف ہیں اور یہی تمکلتوں نے اس کی لذت کو نہیں چکھا ہے۔

یہہ اسلام ہی ہے جس نے ہر دل میں یہہ جوش پیدا کر دیا کہ فیاضانہ طور پر اس بخشش کا حصہ خود کو ملے۔ طوف سے ہمیں ملا ہے دوسروں کو دہی ہمدردی ہے اور یہی یہاں چارہ قائم کرنے کی پہل بنیاد ہے۔



## آہوان باب (سفارتوں کا سال)

(شعبہ ہجری مطابق ۲۲ مارچ سے ۱۹ اپریل تک)

یہ سال کائنات سال خصوصاً سفارتوں کا سال مشہور ہے اسلئے کہ اسی مبارک سال میں چاروں طرف سے رسول اللہ ﷺ کی سفارتیں آئی شروع ہو گئیں تاکہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری نبی کریم ﷺ پر کر دیں۔ غول کے غول سفارتوں کے مہینہ میں داخل ہوئے اور سب نے فدا ویت کیا۔

یہ دن جو اس جگہ پہنچا تھا اور حسین سے انسانی سکر اقامت کی یہاں تک حد ایکن بلذیر ہو رہی تھیں اور جس من سے وحشت اور خونخواری گڑ گڑاہٹ کی آوازیں نکلتی تھیں اور انسانی ہمت کے گرم گرم قطرے برس رہے تھے ہمیشہ کے لئے یہ اندھیری خوفناک گہرا اٹھا دی گئی۔ مصلح صواف ہو گیا تھا اور فطرت کا مزاج ساکن اور معتدل تھا۔ امن اور آزادگی کی ہوا میں پھیلنے لگی تھیں اور نفسا نفسی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ خود غرضی کی بلالے بیدار مان جو صدیوں سے چھبڑا رہی تھی بلیا میٹ ہو گئی تھی اور بجائے اسکے یہاں چارہ اور سچی محبت قائم ہو گئی تھی۔ کہہ کی فتح نے بت پرستی کی قسمت کا فیصلہ عرب میں کر دیا تھا۔ وہ دیہیان جو اتک کہہ کی جاتی تھیں یعنی لات منات وغری سب ڈبا دی گئی تھی۔ ان کے ڈھنٹے سے عرب کی خوشی بت پرست قوموں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ وہ ان دیہیوں کو بہت بڑا قوی اور زور آور جانتے تھے جب وہ ڈبا دی گئیں اور ان کے ٹکڑے اڑ گئے تو اب ان کی وہ تسلیم شدہ قوت ہی سترلا ہونے لگی اور وحشیوں کے اعتقادات میں یہ سمجھ کر فرق آنے لگا کہ واقعی یہہ نہ اڈہو سلا ہی تھا ہم نے ایک فضول کام پر اپنا وقت ضائع کیا۔ یہہ خیال ان کے قدیم عقائد سے انہیں ہٹا لگا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ سچے مسلمان ہو گئے۔ تمام اطراف سے سفارتیں آئیں تاکہ نبی کی سچے دل سے اطاعت قبول کریں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابہ اور شہر مدینہ کے ممتاز رئیس نبی کے اشارہ سے سفروں کو اپنے مان اوتارے تھے اور اس وقت میں جو مہمان نوازی کا تکلف ہو سکتا تھا اپنے غیر ملک کے اجنبی مہمانوں کے لئے مہیا کرنے میں کچھ باقی نہ چھوڑتے تھے۔ چلتے وقت اپنے مہمانوں کو راہ خج ان کے درجہ اور عہدہ کے موافق دیتے تھے اور بہت سے ہنڈرائے پیش کرتے۔

اس سے زیادہ مہمان نوازی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایک تازہ معاملہ قرار پایا جس سے پریلو کے حقوق کو اور وسعت دی گئی اور یہ مقرر ہوا کہ جب کوئی نیا آباد کار آئے، تو کہہ دینا چاہیے کہ میں ان کے لئے مقرر ہوا کہ جو انہیں دین کے روشن اصول پر اس کے خدائے خدا کے پیر ہیں، ان کے لئے اور شکر کی وجہ سے ان کی طرف سے انہیں پیر ہے۔

بنی اکرم کی ہدایت کے بموجب مسلمان داخلہ و غریب و لون سے دینی قوموں کو تہذیب سکھارے تھے اور انہیں اہمیت سے آگاہ کر رہے تھے کہ خواتین دہندہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسپرمان لاؤ چاروں طرف سے یہ یہ یہ اور اذین بلند ہو رہی ہیں۔

اٹھو سو نے والو سحر ہو گئی ہے

قسط طیف نے والے ہنوز ان عربی فحش کے خواب خرگوش میں پڑے ہوئے خراٹے لی رہے تھے جو انہوں نے زمانہ سابق میں عرب پر حاصل کی تھیں۔ انہیں ایٹس گشس کی مہم کو شمس کی کمان میں پہنچی گئی تھی یاد تھی وہ عرب کو ان کے زمانہ قدیم کی طرح منہ کا نواہی سمجھتے تھے انہیں اپنی حشمت اور جلال کے بہرہ سے بہرہ یقین تھا کہ تم جب چاہیں گے عرب پر قبضہ کر لیں گے۔

ہرقل ایرانیوں پر فتح پائی ہو کر اپنی سلطنت کو واپس پھر لیکن اسکے ملکی خیال نے اسے اس عجیب سا رخ کی طرف سے اندازہ نہ ہو سکا دیکھا کہ جو ابھی واقع ہو چکا تھا اور حمین ہی پھر مسلمانوں کے کثیر استعداد و فوج کو تلواریں مار کر پس پا کر دیا تھا۔ اپنے ملک شام کے قیام میں اس نے اپنے اس تحت ریٹون اور جاگیر داروں کے نام فوجوں کے جمع کرنے کے فرمان بھیجے تھے تاکہ اسلام کی سلطنت جمہوریہ پر حملہ کر کے اسکی ترقی کو روکا جاوے اور اسکی بیخ و بنیاد عرب میں سے اکٹیر کر پھینک دی جائے۔

میں درمیان سال (جس کا کوبر سنک) تھا۔ گرمی کی انتہا درجہ کی شدت۔ سفر کی سختی۔ اور وحشی قوت کی عجیب و غریب رعایتوں نے جو مسلمانوں کے قانون تک پہنچ رہی تھیں۔ اس لئے ان کے حملہ کو روکنے کے ارادہ جنگ میں خامی پیدا کر دی تھی۔

آفتاب اپنے عظیم الشان مدور کرہ کی آتش فشاں کر رہا تھا۔ تپتی ہوئی ریٹون اور بہلتے ہوئے رنگستانوں میں غصہ کی سے گرم گرم لوہیں چلنے لگی تھیں۔ صحرا و دشت تنور ہو رہے تھے ایسی خوفناک اور جان و تن کی بہل سا دینے والی گرمی میں نہ کہیں سبزہ زار نہ کہیں شیریں اور ہنڈے پانی کے چشمے اور بہر دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہونا واقعی ایک سخت بات تھی۔

اور سپر نیا طرہ اور یہ تھا کہ قسط طیف کی شوکت و قوت کی افواہیں تمام مسلمانوں کے قانون میں بے درپے پہنچ چکی تھیں کہ ایسی دولت مند سلطنت ہے اور اتنی لاکھ فوج ہے اور وہ لوگ ایسے سامان رکھتے ہیں۔ ایسی نازک صورتوں میں مسلمانوں کی کچھ زیادہ ہمت نہ بندھی پھر بھی ہی

اسپاہ جمع ہوئی جسکی کمان خود نبی اکرم نے اپنے ماتھے میں لی اور آپ اس چھوٹی سی جمیعت کو بروانہ ہوئے۔ ایک ٹول و طویل در تکلیف وہ سفر کے بعد آپ تبوک میں پہنچے یہ مقام دمشق مدینہ کے چھوٹے بچے و بیٹے تھے۔ یہاں نبی اکرم نے قیام فرمایا۔ یہاں آپکو ایک تعجب خیز یہ معلوم کی کہ یہ علم روم کی خبر محض ایک یونانی کے خواب کا نتیجہ تھا اور شہنشاہ قسطنطینت کیسے کا اپنی مملکت کو روانہ ہو چکا جب نبی نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں کوئی سامان فوجی اسکا ہتھین ہے کہ مدینہ کی جمہوری سلطنت کو صدمہ پہنچا سکے اسلئے آپ نے واپس پرنے کا حکم فرمایا بیس دن مسلمان دن میں قیام پذیر رہے۔ یہاں ہر قسم کا چارہ مویشیوں اور ان کے جانوروں کے لئے دستیاب ہوتا اور کثرت سے پانی ملتا تھا۔ اسطرح سے بارہم بیس دن تبوک میں قیام کر کے مسلمان مدینہ منورہ چلے گئے۔ یہہ ہینہ رمضان کا تھا جب مسلمان و مان سے واپس پرنے تھے۔ آفتاب کا جون زور وں پر اور اسکی غنفوان جوانی کی داد پہلستے ہوئے سنگلاخ اور چلتی ہوئی کوئین دیر ہی تھیں۔ دن ہی آپ مدینہ منورہ پہنچے آپ کو معلوم ہوا کہ ایک سفارت سنگدل اور نا خدا ترس شرکین مالک کے پاس سے آئی ہوئی ہے یہہ وہ ہی ہیں کہ جنہوں نے نبی پر سنگ باری کی تھی اور جو جسکے اپنے مان نہ آنے دیا تھا۔ غزوہ بن مسعود و ثقیفی سردار طائف جو غزوہ حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ میں چلا آیا تھا اور کچھ دن مدینہ میں رہ کر صدق دلی سے مسلمان ہو گیا تھا ایک پر جوش اور دل بلا مسکین تھا۔ نبی اکرم نے اسے خوب سجا دیا تھا کہ جب تک طائف و لے راہ رست پر نہ آجائیں ہرگز ادھر کا رخ نہ کیجھ لیکن وہ اسلامی فیاضانہ دوسے جو اس کی رگون میں خون کی طرح دوسرے لے اسکے مقتضی ہوئے کہ وہ مدینہ میں ہی رہتا۔ اس کے دل میں دعوت اسلام کا جوش اٹھا اور اسے وہ طائف کی جانب اس لحاظ سے روانہ ہوا کہ اپنی قوم کی بت پرستی چھوڑے اور انہیں اسلام کی برکزن بتوں سے مالا مال کر دے۔ شام کے وقت غزوہ طائف میں پہنچا۔ اس نے اپنے بہائی بندوں اور بوطنوں کو بلایا اور اپنی رام کہانی سنائی۔ شام کو کسی نے زیادہ توجہ نہ کی لیکن علی اصبح جب دوبارہ غزوہ نے دین حق کی طرف انہیں بلایا اور غزوی کی پرستش سے باز رکھنا چاہا بس وہ یہہ سنگ سخت غضبناکی میں پھرنے اور انہوں نے اپنے اسی وحشی چلیش میں غزوہ کو پتہ مار کر شہید کر دیا اسکی دم توڑی ہوئی صدا نے شرکین کے کچھون کو ہلا دیا اور وہ صدا یہہ تھی۔

”میں نے خدا کے نام پر صرف مخلوق کی بہتری کے لئے اپنا خون گریا ہے۔“

ایا نبی جان دی ہے خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اسنے شہادت کی عزت

۱۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۲۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۳۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۴۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۵۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۶۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۷۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۸۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۹۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۱۰۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۱۱۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۱۲۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۱۳۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۱۴۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۱۵۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۱۶۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۱۷۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۱۸۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۱۹۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۲۰۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۲۱۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۲۲۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۲۳۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۲۴۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۲۵۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۲۶۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۲۷۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۲۸۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۲۹۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۳۰۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۳۱۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۳۲۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۳۳۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۳۴۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۳۵۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۳۶۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۳۷۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۳۸۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۳۹۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۴۰۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۴۱۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۴۲۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۴۳۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۴۴۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۴۵۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۴۶۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۴۷۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۴۸۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۴۹۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۵۰۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۵۱۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۵۲۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۵۳۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۵۴۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۵۵۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۵۶۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۵۷۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۵۸۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۵۹۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۶۰۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۶۱۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۶۲۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۶۳۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۶۴۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۶۵۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۶۶۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۶۷۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۶۸۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۶۹۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۷۰۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۷۱۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۷۲۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۷۳۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۷۴۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۷۵۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۷۶۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۷۷۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۷۸۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۷۹۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۸۰۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۸۱۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۸۲۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۸۳۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۸۴۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۸۵۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۸۶۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۸۷۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۸۸۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۸۹۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۹۰۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۹۱۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۹۲۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۹۳۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۹۴۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۹۵۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۹۶۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔ ۹۷۔ کاسم: نبی پر نبیوں علیہ السلام ۲۸۶ و ۲۸۷۔ ۹۸۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۰۰۔ ۹۹۔ ابن ابی حاتم علیہ السلام ۳۱۵۔ ۱۰۰۔ ابوالخیر علیہ السلام ۸۵۔

بچے بچتی ہے اسے میرے دوستوں میری آخری التجاہد ہے کہ تم مجھے ان مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو دفن کرنا کہ جو غزوہ حنین میں شہید ہوئے ہیں دو۔

غزوہ کے مرتے وقت کے جانگذا اور پر شوق الفاظ نے اس کے ہموطون کے دونوں پران کو شہ سے زیادہ اثر کیا کہ جو اس نے اپنی زندگی میں کی تھیں۔ شہید کا خون قاتلون کے دلوں میں پورے تا کر گیا۔ اسکی جانگذا آخری صدائے خود بخود انہیں روشن کر دیا کہ اسلام سچا ہے۔

اس کا دم واپسین غضب کا کام دیکھا۔ وہ پر شوق الفاظ کہ بچے ان شہداء کے پہلو میں دفن کرنا کہ جو حنین میں شہید ہو گئے ہیں غضب کے پرنا شیر اور مقناطیسی کشش کہنے والے تھے اس کا خونی نظار اپنے ہموطون کی بہلائی کی آرزو میں آسمان کی طرف اٹھانا قاتلون کے دلوں میں کہیا جاتا تھا۔ اس خون آلود چہرہ اور پھر شہادت کا آتھار حاصل کرنے کی شادمانی کی تمام ہٹ نے پھر مارنے والوں

ایک منوں کر دیا تھا۔ کسی شہید کی اس نواثر صدائے صدائے دونوں کو سحر کر لیا اور جبراً اپنی طرف مائل کیا یہہہ صداس جان شاد فاد میں اکر م کی تھی کہ جو اس کی جیم فطرت اور صادق الوعدی ایمان لے آیا تھا۔ یہہہ پاک بغض تو شہید ہو گیا لیکن اس کے گرم گرم خون کے قطروں کی بہا نظام کو شکر کے تاریک تر دایرہ سے نکال کر ایمان کے پر نور دائرہ میں لے آئی۔ انہوں نے بڑی سرگرمی سے

غزوہ کو شہدائے با پس دفن کیا اور پھر سب اہل طائف نے ملکر ایک سفارت بنی کی خدمت میں آئی کہ آپ ہماری خطا بخشدین اور ہمیں اجازت دیں کہ ہم بطیب خاطر غزوہ اسلام میں آجائیں مگر انہوں نے التجا کی کہ ہمارے دیوتاؤں کو کیتھد مہلت دی جائے یعنی ہمیں بڑا کرنا جائے۔ پہلے انہوں نے دو برس کی مہلت مانگی پھر ایک برس کی اور پھر چھ مہینے کی لیکن یہہہ ساری باتیں

غیر مفید تھیں ایک ہی مہینہ میں ان کے خیالات نے کچھ کا کچھ پٹا کھایا۔ اسلئے کہ اسلام اور ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی وہ ہی مستقل مزاج تھے۔ پھر انہوں نے التجا کی کہ ہمیں روزانہ عبادت سے رخصت دی جائے یعنی ہم روزانہ عبادت سے سبکدوش رہیں جائیں مگر نبی اکرم نے جواب دیا کہ بغیر عبادت کے اسلام کو کی چیز نہیں ہے طائفین سے انہوں نے جو

کچھ ان سے کہا گیا تسلیم کر لیا اس بات کی انہیں معافی دیکھی تھی کہ وہ اپنے ہی قاتلون سے اپنے بنو بنو نہ توڑیں۔

دراصل یہہہ لوگ صلحی وقت سے مسلمان ہو گئے تھے ان بتوں کے توڑنے کے لئے غزوہ کا پہلا مقرر کر کے بھیجا گیا طائف میں جو وقت بتوں کے توڑنے کی تعمیل ہو رہی تھی عورتوں کی ناری کا کو

۱۔ ابن ہشام صفحات ۹۱۵ ۹۱۶۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ ۲۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔ ۳۔ ابن ہشام صفحات ۹۱۸ ۹۱۹۔ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۷۱۔ ۴۔ جو کہم جو کہم کے نوں سال سفارتوں کا بہترین ہوا تھا اسلئے اس سال ہی کو سفارتوں کا سان کہتے ہیں جو سردار کے خود ہی ایمان لے آئے تھے۔ ۵۔ انیسویں سال اور امن جو ملک کے میں زیادہ شہوہیں اور یہہہ لوگ جو ایمان یود و بائیں کہتے تھے ان ایمان لے آئے تھے۔



ہنہین اور پرہیزگار کے خاصوت ہو رہے تھے کعب کا سکا بہا کی مسلمان ہوجا کر  
 انہی نے اپنے بہائی کو کعب کہا کہ تو کیوں ایسے دین — اور دینداروں کی مخالفت کئے  
 جاتا ہے جو خدا کی پرستش کرنے کا حکم دیتا ہے اور بتوں کی پوجا پاؤں کو روکتا ہے۔ اسکی خدا  
 کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ روشنی کی طرح پھیلتا جاتا ہے اور گروہ کے گروہ مسلمان ہونے کو  
 اپنی گرم سے لے تو سچے معلوم ہو کہ دنیا میں ایک ایسا شخص پیدا ہی نہیں ہوا خدا کی مائت  
 بحث شون کا ایک نمونہ ہے جو اپنے دوستوں کی طرح اپنے دشمنوں پر بھی مہربان ہے اور ان پر  
 یہی شفقت کرتا ہے۔ وہ صرف واحد خدا کی بندگی کی طرف بلاتا ہے اور کہیں — کہیں اپنے تفسیر  
 کے دھون کو تھوکر لیا ہے اور وہ سب اس پر فریفتہ ہیں۔

ایسی خدمت اور فریفتگی کا نقشہ تو نے کسی کہیں کسی سردار کے دربار میں نہ دیکھا ہوگا۔ آخر سچے  
 تو بہت سے سرداروں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہوگا لیکن اگر تو ایک بار نبی کو اپنے صحابہ  
 میں بیٹھا ہوا دیکھے وہ یہی ایک کس کی پوشش میں تو سچے ایسے پر شوکت جلال کا نقشہ دکھائی  
 دے کہ تو انسی چٹائیوں پر بیٹھے ہوئے گروہ کے جلال کے آگے ان رئیسوں اور شاہوں کا درباری  
 جلال بھول جائے جنہیں سچے جاننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس تقریر نے کعب بن زبیر کے دل پر  
 زیادہ اثر کیا بہت پرستی کی تاریکی اسکے دل سے دھوئی گئی اور ایمان کے نور نے اس کا قلب کو گہیر لیا۔  
 اسکا دل بہرایا۔ اور وہ ایمان قبول کرنے کے لئے بیتاب ہو گیا اور اب اس نے یہ منور آنے کا  
 قصد کیا۔ پہلے اسے خوف تھا کہ کہیں میری بدکرداری کی سزا تو نہیں ملنے کی لیکن اپنے بہائی کے  
 نبی کے رحم پر ہر دہنے نے اسے متوجہ کیا کہ وہ بہت جلد نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہو جانا

مخصوص رکھا ہے۔ غریب کی پرورش کی ہے۔ مصیبت زدہ کی ڈار سے بند ہوئی ہے کہی اس نے دے ہوئے ترک  
 سہارا بنیں کیا۔ میں سفید حاتم کی لڑکی ہوں، مایہ سنے ہی نبی اکرم کے جواب دیا۔  
 کیا تیرا باپ ایک مسلمان کی سی نیکیاں رکھتا تھا اگرچہ اعانت دینے کے لئے کہ میں ایسے شخص کے لئے کہ جسکی عربیت پرستی میں  
 گزری اور جو اب تک تباہ میں اسکے لئے خدا کا رحم مانگوں تو میں خدا سے دعا کروں گا کہ تو اسی کی روح پرانی  
 ملازمت کر، پھر اپنے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرایا، حاتم کی بیٹی کو آزادی دیدی گئی۔ اس کا باب ایک  
 فیاض والہ انسان آدمی تھا خدا رحیم کو اسکے رحم کا صلہ دیتا ہے اور اس سے الفت رکھتا ہے۔ اور سفید کے ساتھ اس  
 تمام آدمی کو دیکھے گئے سو سعدی نے بوستان میں اس موقع کا اپنی زود اثر ادبی نظم میں ذکر کیا ہے چکا  
 بیان دل میں بیٹھا چلا جاتا ہے۔ اس کے زیادہ صادق اور عداور رحمہ اللہ طبع نفس اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے دشمنوں  
 سے ہی اسی عفت اور نرمی سے پیش آتا تھا اور ان کی باتوں کا یقین کرنا تھا کہ جیسے اپنے دوستوں پر ایک مہربان  
 پرست کی فیاضانہ صفیتیں سنا خدا کی رحمت اس کی روح پر پہنچنے کو تیار ہو گیا اور اس کو جس سے اسکی نیک حضرات  
 ہوسنا۔ کیا اس سے یہی زیادہ رحم کی مثال کوئی لا سکتا ہے کیا اور امین اپنے اپنے بیٹوں کی کوئی ایسی مثال  
 رکھتی ہیں۔ جانی دشمنوں پر یہ غفلت اور یہ شفقت اور یہ خندہ پیشانی سے پیش آنا یہ ہی پاک مقدس  
 برتر نفس کا کام تھا کہ جو یہ کہنا سزا دار ہے۔

بعد از خدا پر رک توئی قصد مختصر



وہ دورا ہوا سترلین طے کرنا مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور سیدنا اس مسجد میں گیا کہ جہاں  
نبی اکرم تشریف رکھتے تھے اس نے ایک عجیب غریب نظر دیکھا کہ ایک شخص کو بہت سے لوگ گھیرے  
ہوئے بیٹھے ہیں اور نہایت ادب اور عزت سے مستغرق ہو کر اسکی گفتگو سن رہے ہیں۔ بغیر کسی  
سے دریافت کئے یہہ بیان کیا کہ نبی اکرم ہی میں اسلئے خدا کا جلال جسکے پر نور چہرہ پرہ خشانی کرنا  
اتہادہ نبی کا مبارک چہرہ تھا۔ اس گردہ کو چہرہ نبی اکرم کے سامنے کھڑا ہوا اور یہہ زبان پر لایا کہ  
یہی اللہ اگر اسوقت اپنی خدمت میں کعب بن زبیر آئے تو کیا آپ اس کی خطا معاف کر دیں گے۔ فرمایا ہاں  
اگر وہ یہاں آئے تو میں اسکا گناہ بخش دینگا۔ کعب نے کہا اے نبی اللہ کعب بن زبیر میں ہی ہوں  
یہہ سنتے ہی صحابہ نے نبی سے اجازت چاہی کہ اگر حکم ہو تو اسکی گردن آڑا دیں مگر نبی اکرم نے یہہ فرمایا  
میں اسکی خطا میں سب معاف کر چکا ہوں کعب نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں اپنا تصنیف کیا ہوا  
تقصیدہ پڑھوں حکم ہوا کہ پڑھ جب اسنے یہہ شعر پڑھا۔

ان الرسول للنور لیستضاء بہ

وہدکم من سیوف اللہ مسلول

(ترجمہ)

پیغمبر وہ مشعل ہے جسنے دنیا کو روشن کر دیا ہے

وہ ایک تلوار ہے کہ جو یہہ نبی کا ستیاں کٹتی ہے

جون ہی وہ قصیدہ سناتے سناتے اس شعر پڑا اور خوش لہجہ میں پڑھ کر سنایا آپنے اپنا خرقہ اسے اتار  
کر دیدیا جو بعد ازاں اسکے کہنے نے معاویہ کے ہاتھ چالیس ہزار درہم کو فروخت کیا۔ اسکے بعد غلام اسے  
غلامیہ کے قبضہ میں پہنچا اور اب عثمانی گورنمنٹ کو برکت دیر رہا ہے۔

اس آبادہ کو خرقہ تشریف کہتے ہیں جو قومی سانچوں میں پہرہ اسلحہ پر باندھا جاتا ہے۔  
یہہ خرقہ تشریف قسطنطنیہ میں خاص سلطان وقت کی حفاظت میں برٹشی عورت اور ادب سے رکھا گیا ہے آٹھویں دن سلطان  
وقت اپنے ہاتھ سے کھولتا ہے اور اس میں عطاریات وغیرہ ملکر یہہ عطر رکھ دیتا ہے یہہ کبھی اور کبھی وقت باہر نہیں نکالا جاتا  
ہاں اسوقت کہ جب یہہ سمجھ لیا جائے کہ تخت روم پر ابینی ہے اور غریب یہہ سخت غیر اسلام کے قید میں آجائے گا۔ اس  
خرقہ کا کلنا ایک عصب کا سا منا ہوتا ہے ایک پر خوش فوج مسلمانوں کے تنوں میں پہنا جاتی ہے اور وہ جب تک اسے  
دشمنوں کا فیصلہ نہ کریں یا خود نیست و نابود نہ ہو جائیں باز نہیں آئے۔ اسی خرقہ تشریف سے عثمانیہ گورنمنٹ کو بہت بڑا فخر  
ہے اور یہی گویا ان شکند لون کی سبب طمانیت ہے۔

اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ ہی کہتے ہیں لیکن ان قصاید بردہ سے اس میں بہت بڑا فخر ہے جو ابو عبد اللہ محمد بن سعد نے لکھا  
کی عروج سلطنت میں تصنیف کیا تھا جسکا پہلا شعر یہہ ہے۔

امن تذکر جبران بذی سلم + مزجت معاجری من مقلدہ بدم

اور شریف الدین بوہیری نے کہا تھا۔ ایک مشہور روایت کے بموجب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شرف الدین بوہیری  
قصیدہ لغتہ کہیگا تو اسنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اپنے خوش ہو کر اپنا لبادہ عنایت فرمایا۔  
شرف الدین بوہیری نے اس لبادہ کو اور دیکھا اس شخص کو برص کا مرض تھا۔ لبادہ اور شیشہ ہی وہ مرض جانا رہا صبح  
جو آئینہ کھلی تو اپنے کو صحیح و سالم پایا اسان قصائد پر اگر ایک نظر ڈالی جائے گی تو معلوم ہوگا کہ یہہ قصیدہ کتنا اوس

ابن ابی کوفی روگ ان بت پرستوں کو کعبہ میں آنے کی نہ تھی کہ جو ہر سال جمع ہو کر اپنے ارکان میں  
بت پرستی کو انجام دیتے تھے۔ مگر مصلحت وقت اسی کی مقتضی ہوئی کہ رسوم بت پرستی کو عیسے مطلق  
انہادی جائیں اور اس کا اختتام ہی کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کو موقع ملے کہ وہ بطائیت اپنے خدا کی  
پرستش کریں اور انہیں کوئی مشرک بت پرست شریک نہ ہوئی اگر م نے اس کام کے دینے کے لئے  
علی کو منتخب کیا کہ آپ مکہ پر اعلان خاص یوم انہدین پر ہر سنا دین اور وہ اعلان یہ ہے۔

”اس سال کے بعد کوئی بت پرست یا مشرک زیارت کعبہ نہ کرے یا بیگا کوئی  
شخص برہنہ طواف کعبہ نہ کرے یا بیگا۔ جس نے نبی کے ساتھ عہد و پیمان کر لیا  
ہے وہ اس کا آخر تک پابند رہیگا۔ باقی ماندہ لوگوں کے لئے چار مہینے  
کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی حدود میں چلے جائیں اسکے بعد نبی  
کیسکا عذر نہ سنیگا سوائے ان کے جس سے عہد و پیمان ہو چکا ہے۔“

مسلمان مصنفوں نے اس اعلان پر بہت بڑی بحث کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی دور  
اندیشی تھی ایسی قیمتی دوران دیشی کو سوچا اور سپر عمل کرنا یہ اسی داغ کا خا صہ ہے کہ جسکو فطرت سے  
نبوت مل چکی ہے اس اعلان نے بہت بڑا اثر کیا اور تمام مشرکین میں ایک سنسناہٹ سی پھیل گئی  
اگر ہی رسم جاری رہتی کہ مسلمانوں کے شانہ بشانہ ہزاروں بت پرست مشرک آتے اور زیارت کرتے یہ  
شریت ہوتے تو ہر فحش کعبہ کی تہہ ہی کیا نکلتا اور یہ کہ یہ کر کہا جاسکتا کہ خدا کے پاک اگر سے بت پرستوں  
کی ناپالی دہو دی گئی۔ اور نہ بت پرستوں کو معلوم ہوتا کہ عین کچھ سناہٹ ہے اور ہم اپنی ناکردار  
کے نتیجہ کو پہنچے ہیں۔ در نہ یہ کہ چونکہ ہو سکتا تھا کہ اسلام نہ جاتا اور دو کا دو دپانی کا پانی ملنے  
معلوم ہوتا۔ نبی کا یہی کام تھا اور یہ ہو گیا آپ نے پورا کیا کہ اسلام کو مشرک سے علیحدہ کر لیں اسلئے یہ  
ضرور تھا کہ یہ اعلان دیا جاتا۔ تاریخ ہمیشہ اس اعلان پر فخر کرے گی کہ جو نبی اکرم کے وقت پر  
ہوئی تھی شرکین عرب میں ہنسنے والے قومیں بڑی تھیں کہ جو اپنے جوں کے کئے ان کی قربانی کیا

اسباب اخذ کے معانی سے بہت ہی پاک ہیں۔ ایسے ہی ان باتوں میں کہ جو خدا اس پر ہی کو خدا بنا دین  
سب میں بڑیکہ قصیدوں میں خصوصاً نبی کو خدا توں کا بیان اور یہاں تک خیال کیا جاتا ہے اس کے واقعات کا بہت لحاظ  
ہو گا کہ اس لحاظ میں شریعت کی کئی کئی باتیں جو یہاں ملے کئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایسا ہی ہندو شریعت کی یہودہ کوئی سے یہ  
و قصیدہ میں ہر جہاں بہتر اور تہی ہے آج تک داری بار و زبان میں کوئی قصیدہ ایسا نظر نہیں پڑا کہ جس میں  
آخر الزمان کی سچی سچی صفات اور عبادت بیان ہوئی ہوں جس قصیدہ کو دیکھو جوت اور لایعنی باتوں کے تو سب  
طوفان ماندہ ہیں اور کہیں اصلی واقعات سے بحث نہیں کی ہے۔ اگر ہم اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں کہ  
تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی شان کو بگاڑ کر دکھا گیا ہے۔ خدا ان مشرکوں کو

کرے۔

جانی سے سختی ہے اس فقہانی بننے کی رسم سوکنے کے لئے پند سستی کی اور شدید مخالفت کر دی  
مگر آئندہ کوئی شخص ان فی قربانی نکرے ورنہ سزا موت پائے گا۔ اسرائیلی ہنوز اپنی برائی دلوں  
میں مبتلا تھے اور کردہ کردہ باتوں کی پرستش کرتے تھے ان کو یہی انصاف اور رحم کی تعلیم دی  
گئی مگر غرض جو وقت حضرت علی نے لوگوں کو جمع کر کے آبادانہ بلند یہ اعلان سنایا وہ بنجاموشی سننے  
پر ہے ان پر اس اعلان کے الفاظ نے بہت بڑا اثر کیا جب وہ اپنے اپنے شہروں میں واپس چلے  
گئے تو ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ سب مسلمان ہو گئے اور وہ مسلمانوں کی صورت میں داخل  
ہو گئے اس اعلان نے بہت بڑا کام کیا اور ہزاروں کو اسلام پر مائل کر دیا جب تک کہ مسلمانوں  
کے قبضہ میں ہے اور قیامت تک یہی اسی اعلان پر عمل درآمد ہوتا رہے گا۔

اب ہنوز اس کلمہ بنی کی بری خبر داری سے تعمیل کی جاتی ہے کسی مشرک یا غیر اسلام کو دمان جانے کا حکم نہیں ہے  
مگر جو چیز پکڑ جائے اور عربوں کو معلوم ہو جائے تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔ اسرائیلی اکثر تحقیق عیسائی جاتہ ہیں اور  
ان کے قتل کی جاتی ہیں۔ ہر من صاحب کا سفر نامہ موجود ہی ہے جنہوں نے مکر اور دینہ کا خوب سفر کیا ہے اور بہت تر  
سے اور دمان کی نسبت کہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں مصر کے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ مصری پریشاں تھے ہوئے تھے  
جب میں مصر میں آیا تو خبر عربوں کے بچے کہیل رہے تھے چھ دیکھتے ہی وہ فرنگی کا فرغل مچانے لگے اگر میں  
ان کو لکھ کر عربوں میں نہ آجاتا تو میری جان کے لینے کے دینے پڑ جاتے۔

اور جیسے جیسے آریون نے نہ پہچانا لیکن ان بچوں نے بہت حد شفاخت کر لیا یہ سیرم سے بہت سے سبب جاتے ہیں  
لیکن یہ شخص غیر اسلام جاتا ہے اسے بان ہی پر کہیل کر جاتا رہتا ہے۔ کچھ سال کا عرصہ ہوا کہ حرم میں ایک شخص  
پیدا ہوا جس کی ناز بڑا یا کرتا تھا اور مسلمان اس کی بہت عزت کرتے تھے وہ گویا امام تھا تیس برس یا اس سے کچھ  
زیادہ اس کے پاس کے پتہ کہ یہ تھا آرمنا جب اس کا وقت آفر آیا تو اس سب کو جمع کر کے کہا کہ میں اتنی مدت  
سے تو رہا ہوں اور اب میں مرنا ہوں یہ کہہ کر اس کا انتقال ہو گیا مسلمانوں کو بہت بڑا تعجب ہوا اگر اتنی  
کے پاس ہمیشہ امام رہا لیکن محض مطلق نہیں معلوم ہوا۔

اس شخص سے جدا جانا نہ جاتے ہیں اور ان کے حالات دریافت کر کے لاتے ہیں لیکن تعمیل اعلان کی بابت جنت کرنی  
ہے اور وہ یہ کہہ کر کہ اگر کوئی غیر اسلام ہی دمان جاتا ہے تو مسلمانوں کی صورت بنانی پڑتی ہے اور تمام دارالکائنات  
اور اوتار میں کہ جو مسلمان کیا کرتہ ہیں صرف ایک یقین میں فرق رہتا ہے ورنہ افعال کو دایرہ مسلمانوں ہی کے سے کرنے  
پڑتے ہیں غرض یہ کہ کوئی شخص جب تک کہ دل سے مسلمان ہو یا اپنے کو ظاہر ہی مسلمان نہ بنائے اور اپنے کو  
مسلمان نہ کہے اور اپنا نام مسلمان کا سنا نہ رکھے وہ کہی کہ یا مدیدہ میں نہیں جاسکتا۔ اس اعلان اور قوالہ کے پرچہ  
جن کا خط و تہ مذکورہ دینہ میں کیا جاتا ہے اگر کوئی غیر اسلام پہچانا جائے اور عربوں کے ہاتھ سے قتل کر دیا جائے تو  
سلطنت جسکو یہ روایت ہے سلطان سے باز پرس نہ کرے گی۔

## نوان باب تکمیل نبوت

اذا جاء نصر الله والفتح - ورايت الناس يدينون في دين الله  
افواجا هنيئاً يجمعونك واستغفره انه كان قواً بائعاً  
(شہادہ مطابقت ۹ اپریل ۱۸۶۲ء سے ۱۰ مئی ۱۸۶۲ء تک)

ہجرت کے اس سال باقی ماندہ قوموں کے سفیر حاضر نہ رہے اور انہوں نے اپنے سردار  
اور اپنی قوموں کے خدویت نامے پیش کئے اور ان کے مشرف باسلام ہونے کی خوشخبری سنائی  
یہ تمام سفارتیں یمن اور حجاز کے رئیسوں کی طرف سے آئی تھیں جن دہائیوں کو اپنے تلقین  
دین اسلام کرنے کے لئے مختلف حصص میں روانہ کیا تھا انہیں رخصت کرتے وقت یہ ہدیائیں  
کر دی تھیں۔

”لوگوں سے بہت شرافت اور نرم مزاجی سے پیش آنا پرگز تند خوئی  
کو کام نفرمانا۔ ان پر آفرین بھیجا۔ ان پر نغمہ نکرنا۔ اور تم لوگ ان  
لوگوں سے جو اہل کتاب ہیں وہ تم سے سوال کریں گے اور دریافت  
کریں گے کہ بہشت کی کبھی کیا ہے۔ ان کو یہ جواب دینا کہ بہشت کی کبھی  
یہہ ہے کہ خدا کو برحق جانے اور نیک کام کرے۔“

اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ماحصل نکل آیا تھا۔ اور جو بکیتیں کہ جس سے حاصل ہوئی  
تھیں سب ہو چکی تھیں یعنی وحیوں میں دین اسلام کی تہذیب نے اپنا گہر کر لیا تھا وہ سب  
اور زہریلے عقائد جن سے قوم پسلی جاتی تھی دور ہو گئے تھے لوگ بُرائی کو بُرائی اور نیکی کو نیکی  
لگے تھے۔ چاروں طرف خدا پرستی کے دُنگے بچنے لگے تھے اور خدا کی مرضی مخلوق کو بخوبی  
معلوم ہو گئی تھی۔

وہ گزشتہ نبیوں کی امتین جو عبادہ اعتدال سے ہٹ گئی تھیں اور جنہوں نے اپنے نبیوں کی  
ہدایتوں کو پہلا دیا تھا اس بابت سے آگاہ ہو گئیں کہ خدا کی مرضی یہہ ہے اور نیک ہم آہی  
مرضی کے برخلاف کر رہے تھے۔ نئے سہ سے ان کے عقائد کو مضبوط کیا گیا اور گزشتہ نبیوں  
کی نبوت کا قایل کیا گیا انہیں نا اتفاقی بہت ترقی کر گئی تھی اور وہ انسان کو انسان سمجھتے تھے

اس خوفناک پہوٹ کو دور کیا گیا اور انہیں اتحاد و الفت کی بنیاد قائم کی گئی۔ ان کے دلوں میں اخوت باہمی کا نور چمکا گیا اور پھر دمی کی جانشینی چکیائی گئی۔ انہیں اس بات کا یقین دلا دیا کہ تم سب ابس میں بہائی ہو اور تم میں ذرا یہی غیریت نہیں ہے۔ اس عداوت کو کہو دیا جو صدیوں مخلوق کے قلوب پر محیط ہو رہی تھی اس شتمنی کا بیج مار دیا کہ جس نے سگے بہائیوں اور ہم وطنوں کو جدا کر دیا تھا۔

ہوئے سب جیسا آپس میں مل کے بہائی۔ تو بیگانگی کی وہ صورت شامی گواہ آج تک یہی ہے جسکی خدائی۔ کہ بنیاد الفت کی ایسی جائی۔ کہ بیگانگوں کو یکساں بنایا۔ محبت میں اک اک کو ملتا بنایا۔

روحانی زندگی کو سب نے پہلا دیا تھا سنا اور جزا کی کسی کو خبر نہ رہی تھی موت کو زندگی کا آخری نتیجہ جانتے تھے

دل روحانی زندگی کو اکثر ناظرین نہ سمجھتے اسلئے میں مناسب بتا ہوں کہ اسکی کیتدر تشریح کر دوں یہ مسئلہ کہ روح بر عباد و انواب ہوگا اچکل معروض بحث میں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ علوم جدیدہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ روح کوئی چیز نہیں ہے لیکن وہ ہم سے محض پیچڑ ہیں کہ مسلمانوں کے تہر سہ فرقوں میں سے ایک فرقہ کا یہ یہی مذہب ہے کہ عذاب و ثواب کوئی چیز نہیں ہے خدا ان سب باتوں سے بے نیاز ہے یہ سب باتیں مصلحت وقت کو دیکھ کر کی گئی ہیں میں دہل میں کل فرقوں کا ذکر کرتا ہوں ان کے ہولی عقائد سے یہ کہل جائے گا کہ جو عقائد سرسید اور یورپ کے فلسفی (مگر خدا کے قابل) ظاہر کرتے ہیں وہ سب مسلمانوں ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ دراصل کل چہرہ گردہ میں رافضیہ۔ خارجیہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ جہمیہ۔ سرو جیہ۔ اور ہر گردہ کے بارہ بارہ فریق ہیں۔ گردہ رافضیہ کہ بارہ فریق ہیں۔ علویہ۔ یہہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی کہتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل میں خدا نے حضرت علی کو وحی پہنچی تھی لیکن غلطی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی۔ آبدیہ۔ یہہ فریق حضرت علی کو نبوت محمد کا سرکار کہتے ہیں۔ شیعہ۔ کے فریق کا یہہ مذہب ہے کہ چار صحابہ میں سے جو حضرت علی کو زیادہ دوست نہ رکھے یا افضل نہ جانے کا فر ہے۔ احنافہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے یہی مذہب سرسید کا بھی ہے جسکی ان کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ زیدیہ۔ کا یہہ مذہب ہے کہ انار میں سوائے حضرت علی کی اولاد کے دوسرے کو امامت نہیں مل سکتی یا کوئی سوائے اولاد علی کے امامت کا قابل نہیں ہے عجمیہ یہہ گردہ سوئے عباس بن عبدالمطلب کے سیکو امام نہیں جانتے۔ امامیہ۔ یہہ گردہ دنیا کو امام سے خالی نہیں جانتا اور نماز ہی نہیں پڑھتا اسلئے کہ امام آدین تو نماز پڑھتا رہیں۔ نزاریہ۔ کہتے ہیں اور ان کا یہہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اپنے کو دوسرے سے زیادہ افضل سمجھے کا فر ہے۔ متناسخیہ۔ اس گردہ کا مذہب یہی ہے کہ ہندو کے عقیدہ کی طرح ہے لیکن یہہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں جاتی ہے۔ لائٹینیہ۔ طلوع و زمر و عائشہ کو ناشائستہ کلمات سے یاد کرتے ہیں راجہیہ۔ اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت علی دوبارہ دنیا میں منتزلیت لائینگے اور اب وہ اربین رہتے ہیں۔ مرتضیہ۔ اس بات پر ایمان رکھتے کہ حادثہ مسلمانانہ جیگہ پیش آناروا ہے۔

(خارجیہ فرقوں کا بیان)

ازرقیہ۔ کا مذہب یہ ہے کہ خواب میں کوئی نیک ثابت نہیں دیکھ سکتا اسلئے کہ وحی منقطع ہو چکی ہے۔

رایضیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان قتل صالح و عمل صالح و نیت و سنت ہے۔

تعلیہ۔ کا خیال ہے کہ ہر تمام کام اپنی قدرت سے نکلتے ہیں خدا کی خواہش کی اس میں درکار نہیں ہے۔

خازمیہ۔ کہتے ہیں کہ یہی ہی نہیں پہچان گیا کہ ایمان کے فرایض کیا ہیں۔

ظہیریہ۔ کہتے ہیں کہ جنگ میں دنگے کا فردن میں سے بہاگ جانا کفر ہے۔

نہ یہودیوں نے نہ عیسائیوں نے عربوں کے دماغ پر اپنا مذہبی اثر ڈالا تھا۔ بلکہ یہہ دونوں مذہب ہی بہت پرستون میں اگر گہل مل گئے تھے اور اپنے مان بت پرستی کی رسم کو رواج دیدیا تھا۔ لوگ مافوق العادت باتوں پر جھیون اور برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہیں یہہ خبر نہ تھی کہ ہم کون ہیں اور کیوں بھیجے گئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ مباحثات اور تحریکات اور شیطان حنیث کسم بچہ کشی کی عالمگیر فوہی تھی۔ بڑا لڑکا اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی بیوہ مان کا معہ تمام اسباب پدری

کوزیہ۔ کہنے لگو بدن بغیر زیادہ مالش کے ہرگز پاک نہیں ہوتا۔ کبیر یہہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ زکوہ کا دنیا فرض ہے مگر معتزلہ کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے بڑی بات کا ظور نہیں ہوتا خدا جو کچھ کرنا ہے تنہا کرتا ہے فاسق امام کے پیچھے نماز پڑنا درست ہے۔ بندہ ایمان حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چاہے خدا خواہ خواہ کسی کے بلے نہیں باندھتا کہ تم ایمان قبول ہی کرو۔ قرآن مخلوق ہے۔

اور یہہ جو مردوں کی فاتحہ دوا کرتے ہیں اور انکی محضرت کی دعا بیان کرتے ہیں یہہ محض لغو اور بے بنیاد ہیں ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ معراج بیت المقدس سے آگے نہیں ہوئے۔ کتاب و حساب اور میزان سب لجنہ میں ان کی کچھ بھی ہستی نہیں ہے۔ فرشتے مومنوں سے افضل ہیں۔ قیامت میں خدا کا دیدار بناوٹی مسند ہے۔ اور کرامت ادیان ارفوہو سلا ہے۔ یار لوگوں کی گہری گہرائی یاقین میں اہل جنت کے لئے ہی مرنا اور سونا ہے۔ مقتول کہی جانی موت سے نہیں مرنا۔ یحضا اگر کوئی کیسکو تلو اسے مار دے تو یہہ نہ کہنا چاہئے کہ موت امی گئی تھی نہیں بلکہ اگر تلوار نہ لگتی تو یہہ اور بھی جیتا قاتل دراصل ہسکی موت کا باعث ہوا ہے۔ اور قیامت کی علامتوں میں سے دجال وغیرہ کا آنا کوئی چیز نہیں ہے۔

میسوئیہ کہتے ہیں کہ عین پر ایمان رکھنا باطل ہے۔  
صحرکیمہ کہتے ہیں کہ خدا کا خلق پر کوئی حکم نہیں ہے آریاؤں کا یہی مذہب ہے۔ وہ یہی خدا کو معطل جانتے ہیں۔  
سراجیمہ کہتے ہیں کہ اگلوں کا احوال نہ حجت ہے نہ اس سے انکار کرنا واجب ہے۔  
اخفیمہ کہتے ہیں کہ بندہ کو جزائے عمل کچھ نہیں ملتی۔

### (جبر یہ فرقوں کا بیان)

مضطر یہ کہتے ہیں کہ خیر و شر خدا ہی کی طرف سے ہے بندہ کو سمین ذرا یہی اختیار نہیں ہے۔  
افعالیہ کہتے ہیں بندہ کام کر سکتا ہے کیونکہ کام ہی اسکے لئے خاص ہوا ہے مگر اسے اس میں اختیار نہیں ہے۔  
سعیہ کہتے ہیں کہ خدا کی بغیر طاقت دئے بندہ میں طاقت و قدرت دونوں ہیں۔  
نارکتیہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد دوسری چیز فرض نہیں ہے۔  
تحتشہ کہتے ہیں جو کچھ ہے اپنے نصیب کا کہتے ہیں اسلئے دوسرے کو کوئی چیز دینی لازم نہیں ہے۔  
متمسکہ کہتے ہیں کہ خیر وہی خیر ہے کہ جس سے نفس مطمئن ہو جائے۔  
کتمانہ کہتے ہیں کہ عذاب و ثواب زیادہ عمل سے تعلق نہیں رکھتا۔  
جلیبیہ کہتے ہیں کہ انبیا و ست اپنے دوست پر مگر عذاب نہیں کرتا۔  
خوفیہ کہتے ہیں کہ دوست دوست کو نہیں درانا۔  
فکر یہ کہتے ہیں کہ رزق میں فکر کرنا عبادت سے بہتر ہے۔  
حسبیہ کہتے ہیں کہ عالم قنوت کا دواڑہ نہیں ہے۔  
حجیمہ کہتے ہیں کہ جب سب کام خدا ہی کی مرضی پر ہوتے ہیں تو بندہ پر کوئی حجت نہیں ہے کہ وہ گرفتار ہو۔



قدیمہ پالیتا تھا۔ یعنی مان اس کی پوسی قانون ملکی سے بن جانی ہوتی۔ اس زشت اور ناروا کی فطرت کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ برائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو عموماً ہر شخص کی نگاہ میں اپنی زشت فطرت کی اہست کی طرح برسی جھپتی ہے۔ اس ناقابل ذکر رسم میں ہزاروں خاندان گرفتار تھے اور وہ لوگ اسے بے عیب سمجھ کر بہت سرگرمی سے کرتے تھے۔ وہ برائی کی ہر چیز ناخدا ترس باب اپنے بچہ کو زندہ آگ میں جلا دین قریشوں میں یہی سخت زبون اور گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا مگر یہ خلاف اس کے ہندو راجوت ایسے جرم شدید کے مرتکب ہونے کو اپنا فخر عظیم جانتے اور اس پر انہیں برا غور تھا کہ ہم اپنی زندہ لڑکیوں کو جلا دالتے ہیں۔

### (تقدیرہ فرقوں کا بیان)

۱ حدیہ۔ کہتے ہیں کہ ہم کو فرض برا قرار ہے اور سنت برا گار بہہ مذہب یہی پیچربون کا ہے کہ وہ نی کے افعال کی تقلید کرنا یا ان کو سرزد رہنیں جانتے بلکہ منع کرتے ہیں۔  
 ۲ شنیہ۔ کہتے ہیں کہ نیکی بڑا دن سے ہے اور بدی اہر من سے۔  
 ۳ کسانہ۔ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں۔  
 ۴ شیطانہ۔ کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود نہیں ہے۔ یہی عقیدہ پیچربون کا ہے۔  
 ۵ شرکبیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان چیز مخلوق ہے کہیں بھی ہوتا ہے اور کہیں نہیں ہوتا۔  
 ۶ وحشیہ۔ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال مکافات نہیں ہے۔  
 ۷ رویدیہ۔ کہتے ہیں کہ دنیا فانی نہیں ہے۔ آجکل کے ور کے فلسفیوں کا یہی مذہب ہے۔  
 ۸ ناکسیتیہ۔ کہتے ہیں کہ گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔  
 ۹ معتبرہ۔ کہتے ہیں کہ گنہگار کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔  
 ۱۰ قاسطیہ۔ کہتے ہیں کہ کسب علم والی وحکت دریافت فرض ہے۔  
 ۱۱ نظامیہ۔ کہتے ہیں کہ حق قائلے کو شے کہنی روا ہے۔  
 ۱۲ متوالفہ۔ کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ شر مقدر ہے یا نہیں۔

### (جہیمیہ فرقوں کا بیان)

معتطلیہ۔ کہتے ہیں کہ خدا کے نام اور اس کی صفات میں مخلوق میں اس مضمون کو ایک بڑے بڑے مور کے مہر پر ہے۔  
 ۱۳ افسیہ۔ کہتے ہیں کہ خدا کے نام اور اس کی صفات میں مخلوق میں اس مضمون کو ایک بڑے بڑے مور کے مہر پر ہے۔  
 ۱۴ کہ نوگ جسو خالق کہتے ہیں خود ہی اسکے خالق میں کیونکہ ان کے دماغ کا ترش ہوا ہے۔ یہہ خیالات صواب بہاد کے نہیں ہیں بلکہ اگر وہ معتطلیہ کی کتابیں دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ اسی مضمون پر انہیں بہت بڑا فخر ہے کیا زبردست بحث کی ہے۔

۱۵ مترا بقیہ۔ کہتے ہیں کہ علم و قدرت و نسبت مخلوق میں اور خلق غیر مخلوق ہے۔

۱۶ مترا جہیمیہ۔ کہتے ہیں کہ حق قائلے مکان میں ہے۔

۱۷ وارویہ۔ کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں جا دیکھا پھر واپس نہ آئیگا اور مومن بھی دوزخ میں نہ جائیگا۔

۱۸ حرقیہ۔ کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اس طرح سے جلینگے کہ کوئی اثر ان کا دوزخ میں نہ رہیگا۔

۱۹ مخلوقیہ۔ کہتے ہیں کہ قرآن و تورات و انجیل دوزخ مخلوق میں یہی مذہب پیچربون کا ہے۔

۲۰ عبریہ۔ کہتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عاقل و حکیم تھے۔ مول نہ تھے۔ یہ مذہب یہی پیچربون کا ہے۔

تمام ملک عرب میں نا انسا نیت اور بیرحمی کی آگ مشتعل ہو رہی تھی جتنی برائی ان کہہ سکتے تھے  
 سکتا ہے سبکی حد ہو چکی تھی۔ چند سال پہلے عرب کی یہ حالت تھی کیسا نفیر عظیم آفا ناً میں گیا  
 خدا کے فرشتے عرب کے اس کو نہ سے اس کو تھکا تھا و تہذیب کی نئی روح پھونکتے ہوئے نکل  
 گئے اور ایک فنون سے سکوا دمی بنا دیا۔ گویا وہ سوتے سوتے جاگ اٹھے اور جو کچھ انہوں نے اپنی  
 زندگی میں کیا انہیں خواب دکھائی دیا۔ ان کے معائب کو سطح سے دھو دیا اور ایک کر دیا کہ گویا  
 وہ کہی اس میں آدھ ہی نہوئے تھے۔ اور دوبارہ جنم دیا گیا تاکہ آئندہ سے وہ وجدانگیر سرور و صحت  
 میں راہ حقیقت پر گامزن ہوں۔ اور پہلے انہیں کچھ ٹھکانا ہے۔ وہ برخوف لقی و دق صحرا جو بد اخلاقی  
 کے درندوں اور زنا خداتر سی کے ساپون اژدہوں سے بہرا ہوا تھا جہاں خود غرضی کی لوٹیں جا رہی  
 و تن کو پھلسائے دیتی تھیں۔ جہاں سوائے بیرحمی اور سنگدلی کے سنگلاخ ٹیلوں کے اور کچھ نہ

مٹا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبوت کسی شخص کا کوئی خاص حصہ نہیں ہے۔  
 بلکہ نبوت کے معنی ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ کمال ہنر و کمال علم پر ہر شخص نبی ہو سکتا ہے۔

فائیدہ۔ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ دونوں ہوں گی۔

مادوقیہ۔ کہتے ہیں کہ معراج روح کے ساتھ ہوئی تھی تن کے ساتھ نہیں ہوئی۔ عالم قدیم ہے قیامت ڈھکوسلا ہے۔  
 لفظیہ۔ کہتے ہیں کہ قرآن قاری کی تصنیف سے ہے نہ کہ کلام الہی یا قرآن کے معنی کلام الہی کہ میں یہ مذہب ہی  
 نیچر یون کا ہے۔ کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مصنف قرآن کہتے ہیں۔ خدا کی طرف سے نہیں جانتے۔  
 قبریہ۔ کہتے ہیں کہ عذاب قبر نہیں ہوتا۔  
 واقعہ کہتے ہیں کہ عین قرآن کی مخلوقیت میں کلام ہے۔

### مرجیہ فرقوں کا بیان

ان لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ پیغمبر عالم کے انتظام کے لئے آئے تھے اسلئے انہوں نے خوف  
 و جاہ میں عالم کو رکھا و دراصل حق تعالیٰ نے ہندوں پر عذاب کرنے سے بے نیاز ہے۔ ہی مذہب  
 یورپ کے ان حکما کا ہے کہ جو خدا کے قائل ہیں اور جو خدا کے قائل نہیں ہیں وہ یہی ہیں  
 کہتے ہیں۔ نیچر یون کا یہی قریب قریب ہی عقیدہ ہے۔

تارکیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان کے سوائے کوئی چیز فرض نہیں ہے۔

شائینہ۔ کہتے ہیں کہ جسے لا الہ الا اللہ کہلیا اب جو کچھ وہ کرے ہر عذاب نہیں ہے۔

راجیہ۔ کہتے ہیں شدہ طاعت سے مقبول اور صعوبت سے گنگار نہیں ہوتا۔

شاکیہ۔ کہتے ہیں کہ عین اپنے ہی ایمان میں شک ہے ان روح خود ایمان ہے۔

نہیبہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے اور جو شخص تمام ادا و فواہی نہیں جانتا وہ کافر ہے۔

علیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔

منقوصیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان کسی زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کم۔

مستثنیہ۔ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم سے مو من ہیں ہم پر ہمارے ہی برے اعمال کا کچھ اثر نہیں پڑتا اور خدا کا ثواب

نہ دکھائی دیتا تھا یہہ صحرا جقدر پر خوف اور ہلا دینے والا تھا اسقدر غیر وسیع نہا۔ اسکی  
دشنت ناکہ ہی نہ تھی اور قمار بازی کی غیر متحمل ہواؤن میں سے بربادی اور ویرانی رچ اخلاقی  
کی صدائیں اُٹھ رہی تھیں اور چاروں طرف عداوت و پھوٹ نے ایک دند چار کہا تھا۔ جس  
نالغفہ یہ دشنت ڈرہ ڈرہ سے ان فی سکرات موتہ کی بھانک صدائیں آ رہی تھیں۔ ایسے اس خوف  
زدہ صحرا کو ایک ایسا زو تارہ باغ بنادیا کہ جس سے روحانی تازگی کا طرہ اوقیامت تک حاصل ہوتی  
رہے گی۔ اس باغ کی روشیں انسانیت اور اخلاق کی نگینیں اور تہذیب شائستگی کی ہوائیں چلنے  
لگیں ہمدردی اور اخوت قوتی کی شیریں اور مصفاہ بین آہستہ آہستہ بننے لگیں یہ کتنے دن میں  
ہو گیا صرف نو یا دس برس کی محنت سے یہ صورت پلٹی ہوئی دکھائی دی کیا پہر بھی کسی کو اس مقدس  
کچہرے میں خدا ان تمام باتوں سے بے نیاز ہے۔

آثر یہ۔ کہتے ہیں نبیاس باطل ہے۔ اس میں دلیل کی ملاحضت نہیں ہے۔

برعکس۔ کہتے ہیں کہ اہل کی اطاعت واجب ہے اگر وہ معصیت کی طرف حکم کرے۔

شمیہ۔ کہتے ہیں کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

خشبہ۔ کہتے ہیں کہ واجب سنت و تعجب ایک ہیں ابوالفاسم رازی لکھتا ہے کہ ان لوگوں کے سات فرستے  
اور بھی ہیں۔ کرامیہ۔ دہریہ۔ عالیہ۔ یاطینہ۔ اہاجیہ۔ براہمیہ۔ شمریہ اور ان میں سے بعض کے  
نام سو فطاریہ۔ فلاسفہ۔ شمیہ۔ محوسید بھی ہیں۔

اب میں سچوں سے یہ دریافت کرنا ہوں کہ ان کے علاوہ کچھ اور بھی بیان کرتے ہیں نہیں ہرگز نہیں بیان  
ہے اس سخت سے کچھ عرض نہیں ہے صرف روحانی تعلیم پر کچھ لکھتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مافط شیرازی نے  
ان تمام فرقوں کا اس شعر میں فیصلہ کر دیا۔

جنگ ہفتاد دولت ہمہ را عذرینہ۔ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

یہ تمام فرقے جن کی حقیقت ناظرین دیکھ چکے ہیں اب اگر دوائی کو بھی ڈھونڈا جائے گا تو نہ یلنگے اسلے کہ چوٹ کی  
سلطنت زوال پذیر ہے اور سچ کی حکومت لازماً دل ہے۔ تمام دنیا میں ایک ہی مذہب سنت و جماعت کا راجہ ہے  
گو اور بھی ایک آدھ مذہب کی شاخ کہیں کہیں لہلہائی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن اس پر بھی خزان کے آثار ہو یہ ایمان و  
وہ ہی ایک زمانہ میں سو کہا ہوا اینٹ رچ جائے گا۔ میں روحانی زندگی کو اسلامی عقائد کے مطابق بیان کرتا ہوں اور  
مذہبوں سے کچھ کچھ سرکار نہیں ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں۔ نفس۔ ریح۔ قلب۔ اور عقل۔

ان چاروں انفاذ کا استعمال فصول ملکات اور سخیات میں ہوتا ہے۔ عموماً وہ لوگ بہت کم ہیں جو ان لفظوں کا احاطہ  
اور ان کامصداق جانتے ہوں۔ اکثر غلطی اسوجہ سے ہوجاتی ہے کہ لوگ ان کے معنی نہیں جانتے۔ گو یہ بحث ایک فلسفیانہ  
ہوگی اور کچھ منطقی پہلوؤں سے نکتہ چینی کی جائے گی یا اس کے مطلب کو ادکایا جائے گا اسلے علماء کا خاص گروہ سمجھ کر  
اس سے فائدہ اٹھا سکے گا اور عام عقول کو اسکے سمجھنے میں تکلف کرنا پڑے گا یہی چھٹے یہ بتانا فرض ہے کہ روحانی زندگی  
کے کہنے میں اور اس سے اسلام میں کیا مفہوم لیا جاتا ہے آجکل یورپ میں بھی اسپرٹس بڑی بڑی بحثیں ہو رہی ہیں اسوجہ سے کچھ  
بھی ضرور ہوا کہ انہی علم اور عقل کے موافق کچھ لکھوں۔

ایچا اول قلب کو دیکھنا چاہے کہ جس سے ہر شے کا عموماً تعلق ہوتا ہے۔ قلب کے دو منہ ہیں اول تو گوشت کا وہ گادوم  
اکڑا ہوا سینہ کے بائیں جانب ہے اور ایک چرمین خلوع اور میان سیاہ خون بہتا ہے جو روح کا منبع اور معدن قرار دیا



مکروہ پرستش کے اکہیر کو پہنچ دئی گئی۔ وہ بت پرستی کے جس سے صورت و حدت کو مٹا کر خاک  
 میں ملا دیا تھا اور جس سے انسانی زندگی کے اصلی نتائج کا خون ہوتا تھا ایسی دھوئی گئی کہ اسی  
 کعبہ میں جہان میں سوساٹھ بیس چم رہے تھے اسد اکبر کی صدائیں بلند ہوئے لیکن۔ اسلام نے صرف اس  
 واحد مطلق کی پرستش سکھائی اور تمام مکروہ خیالات اور فرضی معبودوں کی پرستش سے روک دیا  
 کہ جبر زمانہ حال کی تہذیب فخر کرتی ہے۔ نہ یہاں سوائے خدا کے عبادت ہے اور نہ ایک دوسرے  
 پر خواہ مخواہ ترجیح دیکھتی ہے بلکہ محض آزاد دہی ہے اچھا وہ ہی شخص ہے کہ جو کام اچھے کرے جسے  
 شاہوں اور فقیروں کو ایک بنا دیا ہو امیر و غریب میں کچھ تفاوت نہ رکھا ہو۔ ان وحشیوں کو جس سے  
 وحشت یہی پناہ مانگتی تھی عالم باعمل بنا دیا اور نئی روح سب کے جسموں میں پھونک دی۔ بعض ناقص  
 کو تاہ اندیش یہ کہہ کر تھے میں کہ نبی نے بہشت کی بشارتیں اور دوزخ کے ڈراوے دیکر سادہ  
 عقل عربوں کو اپنا بنا لیا انہیں گزشتہ تواریخ عرب کو دیکھنا چاہئے کہ اس سرزمین میں ان ہی  
 سادہ عقول کے آگے یہودیوں نے بہت زور مارا اور بہت کچھ جانیں کہیاں لیکن عربوں کے خیالات  
 وہ انہیں پیہر کے نہ انہیں حضرت موسیٰ کی تہذیب سے کچھ حصہ دیا اور انکو پیغمبری تسلیم کر کے

اور جب ان مذکورہ بالا مذہبوں بائون سے نفرت ہو جاتی ہے اور دنیا و دین کی ترقی پر طبیعت رجوع ہو جاتی ہے  
 اور اصلاح بنی نوع کا خیال دل میں موجزن ہوتا ہے تو اسی کو روحانی زندگی یاد دوسرے الفاظ میں نفس مطمئن کہتے ہیں جسکی  
 نسبت قرآن شریف میں آیا ہے۔ "وَاٰتَيْنَا النُّفُسَ لِلطَّيْمِنَةِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اہل بیت را ضیہ من صلیتہ و علیہ السلام اے جین  
 مکرمے تو مجی پہر چل اپنے رب کی طرف تو اس سگرا ضی وہ پیچھے را ضی دوسرے یہ معنی ہیں کہ خدا کے احکام کی پابندی کی  
 جائے یعنی جس نے ہم پیدا کئے تھے میں اور جو فرایض ہمدردی میں نے ہمیں سکھائے ہیں ان کی انجام دہی میں پورے اترنے ہی  
 کا نام روحانی زندگی ہے۔

جو کچھ کرتا ہے ہمارا نفس ہی کرتا ہے ہی ہمیں یہکا تا ہے اور یہی بری بائون کی طرف ہماری توجہ مائل کرتا ہے یعنی جتنی  
 بری باتیں کرتے ہیں سب ہی کرتے ہیں کوئی ہم سے نہیں کرتا جیسا خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے، "لَا اَتَمُّ بِالنَّفْسِ الْاَوَّاهِ" دیکھئے کہ کہا ہوا  
 جی کی جالا بنادنا ہے وہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا نفس ہی میں برائوں میں ڈبو جاتا ہے اگر ہم چاہیں تو اس سے بچ سکتے ہیں بری  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور کے پیلے دینائے معلوم ہے باشندے نقاشی و خوشنویسی کی تعمیل کرتے ہیں جو موصوفے تھے اور انہیں اچھے برے کا کچھ  
 خیال نہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقاشی بنور سے کمال را انہیں روحانی زندگی عطا کی جس سے وہ اپنے افعال کو بڑھ کر سیکھتے ہیں کہ برے سے بیکوشت  
 میں چوتھا عقل کا ہے عقل کے ہی بہت سے مضامین ————— لیکن صرف دو مضامین بیان کئے جاتے ہیں اول یہ کہ عقل کے کبھی  
 تو امور کی حقیقتوں کے علم کا مقصود ہوتا ہے اس صورت میں عقل صفت علم ہوگی جسکا محل قلب ہے دوسری یہ کہ کبھی عقل کہتے ہیں اور  
 مرد و مددک علوم ہوتے ہیں تو اس صورت میں عقل ہی وہی لطیفہ ہوگا کہ بالا ہوگی اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس کا میں علم ہے جو عالم ہے وہ منفہ موجود  
 اور قائم بذات خود ہے اور علمی صفت اس میں حلول کی ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صفت اپنے موصوف سے غیر ہوتی ہے پس عقل سے  
 کسی تو یہ صفت علم را دھوئی ہے اور کبھی محل اور اسکی صفت کا موصوف مراد ہوتا ہے اس حدیث نبوی میں ہی عقل ہی ہے یعنی  
 بیان کرتے ہیں۔ "اول ما خلق اللہ العقل" دیکھئے سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ کیونکہ صفت علم تو قائم بالذات نہیں ایک عرض ہے اس کا  
 اول مخلوق ہونا کیسے سمجھا جاوے تو ضرور ہے کہ اس کا محل اس سے پہلے یا اس کے ساتھ مخلوق ہونا ورنہ خطاب کے طرح ممکن ہوگا جو اس حدیث میں  
 مذکور ہے کہ خدا نے تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ سامنے آئے تو سامنے آئی پہر فرمایا کہ پشت پر تو پشت پر یہی اس سے معلوم ہوا کہ عقل سے اس حدیث  
 میں محل صفت علمی مراد ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ ان چاروں الفاظ قلب نفس روح و عقل کے مدلول کچھ جدا موجود ہیں یعنی قلب جانی اور  
 اور نفس شہوانی اور علوم اور باخون یعنی یہ لطیفہ و مرگ انسانی وہ ان چاروں لفظوں میں مشترک ہے اس صورت میں لفظ چاروں کے  
 مضامین پانچ اور ہر لفظ کے دو دو مضامین ہوں گے۔ قرآن شریف میں جہاں لفظ قلب آیا ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جو انسانی میں پختی ہے

ان کی بت پرستی چڑھی۔ جو کاسٹا نیاں یہودیوں نے کہیں نہ ان کی عرفی زری اور انتہا درجہ کی کوششوں کی انتہا تھی مگر کچھ یہی نہو کسی نے ہی بت پرستی یا عادات مذکورہ یا رسوم قبیحہ کو چھوڑا الٹی یہودیوں پر ایک یہہ آفت نازل ہوئی کہ تمام جہان کے معائبے وہ مرکز بن گئے اگر عربوں کی ہر ہی سادی عقول تہین تو یہودیوں ہی نے اپنے نبی کی نبوت کو ان سے تسلیم کر لیا ہوتا۔ تو اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہیں ایسے ہادی کی ضرورت تھی کہ جو فضل انہیں کے نام سے بکارا جائے اور جس کی غرض دین و دنیا میں انہیں نجات دینا ہو وہ ہادی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جس کی پرتاثر بصیحت جبراً ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور تہذیب کی ایسی چاشنی کا چھڑا دیا کہ تمام عمر ہونٹ ہی چاٹتے رہیں اور ہر دم کے ساتھ خدا پرستی کے ٹھنڈے شربت کے گھونٹ پیتے رہیں۔ یہودی تو ایک طرف عیسائیوں سے بھی اس جزیرہ نمائے عرب کی بہت خاک چھانی اور تہہ تہتلیت ہی کا تانا بانا تھے یہے مگر انہیں ہی کچھ فائدہ نہیں ہوا پھر میں حیران ہوں کہ عیسائی یا یہودی کس منہ سے یہہ کہتے ہیں کہ محمد نے انہیں تہت کی بشارتیں اور فوج کے ڈراوے دے دے کر اپنا معتقد بنا لیا۔ ان کے پاس ہی تو یہہ دونوں جزین تہین ان کے نبی اور نبی کی مان پر یہی فرشتے نازل ہو چکے تھے خدا کی پادشاہت کا ذکر کہ یہی انہیں نوک زبان تھا کفارہ کا سہل اور فریب دہ لٹکایا انہیں یاد تھا کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھ کر بے گناہ لٹکا کفارہ ہو گئے تو عقل مند اس کفارہ کے کچھ ہی معنے کیوں نہ سمجھتے ہو لیکن عوام الناس تو یہی سمجھ لگے کہ اسکی

ادب شہابی حقیقت کو معلوم کرتی ہے اور اسکو کناہ اس قلب پر ملتے ہیں جو ان کے سینہ میں ہے۔ وہ روحانی زندگی جو نبی اکرم نے بہن عطا کی ہے ان نیک اعمال پر پلنے کو کہتے ہیں کہ جبکو خدا نے اپنے لشکروں سے تہذیب کیلئے نیک افعال کو خدا مانا کہ تھا ہے یہہ لفظ تہذیب ہی دلچسپ ہے جو خدا کے لشکروں سے مدد لینا ہے نفائی خواہشات کے برے افعال جبکو مجز کر لٹکا سمجھا جاتا ہے ہرگز ان کے دہر غلبہ نہیں پاسکتے۔ نبی اکرم نے بہن کو خدا کے لشکروں کی کمان پر کر دی ہے پہلے ان ان شیطانی یا نفسانی لشکروں کی کمان کرتا تھا اور نبی نے خدا کی یار بانی یا دینی لشکروں کی کمان پر کر دی کمان کرنے والا اچھا ہوا اور لشکر شائستہ اور بے تعداد ہے جس طرح کو دے غم نہی ہوگی کہونکہ ہر لشکر کے بے شاہین جیسے کہ وہ خود اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ ہا دعا بعلہ جنود صلبت الالہود ویضفا کوئی انہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو وہی آب و دہن و گون کو اس نے اپنے لشکروں کی کمان پر کر دی ہے اور وہ اپنے فالین کو پورے طور سے انجام دیتے ہیں ان کی نسبت مارتا ہے، لا یعصون اللہ ما امروہم ولا یعصون ما یومروہم دے دیتے بے حکم نہیں کرتے کی وجہات ان کو فرامی اور دہی کر تے ہیں جو حکم ہو، یہہ خدا نے فرما کر دے ماحظفت الجن والانس الالہ بعد ان دونوں دے دیتا اور میں نے جو بتائے جن اور دہی سو ابی ہندی کو وہ اس ہندی کے حرف بہ معنی میں کہم ایک ہر سر کے ساتھ یہہ ہر دہی پیش آئیں اور۔۔۔ تمدن و تہذیب جیسا ہمارے نبی نے بتایا ہے یہہا میں اور اپنے بہا میں کو فائدہ پہنچا کر یہی اسکی ہندی ہے اور یہی احکام کی بجا دہی ہے کیونکہ وہ بندوں کی عبادت سے محض بے نیاز ہے جو کہم کرتے ہیں اپنے فائدہ اور نقصان کے لئے کرتے ہیں اور یہہ کا بہن اجری کا جیسا کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے۔، الدنیا منہرجۃ الاخرۃ دے دیتا آخرت کی کہتی ہے۔ جو کہم یہہاں کر کے اس کا نتیجہ ہمارے آئندہ نسلوں کے لئے ہوگا اگر محمد شاہ سلطنت نہ تباہ کر دیتے تو بہن یہہ آفت کیوں بگڑتی پڑتی۔ عقل اس کم بخت نے کی اور خیال ہم بہت رہے ہیں۔ اس مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ جس نے روحانی زندگی کی پوشاک کو اتار دالا اور خرافات خواہشات نفسانیہ کے غلط کپڑوں کو پہن لیا۔ ان کی نسبت خدا فرماتا ہے، اخرا بیت من الخذلانہ یھیلا داضلہ اللہ علی علیہم میخہ ہلا دیکو جس نے ہر اہل انسا حاکم انجی خراہش کو اور راہ سے کہو یا امدنے اسکو جانتا پوچھنا دے یہہ ایک ابامی محاورہ ہے خدا کے کہنے کا یہ مطلب





یہ عقدہ کشائی اسیکے ماتہ سے مولیٰ تھی۔ یہ اصلاح جسکی نسبت ہم نے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں اور اب لکھ رہے ہیں یا آئندہ لکھے جائیگے محمد عربی کی نبوت کی شہادت اس سے زیادہ اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ ہر چند خداوند کے کہنے والوں نے زور یا مالک عربوں کی بہت پرستی کو روکین اور انہیں سچی تہذیب سکھائیں لیکن وہ خبر جو ملے جب تک کہ ان کے کانون میں یہ آواز نہیں آئی۔ اٹھو ملے واپس سو مو گئی ہے جس بنی نے دینی سامان اور دینی تہذیب ہی کا سبق نہیں پڑایا بلکہ انہیں آگاہ کیا کہ تمہارے نیک و بد اعمال کا اثر قبروں کے پرے تک ہی رہتا ہے۔ انہیں سخی۔ نیک۔ مضف اور خدا کے گنہ سے محبت کرنے والا بنادیا اور اسی لئے وہ مبعوث ہوا تھا۔ ان کو بتلایا کہ خدا آج اور کل کا خدا نہیں

زندگی یا ہمدردی کا نام ہے جس کی بابت میں نے اس قدر لکھا ہے ایسے روحانی زندگی بسر کرنے والوں کی نسبت خدا نے فرمایا ہے، "اشد اعلیٰ الکفار حواء یلینم ویلینم زور آدمین کافرون پر نرم دل میں ایسین،" اصلی خشن کنار سے وہ ہی ناشائستہ افعال میں کہ جو ہمدردی یا نرم دلی یا روحانی زندگی کی طرف سے ناچ ہوں۔ روحانی زندگی کا اسے کوئی دینے والا نہیں ہے صرف اسی کا دل ہے اگر وہ اسے گدایت بکڑنا چاہے ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہیں ان ہی سے ہم روحانی زندگی حاصل کر سکتے ہیں بنی سلمین بتلایا کہ ہمدردی کیا چیز ہے اور اس سے ہم موجودہ اور آئندہ انسان کو کیا کارنامے پونچا سکتے ہیں ہر انسان میں یہ جو ہر مضمر ہے کہ وہ روحانی زندگی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکی اس طرف توجہ ہو۔

چنانچہ ہمارے اس مطلب کو حدیث قدسی میں صاف بیان کر دیا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے، "اذا ما د الله بعد خیر اجعل لہ عطا من قلبہ دینے جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بہتری کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایک نصیحت کرنا والا اس کے دل ہی سے بکڑ کر دیتا ہے۔ روحانی زندگی کا یہ مفہوم ہے کہ ہم سے دنیا میں ایسے نیک کام ہو جائیں کہ آئندہ انسان اس سے مستفید ہوں ہیں اور جس نے نفس پرستی میں جان دی اسکی زندگی اور موت دونوں خراب ہیں۔ اور اس ہمدردی سے زانی ہمدردی غرض نہیں کہ ہم قوم مانے قوم کا سبق جیا کرین بلکہ اپنے رویہ اور وقت سے اس میں جان کیانی جانے پر کچھ نتیجہ نکلتا ہے۔ اور جو لوگ دولت سے محبت کر کے میں اور اپنے بھائیوں کی اس سے مدد نہیں کرتے تو ان کے دل رنگ لودہ ہو جاتے ہیں اور ہر انسان کچھ حاصل نہیں ہوتا جسکی نسبت خدا فرماتا ہے، "کلاہی ران علی قلوبہم ما کافی بکسبون دینے کوئی نہیں پر رنگ بکڑ لگا ان کے دونوں بروہ جو کچھ کہتے تھے۔ اگر ہم سجدین بیٹھ جائیں اور دنیا سے قطع تعلق کر دیں اور اپنے متعلقین کی پرورش کریں محتاجوں کی حاجتوں کو سربراہین یتیموں کے سروں پر ماتہ نہ نہیں قوم کا ہم سے کچھ فائدہ نہو تو ہمارا مزاجنا محض نیچے قیادت اور نیچے نتیجہ ہے بڑی عبادت اگر ہو سکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ اپنی خود غرضیوں کی روکو روکین اور نفس پرستی میں نہ رہیں بلکہ اپنی قوم اپنے ملک کی بہتری کے لئے ٹوٹ پڑے اور اسی خیال میں اسی کوشش میں جان دیں یہی بہت بڑی شہادت ہے اور ایسا شخص عاودانی عمر باقیگا۔ ایسے شہید کے خون کے قطرے جس سرزمین پر برے ہیں اسکے ایک ایک ذرہ نے ہمیشہ متعدی کے ساتھ دیرینہ مسند کی خدمت میں اس پاک شہید کی جا کا لیا اور عزیزوں کی خوش آئندہ محبتوں کا لطف پہنچا ہے گویا ہر ذرہ کے پاس ایک فرد اس شہید کے قیمتی کاموں کی ہے جنہو قوم ہمیشہ فخر کریگی اور اس کا فخر کرنا ہر صورت سے بجا و درست ہے۔

میں نام کہ امین تشد لب جان دا وجر ارم

کہ از صد جاگر یار یں جاگ شد سوج سرا لب را

مگر جن لوگوں نے امیدیں توڑ دیں اور یہ خیال کرنے لگے کہ کچھ بعد جاری بن عفریون کا نتیجہ ہمیں کیا ملیگا اور ہم کیوں خود روکے لئے اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالیں ان کی ان نسبت میں یہی جگہ بہت بڑا شائبہ لایا یہ جو کہ ہے کہ جاری فراموشی توجہ سے ہزاروں آدمی فائدہ پار ہے میں بس میں آخرت میں سب کچھ مل گیا یہی نجات ہے اور یہی بہت ہے مگر جن کی اس آئندہ فوجی فائدہ اور اپنی نجات سے ٹوٹ جاتی ہے تو ان کے لئے، "یہاں رشا د ہوا ہے،" قدسیوا من الاخرۃ کما شیس الکفار من الصحاب القنور دینے وہ اس کوڑے چکے میں آخرت سے جیسے اس کوڑی نکر دے تو ان سے، "روحانی زندگی صرف اسیکو کہتے ہیں کہ انبادل صاف رکھ لیں کسی قسم کی الائش ہو جو بعض دیکھتے خود غرضی نفس پرستی کی ذرہ برابر یہی کہ درت نہو تو وقت وہ شخص مومن ہو سکتا ہے اور جو باطن زندگی اسیکو حاصل ہوتی ہے۔ اپنے بہائی کی ہمدرد اور محبت قومی کی طرف سے دل صاف ہوا اور اہل حاجت کی جگہ پوری کر

ہے جو لکڑی پتھر کا بنا ہوا ہو بلکہ وہ قوی ہے۔ پیارا ہے۔ رحیم کریم خالق ارض و سما ہے۔ نبی اکرم کا دل وہ فوارہ تھا کہ جبین سے وحدانیت کا نور لمحہ بلبوہ ابتکار بتاتا تھا۔ جس نے تقریباً ۳۳ برس تک عالم کو اتنا منور کر دیا کہ جن مقاموں تک روشنی پہنچ گئی تھی وہ اپنی روشنی کا عکس اور چیزوں پر ڈال کر چنانچہ انہو نے دنیا کے اس کونہ سے اس کونہ تک خدا پرستی کی روشنی پھیلا دی۔ ان تمام آرزوؤں کو مٹا دیا کہ جو دوسروں کی مضرت پر پوری ہوتی تھیں ہر دل میں صرف ایک خواہش پیدا کر دی اور وہ خواہش محض خدا پرستی اور سچی اطاعت کی تھی جو آرزو کہ ان کے دلوں میں موجزن ہونے لگی اور جس خواہش کا خون ان کی رگوں میں دوڑا دیا وہ خواہش صرف یہ تھی کہ خدا کی سچائی اور پاکی کی عزت جبین اور ان قوانین کے پابند ہوں کہ جو ہمیں زندگی میں معزز بنائیں آخرت میں سرخرو کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ نئے نئے قوانین جو اب تک نامعلوم تھے ظاہر ہوئے اور ان پر عمل کرنا کیا گیا ان کو قانون شریعت کی ایسی سی میں جکڑ دیا کہ ہر وہ قیامت تک اس سے نہ نکل سکیں اور سارے گلد کو ایک ہی راہ پر چلا دیا وہ راہ جو روشن تھی اور جکا اختتام خدا کی بہت قربت تھی۔ بنی نے اپنے صحابہ اور معتقدین کے دلوں میں جما دیا کہ میں ہمیں صرف خدا کے احکام بتانے اور تمام دینی باتوں کے سبھانے کے لئے آیا ہوں تم پر حکومت کرنا میری غرض نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں کو ایسے حاکم کا محکوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو قدیم ہے اور سب کا خالق ہے۔

میں کسی قسم کی ۔ درست ہونہ وہی شخص ہوں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ملا قلب المؤمن اجر و آفیدہ سلاح یزہد و قلب الکافر سود و صدکوس و یضیعہ یومن کا دل صاف ہوتا ہے اس میں چراغ روشن رہتا ہے اور کافر کا دل سیاہ ادا ہوتا ہے (طرائف در صفیر سرفایت ابو سعید) نبی نے جو کچھ بخش میں غیبت کی اور جس چیز کی زیادہ بہت کی وہ صرف روحانی زندگی تھی۔ ایک شخص روحانی زندگی رکھنے والا ہزار عبادوں سے جو جسمانی زندگی میں مست ہیں افضل ہیں ایک کر داپنے کو اسے مسلمانوں اپنی خود غرضانہ عبادتوں اور زانی ہمدردیوں کے مجمع خیر سے دیکھو روحانی زندگی سے تم کچھ بہتر ہے ہوئے ہو اور تمہاری کیا کیفیت ہے۔

روحانی زندگی جیسے اسلام میں بھی گئی ہے اور کس کی اصلیت کو کہو لا گیا ہے اور کسی مذہب کو یہ درجہ نصیب نہیں ہوا ہے۔ یہ روحانی زندگی اس حالت کو سمجھتے ہیں جہیں کوئی عضو خشک کر دیا جائے یا ایک ٹانگہ کھٹکھٹا ہو جائے یا کہیں کسی درخت میں ٹنک کر جان ویدی جائے۔

عیسائیوں میں بھی درخت روحانی زندگی کے بھی گئے ہیں کہ دنیا کو چھوڑ کر صحرا فردی کرتے ہیں اور چنانچہ حضرت عیسیٰ نے تو اپنی امت کو بھی سکھا دیا ہے کہ صرف اپنے خداوند سے ایک وقت کی روزی مانگو تو یہ سب باتیں اس امن اور غرضی حیات کو مٹانے والی ہیں جس کو دوسری زبان میں روحانی زندگی کہتے ہیں۔ کس صحابی نے کہ میں گیس کو وظیفہ بڑبڑا رہا ہے اور کہنے پہر کہا ہے۔ جو لوگ روحانی زندگی کو نہیں جانتے وہ عیسائیوں میں پوجاتے ہیں اور ان کی تمام قوانین معطل ہو جاتی ہیں۔ خدا کی عبادت خدا کی تعمیل احکام ہی بہت بڑی ہے کہ دین اسلام کی اشاعت میں کوشش کریں۔

اس اتحاد کی عمارت کو نظر رکھیں کہ جسکی بنیاد نبی عربی نے قائم کی ہے اور وہ اتحاد یا بہائی چارہ کی عمارت ہے اپنے بیان کی ہر طرح مدد کریں جن سے فطری طور پر ہمارا تعلق ہو گیا ہے ان کی خدمت قرآن شریف کے احکام کے موافق کریں جس شخص نے نبی کو کہتا ہے کہ میں اس سے ان خدا کی باتوں پر عمل کیا وہ ہمیشہ سخت نشان کئے جائیں گے جیسا کہ خدا نے اپنے پاک کلام میں فرما دیا ہے۔ والذین جاہدوا فیہا لندینہم سلیمانہ و یوسفہ جنہوں نے محنت کی تھی واسطے ہم جیسا و نیگا انہیں اپنی اہمیت



میں بھی خوشی ایمان کی حفاظت میں انہوں نے اپنے مال سے ہی دریغ نہیں کی وہ  
اب نبی کی نبوت کی تکمیل ہو چکی تھی اور سب وجہ سے کہ آپ کی زندگی ہی میں تکمیل دین ہو چکی تھی آپ  
تمام گزشتہ نبیوں - حکیموں - پشواؤن فلسفون سے افضل ہیں - حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت  
سکیا بنی غلاطون - ان کل نبیوں اور دانائوں نے جسے الوسع ناما لام اور ناشائستہ زندگی کو شکر اخلاقی چھا  
یونی چاہی اور آپ کی کوشش کی مگر اس کی تکمیل نہ کر سکے اور یوں ہی واپس چلے گئے -

ان کے خیالات ان کے ارادے ان کے غم بہت کچھ تھے مگر افسوس ہے کہ ان کو ایسی حالت میں دنیا سے  
مناقت کرنی پڑی کہ اخلاقی یا روحانی زندگی کے ارمان ان کے دل ہی میں رہ گئے - مگر یہ فضیلت نبی  
عربی ہی کو مونی تھی کہ جس نے آپ دین کی تکمیل کی اور اپنی آنکھوں کے آگے دین کو پہلا ہوا دیکھ لیا ہے  
کبھی دین پہیلانے کے لئے خوریز شاہوں اور جلا دسلطانوں کی مدد نہ چاہی جیسے کہ اور نبیوں نے یہ  
وصیت اپنے معتقدوں میں کی تھی کہ کسی خونخوار سلطان کو گناہنا کہ وہ دین کے پہیلانے کا باعث  
ہو مثلاً - اگر امرائیلون میں جو شیوع ہوتا اور ہزاروں بندگان خدا کا خون کرتا تو محض نامکمل تھا  
کہ دین کو وسعت ہوتی - یا بودھوں میں اسوکانے اشاعت مذہب کی اور لاکھوں کو تہ تیغ کر دیا اور  
زرتشتیوں میں دارائے انبا یہ خونخیز فرض انجام دیا اور عیسائیوں میں قسطنطین نے لاکھوں کا  
دیران کئے اور سبوں شہر شاہ کر دے اگر قسطنطین نہ عیسائی ہو جاتا اور توارا تہ میں یکسر سچی دین کو  
نہ پہیلا تا تو مثل یہودیوں کے عیسائی ہی مٹ جاتے بلکہ وہ تو کہیں کہیں کہانی بھی دیتے ہیں ان کا  
نام وٹ ان ہی نظر نہ آتا - یہ صرف نبی عربی ہی کے لئے امتیاز بننا گیا تھا کہ وہ تکمیل دین اپنے ہی سامنے  
کر جائیں بلکہ اپنے گزشتہ نبیوں کی دین کی تکمیل ہی کر دین - کوئی شاہی معتقد یا کوئی فوجوں والا سلطان  
اسکے پاس اسکے دین پہیلانے میں مدد دینے کو نہ آیا - نہ اپنے کسی کی خواہش کی کیا اب بھی سلطان کشیک  
کہ یہ کام بالکل یہ خدا کا کام تھا کیا اب ہی مسلمانوں کے ہمنہ پر کوئی مانتہ رکھ گیا کہ یہ کہو کہ یہ سب تائید عیسیٰ ہی  
وہ مظلوم نبی کہ جو سختی اور درشتی سے اپنے ہی وطن اپنی پیدائش کی جگہ سے دشمنوں کے مارے جلا  
گیا ہوا اور جہان وہ خدا کی باتیں سنانے جاتا ہوا لوگ اسے پتھر مارتے ہوں اور اسکو طرح طرح کے مصائب  
اور جہنم اور وہی مظلوم نبی یا عاجز تلقین کرنے والا صرف نو ہی برس میں ہوا کا رخ ادھر سے ادھر  
بہر دے اور لاکھوں بندگان خدا کا دل خدا ہی کی پاک پرستش کی طرف مائل کر دے کیا یہ بہت  
بڑا معجزہ نہیں ہے کیا یہ تائید عیسیٰ نہیں ہے کیا یہ خدا کی مہربانی نہیں ہے کہ کیا اسکو نوازش و بانی  
نہیں کہتے کہ کیا تمام نبیوں کے معجزوں سے یہ معجزہ بالاتر نہیں ہے کہ - کون نبی ایسا ہوا ہے کہ  
جس نے ایسا معجزہ دکھایا ہے لاؤ اگر کسی نبی نے ایسا معجزہ دکھایا ہو تو لاؤ -

آپ جس شیر لیانہ طرز اور ایمان دارانہ مالت میں زندگی بسر کی ہے وہ ان نبیوں کی زندگیوں سے

زیادہ قیمتی ہے کہ جو بغیر تکمیل دین کئے چلتے بنے جن لوگوں نے اپنی قوتیں معطل کر دی تھیں اور جو گویا مر گئے تھے ان میں ایک نئی روح بھوکھ دی۔ وہ وحشی قومیں جو اپنے سایہ سے بڑھتی تھیں اور صحراؤں میں ادھر ادھر بہاگی بہاگی بہتی تھیں انہیں باہم بہانی بنا دیا اور انہیں وہ رستہ بتا دیا کہ جہان سے وہ انسانی اعلیٰ مدارج کی تکمیل کر سکے۔ وحدانیت کی وہ روشنی جو صدیوں سے مٹا ہوا تھا اب بھلکی تھی اور جبکہ نورانی برتو کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا پھر دوبارہ تاریک دنوں میں بڑھ کاٹی گئی اور لوگوں کے ظلمت باب قلوب کو سنوارا اور نورانی بنا دیا۔ یہ یہی عربی کا کام تھا جس کو اپنے دلیرانہ اور باغرانہ اور جوشیلے طریقے سے انجام دیا۔ اپنے کام کی انجام دہی میں آپ کی ہر جوش فطرت اور بلند حوصلہ نے اور پُر جذبہ ارادوں نے بے سروسامانی اور معاون ہونے پر بھی ایک ہمیشہ اپنے ارادوں میں آگے بڑھنے دیا۔ اور آخر منزل مقصود تک پہنچا دیا اور یہ منزل مقصود تکمیل نبوت تھی۔ وہ مذہب جو گیلی لی کے کناروں پر وعظ میں بیان جاتا تھا وہ مذہب جسمانی خدا کی پرستش کرنے کا مذہب تھا۔ خدا کی حقیقت شانے کی کوشش کی گئی تھی یا انجان پنے میں یہ کیا جاتا تھا کہ اسکی اسلی ماہیت کو بھٹا دیا جائے اسلئے اسکی جسمانی وضع قرار دی گئی اور اسلئے دیسی کی اپنی پرستش نے لوگوں کے دونوں میں پھر گھیر لیا۔ اور گیلی لی کے مذہبی وعظ کی آوازیں اور دوسری کے پرستش کرنے والوں کے عقائد ہی صداؤں کی گونجیں باہم ایسی لگد مڑ ہوئیں کہ ہر کوئی اب تک دود کا دود اور پانی کا پانی الگ کر کے نہ دیکھا تھا آخر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا اور پھر آپ ہی اسکے کام کی انجام دہی کے لئے مخصوص کئے گئے۔ وہ حرا کا خلوت نشین وہ جو نصیب نہ تھی۔ انہوں نے غلاب میں ہی کہا اس شریف آزادی کو نہ دیکھا تھا۔ وہ آزادی کہ جس نے حکمرانوں اور علمائے دین کے ظالم پنوں سے مظلومین کو نجات بخشی۔ اور حکمرانوں کے قابل رحم مظالم اور افسرانہ کے شدید ظلم ایک آفت برپا کر دی تھے مگر ان ظالم کی جان پر آخر کار ان کے خلوت نشین کی جمہوری سلطنت کی بجلی ٹوٹ پڑی اور جس نے خدا کے ظلم و ستم کی بیخ و بنیاد اکیر کر جلد دی اور اسے خاک و سیاہ کر دیا۔ ان ظلم خیز انجمنوں اور ستم آرا مجتہدوں کو جو خدا کی مخلوق کو کچل رہی تھیں اور ان کے قہر آلود برشوب ہاتھ تمام دنیا پر پھیلے ہوئے تھے ایک ایک کو نیست و نابود کر دیا اور ان کا نشان صفحہ







قوموں میں روانہ کر دئے گئے تھے تاکہ ان لوگوں کو اصول اسلام کی تعلیم دین اور انصاف و عدل کے قوانین و مان سراج کریں۔ آپ نے مین مین جب معاذ بن جبل سردار کو بھیجا ہے تو یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر تم ان معاملات کا فیصلہ کرو کہ جو قرآن میں نہیں ہیں تو تم اپنی رائے سے کام کرنا حضرت علی جب پیام بھیجے گئے ہیں تو انہیں یہ ہدایت کر دی تھی اے علی اگر وہ تیرے پاس فیصلہ اور انصاف کے خواستگار آ دیں تو جب تک دونوں کی نہ سنے فیصلہ نہ کیجو۔

ایک مہم اسامہ بن زید کی سرکردگی میں جو بعد از ان میدان شام میں شہید ہوا قسطنطنیہ کی سلطنت کے خلاف روانہ کرنے کی تیاری کی گئی یہ مہم اسلئے تیار کی جاتی تھی تاکہ اس المپی کا انتقام لیا جائے جو عیسائیوں نے خلاف قوانین مروجہ قتل کر دیا تھا سگر وہ زہر جو بیرون کے نبی اکرم کر خیر میں دیا تھا بار رفتہ رفتہ اثر کرتا جاتا تھا اور آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ اس کے اثر کے آثار ظاہر ہونے لگے اور اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ زیادہ زندہ نہ رہینگے۔ یہ زہر یون خبر کہ نبی اکرم کا آخری وقت ہے خوفناک آگ کی طرح تمام عرب میں بہت جلد پھیل گئی اور اس مہم میں تو سب پہلے پہونچی کہ جو اسامہ بن زید کی کمان میں روانہ کی جاتی تھی میں بہت جلد پھیل گئی اور اس مہم میں تو سب پہلے پہونچی کہ جو اسامہ بن زید کی کمان میں روانہ کی جاتی تھی خیال یہ تھا کہ نبی کی وفات سے کہیں اسلامی صوبوں میں بد نظمی نہ پھیل جائے۔ یہ خوف بولا تھا دو کے صوبوں میں بد نظمی پھیل گئی۔ تین کذاب نبوت کا دعوے کر بیٹھا اور اپنے کو نبی مقرر کیا۔ اور چاہا کہ اپنے فریبوں میں دوسروں کو پھسائیں اور اپنی قوموں میں یہ یقین دلا دیں کہ ہم نبی ہیں۔ ان تینوں میں جو بہت خوفناک تھا وہ الاسودیفے ایک حبشی تھا۔ یہ مین کا سردار تھا بٹا چلتا ہوا۔ کتر بیونت کرنے والا اور بڑا دولتمند۔ اسکے نادان شہر یوں میں اس کا افون کی قدر چل گیا اور فون چلنے کی بڑی وجہ اسکی دولت ہی تھی اور ان وحیوں نے یہ سمجھ لیا کہ جو شخص ہمیں دولت سے ملال کر رہا ہے ضرور نبی ہوگا۔ وہ ماتر شیدہ عقول سمجھین کہ نبی کی شان یہی ہے کہ آپ شناب چہنا چہن رو پیہ دئے جائے۔

ان کا ہرج ہی کیا تھا صرف اتنے سے کہہ دینے میں کہ ہم نے تمہیں نبی سمجھ لیا۔ دولت لٹانے اور اپنے حقوقوں کو اپنا بنانے میں اسکو بیت کچھ فائدہ ہوا اس نے اس پاس کے قصبوں کو فتح کر لیا اور ان پر شب خون مار کر ان کو اپنا مطیع بنایا۔ اس نے شہر کو جو نبی اکرم کی طرف سے سینا کا گورنر مقرر ہوا تھا قتل کر ڈالا اس کا باپ ابھی وفات پا چکا تھا۔ شہر کے باپ نے اسلام قبول کرتے ہی اپنے کو کسریٰ کی سلطنت سے آزاد بنا لیا تھا اور مین کے قریب قریب بستی ہوئی تو مومن کو مسلمان بنانا شروع کر دیا تھا۔ فریبی دغا باز الاسود نے ہرجی سے شہر کو قتل کر کے زبردستی اسکی بیوی مرزبانہ سے شادی کر لی۔ لیکن اس فریبی کو آخر کار مرزبانہ کے اشارہ سے نبی نے قتل کر ڈالا اس حالت میں کہ یہ چھ بڑا ہوا تھا۔ دوسرا نبوت کا دعوے کرنے والا طلیحہ بن خویلد انفق عصی تھا جس نے بہت کچھ

دند جاکر کہا تھا تیسرا میلہ کذاب تھا ان دونوں کی گت جیت تک کہ حضرت صدیق اکبر خلافت پر نہیں بیٹھے نہ بنائی گئی۔ میلہ کذاب نے اس گستاخانہ اور غیر مودبانہ طرز سخن پر مین نبی اکرم کو خط لکھا تھا جکا مضمون درج ذیل ہے۔

از جانب میلہ پیغمبر خدا بطرف محمد نبی اللہ سلام۔ میں تمہارا شریک ہوں۔ قوت کی دونوں میں تقسیم ہو جانی چاہئے۔ نصف دینا میری ہے اور نصف تمہارے قریش بہا ہوں کے لئے موجود ہے لیکن قریش حریف قوم ہے وہ باطمینان اس نصف پر قناعت کرتے نہیں معلوم ہوئے۔ اس کا جواب نبی اکرم نے یہہ دیا جس سے آپ کی خالص فطرت کہلتی ہے۔ اور وہ جواب یہہ تھا۔ جواب از جانب محمد پیغمبر خدا بطرف میلہ کذاب۔ السلام علی من اتبع الهدی۔ یعنی سلام ان ہی پر ہے کہ جو ہدایت کی راہ پر ہیں۔ زمین خدا کی ہے۔ وہ اسی پر بختا ہے جسکو وہ چاہتا ہے خوف کہانے والے ہی اس سے پہوتے پہلتے ہیں یعنی وہ ہی لوگ پہوتے پہلتے ہیں جنہیں اس کا خوف ہے۔

آپ کے آخری دن نہایت چپ چاپی اور خاموشی سے گزرنے میں مشہور ہیں۔ اس چند روزہ آرام نے گو آپ سخت کمزور اور ضعیف تھے پہر ہی آپ کو تین دن تک متواتر جمع میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیا۔ ایک شب آدھی رات کو آپ اپنے ان دوستوں اور جان نثاروں کے پاس قبرستان میں تشریف لیگئے کہ جو ہمیشہ کے لئے آرام کر چکے تھے اور آپ بہت روئے داری کی اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگتے۔ آپ نے پہر بی بی عائشہ کا مکان اپنے لئے پسند فرمایا یہہ حجرہ مسجد ہی کے پہلو میں تھا کیونکہ آپ کا زمانہ مرض یہیں گذر رہا تھا جہاں آپ میں مرض کی حالت میں کچھ قوت آئی اور آپ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو باہر تشریف لے آئے۔

آخر وقت جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علی اور فضیل حضرت عباس کے صاحبزادہ و نہ چچا زاد بیانی سہارا دیئے ہوئے تھے۔ ایک خوشنما اور خوش منظر مسکراہٹ آپ کے لبوں پر معلوم ہوئی جس نے حاضرین پر بہت بڑا اثر کیا۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم سب اپنے سب ایمان داروں کی مانند یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گہر میں وفات تشریف کے وقت حاضر ہوئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور اپنی آنکھوں میں آنسو بہائے اور فرمایا کہ خوب ہوا تم آئے خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے میں تمکو خدا کے لئے سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور تمہارے باب میں خدا کے لئے سے وصیت کرتا ہوں میں اس کی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہوں وصیت یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے شہر و دن اور بندوں پر چڑھائی نہ کرے اور سوتہ کا وقت آگاہ ہے اور رجوع جام وصال کی طرف ہے تو تم میری طرف سے اپنے آپکو



سب سے پیچھے کے درجہ پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

،، لوگوں میں نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گو یا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تم کو اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہاری اپنی خبر مرگ نہیں پہنچی جو انبیاء مجھے پہلے تم میں بھیجے گئے ان میں سے کوئی بچا اور تم میں ہمیشہ کون رہا ہے سنا کہ میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم ہی اس سے ملو گے اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جو لوگ پہلے ہجرت کر کے آئے ان کے ساتھ بہتری کیجو اور ہجرت کر نوالوں کو آپس میں سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ،، والعصران الا انسان فخرہ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ودر یعنی قسم ہے اترتے دن کی مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کئے پہلے کام اور آپس میں تقید کا سچے دین کا اور آپس میں تقید کا صبر کا۔ اور سب معاملات خدا کے حکم سے ہوتے ہیں تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس میں جائز ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہیں کیا کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو مغلوب کرے گا اور جو خدا تعالیٰ سے دُور کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کو دھوکا دے گا وہ خود فرماتا ہے۔ ،، فذل عسیتم ان تولیت ان تفسد فی الارض وتقطعوا امرہا مکہ ودر (یعنی) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت ہو کہ خرابی ڈالو ملک میں اور توڑوا اپنے ماتے۔

اور میں تم کو انصار کے باب میں خیر کی نصیحت کرتا ہوں اس لئے کہ انہوں نے تم سے پہلے مدینہ میں اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا تم ان کے ساتھ احسان کرنا دیکھو انہوں نے اپنے پہلے آدھے تم کو دے تم کو گہوان میں وسعت کر دی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانوں پر بہتین ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کوئی دو آدمیوں پر یہی حکومت پائے



تو چاہے کہ ان کے محسن کی طرف سے جو کچھ وہ دے قبول کرے اور اگر کوئی ان میں سے کچھ بُرائی کرے تو اس سے درگزر کرے اور آگاہ رہو کہ ان پر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا اور معلوم کر لو کہ میں تمہارا گواہ ہوں اور تم مجھے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ ایک دن سب کو یہی اہ فناء اختیار کرنی پڑے گی۔“

پھر حضرت عباس نے عرض کیا اے بنی السد کچھ قریش کے لئے ہی ارشاد کیجئے۔ اپنے فرمایا۔  
 ”اس امر بیخلافیت کی وصیت میں قریش کو کرتا ہوں اور لوگ قریش کے تابع ہیں نیکان کے نیک کا تابع ہے اور بد بد کا پس ہے قریش والو لوگوں کو خبر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگوں گناہ نعمتون کو بدل ڈالتے ہیں اور اخلاق کو متغیر کر دیتے ہیں پس جب لوگ نیکی کریں گے تو ان کے امام ہی ان کے ساتھ نیکی کریں گے اور جب بدکار ہوں گے تو حاکم بھی ان پر رحم نہ کرے گا اے سعد تعالے فرماتا ہے، ”و کذلات لولی بعض الظالمین بعضاً بما كانوا یلکسون“ (یعنی اور اس طرح ہم ساتھ ملا دینگے گنہگاروں کو ایک دوسرے کا بدلہ ان کی کمائی کا)۔

حضرت بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا اپنے فرمایا۔  
 ”میرے اہل بیت کے مرد جو قریب تر ہوں سب سے پہر وہ جو ذرا ان سے دور ہوں۔“

پھر حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ آپ کو کفن کیا دیوں۔ آپ نے ارشاد کیا۔  
 کہ میرے ہی کپڑے اور حلہ یا فی اور سحر کا سفید۔

ان تمام وصیتوں سے جو میں نے نقل کی ہیں یہی ہدایتیں ہیں کہ اتحاد قائم رکھنا اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا اس سے زیادہ نیکی اور سہر دی کی طرف ہدایت کیا ہوگی دم لبون پر ہے اور وصیت یہ ہے کہ ہمیشہ نیکی کرنا اور باہم دوستی رکھنا۔ آخر پیر کو دوپہر کے وقت (۱۲ ربیع الاول ۶۳ھ ہجری جون ۶۳ھ)۔

جب وقت آپ لبون ہی لبون میں خدا کی عبادت کر رہے تھے پاک روح نے آپ کے تن مبارک سے مفارقت کی،

یہ پاک زندگی جس نے اول سے آخر تک اپنے مالک کی مرضی میں اپنے کو رکھا اس طرح سے ختم ہو گئی

کیا کوئی اور نبی یہی ایسا ہوا ہے کہ جو نبی اکرمؐ کے برابر گونا گوں مصائب سہنے اور تکلیفیں اٹھانے میں برابری کر سکے؟ وہ ناقابل برداشت امتحانات کہ جو اچھے بہادر و نادر مستقل مزاجوں کے پتے پانی کر دیتے ہیں چھوٹے نہایت صبر اور تحمل سے انہیں برداشت کیا مگر ان فرائض کی انجام دہی میں جس لئے کہ وہ مبعوث ہوا تھا اس لئے کہی کوتاہی نہیں کی اور ذرا بھی نہ ڈرا۔ کیا کوئی ایسا ہی کہ جو دنیا کی بڑھتی ہوئی آگ میں کھڑا ہوا ہوا دیر پا سکوا بچ نہ آئے؟ وہ مظلوم اور غبار منادی کرنے والے سے سلطان و حکمران عرب نکلیا اور کمری اور قیصر کا ہم پلہ ہو گیا اور جو دنیا کی قوموں کا ثالث رخ بن گیا۔ لیکن پھر ہی مزاج کی وہ ہی انکساری نہی وہ ہی دل کی صفائی اور وہی روح کی نجات وہ ہی مزاج کی استقلال و وہ ہی احساس کی شستگی اور لطافت اور نزاکت وہی وہ ہی اپنے فرض کے پورا کرنے میں تڑپ رہی جس سے اسے آئین کا خطاب دلویا اور کبھی آخر دم تک کہ اسکی جان اس کے جسم سے کچھ رہی نہی اور بانگدنیوں کا دورہ بہت خوشخواری سے ہو رہا تھا اس کے لبوں اسکی زبان مبارک سے اگر کچھ سناتو تو ہمہ کہ ہمیشہ اچھی باتیں کرنا گنہگار کی خطا کو معاف کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ بہ ہمدردی پیش آنا۔ جس زمانہ میں کہ اس نے مکہ والوں کے آگے خدا کی وحدت بیان کرنی شروع کی تھی اور انہوں نے کوئی بات حق آنے میں اٹھانے رکھی تھی وہ کونسی وحیاناہ تکلیف تھی جو اسے ندی یاد دینے کی تدبیر نہ کی گئی وہ کونسی بڑی باتیں تھیں جو اسکی نسبت استمال نہ کی گئیں۔ وہ کونسا وقت ناک برتاؤ تھا جو اسے نہ برتا گیا یا یہ جسے کی تدبیر نہ کی گئی۔ مگر یہ اسی فطرت کو شایان تھا کہ جب اپنے اس شہ کو فتح لیا ہے ایک فتح کی بڑی ہنگامی اور یہی کہا کہ رحم سیکھو۔ اور خدا کو واحد جانو۔ ایک فطرت کیسی صاف کیسی ارام کیسی شفقت آمیز لیکن اپنے بہادر و جوی مستقل جو نہ صرف اکرام و توقیر کی تلقین کرتی ہے بلکہ محبت پر بھی بہت زور دیتی ہے۔ فخری طور پر ہورفان عرب عبداللہ کے صاحبزادہ کی توصیف و مدح خود ہی نہیں کرتے بلکہ اسکی سلطان ہونے پر بھی عابری جلیبی انہیں تبرک دیتی اپنی تعریف پر امل کرتی ہے وہ تو وہ مخالفوں کو ٹھٹھا جاکے کہ انہوں نے صفات محمدی کی مفہامی کششوں سے اپنے دلوں کو کہا شک بچایا ہے تو معلوم ہو گا کہ ان سنگ دلوں میں بہت سے ایسے ہی ہیں کہ جن کی قلم سے بے اختیار ہی میں عبداللہ کے صاحبزادہ کی تعریف نکل گئی ہے۔

آپ کا امیر و ن سے بھلی اور بہ تواضع پیش آنا۔ آپ کی غوا کے ساتھ مفساری اور مروت عاجزون کا ڈھارس بند ہونا۔ یتیموں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پیرنا۔ ستم زدہ کی حالت پر افسوس پانا اور غریب پر ہمیشہ ترسنا کہانا اور سافروازی کرتے تھے تمام جہان سے ایکو محبتی فطرون سے دکھایا اور ایک زمانہ نے آپ کی غیرت کی۔ بیشک وہ پاک ذات اسی قابل تھی۔

ایک شہادت سے ایک دلی فیاضی اور صدائے قلب ہو رہا تھی۔ گو وہ اسی تھا یعنی ہر حرفی کیڑ

مگر جسے نہ بڑھ سکتا تھا لیکن فطرت کی مجملہ کتاب میں اسکی نظرین پہنچی ہوئی تھیں اور اس نے  
 کئی کئی بار اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کر لیا تھا۔ گو وہ ظاہری لفظی نقش و نگار نہ بڑھ سکتا  
 تھا لیکن ایک وسیع و عمیر اور غوامض نظر سے عالم کی روح کی ماہیت کی جانچ اور اسکی حقیقت سرتاپا  
 بچان لیتا تھا فطرت نے اس کے دماغ میں وہ قوت بخشی تھی کہ وہ عالم و جاہل کو یکساں جانتا تھا ایضے  
 فطرت کا ایب عظیم الشان علم اسے ہتا کہ اسکے آگے فاضل سے فاضل کی نہیں کچھ حقیقت نہ تھی علاوہ  
 بران اسکے چہرہ پر تکنت و دبہہ جلال شاہی عیان تھا۔ اسکی شباهت اسکے انتہا درجہ کے عقلمند  
 کا نقشہ کھینچتی تھی قدرتی طور پر اس کی صورت وہ محبت خیز تھی کہ جس نے دیکھا وہ ہی فریفتہ ہو گیا  
 آپکی دماغی وسعت آپکے احساس کی لطافت اور پر جلال شان آپکی صداقت و نجابت اور آپ کی  
 مروت و انانیت سے ہزاروں روایتیں بہری پڑی ہیں اپنی امت کو جس نے ایسا بلا کا شیدائیا  
 وہ نبی عربی ہی تھا۔ اس کی غربا پر کرم فرمائی اور ان سے انتہا درجہ کی شفقت نے کہی ای نہیں  
 کیا کہ کم درجہ کے آدمی گستاخی کریں و مان یہ بات ہی نہ تھی چون چون وہ شہاس برتا تھا اس کا  
 رعب قدرتی بڑھتا جاتا تھا اس خلق و عنایت اس کرم فرمائی اس شیرین کلامی اس شہاس بن  
 برہی اس کے جلال خیر اور پر دبہہ چہرہ کے آگے کیا مجال تھی جو کوئی آنکھ ملا کر دیکھتا تو کہتا کہ  
 سکتا حضرت انس آپکے خادم فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم کی خدمت میں دس برس کامل رہا لیکن  
 کہی یہ نہیں ہوا کہ نبی نے مجھے اتنا تک کی ہوا اگر میں حساب کروں تو مجھے معلوم ہو گا کہ میں نے  
 اتنی خدمت نبی اکرم کی نہیں کی جتنی آپ نے میری کی۔ آپ اپنی سادہ رہنے کی جگہ میں اپنے ہاتھ  
 سے چھاؤ ویلیا کرتے تھے اور اپنے کپڑوں میں آپ پیوند کر لیتے تھے۔ کہی کسی بات پر یہ نہیں کہتا کہ  
 انس یہ تو نہ کرتا تو اچھا تھا۔ آپ کو اپنے کنبہ کی بہت محبت تھی آپ کا ایک صاحبزادہ آپکی چھائی پر  
 انا کی دیو نزار کو ٹھہری میں وفات پا گیا یہ انا ایک لباس کی بیوی تھی۔ اسوقت جو کچھ آپ کو  
 صدمہ ہوا ایک شفقت باب کا دل بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ آپ کو اولاد ہونے کی بہت آرزو تھی  
 اسلئے آپ کو نئے نئے بچوں سے ایک دلی محبت تھی شاہر امون میں چلتے چلتے آپ نے نئے نئے معصوم  
 بچوں کو ہٹا لیتے اور ان کو چمکارتے اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پیرتے۔ آپ نے اپنی  
 زندگی میں کسی کو ہی جہر کی ہنیں دی اسپر ہی جب آپ کی وفات ہوئے لگی تو آپ نے مجمع سے  
 سامنے یہ فرمایا۔

اگر میں نے کسی کو کچھ تکلیف دی ہے یا کسی کا کچھ دل دکھایا ہے تو  
 میں اس کے عوض دینے کو موجود ہوں اگر مجھ پر کسی کا کچھ آتا ہے تو جو  
 کچھ میرا ہے وہ سب تم لوگوں کا ہے۔

یہ سنکر ایک شخص اس مجمع میں سے اٹھا اور کہا اے بنی السد فلان دن جو آپ نے ایک عرب کو مجھے تین درہم دلوائے تھے وہ میرے آپ پر آتے ہیں فوراً ان مفصلہ ذیل الفاظ کے ساتھ اس کے درہم ادا کر دے گئے۔

”اس دنیا کی خجالت اس عالم کی شرمندگی اور خفت سے بہتر ہے“

اس خلق اور خدا سے خوف کرنے کی مثال اور یہی کوئی بنی ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کو زیادہ غصہ آتا تھا تو آپ یہ الفاظ کسی کی نسبت ارشاد فرماتے تھے؟ اور اس کا کیا ہونا ہے خدا کرے اسکی پیشانی تاریکی کی کیچڑ سے لبت پت ہو و جب آپ سے کسی نے عرض کیا کہ فلان کا فربر لعنت کیجئے تو آپ نے فرمایا میں خدا کی مخلوق پر رحمت بھیجنے آیا ہوں نہ کہ لعنت کرنے اور

آپ ہر مریض کی عیادت کے لئے اس کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے۔ جو جازہ رستہ میں ملتا تھا آپ اسکے ہمراہ ہو جاتے تھے۔ اگر کسی غلام نے بھی آپ کی دعوت کی تو آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ آپ نے بکریوں کا دو دانے ہاتھ سے دھویا ہے۔ اس نے کبھی دوسرے کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ الگ نہیں کیا جب تک کہ اس نے علیحدہ کر لیا۔ اس نے کبھی کسی کی طرف سے باتیں کرتے کرتے پیٹ نہیں پھیری جب تک کہ وہ خود نہ چلا گیا ہو۔ اس کا ہاتھ انتہا درجہ کا فیاض اس کا دل اول درجہ کا بہادر۔ اسکی زبان غایت درجہ کی سچائی کی پوری ہوئی۔ آپ نے ان لوگوں کی وفاداری سے حفاظت کی کہ جو آپ کی حفاظت میں آگئے۔ آپ پسندیدہ اور شیرین کلامی میں بھی افضل تھے جن لوگوں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا وہ یہی از حد آپ کا اکرام کرنے لگے جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے شیدا و فیقتہ بن گئے جس شخص نے آپکی خدمت میں جانے کا شرف حاصل کیا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ایسا شخص نہ دیکھا ہے سنا۔ آپ اکثر خاموش رہا کرتے تھے لیکن جب آپ تکلم فرماتے تھے تو مقصود بالذکر بزرگوار الکرار تہہ بہ تہہ ایک ایک لفظ بیان فرماتے تھے کہ سنئے والا کبھی نہ بھولتا تھا اور۔

فاسٹر کول نے جو کچھ نبی اکرم کی نسبت تحریر کیا ہے وہ عیاں یوں کی توجہ کے قابل ہے کہ ایسا فاضل مصنف کیا رائے قائم کرنا ہے۔ میں یہاں بغیر نقل کئے نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ انگریزی

Dr. P. O. O. O.

یہ ایک مقدس فات پر۔ رحم اور نازک صورت اور غلا وہ بین بہادر شبہا بہت میں وہ نور اور انور تھا کہ ان لوگوں سے ہی جو اندھے بنے سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں پھر ہی آپ کے بچے جلال سے چکا چوندا ان کی نگاہوں میں ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو تنہا اپنی قوم کی خشونت انگیز دشمنی اور مخالفت میں برسوں تک دیرانہ سینہ سپر کرتے ہوئے کھڑا رہا۔ یہ وہی شخص ہے کہ جس نے مسلمانوں کو یہ بھی اپنا ہاتھ بغیر دوسرے کے الگ کئے نہیں ٹھایا۔ وہ معصوم بچوں کا پاپا بھی ایسا نہیں ہو کہ ایک چند چھوٹے چھوٹے بچوں کا اس کے سامنے سے گزر گیا وہ اور اپنے اپنی تعجب خیز مسکراتی ہوئی نظروں کو ان پر نہ اٹھایا ہوا اور خندہ پیشانی سے مہربانی آمیز لفظ نہ کہا ہو۔ اس کی فیاض ہادر کشادہ دل دوستی۔ اسکی خجستہ گرمی اور توفیق بخش فیاضی۔ اسکی بے باک جرات اور اسکی

ابن عباس اور انکساری نے اسکو ایک عالم کا مجتبیٰ بنا دیا۔ اس زمانہ میں کہ جب  
شکستہ زمانہ بہت ستا رہا تھا اور کئی کئی وقت کے بعد یہاں کو ملتا تھا پھر بھی آپ اپنی روتی  
میں سے دوسرے میں جھپکے دیتے تھے۔ کیساری نے صراطِ مستقیم آپ کے پاس جاتا آپ اس کا  
اطمینان کرتے اور قیمتی نصیحتیں ایسی لے لیتے کہ پھر وہ پریشان خاطر نہ ہوتا۔ آپ ہر  
روز صیبت زدوں کی جتنی سنے کہ لے لیتے تھے یہاں آپ کے درجہ کے آدمیوں کے گہروں میں ملی  
دیتے اور شکستہ دلوں کی ڈھارس بندھوانے کے لئے تسلیات لیتے۔ آدھے اور بہت ہی  
کم درجہ کے غلام آزاد ہی سے آپ ملتا تھے پھر اگر اپنے مالکوں نے پاس لیجاتے اور عرض کرتے کہ آپ  
اس بڑے رتناؤ پر جو ہمارے مالک تھے ہمارے ساتھ کیا ہے اس سے خوش امین اور یہ بہت  
کر دین کہ آئندہ وہ ہم پر یہ ستم نہ کرے۔ آپ خوشی خوشی لڑائی لیتے اور ایکو ذرا غار ہوتی تھی  
وادی ب ۷ صنف شیعہ - صنف الاحباب - صنفہ شعی -

امید تمام اس نکتہ جہنی کو جو اسکی تعریف میں کی جاتی ہے از خود ملازم گردیتی اور مٹیاب بنا دیتی ہے۔ سارے  
انفاق دین ہر کہو کہ کتبہ جہنی بنی بنا دیا کہ ہر نکتہ جہنی ہے اسکا اپنی اور لوالہ خرم اور شریف ادراک میں  
اپنی نسبت اتھا کے ربانی۔ نہ کالیقین اس زمانہ میں جبکہ اتھاے ربانی پر غمکھ اڑایا جاتا تھا وہیش بہا بھائی  
کہ جس نے بربادی اور ربانی سے قوم کو بچالیا۔  
اب وہ تھی کہ اتھاے ربانی نے انہو ایسے زمانہ میں اپنا بازگشت بنایا تھا کہ جس زمانہ میں آپ نے ایک دنیا کو لوگ  
میں گرنے سے بچالیا اور اس وقت اس کی ضرورت ہی بہت تھی ایسا اتھاے ربانی کا سرگرم جہش نہایت پاک  
اور صاف اور خوش آئند رہتا۔  
آپ ان چند شان انفا س میں ایک ایسے خوش نصیب آدمی تھے کہ جو اپنی ہی زندگی میں ایسی عظیم الشان  
سیاحتی کا نور چکا جاتے ہیں جو ایک خلاق کو زندہ شامانی دیتی ہے۔

اب ایک ہی ضار کے تھے اور آپ وفات کے سخت وقت تک یہی بہہ نہ پہولے کہ میں کون ہوں اور کس کے  
سبوت ہوں۔ آپ نے اپنے عظیم الشان عہد کے ایہ سبب ہوئے یقین پر لوگوں کو بشارتیں دین سے اپنی شیعہ میں  
حلیمی کے جس کی جڑ میں آپ کے خدمت کے علم پرین پڑی ہوئی ہیں۔  
سٹر پول کے یہ الفاظ کہ جو ان کی طلبیات کی مٹھنی کا نقشہ کھینچے ہیں خود توحید کے قابل ہیں۔  
سٹر پول نے آزاد ہی سے موفات پہلو پر محبت کی ہے جو پہلو انہوں نے اختیار کیا ہے وہ صرف مسلم ہونے سے  
ہے۔ جب ہم سٹر پول یہ یہ الزام نہیں قائم کر سکتے کہ انہوں نے صاف انفاق میں بنی کیوں نہیں لکھا بلکہ  
جہن ممنون ہونا چاہئے کہ جو کچھ انہوں نے کہا اس سے زیادہ ایک غیر اسلام نہیں لکھ سکتا اس لئے  
ہم ان کے مشکوک ہیں۔ امین شک نہیں کہ اگر کوئی انصاف سے آپ کے سوانح عمری دیکھے گا تو جو کچھ  
سہ نفی سے سٹر پول نے لکھا ہے اس قدر تو یقین کو نہ میں اسے کہہ ہی عذر نہ ہو گا۔

آپ نے کہا ہے پر کبھی ہاتھ نہ ڈالا جب تک کہ اس کا نام نہ لیلیا اور آپ نے کہا کہ جسے بڑی ہاتھ نہیں اٹھایا جب تک کہ خدا کا شکر نہ کیا۔ آپ کا وقت باقاعدہ مضبوط تھا۔ وہ عین جہان کا وقت نہوتا تھا آپ نے والوں سے ملاقات فرماتے اور کاموں کا انتظام کرتے تھے کہ آپ بہت ہی کم سو کر تمام وقت خدا کی عبادت میں صرف فرماتے غریبوں سے ایک دو ایک انیس خاص تھا جو لوگ گھر سے ہوتے تھے وہ آپ کی مسجد میں آپ ہی کے حجرہ کے قریب آرام لیتے تھے ہر سال کو یہ ایک دستور تھا کہ آپ چند صحابہ کو اپنے عاجز اور سکیں سادہ کہانے سن کر رکھتے اور لوگ آپ کے خاص صحابہ کے مہمان ہوتے تھے۔ آپ کے برتاؤ اپنے تلخ تر دشمنوں کے ساتھ یہی دہی رجحانہ اور متحملانہ تھے وہ آفتیں جو آپ پر پڑیں وہ مصیبت خیز حالتیں جو سخت سنگین دل دشمنوں کی طرف سے آپ پر پڑیں جس بہادری سے کہ ان کو سہا اسی او لو غریب سے ان کے ساتھ مل کر مغلوب کرنے کے بعد فیاضانہ طور پر سلوک کیا۔ آپ ہمیشہ سیدہ ہی سادی وضع رکھتے تھے آپ کی طرز معاشرت آپ کی پوشاک آپ کا سامان خانہ داری اس امر کا شاہد ہے کہ آپ بڑی سادگی میں زندگی بسر کرنے والے تھے حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ اکثر بے کہانے بھی رہا کرتے اور کبھی صرف کجورن اور مانی ہی پر قناعت کر لیتے اور یہ اکثر چھ تا آٹھ مہینے کے مہینے کر جاتے تھے کہ آپ چھوٹے سے حجرہ میں چراغ تک جلانے کو میسر نہ آتا تھا اسلامی مورخ کہتے ہیں کہ خدا نے آپ کو اس دینا کے خزانوں کی کنجی دی کہ آپ سے لین لیکن آپ نے کنجی نہیں لی اور اس عالم کے آگے زوال پذیر نعمتوں کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔

## اشعار

اللهم صل على روح النبي المطهر شفيع الوری فی یوم بعث و  
 بشیر نذیر سید القوم جملة۔ رسول کریم خیر ذات وجوہا  
 وما مثله فی الناس من ملک آدم۔ من خلق عظیم ثم ذات معطر  
 اذانار نورک نے خلق آدم خیر الملائكة جملة ملک  
 اذا الاحبالا نور وجه محمد۔ فله من نور ما لم یفهم من نور  
 سقی معشر الابرار من حوض کوثر نزل باطوارا خالیا عن مکدر  
 علیک صلواتہ اللہ یا سید المرسلین علیک سلام اللہ یا خیر منظر



## (دسوان باب)

(اسلام)

ہلم الی لا تقصد سوا آئی۔ انا المنان فاطلبنی محمدی  
انذکر لیلۃ ناسریت سہرا۔ فلم اسمعت فاطلبنی محمدی  
اذ المضطر قال الا تراخی۔ نظرت الیہ فاطلبنی محمدی  
انذا عبیدی عصانی لم تجلی فی سریر الیہ فاطلبنی محمدی

پہلے اسلئے کہ اسلام کی قدر و منزلت بیان کی جائے اور اس کی بابت کچھ لکھا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اسلام کی ماہیت اور اس فرق کو یا اصال کو جو ایمان اور اسلام میں ہے بیان کیا جائے اور دکھایا جائے کہ ایمان کسی کہتے ہیں اور اسلام کسے کیا معنی ہیں۔ اس بات میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ آیا اسلام ایمان ہی ہے یا دوسری چیز ہے اور اگر دوسری چیز ہے تو اس سے جدا پایا جاتا ہے یا اسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہے پس بعض تو کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ دو چیزیں ہیں۔ یہہہ پس میں نہیں ملتا بلکہ جدا جدا ہیں بعض یہہہ کہتے ہیں کہ دو ہیں مگر ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں۔ ابوطالب کی نے اس باب میں ایک بڑی طول طول بحث لکھی ہے اور بہت کچھ اپنی قابلیت کا خراج کیا ہے لیکن اس کی تحریر سے کوئی صداقت بات نہیں کہلی کہ دو کا دو اور پانی کا پانی علیحدہ ہو کر سات آجائے اسلئے میں مناسب نہیں جانتا کہ ایسی بونگی غیر نتیجہ تحریر کو نقل کر دے اسلئے جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے تحریر کرتا ہوں۔ اس باب میں مجھے تین بحثیں کرنی ہیں۔ اول یہاں میں کہ لغت میں دونوں لفظوں کے کیا معنی ہیں۔ دوم محاورہ مترع میں ان دونوں لفظوں سے کیا مراد ہے۔ سوم ان دونوں کا حکم دنیا و آخرت میں کیا ہے۔ غرض کہ اول بحث لغوی ہے دوسری تفسیری اور تیسری فقہی کمری اول بحث لغوی معنی کے بیان میں۔ اس میں حق یہہہ ہے کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن میں آیا ہے۔،، وما انت بمؤمن لما یضہ تو باور نہ کر لگا ہمارا کہنا،، مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنے والے سے ہے اور اسلام کے معنی فرمانبرداری کو ماننے اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنے کے ہیں اور تصدیق کا ایک محل خاص ہے یعنی وہ دل سے ہوتی ہے اور زبان اسکی ترجمان یعنی بیان کرنے والی ہے۔ اور ماننا عام ہے جو دل اور زبان اور اعضا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو تصدیق دل سے ہے وہ تسلیم

اور شرک انکار ہے اس طرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضا سے کرنا ہے حاصل یہ ہے کہ نعت کے اعتبار سے اسلام تمام ہے اور ایمان خاص اور سلام کے اجراء میں سے اشرف کا نام ایمان ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق تسلیم ہے اور یہ نہیں کہ تسلیم تصدیق ہو شریعت میں ان دونوں کا استعمال تینوں طور پر لایا ہے یعنی ان دونوں کے ایک معنی ہوں یا جدا جدا ہوں یا ایک معنی ہوں دوسرے کے معنی داخل ہوں دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثال یہ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ ”فاخرجنا من کان فیہا من المومنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین“ دیکھئے پہر بچا نکالا ہم نے جو تھا دین ایمان والا پہر نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کا۔ اور یہ امر باتفاق ثابت ہے کہ ایک ہی گھر تھا اس کے لئے مومنین اور مسلمین ارشاد فرمایا اور فرمایا، ”یا قوم ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین“ دیکھئے اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بہرہ رسد کرو ہو مسلمان۔“

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے نبی الاسلام علی حسن و ینفع اسلام بنایا گیا ہے پانچ باتوں پر ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں یہی پانچوں کین ارشاد فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ایمان و دونوں ایک ہی چیز ہیں اور دونوں کے جدا جدا ہونے کی مثال یہ آیت ہے۔ ”قالت الاعراب انا قلوبنا توکمونوا لکن قولوا اسلمنا“ دیکھئے کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے تو تم ایمان نہیں لائے یہ کہو مسلمان ہوئے دیکھئے یہ کہو ہم نے ظاہر میں انقیاد قبول کیا۔ اور اس جگہ ایمان سے مراد فقط دل کی تصدیق ہے اور اسلام سے غرض زبانی خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہے۔

سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو چھ عطا کیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اکرم آپ نے اس شخص کو چھ عطا کیا حالانکہ وہ مومن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن ہے یا مہاجر دوبارہ سعد نے وہی عرض کیا پہر دوبارہ وہی جواب فرمایا۔

اس سے تو یہ کہل کہ ایمان اور سلام دو چیزیں ہیں اور ان میں فرق ہے اور ایک کے معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ایمان میں سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا کہ سلام پہر سائل نے عرض کیا کہ سلام کون افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان و اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں

دو چیزیں ہیں اسلام و ایمان ابھی عرض کیا تھا۔

ابھی عرض کیا تھا۔

مختلف ہیں اور ایک دوسرے میں داخل ہیں اور یہ لغت کی، وہ استعمال میں ہیں سے اچھا ہے اسلئے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل ہے جو سب اعمال سے افضل ہے اور سلام تسلیم کا نام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضا سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہے جو دل سے ہو اور یہ دل کی تسلیم وہی تصدیق ہے جسکو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور پر یا تداخل یا تراؤف کے طور پر مجاز فی اللغۃ کے طریق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر اس طرح ہو گیا کہ فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو یہ لغت کے موافق ہو گا اور سلام کو تسلیم ظاہر ہی نہرا دین یہہ بھی لغت کے موافق ہے اسلئے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض جگہوں سے ہی ہوگی تو اسکو یہی تسلیم ہی کہینگے یہہ تو بشرط نہیں کہ جہاں جہاں معنی کا پایا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ سب حاصل ہی ہوں جیسے اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی عضو سے چھو کہ تو چونکہ والا کہلا دیکھا گوشت چھوئے میں شامل نہیں اسبطح لفظ سلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جو وقت کہ باطن کی تسلیم نہو لغت کے مطابق ہے اور اسی بنا پر قرآن شریف میں آیا ہے۔

، قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا وادرسعد کی حدیث میں جیسا ہم نے اوپر نقل کیا صاف پایا جاتا ہے کہ نبی اکرم نے مومن کو مسلم پر ترجمہ دی۔ اور میری غرض دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ ایک دوسرے سے بیکر ہو اور تداخل کے طور پر یہی لغت کے موافق ہو گا یعنی اسلام کو یہہ تیسرے الین کہ دل اور قول اور عمل سب تصدیق کا نام ہے اور ایمان بعض تصدیق کا نام ہے جو اسلام میں داخل ہے یعنی صرف دل کی تصدیق اور اسی کے مطابق نبی اکرم نے ارشاد کیا کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کون اسلام افضل ہے تو اپنے فرمایا کہ ایمان یعنی اپنے ایمان کو خاص کر کے اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے ایک معنوں میں استعمال کی مثال یہہ ہے کہ سلام کے معنی تسلیم کے لئے جاوین جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم ہر حال ہوگی اور ایمان کے معنی یہی ہیں کہ دے جائیں اس صورت میں صرف اتنا تصرف ہو گا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل کی تسلیم کی تھی اس کو عام کر دیا جاو گیا اور ظاہر کی تسلیم کو یہی اس میں داخل کیا جاو گیا اور یہہ تصرف درست ہے اسلئے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتی ہے اور کہی ایسا ہوتا ہے کہ دخت بولتے ہیں اور تسلیم کے طور پر اس سے دخت معہ پہل مراد ہوتا ہے تو اتنے تصرف سے ایمان ہم معضی سلام کا اور اس کے مطابق ہو جاو گیا نہ اس سے زیادہ ہو گا نہ کم اور اسی بنا پر قرآن مجید میں آیا ہے۔

لما وجدنا جناساً غریباً من المسلمين و

تیسری بحث حکم شرعی کی بحث میں۔ اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں ایک دنیوی اور ایک آخری

حکیم اخروی یہ ہے کہ روحانی مضر تون کو مرنے کے بعد بچانا اور اس میں ہمیشہ رہنے کا مانع  
مونا کیونکہ روحانی مسرت سے بچنے کو نبی اکرم نے یہ فرمایا ہے، "میں خیر من النار من کان فی قلبہ  
مشتاق ذرۃ من الایمان دریعۃ نلیگا الگ سے وہ شخص جس کے دل میں ذرہ پر ایمان ہوگا۔"

ان اس بات پر لوگوں کا اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم کس چیز پر مرتب ہوتا ہے یعنی وہ کوئی ایمان  
ہے جس سے روحانی مضر تون سے ان ان بچے۔ بعض کا قول تو یہ ہے کہ صرف یقین کرنے سے  
ان روحانی تکلیفوں سے بچ سکتا ہے اور بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک دل سے  
نہ یقین کرے اور زبان سے نہ اقرار کرے روحانی دنیا میں اسے کبھی راحت نہیں مل سکتی اور  
بعض تیسری بات اور یہی بڑا تے ہیں یعنی اعضا سے عمل کرنا۔ لیکن میرا خیال اس بات میں  
یہ ہے کہ صرف یقین دل سے کرنا کافی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اگر کسی چیز کا دل میں یقین ہوگا اس کا ظہور از خود ظاہر ہونے لگیگا اور اگر نہ ہی  
ہو یہی دل ہی سے یقین کرنا بہ نسبت زبان اور اعضا کے افضل ہے۔ یہ ایک لازمی امر ہے  
کہ اگر دل میں کسی چیز کا یقین ہے زبان اور اعضا بھی گواہی دینگے کیونکہ دل کے ہی تابع  
یہ سب اعضا ہیں جب شاہ کسی چیز کا یقین کر لیتا ہے اس کے ماتحت خود بخود یقین کرینگے۔  
ظاہری صورت بنانی تختون سے ادبچا جاوے مانتے میں گناہ پڑا ہوا لمبی ڈاڑھی کتر دان بسین باقون  
میں پانودانوں کی تیسرے غرض تمام صورت مسلمان دلیوں کی سی بنی ہوئی ہے مگر جو صورت بنائی  
ہے اس کا دل یقین نہیں کرتا دل میں شرک و بدعت کا خزانہ اس مالش پر ہوا ہے میں دریافت  
کرتا ہوں کہ اس ظاہری روحانی صورت سے کیا نتیجہ ہے۔ ہاں یہ سب افضل ہے کہ جمیع بہتہ تون  
صفیت ہون گی یا جو شخص ان تینوں باتوں کا جامع ہوگا۔ اس میں کچھ مخالفت نہیں ہے یہ  
تو ایک درجہ ہوا اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو باتیں پائی جاوے اور کچھ تیسری بھی ہو یعنی  
دل سے یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور کچھ قدر عمل ہی کیا جاوے مگر اس شخص نے ایک یا زیادہ  
گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہی کیا ہو تو اس صورت میں مغربی یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان سے خارج  
ہوگا مگر کفر میں داخل ہوگا۔ بلکہ اسکو فاسق کے نام سے پکارینگے۔ ابو طالب کی کا یہ قول ہے  
کہ عمل کرنا جزو ایمان ہے اور ایمان بغیر عمل کے پورا نہیں ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ابو طالب نے  
اپنے اس قول پر اجماع کا دعویٰ ایسی دلیلوں سے کیا ہے جس سے ان کے مطلب کا زیادہ تعلق  
نہیں ہے گواہوں نے بہت زور دیکر ثابت کرنا چاہا ہے کہ وہ ناکام رہے۔ مثلاً انہوں نے اپنی  
دعویٰ کی دلیل میں یہ آیت قرآن مجید کی پیش کی ہے، "الذین امنوا و عملوا الصالحات دو

یعنے جو لوگ ایمان لانے اور کام کئے ایچھے، کہ اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہے ایمان میں داخل نہیں ہے ورنہ عمل حکم معاد میں ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ اس قول پر احتجاج کا دعویٰ کرتے ہیں اور برطوف یہ ہے کہ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو نقل کرتے ہیں، یعنی کسی شخص کو کافرنہ کہا جاوے مگر اس صورت میں کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہے اسکا منکر ہو ورنہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا۔

میری رائے میں ہیٹھ اسلام اور اصلی ایمان نہ ظاہری عبادت ہے اور نہ ظاہری صورت ہے بلکہ اصلی اسلام دایان یہ ہے کہ اپنی قوم اپنے آپ اور اپنے دین کی حفاظت کی جائے اور یہ ترقی دینے میں کوئی دقیقہ اپنی قدرت کے موافق باقی نہ چھوڑا جائے۔ بس یہی رستہ روحانی تکمیل سے بچا کر تحقیق اور دوامی شادمانی حاصل کر نیک ہے۔ صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کا نام اسلام نہیں ہے بڑا اسلام یہی ہے کہ ہمدردی کی جائے اور اپنے بازو کے زور سے رزوی پیدا کر اپنے متعلقین اور قوم کے بچوں کی پرورش کی جائے۔ مفت کئے کئے بغیر محنت اور مشقت کے مسجد میں بیٹھ کر مرنے کا نام ہرگز اسلام نہیں ہے نہیں ہے نہیں ہے۔ نبی اکرم نے رزوی کی بہت فرما دیا ہے۔ مطلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ و دیعے طلب کرنا حلال کا فرض ہے بعد فرض کے، خدا اور اس کی لازوال قوتوں پر ایمان لانے کا نام اسلام ہے اور یقین لانا یہی ہے کہ اسکی ہدایت کے موافق تمدن و تہذیب قائم کی جائے اور اپنے اسلامی بہائیوں کو ہمدردی کا سبق پڑایا جاوے۔ اگر یہ ہمدردانہ فطرت نہیں ہے تو کبھی اسلام کی بویسی اس میں نہیں ہے اسلام کی بنیادی دنیا میں صرف صدیوں کے مناقشوں اور جھگڑوں کو مٹا کر اخوت و بہائی چارہ قائم کرنے کے لئے نبی اکرم نے رکھی تھی اور آپ کی آخری وصیت یہی تھی کہ ایک دوسرے سے محبت کرنا میں تو اپنے خیال میں خدا پر یقین کرنا یہی سمجھتا ہوں کہ اپنی قوم کے فائدہ کے لئے اپنی جان کاٹ دے جن لوگوں نے قوم پر اپنی نعل سی جانیں صدقہ کی ہیں ان پر اسلام اتیک فخر کرتا ہے اور ہمیشہ فخر کرے گا اور بیشک وہ ہی لوگ ہیں جو خدا کے دربار میں بلند پریشانی کے۔ بس یہی اپنے رب پر یقین لانا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ”من یؤمن بہ ربہ فلا یخاف الخسار“ ہذا یعنی پہر جو کوئی یقین لا دے اپنے رب پر سو نہریگا نقصان سے اور زبردستی سے وہی پر یا اللہ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں۔ صرف یہی نہیں ہیں کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ جتنے نبی گزر گئے وہ خدا کی طرف سے دینا پر مبعوث ہوئے تھے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی تھے اور آپ ہی پر ختم نبوت ہو گئی۔ بس اور کچھ نہ یقین کریں۔ صرف اتنے سے یقین کرنے کو اسلام طلافانی برداشت الی سعید بند ضعیف۔

یا ایمان نہیں کہتے اسلام یا ایمان یا نبی اور خدا پر یقین کرنے کے بعد معنی میں کہ تم ان میں سے  
نصیح توں وصیتوں پر سرگرمی سے کار بند ہوں کہ جو انہوں نے اپنی نبی کتابوں میں ہمیں کی  
ہیں ان پر چلین اور اپنے دوسرے بھائیوں کو چلنے کی ہدایت کریں۔ اور وہ نصیحتیں کیا ہیں؟  
کی بادشاہت میں اسکے سچو دین کو پہلانا اور عدل قائم کرنا لوگوں کو تہذیب کھانا اور سونے  
کو آدمی بنانا پس یہی اسلام ہے ہی ایمان ہے اور یہی نبیوں اور انہوں پر ایمان لانا ہے۔ اسی ہے  
قرآن مجید میں آیا ہے، والذین امنوا باللہ درسلہ اولئک ہم الصدیقون دینے اور سچے  
لوگ یقین لائے اس پر اور اسکے سب سولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے وہ

اگلے آنے والی آیت میں ہمارا مطلب صاف کھل گیا ہے صرف بہت سچا ایمان اور اسلام  
صرف نبیوں کو نبی سمجھنے کا نام ہے شخص غلط ارے معنی بات ہے۔ بلکہ نبیوں کی ہدایتوں  
پر عمل کرنا اور ان کی بشارتوں اور ڈراؤن کے موافق قدم بچھنے کا نام اسلام ہے  
جیسے قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ ان کی باتوں پر ہدایت پر ایمان لانے کے لیے  
یافتمین، کلمۃ الیقین فیہا فوج سالہم خزینۃ الہیۃ تکم لذیذ قالوا بلحا قد جاءنا نذیر فلکنا  
وقلنا ما نزل اللہ من شیء دینے جس بار ڈراؤن میں ایک دن پوچھا اس کے کارکنوں نے کیا  
نہ پوچھا تم کوئی ڈر سنانے والا وہ بولے کیون نہیں ہمارے پاس پوچھا ہوتا ڈر سنانے  
والا پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا کوئی نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز، اس آیت میں لفظ کلمۃ الیقین  
کا عام ہے تو یہ جانتے کہ جو دوزخ میں ڈالا جاوے وہ تکذیب کرنے والا ہو تکذیب کرنے کے  
یہی معنی ہیں کہ ان کے قولوں اور ہدایتوں پر عمل نہ کیا جاوے اور جو کچھ وہ کہیں نہ سنا جائے  
ہمارے نبی اکرم نے صرف ہمدردی اور دوستی قائم کرنے کی تعلیم کی ہے جو شخص اس قیمتی ہدایت  
سے دل تنگ ہو اور اپنی نفس پرستی اور خود غرضی میں تمام عمر گنبا رہے خواہ اسے نمازین  
پڑھتے پڑھتے ماتے میں ٹٹا کر لیا ہو مگر وہ ہرگز نبی کا پیارا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے مطلب کی  
اور یہی زیادہ تصریح اس آیت میں موجود ہے، لا یصلہا الا الا شقۃ الذی کذب فی قلبی  
یعنی اس میں وہی بیٹھے گا جو بڑا بد بخت ہے جس نے جھٹلایا اور منہ مڑا دیا منہ مڑنے سے غرض  
یہ ہے کہ ہدایتوں پر عمل نہ کیا اسکے لئے بد بخت کا لفظ لکھا ہے۔ جس نے اس بیانی چارہ کو  
قائم نہ رکھا جسکی بنیاد نبی نے ڈالی تھی اور آپ کی آخری وصیت یہی تھی وہ بقول باری کم بخت  
ہے اور ہرگز فلاح نہ پائیگا۔ اس آیت میں حصر و ثبات و نفی تینوں موجود ہیں جیسے یہ معلوم ہوتا  
کہ سچا ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے بھائیوں سے ہمدردی نہیں کی اور نبی اکرم کی ہدایت پر عمل  
نہ کیا اور سب دوزخ میں جاوینگے۔



ذیل کی آیت میں اس سے زیادہ تصریح ہمارے مطلب کی آگئی ہے قرآن مجید میں آیا ہے۔۔۔  
 من جاء بالحسنة فله خير منها وهم من فزع يومئذ امنون دے دینے جو کوئی لایا پہلائی تو اس کو  
 ملنا ہے اس سے بہتر اور ان کو گہرا ہٹ سے اس دن چین ہے۔۔۔ اس سے زیادہ تصریح اور کیا ہو  
 ہے کہ پہلائی کرنے والا ہمیشہ چین سے رہیگا اسکے یہہ معنی ہیں کہ جس نے کبھی کسی کے ساتھ پہلائی  
 نہیں کی اور نظا ہر اپنی صورت و لیون اور عابدون کی بنا کر لوگوں کے کلیجے سو سے سے اور ان کا  
 گمایا ہوا مال ہٹ کیا وہ کبھی چین سے نہیں رہنے کے۔ اور یہی زیادہ کہلم کہلا خدائے ہمدردی  
 اور کسی سے احسان کرنے والوں کی نسبت اس آیت میں فرمادیا ہے۔۔۔ واللہ یحب المحسنین۔۔۔  
 یعنی اللہ کو احسان کرنے والے پیارے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اسلام نبی کی  
 ہدایتوں پر چلنے یعنی مسلمانوں سے ہمدردی کرنا نام ہے۔ جہن نفس پرستی اور تنہا ہمدردی کی  
 بو ہے اسکے اسلام اور ایمان میں خامی ہے اور وہ خدا کا پیارا بندہ نہیں ہے۔ جس نے قوم کی مصیبت  
 برائوں نہ بہائے اور اس کا معاون نہ بنا وہ کیا خاک مسلمان بن سکتا ہے۔ خدا ہمیشہ نیک کام کرنے والوں  
 کو نیک اجر دیتا ہے اس کی وہ عزت و قری اور محنت کبھی بیکار نہیں جاتی جو اسے قوم کی مدد میں کی  
 ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف آگیا ہے۔۔۔ انا لا یضیع اجر من احسن عملا۔۔۔ یعنی ہم نہیں  
 کہوتے نیک اس کا جس نے پہلا کیا کام دو خدا کا واحد سمجھنا اسکی تو تون کو غیر محدود جاننا اور  
 مسلمانوں پر جان و تن قربان کرنے کے لئے مستعد رہنے کا نام اسلام ہے۔ اصل میں یہہ ساری  
 باتیں یعنی خدا پرستی اور شریک و بدعت سے بچنے کے لئے تاکیدیں کرنی یہہ صرف یکجہتی قائم کرنی اور  
 صدیوں کی مخالفت کو مٹانے کی اچھی تدبیر تھی۔ یعنی جب سب ملکر ایک ہی خدا کی پرستش کریں گے  
 اسکو ایک ہی قومی ایک ہی رحیم اور ایک ہی کریم مانیں گے تو پھر انہیں مخالفت کی وجہ کو نسی قائم ہو سکتا  
 ہے مخالفت تو یوں ہو سکتی ہے کہ خدا خدا دو تا پہلو و تار شہید معبود قرار دے جائیں تو یہہ  
 لازمی امر ہے کہ ایک دو تاکہ پرستش کرنے والے گروہ سے دوسرے معبود کے ماننے والے گروہ سے  
 گروہ اتحاد قائم نہیں ہوگا۔ اتنے یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کے واحد کی پرستش کرنی سکھانے کا حاصل  
 یہی ہے کہ یکجہتی قائم ہو اور لوگوں میں یہائی چارے کی بنیاد پڑے۔۔۔

تو پھر جس نے یہائی چارہ نہ قائم رکھا اور اتحاد قومی قائم نہ کرنے کے لئے اپنی جانیں نہ کہپا دیں اور پہری  
 وہ اپنے کو مسلمان کہتا رہے ایسے مسلمان پر تین حرف ہیں ہم نے تو صرف وہی کہہ کر چھوڑ دیا کہ اسپر  
 تین حرف ہیں لیکن قرآن میں ان کے لئے یہہ آگیا ہے۔۔۔ ومن یعص الله ورسوله فان له ثوابا  
 جہنم خالدین جہاد دینے جو کوئی حکم نہ مانے اس کا اور اس کے رسول کا سوا اس کو گناہ ہے ورنہ  
 کی رہا کریں اس میں دو۔ اول تو ان لوگوں کو یعنی نفس و تن پرستوں کو دینا ہی میں کچھ نتیجہ نہیں

اور آئندہ زندگی میں لوگوں پر جو جو ظلم و ستم توڑے جاوے گئے اس کا اندازہ اس آیت سے ہو سکتا ہے، اَلَا اِنَّ الظَّالِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيمٍ یعنی ستم کرنے والے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اسی ہدایت سے پہلے کہا ہے کہ نیکی کرو قوم کے ساتھ ہمدردی کرو قوم کے بچوں کو تباہ و برباد نہ ہونے دو۔ قوم کی ترقی میں جان لڑاؤ اور اسلام کی اشاعت میں کوشش کرو اور دکھاؤ کہ ہمارا ہی اور دوسرا کون ہے۔ اگر یہ نہیں ہے اور بطور عبادت و بندگی کچھ ہے تو وہ اسلام ہی کا ہے جس کا اشارہ اس آیت میں موجود ہے۔ اَلَا اِنَّ الْغَضَّاءِ مِنْ نَّابِ وَاَمِنْ وَعَلَى صَالِحِ النَّاسِ اِهْتَدَى د یعنی اوتیری جستش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے پہلا کام پہراہ پر ہے، فرض کرو کہ مسلمانوں میں ایک شخص بہت بڑا عابد ہے اور حقیقت وہ نماز و روزہ کا بہت بڑا پابند ہے مگر قوم اسلام کو اس کے فائدہ نہیں ہوتا نہ اسے اسلام کی اشاعت اپنی قلم کے زور سے کی اور نہ اپنی لالیقہ تدابیر سے ترقی قوم میں کچھ مدد کی اور نہ اپنا وقت قوم کی فلاح پر قربان کیا اور نہ انہیں جانتا کہ وہ قیامت میں کیونکر نبی اکرم کے آگے سرخروئی حاصل کرے گا اور اپنی نفس پرستی کے سوا اور وہ کون سا تحفہ پیش کرے گا کہ میں یہ لایا ہوں۔ ہم قرآن ہی سے اپنے مطلب کی ایک دلیل دیے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس نے خدا اور نبی پر یہ وسوسہ کر کے اپنے اموال اور جان سے مدد نہ کی وہ کبھی بچا۔ اور سچا مسلمان نہیں ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْبٰوْا وَاَجٰهَلُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَالْفَسْهَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْلٰمَتُھُمْ الصّٰدِقُوْنَ د یعنی ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ اور اس کے رسول پر یہ شبہ نہ لائے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے دور

مال اور جان سے چلنا یہ نہیں ہے کہ غیر نتیجہ باتوں میں خدا کی باتیں سمجھ کر جان و مال صرف کرنا اور اس سے اپنی ہی تن پرستی مراد رکھنا بلکہ اس آیت کا منشا یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یہی عین اسلام ہے اور اس کیو ایمان کہتے ہیں۔ اس کے سوا ایمان کا اطلاق کسی پر نہیں ہو سکتا اور یہی زیادہ صریح یہ آیت ہے، وَلَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ فَقِيَ مِنَ الْفَقْرِ فَقَالَ اَلَا يَدِيْعُے برابری میں جس نے چنچ کیا فتح سے پہلے اور لڑا اور یہی میں کہہ رہا ہوں کہ جس شخص نے اسلام اور قوم کی ترقی میں جان لڑا دی ہو اس کے برابر کبھی گوشہ نشین عابد جو اپنے ہی فائدہ اور اپنی ہی لذت اور اپنی ہی نجات آخرت کے لئے بڑبڑاتا ہے اور سجد کرتا ہے نہیں ہو سکتا۔ دونوں میں جو کچھ فرق تھا وہ آیت سے صاف ظاہر ہو گیا۔ ایسا شخص تن پرور خود غرض کہلائے گا اور وہ قومی شہید لقب پاے گا جو کچھ لفظی مفہوم اسلام سے ملتا تھا وہ میں نے کوشش کر

حدیث قرآن سے بیان کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ مسلمان اسے بغور دیکھینگے اور توجہ کر کے سمجھینگے کہ اسلام کسے کہتے ہیں اور جس پر اسلام کا اطلاق ہوا ہمیں کیا کیا صفیتیں ہونی چاہئیں۔ اور اس پر کیا کیا فرائض ہیں۔

یہہ بیان کر کے اب ہم اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسلام کا تو یہہہ مفہوم تھا جو ہم نے بتایا اور یہی کار نمایان اسلام نے کئے۔ خدا کی وحدت کا لوگوں کو یقین دلوا دیا۔ اس کے رحم پر ایمان لانا اور سب پر کانا سکھایا اور باہم وحشت خیز قوموں میں بہائی چارہ قائم کیا اب ہمیں ایک نظر ان مذہبوں پر بھی ڈالنی چاہیے کہ جو اسلام کی اشاعت کے زمانہ میں تھے اور جن کی اصلاح کے لئے اسلام کا انالارمی اور ضروری تھا۔ یہہہ اس زمانہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے تعلقین دین اسلام شروع کی مشرک اور بت پرست عربوں کا اہوت کی نسبت خیال ان کے قبایل اور قومیت کے مطابق مختلف طور پر جدا جدا تھا۔ بعض نے تو فطرت کے کرشموں ہی کو دیوتا مان لیا تھا بعضوں میں یہہہ تھا کہ لکڑی بت پرستی کی صورتیں بنا کر پرستش کرتے تھے۔ بعضوں کا عقیدہ آئندہ زندگی پر تھا اور بعضوں کا مذہب یہہہ تھا کہ سب ڈکوسلا ہی ہے۔ اور بعض عرب درخون کے جھنڈوں کو پوجتے تھے اور بعض سیر فونی شش کی طرح غیب کی آواز دینے والے درخون پر ایمان رکھتے تھے اور بعض پر ہوتا اور میر و تہا تیر کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ لیکن صحرائی قومیں جنگوانانیت سے کچھ علاقہ نہ تھا کوئی خاص مذہب تو اپنا نہ رکھتی تھیں لیکن مان اس قدر انہیں یقین تھا کہ یہہہ تیز جھکڑ جو ادھر سے ادھر نکل جاتے ہیں اور صحرائی گرد کو اگر جگہ جگہ پھیلے کہڑے کر دیتے ہیں کہیں سے صاف کر دیتے ہیں اور اکاشش کہ جو اس کو نہ سے اس کو نہ تکے کہائی دیتا ہے ضرور اسکا بنانے والا کوئی ہے پس اور انہیں کچھ نہ معلوم تھا کہ وہ کون ہے اور اسکی کیا صفت ہے اور اس نے ہمیں دینا میں کس لئے بھیجا ہے۔

یہہہ تو عربوں کی کیفیت ہونی اب یہودیوں کی حالت۔ یہودی جو کسی زمانہ میں عقیدہ جد پرستی کے محافظ کہلاتے تھے اور واتیوں میں یہہہ لوگ خدا پرستی کے نگہبان ہیں اس زمانہ میں ان کے خیالات میں ہی ایک بڑی کایا بلٹ ہو گئی تھی اور وہ بجائے محافظ بننے کے تھے قراق بنگے اور خود ہی اس دو بیت میں جو انہیں خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی خیانت کی اسلئے پہر تارخ میں وہ خدا پرستی کے محافظ ہونے کے ناموں سے نہ پکارے گئے اور ان پر سلا گرا گرا وہ یہہہ مشرک و بت پرست کا لگ گیا۔

یہہہ یہودی قوم میں مختلف مذاہب کے دباؤ سے داخل ہوئے اور شش

حوادث ان پر گزریے یہی لوگ صرف عرب میں نہ آئے تھے بلکہ اور اور قومیں بھی تقاطعتاً عرب میں داخل ہو گئیں اور فطری طور پر ان کے خیالات مختلف ہو گئے پر ایک عظیم الشان مجسمہ مذہبوں کے سمندر میں واقع ہوا اور پہرہ سب کچھ ایسے گڈ مڈ ہوئے کہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ جیسے دریاؤں کے پانی کا اندازہ جب وہ سب ملکر سمندر میں گر چکے ہوں سمندر میں نہیں ہو سکتا اسی طرح ان قوموں کی مذہبی گڈ مڈ کا اندازہ بھی ناممکن ہے۔ کئی قوموں کے مذہبی خیالات ملنے سے نئی نئی شاخیں تازہ تازہ مذہبوں کی نکلیں اور ہر شاخ میں نیا خدا علیحدہ تسلیم ہوا۔ وہ لوگ جنہیں اسیر یون یا میبی لوہین نے جلا وطن کیا تھا ان کے اور ہی خیالات تھے وہ آدمی کو پہنکر کہا لیسا عین ایمان جانتے تھے اور وہ لوگ جو ویسپیٹن اور ٹراجن یا ہنڈرٹن سے شکست کھا کر بھاگے ہوئے تھے ان کے اور ہی قہر آلود خیالات تھے۔ اور ان کا اور ہی مذہب اور اور ہی ارکان تھے۔ اسرائیلوں کی اور یہی ناگفتہ بہ حالت تھی وہ پہلا اپنے بت پرست یہائی عربوں سے کیونکر بچ سکتے تھے شب و روز کا معاملہ اور کاروبار یہاں ہے کہ ایک قوم کا اثر دوسری قوم پر پڑتا ہے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اسرائیلیوں نے یہ پہل لگا کر اپنے گہروں میں معبود گہر گہر کر رکھے جائیں اور ان کے آگے دھوک اور سجدے کئے جائیں شرکین عرب سے سیکہ لیا اور پہرہ وہ جدید بت پرست بن گئے مگر ابھی تک حضرت ابراہیم کی تلقین کا اثر ان میں باقی تھا اور وہ انہیں اپنا بنی سمجھتے تھے اسلئے انہوں نے اور بتوں کو ان پر ترجیح نہیں دی بلکہ حضرت ابراہیم کی ایک موروثی بنا کر خاص کعبہ میں رکھی اور اسی پرستش کرنی شروع کی۔ آخر آئے والوں میں شامی اور دلیش تھے وہ یہی یہاں بت پرست بن گئے تھے بت تو پوجے ہی جاتے تھے ایک لطف یہہ اور ہوا تھا کہ یہودیوں کے پر شہید بھی بجائے دیوتاؤں کے مانے جاتے تھے اور ان کی یہی پرستش ہوتی تھی وہ اپنے آگے لوگوں سے سجدے کراتے تھے اور اپنے کو معبود کہلوانا فخر سمجھتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ہم ہی لوگوں کے محافظ ہیں اور ہم ہی قانون کی جان اور اس کے سر پرست ہیں اور ہم ہی روایتوں کے بہت بڑے سبب ہیں۔

وہ اپنے کو گھل قوم سمجھتے تھے اور ان ہی نظروں سے اپنی جانب نظر ان تھے اور انہیں یہہ بھی بڑھتے بڑھتے یقین ہو گیا تھا کہ ہم خدا کے بنی ہیں اور اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ قوم ہمیں معبود بنا کر پوجے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جیسے وہ اپنے کو محبوب خدا جانتے تھے اسی طرح لوگ بھی انہیں خدا کا بہت پیارا تصور کرتے تھے۔

یہودیوں کے ان علما پر رفتہ رفتہ یہاں تک جنط سوار ہو گا کہ وہ اپنے کو خدا سمجھنے کے دوسرے بہتر پر تصور کرنے لگے۔ اور وہ ہدایت جو حضرت موسیٰ انہین کر گئے تھے انہوں نے سب پہلا دی کہین کے کہین اپنی گمراہی میں بڑھے چلے گئے جو فس کہتا ہے کہ آخر کار وہ اپنے کو بہتر نہ خدا تصور کرنے لگے تھے۔ اپنی عظمت اور عزت کو گون میں بھائی انہین ایسی پہلی لگی اور اس لشک سے ان کے نامبارک جذیوں اور فس پرستی کی خواہشوں کو ایسی مدد ملی کہ وہ تو بے پر آمان پر اڑنے لگے۔ انہین اسکی کچھ خبر نہ ہی کہ جو ہمارا درحقیقت نبی تھا اسکی کیا کیفیت تھی اور اسنے اپنی کتاب میں ہمیں کیا ہدایت کی تھی۔

یہودیوں کے ایک عظیم شان گروہ کی تو یہ کیفیت تھی اور جو لوگ اس سے کسی قدر پہلو سچا ہوئے تھے وہ اور ہی قسم کی بت پرستی میں پڑ گئے اور اب انہوں نے آدمی کی صورت بنا کر اپنے اپنے گھرن میں رکھ لی اور سیکو ہر جگر اپنی اپنی گوتہ کا نجات دہندہ یقین کرنے لگا۔ بت پرست عربوں میں بت پرستی کا اور بھی زور ہوا اور اب بت پرستی کی جڑ میں ان کے دلوں میں جم گئیں۔

جب حضرت عیسیٰ نے جو دیا میں ظہور کیا اور خدائے واحد کی پرستش کے اصول کی منادی کرنے لگے اور یہ بتایا کہ اس کی زبردست قوت کے ماتہ تمام مخلوق پر ہمارے ہیں اور وہ ہی سب کا زراق اور محافظ ہے تو صرف اور قوموں میں سے ایک قوم نے جو جو ہو واہ کی پرستش کرتی تھی اسے چھوڑ کر تسلیم نہ کیا۔ اسی قوم میں ایسے لوگ بھی کھڑے ہو گئے کہ جو خدا پرستی کے اصول کی تردید کرنے لگے اور بت پرستی کی رونق کو انہوں نے مٹانے لگا بلکہ خدائے واحد پرستش کے عقیدہ کو انہوں نے مات کرنا چاہا۔ اور اس میں فلسفیت ہی شریک ہو گئی۔ ایک جانب چیلڈ و میجن کے فلسفہ نے یہودیوں کی روایتوں پر اپنی انگلی دراز کی دوسری طرف یونان اور رومنہ الکبریٰ میں صرف مادہ ماننے والوں کا مذہب ترقی پکڑا گیا اور سکندریہ اسکول میں بھی اسی عقیدہ کی تعلیم ہونے لگی۔ کہ یہ جتنی مذہبی روایتیں ہیں محض لغو اور خرافات ہیں مان صرف ایک مادہ ہے کہ وہ نئی نئی صورتیں پیدا کرتا ہے اور اسی سے یہہ تغیر و تبدل پیدا ہو رہا ہے۔

ہندوؤں کی عجیب و غریب کیفیت تھی ان کا ڈھنگ سارے جہان سے نرالا تھا و حدیث کی خوشگوار صورت مٹ کر ویجا پرستی اور دیو پرستی سے پر بت پرستی کی باری اگئی تھی میگوزر تثنیٰ اہم کہات پر چھکڑ رہے تھے کہ ہم ہی اپنے خدا کی منو دکرین اور سب فرمے ہمارے

دل ہندوؤں کے مذہب کی کیفیت بہت دلچسپ ہے گاہک مذہب نے ہزاروں تبدیلیاں اور تغیرات کئے ہوں لیکن تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے اس مذہب کی روایات پر زیادہ اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوؤں کے فوید ایک بہت بڑی چیز ہے گوکہ میں سوائے جود کے گیتوں اور کیتھد رنہی ہلاکتوں کے اور کچھ نہیں ہے لیکن پھر اچھے اصول ہندوؤں کے مذہب ان کے آثار

خدا کو مانیں۔

ہر گز وہ اپنا خدا پریش کرتا تھا اور دوسرا اپنا دیوتا آگے کرتا تھا مگر ان کا فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں تھا اور نہ انہیں کوئی سمجھانے والا تھا کہ سچا خدا کون ہے اور اسکی ذات و صفات کیا ہے۔ یونانی۔ رومی۔ مصری اپنی اپنی ویدیوں کو مانتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے اور ان کا درجہ بیت پرستی میں اور یہی سب سے نیچا تھا یہہ کم بخت سب سے زیادہ کفر والحا دین بڑے ہوئے تھے جس زمانہ میں حضرت عیسیٰ نے منادی کرنا شروع کیا ہے مہذب دینا کی یہہ کیفیت تھی۔ معہ اپنے تمام خواہوں اور تمناؤں کے حضرت عیسیٰ کا دماغ ان الزامات سے جو آپ کے انتہا درجہ کے دلسوز حواری آپ پر قایم کرتے تھے بالکل مبرا تھا۔ وہ صفتیں اور وہ غیر ممکن الوقوع باتیں جو اول درجہ کے معتقد حضرت عیسیٰ پر تھوپتے تھے آپ ان سے مستثنیٰ تھے اور ذرا ہی کسی ناجائز بات سے آپ کو سروکار نہ تھا آپ نے کہی۔ نہیں فرمایا کہ میں خدا میں شریک ہوں یا اسکی ذات سے مجھے کچھ تعلق ہے اور میں الوہیت کا ایک وجود ہوں۔

وہ ان ہی ویدوں سے نکالے گئے ہیں۔ ان ہی ویدوں سے بہت کا مذہبی کتابن مرتب ہو گئی ہیں اور ان کے ہر ایک صفحہ پر ویدوں کے حوالے پائے جاتے ہیں۔

ویدوں اصل چار ہیں لیکن بہت سے عالم فاضل ہندو جو تہ دیکھ کو نہیں ملتے پس حقیقت میں تین دیکھ چکے چار ہیں ہر ایک وید دو حصوں یا تین حصوں میں منقسم ہے اول حصہ میں یجن اور مناجات اور دوسرے حصہ میں مذہبی خرافات کی تدابیر اور علم الہیات کی تقریریں ہیں قتبعض تقریروں کے علیحدہ علیحدہ رسالے ہوتے ہیں اور یہہ رسالے بھی دوسرے حصہ میں اور تیسری علیحدہ ہونے سے تیسرا حصہ قائم ہوتا ہے۔

ہر وید کی ساتھ ایک جتیری ہی اس غرض سے ہوتی ہے کہ جن فرضوں کی اس میں ہدایت اور تاکید کی گئی ہے ان کی بجا اور سچی واسطے وقت مناسب مقرر ہو سکے۔

وید ہی کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ہر ایک وید کئی شخصوں کی تصنیف ہے جبکی تصنیفات میں ان کے نام اگر سبب نہیں تو پھر چون اور مناجات میں ضرور ہیں اور ہندو کہتے ہیں کہ ان ہی لوگوں پر علیحدہ علیحدہ ہر سب مسئلہ اور مناجات خدا کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے غالباً وید مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں لیکن جو صورت ان کی فی زمانہ موجود دہے اس صورت میں وہ چودھویں صدی میں قبل حضرت مسیح سے جمع کئے گئے ہیں۔

وید پرانی سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں جو اس سنسکرت سے جکا آجکل رواج ہے اس قدر مختلف ہے کہ بجز بڑے بڑے قابل اور عالم برہمنوں کے اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے ان کے حرف تو بڑے سے حصہ کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہوا ہے اور اگرچہ ہمارے پاس وید کا خلاصہ انگریزی زبان میں موجود ہے جسکو ایسے شخص نے لکھا ہے کہ اسکی رائے اور صداقت پر بالکل ہر وہ ہو سکتا ہے۔

اور اس خلاصہ سے ہم ویدوں کے مسئلوں کے عام منشا کو بخوبی تمام دریافت کر سکتے ہیں مگر تو ہی ہم اسکی تفصیلات پر باطمینان تمام گفتگو نہیں کر سکتے ہیں یعنی یہہ نہیں کہہ سکتے کہ غلام مقبول یا مسئلوں کا ذکر جن سے آجکل کے ہندوؤں کا

۱۔ اس حصہ کا نام مہتر ہے۔ ۲۔ اس حصہ کا نام برہمن ہے۔ ۳۔ اس حصہ کا نام اشیا جلد ۸ صفحہ ۷۷۷ پر ان کے دیباچہ ۸۷ پر مذکور ہے۔ ۴۔ اس حصہ کو اپانی شاکت کہتے ہیں۔ ۵۔ یعنی کا لبروک صاحب کی کتاب تحقیقات حالات اشیا جلد ۸ صفحہ ۳۷۹۔



وہ ان تمام باتوں سے پاک تھا وہ خدا کا سچا نبی تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اس دشمن زمانہ کے عیسائی اُنیکہ وہی عقیدہ حضرت عیسیٰ کی نسبت کہہتے ہیں کہ جو پہلے تاریک زمانہ میں عیسائیوں کا تھا ایسے وہ حضرت عیسیٰ پر یہ تہمتیں ہیں کہ انہیں الوہیت آتی اور وہ خدا کی ذات میں شریک تھے۔ اس موٹے اور صریح مسئلہ عیسائیوں نے ایسے ایسے حاشیے جڑھاٹے اور وہ وہ منطقی پیرائے میں ثابت کیا ہے کہ روشن اور عافیت مطلق پر اور یہی غلیظ اور چہا گیا اور یہہ صریح مسئلہ ایسا غریب و بد ہو گیا کہ وہ نہ خود سمجھتے ہیں نہ اور کسی شخص کو سمجھا سکتے ہیں۔

بلکہ یہہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا مسئلہ بہت باریک ہے اور اس کا حل ہونا محال ہے۔ قرن ثلث حضرت عیسیٰ کے وحدت پرستی کے مطلق پرستی کی رد اتوں کا غنا چھانے لگا اور ہوئے ہوئے یہاں تک نوہت پونچھی کہ سچا دین روشن دین وحدت پرستی کی طرف بلانے والا دین اور صورت پر بد لگیا اور سپر صد ہار و اتیون اور کھائیون کا برقع چڑ گیا اصلیت جاتی رہی اور کھٹنے ابر بیا دوا

غریب مرکب ہے وید کے کسی حصہ میں ہے یا نہیں۔

ویدیوں کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے چنانچہ اکثر مقامات پر میں مندرج ہے کہ تعقیقت میں عبادت ایک ہی اور خدا ہے ہوسب سے اعلیٰ اور برتر روح تمام عالموں کا مالک ہے اور اس میں نہ سب عالم پیدا ہوئے ہیں۔ دیا اس قادر مطلق نے اپنی مخلوقات میں سے بعض کو ان سے برتر پیدا کیا ہے ان کی پرستش کرنے کا ہے اور ان سے سب امتیازی مزیعہ ان بات کے حاصل ہو سکتی ہے مطلق ان برتر مخلوقات کے چنانچہ اکثر وید میں ذکر پایا جاتا ہے ہوا بانی اگر اور ناک کے دیوتا اور ستارے اور سدا سے ہیں انکے اور دیوتا اور اوصاف کا ذکر بھی پایا جاتا ہے جنکو مجسم سمجھا گیا ہے خدا کے واحد کے تین بڑے جلوہ میں پیدا ہوا ہے یعنی شیو اور ورمج اور ویت اور رومی اور ہندوؤں کے مقرر کئے ہوئے دیوتاؤں میں سے ان کا الہیت دید میں اشارہ پایا جاتا ہے لیکن ایسے حضوں کی پرستش جو بے دلاوری اور شجاعت کے باعث سے دیوتا گردائے جاوےں غریب کا کوئی جوہر نہیں قائم کی گئی ہے اور یہہ ہمارے ہاں پرستش کی گئی ہے اور ان کو کچھ تو حقیقت نہیں دی گئی ہے اور یہہ پرستش کہ قابل سمجھنے کے ہیں اور اور کلمہ رک صاحب کو دید میں کوئی ایسا مقام نہیں مل سکا جس سے ان کا و تار م نام ثابت ہو یہہ تہمتوں کا روپ ان پر پیش کی چیزوں کا ظاہری نشان اور علامت کا بنا تا ثابت نہیں ہوتا ہے و۔ مذہبی کتائیوں میں جابجا مذہب اور مذہب کا بیان آتا ہے۔ ان کے آخر میں یہہ بیان کیا گیا ہے کہ سب حضوں میں سے یہہ برتر فرض ہے کہ ایسا ہی ہے۔ مذہب واحد اور قادر کی معرفت حاصل کریں و۔ لیکن اگرچہ منو نے خدا کی وحدت پر اپنی رائے کو اپنی تمام کتاب میں قائم رہا ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات صفات پر اسکی رائے جیسے شروع میں عمدہ اور فاضل ہی ویسی ہر جگہ نہیں پائی جاتی ہے۔ ایسی بدست وحدت پرستی میں رفتہ رفتہ ایسی خیر شریعتی گئی کہ آخر اسکی جگہ پرستش کے بہرہ لایا گیا کہ کیا اور پرستش اسلام کے ماتہ میں تو وہ اپنے پیچھے پرستش کرتے۔ ہر عنصر کے لئے لفظ دیوتا کا استعمال ہونا جہاں کے عقائد کے لئے خوفناک ہوا کہ عاقل جوئی اسلام پرست کو سمجھ سکتا ہے لیکن عوام کے آگے واقعی ان کے عقائد شتر از ل کثر کافی دلیل ہے۔ اسلام اسی لئے اور مذہبوں کے زیادہ فخر کرتا ہے کہ اس میں انسانی فضیلت کی کجی حقیقت کہوئی گئی ہے یعنی ان ہی کو پرستش و مخلوقات بنایا ہے جس میں ان مذہب پرست میں ہر مذہب پائی جاتی ہے مگر ہمارے شرعی فلاسفہ حضرت سعدی نے اس شرفیت کے مضمون کو تجویز اور کیا ہے۔ چنانچہ علامہ فرماتا ہے۔

ابو باد و سر و خورشید و فلک در کار اند تا تو نالے بلیف آری بعلات بخوار

محمد از بہر تو سر گشتہ و فرمان بردار۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نہی

درا بر و سر و سر صاحب جو یک پر مقام اسفور دین دیا تھا اور اسکو مشہور کیا تھا اسکے نسخہ ۱۱ میں مندرج ہے کہ کہ ایک عالم برحق نے وکاکٹر وک صاحب کا بیان وید کا کتاب تحقیقات حالات ابتدا جلد ۱ صفحہ ۴۹۴۔ وکاکٹر وک صاحب کے اس لکچر کا جو مقام اسفور دیا تھا صفحہ ۱۲۔ وکاکٹر وک صاحب کے اس لکچر کا جو مقام اسفور دیا تھا صفحہ ۱۲۔ وکاکٹر وک صاحب کے اس لکچر کا جو مقام اسفور دیا تھا صفحہ ۱۲۔ وکاکٹر وک صاحب کے اس لکچر کا جو مقام اسفور دیا تھا صفحہ ۱۲۔

کیا حضرت عیسیٰ کی اصلیت کو مٹا دیا اور نئی نئی افتر پر داریاں ان پر ہونے لگیں اس دشمن زمانہ میں جبکہ ہر واقعہ کی تحقیق کی تکمیل ہو رہی ہے اور گزشتہ کہانیوں روایتوں کی اصلیت کھل رہی ہے ایسی حالت میں امید کی جاتی ہے کہ محقق مسیحی اپنی اس بوئگی روایت کو واپس لینے اور کبھی ایسی بات حضرت عیسیٰ کی نسبت نہ بیان کریں گے کہ جو محض عقل و دانش کے خلاف ہوں۔

انجیل میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے تئذ تک کا فطر کہیں نہیں آیا ہے بہر تعجب ہے کہ عیسائیوں نے یہ

مثلاً اسد ربا بیٹے سورج چوہہ بیٹے چاند پرستی اور اسبار سے با مختلف مفتن کو علامت ان دیوتاؤں کے سمجھ میں دیا ہے دے دیوتا اصناف کا اور زمین و مٹی پر بنے دیوتا کا لٹا ان شجاع اور دلاور کو گن میں سے جنگا وید میں تو ذکر نہیں کیا گیا ہے دیوتاؤں کے دیوتاؤں میں برابریہ اور درجہ حاصل ہے مثلاً رام اور کرشنا وغیرہ کسی کو مطلق دیوتا یا ان نہیں کیا گیا بلکہ ان دیوتاؤں کا ہی جیکے یہہ اوتار ہیں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا ہے برہما کا کئی مرتبہ نام آیا ہے لیکن انش اور شیو کا کہیں نہیں آیا حد کی یہ بت ہوتی ہے ان دیوتاؤں میں خد کو وید میں ہے بہت رتبہ نہیں کہہ سکتی اور ان تینوں کے باہم ایک جسم میں شامل ہونے کے بعد ہر متو کے قانون میں یا غائب یا وید میں اشارہ تک نہیں کیا گیا جن میں صورتوں بیٹے جموں میں سے بعض جسموں میں تمام اور دیوتاؤں کو داخل اور شامل سمجھا جاتا ہے وہ آگ اور ہوا اور سورج میں و اس تمام بیان سے بہت نایت ہوتا ہے کہ بعد انیت کا مسئلہ جبر قدیمی ہندوں کو بہت پرانا زمانہ مخلوقات کے حالات بیان کرتے وقت وہ کچھ ایسے ان فطری قوانین پر فریفتہ ہوئے کہ انہوں نے ہر قوت کو ان سے انرف قرار دیا پس بہت شخص غضب ہو گئی ان عنصرن کا نام جوں ہی: یوتا یا اس حد انیت مذہب کی صورت عوام کی نگاہ میں توٹ سا کر غلام میں مل گئی۔ گو یہ بات ایک محقق کو تسلیم ہی کرنی پڑے گی کہ وید جیسے بزرگ اور قدیمی کتاب میں کہیں بت پرستی یا دیوتا پرستی کا ذکر ہی نہیں آیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے خدا پرستی کا رواج کس قدر ہند میں پایا جاتا ہو دیکھ کے تصنیف ہونے سے پہلے قطعی بت پرستی کی رسم ہو گئی کیونکہ اگر وحدت پرستی ہوتی تو عالمی دماغ مصنف کہوں و بدی تصنیف میں دماغ سوزی کرتے۔ ہندوئی اور کہانی بقول یا نقول کی کتابوں مثلاً جوگ بشت میں راجندر کے زمانہ کا ہی خدا پرستی کی بومانی جاتی ہے لیکن ان اقوال سے یہہ ہی پایا جاتا ہے کہ خدا پرستی کے پہلو پہیلو بت پرستی۔ کا ہی تھا تھا جیسے راجندر اور بشت کی گفتگو ہے جکا ترجمہ دارا شکوہ نے کیا تھا بت پرستی کی رسم ہو رہا ہے۔ کیونکہ راجندر نے اپنی کئی قصوں میں اس بات کو ظاہر کیا ہے

جکا زبان بیان بے محل ہو گا اسلئے ہم کس قدر لکھنے پر کفایت ملے ہیں کہ جس زمانہ میں اشاعت اسلام چلی ہے ہندوئی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی سوائے بت پرستی اور ظالمانہ رسوم کے ان کے ہاں اور کسی بات کا رواج نہ تھا۔ اسی لئے ضرورت تھا کہ اسلام کا حضور ہوا اور یہہ ہی ضرورت تھا کہ اسلام بہت دہوم دہام سے وحدت پرستی کا اعلان ہوے خدا کے اصناف کا بیان جیسے کہ وید میں ظاہر ہوتے ہیں مفصلہ ذیل طور سے کیا ہے جسکو مرولہ جان صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے وہ بیان یہہ ہے خدا ایک ہے وہ کامل سیم ہے اور کامل خوشی ہے اور اسکی ذات لائانی ہے اور اسکو فنا نہیں ہے اور وہ واحد مطلق ہے اسکی ذات کو نہ تو زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ عقل سمجھ سکتی ہے اور سب میں موجود ہے اور سب پر غالب ہے اور اپنے ہی معلوم اور دانائی سے بشارت ہے یعنی بے پرواہی اور برعلیہ اور ہر وقت میں حاضر و ناظر ہے اور اس پر نہیں ہیں لیکن یہہ بہت تیزی سے چلتا ہے اور اس کے ہاتھ نہیں ہیں مگر تمام دنیا کو کپڑے ہوئے ہے اور بے انکھوں کے سب چیز کو دیکھتا ہے اور ہر کسی سبب کے تمام سببوں کا سبب اول ہے اور سب پر حاکم ہے اور سب پر قوی ہے اور پیدا کن اور بچانے والا اور تمام ہندوئی کی صورت پلٹوٹا لایا ہے۔

کتاب دیم جانس صاحب جلد ۵ صفحہ ۴۱۸۔

عقیدہ کہان سے پایا ہے۔ جون جون زمانہ منقضی ہوتا جاتا ہے سچی دین کی او یہی زیادہ مری گت بنتی جاتی ہے۔ سلطنت نے ان کے عقائد کے دیوان دار یا دلون کو پہرہی کسی قدر چھپا کر رکھا ہے۔ اگر اسی شلیٹ کے عقیدہ کی ادھیرین کی جائے تو کہیں پتہ بھی نہ لگے۔ ہم سلمان حضرت عیسیٰ کو سچا نبی تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی ہمارا یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ نے وحدت پرستی کی تلقین کی اور حسب کتاب وہ زندہ رہے ہی عقیدہ اپنے مخلوقات میں پھیلانے کی کوشش کی مگر ان تکمیل دین خدا پرستی نہ کر سکے اسلئے کہ تکمیل دوسرے نبی کے ماتون ہوئی تھی اور وہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جس نے وحدت پرستی کی تکمیل کر دی۔ آؤ ایک نظر الہامی کتب پر ڈالیں کہ آیا یہ مسئلہ شلیٹ ان ہی مروجہ عقیدتوں اور جدید کی کتابوں میں بھی کہیں ہے یا نہیں۔ باب بیٹا۔ روح القدس یہ تینوں الگ الگ ہیں یا ایک چیز ہیں یا ان پر کوئی جوہتی صورت قائم ہو سکتی ہے۔ جہاں تک خیال کیا اور عقیدتوں اور جدید کی کتابوں کے ورق الٹے کہیں عیسائیوں کے موجودہ عقیدہ کا سہ نہیں لگتا۔ گوان کتابوں کے مصنفوں نے بہت کچھ رنگا میری کمی ہے اور حضرت عیسیٰ کے سچے جلال کو دیکھ کر روشنی سے چھپانا چاہا ہے لیکن پہرہی ایک مبصر اپنی نگاہیں اسکی تہ سید پنا کر معائنہ کر سکتا ہے۔ آدمی کو خدا بنا لینا اور پہرہ اسکو اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے صلیبت چھڑنا دنیا یہ دین سچی کالب لباب ہے اور اسی کی شب زور تلقین ہوتی ہے۔ جس پہلو سے عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں ہم اس سے بالکل منکر ہیں جسکی نسبت کتاب، دیفیکشن اف ٹرون کر شجائی دو میں لکھا ہے کہ یہ عیسائیوں کی بہت زیادتی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اس میں کہتے ہیں جو عوام الناس کے محاورہ میں سمجھا جاتا ہے اور ایک خصوصیت ان کے بیٹے ہونے کی سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ محض لغو ہے اگر بیٹے کے معنے بندہ کے ہیں تو حضرت عیسیٰ نبی کی بیٹے ہونے میں خصوصیت ہی کیا ہے سب اسکے بیٹے ہو سکتے ہیں اور جو وہ صورت درپیش ہے کہ جو باب اور بیٹے میں ہوتی ہے تو درحقیقت یہ عقیدہ تقدس باری تعالیٰ پر دہسہ لگاتا ہے۔

صل عیسائی علما اس کے معتقدین کہ خدا کی ذات واحدین اقنوم کے ساتھ مشتمل ہے۔ جیسے کہ انکے نوٹ میں ہندون کا مذہب بیان ہو چکا ہے صورت عیسائیوں کی مذہب کی یہی قائم ہوگی۔ وجود۔ حیات۔ علم۔ بیٹا۔ روح القدس۔ جہذا مزید میں تین مقام میں کہ جہاں باب بیٹا۔ روح القدس مذکور ہے لیکن کہیں شلیٹ کا ذکر نہیں آیا نہ لفظ شلیٹ آیا ہے (یعنی صفحہ ۲۸ باب ۱۹) قرینوں کا ۱۰۰ باب ۱۴ میں دعا کے طور پر اور اول پوچھا پانچ باب ۱۰ میں صاف صاف موجود ہے۔ مگر اس بیان کے الحاقی ہونے میں گمان غالب ہی نہیں بلکہ یقینی ہے اس میں علامہ عیسیٰ نبی جو اپنی قوم میں درجہ امتیاز یہ رکھتے ہیں ہمارے بیان کی تائید کرتے ہیں جیسے باہری خیدر صاحب نے عقائد دینی مرتبہ مطبوعہ کبر آباد صفحہ ۱۰۵ صفحہ ۵ نہایت ۸ ہر اہم لکھا ہے اور ایک تاریخ میں جولائی بریری او بی یو فوئل نامہ پبلیکیشن کے حکم سے ۱۸۸۳ء میں چھپی تھی مرقوم ہے کہ اسحاق نوٹن نے ایک ساڑ پچاس صفحوں کا تصنیف کیا اور کہیں نامہ پوچھا اور پلوں سے مسئلہ شلیٹ کے تحقیق کی بحث کی ہے۔ ان کی بحث کالب لباب یہ ہے کہ انہیں یہاں کا مشرف کرنا پر اگر کتابوں نے انہیں تبدیلی کی ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ باب بیٹا اور روح القدس مالی امتین یعنی جز



کیا ہم یا یون کے عقائد کو تسلیم کر لیں اور یہ سب جہلین کہ جو کچھ اسنے دعوائے کہا تھا وہ ہی حق تھا  
 نہیں بلکہ ہمیں سچائی اور ایمان کواری سے تو انین فطرت کی باہریت کو دیکھنا چاہیے اور یہ سب جھٹا  
 ضرور ہے کہ اصلی بات قانون قدرت سے کونسی مطابق ہوتی ہے اور ہم کہاں تک اپنے دعوے  
 کے ثبوت میں دلیلیں رکھتے ہیں اس عقیدہ نے یہاں تک زور کیا کہ عیسائی مذہب میں بت سستی  
 کا زور ہوا اور حضرت عیسیٰ کی مجسم تصویریں بچنے لگیں اس کفر والحا کو مٹانے اس شرک کثویت  
 و نابود کرنے کے لئے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں اعلان دیا کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے  
 اسکے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے وہ بڑا رحیم کریم ہے۔ اسلام سے زیادہ خدا پرستی کی طرف بلانے  
 والا مذہب دنیا میں کوئی ہی نہیں جب میں خدا کے واحد کی یہ صفت و ثنائی گئی ہے۔ خدا  
 تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں دیکتا ہے کوئی اس جیسا نہیں سمجھتا کوئی  
 اسکا مقابل نہیں نہ لایا ہے کوئی اس کے جوڑ کا نہیں قدیم ہے اور ازلی ہے جکا اول اور اتبدا  
 ہمیشہ کو قائم ابدی ہے جکا آخر اور انتہا نہیں۔ قیوم ہے سکوا انقطاع نہیں وہ دائم ہے  
 اسکو کبھی فنا نہیں بزرگی کی صفات سے موصوف ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا نانوں اور  
 مدتوں کے گزرنے اور طے ہو جانے سے اسکو نہیں کہہ سکتے کہ ہو چکا بلکہ وہی سب سے اول اور ہی  
 سب سے پیچھے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ وہ نہ جسم صورت دار ہی نہ جوہر محدود اور ذی  
 مقدار منقسم ہو سکتے ہیں اجسام کا مشابہ نہیں نہ خود جوہر ہے نہ اس میں کوئی جوہر حلول کئے  
 ہوئے ہے نہ وہ کوئی عرض ہے نہ اس میں کوئی عرض حلول کئے ہوئے ہے۔ نہ وہ کسی موجود  
 مشابہ ہے نہ اسکے کوئی موجود مانند نہ اس کے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ وہ کسی مقدار میں  
 محدود ہے اور نہ اور اطراف و حیات اسکو محیط ہوں اور نہ آسمان و زمین اسکو گہیر سکیں۔  
 اس کے مراتب بلند ہیں۔ وہ ہر موجود سے قریب ہے اور بندہ کی رگ گردن سے ہی قریب  
 تر ہے اور سب چیزوں کے پاس موجود کیونکہ اس کی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونے  
 کے مشابہ نہیں جس طرح کہ اس کی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہیں۔ وہ کسی چیز میں حلول  
 نہیں کرتا نہ اس میں کوئی چیز حلول کرے اس بات سے برتر ہے کہ اس کا محیط کوئی مکان ہو  
 وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی وقت اسے گہیر سکے بلکہ وہ مکان و زمانہ کے بنے سے بیشتر  
 موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ اپنی خلوق سے اسکی صفات جدا ہیں  
 نہ اس کی ذات میں اسکے سوا دوسرے اور نہ کسی دوسرے میں اسکی ذات۔ وہ بدلنے اور  
 انتقال سے مقدس ہے نہ حوادث اس میں حلول کریں نہ عوارض اس پر نزول بلکہ وہ اپنی  
 بزرگی اور صفات میں فنا سے ہمیشہ منزہ ہے اور اپنی صفات کمال میں وہ کسی زیادتی کی

کہا ہے۔ وہ خداوند جو ہر اشیاء میں ایک ہی خداوند ہے (مرقس ۱۲ باب ۲۹)۔ کشتار باب ۱۵ (۵) اور یہ یہ کہ میرے حضور سے ملے دوسرا خدا (یوحنا ۲۰ باب ۳۳)  
 حضرت داؤد فرماتے ہیں کہ کوئی اکیلا خدا ہے (داؤد کی غزلہ ۶۶ زبور ۱۵) اور ہم ۱۵۱ آیت میں ہے کہ خدا کے معبود حکیم اور بڑا بجا والا ہے اور مدینوں کے



اسکو حاجت نہیں جس سے اسکا کمال پورا ہو۔ وہ زندہ اور قادر ہے اور جبار و قادر ہے نہ وہ  
 تنہا ہے نہ کسی قصور کرتا ہے نہ اسکو غفلت عارض ہوتی ہے نہ خواب نہ اسے فنا ہے نہ موت  
 وہی ہے آسمان اسکے ماتھے میں لپٹے ہیں اور مخلوقات سب اس کی مہشی میں دبی پیدا کرنے اور خیر آ  
 میں وہ ہی نرالا ہے اور ایجاد و ایدل عین وہی یکتا خلق کو اور ان کے اعمال کو پیدا کیا اور  
 ان کے زرق اور موت کا اندازہ مقرر فرمایا۔ کوئی قدرت کی چیز اسکے قبضہ سے جدا نہیں اور  
 نہ اس کی معلومات کی انتہا۔ وہ سب معلومات کو جانتا ہے زمین کی پہون سے لیکر آسمانوں کے اوپر  
 تک جو کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے اسکے علم سے ایک ذرہ بہر ہی آسمان اور زمین میں چھپا نہیں  
 بلکہ کالی رات میں سخت تہر پر جینی کے رہینگے کو اور ہوا کے بچ میں ذرہ کے چلنے کو جانتا ہے۔  
 چھپی اور کہلی بات کو معلوم کر لیتا ہے اور دون کے وسوسوں اور خطرون کے حرکات اور بطن  
 کے پوشیدہ اسرار پر مطلع ہے۔ اس کا علم قدیم ازلی ہے جس سے وہ ازل الازل میں موصو  
 رہا ہے ایسا علم نہیں کہ اس کی ذات میں حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو۔ اسنے کائنات  
 کو ارادہ سے بنایا اور نو پیدا چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے۔ ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھوڑا یا  
 بہت چھوٹا یا بڑا خیر یا شر نفع یا ضرر ایمان یا کفر معرفت یا جہالت کا میا بی یا محرومی یا زیادتی یا  
 کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہے وہ سب اسکے حکم یا تقدیر اور حکمت اور خواہش سے ہوتی ہے کہ  
 جس چیز کو چاہا وہ ہوتی اور جسکو نہ چاہا وہ نہ ہوتی کوئی پلک کا چمپکنا یا خطرہ کا ناگہان آنا  
 اس کے علم سے یا ہر نہیں بلکہ وہی مہی ہے اور وہی معجزہ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کوئی  
 اسکے حکم کار و کرنیوالا نہیں اور نہ کوئی اسکو قضا آتا بھیجے مٹانے والا اور نہ سبجز اس کی توفیق محبت  
 کے بندہ کو اس کی نافرمانی سے کوئی مفر کی صورت اور نہ سوا اسکی خواہش اور ارادہ کے اسکو  
 اسکی طاعت کی طاقت اسکی ارادہ تمام اور صفوتوں کے ساتھ اسکی ذات سے قائم ہے اور وہ  
 ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ ہے نہ نہ چیزوں کے ہونے کو جن وقتوں میں کہ مقرر  
 فرمایا ارادہ ازل میں کیا تو جیسا ارادہ کیا اسے طرح اپنے اپنے وقت میں بلا تہدم و تاخر موجود  
 ہوئیں بلکہ اس کے علم کے موافق اور ارادہ کے مطابق بغیر کسی طرح کے تغیر و تبدل کے واقع ہوئیں  
 امور کا انتظام اسطر فرمایا کہ اسمیں نہ فکر و ان کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ سبجہ دیر کا انتظار اور  
 اسی وجہ سے کوئی شان اور حال اسکو دوسری شان سے غافل نہیں کرتا۔

ص غرت اور جلال ہمیشہ جہتہ کو ہو دے توین۔

توریت اور انجیل کی تعلیم فاضل خدا پرستی پر مبنی تھی۔ گو نفس پرست چاروں کے صدقہ میں ہمد تحقیق اور عہد جدید کی کتابوں میں بہت کچھ  
 دستبرد کی گئی لیکن پھر بھی حق کا جلوہ چمک ہی جاتا ہے اور ختم مہر خدا کے اصلی شاکی پہچان جاتی ہے۔ حقیقی آیتیں کہ چنے درج کی ہیں ان سے عقیدہ  
 تثلیث کی بیخ و بناد اکبر گر پیک گئی۔



وہ سمیع اور بصیر ہے۔ کوئی سنے کی چیز کیسی ہی خفیہ ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اس کے سنے اور دیکھنے سے چھپنیں نہ تھیں۔ نہ دوری اسکی سنے کو مانع ہو نہ تاریکی اسکی دیکھنے کی ممانعت۔ دیکھتا ہے مگر حد قہ چشم اور ایک سے منفرہ ہے ستائے مگر کانون اور ان کے سورج سے برابر ہے۔ جیسے علم میں دل سے اور کپڑے میں عضو سے اور پیدا کرنے میں آہ سے پاک ہے اس لئے کہ جیسے اس کی ذات پاک مخلوق کی ذات کی طرح ہنیں اس طرح اس کی صفیتیں ہی مخلوق کی صفات کی مشابہت ہیں وہ کلام کرتا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے امر و نکر اور وعدہ و وعید فرماتا ہے اسکا کلام خلق کے کلام کے مشابہت نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا احرام کے صدمہ سے آواز آتی ہو یا زبان کی حرکت اور ہونٹوں کی مطابقت سے حرف پیدا ہوں بلکہ ان سے جداگانہ ہے۔ وہ زندہ عالم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور سمیع اور بصیر اور کلام سے ہے۔ وہ سب اچھا اور اکمل اور اتم اور عدل ہے۔ وہ اپنے افعال میں حکم اور اپنے احکام میں عادل ہے اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کر سکتے اسلئے کہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے کیونکہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کر لیتا ہے اور خدا سے ظلم متصور نہیں اسلئے کہ سب چیزوں پر وہ محیط ہے اور سب چیزیں اسی کی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسلام نے عین خدا سے برتری کی یہ صفت بتائی اور ایسی مقدس ذات کی عین پرستش سکھائی۔ اب میں قرآن مجید کی چندان آیتوں کو لکھتا ہوں کہ عین خدا پرستی کی تعلیم کی گئی ہے اور خدا پر بہرہ و سہ اور توکل کرنا بتایا گیا ہے۔ توکل اور توحید یہ دو صفیتیں قدرت نے اسلام ہی کو عطا کی ہیں۔ اسلام نے سکھایا ہے کہ اپنی بے انتہا عرق ریزیوں اور نالیشی محنتوں اور قیمتی عبادتوں پر معذور ہونہ ان کے ضائع ہونے یعنی اپنے مطلب کے نہ نکلنے پر افسردہ خاطر ہو مصیبت میں کسی پیر شہید وہی دیوتاؤں کی طرف رجوع نہ کر دیکھ ہر وقت خدا ہی پر متوکل رہو چنانچہ وہ فرماتا ہے: ،، و علی اللہ متوکلوا ،، مومنین دو یعنی اور اللہ پر بہرہ و سہ کرو اگر یقین رکھتے ہو اللہ سے زیادہ خدا پرستی کی اور کیا تعلیم ہوگی پھر ارشاد کیا ہے: ،، و علی اللہ فلیتوکل المتوکلون ،، دو یعنی اور اللہ پر بہرہ و سہ چاہئے بہرہ و سہ و اکیلو، اسوائے خدا کے کسی کو معبود ماننا اور سچہ بہرہ و سہ کرنا کفر ہے جب کسی کو معبود مانینگے تو اس پر ضرور بہرہ و سہ ہی کرنیگے اسلئے قرآن سکھاتا ہے کہ نہ کسی کو معبود سمجھو نہ کسی پر بہرہ و سہ کرو جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں وہ اسی پر بہرہ و سہ کرتے ہیں۔ پھر قرآن مجید میں فرمایا ہے: ،، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ،، یعنی اور جو کوئی بہرہ و سہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو بس ہے ،، اس سے زیادہ تاکید نہیں ہو سکتی کہ اللہ ہی پر بہرہ و سہ رکھنا کافی ہے۔ دوسرے پر

بہر وسہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لے او اس سے زیادہ خدا پرستی کی طرف ملائیو الا دین اور بہر ارشاد کیا، ان اللہ عجب المتوکلین دوا سے محبت رکھتا ہے تو کل و النون سے وہ خدا کے نزدیک وہی پیارے ہیں جو اس پر بہر وسہ کہتے ہیں اور ایک آیت میں ارشاد ہے، ایسے اللہ بکاف عبدہ وہو کیا اللہ بس نہیں اپنے بندوں کو، یوں خدا پرستی کی طرف پکارنے والا اور اس شد و مد سے پکارنے والا اور یوں یقین کے ساتھ بہر وسہ دینے والا یہی کوئی دین ہے ۶۔

بہنیں ہرگز نہیں دہر قرآن مجید میں استفہام اقراری کے طور پر آیا ہے، اہل اتی علی الانسان جن من اللہ لہ لیکن شیئاً مذکوراً وہی ہوا ہے انسان پر ایک وقت زمانہ میں جو نہ تھا کچھ چیز تکرار میں آتی وہ پھر فرمایا، ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم دوا دینے جو کوئی بہر وسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا، یعنی ایسی عزت والا ہے کہ جو کوئی اس کی پناہ میں آجائے اسکو ذلیل نہیں کرتا اور جو اس کی جناب میں ملجی ہوا اسکو تلف نہیں فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اسکی پیار بہر وسہ کرتا ہے وہ اسکی تدبیر سے کوتاہی نہیں فرماتا، پھر فرمایا، ان الذین تدعون من دون اللہ عباداً مثلاً لکم دین یعنی جب کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے میں تمہارے مانند وہ کسی کی عبادت کرنی یا اپنی حاجتیں دوسرے کے آگے پیش کرنا یا دوسرے کی خدمت میں اپنی شکل کشائی کے لئے التجا کرنی محض کفر ہے یہہ اسلام ہی کی شان ہے کہ جب توجید کے مسئلہ کو جانتے چھانتے ایسا صاف کر دیا چنانچہ وہ ارشاد کرتا ہے، ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم زللاً قافلاً

عند اللہ الرزق و عبد وہ دینے بیشک جب کو پوجتے ہو اللہ کے سوائے مالک نہیں تمہاری ضرورت کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے ہاں روزی اور اس کی بندگی کرو، سو اس کے روزی طلب کرنا یعنی حصول روزی میں محنت کر کے اپنی محنت میں برکت چاہنی اور اور خواہش کرنا یا دوسرے کی اپنی حاجات پورا ہونے کے لئے عبادت کرنی کفر اشد ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، واللہ خزائن السموات والارض ولكن المنافقین لا یفقهون دینے اور اللہ کے میں خزانے آسمان کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں پوجتے دینے ہر شے پر اللہ محیط ہے پھر اس کے سوا کسی کی عبادت کرنی اور کسی کی پرستش کرنی یہہ کب روا ہو سکتی ہے۔ خدا نے ایسی حالت میں نبی کو مبعوث کیا جب تمام زمانہ میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور یہہ تاریکی ہی تھی کہ لوگ اس کے سوا اور دن کو یہی معبود بنا کر پوجتے تھے مگر نبی عربی نے اللہ کے حکم سے شرک و بدعت کو مٹا دیا اور خدا پرستی کا نور چمکایا اس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے،

هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم یتلو اعیلمہم ایتہ ویزکیهم وعلہم الکتاب والحکمۃ وان کاوا من قبل فی ضلال مبین دینے وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کٹر کیا نادانوں میں دینے

ان پڑھوں میں) ایک رسول امین سے کہ جڑ مٹتا ہے ان پر آئین اسکی اور ایک کرتا ہے انکو  
 اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بیشک ہے وہ پہلے سے مگر انہی صریح میں  
 اسنے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ شرک یعنی جو کوئی خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا ہے  
 مسلمان نہیں ہے مثلاً وہ فرماتا ہے، ”وَمَا يُؤْمِنُ الْكَثَرُ هُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ“ دیکھئے اور نیز  
 مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ ”وَسُورَةُ يُونُسَ مِنْ بَرِّئَ شِدَّةً“ سے اللہ فرماتا ہے  
 وعبدون من دون الله ما يضرهم ولا ينفعهم ويقولون هؤلاء شفعا عند الله اتبنون  
 الله بما لا يعلم في السموات ولا في الارض سبحان وتعالى عما يشركون دیکھئے اور پوچھتے ہیں ہوا  
 اللہ کے ایسی چیز کو کہ نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سرفرا  
 ہیں اللہ کے پاس کہہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں نہ زمین میں سو وہ شر ہے  
 ان سے جنگو یہہ شرک بتاتے ہیں دو کس شد و مد سے شرک مبدعت یا بت پرستی کو منع کیا  
 اور کس زور شور سے خدا پرستی کی طرف بلایا ہے پھر فرمایا ہے، ”والذين اتخذوا من دونه  
 اولياء ما نعبدهم الا يقرّبونا الى الله فحق ان الله يحكم بينهم فيما هم فيه مختلفون“ ان اللہ لا  
 سہلادی من ہو کا ذب کفار و دینے اور جو لوگ کہ ہمارے میں سوائے اللہ کے اور حمایتی کہتے ہیں  
 پوچھتے ہیں ہم ان کو سواسی لئے کہ نزدیک کر دیں ہاں اللہ کی طرف مرتبہ میں بیشک اللہ حکم کر گیا  
 اس چیز میں کہ اس میں اختلاف دلتے ہیں بیشک اللہ راہ نہیں دیتا جو ٹے ناشکر کو، سوائے خدا  
 کے کسی چیز کی پرستش کرنی تو گنجا خدا کے آگے سفارشی یحاجنا ہی کفر ہے۔ وہ خود سب پر محیط ہے اور  
 اپنی مرضی سے ہر کام کرتا ہے پہلا اس کی درگاہ میں کون سفارشی بن سکتا ہے۔ اور یہی شد  
 سے فرمایا ہے۔

”قل بیدہ ملکوت کل شیء و هو یحیر ولا یحیر علیہ ان کنتم تعلمون“ سیقولون للہ ط قل فانی  
 استعہون دویسے کہہ کون ہے وہ شخص کہ اسی کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کر  
 ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دینیکے کہ اللہ ہی کہہ  
 کہاں سے خبطی ہو جاتی ہو، اس سے یہہ معلوم ہوا کہ تصرف کرنے کی قدرت کسی میں سوائے  
 خدا کے نہیں ہے اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا وہ ہی ایک ذات سب کی حمایت کرتی  
 اور وہی سب پر غالب ہے۔ اس سے زیادہ اور کون مذہب خدا پرستی کی زیادہ تعلیم کر سکتا ہے

”وَمَا يَنْفَعُ الْكَافِرِينَ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ“ اللہ ہی اللہ ہے ہمیشہ ہمیشہ کو ہو دے آمین۔

تو یہیت و انجیل کی تعلیم خالق خدا پرستی پرستی ہی گوشت پرست جو راہ کے سندھ میں جہد حق اور جہد بدید کی کتابوں  
 میں بہت کچہ دستبرد کی گئی لیکن ہر پر ہی حق کا جلوہ چمک ہی جاتا ہے اور چشم مبصر خدا کے اصلی منشا کو پہچان جاتی ہے۔ جنہی  
 آیتیں کہ ہم نے درج کی ہیں ان حقیقہ تہلیث کی رخ و بنیاد اکہر کر بہک گئی۔

پہر سورہ نبرات میں فرمایا ہے۔، اتخذوا حجارہم وھبائہم ارباباً من دون اللہ ولسیم ابن  
میرم واما امر الالعبد والہما واحد اہ لا الہ الا ھو سبحنہ عما یشرکون دو یعنی ہتیر ایا انہوں نے  
مولویوں کو اور درویشوں کو مالک بنایا اللہ کے سوا هیچ شے میرم کے کو اور حالانکہ ان کو تو حکم ہی ہوا  
ہے کہ بندگی کریں ایک مالک کی۔ ہنیں کوئی مالک سوائے اس کے سو وہ نہ لایا ہے ان کے شرک  
بنا ہے۔ یہہ خدا پرستی کی انتہا ہے کہ علاوہ شرک کرنے کے یہہ ہی نہ کرو کہ مولویوں اور درویشوں  
کو خدا سے کم درجہ کا ہتیر اور جنتی بزرگی اور عظمت ہے سیایکو ہے اس کے سوا کوئی ہنیں مولوی  
نہ فقیر نہ پیر نہ شہید نہ دیان کسی کی سفارش کام آوے نہ کسی کا وسیلہ پیر تیلایا گیا ہے کہ سب کے  
ایک دن اس کے سامنے آئینگے اور اسے سب کو گن رکھا ہے تو پھر ہر بی افسوس کی بات ہے کہ اس وقت  
یہہ کیفیت ہو۔ شھر

قیاسی ندائم یون شود سودا اعمال خداوند تقدیرش بکف جن عسایان بخل

پنا سچہ وہ سورہ میرم میں فرماتا ہے، ان کل من فی السموات والارض الا انی الرحمن عبد القدیر  
وعدہم وکلہم ایتہ یوم القیمۃ فرجاً۔ دو یعنی جتنے لوگ ہیں آسمان و زمین سو وہ انہو کے میں  
رحمان کے سامنے بندے ہو کر اور بیشک قابو میں کر رکھا ہے ان کو اور گن رکھا ہے ان کو ایک ایک  
اور ہر کوئی ان میں سے آئے والا ہے اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا اکیلا دو یعنی کوئی آدمی  
خود کیسا ہی اپنے کو سمجھے اور اپنے یا اپنے دوستوں کے خیال میں کچھ ہی ربتہ رکھے لیکن خدا کے  
جلال اور عظمت کے آگے وہ غلام سے زیادہ ربتہ کا ہنیں ہے جب یہہ کیفیت ہے تو پھر ایسے لوگ  
کی عظمت کو اس وعدہ لا شریک کے ساتھ شرک کرنا کیوں کر زیبا ہے۔ جس مذہب کو خدا پرستی کا  
دعوئے ہو اس سے زیادہ خدا پرستی کی تاکید جو اسلام میں ہے لے آوے۔ پھر انتہا درجہ کی تاکید  
اور جلال سے فرمایا ہے۔، قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفران لیشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن  
یشاء و من یشرک باللہ فقد ضلّ ضلاً بعیداً دو یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیشک اللہ نہیں بخشتا ہے  
کہ شرک ہتیر اوے اس کا اور بخشتا ہے سوا اسکے جسکو چاہے اور جس نے شرک ہتیر ایا اللہ کا بیشک  
لاہ بہولاد و برہنہ کر دیا انہا درجہ کی تبنہ ہے کہ جو شخص کسیکو اللہ کا شرک کرے گا وہ ہی  
ہنیں بخشتا جائیگا اور جسکو چاہے گا یعنی جس گنگار کو چاہے گا بخشتیگا لیکن شرک کو ہی  
ہنیں بخشتے گا۔ اس سے زیادہ خدا پرستی کی تعلیم اور کیا ہوگی۔ جس مذہب میں خدا پرستی  
سے زیادہ کوئی نیک کام اور شرک سے زیادہ کوئی عظیم الشان گناہ نہ ہو وہ مذہب پکار  
کر اعلان دیکھتا ہے کہ دنیا میں خدا پرست مذہب مجھ جیسا کوئی نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا  
، واذ قال لقمان ولا ینہوھو بعظیمہ ینہی لا تشرب باللہ ان الشرک لظلمہ عظیم ودر (مکۃ)

نعمان مین) یعنی جب کہا نعمان نے اپنے بیٹے کو اور وہ نصیحت کرتا تھا اسکو اے میرے بیٹے منت  
شریک بتا اللہ کا شریک بنانا اس کا بڑی بے انصافی ہے، جس پر وعدہ لائے کہ  
کے ساتھ کچھ شریک کیا اس کی سخت بے انصافی تھی۔ اور اس سے زیادہ خدا پرستی کی تعلیم کیا  
پاٹتے ہو۔ پھر فرمایا (سورہ انبیاء مین) وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انہ لا اله الا  
انا فاعبدون دو یعنی اور ہم نے تجھ سے پہلے کو رسول مگر کہ اسکو یہی حکم پہنچا کہ شریک  
بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری دو۔ یہاں تک  
تو ہم نے قرآن شریف کی مین آیتیں خدا پرستی کی طرف زور دے دے کر بلانے والی تھیں مگر  
اور اب احادیث نبوی کو پیش کرتے ہیں جس سے یہ کہل جائیگا کہ خدا پرستی کی طرف بلاتے  
کا زبردست دعوے کرنے والا یہہ مذہب اسلام ہی ہے اور کوئی اس کے آگے خدا پرستی  
کا دم نہیں مار سکتا۔

(۱) مشکوٰۃ کے باب الربا مین آیا ہے۔،، واخرج مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ انا اعفی الشریکۃ عن الشریک من علی عملہ  
اشریک فیہ معی غیرہ و ترکۃ و شرکہ و اما منہ ابوہ،، یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے  
کہ میں بڑے بڑے پر و ہون سا جیوں مین سا جی سے جو کوئی کرے کچھ کام کہ سا جی کر دے امین  
میرے ساتھ اور کسیکو سو مین چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس کے سا جی کو اور مین اس سے  
بیرا رہوں۔،، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن پر زور الفاظ مین بہت ثابت کر دیا اور لوگوں کو بتا دیا کہ خدا اس  
بیرا رہتا ہے کہ جو اس کا شریک کسیکو کرے یعنی وہ پاک ذات ان سب یا توں سے برابر ہے پھر  
(۲) مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر مین لکھا ہے۔،، اخرج احمد عن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ  
فی تفسیر قول اللہ تعالیٰ عز وجل و اذا اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریعتہم قال جمعہم نعیم  
ان ارجائکم صورہم فاستنطقہم فتکلموا ثم اخذ علیہم العہد و الميثاق و اشہدہم علی انفسہم  
السبت بریکم قالوا الی قال فانی اشہد علیکم السموات السبع و الارضین السبع و اشہد  
علیکم اباکم آدم شہدنا ان تقولوا یوم القیمۃ اناکما عن ہذا غصن لیم نعلم ہذا  
اعلموا انہ لا اله غیرہ و لا قرب غیرہ و لا تشربوا الی شیعاً الی سارسل الیکم رسولی لیلکم  
عہدی و ميثاقی و انزل علیکم کتبی قالوا اشہدنا بانک ربنا و انہا لا رب لنا غیرک و لا  
اله لنا غیرک دو یعنی امام احمد کہتے ہیں کہ ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر مین کہ و اذا اخذ ربک  
من بنی آدم،، الخ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم کی جمع کی پہر ان کی مثلین لگائیں پہر ان کی صورت  
بنائی پہر ان کو بولانے کی طاقت دی سو بولنے لگے پہر ان سے قول و عہد لیا اور ان کی جان پر

ان سے اقرار کر لیا کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا بولے کیون نہیں فرمایا سو میں گواہ کرتا ہوں  
تمہارے ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو اس واسطے کہ میں کہنے  
لگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے تھے یہ سو جان رکھو کہ بیشک بات یہ ہے کہ میں کوئی حاکم سوا  
میرے اور نہیں کوئی مالک سوائے میرے اور رب شریک نہیں اور میرا کوئی بیشک میں اب پہنچو لگا  
تمہارے طرف اپنے رسول کہ تم کو میرا قول و قرار یاد دلاؤ نیلے اور تمہاری اپنی کتابیں اتار دے گا۔ پوچھا  
ہم نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا مالک ہے اور ہمارا حاکم ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مالک کوئی حاکم  
نہیں وہ اس سے زیادہ ہی خدا پرستی کی تعلیم اور کسی مذہب میں ہو سکتی ہے جہاں بیوں کا بیشک  
ہونا ہی صرف اس غرض پر مبنی رکھا گیا ہے کہ خدا پرستی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائیں۔ اسلام  
ای ایک ایسا دین ہے کہ جس میں سے افضل نیک کام خدا پرستی ہے۔ اور سب بدتر کفر و الحاد  
سے بھی دو چار قدم آگے بڑھی ہوئی شرک ہے۔

(۳) مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے۔ ”واخرج احمد عن معاذ بن جبل رضى الله عنه قال  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشرك بالله شيئاً ان قتلت وحرقت وبيعن معاذ بن جبل  
کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے مجھے ارشاد کیا کہ کیسکو اللہ کا شریک نہ ہو اگر کوئی مارا جاوے تو اور جلایا  
جاوے تو وہ اس سے زیادہ تشدد اور نہیں ہو سکتا بنی اکرم نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر  
تجھے مار ڈالیں اور جلادین اور یہ کہیں کہ تو ظان کو خدا کا شریک بتاؤ تو تہہ دونوں باتیں  
قبول کر لے مگر اللہ کا شریک کیسکو نہ بتاؤ۔ ہے کوئی ایسی غلط پرستی کی طرف بلانے اور شرک  
سے بچانے کی مثال جس مذہب کو خدا پرستی کا دعوے ہو وہ ایسی مثال لے آئے۔

(۴) مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے۔ ”واخرج الشيخان عن ابن مسعود رضى الله عنه  
قال قال رجل يا رسول الله اى الذنب اكبر عند الله قال عن تدعوله نذا وهو خلقك“  
یعنی بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک شخص نے بنی اکرم کی خدمت میں عرض  
کیا کہ خدا کے نزدیک کونسا گناہ بہت بڑا ہے فرمایا یہ گناہ بہت بڑا ہے کہ تو کیسکو اللہ کی  
طرح سمجھ کر پکارے اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔ اس سے زیادہ صاف الفاظ اور کیا  
ہوں گے کہ عظیم الشان گناہ یہی ہے کہ دوسرے کو اس کا شریک ٹھہراوین۔ اس سے بھی زیادہ خدا  
پرستی کی تعلیم اور کہیں ہو سکتی ہے۔

(۵) پہر مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے۔ ”اخرج الترمذی عن انس قال قال رسول  
الله صلى الله عليه وآله وسلم قال الله تعالى يا ابن آدم انت لو تفيتني بقرات الارض خطايا  
ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لانت بقراباً مغفوراً“ یعنی ترمذی کہتے ہیں کہ انس نے بیان کیا



کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کہتا ہے اے آدم کے بیٹے بیشک تو جو مجھ سے ملے دینا  
بہر گناہ لیکر پہلے مجھ سے تو کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کیونکہ تو بیشک نے آدم میں تیرے پاس بخشش  
اپنی دینا بہر گناہ۔ ان تمام آیتوں اور حدیثوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ دینا و دین میں اگر کوئی نیک کام  
ہے تو وہ خدا پرستی ہے۔ اور اسی کی اسلام بہت تاکید کرتا ہے۔ جس زمانہ میں کہ چاروں طرف بت  
پرستی کا رز شور تھا اور ہر گھر میں ایک ایک خدا علیحدہ بچتا تھا وہاں اسلام نے اس شد و مد  
میں اعلان دیا کہ جو کچھ ہے خدا ہے اس کو اپنا حاجت روا بناؤ اور ہر گھر و سہ کر دو اور اس کو  
اپنا معبود سمجھو اگر قرآن شریف کو الحمر سے لیکر و انسان تک دیکھ جاؤ تو معلوم ہو گا کہ جو کچھ  
اتنی دور میں بیان ہوا ہے وہ یہی ہے کہ خدا پر ہر و سہ کر او اس کا احسان مانو اسی کو اپنا حاجت  
روا جانو اور اسی سے التجا کرو اور اس کی عبادت کرو یہی اسلام ہے اور یہی ایمان ہے۔ جتنی  
خدا کی بڑائی زور دے دیکر اسلام میں ظاہر کی گئی ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں احبات  
پر فخر نہیں کر سکتا۔

### (قرآن مجید میں اس بات کا ذکر کہ خدا عالم ہے)

(سورہ النعام میں) وَعَنْدَہُمْ مَقَاتُ الْعِغِیْبِ لَا یَعْلَمُہَا اِلَّاہُوْط و رِیْغُہُ اُسْی کے پاس غیب کی  
کنجیاں ہیں نہین جانتا ان کو مگر وہ ہی (یعنی باری تعالیٰ)۔

(سورہ نمل میں) قُلْ لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْعِغِیْبِ اِلَّا اللّٰہُ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّٰنَ  
یَبْعَثُوْنَ، یعنی کہو کہ جتنے لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو نہین جانتے مگر اسد اور نہین  
خبر کہتے کہ کب اُٹھائے جائینگے۔

(سورہ لقمان میں) اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنْزِلُ الْعِغِیْبِ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا  
تَدْرِی لِنَفْسٍ مَاذَا تَكْسِبُ عِندَہٗ وَ مَا تَدْرِی لِنَفْسٍ بَآئِیْ اَرْضٍ مَّتَوْتٍ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ  
یعنی بیشک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہ ہی برساتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ  
کہ مادہ کے پیٹ میں ہے اور نہین جانتا ہے کوئی کہ کیا کر نیکا کل اور نہین جانتا ہے کہ کس  
زمین میں مر گیا بیشک اللہ بڑا جانتے والا ہے خبر دار۔“

(سورہ احقاف میں) ،، وَ مِنْ اَضْلٰ مِنْہٗ یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ لَا سَتِجِیْلَ اِلَیْہِ یَوْمَ  
الْقِیْمَةِ وَ ہُمْ عَنْ دَعَاہُمْ غَفْلُوْنَ وَ یَعْنٰی اُوْکُوْنَ زَیَادَہٗ مَکْرَہٌ ہُوْکَا اِسْ شَخْصٌ سَے کہ بکارتا  
ہے اللہ کے سوا ان لوگوں کو کہ نہ قبول کرنیکی اسکی بات قیامت کے دن تک اور وہ ان کے  
پکارنے سے غافل ہیں و

(سورہ اعراف میں) قُلْ لَا اَمْلَکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَ لَوْ کُنْتَ اَعْلَمُ الْعِغِیْبِ

لا سبیلکثیر من خیر وما مسنی السوء انما الانذیر وبشر لقوم یؤمنون یعنی کہہ کہ ہمیں اختیار رکھتا ہوں اپنی جان کی کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جانبین عین تو بیشک بہت سی لے لیتا ہوں پہلائی اور نہ چھوٹی مجھ کو کچھ برائی میں تو نہیں ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنائیو والا ہوں ان لوگوں کو یقین رکھتے ہیں

### (خدا کے تصرف کا بیان)

(سورہ جن میں) قل انی لا املك لكم ضراً ولا رشداً قل انی لن یجیرنی من اللہ احد دونی احد من دونہ ملتحداً و یعنی کہہ کہ بیشک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ نفع کا کہہ کہ بیشک مجھ کو ہرگز نہ بچاویگا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤں گا اس کے سوا کہیں بچاؤ دو۔ (سورہ نوح میں) و یعبدون من دون اللہ ما یملک لهم نفعاً من السموات والارض شیئاً ولا یشیطون یعنی اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو کہہ نہیں اختیار رکھتے ان کی روزی کا آسمانوں سے اور نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے۔

(سورہ یونس میں) ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا ینفعک فانک اذا من ظلمین یعنی اور مت بکار اللہ کے سوا ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیوں نہ ہکونہ نقصان سو اگر کیا تو نے یہ بیشک تو بے انصاف ہے۔

(سورہ سبا میں) قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لایملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض وما لهم فیہا من شرک وما لہم من ظلمہ ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا من اذن لہ حتی اذا فرغ عن قلوبہم قالوا ما اذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکیہ و یعنی کہہ پہلا بکار تو ان لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو سوائے اللہ کے سو وہ تو نہیں اختیار رکھتے ایک ذرہ بہر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ان کا ان دونوں میں کچھ سا جہا اور نہیں اللہ کا ان میں سے کوئی بازو اور نہیں کام آتی سفارش اس کی روبرو مگر جس کی پروا انکی دے یہاں تک کہ جب گہرا ہٹ دو رہوتی ہے ان کے دونوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے بلند بڑا۔

### خدا ہی کی عبادت کرنی چاہئے قرآن مجید

(سورہ ہود میں) ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ الی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب الیم الیم دیکھ بیشک یہاں ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف یہ بات کہنے کو بیشک میں تمکو ڈرائیو والا ہوں یہ کہ عبادت کرو مگر اللہ کی بیشک میں ڈرتا ہوں تمہارے کہہ کے دن کی

(سورہ فصلت میں) لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقھن ان کنتم ایلہ تعبدون  
دیئے مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے پیدا کیا ان کو جو تم اسی کے بندے  
بنا چلتے ہو،

(سورہ جن میں) وان المسجد لله فلا تدعوا مع اللہ احداً وانہ قام عبد اللہ یدعوہ کا دوا  
یكون علیہ لبداء قل انما ادعوا ربی ولا اشرك بہ احداً، یعنی اور بیشک سجدے اللہ ہی کو ہیں  
سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو اور جب اللہ کا بندہ اس کے پکارنے کو کھڑا ہوتا ہے تو قریب ہے  
کہ لوگ اسپر شہہ اڑائیں کہ کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک سمجھتا اس کا کسی کو  
(سورہ حج میں) ، و ان فی الناس ما یلجأ الیہ لعل یرجوا و علی کل ضامر یا تین من کل فج عتیق لیشہد  
منافع لہم و یدکرہ اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقہم من بھیمۃ الانعام فکلو امنہا  
واطعموا البالس الفقیر ثم لیقضوا تعنتہم ولیوفوا نذرہم ولیطوفوا بالبلد العتیق  
یعنی خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ چلے آؤ نیگے تیرے پاس پیادے اور دُٹے دُٹے اور نٹوں پر  
کہ چلے آتے ہیں دور۔ دور کے رستہ سے کہ آپو چنیں اپنے فائدہ کی جگہوں میں اور یاد  
کرین اللہ کا نام کئی معین و نون میں اس چیز پر کہ دیا ہے اسے ان کو ہواشی جو باون میں سے  
سو کہاؤ اس میں سے اور کہلاؤ بد حال محتاج کو پہر چاہئے کہ تمام کرین میل کچیل اپنا اور پوری  
کرین مینتیں اپنی اور طواف کرین اس قدیم گہر کا۔

(سورہ انعام میں) ، اذ فسقا اهل لغير الله به ” یعنی یا گناہ کی چیز کہ مشہور کی گئی ہو اللہ کے سوا اور  
کی کرے۔

(سورہ یوسف میں) ایضا جی البھن ارباب متفرقون خیر امر اللہ الواحد القہار ما تعبدون  
من دونہ الا اسماء سمیتہا انتم و اباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان حکمہ الا اللہ طامن  
لا تعبدوا الا ایہ ذلک الذین القیم ولكن اکثر الناس لا یعلمون ” یعنی کہ حضرت یوسف نے قید خانہ  
میں اور قیدیوں سے کہا اے رفیقون قید خانہ کے کیا کئی مالک جیسے جیسے بہتر ہیں یا اللہ ایک  
زبردست نہیں مانتے ہو تم سوائے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ تمہارا اسم ہیں تم نے اور تمہارے باپ  
داؤن نے نہیں مینے آما یے اللہ نے ان کے کچھ سند نہیں حکم کیا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی  
حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے مت مانو یہی ہے دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(سورہ اعراف میں) ، هو الذی خلقکم من نفس واحد وجعل منہا زوجہا لیکن ایہا فلما تعشیا  
حملت حملاً خفیفا قمت بہ فلما اثلقت دعوا اللہ رسالین اتینا صالحاً لکنون من الشکرین فلما اتھما  
صالحاً اجعل لہ شرکاً و فیا اتھما فاعلی اللہ عما یشکرون ” یعنی اللہ نے ایک ہی سے پیدا کیا تم کو ایک جان

اور بنایا اسی سے جوڑا اس کا کہ چین پاوے اس سے پہر جب اسنے ڈٹا نک لیا اسکو پیٹ  
رہ گیا اسکو ہلکا سا پہر گز گئی اسطرح پہر جب بوچھل ہوئی تو دو نو پکارنے لگے اپنے مالک اسکو کہ  
بخش دے تو ہلکا اچھا بچہ تو بیشک ہو دین ہم حق ماننے والے پہر جب اس نے دیا ان کو اچھا بچہ بہتر  
لگے اسکے شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیا ان کو سو بہت دوسرے اللہ ان کے شریک بنانے سے  
(سورہ مائدہ میں) مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَا لَكِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

یعنی نہیں تھیرایا اللہ نے کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر لوگ  
اللہ پر جھوٹ کا افر کرتے ہیں اور اکثر وہ ناسمجھ ہیں۔

ان آیتوں اور حدیثوں سے جو خدا کی وحدانیت اور اسکی پرستی کے بارہ میں نقل کی گئیں ان سے  
صاف اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام درحقیقت خدا پرستی کا نام ہے دنیا کی اس ناگفتہ بہ حالت  
میں کہ تمام جہان نے قریب قریب خدا اور اس کے احسانوں کو بھلا دیا تھا اسلام نے صرف اس  
ہی برس کے عرصہ میں کیسا کایا پلٹ کر دیا۔ جو دل کہ کفر و الحاد سے بہرے ہوئے تھے اور  
بت پرستی کی ظلمت نے ان پر قبضے کر لئے تھے ان ہی دنوں میں خدا پرستی کا نور بہر اگیا جن جن  
سے کہ سوائے کلمہ کفر کے اور کبھی کچھ نہ نکلتا تھا اس سے بہت زور شور سے یہ کلمہ پڑھا دیا۔

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

یہی عین اسلام تھا اور یہی اسکا مفہوم تھا جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ کیا اس پیدائشی صحرائی نبی  
کی آواز نے کہ آؤ خدا کی پرستش کرو کچھ کم اثر کیا جس نے تمام عالم کو اپنے اوپر مائل کر لیا اور سب کو ایک  
راہ سے لگا دیا انہیں خدا کی محبت و الفت دی اور اس کی پرستش کرنی سکھائی۔

جنہ صرف دس ہی برس کے عرصہ میں ایک تہج مخلوق کے دنوں میں پیدا کر دیا اور اسنے  
اگاہ کیا کہ خبردار ہو خدا پرستی کا راز نہ اگیا۔ انہیں چھوڑ چھوڑ کر خواب خرگوش سے جگا دیا اور  
لاکھوں دنوں کو ادھر سے ادھر بہر دیا کیا حضرت عیسیٰ نے ایسی اصلاح خلق کی کی کیا انہی  
آنکھوں کے آگے خدا کی زرعیت کو پا مال ہونے سے بچایا۔ چونکہ پہلے ہی سے یہ قانون فطرت  
میں طے ہو چکا تھا کہ تکمیل دین کے لئے دوسرا نبی بھیجا جائیگا جسکا نام محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم ہو گا اسلئے وہ ناکام واپس بلائے گئے۔

آپ نے ہمیشہ بہت زور شور سے یہہ فرمایا کہ خدا کے رستہ میں صرف یہہ بہت بڑی باتیں ہیں  
کہ یتیم پر مہربانی کرے غریبوں کو مصیبت سے بچائی دلوائے اور قیدیوں کا فدیہ دیکر انہیں

چھوڑا دے غرض تعلیم ہی یہی تھی کہ رحم دل بنو اور خدا کی مخلوق سے بخلق پریش او ان پر اپنا  
ہن من تن قربان کر دو اور یہہہ سمجھو کہ ہم پیدا ہی اسی لئے ہوئے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں بیشک  
یہی بہت بڑی عبادت ہے اور یہی رحمت ہے۔

اسلام کے رحم نے اپنے کو صرف آدمیوں ہی میں پابند نہیں کیا ہے بلکہ اسکے ہاتھ صحرائی جانوروں  
اور وحوش پہاڑ پر بھی پھیلے ہوئے ہیں۔

ایک دن ایک شخص نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اسکے پاس چھوٹے چھوٹے پرندوں کا ہر اہوا  
تھیلہ تھا اسنے عرض کیا کہ میں جنگل میں جا رہا تھا میں نے یہہہ چھوٹے پرند اپنی ماؤں کے ساتھ چھپائے  
ہوئے دیکھے ہیں انہیں پکڑ لیا اب یہہہ میری چادر میں ہیں ان کے مان باب میرے سر پر گردش  
کھا رہے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد کیا،، تو انہیں چھوڑ دے،، جب اسنے چھوڑ دیا تو وہ پرند اپنے  
مان باپوں سے مل گئے یہہہ نبی اکرمؐ نے ارشاد کیا۔،، کہا تجھے پرندوں کی اس محبت سے جو ان  
نے اپنے بچوں سے کی ہے کچھ تعجب آتا ہے۔ میں اسکی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے مجھے پہچا ہے  
یقیناً خدا اپنی مخلوق سے ان ماؤں کی نسبت زیادہ محبت کرتا ہے،، تو ان کو چھان سے لا  
ہے وہیں لیجا کر رکھ دے تاکہ ان بچوں کی مائیں ان سے اگر مل جائیں خدا سے خوف کرو اور جانوروں  
پر ترس کھاؤ،، اسوقت ان پر وار ہو جب وہ اس قابل ہوں اور جب وہ تھک جائیں انہیں  
چھوڑ دو اور آرام لینے دو۔ یقیناً بے زبان جانوروں پر رحم کھانے کا صلہ خدا ہمیں بہت بڑا  
دیگا انہیں پیاس میں پانی پلاؤ۔،،

قرآن میں جو فحیت کہ انسانی زندگی کی ہے وہی حیوان کی بھی رکھی ہے۔ قرآن میں آیا ہے ہر  
جو پایا زمین پر اور ہر پرند ہوا پر ہمارے طرح سے خدا کی مخلوق ہے اور ایک دن وہ سب اپنے  
مالک کے پاس واپس جائیں گے۔ صدیوں سے عیسائیت کو کبھی یہہہ نصیب ہی نہ ہوا تھا کہ وہ جانوروں  
پر رحم کرنی کی تاکید کرتی اور ان کے حقوق انسان کو بتاتی لیکن نبی عربیؐ نے بہت زور شور سے  
اس بات کا اعلان دیا کہ بے زبان جانوروں پر رحم کھاؤ بیشک خدا اس کا بہت بڑا اجر دے گا یہہہ  
رحم کے بہرے ہوئے فرائض مسلمانوں میں عام ہو گئے اور ہر متنفذ ان پر کار بند ہونے کو مجبور  
ہوا اسلام کا جو کچھ مفہوم تھا وہ اسباب میں بیان ہو گیا۔ اسلام کے معنی یہہہ ہیں کہ خدا کو ایک  
جانتا محمدؐ کو اس کا سچا نبی تصور کرنا اور مسلمانوں سے ہمدردی کرنا۔ بس یہی اسلام ہے اور یہی  
مفہوم ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے کہ جس کے دل میں رحم نہیں ہے۔ اور جس نے اپنے بہائیوں کی  
اپنے مال سے اپنے وقت سے مدد نہیں کی وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے اسلئے کہ صرف خدا کو صلہ  
اور شکر کو نبی سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسجد یا کسی خانقاہ میں بیٹھ رہنے کا نام اسلام نہیں ہے

بلکہ اصلی مسلمان وہ ہے کہ جو نبی اور خدا کے احکام پر عمل کرے اور بنیک سب محمدی ایسا ہی کرتے ہیں۔ بنی اکرم نے ہین رحم کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نہ صرف آدمیوں پر بلکہ جانوروں پر بھی رحم کریں۔

خدا بہت بڑا رحیم ہے اور اس نے رحم کی بہت بڑی تعلیم دی ہے بنیک اس کا رحم تمام ماؤں کے رحم سے جو وہ اپنے بچوں پر کرتی ہین بہت بڑا ہے بنی اکرم نے یہی تلقین فرمایا کہ کماتا خدا بہت بڑا رحیم ہے اس لئے وہ رحمدل شخص سے خوش ہوتا ہے۔ وہ کہی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا کہ جس کے دل میں رحم اور ترس نہ ہو۔

اکثر لوگ اس رحم کی تاکید پر یہی مذہب اسلام پر یہ طعنہ زنی کرتے ہین اور یہ ہین میکہ نکالتے ہین کہ اس میں تحمل اور بردباری اور عاجزی اور مذہب کے سبب جو تکلیفین کا فروں کی طرف سے پونجین ان کی صبر سے بردشت ہنین ہے اور یہ ہین با تین مذہب کی سچائی اور نیکی اور اخلاق اور خدا کی راہ میں تکالیف بردشت کرنے کے برخلاف ہین۔

مگر یہ ایک بڑی غلطی اور نا سمجھی ہے اس میں کچھ شک ہنین کہ قرآن مجید میں جو احکام لڑائی کے نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے ان کو مسلمانوں نے جو پاؤں شاہوں کے ناموں سے مشہور ہوئے دنیاداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانہ پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بد اخلاقی اور نا انصافی سے برتاؤ اور وحشی درندوں سے یہی بدتر کام کئے اور علما کے اسلام نے ان کی تائید کے لئے ایسے مسئلے بیان کئے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تھے مگر ان کے ایسا کرنے سے جو بُرائی یا عیب قرار دیا جاوے وہ انہین پر محدود ہے جنہوں نے ایسا کیا نہ اسلام پر۔ ہر ایک منصف مزاج کا اور ہر ایک معترض اور نکتہ چین کا یہ فرض ہے کہ ان لوگوں

کی کردار کو انہین پر محدود رکھے نہ یہ کہ ان کی کردار سے مذہب اسلام سے نکتہ چینی کرے۔ اسلام میں اگر جہ جابجا عفو و صبر و تحمل کی خوبیاں بیان کی گئی ہین اور لوگوں کو اس پر رغبت دلائی گئی ہے مگر اسی کے ساتھ بدلہ لینے کی بھی بغیر زیادتی کے اجازت دی ہے کیا یہ قانون دین کے پیدا کرنے والے کے قانون قدرت کے مناسب ہنین ہے اور کیا اس قانون سے زیادہ عمدہ اور سچا کوئی قانون ہو سکتا ہے انسان جب اخلاق کی باتوں پر گفتگو کرتا ہے تو بہت سی ایسی باتیں اور ایسے اصول بیان کرتا ہے جو کان کو اور دل کو نہایت پہلے معلوم ہوتے ہین اور سنتے دیکھتے ہین دالے خیال کرتے ہین کہ یہی اصول اخلاق کے اور یہی اصول اعلیٰ درجہ کی نیکی کے ہیں مگر درحقیقت وہ ہوا کی آواز سے زیادہ کچھ رتبہ ہنین رکھتے اور چونکہ وہ اصول فطرت انسانی کے بلکہ قانون قدرت کے برخلاف تھے ہین کسی ان پر عمل درآمد ہنین ہو سکتا۔ ایسا قانون بنانے



سے جس پر کبھی عمل درآمد ہو سکے کوئی نتیجہ اور فائدہ مترتب نہیں ہوتا بلکہ دل میں اس قانون کی حقارت بیٹھتی ہے کہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہے۔

اسی کتاب دنیا میں انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور برہنہ بار و تحمل کرنے والی اور اخلاق کو ایسی چلتے بے دکھانے والی جس سے انکو ہن میں چکا چوتھا جاوے نہیں ہے، گو اسکے مقولہ ایسے نہیں ہیں کہ سب سے پہلے اسی میں بیان کئے گئے ہوں بلکہ بہت سے ایسے ہیں جو اس سے پہلے لوگوں نے بھی جن کے پیرو اب بت پرست و کافر گئے جاتے ہیں بیان کئے ہیں مگر کچھ دیکھا جائے کہ ان لوگوں میں کیا اثر ہوا تھا۔

انجیل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اسکے سامنے کر دے بلاشبہ یہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہے مگر کسی زمانہ کے لوگوں نے اس پر عمل کیا ہے مگر دنیا اس پر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہوو اس طرح آباد رہے اور اس طرح لوگوں کی جان و مال امن میں رہے نہ نہایت دلچسپی اب دیا جاتا ہے کہ جب سب ایسے ہی ہو جاویں تو دنیا سے شرارت جاوے مگر لوگ جانتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے یا کبھی ایسا ہو گا مگر یہ سب ناشدنی باتیں ہیں جو خیال میں شدتی قرار دیکر انسان خیالی اور جوئی خوشی حاصل کرتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے، "تو اپنے کل کے کہانے کی فکر مت کر، خدا کل کی روزی پہنچانے کی فکر کرنے والا ہے" دلوں پر یہ مقولہ نہایت ہی پیارا اور اس پیار سے خدا پر اعتماد دلانے والا معلوم ہوتا ہے مگر کبھی کسی نے اس پر عمل کیا ہے؟ آئندہ کبھی اس پر عمل ہو گا مگر ہم اس ناشدنی امر کو ایک لمحہ کے لئے شدنی تصور کر کے تمام دنیا کے لوگوں کو اسی مقولہ پر عمل کرنا ہوا سمجھ لیں تو دنیا کا کیا حال ہو گا مگر اس قسم کی تمام باتیں انسان کو دھوکا دینے والی ہیں اور قانون قدرت کے برخلاف ہونے سے خود انہی سچائی کو مستحب کرتی ہیں۔

عیسائی مذہب جسکی جڑ ایسی نیکی اور نرمی اور اخلاق میں لگائی گئی تھی وہ پہلا پہلا اور سرسبز و بارش ہوا اسکو چھوڑ دے کہ کس عجیبے بڑے اور سرسبز ہو اگر دیکھو کہ اس نے کیا پہل پیدا کیا ایک ہی نصیحت اسکی کام نہ آئی اور فساد مذہب نے جو خونریزی اور سرجمی اور نا انصافی اور زندوں سے پتی پاد بدتر خصلت دکھائی وہ شاید دنیا میں بے مثل ہوگی اور جس نیکی میں اس کی جڑ لگائی گئی تھی اس نے کچھ پہل نہیں دیا۔ کیونکہ قانون قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی۔ جو خوبی کیا روحانی کیا اخلاقی اور کیا تمدنی اب ہم بعض عیسائی ملکوں میں دیکھتے ہیں کیا یہ پہل ہی درخت کا ہے جسکی جڑ نیکی میں لگائی گئی تھی۔ جو خلاف قانون قدرت تھی وہ حاشا وکلا "بلکہ یہ پہل ہے کہ اس درخت کو اس سے اتر کر دوسری زمین پر لگایا جو قانون قدرت یعنی اسلام کی زمین ہو اور جس ملک پہلی زمین کی سی زمین لگی ہوئی ہے اس قدر اس میں

اس سے بھی زیادہ رحیم مذہب کا حال سوجھنے ایک چوٹے سے چوٹے جانور کی جان کو بھی مارنا سخت گناہ قرار دیا ہے۔ خون کا پہانا آدمی کا ہو یا درندے یا ایک پشہ کا خدا کی صنعت کو ضائع کرنا سمجھا ہے مگر تاریخ اور زمانہ موجود ہے اس اصول نے جو قانون قدرت کے مخالف ہوتا کیا نتیجہ دیا۔ قتل و خونریزی ویسی ہی ہے اور ویسی ہی ہے جیسے کہ قانون قدرت سے موافق تھا وہی جو ایک پشہ کا مارنا گناہ عظیم سمجھتے تھے نہ ارواں آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے اور قتل کرتے ہیں۔ پس کوئی قانون گو وہ ظاہر میں کیسا ہی چمکیلا اور خوش آئند ہو جبکہ قانون قدرت کے برخلاف ہے محض نکما اور بے اثر ہے۔ اسلام میں جو خوبی ہے وہی ہی ہے کہ اسکے تمام قانون قانون قدرت کے مطابق اور عہد آراء کے لائق میں رحم کی جگہ جہالت تک کہ قانون قدرت اجازت دیتا رحم ہے معافی کی جگہ اسی اصول پر معافی ہے بدلے کی جگہ اس کے مطابق بدلہ ہے لڑائی کی جگہ اسی کے اصولوں پر لڑائی ہے ملاپ کی جگہ اس کی بنا پر ملاپ ہے۔ اور یہی بڑی دلیل اس کی سچائی کی اور قانون قدرت کے بنانے والے کی طرف سے ہونے کی ہے۔

اسلام فساد اور دغا اور غدر و بغاوت کی اجازت نہیں دیتا جس نے ان کو امن دیا ہو مسلمان ہو یا کافر اس کی اطاعت یا احسان مندی کی ہدایت کرتا ہے کافروں کے ساتھ جو عہد و اقارب ہوئے ہوں ان کو نہایت ایمان داری سے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنے کو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہیں دیتا کسی قوم یا ملک کو اس غرض سے کہ اس میں بالجو اسلام پھیلا یا جلنے حکم کر کے مغلوب و مجبور کرنا پسند نہیں کرتا یہاں تک کہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ چونکہ یہ بیان جہاد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کی بابت کسی آئندہ باب میں مفصل فکر آئیگا۔ صرف یہاں یہہ دکھانا تھا کہ جو کچھ اسلام نے رحم و ہمدردی کی تلقین کی ہے وہ قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ وہ رحم سکھاتا ہے کہ جسکو دراصل رحم کہتے ہیں وہ دھوکا دینے والی باتیں سننا کہ فریب میں نہیں لانا چاہتا جو کچھ پیش کرتا ہے وہ ایسا ہی صاف اور ممکن الوقوع ہے کہ ہر شخص باسانی اس پر کاربند ہو سکے۔ وہ چمکیلی جیم جیم کرتی ہوئی نصیحتیں کہ جسے ناصح کی انتہا درجہ کی رحیمی اور خدا ترسی پائی جاتی ہے مگر اہل میں محض دھوکا اور ڈھکوسلا ہے کہ ناپسند نہیں کرتا اسلام نے جن باتوں کی طرف بلایا ہے وہ سب قانون قدرت کے مطابق ہیں۔ اس نے بدلہ لینے کی اجازت دی ہے لیکن یہہ بھی فرما دیا کہ خدا معاف کرنے والوں کو اچھا سمجھتا ہے۔ دونو باتیں موجود ہیں اگر کسی نے اپنے مخالف سے انتقام لیا یا نہیں کیا اور جو کسی نے معاف کر دیا اس نے اچھا کیا۔ انسانی فطرت کا اتنا چھڑاؤ دیکھ کر یہ قانون قدرت کے مطابق قوانین ایجاد کئے گئے ہیں۔ جیسا جسکا جی چاہے اپنے ظلمت کے موافق پسند کرے

علمد آمد کرے۔ ایسی باتیں انسان کو بین بتائی گئی ہیں کہ جو صرف کتابوں ہی میں رہیں اور ان پر کبھی عمل کرنے کا موقع نہ آوے۔ انجیل کی اس آیت پر کہ اگر نہ تھے بیکار زمین کوئی ایک میل لچا کر نو تودو میل چلا جائے اس پر کس نے عمل کیا یا عمل کرنا خواہش ہوئی۔ پھر انجیل کی نصیحتی آیت اسی کے درقون میں مذکور ہے۔

اس آیت کے خلاف وہ وہ بیچارہ ان میں عیسائیوں نے حیرانگہ بن لوں کو پکڑا اور ان پر وہ ستم توڑے کہ الحفیظ والامان۔ جس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ایسی باتیں سکھائی کہ جبہ عمل درآمد ہو سکے اور جو فطرت انسانی اور قانون قدرت کے محض برخلاف ہوں دھوکا دہی اور فریب ہے یا نہیں۔ کوئی پیر مرشد یا راہب اپنے معتقدوں سے یہ نصیحت کرے کہ ہر دن سے چلنا سخت بیرحمی ہے بلکہ کس بل مانگین اونچی کر کے چلنا تو اب اور رجم ہے خدا ہی سے خوش ہونا ہے کہ جو کس بل چلتا ہے۔ کیا یہ نہ ناشدنی نصیحت کچھ لڑکھٹو ہے یا نصیحت سننے والے اس پر علمد آمد کرنا ارادہ ہی کرینگے۔ کبھی نہیں پھر ایسی یہودہ باتوں پر فخر کرنا اور ان کو مثال میں لا کر دوسرے مذہب کے قانون قدرت کے مطابق قوانین پر معترض ہونا کیسی سخت غلطی اور نا اہمی ہے۔ انصاف وہ ہی ہے کہ جس سے اور جانین نا واجب ہلاکت میں نہ پڑیں ملکوں میں انتظام قائم ہو اور خدا کی مخلوق میں امن پیلے۔ نہ کہ اس قانون سے اوپر ہی ظلم ہو اور خدا کی بادشاہت میں بے امنی کی خونریز حالت محیط ہو۔

ہماری ان باتوں پر اگر ایک منصف مزاج غور کر لگا تو اسے یہ بات معلوم ہوگی کہ جب قدر اسلام اور اسکے قوانین میں قواعد مضبوط ہوئے ہیں قانون فطرت کے مطابق ہیں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے وہی باتیں انسان کو سمجھائی گئی ہیں کہ جو وہ بازادی کر سکتا ہے اور جن کے کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اس کے لئے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنے نفس کو تکلیف میں مت ڈالو مگر جہاں تک کہ اسکی وسعت ہو، اسلام میں نفس کشی نہیں ہے۔ تکلیف نہیں دی گئی ہے جبہ نہیں کیا گیا ہے

صرف وہ ہی باتیں بتائی گئی ہیں کہ جبہ جیسی ایک قومی فطرت علمد آمد کر سکتی ہے۔ اس قدر ایک کمزور فطرت علمد آمد کر سکتی ہے۔ اگر یہ باتیں قانون قدرت کے مطابق نہیں ہیں تو کیا انجیل کی دھوکا دہ اور فریب میں ڈالنے والی باتیں اسکی مطابقت کا دم پھر سکتی ہیں۔



# گیارہواں باب

## (اسلام کی تعلیمات)

اب میں قرآن و حدیث سے یہہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے بنی نوع کو کیا کیا سکھایا اور ان کو اپنی مستعار زندگی کیونکہ مبر کرنی چاہئے۔ اس باب میں تمام دینی اور دنیوی طرز معاشرت اخلاق اور عادات کا ذکر ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ اسلام نے واقعی کوئی بات نہیں چھوڑی اور آدمی کو دنیا سہنا چلنا پہننا اولاد کی تعلیم والدین سے پیش آنا وغیرہ ساری باتیں جو زمانہ میں انسان پر اگر پڑتی ہیں سب کی کیفیت سمجھانی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ان ان ہوش سنبھال کر کیا کرے اور جب تک کیا کیا کرے۔ گو یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن میں حتی الوسع قرآن حدیث سے اختصار کے طور پر یہاں تحریر کرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ اسلام نے کیا کیا سکھایا اور اسلام کیا کیا بتاتا ہے۔ پہلی چیز جو ان کو سیکھنی چاہیے وہ علم ہے جس کی فضیلت میں یہہ آیتیں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں۔ ”ثم مد الله انه لا اله الا هو والملكوت والاول العلم قائما بالقسط“ یعنی اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں سوا اسکے اور فرشتوں اور علم والوں نے وہی حاکم انصاف کا۔ ”اللہ نے اپنی ذات پاک سے ابتداء کی اور عالموں پر ختم کیا اسلام میں عالم کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اللہ اپنے تیرے درجہ پر اسکو رکھا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا ہے، ”رفع الله الذين امنوا والذين اوتوا العلم درجات“ یعنی اللہ اونچے کرے ان کے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ عالم کی فضیلت اور کیا ہوگی۔ کہ جس کے لئے قرآن شریف میں یہہ بشارت دہ آیت آئی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ ”قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون“ یعنی تو کہہ کہیں برابر ہیں جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ویسے جاہل اور فاضل کا درجہ کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اور پھر فرمایا۔ ”انما يخشى الله من عباده العلماء“ یعنی اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جنکو علم میں ویسے عالم ہمیشہ با ایمان اور رحیم کریم خدا سے خوف کرنے والا ہوگا مگر جاہل کبھی ان صفتوں سے موصوف نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا، ”قل كفى بالله شهيدا بيني وبينكم ومن عند علم الكتاب“ یعنی تو کہہ اس سب سے گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور جو خبر ہے کتاب کی۔ ”اللہ کی یہہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ عالم ہے اور کتاب سے باخبر ہے پھر اور زیادہ فضیلت اس سے کیا ہوگی جو خدا کی صفت قرار دی گئی ہے۔ پھر فرمایا، ”قال الذي عند علم من الكتاب انا ايتت وديعه بولا“ وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لا دیتا ہوں

تجووہ ما، اس میں اس بات کی تباہی ہے کہ وہ سخت کے لئے پرہیز، علم قاصر ہوا۔ پھر فرمایا، وقال  
الذین ادقوا العلم وادبوا ثواب اللہ خیر من امن وعمل صالحا، دینیئے اور پڑھنے، جو کوئی پڑھتی سمجھتا ہے  
خرابی مہاری اس کا دیا ثواب بہتر ہے ان کو جو یقین لائے اور کیا پہلا کام ہے۔  
اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قدرت آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہے۔ اور فرمایا۔  
و تلك الامثال لغيرہما، اللہ اس و ما یعقلها الا العالمون، دینیئے اور یہہ مثلین بیان کرتے ہیں  
سم آیت میں کہے لئے اور ان کو جو جتنے وہ ہی میں جنگو علم ہے، اس آیت سے صاف ظاہر ہے  
کہ عالم، دین کی باتیں اور نہ ان کی مثالیں یا اس کی نشانیاں سمجھ سکتا ہے جاہل اس سے بے بہرہ  
اور فرمایا، ولویردوہ الی الی رسولی دالی اولی الامر منہم لعلہ الذین لیستیطونہ منہم دینیئے  
اور اگر اس کو پہنچائے رسول تک اور اپنے اعتبار والوں تک تو تحقیق کرتے اس کے جو ان میں تحقیق  
کرنے والے ہیں، اس آیت میں اپنے حکم کو معاملات میں علما کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور ان کے  
رہنہ کو علم اتنی کے تعلیم کرنے میں ابتدا کے رتبہ کے ساتھ ملایا۔ پھر فرمایا، یا بنی آدم قد انزلنا علیکم  
لباسا، لباسی، سو آواز و لباس التقوی خلک جہنم دینیئے، اولاد آدم کی میں نے اناری  
پہر پوشاک کہ ان کے تمہارے عجیب، رونق اور کپڑے پر ہنر گاری کے سو بہترین، اس آیت  
لباسی اور علم کیوں کہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو ہزاروں عیبوں کو دیکھتا ہے، تیار ہے اور شے مراد  
یقین ہے اور لباس التقوی سے مراد حیا ہے اور یہ ساری باتیں علم سے حاصل ہوتی ہیں بقیہ  
اور برہنہ ہے وہ شخص جو عالم نہیں ہے۔ نہ اس میں حیا ہے نہ شرم، حق ایک جو پائے کی برابر  
ہے۔ پھر فرمایا، ولقد جئناہم بکتاب فضلناہ علی علم، دینیئے اور ہم نے انہیں پڑھا دی ہے کتاب  
جو کہو لا بیان کی ہے خبر داری سے، اور فرمایا، فلنقصن علیہم علم، دینیئے، اور ان کے علم کو  
ان کو اپنے علم سے اور پھر فرمایا، بل هو آیات بنیات فی صدور الذین ادقوا العلم، بلکہ یہ آیت  
آیتیں میں صاف سینہ میں ان کے جنگو علم ہے، یعنی قرآن وہ ہی شے ہے جس سے علم حاصل ہوتا ہے  
ہے جاہل اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ اس سے زیادہ علم کی فضیلت اور ان کی بیان میں سب سے  
اور فرمایا، خلق الانسان خلة البیان، دنیا با آدمی پر سکھائی ان کے لئے، یہ بات ادا مان  
ترانے کی بلکہ میں مذکور ہوئی ہے۔ یہ بہت کم انسان ہے، اور ان کے لئے علم حاصل ہوتا ہے  
میں وہ خدا کے واسطے احسان سے دینیئے۔

یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیات سے علم اور عالم کی فضیلت ثابت ہو جائے۔ اس آیت کی تفسیر  
قرآن کا مذکور ہوتا ہے جس میں فضیلت علم صاحب علم ہاں ترانے ہے۔ حدیث نبوی  
میں آیا ہے۔ من یردد اللہ بہ خیر الفقیہ فی الدین ویلہم رشتہ دینیئے جس کے ساتھ

بہتر ہی چاہتا ہے اسکو دین میں سمجھ دیتا ہے اور راہ اس کو الہام کر دیتا ہے، پھر فرمایا،  
 ثلثاء وراثۃ الاولیاء دینے والے دنیا کے وارث ہیں۔ یہہ ظاہر ہے کہ درجہ نبوت سے بڑھ کر  
 فی درجہ بہین چھاس سند معلوم ہو کہ اس رتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرف بھی  
 نہیں۔ اور فرمایا، خصلۃ لسان لا یلوان فی مناقب حسن سمت و فقه فی الدین و دینے و حصلتین  
 ین کہ مناقب میں بہین ہوتین اول خوبی ہدایت اور دین میں سمجھ، اور فرمایا۔ الناس معان  
 عاون الذہب و الفضة فحیار ہم فی الجاہلیۃ خیار ہم فی الاسلام اذا فقہوا و دینے آدھی  
 تائین میں مثل سونے چاندی کی کانوں کے پس جو کفر میں بہتر ہے وہ اسلام میں ہی بہتر  
 تیکہ عین میں سمجھ پیدا کریں۔ اور فرمایا، فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنی رجل من  
 صحابی، یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت میرے ساتھیوں میں سے کسی  
 سے شخص پر میری، یہ بات انکشف ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حد  
 میں کیا نبوت کے بعد جسے صاحب عالم کا درجہ بڑھا ہے اور اس کی کیسی فضیلت بیان فرمائی ہے  
 اور فرمایا، فضل العالم علی العابد کفضل القریۃ الدیر علی سائر الدواکب و دینے عالم کی فضیلت  
 عابد پر ایسی ہے کہ دین میں رات کی چاند کی فضیلت سب ستاروں پر، میں پہلے ہی یہہ تحریر  
 کر چکا ہوں کہ سید عالم کا درجہ بڑھانا اور عبادتین کرنا اس قومی فدائی کے اگے جہہ  
 مال نہیں رکھتین جو اپنی جان اور مال سے قوم کی خدمت کر رہا ہے اور نبی اکرم کی ہدایت کے  
 مطابق بیٹھتین پرستہ نعت کرتا ہے۔ محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے یا مختلف علوم فنون  
 تحقیق کر کے قوم کے لیے نفع کو فائدہ پہنچا رہا ہے غرض علم سے دولت سے وقت سے قوت  
 سے ج طرح سے ہو سکے دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنا لازم ہے اسلئے عابد پر عالم کو اتنی بڑی  
 فضیلت دی ہے۔ عابد اگر غلو میں سے یہہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے لیکن  
 صرف اپنے ہی غرض کے لیے اور خواہش کے لیے اسکا مسلمان پیدا ہونا نونا یکساں ہو گیا۔ جب تک کہ  
 کہ دوسرے کو ہم سے کچھ فائدہ نہ پہنچے ہم کہی اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم  
 درجہ عابد سے بہت زیادہ ہے۔

اور فرمایا، یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الاولیاء ثلث العلماء ثلث الشہداء دینے قیامت  
 میں تین آدمیوں کی شفاعت قبول ہوگی انبیا کی پھر علما کی پھر شہداء کی، اس حدیث سے علم کا اور نبی  
 کا بہر حدیث بخاری و مسلم نے روایت کی ہے اور اس میں ولیمہ شہداء و بہین ہے اس جگہ کو طبرانی نے جامع کبیر میں  
 نقل کیا ہے کہ ابو داؤد و ترمذی نے ابو داؤد سے روایت کیا ہے۔ و ترمذی نے بوہرہ سے روایت کیا ہے۔  
 و ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔ و ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔  
 و ابن ماجہ نے حضرت عثمان سے روایت کی ہے۔



بڑا رتبہ ثابت ہوتا ہے یعنی نبوت کے بعد علم کا درجہ ہے دو

## طلب علم کی فضیلت میں قرآن و حدیث

قرآن مجید میں آیا ہے، "فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدین وریضے سو کیوں نہ نہ فرقة میں سے ایک انکے حصہ تا سمجھ پیدا کریں دین میں،" اور فرمایا، "فاسئلوا اهل الذکر ان یتعلمون وریضے سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تمکو معلوم نہیں۔" یہہ گویا رغبت دلائی گئی ہے کہ تم یہی علم پیدا کرو تاکہ تمہیں دریافت کرنے اور خفت اٹھانے کا موقع نہ ملے بلکہ اور لوگ تم سے دریافت کرنے کوئی علم کی بات آئیں یہہ گویا بہت بڑی رغبت دلائی گئی ہے اسپر یہی اگر کوئی نہ سمجھے اور یہی اسلام پر بہتان اٹھائے کہ اس میں علم کی طرف توجہ مائل نہیں کی گئی ہے تو اس کی خطا ہے۔ وہ نکتہ جینی کر نوالا انتہا درجہ کی نا فہمی میں اپنے متبدل کر لگیا۔

یہ حدیث میں آیا ہے، "من سالت طریقا یطلب فیہ علما سالت اللہ بہ طریقا الی الجنة وریضے جو شخص چلے ایک استہ کہ طلب کرے اس میں علم اسد چلاوے اسکو جنت کی راہ دو

## تعلیم کی فضیلت میں

اسد لے فرماتا ہے، "ولینذرن و اقوامہم اذا رجوا الیہم لعلہم یحذرون وریضے اور تاکہ خبر ہو بخاویں اپنی قوم کو جب پہر آویں ان کی طرف شاید وہ بچے رہیں دو۔ اس آیت میں انداز سے مراد تعلیم اور ارشاد ہے اور دوسری جگہ فرمایا، "واذا اخذ اللہ میثاق الذین اولوا الکتاب لبینہ للناس ولا تکفونہ وریضے اور جب اسد نے قرار لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں پاس اور نہ چھپاؤ گے، اس میں تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہے اور فرمایا، "وان فریقاً منہم لیکتوبن الحق وھم یعلمون وریضے اور ایک فرقہ ان میں چھپاتا ہے حق کو جانکو و اس آیت میں علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی جیسے گواہی کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ ومن یتکتمہا فانہ اثم قلبہ وریضے اور جو کوئی وہ چھپاوے تو گنہگار ہے اس کا دل۔ اور فرمایا، "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعلی صلاحتہ وریضے اور اس سے بہتر کس کی بات جس نے بلایا اللہ کی طرف اور کیا نیک کام دو اور فرمایا ادع الی سبیل ربک بالحقۃ والمو عظۃ الحسنۃ یعنی بلا اپنے رب کی راہ پر سبکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کے پہلی طرح دو اور فرمایا، "و یعلمہم الکتاب والحکمة وریضے اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی، یہہ آیتیں تعلیم کی فضیلت سے بارے میں ہیں اب حدیثیں سنئے۔

عید نبی اکرم نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو یہہ تعلیم کر دی تھی۔ "لا ان یرید اللہ

۱۔ اسکو مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔  
۲۔ اسکو معاذ نے معاذ سے روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم میں سہل بن سعد روایت ہے کہ یہ قول اپنے حضرت علی کو فرمایا تھا۔

بت کر جلاوا احد اخیرا الذ من الدینا و ما فیہا و یغنی اگر تیرے سر سے کبھی غدا کے لئے آج  
 آج کو ہدایت کر دے تو یہ تیرے حق میں دینا اور اس کے درمیان کی چیزوں سے بہتر ہے  
 اور فرمایا، ان الله عز وجل لا ینزع العلم انتزاعا من الناس بعد ان یوتیہم ایاہ و لکن  
 ینذہب ینذہب العلماء فکما اذہب العلم اذہب بامعہ من العلم حتی اذا لم یبق الا  
 ر و ساء جبلا ان سئلوا فتوا بغير علم فیصلون ویصلون و دینے اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم  
 دیکر چین ہنن لیتا مگر علما کے لیجانے سے علم کو ہی لیجاتا ہے پس جب کوئی عالم جلا جاتا ہے  
 اس کے ساتھ اسکا علم ہی جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب بخر جا بل سرداروں کے اور کوئی  
 ہنن رہتا اور ان سے اگر کوئی پوچھتا ہے تو بجا فتوے دیدیتے ہیں تو خود ہی بہکتے ہیں  
 اور دوسرے کو ہی بہکتے ہیں۔ پھر فرمایا، من علم علما فکلمہ الجمہ اللہ یوم القیامۃ بلیم  
 من نار و دینے جو شخص کوئی علم سیکھے اور اسے چھپا دے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے آگ  
 کی لگام دے گا۔ اور فرمایا، الدنیا ملعونۃ تلعون ما فیہا الا ذکوا للہ سبحانہ و ما  
 والاہ اور علما او متعلما و دینے دنیا ملعون ہے اور جو چیز اس میں ہے وہ ہی ملعون ہے مگر  
 ذکر خدا اور جو اس کے قریب ہو یا معلم یا طالب علم ہو۔ اور فرمایا، ان الله سبحانہ و ما یستکبر  
 و اهل سموتہ و ارضہ حتی المنتہ فی جحہا و حتی الخوات فی البحر لیصلون علی معلم الناس الخیر  
 یعنی البتہ اللہ سبحانہ اور اس کے فرشتے اور اس کے آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ جہنمی اس میں  
 سوراخ میں اور مچھلی سمندریں سب رحمت پہنچتی ہیں اس پر جو لوگوں کو خیر سکھا دے۔ اور فرمایا،  
 زیادہ فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے اسی نبی کی یہ ترغیب اور تعلیم کی طرف تخریص و اللہ تعالیٰ  
 قابل توجہ ہے۔ اور فرمایا، مثل ما بغضی اللہ عز وجل بہ من المہدی و العلم کمثل البغضی  
 الکثیر و اصاب ارضاً فکان منہا بقعۃ قبلت الماء فابنت الماء و الکلاء و العشب انما یزید  
 منہا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عز وجل بها الناس فشر بوا منہا و سقوا و زرعوا و کانت  
 منہا طائفۃ قیعان لا تمسک ماء و لا تبنت کلاء و دینے مثال اس چیز کی جو اسے نکالتی  
 جھکو وہ لیکر پیچھا ہے یعنی ہدایت اور علم کی ایسی مثال ہے کہ بہت سا مینہ کسی سر زمین پر  
 میں ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ پانی جذب کرے اور گہاس لکڑی بہت آگادے اور ایک ٹکڑا ایسا  
 کہ پانی نہ لے سکے اور لوگوں کو خدا کے تعالیٰ اس پانی سے نفع دے کہ آپ پیوین اور زراعت  
 میں دین اور ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ نہ پانی روکے نہ گہاس وغیرہ اس میں پیدا ہو۔

حل صحیحین بن ابن عمر سے روایت ہے۔ و ابو داؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ و ترمذی و ابن  
 ماجہ بروایت ابو ہریرہ۔ و ترمذی بروایت ابو امامہ۔  
 و بخاری و مسلم بروایت ابو موسیٰ۔

اور فرمایا: اذ اہم انقطع عملہ الا من ثلث علم ینتفع بہ و صدقۃ جاریہ و ولد  
جدہ یبذلہ بلخیرہ و یعنے جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں  
سے اول علم سے جس سے اور دن کو فائدہ ہو دوسرے صدقہ جاری سے تیسرے نیک بخت لڑکے سے  
جو اس کے لئے دعائے خیر کرے اس حدیث میں صدقہ اور اولاد پر علم ہی کو شرف بخشا ہے علم ہی سے  
انسان کا نام زندہ رہتا ہے۔

{ ہرگز نیر دانکہ دش زندہ شد بعلم }  
{ ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما }

اور فرمایا، الدال علی الخیر کفاعلہ، خیر کا بتانے والا مثل خیر کے کرنے والے کے ہے اور فرمایا،  
لا حسد الا فی اثین رجل آتاه عن رجل حکمۃ فہو یقضی بھا ویعلمہا الناس و رجل آتاه اللہ  
مالا فسلط علی ہلکۃ فی الخیرہ و یعنے غبط دوسری شخصوں پر ہونا چاہئے ایک تو وہ کہ اللہ تعالیٰ  
نے اسے حکمت دی ہو اور وہ اس کے بموجب کام کرتا ہو اور اسکو لوگوں کو سکھاتا ہو اور ایک وہ کہ  
اللہ تعالیٰ نے اسکو مال دیا ہو اور اسکو خیرات میں دینے پر اسکو مسلط کر دیا ہو ویرہہ حدیثین اور تین  
اس باب میں نہایت اختصار کے طور پر بیان کی گئی ہیں آئندہ ایک مستقل باب میں۔ علم اور  
حصول علم کے فضائل احادیث صحیحہ سے بیان کئے جائینگے۔  
اب میں عبادت کی بابت کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

### (عبادت کا حکم اسلام میں)

عبادت کے لئے بلاناہیہ ہی اسلام میں ایک اہمیت بڑی عبادت رکھی گئی ہے اور یہ بلا ناخواہ  
کسی طور سے ہو مگر اسلام میں خاص ہو گیا ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے ایک شخص بلند آواز بلند  
پر کھڑا ہو کر نازیوں کو آواز دیکر بلا دے کہ اؤ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس اذان دینے والے کی ہی  
اسلام میں بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں،  
لو سمع صوت الموزن جن والا انس ولا شے الا شہد لہ یوم الیقمۃ دیعنے موزن کی آواز  
جو جن اور انسان اور کوئی چیز سنیگی وہ قیامت کو اسکے لئے گواہی دے گی دوہر فرمایا۔ دو  
اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول الموزن دیعنے جب تم اذان سنو تو کہو جیسے موزن کہتا ہے  
کتنی بڑی موزن کی بزرگی ہے کہ اسکا ہمکلام شاہ و گدا دونوں کو ہونا پڑتا ہے۔ اور فرمایا۔  
ان جب وہ یہہ چلے کہے،

۱۔ مسلم بروایت ابوہریرہ۔ ۲۔ ترمذی و مسلم و ابوداؤد بروایت السنن و بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود۔  
۳۔ بخاری بروایت ابو سعید۔ ۴۔ بخاری و مسلم بروایت ابو سعید۔

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح، یعنی اور او نماز کو اور او بہتری پر، تو اس وقت یہ کہتے  
 ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ و واجب وہ کہتے ، قد قامت الصلوٰۃ یعنی نماز قائم ہوئی تو یہ کہتے  
 ، اقامہا للہ و ادا مہا مادامت السموات والارض دینے خدا اس کو قائم اور دائم کہتے جب تک  
 کہ آسمان و زمین ہیں ، اور فجر کی اذان میں جب ، الصلوٰۃ خیر من النوم دینے نماز بہتر ہے سو  
 سے ، تو کہتے ، صدقت و بررت و تو نے سچ کہا اور خوب کہا اور جب اذان کچھ تو یہ دعا پڑھتے  
 ، اللہم رب ہذہ الدعویۃ التامۃ والصلوۃ القائمة ات شھدن الوسیلۃ والفضیلۃ والذی  
 السریعۃ وابعثہ مقام المحمودۃ الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد دینے اے خدا مالک  
 اس دعائے کامل اور نماز حاضر کے دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند  
 درجہ اور اٹھان کو اس مقام محمود پر جگا تو نے وعدہ کیا ہے تو وعدہ کو یقیناً خداوند نہیں  
 کرتا ، اور اسی توجہ کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اسلام میں اہلنا بیٹھنا کہا ناپینا ناڑ کے لئے  
 بلکہ مایہ سب السہی کی عبادت پر مبنی ہے یا ان سب باتوں میں اللہ کی تعریف اور عبادت  
 بہر سی ہوئی ہے۔ صرف ایک اذان میں کقدر خدا کی حمد اور اس سے التجا کرنا اور اس کی بندگی  
 اور اپنی عاجزی کا اقرار مضمر ہے اس سے زیادہ فخر خدا پرستی اور عبادت میں اور کونسی قوم کر سکتی  
 ہے۔ یہ تو اذان کی فضیلت ہوئی اور اب نماز کی فضیلت سنو۔

قرآن مجید میں آیا ہے ، ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً مرفوعاً دینے یا نہ ہے مسلمانوں  
 پر حکم وقت باندھا و اور نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں ، خمس صلوات کبھن اللہ علی العباد فمن جاء  
 بھن ولم یضیع منھن شیئاً استحقاق الجھن کان لہ عند اللہ عہد ان یدخلہ الجنۃ ولیم  
 بھن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبه وان شاء ادخلہ الجنۃ و دینے پانچ نمازیں میں جسکو  
 اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیا ہے پس جو کوئی ان کو بجالا دے اور ان کے حق کو ہلکا جان کر  
 انہیں سے کچھ ضائع کرے تو اس کے لئے اللہ کے نزدیک عہد ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل  
 کرے اور جو کوئی ان کو ادا نہ کرے تو اسکے واسطے اللہ کے پاس عہد نہیں چاہے اس کو عذاب  
 چاہے جنت میں داخل کرے و

اور فرمایا ، ان الصلوٰۃ کفارۃ لما بین ما جنت الکبائر دینے نازین کفارہ ہیں ان گناہوں  
 کو جو ان کے درمیان ہوں جب تک کہ کیوں سے احتراز کیا جاوے و۔  
 یہ جماعت کی فضیلت میں جو ایک نے بردست تمدنی پولیسی اور اصول ہے نبی اکرم نے تاکید  
 فرمائی ہے یعنی سب مسلمان ساتھ ملکر عبادت کریں۔ اس اصول کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں

کہ جنہوں نے علم سیاست مدن پر مہم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ قوم میں اتحاد قائم کرنے اور  
 سزاورون دونوں کو ایک کرنے کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں نکل سکتی، صلوٰۃ الجمع تفضل  
 صلوٰۃ الفذ یسیع وعشرین درجہ ودیضہ باعث کی نماز تنہا کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہے  
 اور فرمایا، من صلے اربعین یوما الصلوات فی جماعۃ کالصلوۃ فیہا تکبیرۃ الاحرام کتب اللہ لہ  
 اربعین درجۃ من النفاق وبراۃ من النار دینے جو شخص چالیس روز نمازین جماعت میں  
 رہے اس طرح کہ تکبیر اولی فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو علیحدگی لکھ دیتا ہے ایک نفاق سے  
 علیحدہ رہنا دوم اگ سے علیحدہ رہنا۔ مو اور فرمایا۔ ما تقرب العبد الی اللہ بشئ افضل من سجود  
 خفیہ و دینے بندہ کسی چیز سے اللہ تعالیٰ کا تقرب نہیں کرتا جو خفیہ سجدہ کی نسبت کرافضل ہو  
 یومامن مسلم تسجد لله سجدة الا رفعه الله بھادر جہ و حط عنه بھاسنیۃ دینے  
 یومامن اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے اس کا ایک درجہ اونچا کرتا ہے  
 ایک بدی اسلی دور کرتا ہے۔ یہی مراد اس ارشاد خداوندی میں ہے، واسجدواقرب  
 یومامن سجدة کراور نزدیک ہوو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سیماہم فی وجوئکم من اتوا بسجود  
 یخفیہ بانان کا ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے وہ ماہم ہی اسکے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ  
 جب تک نماز میں فروتنی اور خشوع ہو وہ نماز کامل نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے،  
 واقم الصلوٰۃ لذکور دینے اور نماز قائم رکھ میری یاد کو دو اور فرمایا، ولا تکن من الفالین و  
 یعنی اور مت ہو غافلون میں سے دو۔ اور فرمایا، لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما  
 قولون و دینے نزدیک ہو نماز کے جب تم کو نشہ ہو جب تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو وہی اکرم  
 علی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد کرتے ہیں۔، من ہلی رکعتین لم یجد ثلث لفسہ فیہما بشئ من  
 ادینا غفلہ ما تقدم من ذنبہ و دینے جو شخص دو رکعتیں نماز پڑھے کہ انہیں اپنے جی میں  
 وفی بات دینا کی نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ بخشے جاوینگے، اور فرمایا، اما الصلوٰۃ تمکن فواضع  
 قصر و تباؤس و تدام و ترفع بدیلت فیقول اللھم اللھم من لد یفعل فنی خدا بہ دینے نماز  
 رفت مسکت اور تواضع اور قصر غطاہر کرنا اور شدت خوف اور شہائی بتانی ہے اور اپنے دونوں  
 ہتھ اٹھا کر پرہیز کہنا کہ الہی یارب اور جو اس طرح مکرے تو وہ نماز ناقص ہے۔ اور فرمایا،  
 ذا صلیت فصل صلوٰۃ مودع و دینے جب تو نماز پڑھے تو رخصت ہونے والے کی کسی نماز تیرہ  
 بخاری: سلم بروایت ابن عمر۔ سلم بروایت ابن عمر۔ سلم بروایت ابن عمر۔ سلم بروایت ابن عمر۔  
 ابن ماجہ بروایت عبادہ بن عاصم۔ سلم بروایت ابن شیبہ۔ سلم بروایت ابن شیبہ۔ سلم بروایت ابن شیبہ۔ سلم بروایت ابن شیبہ۔  
 بروایت عثمان رضی اللہ عنہ ہے مگر اول میں کچھ زیادہ ہے اور لیس من الدنیا نہیں ہے۔  
 ترمذی نے بروایت فضل بن عباس اسی کے قریب الفاظ روایت کئے ہیں۔  
 ابن ماجہ بروایت ابوالرب رضی اللہ عنہ و عالم بروایت سعد بن ابی وقاص۔

یعنی اپنے نفس اور مخبرش اور عمر کو حضرت کر کے اپنے مولیٰ کی طرف چلے گیا کہ مدتانی قریب  
ہے، یا ایھا الانسان انک کا دھاری رات کد فلا فیہ دوائے آدمی تنگو ہو چکا ہے اپنے رب  
تک پہنچتے ہیں بچہ کہ پہ اس سے ملنا، اور فرمایا، والقولہ واعلموا اللہ ملا غودہ در بختے اور  
در تھے رہو اس سے اور خان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے ورجب تک بہ زبرد شمس گزریو ہے  
تا شیر بخش خیالات نازمین ہون گئے کہی نماز کامل نہیں ہو سکتی۔ ان ہی تواضع اور خشوع  
سے یہ رہے ہوئے خیالات پر اسلام فخر کرتا ہے اسلام اس قدر فروتنی اور انکساری سکتا ہے  
جتنی کہ فطرت انسانی سے ممکن ہو سکتی ہے۔ خدا کے آگے اتنی فروتنی اور انکساری کی تعلیم کی  
مثالی اور کسی مذہب میں نہیں نکلنے کی۔ بنی اکرم ارشاد کرتے ہیں، لا ینظر اللہ الی صلوۃ  
لا یحضر الرجل فیہا قلبہ معہ بلانہ دو یعنی اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر نہیں کرتا  
جس میں آدمی اپنا دل معہ بدن حاضر نہ کرے، دوسرا اصول نماز میں بہت بڑا یہ ہے کہ  
مسجد میں اپنے بہائیوں کے ساتھ کھڑا ہو کر پڑھے۔ یہ اتحاد قائم کرنے کا ایک بہت  
بڑا اصول ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے، انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر  
وویعنے وہی آباد کرے مسجدیں اللہ کی جو ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پڑ۔ اور بنی اکرم ارشاد کرتے ہیں  
”من بنی اللہ مسجد اولو کمفح قطا“ بنی اللہ نہ قصر فی الخنہ، یعنی جو شخص مسجد بنے وہ اس کے  
وسطے اگرچہ قطاہ کے گھونسلے کے برابر ہو اس تعالیٰ اس کے لئے ایک محل جنت میں بنا دیگا  
اور فرمایا، من الف المسجد الفہ اللہ تعالیٰ دینیے جو شخص مسجد سے الفت کہے اللہ تعالیٰ اس کے  
الفت رکھتا ہے، اور فرمایا، اذا دخل احدکم المسجد فلیکرم رکعتین قبل ان یتجلس یعنی  
جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ پہلے سے پیشتر دو رکعتیں پڑھے۔ غرض  
یہ ہے کہ خدا پرستی اور اس کے آداب کی تعلیم جیسے اسلام میں ہے ایسی اور کسی مذہب میں نہیں  
پائی جاتی۔ نماز کا لب لباب اسلام میں صرف یہ ہے کہ اللہ کو صدق دل سے ایک جانے اور  
یہ اقرار دل اور زبان دونوں سے کرے بس یہی بہت بڑی عبادت ہے اور بہت بڑی نافرست۔  
ایک تو خدا کو واحد جانتا اور دوسرے اپنی انکساری اور عاجزی ظاہر کرنی دل سے اور زبان سے  
اور اعضا سے چنانچہ نماز میں کھڑے ہوتے ہی اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ پڑھا کرتے ہیں، اللہ اکبر  
کی برآ والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرة واصیلا الی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض  
والسبح للہ ان لفظان سے نہیں ملی مگر ابوالمصور علی نے مسند ذہبوس میں بروایت ابی بن کعب، ان یتقبل اللہ من عبد  
عمل حتی یشہد قلبہ مع بدہ دورایت کیا ہے یعنی بدہ سے کوئی مبعول خدائے تعالیٰ قول نہیں کرتا جب تک اس کا دل اللہ سے  
حاضر نہ ہو۔ و ابن ماجہ بروایت جابر اور صحیحین میں بروایت عثمان یہ حدیث ہے مگر دلو کمفح قطاہ اس میں نہیں ہے  
و طبرانی بروایت ابوسعید بروایت ضعیف۔ و بخاری و مسلم۔ بروایت ابو قتادہ۔ و مسلم بروایت ابن عمر  
و مسلم بروایت علی ابن ابی طالب۔



حیفا و ما لا یؤمنون الا بآیاتہ کذب و نسکی و محبائی و فحاشی اللہ رب العالمین لا شریک لہ و  
 بذلک امرت الامم المسلمین یعنی اعدائیت پر جسے پڑائی میں اور تعریف اللہ کو ہے بہت اور  
 الہ کی پاکی ہے معج او شام میں میں نے اپنا منہ اٹھا کر اسکی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین  
 ایک طرف کا ہوا زمین بنیں نہ کہ ایک کرے۔ انا میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ  
 کی طرف ہے جو معاصی سے بھراں کا ہے کوئی نہیں نہ کہ ایک اسکا۔ یہی حکم ہوا اور میں ہوں  
 حکم بردار و ان میں سے ۱۰۰ سے زیادہ بڑی مثال اپنی انکساری اور خدا کی بندگی کی اور اس  
 مذہب میں ل سکتی ہے اسلام اپنی ان ہی باتوں پر فخر کرتا ہے اور اسی سے چاروں گوشوں  
 اس کا کہ کا نام پچ سنا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

### (اسلام نے خیرات یا زکوٰۃ دینا کھانتک سکھایا)

اسلام کی اور تعلیم یہ ہے کہ دینے کو خیرات دے۔ مال کا چالیسواں حصہ اس  
 اور لوگوں میں بانٹ دینا۔ اس سے عیسائیوں کے کہ ان کا نیک ہو وہ ایک بہت بڑی پالیسی ہے  
 اور اسی سے بددینی کی تعلیم ہوتی ہے غرض جتنی باتیں کہ تمدن و جہد میں اخلاق و شائستگی  
 کی ہیں وہ اسلام نے اعلیٰ درجہ پر سکھائی ہیں اس سے زیادہ نہ کسی مذہب نے تعلیم کی اور نہ کوئی  
 کر سکتا تھا انسان کو اس قدر تاکیدی خیرات دینے میں فرمائی ہے کہ اس کو عبادت خدا کے بعد  
 دوسرے درجہ میں جگہ دی گئی ہے یا یہ کہ نابا ہونے پہلی عبادت یہ ہے کہ خدا کا دل سے اور  
 توجہ سے تواضع سے اور خشوع سے ذکر کرے اور دوسری عبادت یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی  
 پرورش کرے اور چھانتک مکن ہو ایسے محتاجوں کو دے جسکو بیشک احتیاج ہے چنانچہ خدا فرماتا  
 ہے، اقیموا الصلوٰۃ و اؤا الزکوٰۃ یعنی اور برپا کر نماز اور دیا کر زکوٰۃ دو اور نبی اکرم ارشاد  
 کرتے ہیں، نبی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ دان محمد عبد اللہ و رسولہ و قلم  
 الصلوٰۃ و ایتا الزکوٰۃ یعنی اسلام پانچ باتوں پر مبنی ہے گواہی دینا اس کی کہ کوئی معبود نہیں  
 سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے بندہ اور رسول ہیں اور قائم کر نماز  
 کا اور دینا زکوٰۃ کا۔ اس سے زیادہ دین اسلام کی بزرگی اور کیا ہوگی کہ جو پانچ باتوں پر  
 مبنی ہو۔ اور یہی مذکورہ بالا حدیث میں نبی اکرم نے ارشاد کیا ہے۔ خدا کو ایک جاننا نبی کو  
 اس کا بندہ اور رسول جاننا نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ زکوٰۃ کے بارہ میں خدا نے اور یہی زیادہ  
 تاکید فرمائی ہے۔ واقعی خیرات دینا ہی بڑی عبادت ہے، والذین یؤون الذنب والفقۃ  
 فی سبیل اللہ فبشرہم لعذاب الیم یعنی جو لوگ گناہ کثرت میں سوتا اور چاندی

اور جنہیں اللہ نے اس کی راہ میں ، ان کو جو شجر بنائے اور کبر والی ماری کی چیزات کرائے  
کی چیز انہیں دے دیں تاکہ جب اللہ سے اس کی ایک لپٹاں ہوں کہ جس میں خیرات دینا عین عبادت  
سمجھا گیا ہے ، نبی سے چڑھ کر ، اللہ کے بقول ، دینا ہے ، چنانچہ محمد عربی صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے اس کا دیکھتے ہوئے ، دینی مال حتیٰ بحول علیہ الحول یعنی ہمیں سے کچھ نہ  
مال میں ہاں تک کہ نذر جہاد سے اس کی ایک برس ، اللہ پر اپنی جان اور مال سے مدد کرنے کا نام  
اسلام ہے ، حقیقت میں صرف اچھے ہی نفس کی بہتری کے لئے کوئی کوشش کرنی اور دوسروں  
کو فائدہ دینا ، یہ چنانچہ ہے اللہ سے بلا ہے ۔ اس لئے قرآن مجید میں آیا ہے ، ان الله اشترى من  
المؤمنين انفسهم بمواالهم بائعهم الجنة ، یعنی اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس  
قیمت پر کہ ان کو جنت ہے ، جب تک تم اپنا دین میں تن قربان نہیں کرنے کے اور اپنی قوم پر جان  
نہ دینے محض ناممکن ہے کہ میں نبی اکرم کی شفاعت قیامت میں نصیب ہو ، اور اللہ تعالیٰ فرماتا  
ہو انی المال علی عبدہ ذوی القربى والبنی الا یہ ، یعنی وہ دینے والے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو  
اور یتیموں کو اسے مسلمانوں کی مدد کی اور نبی اکرم کی جتنی ہو ، جسے کوئی اور نہیں جو نیکیوں  
اور ایسی روشن تعلیمات میں اسلام کا ہم مقابل ہو سکے ، خدا تعالیٰ فرماتا ہے ، ومن یوق شح نفسه  
فادللنا ہم المظلل ، یعنی وہ بچاؤ گیا اپنے شک و پچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پائے دئے  
خیرات دینے کا ارشاد صرف اس ہی شخص کو نہیں ہے کہ جو دوات میں ہی بلکہ اس شخص کے لئے بھی  
ہے کہ جو سختی اور مزدور ہی ۔ بھائی چارہ کیسے قائم نہیں ہو سکتا یہ تک یہ نہ کہ اپنی کمائی ہوئی  
روزی کا کوئی حصہ اپنے سے زیادہ محتاج کو نہ دے اور اس کی دل سے خیر گیری نہ کرے چنانچہ نبی اکرم  
نے فرمایا ہے ، فضل الله ذی القربى انی فقیہ ہے سرور یعنی بہتر صدقہ یہ ہے کہ مفلس اور کم  
مایہ محنت کر کے کسی فقیر کو خیر دے دے یا دے دے بد نصیب سے وہ شخص کہ جو نبی اکرم کی اس ہدایت پر  
چلتا یا چلتے لی کوشش نہیں کرتا ، مسلمان نہیں ہے کہ جو اس نصیحت سے دل نہ لگے ہو مسلمان  
ہی کی یہ شان ہے کہ اگر اس کو ایک دینی ماتہ ملے تو اس میں سے پاؤں روٹی اپنے بچے چالی کو دیکر  
اس کو سہارا دے اور یہہ اور یہی اس کی محبت اور اولوالعربی ہے کہ نصف روٹی اپنے بچے کو بھائی  
کو دے اسی کو اسلام کہتے ہیں اور یہی عین ایمان ہے ۔ یہ نہ کہ خود دے لئے کہ ہم کتنا خیرات دے کہ  
شریف آدمی اپنے میں جیسے بلکہ نہایت پوشیدہ دے کہ کسی کو خبر نہ ہو چنانچہ نبی اکرم نے فرمایا ہے ،  
صدقة سر تطفی غضب الرب یعنی پوشیدہ دینا صدقہ کا اللہ تعالیٰ کے غضب کو فرو کرتا ہے وہ جس سے  
کی یہ حدت تا ایک کئی حدہ آیت ہر ہے ، وان تحفوا دوتوھا الفقراء فهو خیر لکم و -

یعنی اور اگر چہ پاؤ خیرات اور فقیروں کو بہو بچاؤ تو تم کو بہتر ہے دو کُن سادے الفاظ میں خدا نے ارشاد کیا ہے۔ مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اسی پر کار بند ہوں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ چہا پاکے دینے سے مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس دینے سے کسی قسم کی نمود یا شہرت مراد نہ ہو اور اگر ہم پاک طبعیت اور صاف دل سے خدا کی راہ میں دین تو چہیے اور ظاہر کی پہر کوئی قید نہیں ہے ایسے پاک دلوں کے لئے قرآن مجید میں صاف اکیا ہے۔ ”ان تبدوا الصدقات فنعماھی“ یعنی اگر کہلی دوا خیرات تو اچھی بات ہے۔ اس سے اپنے دوسرے بہائی کو بھی ترغیب ہوتی ہے بشرطیکہ اپنی نیت صاف ہو اور محض یہ خیال ہو کہ جس لئے میں پیدا کیا گیا ہوں اسکی بجا آوری کرنا ہوں اس پر ہمارے ملک الشعرا خاقانی نے یہ کہا ہے گواس شعر میں شاعرانہ جہلک پائی جاتی ہے اور شرفی ادب و رنگینی کی چاشنی ہی موجود ہے یہر بھی شعر کے مفہوم سے ایک مبصر اندازہ کر لیگا کہ لالچ دنیوی یا دینی سے خیرات کرنا کتنا برا ہے۔

سنا بہر خزا کردن ربا خواریت در بہت

کہ یک بد ہی دانگہ دہ خزا خواہی زیر دلست

پہر اسد نے پاک بیون اور سچے ہمدردوں کی شان میں یہ فرمایا اور انہیں احازت دی کہ وہ دونو طور سے خیرات کریں، ”والفقوا مارد قناہم سر“ و علانیۃً دو یعنی اور خیر کیا ہمارے دے میں سے چہیے اور کہلے دے کیا اچھا کہا ہے اور کیسے برا اثر الفاظ فراموش کریں کہ جن کی قیمت بڑے بڑے حکما کے دفا تر بھی نہیں ہو سکتے کیسے فصیح و بلیغ معنی خیر اور صدقات اثرات اور مطالب کے بہرے ہوئے الفاظ میں۔ اور وہ یہ ہیں، ”لا تبتلوا صدقاتکم بالمن والاذی“ یعنی مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ستا کر۔ اور پہر سیکھی اور یہی تائید کی ہے، ”لا یقبل اللہ صدقۃ منان و د یعنی خدا احسان رکھنے والے کی خیرات قبول نہیں کرتا، اس سے زیادہ تہذیب ہمدردی بہائی چارہ قائم کرنے کی اور کوششی تعلیم ہو سکتی ہے۔ اسلام کی یہ ہی تعلیم ہے کہ چاہئے جقدر دے لیکن یہی سمجھے کہ اپنی میں نے کچھ ہی نہیں دیا ہے جو کچھ ہمدردی برتے ہی سمجھتا رہے کہ ابھی مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اس سبب سے اگر ذرا یہی خیال اس کا اکیا کہ میں بہت کچھ کر چکا تو بس یہی خیال تمام نیکو کو جو وہ کر چکا ہے ضائع کر دیگا۔ اس کی یہی تہذیب کلام مجید میں موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا ہے، ”دیوم حنین اذ عجبکم کثرۃ تکم فلم لعن عنکم شیئاً“ اور حنین کے دن جب اتراے تم اپنی بہتات پر پہر وہ کچھ کام نہ الی تمہارے دوا خیرات دینے میں یہ ہی تاکید ہے کہ ہمیشہ نیک کمائی پیدا کرو اور اس میں سے خیرات کرو خدا اور اس کے بنی نے سخت تاکید کی ہے کہ برے طور سے ہرگز روزی پیدا کر داور نیک ہوں

صلی اللہ علیہ وسلم ابوامامہ۔

پیدا کر کے خدا کی راہ میں اپنے بہائیوں سے بہ ہمدردی پیش آؤ قرآن مجید میں فرمایا ہے  
 "یا ایھا الذین امنوا اتقوا من طیبات ما کسبتم وما اخرجا لکم من الارض ولا یتیمی یتیم  
 منه تفتقون ولستم باخذیہ الا ان تفضوا فیہ ویعطایمان والوخرج کرستہی چیزیں اپنی  
 میں سے اور جو ہم نے نکال دیا تمکو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز کہ خراج کرو اور غلام  
 وہ نہ لوگے مگر جو انہیں بند کر لو دو اور جو لوگ کہ بری راہوں سے دوسرے کا دل دکھا کر روپیہ  
 پیدا کریں یا کسی کو قریب دیکر کچھ کمائیں ان کا مال محض ناپاک قرار دیا گیا ہے اور وہ خیرات  
 کرنے کے لئے تو اسے بالکل محروم کر دیئے گئے ہیں اور انہیں تاکید کر دی گئی ہے کہ اگر ایسے مال میں سے  
 خدا کی راہ میں خیرات کریں گے تو ان کے لئے پھر آگ ہے۔ یہ آیت اسی کی تاکید کے لئے ہے  
 ویجعلون لله ما یکرہون وتصف السنہم الکذب ان لهم الحسنی کاحرم ان لهم النار یعنی وہ  
 کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے اور بناتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کو خوبی ہے آپ ہی  
 ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہے۔ روپاک کہلا اور پاک کہا اور پاک میں سے دے یہ ہدایت نبی کی ہے  
 جکا ارشاد یہ ہے "تاکل الاطعام نفی ولا یاکل لہما ملک الا نفی" یعنی مت کھا سبچہ بچہ کا کھانے  
 کھانے کے اور نہ کھاوے تیرا کھانا کوئی سوا پرہیزگار کے اور آجکل مہذب یورپ کی یہ بہت بری  
 تہذیب گنتی جاتی ہے کہ جہاں انہیں کسی نے کوئی چیز دی انہوں نے شکر یہ ادا کر دیا اسیکو وہ بہت  
 شکر اخلاق اور تہذیب اور شائستگی جانتے ہیں لیکن اسلام نے ان سب باتوں کو محض ناکارہ  
 اور منافی اخلاق ثابت کر دیا ہے ہر حالت میں خدا کا شکر کرنا واجب اگر زمین کوئی چیز دے تو مال  
 یہی ایمان ہے کہ ہم خدا کا شکر یہ ادا کریں اور اسکو دعا دین کہ خدا اچھے نیک کام کرنے کی اور یہی  
 توفیق دے اسلام نے ان باتوں کو ادا کیا کہ جسے عجب معذور تکبر پایا جائے اکثر لوگ صرف شکر  
 لینے کے لئے بدت سے کام کرتے ہیں چونکہ یہ یہی گہنڈ پیدا ہونے کی ایک بری ہی ہے اسلئے اسلام  
 نے روک دیا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہتان سے برات اترتی تو حضرت  
 ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کھڑی ہو اور سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کو بوسہ دے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بخدا میں یہ نہ کروں گی اور نہ بخیر خدا کے اور کسی کا شکر  
 کروں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو جانے دو اور کچھ مت کہو اور ایک آیت  
 میں ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت صدیق اکبر کو یہ جواب دیا "الحمد لله کا شکر کہ کا شکر  
 صاحبک دے یعنی خدا کے تعالیٰ کا شکر ہے اس میں تمہارے اور تمہارے ساتھی یعنی محمد کی کچھ  
 نہیں دو حضرت عائشہ کا یہ کلمہ سن کر نبی نے انکار نہ کیا۔ غرض یہ ہے کہ ہر حال خدا ہی  
 و ابو دود و ترمذی مکران میں اول جملہ کی جگہ لا یفتت الامو منا ہے۔ و ابو داؤد و بروایت عائشہ اور اس میں یہ ہے  
 کہ میرے مان بآپ دونوں نے کہا کہ کھڑی ہو۔ و طبرانی بروایت ابن عباس۔

اسلام میں اس قابل سمجھا گیا ہے کہ اس کا شکر یہ ادا کیا کریں اور جو لوگ کسمپاتی کو اچھا نہیں سمجھتے وہ راہ پر نہیں ہیں ان کے لئے قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔ "وَاذْكُرْ اللّٰهَ وَحْدَهُ اشْكَا قُلُوبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَاذْكُرْ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ اِذَا هُمْ يَسْتَسْخِرُونَ دِيْنَهُمْ اَوْ حِجْبُ نَامٍ يَلْبِغُ اللّٰهَ كَاكِيلًا رَّكَ جَاوِدِينَ دِلَّانِ كَمَ جَوَاخِرَتِ بِرَقِيقِينَ هِنِينَ رَكَبَتِهِ اَوْ حِجْبُ نَامٍ يَلْبِغُ اسْكَمَ سَوَا اَدْرُونَ كَا بَهْتِ هِي وَهُ خَوْشِيَانِ كَرْنِ لَكَلِينَ وَاَعْنِيَا كَوْسَحْتِ تَاكِيدَ فَرَامِي هِي كَمَ وَهُ خِرَاتِ كَرْنِ مِيْنَ سَوَالِ كَمَ مَحْتَجِ زَمِيْنَ كِيْنُو كَمَ كَمَرُ لَوُكٍ اِيْسَمِيْنَ كَمَ اَنْ كَوْسَحْتِ شَرْمِ سَوَالِ كَرْنِ مِيْنَ اَتِيْ هِي اَعْنِيَا كَوِيْهَرِ چَاهِيْ كَمَ اَنْ كَمَ چَرِيْ هِي وَكِيْكِرُ بِيْجَانِ لِيْنِ كَمَ يِيْهَرِ مَحْتَجِ مِيْنِ اَوْرَانِ سَمَ سَلُو كِيْرِنِ خَدَا قُرْآنِ مَجِيْدِ مِيْنِ يِيْهَرِ اَرْشَادِ كَرْتَا هِي۔ "يَحْصِيْهِمُ الْجَاهِلُ اَعْنِيَاءُ مِنَ التَّعْظِيفِ اَقْرَهُمْ لِيْمَا هُمُ لَا يَسْتَلُونَ النَّاسَ لِحَا فَا دِيْعِيْ سَمِجْ اَنْ كَوِيْجَرُ لَوُكٍ مَحْضُوْطَانِ كَمَ نَمَانْ كَمَ سَمَ تَوِيْجَا تَا هِي اَنْ كَمَ اَنْ كَمَ چَرِيْ سَمَ نَمَانْ كَمَ لَوُكٍ سَمَ لِيْثِ كَرُوْد۔ خِرَاتِ كَرْنِيَا لَوْنِ كَا فَرَضِ هِي كَمَ وَهُ ضَعُوْدَارِ لَوُكٍ كَمَ بَا طِنِ كَا حَالِ دِرِيْافِتِ كَرْنَا چَاهِيْ۔ كِيْنُو اِيْسَمِ لَوُكٍ كَا دِيْنَا كَمَ جَوَا سَوَالِ هِنِينَ كَرْتِيْ اَنْ لَوُكٍ كَمَ دِيْنِ سَمَ جَوَا عِلَانِيَهَ مَانْ كَمَ مِيْنِ كَمِيْ وَرَجِيْ بَهْتَرِيْ اَوْرَجِيْ شَخْصِ مَحَابِبِ عِيَالِ هُوِيَا كَمِيْ مَرَضِ مِيْنِ كَرُ قَارِ هُوِيَا شَخْصِ كَوِيْ مَوْنَدُ دُھُوْنَدُ كَرُ دِيْنَا چَاهِيْ۔ اسْكِيْ تَا يِيْدُ قُرْآنِ مَجِيْدِ مِيْنِ مَوْنِيْ هِي۔" هُوَا الَّذِيْنَ اَحْصٰ اِنِّيْ سَبِيْلُ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حُرْبَانِيْ الْاَمْرُ دِيْعِيْ جَوَا كَمَ هِي اِيْنِ اللّٰهِ كِيْ رَا هِيْنَ چَلِيْ پَرِ نَمِيْنِ سَكْتِيْ مَلَكِ مِيْنِ۔" اِسْلَامِ كِيْ مِيْنِ فَرَا لِيْضِ اَوْرَا سْكِيْ رُوْشَنِ تَعْلِيْمِ مِيْنِ نِيْكِيْ اِهَ سَمَ حَلَالِ كِيْ رُوْضِيْ سِيْدَا كَرْنَا اِيْمَانِ كَمَ بَعْدِ فَرَضِ قَرَارِ دِيَا كِيَا هِي جِكِيْ سَوِيْدِيْ بِيْهَرِ حَلَالِ مَبْنُوِيْ هِي۔" طَلَبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَتِهَ بَعْدَ الْفَرِيْضَتِهَ دِيْعِيْ حَلَالِ كَا طَلَبِ كَرْنَا فَرَضِ هِي اِيْمَانِ كَمَ بَعْدُ دَا سَمَ بَدِيْتِ كَا صَرَفِ يِيْ مَنَ شَا هِي كَمَ بِيْهَانِيْ چَارَا قَا يِمِ هُوَا مِيْنِ تَرْتِيْ هُوَا دَرِ تَهْذِيْبِ وَشَا تَشْكِيْ سَچَا نِيْ مَلَكِ مِيْنِ بُرِيْ هِي۔ جَوَا لَوُكٍ اللّٰهِ دِيْ هُوِيْ نَعْمَتِ كَوِيْ چِيَا تِيْ مِيْنِ اَنْ كَوَا سَمَ لَنِيْ سَجِيْلِ كَمَا هِي جَوَا سَمَ اِيْتِ مِيْنِ مَذْكُوْرِيْ هِي۔" الَّذِيْنَ يَنْجَلُونَ وَيَا مَرْدَنَ النَّاسَ بِالْخَلِّ وَيَلْقَوْنَ مَا تَا هُمُ اللّٰهُ مِنْ خُضْلِهِ دِيْعِيْ وَهُ جَوَا بَخْلِ كَرْتِيْ مِيْنِ اَوْرِيْ سَكِهَاتِيْ مِيْنِ لَوُكٍ كَوَا بَخْلِ اَوْرِيْ چِيَا تِيْ مِيْنِ جَوَانِ كَوَا دِيَا سَمَ اِنْسِيْ نَضْلِ هِي۔"

### اسلام میں روزہ رکھنا

خدا نے پہلی عبادت تو اپنے کو ایک جاگنا فراموشی اور دوسرے فرض خیرات کرنا لیکن روزہ ایمان کا چہارم درجہ پایا ہے۔ جس سے مقصود صرف یہ ہے کہ ہم اپنی نفسانیہ قوتوں کے روکنے پر قادر ہو جائیں اور ہمیں کبھی خواہشات نفسانیہ غلبہ نہ پا جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

الصوم نصف الصبر یعنی روزہ صبر کا نصف ہے۔ اور یہ فرمایا کہ، الصبر نصف الايمان یعنی صبر ایمان کا نصف ہے، اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہے اور روزہ رکعت کے لئے بنی اکرم نے کسی اچھی تر غیبی ہی ہے اور کیا خوب فرمایا ہے، والذی منی نفسی بیئک الخوف قبل الصائم اطیب عند الله من عجم المسک یعقول الله عز وجل انما یبذل شہوتہ و طعامہ و شرابہ لاجل فی الصوم ربی فانما جزیئہ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بوائے کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار اپنی خواہش اور کھانا اور دنیا صرف میرے لئے چھوڑتا ہے تو روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا و عموماً لوگ یہ کہہ کر تمہیں کہ اگر اللہ کا حکم ہوگا تو روزہ رکھا جائے گا یا خیر اتنی جانی جی یا نماز پڑھی جائے گی اور حجب انہیں سے کوئی بات وہ عداہنیں کرتے تو یہ کہہ کر تے ہیں کہ خدائی مرضی ہی اسی پر تھی ان کے بھانے رفع کرنے اور اٹھانے کے لئے خدا نے صاف فرمایا ہے ان تنفعوا الله بصرکم و شیت اقدامکم وہ یعنی اگر تم مدد کرو گے اللہ کی توفیق تمہاری مدد کرے گا اور پانچ گنا بہارے پاؤں۔ غرض کہ شروع کرنا کوشش کا بندہ کے جانب سے ہے اور نہایت کا عفو فی دنیا خدا کی طرف سے۔ اور فرمایا، و الدین جاہدا و افینا لنہدینکم سلطنتہ یعنی اور جہنوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سبھا دینگے ان کو اپنی راہ میں، گویا بندہ کو اس کے ہر کام میں قدرت عطا کی ہے وہ ہر کام اپنی مرضی سے کر سکتا ہے جیسا چاہے کوئی اس کو مانع نہیں ہے۔ اسکی تائید میں یہ بھی ارشاد ہوا، ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیر ما مایا انفسہم یعنی اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے پیچھے ہے و روزہ سے غرض صرف یہی ہے کہ اپنی خواہشات نفسانیہ کو روکے اور ان ناپاک چیزوں کو جو عموماً انسان کی فطرت میں اٹھا کر ہیں ان کا اثر اپنی طبیعت اور افعال پر نہ ہونے دے خالقہ کشی اور پانی نہ پینے کا نام روزہ نہیں ہے جیسا عموماً بعض غیر اسلام جانتے ہیں۔

جبئی بایں کہ تہذیب اور شائستگی کی سانی ہوں ان کے کرنے سے روزہ نہیں رہتا جو اس حد میں مذکور ہے یا خمس لفظن الصائم الکذب والظلمۃ والنمیمۃ والھین الکاذبۃ والنظرۃ بشہوتہ یعنی پانچ چیزیں روزہ دار کا روفہ توڑ دیتی ہیں جھوٹ اور جھلی اور غیب اور جھوٹی قسم اور شہوت سے دیکھنا، یہہ خیالستگی اور اخلاق سکھانے کی حد سے زیادہ تعلیم ہے یعنی جھوٹ اور غیبت اور کسی کی طرف بد نظر سے دیکھنے کو ایسا برا سمجھا گیا ہے کہ روزہ اس سے جائز ہوتا ہے ولے ترمذی و ابن ماجہ و تواتر ابوہریرہ۔ وک خطیب بردایت ابو سعید۔ وک بخاری و مسلم و تواتر ابوہریرہ۔



اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں روزہ کیا ہے اخلاق شائستگی حاصل کرنا کبھی جھوٹ نہ بولنا کسی کو چٹائی نہ کہاؤ اور نیو کی غیبت نہ کرنی یہی باتیں اسلام تعلیم کرتا ہے اور یہی باتیں عین اخلاق اور اصل شائستگی ہیں۔ اور جو لوگ شائستگی نہیں دیکھتے جھوٹ بولنا نہیں جھوڑتے اور صرف اپنا دار و مدار فافشاں ہی پر نہ بلکہ نجات دارین کے طلبکار ہونے میں تو ان کے لئے یہ حدیث نبوی کافی ہے، کہ من صائم لیس له من صومہ الا الجوع والعطش ویفتی بہت روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو ان کے روزہ سے بخر بہوک اور پیاس کے اور کچھ نہیں۔

اسلام میں خلق کی تعلیم

اسلام میں عین حق کی پیروی  
خلق کے بابت احکام ہم اپنے گزشتہ نوٹوں میں نبی اکرم کے خلق کے ہاتھ بہت کچھ بیان کر چکے ہیں  
لیکن یہ قدر اسکی بابت اور یہی بیان کرتے ہیں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ اسلام میں خلق کی کس قدر  
تاکید آئی ہے اور کس دھوم دھام سے سکھایا گیا ہے کہ ہرگز وہ بات نہ کرو کہ جو یکو برہی معلوم ہو  
بلکہ ہر دل خیز ہو مٹھاس سے بولو اور منہں مکہ چہرہ سے جواب دو کسی کی بات پر اس کے چرانے کی میت  
منہو کسی کی تقلید نہ کرو اگر ایسا ہوگا تو اسے خدا کی طرف سے برا جودیا جائے گا۔ نبی اکرم کے اس  
صورت میں یہ فرمادیا،

اصورت میں یہ فرمایا،  
اکمل المؤمنین ایمان احسنم اخلاقاً و دینے ایمانداروں میں سے کامل تر ایمان میں وہ ہے جو اخلاق  
میں اچھا ہے۔ یہ حدیث پہلے ہی میں نقل کر چکا ہوں۔ اور حدیث میں آیا ہے،  
اذا رایتهم المؤمنین صموتا و تورافاداً و منہ فانه یلیقن الحکمة دینے جب تم مومن کو خاموشی اور حجاب  
و قار دیکھو تو اس سے قریب ہو کہ وہ حکمت سکھایا جاتا ہے۔ اور فرمایا،

و فرما دینا کہ اس شخص کو اپنی نیکی اچھی معلوم ہو اور میرا بی  
میں سرت حسنہ و ساءتہ سیئہ فلو مومن دینے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی معلوم ہو اور میرا بی  
وہ شخص مومن ہے و داو فرمایا کہ صحیح المو من ان ينظر الى اخيه بنظرة تؤذيه دینے کسی  
مومن کو جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو ایسی نگاہ سے دیکھے جس سے اس کو ایذا ہو و ہمارے نبی کا  
میرہ خلق تھا کہ آپ اس حالت میں ہی کہ جب آپ کی قوم نے آپ پر انتہا درجہ کے ظلم توڑے تھے  
اور ایسی حالت میں کہ آپ اس حالت میں ہی کہ جب آپ کے نورانی رخسارے خون میں  
لٹ پٹ ہو رہے تھے اس حالت میں ہی آپ نے اپنے ایسے خوفناک جانی دشمنوں کے لئے یہ  
دعا مانگی اللہم اغفر لقومی فاعلم ان دعائی میری قوم کو بخشدے کہ وہ نہیں جانتے دو۔

و انسانی در محاکم الافلاق روایت ابن مسعود - کہ ابن ماجہ نے یہہ معنفون اور لغفلون میں روایت ابی خلیفہ بیان کیا ہے - کہ طبرانی و حاکم بروایت ابو موسیٰ و ابوامامہ - کہ اس حدیث کو ابن مبارک نے اس روایت کیا ہے - کہ دلائل النبوۃ بن ابن جہان و ابویہقی نے سہیل بن سعد و ابو یحییٰ بن مرین روایت ابن مسعود یہہ کہہ ہے کہ یہہ حال آئے کسی نبی کا حکایت کیا ہے -

اس سے زیادہ اور خلق کیا کوئی سکھائیگا اسلام ایسے خلق کی تعلیم کرتا ہے۔ اور یہہ سکھاتا ہے کہ اگر اپنا دشمن اپنا ایدادہ ہی ہو اس سے ہی خلق پیش آو اور اس کے لئے ہی سخت ہی کی جائے مانگو۔

### اسلام میں خاموشی کی تعلیم

خاموشی حکمت ایسی چیز ہے کہ اسکی بابت حکمانے بہت کچھ لکھا ہے اور کسباسی پر متفق ہیں کہ سکوت ہم سے بہتر کوئی چیز عمدہ نہیں ہے۔ زیادہ بک بک کرنا اور الٹی سیدی باتیں بنانا و قار کہو دیتا ہے اور خلق آدمی چھوڑا کہلایا جاتا ہے۔ آو ایک لفظ نبی اکرم کی قیمتی احادیث پر ڈالیں اور دیکھیں کہ خاموشی میں کی عمدگی افضل البین نے کیا بیان فرمائی ہے وہ وہذا۔ ملہ من صمت بخادو یعنی جو چپ رہائے نجات پائی۔ کتنا زبردست حکیمانہ قول ہے اور صرف ان دو الفاظ میں کیسے بڑے بڑے مطالب میں سقم ہیں کہ اگر ان کی شریح کی جانے گی تو ایک دفتر عظیم درکار ہوگا لیکن مبصر خود نبی اکرم کے لفظوں سے اندازہ کرے گا کہ جتنے مختصر ہیں اسی قدر مطالب خیر ہیں۔

اور فرمایا، الصمت حکم و قلیل فاعلہ دینے سکوت حکمت ہے اور اس کے کرنے والے کم ہیں اور خاموشی بیشک عین حکمت ہے بشرطیکہ کوئی اپر عمل کرے عبداللہ بن سفیان کہتے ہیں کہ میرے باپ نے نبی اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ اسلام میں کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجئے کہ ہر آپ کے بعد کسی سے دریافت کرنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا، قل امنت باللہ ثم استمع وینصت تو کہ میں ایمان لایا اللہ پر ہر بہت ہو۔ پھر میرے والد نے عرض کیا کہ میں کس چیز سے بچوں اپنے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا، امسک علیک لسانک و لسحت ببتک و انت علی خطبتک و

یعنی اپنی زبان کو روک اور چاہئے کہ گنجائش کرے تجھ کو تر اگر کہنے سے باہر مت نکل اور اپنی خطا پر گریہ کر دو معاذ بن جبل نے نبی اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہماری باتوں پر اور بولنے چاہئے پر ہم سے مواخذہ ہوگا آپ نے ارشاد کیا۔ تلکلت امت یا بن جبل و هل یکسب الناس فی الذمار علی منلخهم الا حصاڈ السنۃ ہم دینے روکو تجھ کو تیری مان آئے ابن جبل اور بنین او دنا دلتے ابن ناک کے بل دوزخ میں مگر انکی زبانوں کی خرمون کو۔ اور اپنے ارشاد کیا، لا یتقیہم ایمان العبد حتی یتقیہم قلبہ حتی یتقیہم لسانہ ولا یخجل الجنتی رجل لا یأمن بالکلام اللہ دینے شیک سے تاہر ایمان تک طبرانی روایت عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ و فردوس میں ابو منصور نے روایت ابن عمر سے لبتہ ضعیف بیان کیا ہے۔

۳۰۰ ترمذی و تاجی و ابن ماجہ۔ تک اس حدیث کو صحیح بخاری نے نقل کیا ہے و ترمذی ابن ماجہ و حاکم۔ و بیہقی نے شعب میں بروایت انس رضی اللہ عنہ لبتہ ضعیف بیان کیا ہے۔

بندہ کا جب تک ٹھیک ہوا سکا دل اور نہین درست ہوتا ہے دل جب تک نہ درست ہو زبان۔ اور نہین داخل ہوتا ہے جنت میں وہ شخص کہ مامون نہو اس کا ہم سایہ اس کے نزدیک ہے اور فرمایا۔،، من سمعہ ان یسلم فلیک الوصیۃ یعنی سلامت رہنا جسکو اچھا لگے وہ سکونت لازم کرے روایت میں آیا ہے کہ حضرت بن سعد رضی اللہ عنہ صفا پر چڑھے ہوئے ایک دن فرماتے تھے،، لسان قل خیر لا لغفم واسکت عن شیء تسلیم من قبل ان تندم و دینے اسے زبان اچھی بات کو نہینت پاورے گی اور بری بات سے سکوت کر سلامت رہے گی پہلے اس سے کہ تو شرمندہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ کیا یہ آپ اپنی طرف سے فرماتے ہیں ابن مسعود نے کہا نہین بلکہ نبی اکرم کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے،، ان کثیر خطایا بنی آدم فی لسانہ و ذبیک خطا ین آدمی کی اس کی زبان میں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے،، من کف لسانہ من اللہ عودتہ ومن ملک غضبہ وقاہ اللہ وعدا یرہ ومن اعتدالی اللہ قبل اللہ عذرا و دینے جو شخص اپنی زبان کو روکتا ہے اللہ اس کی برہنگی یعنی عیب چھپاتا ہے اور جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے اللہ تلک اسکو اپنے عذاب سے بچاتا ہے اور جو خدا سے سامنے عذر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی نذر قبول کرتا ہے،، نبی اکرم نے معاذ بن جبل کو یہ ارشاد کیا۔،، عبد اللہ کانت نراہ وعدا لفسد فی الموتی و دینے خدا کی عبادت ایسی طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اپنے نفس کو مردہ میں شمار کر دے نفس کو مردہ شمار کرنا یہی ہے کہ اپنی زبان بند کرے۔ اور فرمایا،، الا اجرکم یا بسرا العبادۃ و علی البدن الصمت و حسن الخلق و دینے کیا نہ تیرا دون میں ہو بہت آسان اور بہت عبادت بدن پر وہ نکتہ اور خوش خلقی ہے،، اور فرمایا،، من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خرا و لیسک و دینے جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر چاہے کہ نیک بات کہے یا چپ ہے وہ اور فرمایا،، رحم اللہ علیہ من سکت ففتم و سکت ففتم یعنی رحم کرے اللہ اس بندہ پر جو بولے تو عنیت پاورے اور چپ ہے تو سلامت رہے۔ وہ اور فرمایا،، اخرن لسانک الا من خرافانک بذلک الغلب الشیطان و روک اپنی زبان کو مگر بہت بات سے کہ تو اس کے باعث غالب آویگا شیطان پر وہ اور فرمایا،، ان الیہ نعود لسان کل ناس فلیت علیہ امر علی ما یقول و دینے اللہ تعالیٰ ہر کسے والے کی زبان کے پاس ہے پس جو شخص کچھ کہے اس کو چاہئے کہ خدا سے ڈرے،، اور فرمایا،، اذ اریتم المؤمن صوتا و قورا فاد تو منہ فانه تلقن الحکمة و دینے جب تم دیکھو مومن کو چپکا اور صاحب قار پس اسکے قریب ہو کہ اسکو حکمت تلقین کی جاتی ہے وہ جو کچھ کہتا ہے حکمت ہوتی ہے۔،، اور فرمایا،، من کثر کلامہ کثر سقط و من کثر سقط

جاء۔ عبد بن جبر سے یہ حدیث مروی ہے،، وایہ بھی در شعب بروایت اسلام مولیٰ عمر فاروق و در دی بروایت فیس بن ابی ہازم من الصالحین۔ و صوفی ان بن سلم سے یہ حدیث مروی ہے۔ و بخاری و مسلم۔ و ابن ابی الدنیا و بیہقی در شعب۔ و ابن جبران با الفاظ دیگر بروایت ابو ذر رضی اللہ عنہ۔ و سعید بن جبر سے روایت ہے وہ یہ حدیث اور اسکی سند میں پہلے بیان کر چکا ہوں و ابو نعیم بروایت ابن عمر بنہ ضعیف و بیہقی و شعبہ و قوافی علی عمر فاروق۔

کثرت ذنوبہ ومن کثرت ذنوبہ کانت الذم الاولی بہ، یعنی جسکی گفتگو زیادہ ہوگی اور جن کی برائی بات زیادہ ہوگی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کے لئے دوزخ زیادہ لایق ہے۔ ان قیمتی حدیثوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی ہے کہ بنی اکرم نے خاموشی کی جو عین حکمت ہے کس قدر تاکید فرمائی اور اس کی خوبیاں کس کس قدر بیان کیں اگر ان کی شرح کی جائے تو درختوں جلدیں آسمان تیار ہوں گے مگر ہم صرف یہی حدیثیں لکھ کر دوہرین عالی دماغ مبصرون کے انصاف پر چھوڑتے ہیں اور دوسرا مضمون بیان کرتے ہیں۔

## (اسلام میں بیفائدہ کلام کرنیکی ممانعت)

اسلام میں سخت تاکید کی گئی ہے کہ جو وقت آدمی زبان سے کوئی بات نکالے تو اس کا فرض ہے پہلے اس بات کو جسے وہ کہنے کو ہے خوب سمجھ لے اور دل میں غور کر لے کہ حقیقی آفتین مثل غیبت اور چغلی اور خصومت وغیرہ کے میں آیا میرے الفاظ ان سے پاک ہیں یا نہیں۔ کبھی ایسی باتیں زبان سے نہ نکالنی چاہئیں کہ جو محض بیفائدہ ہوں اور ان کا نتیجہ نہ اپنے لئے ہو اور نہ کسی دوسرے شخص کے لئے ایسی حالت میں اپنے وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اگر وہ بولنے کے وقت ذرا یہی فکر کرنا تو شاید کیا یقیناً فتوحات غیبی میں سے کوئی چیز مرحمت ہو جاتی۔ ایمان دار کا سکوت فکر ہے۔ لفظی ذکر ہے اور دیکھنا عبرت ہے۔ یہہ شان اس پاک لفظ کی ہے کہ جو کبھی یہودہ کلمات زبان سے نہ نکالتا چنانچہ بنی اکرم نے ارشاد کیا ہے، آدمی کا اس المال اوقات میں جب ان کو بی ضرورت باتوں میں صرف کر لیا اور ان سے ثواب آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کر لیا تو اس المال میں ٹوٹاؤ لگا کر یہ حدیث گنتی بڑی زبردست حکمت پر مبنی ہے واقعی کیا خوب ارشاد فرمایا ہے بیشک انسان کا اس المال اوقات میں جس میں اپنا وقت ایسی باتوں میں صرف کیا کہ جو محض بی ضرورت ہیں اس نے اپنا وقت کھو یا اور اس کی جواب دہی خدا کی درگاہ میں اسے کرنی پڑے گی۔ پھر بنی اکرم نے فرمایا، میں حسن اسلام المرئ ترک ملا یعقینہ دیکھئے انسان کی اسلام کی خوبی میں سے ہے چھوڑنا ایسی چیز کا جو اسکو منہید نہ ہو۔ کلام بے حاجت کرنا اسلام میں سخت گناہ تصور کیا گیا ہے۔ حضرت انس ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں ہم میں سے ایک گروہ شہید ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ یہ لوگ کے سبب اس کے بیت پر پتھر نبد ہوا تھا ایک شخص جو شہید ہو چکا تھا اور اسکا لوزانی چہرہ خاک و خون میں تھم رہا تھا اس کی ماتا بہری مان اپنے پیارے شہید بیٹے کے منہ سے مٹی پونچھ رہی تھی اور انکو نین آنسو ڈیڈ باقی ہوئی یہ کہہ رہی تھی کہ بیٹا جنت مبارک ہو۔ بنی اکرم نے ارشاد کیا کہ یہ کہہ کر نہ کہو۔

دیکھو اس حدیث کی سند نہیں ملی مگر محمد بن زکریا نے بروایت بن عاصم عن ابیہ نقل کیا ہے کہ بنی اکرم نے اسی حدیث کا خطبہ پڑھا۔ پھر حال ہمارا مطلب نکل آیا اور ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ۔ کہ ترمذی محض اور ابن ابی الدنیا

بند ضعیف۔

معلوم ہوا شاید تیرا بیٹا اپنا وقت بیفائدہ کلام میں ضائع نہ کرنا ہوگا، بنی اکرم نے بیفائدہ کلام کرنے کو ایسا سخت برا سمجھا۔ دوسری اور حدیث میں مروی ہے، بنی اکرم نے دریافت کیا کہ میں نے کعب کو کچھ دن سے نہیں دیکھا عرض کیا گیا کہ وہ مریض ہیں آپ کعب کی عیادت کے لئے تشریف لینگے اور کعب سے ارشاد کیا کہ خوشخبری ہو تجھ کو اے کعب۔ کعب کی مان نے کہا اے کعب تجھے اب بے روک ٹوک جنت نصیب ہو گئی۔ بنی اکرم نے استفسار کیا کہ یہ کون ہے جو اس پر حکم کرتی ہے کعب نے عرض کیا میری مان۔ یہ بنی اکرم نے کعب کی مان سے فرمایا کہ کیا تمہارے بیٹے نے کبھی بیفائدہ کلام نہیں کیا کہ تمہیں اپنے بیٹے کی نیت میں جانے کی خبر ہو گئی وہ ایک دن بنی اکرم نے ارشاد کیا کہ جو شخص پہلے اس دروازہ میں داخل ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن سلام داخل ہوئے۔ او لوگ ان کے پاس گئے اور کہا کہ کونسا عمل تم نے ایسا کیا کہ تمہیں زندگیاں جنت کی بشارت دی گئی انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک ناچیز اور ضعیف شخص ہوں اور میرا کیا ہو سکتا ہے۔ مان میں حتی الوسع کہی بیفائدہ کلام نہیں کرتا، حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ بنی اکرم نے مجھے ارشاد کیا، و تجھے اب عمل بتا دوں کہ تو آسانی سے کر سکے اور اس کا ثواب بہت ہو۔ ابو ذر نے عرض کیا کہ ارشاد کیجئے آپ نے فرمایا، ہوا الصمت وحسن الخلق و ترک مالا یعینک یعنی وہ سکوت اور خوش خلقی اور غیر مفید چیز کا چھوڑنا ہے اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ پانچ چیزیں مجھے ربوں کے واقف سے بہی ہو معلوم ہوتی ہیں اول کلام بیفائدہ کا ترک کرنا دوم کلام مفید بے موقع نہ کہنا۔ سوم جلیم اور نادان سے بحث نہ کرنی۔ کیونکہ جلیم سے بحث کرنی اسکو غصہ دلانا ہے اور بیوقوف سے ایذا اٹھانی ہے۔ چہارم اپنے غائب بہائی کا اس طرح یا ان لفظوں میں ذکر تاکہ اس کے منہ پر ان ہی لفظوں میں نیر نکلیں۔ پنجم عمل کرنا اس یقین کے ساتھ کہ احسان کرنے سے خبرا یاؤں گا اور جرم کرنے سے سزا۔

### اسلام میں زیادہ گولی کی ممانعت

جن الفاظ یا جن فقرہوں سے کہ ہمارا مطلب دہوتا ہو اس سے زیادہ گفتگو کرنی یہ بہ ہی پہلی سی برائی کا حکم رکھتی ہے چاہئے اس میں کسی کا ضرر ہو یا نہ ہو۔ عطار ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اکابر سلف کلام زائد کو برا جانتے تھے اور کہی انہوں نے زائد کلام نہیں کیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بعض آدمی مجھے ایسی بات کہتے ہیں کہ اس کا جواب جیسے پیاسے کو ٹہنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے مگر میں زائد ہونے کے ڈر سے جواب نہیں دیتا یہ بہ ہی خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ وہ خواہشات کے بر لانے اور ان کے پورا ہونے کے لئے کہی اللہ سے دعا ہے کہ ابن ابی الدنیاء اور ابی نعیم بن حجر۔ خط ابن ابی الدنیاء کذا مرسلہ اسکی سند میں ایک اور سی مختلف ذیل ہے۔

نہ مانگنی چاہئے اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ یا اللہ تو اب کر دے یہ کہنا سخت گناہ ہے  
جنانچہ مطرف رحم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کو ہمیشہ لحاظ رکھا کر بے جگہ اس کا ذکر مت  
کریا کرو مثلاً کہتے یا گد ہے کو دیکھ کر کہو کہ یا الہی اسے ہٹا دے یا اسی طرح کے کلام میں اس کا ذکر  
کرو۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ کلام زائد کا کچھ حصر نہیں بلکہ جو کلام ضروری ہے اس کا حصر کلام  
مجید میں موجود ہے، لا ینحی فی کیش من ینحیہم الا من امر بصدقة او معرفت او اصلاح بین الناس دو  
یعنی کچھ پہلی نہیں اکثر ان کی مشورت مگر جو کوئی کہے خیرات کو یا نیک بات کو یا اصلاح کر نیکو لوگوں  
میں دو اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ خیرات یا نیک بات یا اصلاح قوم ہی کا مشہورہ سب میں افضل  
ہے اور یہی کرنا چاہئے نیک بات سے مطلب خدا کی عبادت ہے یہی چیزیں ضروری ہیں جس نے  
اصلاح قوم کی تدبیریں نہ کیں اپنے محتاج یہاں یوں سے بہ ہمدردی پیش نہ آیا اور ساتھ ہی خدا  
کی عبادت نہ کی اس نے گویا اسلام کے دائرہ میں قدم ہی نہیں رکھا۔

حدیث نبوی میں آیا ہے، ما خوشجری ہو اس شخص کو کہ جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال  
کو خراج کرے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ جو اب نکر لگیا اسکو ڈر دیا جائے۔ اور وہ ہرگز نبی اکرم کا  
پیارا نہیں ہے۔ مال کے خرچ کرنے سے غرض یہ ہے کہ قوم کی ہمدردی اور یہاں یوں کی مدد میں صرف  
کرے نہ کہ یہودہ، نذر و ن اور نامبارک جذبوں کی پیروی میں صرف کرے عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے  
مشرقی حکمران اپنی تعریف سے بہت خوش ہوتے ہیں اور شعر اکو ہزاروں روپیہ دیدیتے ہیں  
مگر یہ ساری باتیں نبی اکرم نے محض بے معنی اور لغو ثابت کر دی ہیں آپ نے منع فرمایا ہے کہ  
اپنی تعریف کسی کی زبان سے نہ سناؤ اور جو کوئی تمہاری تعریف کرے اسکو روک دو یہ آگے  
آنے والی حدیث ہماری اس بات کی تائید کرتی ہے مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرا باپ نبی  
عام گروہ کے ساتھ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے نبی اکرم کی صورت دیکھتے ہی  
یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سپدا اور فضل اور محسن اور منعم ہیں اور آپ ایسے ہیں  
اور ایسے ہیں یہ سن کر نبی اکرم نے ارشاد کیا، ما قولہ ابو القولک لیسہم ینیکم الشیطان دے یعنی اپنی  
بات کہو اور نہ مگر کہہ کرے تمکو شیطان دو اس سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ انسان کو چاہئے  
نہ زائد بات کہے نہ زائد بات اپنی نسبت سننے کا روادار ہو حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ  
میں تمکو کلام زائد سے ڈرتا ہوں آدمی کو اسقدر کلام کافی ہے کہ اسکا مطلب ادا ہو جائے۔  
حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ انسان کی ساری باتیں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ اگر اپنے رب سے  
بچے کو خاموش کر نیکی لے کسی چیز کا پہلا وادیکر اسکو چپ کرنا چاہئے یہ بھی جہوت ہوا اسکا  
والقبولی دہر اور ہدایت انس رضی اللہ عنہ۔ فلا ابن ابی الدینائے اس طرح سے اور راد بود او کو اور انی  
لے یوم و لیلہ میں دوسرے الفاظ میں۔



بہکت نا پڑیگا۔ جس تہذیب پر آج مہذب یورپ فخر کرتا ہے اس تہذیب کا ایک بڑا حصہ ہمارے مذہب میں موجود ہے بلکہ عین اسلام ہے۔

## اسلام میں امور باطلہ کے بیان کر نیکی ممانعت

یہہ بھی ہر خد کلام فضول امین داخل ہے مگر اس میں اور پہلی دو باتوں میں یہہ فرق ہے کہ وہ دونوں مباح نہیں اور ان میں حرمت نہ تھی مگر امر باطل میں سراسر حرمت ہی پہی ہوئی ہے۔ مثلاً گناہوں کی باتیں چننا رے لے لیکر بیان کرنی یا حسنان جہان کے چمکے لے لیکر تذکرے کرنے اور اپنا دل خوش کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکاروں کی محفل کا ذکر کرنا۔ یا بادشاہوں و ہمتوں کی عیاشانہ کیفیت کو دورانا یہ سب امور باطلہ میں داخل ہیں اور قطعاً ناجائز و حرام ہیں یہہ عادت زائد بات کرنے سے پڑ جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ ایسے ذکرون کا عادی ہو جاتا ہے کہ گویا اسے ان باتوں میں دلچسپی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے ہمنشینوں کے خوش کر نیکی لے ادھر ادھر کی یہودہ باتیں کرتا ہے صرف اس کی غرض یہہ ہوتی ہے کہ لوگ سمجھ ہر دل غیر نکمین حالانکہ وہ اپنی گردن پر عذاب کا بوجھ لادتا ہے جو لمحہ لمحہ وزنی ہوتا جائے گا اور یہہ اتنے دبا کر تک کا بیوند کر دیگا۔ حدیث نبوی میں آیا ہے۔ "ما ان الرجل لیتکلم بالکلمت لیفصل بھا جسٹ دیکھو ہذا البعد من الشر یا دلیغ آدمی ایک بولتا ہے جس سے کہ اپنے ہمنشینوں کو خوش کرتا ہے اور اسکے باعث ثریا سے دور تر کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، "کہ آدمی کہی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ اس کے سبب دوزخ میں پڑتا ہے اور کیسی ازیں بات کہتا ہے کہ اسے جنت نصیب ہوتی ہے۔"

ہمارے نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں، "اعظم الناس خطایا یوم القیامۃ اکثرہم خوضنا فی الباطل" یعنی قیامت کے دن وہ ہی خطائے عظیم میں ہوگا کہ جو اکثر امر باطل میں خوض کرتا ہوگا۔ اور اس طرح قرآن مجید میں بھی اشارہ لایا ہے، "و کنا لخص مع الخافضین" یعنی اور ہمے بات میں پیہہ جانے ساتھ بیٹھ جانے والوں کے۔ اور اس آیت میں بھی مذکور ہوا ہے۔ "لا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہا انکم اذا مقلتمہم ریفتمونہ بیہہ ان کے ساتھ جیب تک وہ بیٹھیں اور بات میں اسکے سوا نہیں تو تم ہی ان کے برابر ہو گے۔"

## اسلام میں دوسری بات کی کاٹنے کی ممانعت

ہمارے نبی اکرم نے بات کاٹنے کو سخت منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ "ان مارا خاک را مار" خدا ابن ابی الدنیا بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ابن ابی الدنیا بروایت م۔

۴۴۶ برمدی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

بہکت نا پڑیگا۔ جس تہذیب پر آج مہذب یورپ فخر کرتا ہے اس تہذیب کا ایک بڑا حصہ ہمارے مذہب میں موجود ہے بلکہ عین اسلام ہے۔

## اسلام میں امور باطلہ کے بیان کر نیکی ممانعت

یہ یہی ہر خد کلام فضول میں داخل ہے مگر اس میں اور پہلی دو باتوں میں یہ فرق ہے کہ وہ دونوں مباح تھیں اور ان میں حرمت نہ تھی مگر امر باطل میں سراسر حرمت ہی پہی ہوئی ہے۔ مثلاً گناہوں کی باتیں چننا رے لے لیکر بیان کرنی یا حسدیان جہان کے چسکے لے لیکر تذکرے کرنے اور اپنا دل خوش کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکاروں کی محفل کا ذکر کرنا۔ یا بادشاہوں و پادشاہوں کی عیاشانہ کیفیت کو دہورانا یہ سب امور باطلہ میں داخل ہیں اور قطعاً ناجائز اور حرام ہیں یہ عادات زائد بات کرنے سے پڑ جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ ایسے ذکروں کا عادی ہو جاتا ہے کہ گویا اسے ان باتوں میں دلچسپی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے ہمنشینوں کے خوش کر نیکی لے ادھر ادھر کی یہود و باتیں کرتا ہے صرف اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ مجھے ہر دل عزیز کہیں حالانکہ وہ اپنی گردن پر عذاب کا بوجھ لادتا ہے جو لمحہ لمحہ وزنی ہوتا جائے گا اور پھر اسے دبا کر خاک کا پیوند کر دیگا۔ حدیث نبوی میں آیا ہے۔ "ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ یضرب بها جملسا ویکو بہا البعد من الشریا و یغنی آدمی ایک بولتا ہے جس سے کہ اپنے ہمنشینوں کو خوش کرتا ہے اور اسکے باعث شریا سے دور تر گزرتا ہے و حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، "کہ آدمی کہی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ اس کے سبب دوزخ میں پڑتا ہے اور کہی ایسی بات کہتا ہے کہ اسے جنت نصیب ہوتی ہے۔"

ہمارے نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں، "اعظم الناس خطیایوم القیامۃ اکثرہم خوضنا فی الباطل" یعنی قیامت کے دن وہ ہی خطائے عظیم میں ہوگا کہ جو اکثر امر باطل میں خوض کرتا ہوگا و اور سیطرہ قرآن مجید میں بھی اشارہ آیا ہے، "و کنا لخص مع الخافضین" یعنی اوپر سے بات میں پیلہ جانے سا تہہ بیٹھ جانے والوں کے و اور اس آیت میں بھی مذکور ہوا ہے۔ "لا تعقدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا قتلتمہ" یعنی ان کے ساتھ بیٹھنے کے ساتھ جب تک وہ بیٹھیں اور بات میں اسکے سوا نہیں تو تم بھی ان کے برابر ہو گئے۔"

## اسلام میں دوسری بات کی کاٹنے کی ممانعت

ہمارے نبی اکرم نے بات کاٹنے کو سخت منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ "انما را خاک را خاک"

ابن ابی الدنیا بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ح۔ ابن ابی الدنیا بروایت ہریرہ۔

ابن ابی الدنیا بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

وَلَا تَقْدَرُ مَوْعِدًا مُتَخَلِّفًا دِیْنِیْے اپنے بیانی کی بات مت کاٹا اور نہ اس سے ہٹتہ کر اور نہ اس وعدہ اس کے کہ جبکہ تو خلاف کرے یا تجھے اسکا ایفا نہ ہو سکے اور فرمایا۔ ”ذکر المراء فانہ لا تقسم حکمۃ ولا تو من فتنۃ یعنی بات کا ثنی چھوڑ دیکونکہ نہ اس کی حکمت سمجھی جاتی ہے اور نہ اس کے فتنے سے مامون رہا جاسکتا ہے بعد اسلام کو ایسی ہی قیمتی تعلیمات پر فخر ہے۔

اور بنی اکرم نے ارشاد کیا، ”من ترک المراء وهو محی بنی لہ بیت فی اعلی الجنتہ ومن ترک المراء وهو مبطل بنی لہ بیت فی ریض الجنتہ“ دینے جو شخص بات کا ثنی چھوڑ دے اور وہ حق پر ہو اس کے لئے جنت اعلیٰ میں مکان بنایا جاتا ہے یعنی بات نہ کا ثنی ایسی نیکی ہے کہ مبطل ہونے پر یہی آفت سے بچاؤ ہے گی حضرت ام سلمہ بنی اکرم سے روایت کرتے ہیں۔ ”ان اول ما عہد الی ہر بی دھانی عنہ ہدای عبادۃ الاولیاء وان وبعد شرب الخمر ملا جالۃ الرجال“ دینے اول جو عہد مجھے میرے رب نے لیا اور مجھ کو اس سے منع کیا بتون کی عبادت اور شراب پینے اور لوگوں سے جھگڑا باندھنے سے اور فرمایا ”ما ضل قوم بعد ان ہداهم اللہ تعالیٰ الا او تو الجلال“ دینے نہیں گمراہ ہوئی کوئی قوم بعد اسکے کہ خدا نے ان کو ہدایت کیا مگر کہ دی گئی خصوصیت ان کو دو اور فرمایا، ”کما شکمل عمد حقیقۃ الایمان حتی ینزع المراء والکان محقا“ دینے میں پورا کرتا ہے کوئی بندہ ایمان کی حقیقت یہاں تک کہ بات کا ثنی چھوڑ دے اگرچہ حق ہی پر ہو۔ کتنی زبردست تاکید ہے اور کیسی اعلیٰ درجہ کی تہذیب سکھا گئی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص غلط بات بھی کہتا ہو اس کی بات نہ کاٹو۔ بات کاٹنے سے محض جھگڑا اٹھتا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوتا ایسے جھگڑے کر نیکا کفارہ دو رکعتیں مقرر کی گئی ہیں چنانچہ بنی اکرم ارشاد کرتے ہیں۔ ”تکفیر کل طء مرکعتان“ دینے ہر سبب کر فی والیکا کفارہ دو رکعتیں ہیں۔ اسباب میں حضرت عمر خلیفہ ثانی کا کیا اچھا قول ہے آپ فرماتے ہیں، ”علم تین باتون کے لئے نہ سیکھنا چاہئے اور تین باتون کی جہت سے اسکی تحصیل سے پہلو ہتی نہ کرنی چاہئے۔ بحث و فخر و ریاء تین باتون کے لئے تو نہ سیکھنا چاہئے اور حیا و زہد کے باعث اور جہالت پر راضی ہونے کے سبب اس سے دست بردار ہونا چاہئے۔ کبھی بحث کرنی یا جھگڑا جھگڑا کرنی یا کسی کی بات کا ثنی ہرگز پسند نہ کرے بنی اکرم نے فرمایا ہے۔ ”رحم اللہ من کف لسانہ عن اهل القبلة الا باحسن بالقدرا علیہ“ دینے رحم کرے اللہ اس شخص پر کہ روکی زبان اپنی اہل قبلہ سے بجز سب سے اچھی قول کے جو اس سے ہو سکے۔

### اسلام خصوصیت کو منع کرتا ہے

خصوصیت اور مراد جدال یعنی بات کا ثنی میں یہ فرق ہے کہ مراد اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کے کلام میں

حد ابن الدینار وصحت وہی و طبرانی بسند ضعیف۔ و ترمذی بروایت ابوامامہ و ابن ابی الدینار حسن۔ ابن ابی الدینار بروایت ابوہریرہ و احمد بالفاظ دیگر۔ و طبرانی بروایت ابوامامہ۔ و ابن ابی الدینار بروایت ہشام ابن عروہ۔

عجیب ظاہر کرے اور سوائے اسکی تحقیر اور اپنی تفصیل گے اور کوئی مطلب نہ ہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہے اور خصومت یہ ہے کہ جھگڑے سے غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کہہ بی اعتراض ہوتی ہے اور کہہ بی اعتراض سے اور پہلی دونو چیزیں بی اعتراض کے نہیں ہوتیں اب یہ کہنا ہے کہ اسلام خصومت کو کہانیک برائیتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم نے یہہ ارشاد کیا۔ وَاِنَّ بِفَضْلِ الرَّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَاءِ الْخَصَامِ وَرِیْضَةِ خَدَاكَ زَدَیْكَ اَدْمِیْنَ مِیْنِ سَبِّ بَرِّ اِلَیْچُ اور جھگڑا لو ہے واور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہہ حدیث روایت ہے، ”مَنْ جَادَلَ فِیْ خُصْمَةٍ بَغْیَ عِلْمٍ لَمْ یَزَلْ فِی سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْزِعَ“، یعنی جو شخص کسی خصومت میں بے جانے لڑے ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے برآمد ہو یہہ ظاہر ہے کہ جو شخص خصومت اور مراد اور جدال کرتا ہے اسکا منشا دوسرے کو کیا جال ٹھیرانا ہوتا ہے یا جھوٹا بہر طیب کلام کہان ہے جس کے حق میں نبی اکرم نے ارشاد کیا ہے، ”مِیْکُنْکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ طَیِّبُ الْکَلَامِ وَاَطْعَامُ الطَّعَامِ“ یعنی تمکو جنت میں جگہ دیگا طیب کلام اور کھانا کہانیکا۔ اور قرآن مجید میں ارشاد ہے، ”وَقُلْ لِّلنَّاسِ حَسَنًا وَدِیْعَةً“ اور کہو لوگوں کو نیک بات، اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر خدا کی مخلوق میں سے کوئی تمکو سلام کرے تو اسکا جواب خندہ پیشانی سے دو اور تم ہی سلام کرو گودہ مجوسی ہی کیون نہواسے کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے، ”وَإِذَا حِیْتُمْ بِحِیَّةٍ فَخْبُوا بِحَسَنِ مِّنْهَا وَدِیْعَةً“ اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم ہی دعا دو اس سے بہتر پاوے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مجکو تو اگر فرخ بھی اچھا کلمہ کہے تو میں اسکو بھی ویسا ہی جواب دوں۔

حدیث نبوی میں آیا ہے، ”الکلام طیبہ صدقہ و دینے کلمہ پاک صدقہ ہے۔“ یا عمدہ بات کہہنی ہی داخل خیرات ہے۔ اور فرمایا، ”اتقوا النار ولو بشق تمرة فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ“ یعنی اگ سے بچو اگرچہ خرے کے ٹکڑے ہی سے ہو وغیرہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نیکی ایک چیز آسان ہے،“ وہ کثادگی پیشانی اور نرمی زبان ہے، ”یعنی ہر شخص سے کثادہ پیشانی اور نرم زبانی سے پیش آوے یہی بہت بڑی نیکی ہے۔ اور آسان ہے۔“

اسلام میں بننا بنا کر کلام کرنے سے منع کیا ہے

یہ بھی محض لغویات ہے کہ کلام کو خوب بنانا کر لے اور صبح اور قافیہ اور فصاحت کے لئے تکلف کرے اور تمہید اور مقدمات لکھے جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کیا کرتے ہیں اس طرح کا تکلف

۱۔ بخاری نے نقل کی ہے۔ ۲۔ ابن ابی الدینا۔ ۳۔ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت بخاری و مسلم بر دایت عدی بن حاتم۔



## اسلام میں بخش بکنا اور پھر کرنا سخت مذموم ہے

یا اکرم نے اس کینہ بن اور پاجیانہ حضرتوں کی قربانی میں یہ ارشاد کیا ہے۔ اے ایاکم و بعض فلان  
 لکھنا لا یحب الفحش ولا الفحش دینے بچاؤ تم اپنے کو بخش سے کہ خدا دوست نہیں رکھتا بخش اور  
 بخش کو دینے خدا سے زیادہ گزرنے اور یہودہ بکنے کو، بدسکی جنگ میں یہی آپ نے تاکید فرمادی  
 تھی کہ کسی کو گالی نہ دینا اسلئے کہ اسکا اثر تمہاری ذات پر پڑتا ہے۔ اور آپ نے عداوت ارشاد کیا  
 یہ کسی کو رکھنا کینہ بن ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔،، لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان  
 الفاحش ولا البندی دینے نہیں ہوتا ہے مومن طعنہ کرنے والا نہ لعنت کرنے والا نہ فحش کرنے والا  
 نال دراز،، اور فرمایا،، الجنة حرام علی کل فاحش ان یدخلھا دینے ہر یہودہ کو پر حبت کا داخل  
 حرام ہے،، اور فرمایا،، اللہ لا یحب الفاحش المنفی الصلح فی الاسواق دینے اللہ تعالیٰ نہیں  
 دوست رکھتا فاحش یہودہ کو بازاروں میں چنیخے والے کو اور فرمایا،، ان الفحش و الفاحش لیس  
 الا سلام فی شے وان احسن الناس اسلاما ما احسنہم اخلاقا دینے بخش اور یہودہ کوئی  
 لام میں سے کسی چیز میں شمار نہیں اور اسلام میں اچھا زیادہ لوگوں میں سے وہ ہے جو ان سے  
 خلق میں اچھا ہو،، اور فرمایا۔،، سباب المؤمن حقوق و قتالہ کفر دینے مومن کا گالی  
 افش ہے اور اس سے قتال کفر ہے،، اس سے زیادہ ہتر تہذیب سکھانے والی اور تعلیم  
 ن ہے۔ ان مگر اسلام میں ہے اور ایسی ہی روشن باتوں پر اسلام کو فخر ہے۔

## اسلام میں کسی پر لعنت کرنا سخت گناہ ہے

ت کرنا اسلام میں خواہ کسی پر ہو سخت بڑا بھجا گیا ہے۔ نبی کی سخت تاکید ہے کہ کوئی مسلمان  
 پر جسے کہ اپنے کو لعنت پر یہی لعنت نہ کرے۔ حدیث نبوی ہے یہ الفاظ میں سنا گیا خدا  
 لا اللہ الا حقیدۃ لا یحبہم دینے ان میں ایک دوسرے کو لعنت نہ کرو خدا کی لعنت  
 کے غضب سے نہ جہنم سے دو حضرت خدا فرماتے ہیں کہ جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت  
 پر خدا کی بارشیک ہوئی۔ اور حضرت ابن حصین فرماتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت  
 و اس علیہ السلام سفر میں تھے ایک انصاری ایک دہشتی پر سوار تھی اس نے جو کچھ بدی کی  
 رت نے کہا کہ کچھ خدا کی لعنت ہے۔ نبی اگر فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھ و غیرہ اتار  
 سے چور دواسلئے کہ یہ ملعون ہو چکی ہو وہی کہتا ہے۔ وہ اونٹنی لوگوں میں بہرتی تھی  
 اور کوئی اس سے مزاح نہ ہوتا تھا حضرت عائشہ صدیقہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اگر ایک ن

نالی و نامک روایت عبد اللہ بن عمر۔ و ان الی اللہ عداوت فی ہر لایت ابن عباس۔ عشتہ مدنی بروایت  
 سعید۔ و ان الی اللہ عداوت جابر بن عبد اللہ۔ و ان الی اللہ عداوت ابو امامہ ثعلبی۔ و ان الی اللہ عداوت  
 عمار بن ابو بکر۔ و ان الی اللہ عداوت بخاری۔ و ان الی اللہ عداوت ابن مسعود۔ و ان الی اللہ عداوت عمر بن خطاب۔



تھے کہین بنی اکرم نے سن لیا آپ نے فرمایا اے ابو بکر کیا صدیق ہی لعنت  
جتنے مریختے نہیں قسم ہے خدا کے کہ جس کی یہ پہلہ آپ نے تین بار ارشاد  
بدن غلام کو آزاد کر دیا امیر بنی کی خدمت میں طمٹس ہوئے کہ یہ ایسی ہی خط  
ارشاد کیا ہے، ان اللعائن لا یكونن شفعاء ولا شهداء یوم القیامہ  
میں قیامت میں نہ شفیع ہوں گے۔ عموماً لوگ مردوں کو برا کہا کرتے ہیں  
ارشاد فرمایا ہے، لا تسبوا الاموات فاقم قدا فضوالی ما قد مواد  
وہ پہنچ گئے اپنے گئے کو یہ پہلہ ہی سخت بری بات ہے کہ کسی کو غصہ  
نہ پہنچے۔ بنی اکرم ارشاد کرتے ہیں۔

کفر کا باء بہ احدھان کان کا خرافہ و الکافال وان لم یکن کافراً  
دیتا ہے کوئی شخص دوسرے پر کفر کی مگر کہ رجوع کرتا ہے کفر ایک بار  
ہے تو جیسا کہا دیا ہی ہے اور اگر کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہے  
یہ پر لعنت یہ جہنمی سخت مضر ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے،  
الاحباء ویغضمت کالی دومردون کو پس ایذا دوس سے نہ دینا

طوائف اصحابی و اخوانی و اصحابی و لا تسبوا ہم اچھا لکھنا  
لوگوں حفاظت کرو میرے اصحاب اور بھائیوں اور  
و کو جیسا دمی مرے تو اس کا ذکر خیر کیا کرو، اور یہی زیادہ  
ہے میں اور وہ یہ میں، لعن من فہو امثل ان یفکدہ و یغض  
یہ ایسا ہے جیسا اسکو جان سے مار دے ویغض کسی ہون پر لعنت  
اسلام میں کسی کو سننا یہی لعنت ہی کا حکم لکھا ہے یہاں تک کہ  
اس کو ایسا اور تندرست نہ کرے اور اسکو موت آئے و غیرہ یہی براہ  
ہے، ان المظلوم لیدعوا علی الظالم حتی یکافیہ ثم یتقی للظالم عند  
ہم دعا بد کرتا ہے ظالم پر یہاں تک کہ ایسا بدلہ لیتا ہے پھر کچھ زیادہ کی  
کے روز غرض کسی پر لعنت یہ جہنم کی کو برا کہا کو سننا سب برا ہے  
وزندہ شور سے منع کرتا ہے اور اس سے زیادہ تہذیب و اخلاق سکھاتا ہے

یہ عادت حدیث۔ و لا یمنصور و لم یمنصور و لم یمنصور و لم یمنصور  
جہنم اس حدیث کو ابو منصور و لم یمنصور و لم یمنصور و لم یمنصور  
برہم دی ہے لا تسبوا اصحابی اور ان میں برادری عالتہ ثم منقول ہے لا تسبوا  
ثابت بن ضحاک بن منقول ہے لعن المؤمن کفکدہ و یغض و یغض و یغض و یغض



اور مذہب کوئی ہے تو جواب یہی آئیگا کہ نہیں۔ یہ جواب کسی مسلمان کی طرف سے نہ سمجھا جاتا ہے۔  
 اسلام کے ارکان اور اس کے اصول خود بولتے ہیں کہ اس زمانہ میں جب جہنم سے دنیا پر فتنی  
 و فنی تہی ہم نے ظہور کیا کر پس درجہ کی اصلاح کی اور اب بھی ہم ویسے ہی روشن ہیں جیسے پہلے تھے  
 اسلام شعر گوئی میں یہودہ وقت صرف کر نیکو شد و مدت

### منع کرتا ہے۔

دیکھئے بڑے ادیبوں اور فلسفیوں اور مدبروں نے شعر کو سخت برا کہا ہے اور شعر گوئی کو جسم  
 کچھہ نتیجہ نہ نکلے تو سمجھا ہے ان کی تحریروں کو تو چھوڑا و ایک نظریہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 مقدس اور روشن اقوال پر دوڑا و اور دیکھو کہ اسلامی شریعت میں فضول شعر گوئی میں اپنا  
 صرف کر نیکو کننا منع کیا ہے۔ بنی اکرم فرماتے ہیں: "ان عیبی جوف احد کہ قبیح ہے و  
 بد من ان عیبی شعر ادب ہے اگر ہر جاوے پیٹ تم میں سے کیا پیپ سے یہاں تک کہ بگڑے  
 ہو تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ ہرے شعر سے دور۔ اصل میں ان اشعار سے مراد ہے کہ جین  
 کی منع اور محو اور عورتوں کے حسن کا ذکر ہو اور اگر ایسی نظم ہے کہ مبالغہ سے پاک ہے تو اس  
 فضائلیہ نہیں تاہم اپنا زیادہ وقت شعر گوئی میں نہ صرف کرنا چاہئے۔ ایسے شعر کی  
 ہے اور اس سے نصیحت نکلتی ہے بنی نے یہ ارشاد کیا ہے: "ان الشعر الحکمۃ و  
 یا سے حکمت ہی ہوتی ہے و اور ایسے شعر کی آپ نے یہ تعریف فرمائی ہے۔ ایک دن ہمارے  
 ہم اپنی محنتی مانگ رہے تھے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے جواب کی طرف  
 کو یہ نظر آیا کہ بیشانی مبارک عرق الود ہے اور قطرات عرق روشنی میں کہ کشتان کی  
 ہے میں میں بیٹی ہوئی سو کات رہی تھی اس حسن خدا داد کو دیکھ کر حیران رہ گئی تو یہ  
 ما دیکھا کہ ایسی شہر کیوں ہو رہی ہو اور ایسی محو کا ہمیں ہو میں نے عرض کیا کہ آپ کے آب جوئے  
 مانی سے جو نور کی لہر اٹھ رہی ہے اس سے درجہ جبرت میں ہوں اگر آپ کو ابو بکر نے نہ لکھا  
 ہاں تاکہ اس وقت اس کے شعر کے مصداق آپ ہی میں آپ نے فرمایا کہ اس کے شعر کیا ہیں۔  
 نے عرض کیا کہ یہ دو بیتیں ہیں: وہ ہوندا

(ایک شعر اور یہی تھا)

واذا نظرت الی اسراء و جہد و بوقت کبرق العارض المتهلل

مجموع جیکہ دیکھے تو اسکی بیشانی کی چین کی طرف تو چمکتی ہیں ابرو ریزان میں بجلی کی طرح  
 اسکا خلا صدان فارسی اشعار میں مذکور ہے۔

خیر رائیہ صہرست از صفایہ بنت بتر باقالب نور شید و ماہ سحر اند













اس سے فرمایا کہ جنت میں بڑیا کوئی نہیں جائے گی وہ رونے لگی آپ نے فرمایا کہ تو اس وقت بڑیا نہ رہے گی چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، "انا انشاءناھن النساء فجعلناھن البکارات ہم نے غم نہ اٹھائیں ایک اٹھان پر اور پر کیا ان کو کورایں دو دوسری حدیث جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اس میں علاوہ ہنسی کے یہہ بھی معلوم ہوگا کہ آپ کا خلق کس درجہ بڑیا ہوا تھا کہ ہر شخص نبی اکرم کو بلا لیتا تھا اور اپنا انصاف جکاتا تھا۔ وہ حدیث یہہ ہے۔ "نہید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ام امین نام بنی اکرم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ آپ کو میرا کوسر ملا تھا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی ہے تاکہ جسکی آنکھ میں سفیدی ہے اس نے عرض کیا کہ ہس کی آنکھ میں تو اچھی بین ان میں سفیدی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اس نے قسم کیا کہ غر کیا کہ اسکی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے آپ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں کہ جسکی آنکھ میں سفیدی نہیں یعنی حدقہ چشم ہر انسان کا سیاہی اور سفیدی دونوں کہتا ہے۔ ایک اور حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نے عرض کیا کہ آپ کی آنٹ ہاریکو دین آئے ارشاد کیا کہ میں تجھے ایک کاشچہ سواری کو دوں گا۔ اس نے عرض کیا کہ آنٹ کا بچہ مجھے کیونکر دوں درازے نکال سکے گا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ "بنی اکرم کی ہنسی کی یہہ ہے اگر اس قسم کی شریف ہنسی تمام معائب سے پاک ہو مضائقہ نہیں اور نہیں اور ہنسی جس کی آئینہ ہو اسلام میں سخت منع ہے۔

### اسلام مسخر این اور دوسرے کو بنانیکو تشدد سے منع کرتا ہے

قرآن مجید میں صافات الفاظ میں خدائے برحق ارشاد کرتا ہے، "یا ایھا الذین اٰمَنوا لا یخبر قوم عن قوم عسی ان یكونوا اخر اعنہم ولا نساء من لئساء عسی ان یکن خیل منہن دو۔

مسخر این اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کے عیب و نقصان اس طرح بیان کئے جائیں جس سے ہنسی اور ہرہہ مٹی طور سے ہو سکتا ہے یا اس کے فعل کے نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ دیا یا د سے پس اگر یہہہ پیچھے ہو تو عیب ہے اور جو ہنہہ پر ہو تو اسکا نام مسخر اور استہزا ہے جو بہہ غیبت نہیں لیکن غیبت میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک آدمی کی نقل اناری تو نبی اکرم نے مجھے فرمایا۔ مدد اللہ ما احب الی کلمات الدنیا دے لے گا و کذا اور یعنی قسم ہے اسکی نہیں دوست کہنا ہوں میں سب بات کو بہہ کہ میں کو آدمی کی نقل اناروں اور جگہ بہت کچھ لے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہ "یا دلیلنا ما لہذا الکتاب لا یفادہ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا" یعنی اسے فراہی

فما یشیرن بخارواہن ابی الدنیا روایت عبد اللہ بن ابیہم کردی۔

کیا ہے یہ لکھا نہ چوڑی چوڑی بات نہ بڑی بات جو اس میں نہیں گہیری ۱۱۔ یہ ارشاد کیا ہے کہ صغیر سے مراد تبسم ہے مومن کے مسخ پر اور بکیرہ سے مراد کھلا ہلا مات مسخ پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگوں پر منہا گناہ میں داخل ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا، "من غیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لہ ولیت حتی یعلمہ ریضہ جو شخص اپنے بیائی کو اس گناہ کا عیب لگا دے جس سے اس نے توبہ کر لی وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ خود وہ عیب کرے و غرض یہ ہے کہ کسی پر حقارت سے استہزاء نہ چاہئے کیا خبر جب ہم ہستہ میں دم ہے ہنرمند ہوا و پرہیزگار محنت گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔

اسلام میں راز کا ظاہر کرنا سخت منع ہے

بہید کا ظاہر کر دینا سخت بد تہذیبی اور مضربات ہے۔ اس لیے کہ اس میں یہی ایذا موتی ہے اور حق معرفت دوستی برباد جاتا ہے۔ بنی اکرم فرماتے ہیں، "اذا أحدث الرجل الحديث ثم التفت فحوى امانته" دیکھئے جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جاوے تو وہ امانت ہے، اور یوں ہی ارشاد ہے۔ "الحديث بينكم امانة" دیکھئے بات تمہاری درمیان میں امانت ہے و حسن رضی فرماتے ہیں کسی بہائی کا راز کہول دینا یہی خیانت ہے۔ روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھے آج حضرت امیر نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھے کہہ دیا ہے تو تم سے کیوں چھپا بیگا انہوں نے کہا کہ اس بات کا ذکر مجھے مت کرو اس واسطے کہ جب تک آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے اس کے قابو میں ہے اور جب کہہ دیا تو دوسرے کے اختیار میں چلا گیا میں نے عرض کیا کیا یہ معاملہ باپ بیٹے میں ہی ہوتا ہے انہوں نے کہا ہر چند باپ بیٹے میں نہیں ہوتا مگر میں یہہ چاہتا ہوں کہ تیری زبان کے بیان کرنے پر نہ کھلے اور جھگوانشا راز کی عادت نہ ہو پہر میں نے حضرت معاویہ کی خدمت میں ضرر کو سراہا جواباً ان کی انہوں نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجھے خطا کی غلامی سے آزاد کر دیا ہے یہ ہے کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے۔ اگر اس میں کیا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور جو ضرر ہوتا ہو پہر ہی کینہ میں ہے۔

اسلام میں جھوٹا وعدہ کرنا سخت گناہ ہے

اسلام میں یہ ہونا وعدہ کرنا سب کا ہے  
 فطری طور پر زبان و وعدہ کرنے پر پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا ناگوار ہوتا ہے  
 وعدہ جوڑا ہوتا ہے اور یہ امر صریح نفاق کی علامت ہے حالانکہ قرآن مجید میں  
 کیا ہے یا ایہا الذین امنوا اذ فوا بالعقود دیکھئے اے ایمان والو پورا کرو تم قرآن و نبی کے  
 وعدوں اور تمہاری بروایت علیہ رضی اللہ عنہ۔ دیکھ ابو یوسف در خطبہ بروایت ابن مسعود۔  
 ابونعیم در سنن ابی نعیم بروایت علی مرتضیٰ۔

۳۰ الباقی منقول دیلمی در مسند محمد بن عبدوس بر روایت علی مرتضیٰ -











بارہ مین نقل کئے ان سے یہہ بخوبی کہل گیا کہ اسلام سچ بولنے اور تم نہ کہانے کی کیسی تاکید کرتا ہے۔

## اسلام غیبت کرنے کو سخت بُرا بتاتا ہے

قرآن مجید میں اس کی بابت یہہ آیت مذکور ہوئی ہے۔ "لا یغتب بعضکم بعضا الحبا حدکم ان یا کل لحم اخیه صیناً فکرهتوه" یعنی اور نہ بد کہے کوئی تم میں سے ایک دوسرے کو کیا خوش گمان ہے کی کو تم میں سے یہہ کہ کہا وے گوشت اپنے بہائی کا اور وہ مردہ ہو سو گھن آوے تم کو پس دو اس آیت سے یہہ صاف کہل گیا کہ اسلام غیبت کرنیکو ایسا بُرا بتاتا ہے کہ وہ منبر لہ اپنے مردہ بہائی کے گوشت کہانے کے ہے۔ کوئی مدعی نے آئے اس سے زیادہ تہذیب سہانے والا دین۔ اور نبی اکرمؐ ارشاد کرتے ہیں "یا کل یا کل بالمسلم علی المسلم حرام" وہ دمالہ و عرفتہ دو یعنی مسلمان سب مسلمان بر حرام ہے اسکا خون اسکا مال اور عزت سب حرام ہیں یہاں حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں "یا کل یا کل بتاعضوا ولا یغتب بعضا وکونوا عباد اللہ اخواناً" یعنی آپس میں نہ حسد کرو نہ بغض کرو نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بہائی" اور حضرت جابرؓ اور ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد کیا، "ایاکم والغیبت فان لغیبتہ اشد من النار" اور یہہ جو تم غیبت سے کہ غیبت سخت تر ہے زنا سے دو اور برابر ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نبی اکرمؐ نے خطبہ اس زور سے پڑھا کہ گھر کی خواتین نے ہی سنا اس میں اپنے یہہ ارشاد کیا، "یا معشر من امن بلسانہ و لم یؤمن بقلبہ لا تعابوا المسلمین ولا تتبعوا عورتکم فانہ من تتبع عورتہ افیتع الله عورتہ ومن تتبع الله عورتہ و لفیضتہ فی جوف بدیتہ دو" یعنی اے گروہ ان لوگوں کے کہ زبان سے ایمان آئے ہو اور دونوں سے ایمان نہیں لائے مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور نہ ان کی غیبت کے درپے ہو جو کوئی اپنے بہائی کی غیبت کے درپے ہوتا ہے اسکا اسکی غیبت کے درپے ہوتا ہے اور جس شخص کی غیبت کے درپے ہوتا ہے تعالے ہوتا ہے اسکو اسکے گھر کے اندر رسوا کرتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے سہا بہ سے ارشاد کیا "یا تم جانتے ہو کہ غیبت کسی کہنے میں صحابہ نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا نبی بہتر جانتا ہے تو پھر ارشاد کیا، "لماذا کرک الخباک بما لیکوہم" یعنی تیرا ذکر کرنا اپنے بہائی کو ایسی بات ہے کہ اسکو چھپی معلوم ہو"۔

کیا اچھی نبی اکرمؐ نے غیبت کی تعریف فرمائی۔ یہاں تک نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مومن کی کوئی غیبت کسی کے سامنے اگر کرے اور وہ اسکو روک دینے پر قادر ہو تو اسکا فرض ہے کہ اسکو روک دے و لا مسلم یردایت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ حدیث بخاری و مسلم بردایت ابی ہریرہؓ رضی اللہ عنہما حدیث ابن ابی الدیناہ حدیث ابن جابر و یضعف ابن مردودہ و تفسیر و ابن ابی الدیناہ سے سراج نقل کیا ہے کہ کسی نبی سند میں معتد بہ ابن مسلم مختلف فیہ ہے اور ابو داؤد نے بردایت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ حدیث نقل کی ہے۔





یعنی اس کی طرف سے کتاب نازل ہوئی ہے جو زبردست ہے جزو ارگاہ سنجے والا اور توبہ قبول کرنا سخت بار دینا۔ چون ہی ابو جندال نے حضرت عمر فارح مائک کفار کا یہ نہ مار دیکھا فوراً توبہ کی اور آئندہ سے پہر کبھی اپنی توجہ شروع شریف کے خلاف مبذول ہین کی جس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابو جندال کی بابت یہ کہتا تھا اس نے عینت ہین کی نہی اور نہ آپ نے اسے عینت تصور کیا تھا بلکہ اس کا مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شکلا فرمایا تے تو اس حرکت کو برا جانے اور اس باب میں جیسی آپ کی نصیحت کا اگر ہوگی دوسرے کی نہ ہوگی اور ایسا ہی ہوا غرض کہ مقصود صحیح شرط ہے ورنہ عینت کے حرام ہونے میں کچھ کلام ہین ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی ایسی حالت میں کہ اگر یہ سمجھا جائے کہ اگر ہم کسی کے عیب کا ذکر کرینگے تو وہ فوراً چھوڑ دے گا تو ضرور اس کا ذکر کرے مگر نیت اصلاح کی پہلے ہوئی چاہئے چنانچہ اسکی اجازت حدیث نبوی میں موجود ہے، "اترغیون عن ذکر القاص" ہافینہ استمکوہ حتی یغیرافہ الناس اذ کوہا ہافینہ حتی یحذرہ الناس و دینے کہا بدکار کی خصلت کا ذکر کرنا تم پر واجب ہے اسکی تہک کرو تا کہ لوگ اسکو پہچان جاوین اور جو خصلت اس میں ہے اسکو ذکر کرو تا کہ لوگ اس سے بچیں۔ مگر اگر یہ بات مقصود ہین ہے اور صرف عینت کرنی غرض ہے تو اسلام اس عیب کو حرام کہتا ہے۔ اور اس کا کفارہ بیت بڑا یہ ہے کہ خدا توبہ استغفار کرے اور اپنے گناہ کی معافی مانگے جیسا کہ نبی اکرم نے ارشاد کیا ہے، "کفارة من اغتبه ان یستغفر لہ و دینے جسکی تو عینت کرے اس کا مذاک یہ ہے کہ اس کے لئے خدا سے مغفرت چاہے و اسلام نے عینت کو بہت تشدد سے منع کیا ہے اور اس کے لئے یہ حکم کرتا ہے، "من کان کاحیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فلیقللہا منہ من قبل ان یاتی یوم لیس ہناک دینار و فلا درہم انما یؤخذ من حناتہ فان لم تکن لہ حنات احد من شیات صاچہ فزیدت علی شیاتہ" دینے جسکے ذمہ اس کے بہائی —

کا کوئی حق ہو آبرو میں خواہ مال میں تو چاہئے کہ اس سے معاف کر لے پہلے اس سے کہ وہ دن آوے جہاں نہ دینار ہو گا نہ درہم بلکہ نیکیاں دلائی جاو نیکی اور اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو مظلوم کی برائیوں لیکر اسکی برائیوں میں اضافہ کر دی جاو نیکی، یہاں تو مجرم سے معافی مانگنے کی طرف ارشاد کیا گیا ہے اور دمان خود خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں یہ ارشاد کرتا ہے، "خذ العفو و امر بالمعروف و نہی عن الجاہلین و دینے معاف کرنے کی خوشگوار کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلین سے —

ابن ابی الدنیا اور صحت بروایت مشہور علی بن ابی حمزہ عن ابیہ عن جددہ عن ابی الدنیا و صحت و عارف ابن ابی اسامہ و محمد بن زید و بروایت انس بن مالک بن عمار و مسلم بروایت ابو ہریرہ —

اسلام خلی کہا نیگو منع کرتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہمارا مشاء نیمہ، یعنی طے دینا جعلی ہے پہرنا۔ اور فرمایا، عقل بعد ذلک یعنی اجرو اس سبکے پیچھے بدنام و در عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ نیمہ، کے معنی ہیں وہ ولد از جو بات نہ چہا وے اور اس آیت سے انہوں نے یہ یہی استنباط کیا ہے کہ جو شخص بات نہ چہا اور چلی کہا وے وہ ولد از ما ہے۔ اور اسد جثانہ فرماتا ہے، دل کل ہمنہ فہنہ و اس آیت میں ہمنہ سے بعضوں نے چلخو مراد لیا ہے، اور فرمایا، حمالہ الخطیبت سر پر لئے پہرے ایند میں کہتے ہیں کہ ابولہب کی بیوی چلخو رہتی تو معنی یہ ہوئے کہ حالت الحدیث اور فرمایا، فحاشا ہاد یعنی انہما بن اللہ شینا، یعنی پہر ان سے جو رہی کی پہر وہ کام نہ آئی ان کو اللہ کے ہاتھ سے کچھ نہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویوں کی شان میں ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب ان کے ان کو فی مہمان آتا قوم میں جا کر خبر کر دیتی وہ لوگ خبر پاکر اس مہمان ایذا دینے اور ستانے کے باعث ہوتے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی لوگوں سے کہو کہ آپ مجھوں میں بنی اکرم فرماتے ہیں۔، لکلا یدخل الجنة نام، دجنت میں چلخو داخل نہ ہوگا۔ دوسری روایت میں تمام کی جگہ، قتات وہے اسکے معنی ہی نام ہی کے ہیں حضرت ابو سریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے یہاں ارشاد کیا، جیکم الی اللہ احاسکم اخلاقا المطہر الکناقا الذین یالعون ولینون وان الغضکم الی اللہ المشاؤن بالینیمتہ المہرقون میں اللہ المقتسون للبواء العشرات وریعے تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوں گے جو میں اچھے ہوں گے جن کے پہلو نرم میں ایسے کہ خود اور دن سے الفت کرتے ہیں اور لوگ ان الفت کرتے ہیں اور تم میں سے خدا کے نزدیک برے وہ میں جو چلی کہاتے پہرے میں اور وہ میں جدائی ڈالتے ہیں اور صاف آدمیوں کے عیب ڈھونڈتے رہتے ہیں، اور ابو دردار یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، من اشار علی امسلم بکلمتہ لیثینہ بھا بصر حق شانہ بھا فی النار فی القیامتہ، یعنی جو شخص کسی مسلمان پر ایک لفظ سے اشارہ کرے تاکہ اس کو عیب لگا وے اللہ تعالیٰ اسی لفظ سے اس کو قیامت کے دن دوزخ میں عیب لگا وے گا، اور حدیث یہی ان ہی سے مروی ہے، من شهد علی مسلم بشہادۃ لیس لھا باہل فلیتودمقعدہ یعنی جو شخص گو اہی دے کسی مسلمان پر ایسی بات کی کہ وہ اس نے نہیں کی جو چاہے کہ تماشہ انباہکا ما دوزخ میں، چلی کہائے دایکو اسلام میں طرس کہتا ہے اسلے یہ یہی ارشاد ہے کہ بات کا اعتبار کرو ہمارے ان فاسق کی بات کو یقین نہ آنا واسمجا گیا ہے مرکز جائز غیر ملک دوزخ میں جاری و سکنی ہر روایت ملکہ قتال میں۔ خط طریقی و اسد و در صغیر و کتاب ابی الدیاء صحت طریقی و حکام اطلاق اسکی سند میں عی الدین مکرر میں دلہ احمد و ابی الدینا۔



یہ کہ یہ فاضل ہے اسلئے اسکی بات کا یہی یقین کسی طرح نہیں کیا جاسکتا جس کے لئے قرآن مجید میں آیا ہے، یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتنبوا ان تصیبوا فوہ بالیہون، یعنی اسے ایمان والا اگر تمہارے پاس ایک فاسق آوے تو تحقیق کرو لیکن ہاں نہ رو کہ تو مینا وافی سے بہہ آیت ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اگر کوئی اس سے کسی کی خلیا کہائے تو فوراً اسکو نہ کہہ دے جیسا خدا نے فرمایا، ، واما باللعنۃ من وادہ عن المنکر،، یعنی اور سکھنا پہلی بات یہ کہ اگر کوئی خلیا کہائے کہی اسپر بدنامی نہ کرے ہر شخص کے لئے قرآن مجید میں اللہ نے ارشاد کیا ہے، ، احببوا الذین آمن الظن ان بعض الظن الاثم یعنی بہت تمہیں کرنے سے مقرر بعض تمہت گناہ ہو، ، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ جو شخص کسی کی بات کہتا ہے یا کسی کی عیب جوئی کرتا ہے وہ قطعی ہماری ہی عیب جوئی کر لگیا، اور دوسرے سے سارا ہی عیب لے لے گا۔ جیسا سعدی رحمتہ نے کہا ہے شہر۔

ہر کہ عیب دگران پر نہیں تو اور مگر دے  
بیگان عیب تو نہیں دگران چھ اہر دے

اسی کی خلیا کہائے سے صرف یہہ غرض ہوتی ہے کہ دو دوستوں میں ناچاقی پیدا ہو اور باہم دشمنی ہو جائے یا ان کے لئے خدا یہہ ارشاد کرتا ہے، ، ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یصلوا، یعنی ان کے درمیان دو بیٹے اور توڑتے ہیں جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور شاد کرتے ہیں ٹکڑا کرتے ہیں تو اتھاڑ قائم کرنا چاہتا ہے اور جھگڑاوس اتھاڑ کو برہم کرنا چاہتا ہے تو گویا جھگڑا قائم کرتے ہیں، ، اب سمجھنا چاہئے کہ ایسے شخص کا کیا درجہ ہوگا کہ جو خدا سے مقابلہ آرا ہوتا ہے، ، اور فرمایا ہے، ، انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویغفون فی الاہرام بغیر الحق یعنی اولاً انساؤان پر جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور دہوم اٹھاتے ہیں ملکات حق و جھگڑا ہی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے ان من شارا الناس من اتقاہ الناس لشرا یعنی فرمایا، ، لا یرجى الجنة قاطع، یعنی نہیں داخل ہونے کا جنت میں قاطع و جھگڑا ہے کہ دو دلوں کو بغیر کما کو ب کہنے و کہنے نہ ہونے میں نہ رہائے گا، جھگڑا کی نسبت یہاں تک سختی برتی گئی ہے کہ اگر کوئی اس سے ایسا برا سمجھ لے کہ یہہ الفاظ حدیث نبوی میں اسکے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اسلئے انساؤان سے مراد وہ ہیں جنہو جھگڑا و جھگڑا میں نہ رہا و جو شخص خلیا کہتا ہے اسکی نسبت شرع شہر نصیحت کی یہہ حدیث عاید ہوگی۔

عل بخاری وسم عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ عل حاکم بروایت ابو موسیٰ اس کی سند میں سہل بن عطیہ شکر ہے ان جہانی نے یہہ مضمون او الفاظ سے نقل کیا ہے۔



ان کی علی اللہ احد احسبہ اللہ ان کا بڑی نہ کذاک دو بیٹے ہلاکی ہو چھو کو تو لے اپنے ساتھی  
 ردن کاٹ ڈالی اگر وہ سینکا تو فلاح نہ پاویگا پھر فرمایا کہ اگر کوئی تم میں سے خرد کسی کی تعریف  
 چاہے تو چاہے کہ یوں کہے کہ فلان شخص کو میں ایسا گمان کرتا ہوں تو خدا کے نزدیک کسی پر  
 یہ بیٹے حکم پاکی کا نہیں کرتا اسکا جاننے والا خدا ہے اگر یہ جانے کہ وہ ایسا ہے بیٹے اچھا ہی  
 قت کہے کہ وہ لایق تعریف ہے۔ اس سے زیادہ تاکید اور کیا ہوگی جس تہذیب پر کہ یورپ  
 بہت نازان ہے وہ اسلام ہی سے لی گئی ہے کسی کی نسبت کوئی یقینی امر نہ کہنا یہ اسلام پر  
 لکھا یا ہے پھر بنی نے ارشاد کیا ہے، اذامدحت اخاک فی وجہ فکاثم امت علی حلقہ موسیٰ  
 عہما دینے جب تو نے اپنے بہائی کی تعریف اس کے منہ پر کی تو اس کی گردن پر استر اہیر دیا  
 اس سے زیادہ تاکید کیا ہوگی کہ اپنے بہائی کی تعریف اس کے آگے کرنی اسکا گلا استر سے کاٹ  
 ماہے۔ ایک شخص اپنے مدوح کی تعریف کر رہا تھا نبی اکرم نے یہ سنکر فرمایا، عقب الرجل  
 باللہ دے بیٹے کچھ کاٹ دیا تو نے اس شخص کا خدا بڑا کوچ کاٹے، زیاد بن ابی سلمہ کا قول ہے  
 بن کبھی اپنی تعریف سن کر گوارا نہ کیا، ان جو شخص مومن ہو گا وہ اپنی تعریف سے خوش ہو گا اور  
 رائیگاں، اصل یہ ہے کہ تعریف عوام کے حق میں تو زہر قاتل ہی کا حکم کہتی ہے مثلاً میں  
 ان خواص اس کی زد سے بچے رہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے، لو مسق الرجل الی رجل یسکیز  
 کان خیرا لہ من ان یشفی علیہ فی وجہہ دینے اگر کوئی شخص دوسرے کی طرف تیز چہری لیکر  
 تو اس سے بہتر ہے کہ اس کے منہ پر اسکی تعریف کرے دو

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ مدح کرنا بمنزلہ فحش کے ہے اور یہ اسلئے فرمایا کہ فحش کے جو  
 ہو سکتا ایسی ہی تعریف سے ہی سستی چاہا جاتی ہے اور عمل سے باز کہتی ہے۔

## اسلام غصہ کو منع فرماتا ہے

یہ بہت بڑی چیز ہے جس کے غالب ہونے سے آدمی آدمی نہیں رہتا صداء وادات  
 کے بدولت دنیا میں واقع ہو جاتی ہیں اور غصہ اترنے کے بعد ان وارداتوں کا کرنے  
 دشیاں ہوتا ہے۔ غصہ اس میں کا ایک شعلہ ہے جسکی صفت یہ آیت ہے، نار اللہ  
 اللہ علی الافدہ، یعنی آگ ہے اسکی سلگانی جو وہ جہلس دینی ہے دل جسطح  
 میں جہی رہتی ہے اسی طرح غصہ کی آگ دل کی ہتوں میں مضمحل رہتی ہے جسطح سے  
 لے ہی آگ ظاہر ہو جاتی ہے اسی طرح یہ آگ بھی کبر کی ادنے چوٹ سے دل میں لگتی ہی  
 لکھ رہے ہے کہ یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے ابن مبارک در تہذیب وادب ابن جابر ملاحظہ

ماہر ہو جاتی ہے۔ یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ غصہ متکبر ہی کو بہت آتا ہے اس غصہ سے مراد ہنہن  
 کہ جو مرض دماغ کے سبب دل پر محیط ہو جاتا ہے اور ہر وقت ناک ہی پر رکھا رہتا ہے بلکہ عموماً متکبر  
 و مغروروں کے غصہ سے مراد ہے کہ جو انہن حق کی طرف سے پھیر دیتا ہے غصہ خواہ کی طرح ہونے  
 لے نہایت ناپاک اور مکروہ ہے جس کی بڑائی میں خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد کرتا ہے،  
 جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحیمۃ الجاہلیۃ فانزل اللہ سکنۃ علیہ رسولہ و علی المؤمنین و  
 نے جب رکھی منکرون نے اپنے دون میں حمیت حمیت نادانی کی اتنا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے  
 حل پر اور مسلمان پر وہ اس آیت میں کفار کی مذمت اسلئے ہے کہ انہوں نے امر باطل و نہی غیر کے بارے  
 فاق کر لیا تھا اور غیرت ہی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور مؤمنین کی تعریف سکینت اور قرار  
 دے پر فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 اللہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی تھوڑا سا عمل بتا دیجئے آپ نے فرمایا، لا تعصب  
 نے غصہ نہ ہو اگر پر دوبارہ اس نے پوچھا پھر یہی بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 یں نے نبی اکرم سے اتنا س کیا کہ میرے لئے کوئی تھوڑی سی بات ارشاد فرما دیجئے آپ نے ارشاد کیا  
 غصہ نہ ہو اگر وہ یہی ان ہی سے روایت ہے کہ مجھ کو خدا کے غضب کیا چیز بچا دے گی آپ نے فرمایا  
 خود غصہ نہ کیا کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم نے حاضرین سے دریافت کیا کہ  
 لوگ زبردست پہلوان کسی سچتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ جو سب سے قوی ہو آپ نے فرمایا کہ ہنہن  
 ہ شخص بہت بڑا پہلوان ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ اور حضرت ابو ہر  
 رضی اللہ عنہ سے ہی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔ لا یفلس الشدید بالصرقة واما الشدید  
 نہ یملک نفسه عند الغضب دینے سخت نہیں ہے بچانے والا بلکہ سخت وہ ہے جو غصہ کے  
 قت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے یہ ارشاد کیا  
 ان غصۃ ستر اللہ عوۃ دینے جو شخص اپنے غصہ کو روکے خدا تعالیٰ اس کے عیب چھپاتا ہے  
 حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں، و سبدا و حصورا و بنیامن الصالحین  
 نے اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس بنجا دیگا اور بنی ہوگا نیکون میں دو فرماتے ہیں کہ سید  
 ہ شخص مراد ہے کہ جس پر غصہ غالب نہ ہو۔ یہ سید کی بہت بڑی شان بیان ہوئی ہے کہ جو غصہ کو  
 ہے اور غالب ہونے دے مگر جو لوگ کہ غصہ کو تے ہیں وہ کہی سید نہیں ہو سکتے۔ اسلام  
 ی تعلیم کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے غصہ کو روکے اور کہی غضب میں نہ پڑے۔ جیسا صحابہ  
 اس حدیث نبوی کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ حدیث کے راوی ابن عبد البر و احمد میں ہے حدیث  
 ہی مسلم نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث نبوی محمد بن ابی الدنیا نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم  
 حدیث مسلمان بن مرد نقل کی ہے۔



جو کہیں نہیں پائی جاتی۔ ہمارا یہ کہنا اس کی سچو نہیں ہے بلکہ ہم مذہب عالم کی کتابیں جو  
 اتفاق و تہذیب پر ہیں دیکھ کر کہتے ہیں۔ بنی اکرم نے ارشاد کیا ہے کہ من کف غضبہ انت  
 اللہ عنہ عذابہ ومن اعتدنا فی ربہ قبل اللہ عذرا ومن خذلنا لسانہ سترا للہ عذرا  
 یعنی جس نے اپنے غضب کو روکا اللہ اپنا عذاب اس سے روکے گا جو شخص خدا کے سامنے اپنا  
 عذر کرے خدا اس کے عذر سے قبول کرتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو روکتا ہے اللہ اس کے  
 عیب کو چھپاتا ہے اور اس سے بہتر تعلیم اتفاق و قدر کا قائم کرنے کی آج تک سنی مذہب کے دوسرے  
 ہے جو وہ تعلیم جو صرف دل خوش کر دیتے اور وہ راہ سنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی ایک ایک  
 بات قانون قدرت سے ملتی ہے زمین تک عمل کر نیک ارشاد کرتا ہے جہاں تک کہ انسان کی قدرت  
 میں وسعت ہے اور یہی زبان و ہوش کا نام ہے بنی اکرم کا یہ ہے۔ اللہ اللہ کہ من غلب الغضب  
 انت الغضب و احکمہ و اعف عن الغضب انتہ دو ہی قسم میں سختی وہ ہے جو غضب کے وقت پش  
 نفس پر غالب آوے اور تمہیں زیادہ یاد دہاؤ وہ ہے جو قدرت کے وقت معاف کرے اور  
 و یا یا، من کظم غیظا و لو شاء ان یمضیہ امضایہ ما اعطایہ اللہ قلبہ یوحی البیان منہ رضا دینے جو  
 شخص اپنے غضب کو ایسی حالت میں دبا رہے کہ اس سے کام لے سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت  
 کے دن اس کو رضا سے بہرہ نگاہ







جائز رکھتا ہے نہ کہ انتقام لینے اور اولاد بدلا کر نیکو بنانا۔ نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں: "ان انما  
 غیرت باذیت فلا تغیر" بایضہ دینے اگر کوئی شکوہ تیرے عیب سے مشر مندہ کرے تو تو اس کو  
 اسکے عیب سے تنگ نہ لگا ورنہ اس سے بہہ ہدایت ہوتی ہے کہ کسی شخص نے اپنی حافت سے کوئی  
 عیب کیا ہمارا یہ بہرگز شان نہونی چاہئے کہ ہم ہی اسکو حقیقت کرنے یا ذلیل کرنے کے لئے  
 وہ ہی عیب کریں۔ اسکی تائید میں یہ حدیث نبوی آگئی ہے۔

۱۱۔ المستان شیطان بھارتان دینے دو اسپین گالی گلوچ کر نیاوے شیطان میں کہ باہم جھوٹ  
 بکتے ہیں ورنہ اس سے زیادہ تہذیب سکھانوا اور دین اور کیا ہوگا۔ نیک باتوں پر عمل کر نیکے  
 احکام اور فہم ہی کتابوں میں ہی ہیں لیکن یہ بات اسلام کی فضیلت پر دل ہے کہ جو احکام  
 اس میں دے گئے ہیں وہ سب قانون قدرت پر مبنی ہیں بناوٹی اور نظام پر چلیے نہیں ہیں  
 جیسا کہ انجیل وغیرہ میں جو اربوں نے ادھر ادھر سے گبر گزر کر داخل کر دے ہیں جو محض بے  
 رعب و با اور بے نتیجہ ہیں۔

## اسلام میں نرمی کرنا افضل سمجھا گیا ہے

نرمی کرنے کے یہ معنی ہیں کہ قدرت ہونے پر ہی مخالف سے کچھ نہ کہا جائے۔ اور جب رت  
 ہی نہیں ہے اور یہ نرمی کی تو یہ بات کچھ قابل مدح نہیں بن سکتی۔ اگر عرصہ کے وقت مجبوری  
 انتقام نہیں لے سکتا اور عرصہ پہنچتا ہے تو یہ عرصہ کیسے گزرے گا۔ اگر عرصہ نہ گزرے گا تو  
 معنی کسی کو شقیل اور گر ان جاتے ہیں اور کسی سے بغض و نفرت کوئی سخت منع کی گئی  
 ہے چنانچہ ہمارے نبی اکرم فرماتے ہیں: "المومن یبسط یمنہ و یسخر یدہ و یسخر یدہ و یسخر یدہ  
 سے آہستہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اول حد یعنی کینہ کے باعث سے یہ تمنا ہو کہ دوسرے کے پاس  
 سے نعمت جاتی رہی اگر کسیکو کچھ نعمت ملے تو خود غم ہی میں اپنا فیصلہ کر دے اور اگر اس پر مصیبت  
 آوے تو خوش ہو حد منافقین کا فعل ہے مومن کی یہ حد نہیں کرتا۔ دوسرے حد کا باطن  
 میں امین ہو جانا۔ پھر دوسرے شخص سے عیب، ورنہ اس حالت میں قطع تعلق کرنا کہ جب وہ  
 ملنا چاہتا ہو۔ چہ ہے اسکو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ یا سچوں نا جائز کلمات اسکی نسبت زبان پر لگنے  
 جیسے باتوں میں اس سے تہنوں اور مسخر کرنا سوا میں اسکو بار و غیرہ سے جہائی  
 اپنا ہو جانی۔ اسوں اگر اسکا حق اپنے ذمہ ہو اسکے ادا سے باز رہنا۔ مثلاً قرض کا دنیا  
 یا صلہ رحم کا سنا نہ لانا یا کوئی چیز اسکی دہانی ہوئی ایسہ لینا۔ ان آہوں چیزوں کو اسلام

[illegible]

تو آپ نے فرمایا کہ ہاں، ہم اللہ کی معفرت کو دوست رکھتے ہیں اور ہر جو کچھ نہ یا کرے تب وہ بدستور دینے لگے اس سے زیادہ نرمی کی تعلیم اور کیا ہو سکتی ہے کہ دشمنوں سے یہی سمدی برتنے کی ایسی سخت تاکید کی گئی ہے اور ارشاد کیا گیا ہے کہ محققان ما توادب شتہ داروں وطن چھوڑنے والوں کو خواہ وہ دشمن ہی ہوں ان کا قصور معاف کر کے ان سے نرمی کرے اور ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اسلام عفو اور حسان کی فضیلت پر بیان کرتا ہے

عفو کے معنی یہ ہیں کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اس کو چھوڑ دیو۔ مثلاً قصاص قتل وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اس کو اس سے بری کر دت اس کی تعریف و ثنا بہت آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جیدہ عین اللہ تعالیٰ سے ہے۔  
 ، خدا العفو و امر بالعرف و اعراض عن الجاہلین و معاہدہ کیا کر اور نیک کام نہ کیا اور نہ  
 سے کنارہ کر اور فرمایا ، ان تعفوا اقرب لتقویٰ یعنی اور تم اگر درگزر کرو تو قریب ہے میرے  
 نبی اکرم ارشاد کرتے ہیں ، التواضع لا یزید العبد الا رفقا لا رفقا منہم ویرفعکم اللہ و انعم  
 لا یزید العبد الا عزا فاعفوا بعزکم اللہ و الصدقات لا یزید المال الا کثرۃ الصدق  
 یہوہم اللہ دہیئے تواضع بندہ کو برتری بخشی ہے پس تواضع کر خدا کو برتر کر لیا اور

و اما بعدمانی در ترغیب و ترقیب و ابوسفور در فردوس بر دایت انس -

معاف ہی کرتا ہے جو بندہ کی عزت بڑھاتا ہے پس معاف کرو خدا اے تعالیٰ مکمل درود و نیکاری عظیم  
 ہی، جو مال میں برکت زیادہ کرتا ہو، مال میں کثرت تیار کر دے، جو دوا دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو کچھ چاہے  
 عین ایمان و اسلام میں اور سب لے بی کرے ان جیسے پیشہ پر اثر الفاظ میں ناکہ دے دیا ہے، و حضرت عیسیٰ فرماتے  
 ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرم صلی خدمت میں حاضر ہوا اپنے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا کہ اے عقبہ دنیا و  
 آخرت کے لوگوں کے اخلاق میں سے جو افضل ہیں وہ میں کو بتانا ہوں۔ <sup>۱</sup> اتصال من قطعت  
 و لقطی من حرمتك و تعفو عن ظلمات و لیغنی عنک تو اس سے جو تجھے نہ ملے اور تو اسکو دے جو تجھ کو نہ  
 اور اسکو معاف کر جو تجھ پر ظلم کرے و حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی ارشاد کیا۔ <sup>۲</sup>  
 اذا بعث الله الخلق يوم القيامة نادى مناد من تحت العرش ثلاثة اصوات يا معشر الموحدين  
 ان الله قد عفا عنكم فليعف بعضكم عن بعض و یعنی جب قیامت کے دن خدائے تعالیٰ خلق  
 کو اٹھاویگا تو ایک پکارنیوالا عرش کے نیچے سے تین آوازیں دیگا کہ اے گروہ موحدین اللہ تم کو  
 معاف کر چکا ہے اب ایک دوسرے کو معاف کرو۔

## اسلام حسد کو سخت بُرا بتاتا ہے

نبی اکرم صلی فرماتے ہیں: <sup>۱</sup> الحسد یا کل الحنات کما تاكل النار الحطب یعنی حسد نیکون کو ایسا شرب  
 رتا ہے کہ جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ و۔ پھر نبی اکرم صلی ارشاد کیا، <sup>۲</sup> ما کان حسداً الا کفراً  
 و کلاً اب و د کو نو اعباد اللہ اخوانا د یعنی ایمان ایک دوسرے سے حسد نہ کر و نہ ایک دوسرے  
 سے ملنا چھو و نہ بغض کرو و نہ رشتہ توڑو اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بہائی و نبی نے دوسری جگہ  
 صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ اگر تم آپس میں دوستی نہ رکھو گے تو کبھی مسلمان نہیں رہ سکتے  
 سداً گویا اسلام کو جوڑے اکٹیر کر پھینک دیتا ہے۔ اور حسد ما حدیثین اسباب میں آئی ہیں جو سبب  
 دل کے ہم بیان نہیں درج کر سکتے ان بطور اختصار کے بہرہی دو چار حدیثیں ضرور پیش  
 کریں گے۔ نبی اکرم صلی ارشاد کرتے ہیں، <sup>۳</sup> کاد الفقر ان یحون کفرا و کاد الحسد ان یغلب القدر  
 نے قریب ہے کہ فقری کفر ہو جاوے اور حسد تقریر غالب ہو جاوے و پھر فرمایا، <sup>۴</sup> ما کان عقیب  
 ری امت من اور امتوں کا مرض پہلے کا لوگوں نے غرض کیا کہ اور امتوں کا مرض کیا ہے  
 یا ما، <sup>۵</sup> الا تم البطرح الیکاث و التناقض فی الدینا و التباعد و التماسد حتی یكون البغی ثم  
 ان الطرح دو یعنی تجھتر۔ اترانا اور بہتایت جلدانی اور دنیا میں حرصا حرصی ہونا اور ایک  
 خرابی در حکام اخلاق بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ <sup>۶</sup> کاد ان یجوز فی دروغا۔

ابوہریرہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دابن ماجہ بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ <sup>۷</sup> کاد یہ یجوز فی  
 شہ ہے کہ یہ بھی دشمنی دابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ <sup>۸</sup> کاد یہ یجوز فی دروغا۔





## { بارہوان باب }

## جہاد اسلام

”لا اکراہ فی الدین“

( دین میں زبردستی نہیں ہے )

جس تیزی اور شتابی سے دین اسلام پھیلا وہ نظارہ تاریخ عالم میں ایسا حیرت انگیز ہے کہ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ مسیحی مذہب صدیوں تک ادھر ادھر کسی کونہ میں چھپا پڑا رہا اور اگر اس نے ایک مدت مدید کے بعد ترقی ہی کی تو صرف ایک نصف بت پرست سلطان کے ذریعہ سے وہ ذریعہ ایسا شرمناک ہے کہ اسکو عداۃ القلم نہیں کیا جاتا۔ مگر اس کے مقابل میں اسلام نے صرف تیس برس کے عرصہ میں لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں گہر کر لیا اور اس کی خدا پرستی کی زمین پر خوف صحراؤں کی سنائی کی صدیوں اور سمندروں کی ہولناکیوں کی روبرو کر کے ساتھ اس کونہ سے اسکو نہ تک گزر گئیں۔ کوہِ حرا کی سہاونی آواز ایک صدی کے اندر اندر عربی ریگستانی بگلوں کے چکروں سے زبردستی نکل کر تیز تر اعظمیوں کو روندتی ہوئی اس پارسو اس بار چلی گئی۔ گسری اور قیصر کی بے تعداد اور آہستہ آہستہ افواج نے ہر جہد چاہا کہ انہی دو دہائی تلواروں سے اس بڑھتی ہوئی لین و ڈری کو کاٹ دین مگر انہیں اس ریلے کے آگے پس پا ہونا پڑا اور وہ معہ انہی سلطنتوں کے جنہا انہیں صدیوں سے ناز تھا تباہ و برباد کر دیے گئے اور بجائے پختہ و ظلم و ستم کے اخلاق اور انصاف پھیل گیا۔ اس شتابانہ ترقی کو دیکھ کر بعض دشمن اسلام کلمہ یہہ الزام قائم کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے اتنی جلدی پھیلا گیا کہ نہ محض تلوار سے نہ اسکا اتنی جلدی اسلام کی اشاعت ہوئی یہہ الزام حقیقہ بودا اور کفر ذرہ اسقدر ہے کہ جس کا ہرگز یہہ کہہ ہی اسلام کی تاریخ سے دلچسپی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مسلمانوں نے انک ایک شخص کو ہی تلوار سے مسلمان نہیں کیا۔ جہاد کا لفظ عموماً ناخواندہ اور عوام سے مخفی رہا۔ لیکن یہ کہ اسلام میں کسی دوسری قوم سے کہ جو مسلمان نہیں ہے ناحق خدا کا جنگ کرنا عدال و قتال کرنا فرض اسلام ہے حالانکہ یہہ محض لغو اور نرا یہہ وہ خیال اسلام نے کسی دوسری قوم سے خدا واسطے لڑنے اور عدال و قتال کو منع کیا ہے وہ کہی جا

ہنہیں دیتا کہ خدا کی بادشاہت میں ایک قطرہ ہی بھی نوع کا گرسے قرآن میں یہہ ایت ہو  
 ہے کہ لفظ دنی کا رخص دینے زمین میں فساد نکرو۔ جو مسلمان ہو کر بھی اسے مانے اسلام آ  
 اپنے دائرہ میں لانا ہنہیں پسند کرتا۔ اور اس پر نظر ڈالکر بھی بعض مخالف اسلام بھی کہے جائیز  
 کہ مسلمانوں نے جہادوں کی آڑ میں لاکھوں کو مسلمان کر لیا تو خدا ان کی حالت درست کرے  
 اور وہ بیشک قابل رحم ہن۔

جہاد کی دو مشین قرار دی جا سکتی ہن ایک ملکی اور ایک عہبی۔ ملکی وہ جہاد ہے جس سے ملک گیری  
 مقصود ہو مخالفین کے مذہب سے اسکو کوئی تعلق نہو وہ مسلمانوں سے ہی ویسا ہی کیا جاتا ہے  
 جیسا کہ مخالفین اسلام سے۔

مذہبی جہاد وہ ہے خہن مذہب اسلام کا تحفظ مد نظر ہو اور وہ ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جو مسلمانوں  
 کے مذہب میں دست اندازی کرن۔ اور مسلمانوں کو تکلیف دین۔ ملکی جہاد اصول اعراض اہل اسلام کے  
 ترک کی ہم قرض مسلمین پر ایک صاحب ملکات سلطنت میں یکم کو یا عہن ابھر کر پانی قوم کابل پر کرنا اور اسس کی  
 شوکت اور عظمت کا سکہ جانا اور اسکی عہب اب کو زمانہ۔ دون میں بیٹانا اور دوسرے کو پ  
 ماتحت کرنا اور اس ذریعہ سے عامہ خلاق میں حفظ امن قائم کرنا اس جہاد (یا لڑائی) میں  
 کے مذہب کا ذرا لحاظ ہنہیں ہوتا جو لوگ ذمی شوکت اہل اسلام کی اطاعت سے خارج ہوں مسلمان  
 ہوں خواہ اقوام غیر ان سے وہ لڑتے ہن اور اپنی قومی جمیعت اور سلطنت قائم کرتے ہن ہی نظر  
 اس جہاد کو ملکی لڑائی کہا جاتا ہے۔ ملکی جنگیں جو باغیان سلطنت کی اغوا سے وقتاً فوقتاً سلطنت  
 میں بھرتی رہتی ہن ان کی مدافعت کے لئے ہمیشہ اسلام نے تواریا تہہ میں لی ہے۔ ان ملکی جنگوں  
 سے اسلام کو کچھ تعلق ہنہیں ہے کیونکہ اسلام نے اسلئے اسہن ہدایتیں زیادہ ہنہیں کی ہن کہ مصلحت  
 وقت پر عموماً یہہ باتیں موقوف ہوئی ہن۔ دین اور چیز ہے اور حکمرانی کرنا یہہ دوسری چیز  
 اسلام ہبارہ میں کچھ دست اندازی کرنا ہنہیں چاہتا۔ یہہ باتیں سلطانوں کی آرا پر منحصر  
 ہن یوں اسلام میں ہر شاہ اور سلطان کے فرائض قائم کئے گئے ہن گران فرائض اور ملکی  
 معاملات کی پیچیدگیوں کو مصلحت وقت کے مطابق سلجھانے کے کاموں میں زمین آسمان کا  
 فرق ہے۔ مثلاً دین اسلام میں کوٹ بیلون پہنے اور یورپین قانون جنگ کے مطابق قوان  
 سیکھنے اور دشمن سے سینہ سپر ہویکا کوئی ذکر ہنہیں ہے اسلئے کہ ان باتوں کو مذہب اسلام سے  
 کچھ تعلق ہنہیں ہے اسلام اگر ہدایت کرتا ہے تو صرف یہہ کہ کسی پر ظلم نہ کرو انصاف کو نہ کرو  
 مسلمان وغیرہ مسلمان کی تمیز نہ کرو خلقت کے امن و آسائش کی خواہ وہ جن تدبیروں سے ممکن  
 ہو سکے کوشش کرو باغیوں کی بغاوت اور خنہ اندازوں کے رخنہ سے ملک کو محفوظ رکھو۔

اگر سب یہ نہ بتا تا کہ محفوظ رہنے کی یہ بہتہ تدبیر بنی یوں تو پین ڈھلی ہوئی استعمال کروا دیتے  
 جیسے بیٹے قلیتے بنا د اسلام ان باتوں سے کوسوں ہے اب یہ سلطان کے دماغ اور تہذیب  
 پر منحصر ہے۔ ملکی لڑائی اگر اچھی بنا رہی تھائی جائے یعنی اپنی رعیت کے تحفظ کو نہ نظر سے ہٹا تو  
 سلطان کی نیک اعمالی ہے خواہ وہ کسی قوم اور کسی گروہ کا ہو اور جو ملکی جنگ کسی ذاتی عداوت  
 یا سخط نفس کے لئے پھڑکائی جائے تو اس جنگ کا نیک و بد جواب دینے والا خود حاکم یا حکمران ہوگا۔  
 جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلام میں ملکی تدابیر کا یہی رستہ بتایا گیا ہے محض لغو اور بے بنیاد  
 بات ہے۔

مذہب میں جہاد کے اصول و اغراض حفظ و حمایت اسلام اور مخالفین اسلام کی اس ضرورت مانی کی  
 عداوت کرتی ہیں کہ جس سے اسلام کو خاص دھچکا لگنے کا ڈر ہے یہ ان مخالفین اسلام سے  
 نہیں جاتا ہے جو مذہب اسلام کے مزاحم ہوں مسلمانوں کو مذہبی لحاظ سے ستا دیں ان کی مذہبی  
 ضرورتیں دست اندازی کریں ارکان دین اسلام روکنے کے لئے مسلمانوں کو مجبور کریں  
 تنہا ایسی حالت میں ان کے مقابلہ پر محض تحفظ دین کے لئے دلوں اور ہٹانا جائز خیال کیا  
 جاتا ہے۔ یہی حالت میں ہی مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ مخالف کو اس کے پہلے مذہب کی  
 ضرورتوں سے لئے نہ قتل کروند اسکا گھر لوٹو اور نہ اسے جبراً مسلمان بناؤ۔  
 اس موقع پر بنی بنین چاہتا کہ ملکی جہاد یا جنگ کے متعلق کچھ بحث کروں میری اس کتاب کو  
 لکھنے والوں سے زیادہ تعلق بنین ہے صرف مذہبی جہاد پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں اور اس کے  
 واپس مقصد وہی ہے۔

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور صلی مطالب خداوندی سے نہیں ہے جو مخلوق کے پیدا کرنے  
 پر راہنما کے پہنچنے سے منظور آتی ہیں بلکہ اصل مقصد و پیدائش مخلوق اور رغبت و تعلق  
 خدا کی عبادت و ذکر ہے۔ جہاد صرف اس عبادت و ذکر کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے جیسا  
 کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ما خلقت الجن و الآلہن الا لیسجدوا لی یعنی ہم نے جنوں  
 و آدمیوں کو کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اور یہ فرمایا "و ما اخرج  
 لیسجدوا للہ تخلصین لہ الدین خفاء ویقوموا للصلوۃ و لیتوا الزکوۃ وہ  
 سے ان کو بجز اس کے کچھ حکم نہیں ہو کہ وہ خدا کی خالص عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور  
 صلوۃ دین و دادر فرمایا "الذی خلق الموتی و الحیوة لیسئلکم انکم احسن عملاً و وہ دیکھنے والا  
 اس لئے پیدا کرتا اور راتا ہے کہ تم میں سے نیکو کار معلوم ہوں وہ ان آیتوں سے انسانی  
 چیز الہی کی غرض صاف کہل گئی۔ ان سے صاف معلوم ہو گیا کہ ان کسی ملک فتح کرنے

اب یہہ بتانا کہ محفوظ رہنے کی یہہ یہہ تدبیرین بین یون لوہین ڈہلی ہوئی استعمال کروا دیے  
بڑے بڑے قلعے بناؤ اسلام ان باتوں سے کوسوں ہے اب یہہ سلطان کے دماغ اور تئیب  
پر منحصر ہے۔ ملکی رائی اگر اچھی بنا رہا تھا لی جائے یعنی اپنی رعیت کے تحفظ کو مد نظر رکھ کر تو  
وہ سلطان کی نیک اعمالی ہے خواہ وہ کسی قوم اور کسی گروہ کا ہو اور جو ملکی جنگ لسی ذاتی عدا  
یا حفظ نفس کے لئے بڑکائی جائے تو اس جنگ کا نیک و بد جواب دینے والا خود حاکم یا حکم ان ہوگا  
جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلام میں ملکی تدابیر کا یہی رستہ بتایا گیا ہے محض لغو اور بے بنیاد  
بات ہے۔

مذہبی جہاد کے اصول و اغراض حفظ و حمایت اسلام اور مخالفین اسلام کی اس ضرر رسانی کی  
مداخت کرتی ہیں کہ جس سے اسلام کو خاص و بچکا لگنے کا ڈر ہے یہہ ان مخالفین اسلام سے  
یا جاتا ہے جو مذہب اسلام کے فراعہم ہوں مسلمانوں کو مذہبی لحاظ سے ستاویں ان کی مذہبی  
الادی میں دست اندازی کریں ارکان دین اسلام روکنے کے لئے مسلمانوں کو مجبور کریں  
تو ایسی حالت میں ان کے مقابلہ پر محض تحفظ دین کے لئے دتوارا وٹھانا جائز خیال کیا  
جاتا ہے ایسی حالت میں ہی مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ مخالف کو اس کے پہلے مذہب کی  
مراہمی کے لئے نہ قتل کرو نہ اسکا گھر لوٹو اور نہ اسے جبراً مسلمان بناؤ۔

اس موقع پر میں نہیں چاہتا کہ ملکی جہاد یا جنگ کے متعلق کچھ بحث کروں میری اس کتاب کو  
یسی باتوں سے زیادہ تعلق نہیں ہے صرف مذہبی جہاد پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں اور اسی کا  
ہی مقصود یہی ہے۔

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور اصلی مطالب خداوندی سے نہیں ہے جو مخلوق کے پیدا کرنے  
اور انبیاء کے بھیجنے سے منظور الہی ہیں بلکہ اصل مقصود پیدائش مخلوق اور بعثت رسولوں سے  
ان کی عبادت و ذکر ہے۔ جہاد صرف اس عبادت و ذکر کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے جیسا  
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" وہ یعنی ہم نے جنوں  
اور آدمیوں کو کسی کام کے لئے بجز اپنی عبادت کے پیدا نہیں کیا۔ اور یہ فرمایا "وَمَا أَرْأى  
لِیَعْبُدُوا اللَّهَ تَخْلِصِينَ لَهُ الدِّینَ حَقَّاءُ وَیَقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَّکَاةَ وَهُمْ عَلٰی خَدَعٍ" خدا  
نے ان کو بجز اس کے کچھ حکم نہیں ہو کہ وہ خدا کی خالص عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور  
زکوٰۃ دین دو اور فرمایا "الذی اَخْلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیْوةَ لَیَبْلُوْکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" وہ یعنی خدا  
نے اس لئے پیدا کرنا اور مارتا ہے کہ تم میں سے نیکو کار معلوم ہوں وہ ان آیتوں سے انسانی

پیدائش کی غرض صاف کہل گئی۔ ان سے صاف معلوم ہو گیا کہ ان کسی ملک فتح کرنے

اپنی شوکت قائم کرنے کے واسطے کیسے قتل کرنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے اس کی یہ بات اس کا  
منشا صرف یہی ہے کہ وہ خدا کی خالص عبادت کرے اور خدا پرستی کی اشاعت میں کوشش کرے  
اسکی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے،، وفسر السنة ان افضل الاعمال  
واجبها الى الله العبادۃ والذکر عن بن مسعود رضی اللہ عنہ قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
والہ وسلم اے الاعمال احب الی اللہ قال الصلوۃ لوفتها قلت ثم ائی قال بر الوالدین قلت ثم  
الحمل قال الجہاد فی سبیل اللہ واما الشیخان (مشکوۃ) یعنی سب کاموں سے افضل خدا کی عبادت  
و ذکر ہے ابن مسعود نے آپ کے دریافت کیا کہ خدا کو سب علموں سے زیادہ پیارا کون سا عمل ہے آپ نے  
فرمایا نماز اپنے وقت پر کہا پھر کون سا عمل آپ نے فرمایا کہ ان باب سے نیکی کرنا کہا اس کے بعد کہ نماز ہے  
فرمایا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور حدیث میں آیا ہے،، وعن ابی الہمام اذ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا ابنکم بجزاۃ اعمال فان کا ہا عند ملیکم و امر فہما فی ورجا فکم  
خیر لکم من انفاق الذہب والفضۃ وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فقتلوا العناۃ ثم فی  
اعناۃ فکم قالوا بل قال ذکر اللہ و ما لک و احمد و ترمذی (مشکوۃ) یعنی ابو درداء نے  
روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو سب علموں سے بہتر خدا  
کو نزدیک یا کثیر تر اور درجات میں سب سے بڑا اور جانبداری سونا خرچ کرنے اور دشمن سے لڑ کر  
اسکی گردن کاٹنے اور اپنی کٹولنے سے بہتر نہ بتاؤں لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں بتاتے آپ نے  
فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے،، پھر حدیث میں آیا ہے،، وعن ابو سعید الخدری ان رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سئل ائی الاعمال افضل و اس رفع درجۃ عند اللہ یوم القیامۃ قال  
الذکر و اللہ کثیرا و الذکر اکراب قیل یا رسول اللہ و من العازی فی سبیل اللہ قال لوضہ لیسفہ  
فی الکفارۃ و المشرکین حتی تنکسر تحتہ ما فان ذکر اللہ افضل منہ درجہ سدا و احمد و ترمذی  
(مشکوۃ) یعنی ابو سعید خدری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی  
سب علموں سے افضل اور درجہ میں بالاتر عمل کا سوال کیا تو آپ نے ذکر کر نیوالوں کا حال  
بیان فرمایا سائل نے پوچھا کہ وہ خدا کی راہ میں لڑ نیوالوں سے بھی بہتر ہے آپ نے فرمایا ہاں  
اگرچہ لڑ نیوالا مشرکین پر تلوار توڑ دے اور خون میں رنگا جائے تو یہی ذکر کرنا والا اس سے  
افضل ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے۔

حد اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کو جو بلا شہرہ و سترہ جائز نہیں اوقات پر مقرر ہے اور  
ان باب کے ساتھ احسان کرنے سے کم وجہ بہتر فرمایا ہے۔  
و۔۔۔ ان ہی شہرہ سے جو جہاد کے لئے مقرر ہیں بلا وجود مشرک یا کفری جہاد، شرعی نہیں کہلاتا امام احمد و اس کے  
اس کے علاوہ عوام الناس کا جہاد کے نسبت اگر اور کچھ خیال ہو تو وہ شخص خود اور بلا ذکر ہے اسلام سے اسکو  
یہی تعلق نہیں ہے۔ نہ پہلے کہی ہو نہ اب ہے نہ تینہ ہو گا۔



وعن معاذ قال قال رسول الله صلعم یا معاذ هل تدري ما حق الله فارت الله ورسوله اعلم  
 قال حق الله على العباد ان يعبدوا ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله ان يعذب من يشاء ولا يشركه  
 به شيئا واما الشيطان (مشكوك) يعني معاذ بن جبل سے آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے خدا کا  
 حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق خدا پر کیا ہے انہوں نے عرض کیا خدا اور رسول خوب جانتے ہیں  
 آپ نے فرمایا خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور بندوں  
 کا حق خدا پر یہ ہے کہ پیروہ ان کو عذاب نہ کرے ” اور حدیث میں آیا ہے ” وعن ابی ہریرۃ  
 قال قال رسول الله صلعم من امن بالله ورسوله واقام الصلوة وصام رمضان كان حقا على الله  
 ان تدخله الجنة جاهد في سبيل الله او جلس في ارضه التي ولد فيها قالوا افلا ينشر به الناس قال  
 اني في الجنة هامة درجة اعبد الله للجاهدين الخ راه البخاری (مشكوك) یعنی ابو ہریرہ رضی  
 اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خدا و رسول پر ایمان لایا اور نماز روزہ  
 کو اس نے ادا کیا اس کا خدا پر حق ہو چکا کہ اس کے بہشت میں داخل کرے خواہ وہ خدا کی راہ میں لڑا ہو  
 خواہ اسی جگہ بیٹھ رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا ہو گوئی نے عرض کیا کہ یہ خوشخبری ہم لوگوں میں نہ سنائی  
 آپ نے فرمایا بہشت میں سو درجے ہیں جو مجاہدین کے لئے تیار ہیں یعنی جہاد کرنے والے تو ان درجوں کو  
 اس فقرہ آخر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں جو مجاہدین کے لئے بشارت وارد ہے ایسا ہی جو اور روایات میں  
 جہاد پر اجر و ثواب اور ترک جہاد پر ناخوشی اور وعید عذاب وارد ہے لیکن پیڑہی ہمارے منشاء  
 سے مخالف نہیں اس لئے ہم کہہ چکے ہیں کہ اگر کوئی ارکان اسلام ادا کرنے میں مانع آئے اور فرائض میں  
 انجام دہی کے لئے روکے بیشک اس شخص یا گروہ یا قوم یا ملک سے صرف اپنے تحفظ دین کیلئے  
 جان کھانا اور لڑنا یا جہاد کرنا جائز ہے ۔ اس مسئلہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اسلام و ایمان کا  
 کمال اور مسلمانوں کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں مسلمانوں کو اگر دین سے روک ہو تو صرف  
 جہاد سے انکی نجات اور کمال ایمان متصور ہے لہذا اقوام غیر کا مسلمانوں کی نسبت یہ گمان کہ جو  
 انہیں بکا اور مذہب کا سچا ہو گا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کریں کا ضرور ارادہ رکھتا ہو گا محض  
 غلط اور نہایتان ہے جو مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یہی ہے ۔

### دوسرا مسئلہ

مذہب جہاد نہ اس غرض سے مشروع ہے کہ کافر کو دنیا میں کفر کی سزا دیں نہ اس غرض سے ہے کہ

کافر کا لفظ ایک ایسا کلمہ اور صیغہ تھا جاتا ہے کہ جسکی کوئی انتہا نہیں ایک قوم دوسری قوم کو حقارت کی نظر سے کافر  
 کہتی ہے اس سے متعلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ کافر کے معنی اور اس کے استعمال اور اہمیت کے واقف نہیں ہیں اس لئے  
 انہیں اپنے نسبت کا کافر کا لفظ عاید ہوتا ہو اور معلوم ہوتا ہے دراصل کافر کے معنی منکر کے ہیں اور یہ ملل خون میں لیا ہوا ہے اور نسبت  
 کفر ایک فرقہ مجاہد مذہب کے جس کو منکر ہو کافر کہا جاسکتا ہے جسے کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذہب کا



ان کو جبراً مسلمان کریں اس جہاد سے غرض جو خدا اور رسول کے کلام سے سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمانوں کو مخالفین مذہب کی خراجت بجا ہے بجا وین اور خدا کی عبادت کا اور جو مخلوق کی پیدائش اور نبیوں کی بعثت سے مقصود خداوندی ہے) راستہ صاف کریں اور اس راستہ سے روکنے والوں کو راستہ سے ہٹا دیں۔ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عمری اور آپ کی تلقینات دیکھی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی کسی مذہب یا دود و نصرت کے مقابل میں نہ خود تلوار اٹھائی نہ مسلمانوں کو جنگ کرنے کے ہدایت کی جب تک کہ کسی قوم نے امتدادِ رجبہ نہ ستایا ہو اور امن آمان میں خلل ڈالنے کی کوشش نہ کی اور ارکانِ سلام میں خلل اندازی کرنے کی تدبیر میں نہ کی ہوں گذشتہ بابوں میں ہم نے جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عمری اور آپ کی جنگیں بیان کی ہیں ان سے صاف کہتا ہے کہ نبی نے کس صورت اور کس حالت میں جنگ کرنے کے لئے ارشاد کیا ہے جسکا مختصر بیان ہم اور ہی کر سکتے ہیں چنانچہ کلامِ مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، **وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوا نَكُمْ وَارْتَدُوا** **عَنْكُمْ لَا تُحِبُّوا الْمُتَدِينِينَ** دہ یعنی خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اس سے آگے نہ بڑھو خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت سے ان معترضوں کا اعتراض منہ کے بل گر جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں خواہ مخواہ کفار یا غیر اسلام سے جنگ کرنا جائز یا فرض ہے۔ خدا نے صاف فرمادیا کہ میں حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اسکے یہی معنی ہیں کہ جب تک کوئی تم سے خود جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہوگز قبضہ شمشیر براتھ نہ ڈالو۔ دوسری آیت قرآن مجید میں قوم شموئل سے نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے نبی سے کہا، **قَالُوا أَوْ مَا لَنَا أَنْ لَا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءُنَا تُنَازِلُنَا** یعنی ہم خدا کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے جب ہم اپنے گہروں اور اولاد سے نکالے گئے ہیں۔

ایسی حالت میں لڑنا فرض ہے کہ جب ہمیں کوئی وطن سے بے وطن کرے اور ہمیں گہروں سے نکالے اور ہمیں ہماری اولاد سے جدا کرے اس سے جنگ کرنا اور اپنے اپنے تحفظ دین کے لئے خون بہا دینا فرض ہے دوسری جگہ قرآن شریف میں مسلمانوں کو مخاطب ہو کر خود فرمایا، **وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا** دہ یعنی تم کو کیا ہوا ہے تم خدا کی راہ میں اور عاجز و کمزور اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں خدا یا بھگواس ظالم کی مٹی سے نکال نہیں دیتے، اس آیت سے بھی صاف ہوتا ہے کہ جب تک یہ حالت واقع نہیں ہو کہ کسی طرف منہ ہو نا چاہیے اور مسلمانوں ہی پر کیا تو ہر قوم جب اس طرح بتائی جائے گی اور اپنے گہروں سے لے کر گھائی تک ہر طرف سے

کافر یعنی مشرکین، عیسائی، ہندو، اور کفار کے ہاتھوں سے اپنے گہروں سے نکالے جائیں اور ان کی جان و مال کا نقصان ہو تو ان سے کافر ہونا اس قدر ہر قسم (اسلام) کو کہتا ہے کہ اس لفظ کافر کو لوگ اس جھارت اور نصرت کی نگاہ سے دیکھیں جو اب تک دیکھتے چلے آئے ہیں۔ ہر شخص ایک نہ ایک چیز کا کافر یعنی منکرین حکم ہے۔

حالت میں ہونی چاہئے ایسی صورت میں اپنے تحفظ کے لئے ظالم کو پس پا کر ناہنر فرد بشر پر لازم ہے اسلئے خدا نے ان ہی قیود کے ساتھ جنگ کرنے کی مومنوں کو رخصت دی ہے۔ ہمارا یہہ  
 دعویٰ ہے اور ہم اپنے دعویٰ میں پختہ اور صحیح ہیں کہ قانون اسلام یا ارکان اسلام قانون قدرت  
 پر مبنی یا مبنی ہیں۔ کوئی بات ایسی اسلام میں نہیں ہے کہ جو قانون قدرت کے مطابق نہو جہاد جو  
 نیز اسلام کے لئے ایک خوفناک لفظ ہے اور جس کے سننے سے بعض وقت رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں  
 صرف اس جنگ کو کہتے ہیں جو اپنی حفاظت کے لئے کی جاتی ہے۔ یا ایسی حالت میں کہ کوئی دشمن  
 ہمیں ہمارے گھر اور وطن سے نکالے یا ہمیں اپنے ارکان مذہب کے ادا کرنے میں مانع آئے۔ اور ایک  
 آیت میں جہاد کی اصلی ماہیت کو کہہ دیا۔ **لَا دَعْوَا لَوْ تَكْفُرُونَ لَكُمْ كُفْرًا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَحْتِجُوا**  
**صَنْحَكُمْ أُولِيَاءَ حَتَّى يَخْرُجَ سَبِيلَ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوا حُرْمَتَهُمْ وَأَقْلُوهُمْ حَيْثُ تَجِدُوهُمْ وَلَا تَقْبِضُوا مَنَّهُمْ وَلَا**  
**تَقْتُلُوا أُولَ الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءَ كُمْ حَصْرَتٌ مِمَّا رَافَعُوا إِنْ يَفْعَلُوكُمْ**  
**أَوْ تَقَاتَلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ قَاتَلُوكُمْ وَلَمْ يَفْعَلُوا كُمْ**  
**وَأَقْبَلُوا إِلَيْكُمْ أَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَكُمْ عَلِيمًا يَعْلَمُ مَا كُمْ وَأُرَاسُ كُمْ** اور اس کے اظہار کے کافر چاہتے ہیں تمہاری  
 ویسی ہی کافر ہو جاؤ پس ایک جیسے ہو رہو تم ان کو دوست نہ بناؤ جب تک کہ خدا کی راہ میں وطن  
 نہ چھوڑیں یہہ لوگ (ہمارے دشمن) تمہاری دوستی سے منہ پھیریں تو ان کو پکڑو اور جہان پاؤ مارو  
 سجزان کے جو تمہارا کھرد پیمان والوں سے جا بلیں یا وہ تم سے اور تمہارے دشمنوں دونوں سے  
 لڑنیکو پسند کریں۔ خدا چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کرتا اور وہ تم سے لڑتے اب جو وہ تم سے کنارہ گیر کر  
 ہیں اور تم سے نہیں لڑتے اور صلح کا پیام دیتے ہیں تو خدا نے ان پر کھڑے کیا ہے نہ نہیں دیا۔  
 اس آیت شریف کے ہر لفظ سے جہاد کی ماہیت کہلتی ہے اور حقائق معلوم ہوتا ہے کہ مخالف سے  
 جنگ کرنے کی اجازت کس حالت میں دی گئی ہے کہی قرآن شریف میں اس حکم نہیں ہے کہ جو  
 قانون قدرت کا مخالف ہو۔ جتنے ارکان اسلام میں سب کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور چھین پائیں  
 کے رجحان اصول نے بھی تسلیم کر لیا ہے جہان تک غور میں نظر ان جہادی احکام پر ڈالی جاتی ہے  
 کوئی بات ایسی پیدا نہیں ہوتی کہ جس سے فساد کی بو آتی ہو اور یہہ خوف معلوم ہوتا ہو کہ جہاد  
 کا نام ایک تہر کو دے۔ برخلاف اس سخت حکم کے کہ جو انجیلوں میں حضرت عیسیٰؑ کا موجود ہے چنانچہ  
 حضرت عیسیٰؑ خود فرماتے ہیں۔ **یَا یہوہ مت سبھو کہ لین زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ**  
**لو کہ چلائے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی**  
**ساختہ کردوں** (متی کی انجیل باب ۱۰-آیت ۳۴-۳۵) اس جنگی روح اور ان مقدس قوانین  
 احکام میں کتنا فرق ہے قرآن ہرگز نہیں بتاتا اور اجازت دیتا ہے کہ امن میں خلل اندازی کی جائے

قرآن شریف کی روشنی میں آیت موجود ہے جس میں صاف آیا ہے کہ، "اللہ مفسدین سے نجات دینے کے لئے ہرگز ہٹتا نہیں" اور وہ احکام جو ہم آگے بیان کرینگے یا کچھ بیان کر آئے ان معقول سرتاپا محض انصاف پر مبنی سمجھئے ہوئے احکام کو حضرت علیؑ کے اس غمخوار قول سے مقابلہ کر لیا جائے ایسی حالت میں یہی تعجب ہے کہ اسلام ہی کو یہودہ اور غیر متبع الزامات سے خدا واسطے خواہ مخواہ ملامت گردانا جائے اور نہ نئے اعتراض گہر گہر کر دل کے جلے پہونے پہونے سے بائیں۔

قرآن مجید میں جن لوگوں کو جنگ کر نیک حکم ہوا ہے وہ ظالم ہیں جیسا کہ اس آیت شریف میں موجود ہے، "الافعلوا لکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر" یعنی تم ظالموں سے نہ لڑو گے تو زمین میں بڑا فتنہ و فساد پھیلے گا اور اس سے یہی زیادہ صریح آیت میں جنگ کے لئے یہ حکم ہے، "ان اللہ یدفع عن الذین امنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفر" ان الذین یقاتلون یا تحکم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لذل الذین امنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفر" ان یقولوا ربنا اللہ و لا دفع اللہ الناس بعصم بعض لحد مت صواع مع وسیع وصلوات و مساجد یل کو دینہا اسم اللہ کثیرا یعنی خدا مسلمانوں کو ایذا سے روکتا ہے۔ "ناشکر فائون کو پسند نہیں کرتا جن کو ظالم لوگ لڑتے ہیں ان کو ظالم ہونے کے سبب لڑنی کی اجازت ہے خدا ان کی مدد پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گہر و گہر کا حق نکالنے لگے ہیں اسی بات کے سبب کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ بچا دیتا تو گریبے (عیسائیوں کے خبیث) یہودیوں کے عبادت خانہ اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے سبھی دہانی جائیں اور اس آیت شریف سے یہی صاف پایا جاتا ہے کہ خدا نے ایسی حالت میں جنگ کے لئے کہا ہے کہ جب مسلمانوں نے کوئی خود شمشیر بدست ہو تو انہیں مطلوب کی حالت میں جنگ کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ اور آیت میں یہ مضمون ہے، "والذین اذا اصالحهم النبی هم یتنصرون و جزاء سئیتہ سئیتہ مثلہا من حقہا اصلہ فاجر علی اللہ ان اللہ لا یحب الفظالمین" دینیئے جب ان پر کوئی سرکشی کرتا ہے تو وہ ان سے بدلہ لیتے ہیں برائی کا بدلہ ایکے برابر ہے جو سعادت کرے اور سوارے اس کا اجر خدا پر ہے خدا ظالموں سے خوش نہیں ہے۔

اول اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ تم بھی یہاں سے نہ صرف مسلمان اور ان کی مسجدوں کی حفاظت مقصود خداوندی ہے بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں اور ان کی عبادت خانوں کی حفاظت بھی مقصود خداوندی تھا اور اسی غرض و مقصود سے یہودیوں نے بھی غریبی پیدا کیا تھا اور جو غریبی لڑائی اور شہیم (بیت المقدس) میں ہوئی تھی اس میں عیسائی بھی جہاد کرتے لیکن ان کا جہاد زبانی اور غلط شہ بدعتی تھا۔ وہ مسلمانوں پر اپنے شہر و رخصت کر کے حلا و ہونے پر اور انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت مسیح کے اس قول کو بالکل بیلا دیا تھا جہاں یہ حکم دیا گیا ہے، "پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو ترے دہشت گال برتا سچا مارے دوسرا ہی اس کی طرف پیہر دے اور اگر کوئی چاہے کہ چھپرناش کر کے تیری جانب



سے بحث نہو۔ سوم چون یاگر جاؤں یا سبھی خانقاہوں کے گوشہ نشین لوگ جگہ اپنے ذکر و شغل سے مطلب ہوئے کسی مذہب سے۔ چہارم قلی لوگ جگہ اپنی مزدوری سے کام ہو یا سب سے کسی کے کفر یا اسلام سے۔ پنجم وہ لڑکے جو لڑائی کے لائق نہیں ہوتے باوجود کہ وہ لڑکے عقائد رکھتے ہیں چنانچہ حضرت رباح (زید کراچ) سے روایت ہے کہ: فعن الربیع قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی غزوہ غای الذاس یستمعین علی شئ فبعث رجلاً فقال انظروا اجتمع حولی فجاء فقال علی امرۃ قتیل فقال ما کانت عندہ لتقاتل قال وعلی المقدمۃ خالد بن الولید فبعث رجلاً فقال قل الخالد لا یقتل امرأۃ ولا عسیفاً یعنی حضرت رباح سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑائی میں ایک عورت کو مقتول پایا تو یہ ارشاد فرمایا کہ تو لڑائی کرتی ہوگی (یعنی اسکو کیوں مارا) اس لڑائی میں کمان افسر خالد بن ولید تھے ان کو حکم دیا کہ کسی عورت کو مارے نہ کسی عیسائی کو اور ایسا ہی حضرت ابن عمر سے مروی ہے: وعن ابن عمر قال وبعثت امرأۃ مستویۃ فی بعض مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقہی عن قتل النساء والصبیان و حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہ بہت بڑے بے کو (یعنی جو لڑائی کے کام کا نرا ہو) مارنا نہ لڑکے کو نہ عورت کو اور حدیث میں آیا ہے: ، وعن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انظروا اسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ و لا تقتلوا شیخاً فانیاً و لا طفلاً صغیراً و لا امرأۃ و یعنی نہ شیخ فانی کو قتل کیا جائے نہ طفل کو نہ عورت کو نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب ایک کو کسی جنگ کرنے کا اتفاق ہوتا تھا تو وقت صبح کے منتظر رہتے پہر جب دھان سے اذان صبح کے سنتے تو ان پر حملہ کرنے سے رک جاتے یہ حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور حضرت عصام مزی نے نقل کیا ہے: ، وقت امتنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و منع امۃ عن قتل احد من اهل قریۃ یری فیہا مسجد او یسمع منہا صوت اذان فعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا غزی نبا قوماً لہم یکن بغیر نبا حتی یصبح وینظر فان سمع اذاناً کف عنهم الحدیث رواہ البخاری یعنی ان کو نبی اکرم نے ایک جنگ میں بھیجا تو ان کو بھی یہی ارشاد کرویا کہ جہان تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنانو دھان کسی کو نہ مارو نہ یعنی دھان کا زہر بھی رہتے ہوں تو ان کو نہ مارو کیونکہ وہ مسلمانوں کو مسجد بنانے اور اذان کہنے سے مانع نہیں تو بہ سناظ مذہب قتل کے مستحق نہیں۔

۱۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و رواہ البخاری و مسلم۔

۲۔ رواہ ابو داؤد۔



جو امتین کلام مجید کی ہم نے اپنے دعویٰ کی تائید میں نقل کی ہیں ان کی تشریح بخوبی ان حدیثوں سے ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ جہاد مسلمان اس حالت میں کر سکتے ہیں کہ جب انہیں کوئی ایسی عبادت میں مانع آئے اور انہیں مسجد بنانے سے روکے یا ان پر ظلم کرے یا انہیں گھر سے نکالے یا وطن حلاً وطن کرے اور اگر یہ بات نہیں ہے تو انہیں جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ جہاد کفار کو دینا میں ان کے کفر کی سزا دینے کے لئے جیسے کہ عام سمجھتے ہیں وہاں نہیں ہے۔ اور اگر یہ ہوتا تو حکم قتل و جہاد دہانے والے کفار سے مخصوص نہ ہوتا سبھی کافروں (بدھوں عورتوں - قلیہ - بائیس بچوں - خانیہ شیروں - مسجدوں اور اذالوں سے تعرض نہ کرنا ان کو تہ تیغ کرنے کا حکم ہوتا۔ علی الخصوص اسبوں اور چرچ والوں کو جو مذہب عیسائی کے رہنما ہیں اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ جہاد کافروں کو زبردستی مسلمان بنانے اور زبردستی دین اسلام پھیلانے کے لئے نہیں ہے۔ جو کچھ ہم آگے بیان کرینگے ہمارے خیال میں ہمارے دعویٰ کے ثبوت میں یہ دلیلین کافی ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

اقامت لکرة الناس حتی یکونوا موئین دہ یعنی کیا تو لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتا ہے،

اور فرمایا، لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من البغی دہ یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے یہاں تک کہ اگر ایسی سے ممتاز ہو چکی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ ان آیات کے بیان شان نزول میں فرمایا ہے،

رضی بن جبر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان للقرآن مقلدۃ فتجمل علی نفسها بان عاشر لھا ولدان یهودۃ فلما اجلیبت بنو النضر کان فیہم من ابناء الکاضار فقالوا لاندع ابناءنا فانزل اللہ عز وجل لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من البغی دہ یعنی انصار میں کوئی عورت لا ولد ہوتی تو وہ بہت مانتی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو میں اس کو یہودی بناؤں گی یہ جبراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی نصیر کو (جو نبی اکرم کو ستاتے تھے اور سخت عہد شکنی متواتر کی تھی) اطراف مدینہ سے جلا وطن کرنا چاہتا تھا ان بچوں کی نسبت یہودیوں اور ان کے وارثوں (انصار) کا جگڑا ہوا انصار نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ ہمارے اولاد ہیں ہم ان کو جانے نہ نیگے سپر یہ آیات نازل ہوئیں کہ دین میں زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، اور تفسیر معالم میں کہا ہے،

تراد فی المعالم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد یضاحکم فان اختاروہم فاجلوہم معہم وقال مجاہد کان الناس مستضعفین فی الیہود ومن الاوس فلما امر اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجلاد بنی النضیر قال الذین کانوا مستضعفین فیہم لندھین معہم ویذنبین بانہم شتموہم اھلوہم فذلک لا اکراہ فی الدین الہو یعنی تفسیر معالم میں کہا ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ان لوگوں کو اختیار لگایا ہے یہہم کو پسند کریں تو ہم میں سے ہیں یہودیوں کو پسند کریں تو ان کے ساتھ یہہم جلا وطن ہوں ورنہ اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ اگر دین میں زبردستی ہونی جائز



ہوتی تو یہ موقع بہت اچھا تھا کہ آزادی سے ان بچوں کو روک کر مسلمان بنایا جاتا، بچوں کی مرضی پر دین کا اختیار کرنا بتلانا ہے کہ کسی مسلمانوں نے زیر دست کی لوگوں کو مسلمان نہیں بنایا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دل کی مرضی پر زیر دست کسی کی جلی نہیں سکتی وجہ یہ ہے کہ کسی کی زیر دست سے ایک شخص اپنے ظاہری افعال کو بیک بدل سکتا ہے لیکن دل خیالات کو کیونکر بدل سکتا ہے پھر میں حیران ہوں کہ کس پٹیلو و گرسٹل اصول پر یہ ہرزہ درائی کی جاتی ہے کہ زیر دست مسلمان بنایا گیا۔ پہلا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ جس دین کے اصول میں کسیکو زیر دست کرنا جائز ہی قرار نہیں دیا گیا ہے اس کے خلاف عمل درآمد اس کے ماننے والے کیوں کر نیکی۔ مسلمانوں کے مذہب کی نسبت بعض ہزرگواروں کا یہ خیال ہے کہ دین اسلام میں تلوار سے مذہب پہلانا جائز ہے سخت ناگوارنا واقفیت ثابت کرتا ہے۔ بنی نے یا آپ کے بعد آپ کے خلفائے کبھی مخالف کے مقابلہ میں تلوار نہیں اٹھائی جب تک کہ مخالف کی طرف سے کوئی عہد شکنی یا سخت حرکت صادر نہیں ہوئی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ معطل سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی عجیب کیفیت تھی۔ یہودی اپنی قوانین قریش کے ایمان سے مجتہع کر رہے تھے تاکہ مسلمانوں کے چہوٹے سے گردہ کو نصیت و نابود کر دیں ان کے علاوہ تمام صحابی جبرگے سخت مخالفت پتلے ہوئے تھے کہ ناک میں دم کر دیا تھا جس لمحہ کہ نبی اکرم نے مدینہ میں قدم رکھا ہے تھے مذہب کو یہودیوں نے اپنی زار داسازشوں اور مظالم سے ہزار دہا تھا۔ ان کا اٹھنا بیٹھا کہنا اپنا غرض تمام کام اسی پر مبنی تھے کہ سیطرہ اس نئے مذہب (یعنی اسلام) کی بیخ و بنیاد اکٹھا کر پھینک دیا جائے۔ یہاں جہن جہنوں نے دلیری سے موت پر نغمہ پانے کے لئے مستعدی ظاہر کی تھی اور صرف اپنے پیارے نبی پر ایمان لاکر اپنے وطن اور سجدیدہ گہر دن کو چھوڑ دیا تھا وہ چارے اول تو خدا دین بہت کم تھے دوسرے بے مرد سامان اور گروہ تھے۔ انصار کی شمار ہی نہایت محدود تھی۔ انہیں ہی کوئی فریق ہو گئے تھے جنہیں کس قدر حسد نے اپنا گہر کر لیا تھا۔ ایک مشہور اور ممتاز گروہ ہر سردار کی سرکردگی میں اس بات کی اندر ہی اندر کوشش کر رہا تھا کہ سیطرہ مدینہ کی مستقل حکمرانی ملجائے۔ یہودیوں نے نبی اکرم کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا وہ فریب کرنے دغا بازی کرتے اور نبی کو زہر دینے کی تدبیروں میں لگے رہتے غرض جسطرح ان سے بن آتا اور جہاں تک ان کی عقل بستہ دیتی وہ اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرنے۔ لیکن نبی اکرم کا ادب و العزم اور خدا کے بہرہ سے بہرہ و ادل ایسی حالت میں یہی کہ خبیث قریش آپ کے قتل کے درجے ہوئے کہی مایوس ہوا تو پھر وہ ان یہودیوں کی مخالفت کی کیا پروا کرتا وہ بروقت اپنے چہوٹے سے گردہ کی خاطر میں مصروف تھا اور ان کمزور کم تعداد مسلمانوں کو قہراً تو یہودیوں سے بچانے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ آپ نے فوراً یہ تدبیر کی کہ ایک خلاقی اندر تمدنی ساحہ کا شہرین ہو دے تاکہ ہر ایک اس میں ادراخت شہر کا

محض اپنے سیروان اور دین خدا کے تحفظ کے لئے شہر مذہب ہوئے اور جماعت اسلام نے کہ  
 بیٹھا تھا۔ انھوں نے ہر تہا بے تعداد و کار کے مقابلہ میں مستعدی ظاہر کی۔ آپؐ مسلمانوں کو اطمینان  
 اور سکون کا کہ جب تک تمہارا دشمن تم پر حملہ نہ کرے تم ہرگز ان کا مقابلہ نہ کرنا مان اسوقت کہ جب وہ عہد  
 شکنی کریں یا فہمیں کہا کرتے تو ردائیں تم اپنے مخالفین سے اپنے کو محفوظ کر دے لیکن پہلے تم ان پر حملہ نہ  
 اسلئے کہ اللہ فساد کرنا والوں سے نفرت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو صرف اپنی حفاظت کی تاکید ہوئی  
 ہے اور جب ان کو مخالفت کی ضرورت نہیں ہے اور دوسری قوم خواہ وہ کوئی مذہب کہتی ہے  
 ان کی اور ان کے دین کی حفاظت کرتی ہے تو ایسی حالت میں شہر مذہب ہونا شرعاً تو کبھی طرح جائز  
 نہیں ہے۔ یہ کہہ کر جو ممکن ہو سکتا تھا کہ جب نبی اکرمؐ کو معہ آپ کے چہوٹے سے گروہ کے کفار عرب  
 نے چاروں طرف سے گھیر لیا آپ خاموش نہ بیٹھے ہوئے تکتے ناچار ہتیاروں کا استعمال کیا اور  
 کفار عرب کو پس پا کیا۔

یہودیوں کی تلخ ترخصوت۔ ان کی متواتر عدم ایوائی اپنے انتہا درجہ کے مستقل اور سنگین  
 معاہدوں سے اور ان کا مسلمانوں کو پے درپے فریب بنا فطری طور پر ان کو گتالی دینے کے لئے  
 مسلمانوں کو مجبور کر رہا تھا۔ اور یہ ضروری اسلئے تھا کہ ضعیف لوگوں کو ظالموں کی تعدی سے  
 بچایا جائے اور ان کی جان و مال کی حفاظت بطور احسن کی جائے۔

ہمیں اس کہنے کا کوئی استحقاق نہیں ہے کہ فلاں فلاں نبی جو محض ہدایت کے لئے بھیجے گئے  
 تھے جب ان کی لوگوں نے مخالفت کی اور اس قسم کی تنگ جالیتیں ہوئیں تو انہوں نے تنگ اگر  
 ان مشکلوں پر اپنے کو تیار کر دیا اور وہ ان پیچیدہ اور سخت تردداتوں پر فتح نہ پاس کے بہت سے نبی  
 لوگوں کی مخالفت سے اوہراد دہر جا چھے اور یہ مشہور کر گئے کہ ہم زندہ ہیں فلاں وقت پر  
 ظاہر ہوں گے مگر ہمارے نبی نے کہی یہ نہیں کیا نہ تو ان خوفناقتوں سے بچ کر اپنی زندگی  
 قبل از وقت قربان کر دی اور نہ خوف کے مارے اوہراد دہر چھپنے کی تقلید کی بلکہ جیت تک اس نے  
 جس کام کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا کامیابی حاصل نہ کر لی یہی اپنے ارادہ اور خیال سے نہ ہوا  
 جا ہے دشمنوں نے زمین آسمان کے طبق اس کے زکے دینے کے لئے ایک کر دئے ہوں۔

ہمیں مسلمانوں کی اپنی حفاظت کرنے کو یہودیوں عیسائیوں کے خوفناک جھگڑوں اور لڑائیوں  
 سے مقابلہ کرنا چاہئے اور نیز شریف پارسیوں کے اس قتال کو جو انہوں نے اپنے دین کے باعث  
 کیا اس سے رکھ کر دیکھنا چاہئے یہودیوں میں تو یہ مذہبی پاکی اور دینی فرائض میں داخل ہے  
 کہ جہاں تک ہو خونریزی اور فساد کیا جائے اور ہر حالت میں غیر مذہب ایکے بچ گئی جائز ہے  
 اور جب ہم عیسائیوں کی طرف خیال کرتے ہیں تو انہوں نے اپنے خداوند مسیح کی المکسار

مکین کو اپنی قوت اور شوکت کے گہند میں بالابے طاق رکھ دیا اور وہ جو نر نری کے کشتے  
کھانے کو ہر سحر میں غلظتین بن گیا اس جو سے عیسائیت گویا ایک حوالہ کا موت میں تبدیل ہو گئی اور سچا انکاری اور  
اس کے خون کے اتھو پھینکے لگے اور باغ نر نری اور سادہ کی بانی ہو گئی نیز طبع مزاج خود بخود عیسائے کے معاد کرنے میں خوب طبع  
انسانی کی ہے اور بچہ زرم میں اور ہوش بہت بہت کچھ اپنے انصاف کے جوہر کھانے میں مگر افسوس یہ کہ بعض تو اپنی باطنی  
اور کم قابلیتی سے برائی میں پتے تو بیان مار کر رہ گئے اور بعض نے اپنے کو نر نرل مقصود تک پہنچایا لیکن ہوش و پیر  
بہر بیان جم گئیں اور سائنس ایسا چر گیا کہ ہر نرین دنیا یا فیہا کا ہوش نہ رہا۔ میں انکے مختلف اقوال نقل کر کے اپنے نظر  
کا زیادہ وقت نہ تو لگا مختصر طور پر یہہ لکھ کر اکتھا کرنا ہوں۔ جو حالتیں کہ نبی اکرم کی مبارک زندگی میں واقع  
ہوئی اور جو واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گذرے ان میں میں آسان کا فرق ہے۔

حضرت عیسیٰ کی تہوڑے حوصلہ کی نبوت نے کچھ بھی اثر نہ کیا اور آپکا اتنی مدت کا عظیم یون ہی سیکار گیا  
یعنے صرف چند آدمی ایمان لائے اور یہہ لوگ نہایت کھینے اور جاہل تاثر بیت یافتہ تھے اس پر ہی وہ  
مذہب ہی تھے گویا نام سچہ پر ایمان رکھتے تھے اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ ہی ان سے بد گمان تھے  
اور انہیں یقین نہ تھا کہ یہہ چھپر شیخ الاعداد دی سے ایمان لائے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ نے اشیاء  
کیا ہے، جب دے جا عت کے پاس پہنچے ایک شخص اس پاس آیا اور اس کے آگے کھینے ٹیک کر کہا  
اے خداوند سیر بیٹے پر رحم کر کیونکہ وہ مٹ رہی ہے اور بہت دکہہ اٹھاتا ہے کہ اکثر آگ میں گرتا اور  
اکثر پانی میں اور میں اسکو تیرے شاگردوں کے پاس لایا تھا پر دے اسے چکا کر کے یسوع نے جواب نہ  
کہا اسے بے اعتقاد اور پھیری قوم میں کب تک تمہارے ساتھ ہوں گا کب تک تمہاری پرست  
کردنگا اسے یہاں میرے پاس لاتا ہوں نے دیو کو دہم کیا وہ اس سے نکل گیا اور وہ چھو کر اسی گری  
چکا ہو گیا۔ تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آگے کہا ہم کیوں اسکو نکال سکے یسوع نے انہیں کہا  
اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رانی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا  
تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی اور  
اس آیت سے صاف کہتا ہے کہ جو چند آدمی حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تھے ان کی ہی یہہ کیفیت  
تھی کہ حضرت عیسیٰ نے انہیں خود بے ایمان کہا اس سے یہہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کی پرچہ بے  
مطلق اثر نہ کیا اور انہیں اپنی کوشش میں ذرہ برابر یہی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب آخر کار اپنے دشمنوں  
پر قربان ہو گئے اور یہہ قربان ہونا صرف آپ کی سخت مایوسی اور یہودیوں کی میرحی نامصنعی اور  
خدا ترسی پر مبنی تھا۔ آپکا نام کامیوں سے دل ٹوٹ گیا تھا اور اتنا درجہ کی نا امید یوں نے آپکو  
ٹنگ کر دیا تھا۔ چنانچہ موت آپکو صلیب پر چڑایا ہے تو کس حسرت و افسوس اور کس درد مند  
فرامیدی لہجہ میں رد و فکر یہہ فرمایا، لوین گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایللی ایللی

سبق تانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا در ان الفاظ سے کہ جبین درد  
 رقت - فریاد - مایوسی - شکستہ دلی - طلب رحم ملا ہوا ہے کس بدقت آمیز آواز میں حضرت عیسیٰ  
 نے رور شور سے پکار کر کہا لیکن افسوس یہ ہے کہ کوئی یہی ان کی داد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ اتفاق سے  
 قسطنطین ایک عورت کے عشق اور ایک ملک کے سر کرنے کی بہرین عیسائی ہو گیا اور بہت جلد عیسیٰ  
 عیسیٰ صد ماگروہون میں پھیل گیا۔ لیکن ان کے مذہبی اخلاقی قوانین پر فلاطون کے فلسفی مسائل نے  
 اپنا پورا پورا اثر ڈالا اور آخر کار رفتہ رفتہ وہ کل سچی اصول نعت راجد ہو گئے ان کی اخلاقی اصول کی  
 خوشنما عمارت کی اینٹ سے اینٹ بچ گئی۔

اب نبی عربی کی طرف خیال کیا جائے کہ چون ہی آپ نے دعویٰ نبوت کیا اور اصلاح نبی نوع کرنی شروع  
 کی تو ہزاروں مخالف اہل کفر ہوئے اور جہاں تک ان کی قوتوں ان کے فاسد خیالوں کی جدت  
 نے سہارا دیا انہوں نے اپنی مخالفت کو حد تک پہنچا دیا۔ آپ کے پیرو اول اول تو تعداد میں کم تھے  
 آپ کے مخالفوں نے بہت بہت کچھ آپ کو سبک دیا اور چاہا کہ آپ بت پرستی کے خلاف غلط  
 نہ فرمائیں اور جب قدرت اور جس حد تک حکومت کی خواہش ہو لیکن وہ ان اس بات کا کچھ  
 ذکر ہی نہ تھا اصلاح نبی نوع کی غرض تھی آپ کا ارادہ جو شرع نبوت سے ہوا آخر تک اسی سرگرمی اور  
 جو نیلے طریقہ سے رہا۔ اور آپ نے حضرت عیسیٰ کی طرح خلیق اور شریف و عظم فرمایا اور لوگوں کو محبت  
 خیرات اور خلق کی تعلیم دی۔ لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے  
 کہ جنکا اور نہ تھا۔ جہونا وحشت اور جہالت تھی اور وہ وحشت کہ جبین سے برابر خون کے قطرے  
 پھرتے تھے۔ وہ لوگ ذرا ذرا سی بات بن بڑک ایتھے تھے اور برسوں جدال و قتال جاری رکھنا  
 یہہہ ان کے بائیں ہاتھ کا داؤن تھا۔ خونریزی ان کی دل لگی میں داخل تھی اور ان کی خوفناک  
 تلواروں سے انسانی ہون کی گرم گرم بوندیں ٹپکتی رہتی تھیں انہیں ایک آدھ یاد و بھلاؤ دیو  
 کو قتل کر ڈالنا کچھ بات ہی نہ تھا۔ وہ قوم کہ جہاں نہ رومیوں اور یونانیوں کے اس عقیدہ کی کہ  
 روح جسم سے علیحدہ نہیں ہے بلکہ اسکی کیفیت ہے ائین کچھ صورت باقی تھی اور نہ ان کی  
 اخلاقی اثر نے پیچھے ہوئے اور سنگلاخ جانوں سے گزر کر انہیں اپنا محاذ بنایا تھا۔ آپ کو جب  
 مدینوں نے اپنے مان بلایا اس وقت آپ کے معتقدوں کی تعداد زیادہ بڑھ گئی تھی اور آپ کے برسان  
 اور مقدس کام میں نمایاں کامیابی ہوئی چلی تھی۔ جب آپ نے مدینوں کی دعوت قبول کرنی اور  
 آپ وہاں تشریف لے گئے لوگوں نے آپ کو جس سرگرمی سے اپنا مجتہد بنایا اسی اولوالعزم جوش  
 سے اپنا روحانی معلم یا واعظ ہی تسلیم کیا آپ کی قیمت انصار کے ساتھ شہر شکر ہو گئی۔ اس وقت سے  
 بارہوی سخت مخالفت غیر اسلام کی طرف سے مسلمانوں کی ہونی شروع ہو گئی تھی ہر سو دشمن کی آگ کے

شعلے پڑ گئے لگے تھے ہر مسلمان کو فہرہ الکوآفت کا سامنا کرنے کے لئے بنی اکرم سے قعد بنا دیا تھا ایک تنہا شہر مدینہ صمد کا گودھون کے خوفناک حلوں کے جواب دینے کو آمادہ تھا۔  
 نہ صرف قریش ہی رہ رہ کر چلے کرتے تھے بلکہ اس باس کی صحرائی تو میں ہی قریشوں کے پہلو پہلو مسلمانوں کے مقابلہ میں جانت دینا اپنا فرض منصبی خیال کرنی تھیں ایسی ہونٹاگ اور فحش جاتین میں ان اولوالعزم اور جو شعلے اور بیخیم ہمت کی تدابیر کی ضرورت تھی کہ جو مسلمان گردہ کو اس دہشت انگیز بلا سے بچائے رکھے اور ان کو اس مشطہ مارتی ہوئی آگ سے بچ نہ آئے اسے رجب ہر قسم کی تدبیریں کی گئیں اور چاہا گیا کہ بغیر قطرہ خون گرائے یہ سرکش باز آجائیں لیکن ان کی سرشی کی وہ ہی کیفیت تھی اور وہ مسلمانوں کے چوٹے سے گردہ کے نیت نہا بود کرنے کے لئے بالکل آمادہ ہو گئے تو ناچار حضرت عیسیٰ کی طرح سے نبی اکرم نے ہی مسلمانوں کو ہتیار سنبھالنے کی اجازت دی اور پہر انہوں نے اپنے نبی کی سرگرمی سے اطاعت کی۔

رفتہ رفتہ شریف مہربانی اور عالی ہمتی سے تمام پریشان تو میں مجتمع کی گئیں اور انہیں ایک سچے خدا کی پرستش پر مائل کر دیا اور ان دھینوں میں سے ہر شخص بکا سو حد نکلیا۔ اور ہر دینا بار میں چاہا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے کہ جو دنیا پر کی قوموں سے تندر تیز اور کش مزاج تھی اور جن کے دلوں میں سورج کی طرح سے جلتے ہوئے اور شعلہ مارتے ہوئے خوش تھے ان پر نبی اکرم نے اپنے مبارک وعظوں کا ایسا زبردست اثر ڈالا کہ ان کی خوشخوار فطرت بالکل پلٹ گئی اور وہ انتہا درجہ کے شریف خلیق۔ رحیم۔ لمنار اور فادار خادم خدا و رسول کے بن گئے کہ جن کی نظیر عالم کی تاریخ کے صفحوں میں نہیں پائی جاتی۔ اپنے کل قوموں کو شیر و شکر کر دیا تو میں جو صدیوں سے باہم جنگ کر رہی تھیں اور جن جنگوں میں سوا اس کے کوئی نتیجہ نہ ہوتا تھا کہ لایق اور تکی آدمی مارے جائیں اور بیگناہ شریف غلام بنائے جائیں اور غریب کاشکاروں کی کہتیاں تباہ و برباد کی جائیں اور دو نمند شریفوں کا گھر ٹوٹا جائے۔

رومنس کا وہ سلسلہ قانون کہ جو جیسا اکثر المفعی تھا اس قدر منتخب اور قلیل اللفظ تھا اور جو تیرہ صدی سے لاکھوں آدمیوں میں اشاعت پاتا تھا لیکن پہر ہی انہوں نے مختلف قوموں میں اتفاق کی بنیاد نہ قائم کی اور وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے جدا رہے شامیوں کا پہنچ والوں اور اور فوٹو شمس میں یہ قانون رائج تھا اور یہ ساری قومیں اس قانون سے ہی جسکی بنیاد کی مسائل پرستہ پایا مبنی تھی یہ مذکورہ بالا قومیں شیر و شکر نہ ہو سکیں۔ رومنس باس کی قوموں کے پہنچ کرنے کے لئے ہتیار سنبھالے اور سخت خونریزی کی برسوں تک زمین کے ذروں میں

خدا سے دعا ہے کہ اس کتاب میں جو اس پر ہوا ہو اور ہر بیٹے جو اس میں پائے اپنے گوشے چھ کے تلواریں  
 حرم سے دانا، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵،



سرخ جیلکی انسانی لہو کی چمکتی رہی اور فتح کرنے کے بعد کلینہ ان قوموں پر اپنے حکمی قوانین کو رواج دیتے رہے رومی معاہدے کرتے تھے لیکن موقع دیکھ کر عہد شکنی کر ڈالتے تھے دوسری قوموں کو خنکودہ مصلح کرتے تھے ہرگز آزادی نہ دی جاتی تھی۔ اور وہ غلاموں کی طرح سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ مسیحی قوانین نے ہی گورو میون نے مسیحی مذہب اختیار کیا تھا لیکن اس مذہب نے بھی مختلف قوموں کو ایک نہ بنا دیا اور ان میں کسی قسم کا اتحاد نہ پیدا ہونے دیا۔ جنگ سیطرہ جاری رہی اور غلامی کی یہی خوب گرم بازاری رہی اور سیطرہ معاہدے کئے جاتے تھے اور توڑ ڈالے جاتے تھے۔ کسی قسم کا تغیر اور تبدل رومیون میں اس مسیحی مذہب نے اپنا نہ کیا حضرت عیسیٰ کے دھمتی مگر خلافت قانون قدرت نصیاح نے جنہیں حد سے زیادہ انکساری کی تعلیم کی گئی تھی مسیح ہونے پر بھی کچھ نمایاں فرق ان کے غور اور نفرت خیز سخوت میں نہ پیدا کیا۔ یعنی مسیحی ہونے پر بھی وہ ویسے ہی مغرور ویسے ہی متکبر ویسے ہی خوشخوار جنگجو اور ویسے ہی عہد شکن رہے۔ ان کے مظالم کے ہاتھ بہت دور تک پہلے ہوئے تھے انہوں نے لاکھوں خون اپنے ہاتھ سے کئے تھے اور خون زری ہی گویا شاہوں کے لئے ان کے خوشنما لاج کا زیور سمجھی جاتی تھی کا بیجہ داؤن گورو سنسے ۲۳ برس کامل ایک بار اور آج برس کامل دوسری بار جنگ قائم رکھ کر تاخت و تاراج کر ڈالا اور۔ سرسبز آباد ٹاٹرنگی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

حال کے مورخوں نے سخت تعجب کی بات ہے کہ اس نمایاں فرق کی طرف سے جاسلام اور عیسائیت میں یہ غفلت کی ہے اور یہ غفلت دو اصول پر مبنی ہے اول ناداقتیت پر اور دوم تعصب یا سٹ دھرتی پر پہلا اصول تو سمجھ میں نہیں آتا وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جقدر گزشتہ مسائل کی جهان میں ہوئی ہے اور ہر واقعہ جہاں تک انسانی تحقیق کی پہونچ ہو سکی ہے ایسا روشن اور صاف نظر آتا ہے کہ جیسے آفتاب دکھائی دیتا ہے مگر اس کے دیکھنے کے لئے ان ظاہری آنکھوں کی چندان ضرورت نہیں ہے جتنی انصاف کی آنکھوں کی حاجت ہے۔ دوسرا اصول درست اور مستحکم ہے اور وہ تعصب کی بدنام صورت ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ آیا عیسائیت نے جہان میں کیا اصلاح کی تو غالباً علم و تاریخ کے ماہر تبہ طبع کہ وہ منصف ہوں انہی میں جواب دیں گے۔ ہاں اگر عیسائیت نے کیا تو یہ کہ کیا کہ لاکھوں کو حضرت عیسیٰ کے خلاف سخت بے غیرتی کے ساتھ کٹوا دیا ان سے سی ایک مثال یہ روشلم کی جہادی جنگوں کی ہے جہاں پچیس لاکھ عیسائی مارا گیا تھا۔ پس یہ ایک نتیجہ ہے جو ہمیں عیسائیت سے دکھائی دیتا ہے۔ اور باقی نو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

مذہب اور قانون ملکی میں کچھ فرق نہ تھا۔ ایک جھ جھڑھے کہ اپنی سہ کی تائید دیکھتا تھا۔



خواہ قانونی پہلو سے یا مذہبی پہلو سے اس پر ازاد ہی سے علمدار اند کرتا تھا اور اس کے علمدار اند کرنے میں صد ہا بیگناہ مارے جاتے تھے۔ یوں تو ہر شخص اپنے کو سچی کہتا تھا لیکن یہ صرف ہر نام تھا حضرت عیسیٰ کی ایک نصیحت پر یہی عمل نہ تھا۔ وہ گردہ کہ جنہیں صدیوں سے خونریزی جلی اتی تھی اس طرح سے وہ اس وقت ناشدنی کام میں سرگرم رہے۔ وہ حقوق کہ جوشاہ کی طرح سے رعیت کے لئے خاص ہونے میں ناہین زوال آنے لگا تھا اور اس وال کو عیسائیت نے اور یہی سہارا دیا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس دولت مند ملک کو چھوڑ کر ریگستان اور سنگلاخ چلا گئے۔ اگر بسنے لگے تو ان یہہ سچہ ہتھ کہ لشین چرچ کے مغرب میں قائم ہونے اور و مہ الکبریٰ کے بیٹوں کے اختیارات کی افراش اور وسیع ہونے نے لشین کو تحجین دینا میں ایک حد تک قنوت پیدا کر دی لیکن یہ اتحاد یا قومی یک جہتی چرچ اور دم کے پیروان ہی تک محدود تھی اور کہیں نہیں اس یک جہتی یا قومی موجوں کا لہر ایوانی عیسائیت پر یہی پہنچا پہنچ جاتا تھا۔ لیکن سچ دنیا کے ادھر سے اس قومی و مذہبی سے محض معرا تھے۔ مذہب کیا تھا کہ فراد میں ان کے دبانے اور زیر و زبر کرنے کے لئے گویا ایک جھٹ قرار دیدی گئی تھی۔ اور ضعیف قوموں کے نیت و نابود کرنے کے لئے ایک یہاں تھا۔ گرچہ خون سے خونریزی کے احکام جاری کئے جاتے تھے اور تمام جہان کی بد اعمالی نے گویا اپنا مخزن گرچہ ہی کو بنایا تھا۔ جلدی میگنی کا قتل اور اسکے لئے جرج کا حکم جاری ہوا امریکہ کی قوموں کی خونریزی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جسکی کوئی انتہا سوائے خونی کناروں سے ہو سکتی تھی۔

امریکہ کی قوموں کے لئے جرج کا یہ حکم جاری کرنا کہ سب کو قتل کر ڈالو بڑا ہی سنگین اور خون خوار تھا۔

جرج نے ذرا یہی حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریین کے اقوال کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ ان کی اتش فیز طبیعت کی بھرکتی ہوئی آگ پر حضرت مسیح کا آب نصیحت تیل ہو کر لگا۔ پروٹیسٹنٹ مذہب کے پیدا ہونے اور عروج پکڑنے نے یہی کچھ فرق نہ پیدا کیا۔ ہے لم لکھتا ہے "عقوبت یا صبر و تعدی اصلاح پسند چرچوں کا ایک مردہ گناہ ہے کہ وہ ہر ایک ایمان دار کو شیلے آوی کے جوش کو ظلم کے پانی سے بھجھا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک نئی بات یہ تھی کہ جتنی جبریسے چرچوں کی بنیاد پڑتی گئی وہ سب سخت و مہ الکبریٰ کے جرج کے مخالف بنتے گئے۔ گر ان کا اختلاف بہت لطیف کا تھا۔ وہ لوگ اپنے حقوق زیادہ جاننے کے لئے ایک دوسرے سے

جدا جب کالون نے سردی شس کو انہی قابل ذرا سے تئلیٹ کے مقدمہ میں زندہ جوا دیا تو کیکی۔ کہتا ہے کہ اس کی چاروں طرف خوب خوب تعریفیں ہوئیں اور اس پر آئین کے نعرے بلند ہوئے تمام پروٹیسٹنٹ نے اسے مبارکبادی دی۔

خجک کرتے تھے مگر الکیاب میں وہ سب متفق تھے اور وہ بات یہہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کے احکام کی ایک چیز بھی تعمیل نہ کرتا تھا کیہی بیولے سے کسی متنفذ کی طرح حضرت عیسیٰ کے کسی قول پر عمل نہ کرتا تھا عمل کرنے کا خطرہ ہی نہ کرتا تھا۔ ناجیل بنشیک یا دیون کے باتوں میں رہتی نہیں مگر ان کے مطالب کو دل میں جانا اور ان پر چلنا صرف زبانی جمع خجج سے ہی لکھا ہوا تھا۔

اسکے مقابل میں اسلام کی روح نے اپنا بالکل جدا اور علیحدہ اثر ڈالا اور جو رخ کہ اسنے اختیار کیا وہ بالکل نیا تھا۔ اور ان سے کسی قسم کا بھی میل نہ پایا جاتا تھا۔ نبی اکرم نے اتحاد اور یکجہتی یا قومی اتفاق کی ایسی حالت میں دعوت کی کہ تمام جہان میں تفرقہ پڑا ہوا تھا اور ہر متنفذ کو نا اتفاقی سی کچھ اچھی معلوم ہوتے لگی تھی۔ ہے لم فاضل مصنف لکھتا ہے۔،، اسلام نے اپنا مذہب پیش کیا اور کہا کہ قبول افتدز ہے عز و شرف لیکن کہی سیکو مجبور نہیں کیا کہ یہہ مذہب جبراً اور تو غا کر یا قبول کرو اور اس مذہب کی قبولیت سے مفتوح اور فتح کے حقوق بالکل ایک ہو جاتے تھے جب تک دینا جبت آباد ہوں گے کہی بہہ ہنیز ہو کہ کہ فتح اور مفتوح کے حقوق مساوی ہو جائیں لیکن نبی عربی نے بالکل مساوی کر دئے اور خججاً مطلق دور ہو گیا۔

اسلام کے مذہبی اور ملکی قوانین کے بموجب ہر مذہب کو آزادی دیدی گئی کہ وہ اپنے ارکان مذہب آزادی سے ادا کریں قرآن کی یہہ آیت کہ،، لا اکوا فی الدین الخ و داس امر کی بخوبی شہادت دیتی ہے کہ ہر مذہب آزاد ہے اور ہر شخص آزاد ہے چاہے دین اسلام کو قبول کرے یا کرے۔ اب سمجھنے اور انصاف کرنے کی جگہ ہے کہ اسلام نے کس درجہ کی آزادی دی اور کیونکر اپنے کو نیکنام کیا یہہ اسی شخص اور ایک نفس کا کام تھا کہ جب کو ایک متعصب عیسائی نہ مرنے میں سوخ نے،، مکر و خواب میں وہ لکھا ہے۔ کاش اگر وہ حضرت عیسیٰ کی فطرت اور نبی اکرم کی مضبوط و باہمت طبیعت پر ایضا نظر ڈالتا تو اسے ضعف اور قوت کا فرق پہلچاتا۔ ان باتوں سے غالباً یہہ تو ثبوت ہو ہی گیا ہو گا کہ اسلام نے اتحاد اور قومی یکجہتی تلوار اور زبردستی سے نہیں پہیلالی اور نہ اشاعت اسلام سے ہوئی کیونکہ جو لوگ اسلامی تواریخ سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی سلطنت میں خاص صحابہ ہی کے بابرکت زمانہ میں عیسائیوں یہودیوں کو کس قدر آزادی تھی اور وہ کس قدر سے اپنے مذہبی ارکان ادا کرتے تھے ہر مین نہیں جانتا کہ کن پہلوؤں سے کن تواریخی واقعات کو دیکھ کر یہہ حکم لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار سے پہیلا۔ اب ہم پھر سچی مذہب اور اس کی اشاعت ایک نظر ڈالتے اور دیکھتے ہیں کہ یہہ مذہب کیونکر دنیا میں پہیلا جب تک کہ حضرت عیسیٰ کے مذہبی عظم میں ضعف اور کمزوری رہی وہ ادھر ادھر چپتے پھٹے پھرے اور اگر کہیں دغظ بھی کہا تو اسکا اثر کچھ نہ پڑا لیکن جب انین قوت لگئی اور لوگوں کو لاپم دے دے کو انہوں نے ایک حیرت

اکٹھی کر لی تو یہ انہوں نے اپنے مذہب کا بڑا اصول جبر و تعدی اور قتل و غارت کو قرار دیا۔ اور یہودیوں کی طرح سے وہ بھی انسانی گرم ہومین اپنی تلوارین رنگنے لگے۔ قسطنطنین کے وقت یزید پادریوں کو فوجداری کے اختیارات عطا کر دئے گئے تھے اور انہیں اختیار دیدیا تھا کہ چاہے یہ سیاہ سفید کریں انہیں اسکا جواز ہے پھر جو یہودیوں۔ لاندہ ہوں اور بت پرستوں کے گلوں پر پادریوں نے چتریاں پہیرنی شروع کیا ایک دندچ گیا نئے نئے مظالم کی ایجاد ہوتی تھی اور انکی شق بیگناہ یہودیوں اور بت پرستوں پر کی جاتی تھی۔ وہ کہل کھلا انہیں معمولی اور حقیقت حرام بن سارے موہ دیدیتے مگر کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ہر قسم کی غیر چمانہ برتاؤ سے ان کا دم ناک میں کیا جاتا تھا۔ باسانی ان کا گھر لوٹ لینا اور بال بچوں کو زندہ جلوا دینا پادریوں کے آگے کچھ بات ہی نہ تھی۔ ان کے گردہ کے گردہ صرف اس جرم میں کہ یہ عیسائی نہیں ہیں جلادے جاتے تھے اسپر ہی تیز اور تند آگ میں نہیں بلکہ دھیمی آگ میں تاکہ ٹپ ٹپ کر ان کی ہان نکلے اور وہ سمجھیں کہ عیسائیت نہ قبول کرنا یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔

چرچوں نے ہزاروں خاندان بت پرستوں اور یہودیوں کے تباہ کر دئے جب انہوں نے دیکھا کہ ہم روزمرہ چرچوں کے بیت جڑے جاتے ہیں تو ناچار انہوں نے اپنے کو مسیحی مشہور کر دیا۔ اس کے مقابل میں جب بنی عربی بڑی وقت کے بعد مکہ میں داخل ہوئے اور متون کو توڑ ڈالا تو یونانیوں کا تو ٹانغہ اور طیش سے نہ تھا بلکہ رحم کی غرض سے تھا چنانچہ بنی اکرم نے بہ فرمایا تھا جب آپ کعبہ میں سے متون کو نکلو اور ہے تھے متار کی جاتی رہی اور سچائی کا نور چمک گیا۔ وہ لوگ کہ جو مدت سے ستارے تھے اور جن کے سبب بنی عربی کو اپنا وطن مانو نہ چھوڑنا پڑتا تھا جنہوں نے اپنی ساری قوتیں ہفت میں آزمائی تھیں ان کو بھی ایسی حالت میں کہ بنی کو پوری قوت حاصل ہو چکی تھی کچھ نہ کہا نہ ان کا باب ٹوٹا اور نہ ان میں سے کسی ایک جان کا ہی ضرر کیا۔ اگر بنی چاہتے تو سب کو قتل کر ڈالتے یا ان کو زبردستی مسلمان ہو جانے کے لئے کہا جاتا۔ مگر ایک حرف سوائے معافی کے نہ کیا گیا۔

بنی عربی نے کسی طرف مظلوم ضعیف خواہ خستہ شکستہ حال اقوام کو اپنی طرف فدائے واحد کی بستر کرنے کے لئے نہیں بلایا بلکہ تمام دنیا کی بڑی بڑی قوموں اور شاہانہ سلطنتوں کی دعوت اسلام کی اور اس فدائے واحد کی پریشش کے لئے بلایا کہ جو سب زیادہ قوی اور تمام جہانوں کا پیدا کر نوالا ہے۔ اور جبکہ حیطہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ آپ نے تمام مفتوحہ قوموں کو محض آزادی بخشدی صرف ایک برائے نام خراج ان سے مقرر کر لیا اور یہہ برائے نام خراج اپنی اس حفاظت کے صلہ میں لیا جاتا تھا جو مسلمان اپنے ال اور اپنی جانوں سے کرتے تھے۔ جہاں انہوں نے خراج تسلیم نہ کیا وہاں ہمارے بازادی اپنے مذہب کے نام ارکان کو بخوبی ادا کرتے تھے اور ہلماقی قوانین کے بموجب

کوئی انکھ بہہ کر پی نہ دیکھہ سکتا تھا۔ جو کچھ ہمیں لکھنا تھا ہم بنی عودی اور حضرت عیسیٰ کی نسبت  
 لکھہ چکے اب ہم انصاف پسند طبائع کے لئے اس مضمون کو چھوڑتے ہیں۔ جو فران کہ بنی عربی کا پادلوین  
 اور ان کے گرجون کی نسبت جاری ہوا تھا وہ صرف یہہ تھا کہ ہر پادری اپنے ان ہی حقوق کے ساتھ  
 جو اس کو پہلے سے حاصل ہیں اپنے گرجہ میں بخوشی و ازادی اپنی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ان کو کوئی  
 انکھ بہہ کر نہ دیکھہ بلکہ ان کے جائز و ننگ کی حفاظت کرے اور حتیٰ الوسع انکے آرام دہی کی کوشش  
 کرے۔ میو صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد علیہ ص ۲۹۹ میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ محمد کا مذہب بردہ  
 سے بہت دور تھا اس نے بار بار صاف صاف کہہ دیا تھا جس بات سے تم واقف نہیں ہو اس میں کیوں  
 جھگڑتے ہو نیک کام کرنے کی کوشش کرو جب تم خدا کے پاس اس جاؤ گے جو اعمال تم نے نیک بد  
 کئے ہیں وہ خود ان کی بابت تم سے دریافت کر لیگا وہ اب ہم پر بنی عربی کی منازری کی طرف ذرا اپنی  
 توجہ مبذول کرتے ہیں۔ یہہ ہمیں بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ بنی اور اس کے متعدد معتقدین بہت  
 برکتوں نے تمام وحشی اقوام کے متوال ہو کر جب مظالم شدید توڑے تو وہ ناچار اپنی حفاظت کے  
 لئے مجبور ہوئے۔ غزوہ موتہ اور غزوہ تبوک کا ہماری پیش نظر ہے جس میں سلطنت غیر سے جنگ  
 کے لئے مسلمانوں نے ہتیار سنبھالے تھے اور سبکی وجہ یہہ تھی کہ یونانیوں نے اسلامیہ ایلیجی کو سیکناہ  
 قتل کر ڈالا تھا۔ اب میں سوال کرتا ہوں کہ آجکل اگر کسی سلطنت میں ایلیجی قتل کر ڈالا جائے اور وہ  
 سلطنت پر کچھ جواب ان کا نہ دے تو اس کے مقابلہ میں دوسری سلطنت اپنے سفیر یا ایلیجی کا  
 انتقام لینے کے لئے شمشیر بدست نہوگی نہیں طبعی ہوگی ذہن پر مسلمانوں پر شمشیر بدست ہونیکا الزام ناحق  
 قائم کیا جاتا ہے ان کے سیکناہ ایلیجی کو یونانیوں نے قتل کر ڈالا جب مسلمانوں نے یونانیوں کے مقابلہ  
 میں ہتیار اٹھائے تو مشرقی عیسائیوں نے یونانیوں کی مدد کی اب مسلمانوں کو ضرور ہو کہ وہ مشرقی  
 عیسائیوں کی بھی کان گوشتی کریں اگر مشرقی عیسائیوں کو ان کی مدد داری کی مسلمان سزا دے دیے  
 تو اتنی شہرت مسلمانوں کی اس بارہ میں نہوتی کہ انہوں نے اپنے دین کی اشاعت و توار کے ذریعہ سے  
 کی غزوہ موتہ انقطاعی جنگ تھی اور میدان تبوک نے توہم فلس کی مجتمع فوجوں کو براگندہ ہی کر دیا  
 تھا اور اسی لمحہ سے مسیحی حدود میں زلزلہ محسوس ہونے لگا تھا۔ مگر بہرہ بنی اکرم کے زمانہ میں بہرہ  
 ایلیجی کے قتل کی پوری نزانہ دی گئی گارنٹے صحابہ اس بغیرتی کو اپنے دل سے نسیا سیا  
 دیا اور آخر کار انہوں نے اپنی ایک بڑی ہتیاں کہو کر ان سے پہر پورا انتقام لیلیا۔ یونان کو  
 وسعت نے مجبوراً مسلمانوں کو مسیحی دین سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا اس خطبہ کے تحت  
 کی طرف سے مختلف صوبوں میں جو گورنر مقرر تھے وہ مسلمانوں کو بیٹو سرتاتے تھے اسلئے اکثر  
 گہری وہ اپنے بہائیوں کا انتقام لینے کے لئے آمادہ ہوتے تھے اور آخر عیسائیوں کے سوا کسی

ان کی سلطنت کو مسلمانوں نے ہرپ کر لیا۔ میں ان حکمران سلاطین کا ذکر نہ کروں گا کہ جنہوں نے محض اپنی سلطنت کے وسعت دینے کے لئے دوسری کسی سلطنتوں پر شکرتی کی کیونکہ اس قسم کے حکمران عیسائیوں کے ہاں بھی بہت ہو چکے ہیں اور اب موجود ہیں۔ بلکہ میں اس موقع پر اپنے کو نبی اکرم اور آپ کے صحابہ یا خلفائے تک محدود کرنا چاہتا ہوں نبی اکرم کی جو وصیت تھی بکا بیہ اثر تھا کہ ہر صحابی دوسروں سے پہلے کہا کرتا تھا۔ (فتح کرنے کے بعد) مانا تم سے دشمنی کرنی چو ہم تمہارے ساتھ وفا شکاری کریں گے یا تم خراج ادا کرو ہم تمہارے کل حقوق کی نگہداشت بظن احسن کریں گے یا تم ہمارا مذہب قبول کرو اور پھر تم ان حقوں سے مشرف ہو گئے کہ جو عین حاصل میں جتنی آیتیں کہ کلام مجید کی ہم اور نقل کر آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم نے قوانین جنگ کی بنیاد کن دانا اور عقائد نہ منصفانہ اصول پر رکھی تھی۔ میں دلیری سے اس امر کا کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جو کچھ آزادی مسلمانوں کی سلطنت میں عیسائیوں کو تھی اور اگر پہلی یہ اپنی محنت کی فطرت سے بغاوت کے لئے تھے سامان ہم پہنچاتے تھے اور جن کی حفاظت میں انہیں آزادی امن حاصل تھا ان ہی کی تخریب کی تدبیریں کرتے تھے اس کے حالات ایسے خوفناک اور شرمناک ہیں کہ شریف عیسائی کہیں ان کا سننا بھی برداشت نہ کرے گا میں مختصر طور پر جدید عیسائی شہداء کا جنہوں انگریزی تاریخ ہی سے نقل کرتا ہوں جس سے بخوبی کھل جائیگا کہ مسلمان اپنی سچی رعایا کی کتنی خاطر و مدارات کرتے تھے اور وہ ان کو کیسی کیسی تکلیفیں دیتے اور سلطنت کو بیلے کی ناقابل شرم تدبیریں کرتے تھے جب عبدالرحمن ثانی خلیفہ اندلس کا دربار نے نئے کہاؤں کی سیر کی باتوں کے مختلف اوضاع کی ترکش میں مصروف تھا سلطان کی رعایا میں سے خاص قرطبہ ہی میں بیت سے لوگ ایسے تھے جو زیادہ عمیق خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے کسی بیرونی دشمن سے سلطنت اسلام کے امن میں خلل پڑنے کا خطرہ نہ تھا عبدالرحمن ثانی نے جو کسی طرح ذاتی دلیری اور فوجی نمود کے اشتیاق سے مغرانا تھا کئی مرتبہ کامیابی کے ساتھ شمال کی فطرتوں ان کی بدکرداری اور ہمدستی کی نرا دینے کے لئے فوج کشی کی جو لوئی ڈیویز کی رو سے بارہ سو صد پر چھتر چھتر چار ہے تھے یہ چھوٹی جھوٹی مہمیں ایسی سنگین نہ تھیں کہ ملاحی حکومت کی ستاری میں خلل ڈالیں ایسے انتشار ہمیشہ اندرون سلطنت ہی سے پیدا ہوا کرتے تھے اس مرتبہ قرطبہ کے ایک چھوٹے نصرانی گروہ کے خردمانی سے تردد لاحق ہوا بیت سے عیسائیوں کو اپنے مذہب کی بابت زور دینے کی کوئی خواہش نہ تھی ان سے اچھا برتاؤ ہوتا تھا وہ جبراً چلے رہتے ذرا زمانہ ان ملک ان سے کچھ روک ٹوک نہ کرتے اور دلیتمند ہو جانے کے واسطے پوری آزادی رکھتے تھے۔ اس زیادہ اہم کیا خواہش ہو سکتی تھی سب اس کے کہ اپنی پر ذاتی سلطنت حاصل کریں اور چونکہ یہ



اس وقت نامکون تھا وہ سکونت پر قانع رہتے اور اپنے رحیم اور عایا پر درحاکمون کی بابرکت جلو سے فائدہ اٹھاتے یہہ کیفیت اندس میں عام طور پر تھی مگر جابجا حریص اور جنون زدہ اولواغرام لوگ بھی تھے جو کفار (مسلمانوں سے غرض ہے) کی حکومت کی نرمی اور ملامت سے ہی خشمناک تھے انہوں نے اپنے کلیہ کی قوت اور خوشحالی کو یاد کیا اور پادری اپنی نفرت کو مسلمانوں کی جانب روک نہ سکے جنہوں نے ان کی حکومت ان سے چین لی تھی اور بجائے مذہب کے انہیں دین جاری کر دیا تھا مسلمانوں کی نرمی ہی نے ایسے پر جوش لوگوں کو برہم کر دیا انہوں نے اسکو پسند کیا کہ پرانے بزرگان دین کی طرح ایذا اٹھائیں اور ان کو شربت شہادت پینے کا شوق چرایا۔ اور وہ مسلمانوں پر اسلئے ناراض ہوئے کہ مسلمان ان کو راہ خدا کے لئے ایذا نہیں پہونچاتے تاکہ ان کو نجات حاصل ہو یہ وجہ سے مسلمانوں کو علانیہ خوش گزران اور عیاشی منشی نفاس سے بالخصوص نفرت پیدا ہوئی اور ان کو نے ان کی خوش باشی لغتہ و سرود علم و فضل پر تنفر کرنا شروع کیا ان کی رائے کے موافق دیندار کی حیات مستعار کا یہ مقصود تھا کہ کوڑوں کی چوٹ اور گرنگی کے ساتھ بسر ہو اور استغفار اور قرب عاصیان کیا جائے مصیبت و تکلیف کے ذریعہ سے تصفیہ و تزکیہ ہو جسم کی تباہی اور دم کی صفائی کی جائے غرض کہ یہ صورت جو پیدا ہوئی وہ رعایا میں سناسیوں کی سی عیسائیت تھی اور بجائے پروائی کے جو اسپین کی عیسائیت کی خاص کیفیت تھی اب دفعۃً ایک جوش درجہ شہادت حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوا۔

افسوس ہے کہ لچھے لوگوں نے اپنی اور اودن کی جانین محض خیالی باتوں کے لئے تلف کین اند کی خود کشیان اس سے زیادہ سمجھداری یا بچی دینداری کی نہ تھیں جیسی بعل کے کاہنوں کی جو اپنے کو چاقون سے ہلاک کرتے تھے یا ہندوستان کے سناسیوں سے جو اپنی ہتیلیوں میں کیلین ہوتے تھیں یہ امر کہ اسپین کے شہدادہ ایکساچے کام کے لئے مجنون تھے ان کو کچھ کم دیوانہ ثابت نہیں کرتا عیسائیت اپنے معتقدوں کو یہ نہیں سکھاتی کہ اپنی جانوں کو دید و اور دانستہ ہلاکت میں ڈالو محض اس اشتیاق کے لئے کہ تم ستائے اور قتل کئے جاؤ یہ بات نہ تھی کہ گویا عیسائیوں پر ظلم ہوتا تھا یا ان کے اداسے رسوم مذہبی میں دست اندازی ہوتی تھی اور یہ بات نہ تھی کہ مسلمان عیسائیت سے ناواقف تھے اور ان کو اس کی تلقین کی ضرورت تھی وہ انجیل کو بہت سے عیسائیوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح جانتے تھے اور حضرت عیسیٰ کا نام بغیر علیہ السلام نہ لگائے ہوئے کسی نہ لیتے تھے اسلام مسیح کی نبوت کا پورا اتوار کرتا ہے اور ان کی جانب ادب کا بڑا دہرے طور پر سکھاتا ہے مسلمان عیسائیت سے ناواقف نہ تھے بلکہ وہ اپنے مذہب کو ترجیح دیتے تھے اور چونکہ انہوں نے عیسائیوں کو ان کے مذہب قائم نہ دیا



عیسائیوں کو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایذا رسیدہ دینداروں کی بہادرانہ روشن خواہ مخواہ اختیار کرین سچ تو یہ ہے کہ شہید ہو جانے کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ کیونکہ عیسائیوں کی پوری آزادی ان کے معاملات مذہبی میں تھی وہ بلا روک ٹوک کوئی دعوت و تلقین اپنے دین کی کر سکتے تھے ان کو کوئی وجہی بنیاد تکلیف دے جانے کی نہ مل سکتی تھی بجز اس کے کہ وہ انجیل سے خود گریز کریں۔ اور حضرت مسیح کی اس نصیحت کو منسوخ کر دیں، کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو ان لوگوں سے نیکی کرو جو تم سے نفرت کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرو جو تمہارے دشمن بن گئے اور ستاتے ہیں عیسائیوں کو کوئی ہی لعن طعن نہ کرتا تھا نہ کوئی ان کو ستاتا تھا۔ بیشتر عیسائیوں کو کوئی تکلیف نہ دیتا اور نہ گنگلی کو جو ان کے چوتھے چوٹے بچے اور غلام لوگ کہی کہی پادریوں کو چراتے لیکن اعلیٰ درجہ کے مسلمان کہی ان کے شریک نہ تھے۔ تاہم عیسائیوں نے اپنے ان نرم دل دشمنوں سے محبت کرنے کی ایسی کم کوشش کی کہ انہوں نے اپنے رشتہ سے تجاوز کیا اور محض اس ارادہ سے کہ تکلیف پر شہید ہو جاویں مسلمانوں کو گالیاں دینا اور ان کے مذہب کی توہین کرنا شروع کیا مسلمانوں کے ملک میں مشہور و معروف قانون ہے کہ جو شخص ایسے کجی یا ان کے مذہب کی توہین کرے اس کو مار ڈالنا چاہئے یہ ایک سخت اور حتمی قانون ہے مگر دنیا میں اس سے بھی بدتر اصول کی تعمیل سمجھنے کیلئے آف آفسورڈ کی پہاڑیوں پر اس زمانہ کی مدت بعد دیکھی میں جب کاغذ کر رہے ہیں عہد ہندو جبکہ ابید کرنا اور دوسرے کے دین کی ضرر رسانی یا توہین کرنا عیسائیوں کا کام نہیں ہے کسی قانون کی دید و دانستہ خلاف وزری کرنا جسکی پاداش میں سزائے موت مقرر ہے شہادت نہیں بلکہ خود کشی ہے اور ہر کو جس قسم کا ترس ان شہداء نے قریب پرانا ہے وہ دیا ہی ہے جیسا کسی مجنون پر ہونا چاہئے یہ لوگ جو مار گئے دراصل شہداء جنوں تھے اور ان کی قسمت ایسی ہی قابل افسوس ہے کہ گویا وہ دراصل شہید وین و ایمان تھے۔

ان خود کشیوں کا بڑا سبب یو لوجیس ایک پادری تھا جو قریب کے ایک پیرانے خاندان کا شخص تھا اور یہ خاندان ہمیشہ سے اپنے غلوئے شمریت کے لئے مشہور تھا یو لوجیس نے بہت سال عبادت روزہ داری ریاضیت اور نفس کشی میں صرف کئے تھے اور اپنے گواہ خود فنگی کی ایسی حالت تک پہنچا دیا تھا کہ جس سے انسان گمراہ گرد لیرا نہ زہد و تقویٰ کے افعال کرتا ہے اسکو دنیا سے بچہ تعلق باقی نہ رہتا نہ اپنی ذات کے واسطے کچھ خیال تھا نہ کوئی خالی ہوس تھی اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے مذہب پر طعن و تشنیع کرے اور اپنے ہم مذہبوں میں بلند خیال زہد و تقویٰ کا جوش پیدا کرے سمجھنا اسکو اور نہ نام ایک دولت مند نوجوان قریب اور خد جو شیلے کا ہنوں مکون عورتوں اور دنیا داروں کی عمدہ ہی بخوان اشخاص کے جو نوجوان تقدس باب پادری کے ہم خیال تھے ایک خوب صورت

لڑکی فلور نام تھی۔ وہ دو غلی نسل سے تھی یعنی اس کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی اور اس  
کی ماں نے خفیہ طور پر اسکی تربیت بخفا عیسوی کی تھی بہت سال تک فلور اظہر سبایاں  
رہی مگر آخر کار اسی قسم کی خود کشی کے جوش سے جس نے یو لو جیس کو برا فرودختہ کر کہا تھا اور جو چار  
اس قسم کے فقرات ابجیل سے پیدا ہوا تھا جیسا کہ یہ ہے یعنی ما جو شخص میرا انکار لوگوں کے سامنے  
کرے گا اس کا انکار میں اپنے باپ کے سامنے کروں گا جو آسمان پر ہے وہ اپنے بھائی کے گھر سے بھاگ  
گئی (کیونکہ اس کا باپ فوت ہو چکا تھا) اور عیسائیوں میں جا کر پناہ لی اس کے بھائی نے جو ملکہ  
تھا اسکی بیفائدہ تلاش کی بہت سے پادری اس الزام پر قید کر دئے تھے کہ وہ اس کے بھکا لیجانے میں  
شریک تھی اور فلور اب یہ خیال کر کے کہ اس کے قصور کی وجہ سے دوسروں کو سزا ہونا مناسب نہیں ہے  
بھکان کو واپس آئی اور دین عیسوی کی صداقت کا اقرار کیا۔

اسکی بھائی نے ہر طرح کی تدبیر کی کہ وہ اپنے دین پر واپس آئے اور بالآخر اس کے انکار غرضناک  
ہو کر اسکو قاضی کے سامنے مرتد ہونے کا الزام لگا کر پیش کیا۔ مسلمان کی اولاد کو مان نصرانی ہو مطلق  
شریعت محمدی کے مسلمان پیدا ہوتی ہے اور ارتداد کے واسطے سزائے موت مقرر ہے۔ اسوقت تک  
ٹرکی میں یہ قانون جاری ہے گو پچھلے چالیس برس سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اثر پذیر نہ کیا جاوے  
پس ہکو امید کرنا چاہئے کہ ایک ہزار برس پہلے اس سے ہی کم رعایت مرتدوں کے واسطے ہوتی  
ہوگی تاہم قاضی نے جس کے سامنے فلور پیش کی گئی اس پر رحم کیا اس نے اسکو سزائے موت دیکر  
جیسا کہ قانون اس پر لازم تھا اس کو قید کیا بلکہ اسکو سخت زد و کوب کرایا اور اس کے بھائی سے  
کہا کہ اسکو گھر بجا کر دین اسلام کی تلقین کرے مگر وہ بہر بھاگ گئی اور اس نے چند عیسائی دوستوں  
کے ان پناہ لی اور یہاں اول مرتبہ اس سے یو لو جیس سے ملاقات ہوئی جسکو اس خوب صورت  
اور بد نصیب جان زاہدہ کی جانب پاک و صاف محبت پیدا ہوئی جیسے فرشتوں کو ایک دوسرے  
کی جانب ہو سکتی ہے اسکے خیال علوی تقدس زہد و تقویٰ اور دلیری نے اسکو یو لو جیس کی  
آنکھوں میں دلی کے طور پر دکھلایا اور اس نے چہ برس بعد اپنی اور اسکی پہلی ملاقات کا تذکرہ ان  
الفاظ سے کیا۔ "مقدس بین تم نے اپنی گردن پر کوڑوں کے داغ مجھ کو دکھلائے جن کے اور کی  
پہنائے والی خوب صورت رافین تراش لی گئی تھیں یہ اس وجہ سے تھا کہ تم مجھ کو مرشد اور روحانی  
باپ سمجھتی تھیں اور مجھ کو اپنی طرح پاک اور صاف خیال کرتی تھیں بہت نرمی سے اپنا اہمہ تھا کہ  
میں تمہیں پر رکھا اور اگر مجھے ہو سکتا تو میں ان کو اپنے لبوں سے چاٹ کر خچا کرتا جب میں تم سے  
جدا ہوا میری یہ حالت تھی جیسے کوئی شخص خواب میں چل رہا ہو اور میں بہم آہ و نالہ کرتا رہا۔  
شعر۔  
زودیدہ زفتی و مردم بہان نفس فریاد کہ بے تو مردم داگر چنین باسانی ہے

فلورا اور ایک بہن جو اسکے جوش مذہبی میں شریک تھی ایک محفوظ مقام پر پوشیدہ کی گئی۔ اور یوگوجیس نے پہر کچھ عرصہ تک اسے مذکور کیا۔

اسی اثنا میں قرطبہ کے عیسائیوں کا جوش بار آور ہو رہا تھا ایک بیوقوف پادری پر فلکس نے دین اسلام کی توہین کی اور نبی اکرم کی شان میں ہزار مسلمانوں کے سامنے گستاخانہ کلمات کہے تو وہ عید الفطر کے مذہبیانسی دیا گیا جب تمام دنیا ماہ صیام کے اختتام پر خوشی اور خرمی کر رہی تھی مسلمان مرد اور عورتوں نے اسی تہوار کے روز ادبہ ہی زیادہ خوشی منائی اور توہین کنندہ پادری کے بہانسی پانے کے مضمون نے ایک اور جوش ان لوگوں میں پیدا کیا۔ جو ستر کون پر جمع تھے اور دریا میں شتیان چلاتے تھے اور شہر کے باہر میدان میں کھیل رہے تھے۔ بد نصیب پادری نے دلیری سے جان فی اور تادم واپسین مسلمانوں کے زعفران میں ان کے مذہب کی توہین کئے کیا۔ بشپ قرطبہ نے سوا ایک گروہ کانہوں اور مردیوں کے اسکی لاش کو اٹھایا اور اسکو سینٹ اسس کلس ایک شہید متبرک کے ساتھ اس گرجہ میں دفن کیا جہاں کا وہ پیشوا تھا اسکو دلی قرار دیا اسی روز شام کو وہ مسلمان گئے اور یہہ پر فلکس کے قاتلون پر غضب آسمانی سمجھا گیا۔ نصر جیشی علام جو ہتم بہانسی کا تھا اسی سال فوت ہو گیا اور عیسائیوں نے تختہ دی سے کہا کہ پر فلکس اسکی پیشین گوئی کر گیا تھا۔ اور یہہ دوسرے غضب ساوی تھا اس کے بعد ایک پادری آئزک (اسحاق) نامی قاضی کے پاس گیا اور اسے قول کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر جب قاضی عقائد اسلام بنا چکا تو یہہ شخص صاف کانے ناگ کی طرح پٹھا کہا گیا اور مذہب اسلام کی نہایت کردہ الفاظ میں توہین کرنے لگا۔

کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ قاضی نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ ”کیا تو نہیں جانتا کہ ہماری شریعت میں حکم ہے کہ اس شخص کو جو تیری طرح گفتگو کرے سزائے موت دینا چاہئے“ پادری نے جواب دیا میں جانتا ہوں مگر سزائے موت دے میں اسکا طالب ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خدا نے کہا ہے ”مگر زید میں وہ لوگ جو نیکی کے واسطے ایذا پائیں اور سلطنت آسمان کی ان ہی کے لئے ہے“ قاضی کو اسکی حالت پر افسوس آیا اور اسنے سلطان کے درخواست کی کہ اسکی خطا پر چشم پوشی کی جائے مگر کچھ فائدہ نہوا اسنے کہ سلطان کے معاف کرنے پر یہی وہ اپنی سرزہ درانی سے باز نہیں آیا آخر اسکا سر کاٹا گیا اور وہ دلی قرار دیدیا گیا۔ اور یہہ بطور قطعی ثابت کیا گیا کہ اسنے بہت سی کراستیں دکھائی تھیں نہ صرف اپنے بچپن سے بلکہ پیدا ہونے کے قبل ہی۔

اسی اثنا میں پادری بوجیس کے ایک شاگرد نے جو سلطان کے گار دین تھا پیغمبر عرب کی جانب کلمات توہین استعمال کئے اور اسکی باداش میں اسکا سر قلم کیا گیا دوسرے اتوار کو چہ پادری قاضی کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور چلانے لگے کہ ہم بھی دم ہی کہتے ہیں جو ہمارے مقدس بہائیوں کی حق

اور سائونے کہا ہے وہ اور اسکے بعد کلمات کفر کہنے لگے اور یہ کہنے لگے ہم سے پیغمبر عرب کا بدلہ لاؤ اور اپنی تمام وحی نہ سحنتی ہمارے اوپر کرو و ان کی ہی اپنے بہائیوں کی سی خوشی قسمت ہوئی یعنی ان کے ہی سر کاٹے گئے اور ان کے بعد مین اور پادری جنہیں اپنی جان کھونیکا مرض متعدی پیدا ہوا تھا دیوانہ دار جلاؤ کی طرف دوڑے کہ ان کا سر تن سے جدا کرے اس طرح پر ۱۵۵۰ء کے موسم گرما میں دو مہینے سے کم عرصہ میں گیارہ شخص قتل ہوئے۔

بیشتر گروہ نصاریٰ کے اپنے بہائیوں کے اس ناخوشی کے جوش پر بد دل تھے۔ یہہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اہل یان اسپین اب تک مذہبی جوش کے لئے مشہور نہ تھے ان کا مذہب ان پر بہت ٹھیک اثر رکھتا تھا اور ان کی استعداد تعداد کثیر نے اسلام قبول کیا تھا کہ دونوں مذہب اور دونوں قوم زیادہ سرد و رشتہ مراسم سے منسلک تھے نصاریوں نے لہجی پرانی لاطینی زبان اور علم ادب سے نفرت کرنا شروع کر دیا تھا انہوں نے عربی پڑھنا شروع کی اور بہت جلد اسکو ویسے ہی عمدہ طور پر کہنے لگے جیسے خود عرب کہتے تھے خود دیو جو جس پادری اس القاب پرافس کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ نصرائی عربی نظم اور قانون میں لطف پاتے ہیں بجائے اسکے کہ انجیل مقدس اور پادریوں کی تصانیف سے خط حاصل کریں نو عمر بچہ صرف عربی جانتے ہیں وہ مسلمانوں کی کتابوں کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں ان سے بڑے بڑے کتب خانہ میر تے ہیں اور ان کو دلچسپ انداز میں انگیز سمجھتے ہیں اور مشکل سے ہزار میں ایک شخص صاف لاطینی میں خط لکھ سکتا ہے مگر وہ عربی کے عمدہ اشعار نظم کر لیتے ہیں اصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے عربی نظم اور زاول کو گر جا کے پادریوں کی تصانیف کی نسبت زیادہ دلچسپ پایا ان میں عربیت روز بروز بڑھتی جاتی تھی وہ زیادہ مذہب زیادہ نفیس مزاج اور نظریق مذہب سے بے پردا ہوتے جاتے تھے وہ مسلمانوں کے بہت مشکوک تھے کہ مسلمان ان سے بہت عمدہ برتاؤ کرتے تھے اور مخالف نوری جوان کہ یہاں بزرگ نے ظاہر اس سے انحراف ہوئی اور سکے سا ہو گیا۔ انہوں نے یہاں بزرگ کے لڑکے ہو گئے تھے ان کے لنگوڑا کو اٹھانا چاہا تو ان کے لنگوڑا نے ان کے دیکھو مسلمان عیسائیوں کے ساتھ کیا مناسب برتاؤ کرتے ہیں اور انجیل مقدس کی عاقبت جو تلمیق اور جواری کے الفاظ کی طرف مائل کرتے ہیں، بدگو کہی سلطنت آسمانی میں داخل ہو گا اور ان سے کہا کہ دیکھو مسلمان ان موتوں کو بیچینی سے نہیں دیکھتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارا مذہب سچا ہوتا تو خدا اپنے شہید کا بدلہ لیتا معان معوی مسم کے عمدہ عیسائیوں نے جو نیکی اور مدد کے روحانی عطیہ کے زور کو نہ جانتے تھے اور اپنے بہائیوں کی جانب اینافض ادا کرتے تھے اور پرانے سادہ طریقہ سے عبادت کرتے تھے ان جو شیلے لوگوں کو بہت کچھ دکھا کر فائدہ پہنچا انہوں نے سمجھا کہ یہہ متواتر بدگوئی ان اور اس کے بعد عجلانہ سزا دی کا انجام یہہ ہو گا کہ مسلمان

عیسائیوں کو فی الواقع ستانے لگیں گے برخلاف اس کے پادری یوحیس جس نے ان کے  
عتراضات کا جواب انجیل اور افعال حواریں سے دینا اپنے ذمہ لیا ایسے ہی نتیجہ کا خواہشمند تھا  
در پر جوش لوگ بھی آتش اید سے زیادہ اور کچھ نہ چاہتے تھے حکام مذہبی جنہر اثر متوسط مزاج  
وگون کا تھا اور نیز اسلامی گورنمنٹ جوش نیاوت کو بلا سزا دے ہوئے عرصہ تک قائم رہنا گوارا  
کر سکتی تھی پادریوں نے یسدرت شیعنی شبیلہ کے سردار پادری کے جلسہ منعقد کیا اور گودہ پھیل  
شہادتوں کو ناجائز قرار نہ دیکھے اس واسطے کہ گرجا نے جان دینے والوں کو داخل قہرست شہدا  
ر لیا تھا تاہم انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اس قسم کا اب کوئی فعل نہ کیا جائے اور بتعمیل اس فتویٰ  
کے پر جوش حامیان مذہب کے سرغناؤں کو قید کر دیا یہاں پادری یوحیس اور فلورا سے پہلے لاف  
ہوئی۔ فلورا ایک روز گرجا میں بہت عجز و الحاح سے عبادت کر رہی تھی کہ اس نے اپنے قریب ایک  
اور عابدہ کو دیکھا جو بہن پادری آٹھی کی تھی جو پہلے "شہدائے عین" سے تھا میری (اسحق کی بہن) نے  
سلطنت آسمانی میں اپنے بہائی سے ملنا چاہا اور فلورا نے ہی اس کے ہمراہ جانیکا ارادہ کیا دونوں  
قاضی کے سامنے گئیں اور مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف کلمات بے ادب استعمال کر کے  
قاضی کے غصہ کو برانگیختہ کرنے کی پست کوشش کی دونوں جوان اور خوب صورت لڑکیاں جس  
دل سے اس اصول مذہب عیسوی "زمین پر عمل جوئی اور انسان کی طرف نیکی باندھتیں محبت  
(قاضی) کے رو برو ناپاک کلمات توہین ادا کر رہی تھیں۔ اور اس کے دین کو "کافر شیطان و  
تباہی بتیں مگر حمد قاضی آسانی سے غیظ و غضب میں آ جانے والا نہ تھا وہ عیسائیوں کے اس  
بہودہ جنوں سے بالکل تھک گیا تھا اور کئی مرتبہ جب لوگوں نے اپنے کو بچہ موت میں ڈالا بتلج  
بہر انگیکیا تھا کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں اسکو ان دونوں کیوں پر رحم آیا اور سس نے چاہا کہ وہ جو  
مکرم اس نے ان کو عبت دلائی کہ جو کچھ انہوں نے زبان سے کہا ہے اس سے باز آئیں اور غلام  
موجاہدین کہ گویا قاضی نے کچھ نہیں سنا مگر وہ اپنے قول پر قائم رہیں اور قاضی نے ان کو چھوڑا  
قید کر دیا۔

یہاں اس لمبی قید میں دونوں عورتیں بدل ہو گئیں اور اپنے کو ہلاک کرانے کے شوق سے دست بردار  
ان کی طرف مائل تھیں کہ یوحیس پادری انکو قوی دل اور بڑا کونے کے لئے آیا اس کا کام دنیا میں  
سب سے زیادہ مشکل تھا۔ یعنی یہ کہ اس عورت کو یہاں لسی پر چڑھنے کے لئے جرات دلانا تھا جبکہ  
وہ دل و جان سے چاہتا تھا تاہم باوجود ہر قسم کی فطری اور انسانی کیفیت کے اس آہن صفت  
شخص نے جوش کا شعلہ شہادت کی انتہا تک بھڑکانے کے لئے اپنے کو آمادہ کیا۔ بد نصیب پادری  
یوحیس کے لئے یہ ایک روزانہ عزم کی بات تھی مگر وہ اپنی کوششوں میں جکودہ سحر کام



سمجھتا تھا کہ یہی دہیا ہوا اس نے ایک پورا رسالہ فلورا کی شہادت کی جو یون اور ٹو ابون کا یقین دلائے کے لئے لکھا جو دین کے واسطے ہو وہ رات دن لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتا تھا تاکہ اپنے دل سے تاسف اور محبت کے خیالات کو دور کرے جسے اس کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہو گیا مگر اسکا ارادہ نہایت ہی سچہ تھا۔ فلورا اور میری باوجود قاضی کی کوششوں کے کہ وہ اپنے کو چارمین اپنے ارادہ پر مستقل اور بے ہراس رہیں اور آخری ملاقات کے بعد جب حکم سزائے موت دیا گیا پادری یو لو جیس نے فلورا کو دیکھا جکی بابت اس نے من بعد بطور تفاخر و حافی فحشہ کی لکھا ہے کہ وہ جھکو فرشتہ معلوم ہوتی تھی ایک ملکوئی نورا کو گہرے ہوئے تھا اسکا چہرہ مسرت سے تابان تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آسمانی مکان کی خوشیوں سے لطف اٹھا رہی ہے جب میں نے اس کے دین شیرین سے باتیں سینین میں نے وہ تاج جو اس کے واسطے مقوم ہوا اسکو دکھا کر اس کے ارادہ پر قائم رکھنے کی کوشش کی میں نے اسکی پرستش کی میں اس فرشتہ کے سامنے سر بسجود ہوا اور اس سے التجا کی کہ اپنی دعا میں مجھے ہی یاد رکھے اور اس کی باتوں سے تقویت پاکر میں اپنی تنہا کو تہڑی کو کم غلگین پس آیا وہ فلورا اور اسکی رفیقہ میری آخر کار ۲۴ نومبر ۱۸۷۱ء کو قتل کی گئی اور پادری یو لو جیس نے ایک مسرت نامہ منظوم کر جاکی اس بڑی فتح کی یادگار میں لکھا اس کے بعد پادری یو لو جیس اور اور پادری محبس سے رہا کر دئے گئے اور دو سو سال عبد الرحمن ثانی فوت ہو گیا اور اسکا بیٹا محمد اس کا جانشین ہوا جو ایک سخت سرد دل خود ستا شخص تھا اور زندگی تنخواہوں سے روپیہ کا ستا اور بوجہ اس کمینہ پن اور نالائقی کے ہر شخص اس سے نفرت کرتا تھا فقط فقہا اسکو پسند کرتے تھے کیونکہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان گستاخوں کا انتقام لے گا جن میں برا بیخۂ عیسائیوں نے دین اسلام پر پوچھا رکھی تھی۔

ہر چند سلطان حال نے انکھین دکھائیں اور کچھ تیوری ہی چرائی کہ یہ پر جوش عیسائی اپنے خویش سے دست بردار ہوں لیکن وہ کیا سکتے تھے ان کے جوش کی دن بدن وہ ہی کیفیت تھی اور وہ برابر نصاریوں کو کہل کہلا اس کی ترغیب دینے لگے تھے کہ تم اپنے محافظوں پر پل پڑو اور ان کی قسموں کو یا مال کرو۔

یہ جوش کی آگ دور در تک پہل گئی تھی اور مفتوح نصرائی چوکتے ہوئے لگے تھے۔ یہاں تک کہ شہر ٹولید و نے یو لو جیس کو اپنا بشپ مقرر کیا اور جب سلطان نے منظوری دینے سے انکار کیا تو وہ عہدہ خالی رکھا گیا جب تک کہ اسی کا تقرر نہ ہو دو فرانسیسی مقدس پادری شہدا کا ترک لینے کے لئے قرطبہ میں آئے اور ایک وزنی بوراڈیون کا لیکر سینٹ جرمن دس پریس کو چلے گئے جو پریس کے دینداروں کو دکھایا گیا۔ مگر ان حامیان دین سچی کو برا صد یہ ہو بخنے والا تھا



و اس کی قانونی سزا تازیانہ تھی مگر پادری کی جسمانی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ سزائے تازیانہ روشت کر سکتا گو وہ اپنے خدا کے سامنے نہایت مسکین اور عاجز تھا اور دین کے واسطے شرم سزا اپنے جسم پر عاید کرتا تھا تاہم وہ مسلمان کے ہاتھ سے کوڑے نہ کھا سکتا تھا اس لئے کہا کہ ماضی تلوار کو تیز کر لو اور میری روح کو میرے خالق سے ملنے کے لئے بھیج مگر ہرگز نہ خیال کرنا نیز اپنے جسم پر کوڑے لگانے دون کا وہ یہ کہہ کر اس نے بہت سے کلمات توہین دین اسلام و اس کے بانی کی نسبت کہے۔

ماضی نے پادری کے گروہ پر تعمیل حکم سزا کرنے کی جواب دہی اپنے ذمہ لے لیا پسند نہ کیا اور یوٹو و حکام اعلیٰ کے روبرو پیش کیا گیا۔ حکام اعلیٰ میں سے ایک نے اسے بحث کی اور پوچھا کہ ایک ججیدہ اور تربیت یافتہ شخص کو اپنا سر کیوں بالارادہ خطرہ میں ڈالنا چاہئے میں خیال کر سکتا ہوں کہ بیوقوف اور مجنون ایسا کر سکتے ہیں مگر تم اور تم کے شخص ہو۔ سنو میری بات مانو ضرورت کا خیال کرو جو کچھ تم نے قاضی کے سامنے کہا ہے اس سے درگزر و صرف اتنا ہی کہہ دو کہ میں دست بردار ہوا تم آزاد کر دیئے جاؤ گے مگر کچھ فائدہ نہوا۔ پادری یوٹو جیسے گوشہ نشین کا تعلیم دینا تھا اور خود شہید ہونے کے لئے سبقت کرنا پسند کرتا تھا اپنی بحث سے ورنہ گزرا اسکو تلوار انجام تک پہنچاتا تھا جس نے اپنے قول سے کسی طرح دست کشی نہ کی آخر کو قتل کیا گیا اور ۱۱۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو دلیری اور تقویت کے ساتھ فوت ہوا۔

جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے یہ ایک متعصب عیسائی کی تاریخ اسپین کا بلفط ترجمہ ہے اس کے کہنے سے اتنا ضرور معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو کس بلا کی آرا دی دے رکھی تھی صرف وہ اپنے نبی اکرم کی نسبت کلمات توہین آمیز سننے کے روادار نہ تھے اور اس قانون پر عملداری نہ کرنا کوئی وزنی ٹیکس نہ تھا کہ اٹھایا نہ جاتا مسلمانوں کے رحم اور انصاف کے مقابلہ میں پادریوں کا جنون زدہ جوش مذہبی دیکھا جائے۔ جہاں تک مسلمانوں کے قوانین ملکی قوانین مذہبی کو دیکھو گے ان کے برابر رحم دل گورنمنٹ کہیں نہیں پاؤ گے۔ اس جملہ مقررہ کا یہ نتیجہ صاف نکل آیا کہ مسلمانوں نے تلوار سے کسی کو مسلمان نہیں کیا۔ اب ہم پھر اپنے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور سیقدان جنگوں کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ جو نبی اکرم اور صحابہ کبارت وقت میں واقع ہوئیں میں۔

دو جنگوں کا جو نبی اکرم کے وقت میں نصاریٰ سے ہوئیں سبب بیان ہو چکا اب یہ کہنا ہے کہ مسلمانوں نے ایران کے مقابلہ میں کیوں ہتیار سنبھالے اور انہیں کیا ضرورت داعی ہوئی کہ وہ فارس پر فوج کشی کرنے پر مجبور ہوئے۔ شاہ ایران کی طرف سے ایک گورنر نے



لئے اپنے معتقدوں پر نئے نئے ناقابل برداشت احکام جاری کرتے تھے۔ اور ان کو نہایت ذلیل حالت میں رکھ کر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ ان کے تمام حقوق مارے گئے تھے آزادی کا کہیں نام و نشان تک نہ رہا تھا۔

جب انہوں نے مسلمانوں کے آزادانہ مذہب پر نظر ڈالی اور ان کے اخلاقی فلسفہ کو دیکھا تو وہ فوراً فریضہ ہو گئے اور انہیں اسلام کے مقابلہ میں اپنا مذہب آتش پرستی اور اس کی ناگوار قیود سخت ذلیل حقیر نحو چھین۔ بس یہی وجہ تھی کہ جس سے اسلام کی بھرتی سے اور عاجلانہ صورت میں اشاعت ہو کر کہیں بھی کسی تاریخ میں کسی سوانح میں یہ نہیں لکھا کہ مسلمانوں نے فلان شخص کو صرف مذہب اسلام نہ قبول کرنے پر یہ جہانی سزا دی یا سزائے موت تجویز کی۔ تعصب کا پردہ اوٹھاؤ اور اسلام کے روشن قوانین پر ایک نظر ڈالو کہ حسین ہر اس آزادی تمدن اخلاق بہر اتر ہے۔ نظر کرو کہ انہوں نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں نصاریٰ اور یہود کے ساتھ کیسا ریمانہ رتا دیکھا اور انہیں مسلمانوں کے پیشتر بدوش کیسے زبردست ملکی عہدے عطا فرمائے اور باوجود صریح سنگین جرائم کے بھی ان کی خطاؤں سے کیسی چشم پوشی کی۔

کسریٰ نو شیرازان نے کچھ عرصہ تک یہ کوشش کی تھی کہ انجن کی ترقیدگی جاتی رہے لیکن ممکن نہوا آخر اسلام نے جون ہی اپنا روشن پروژہ ڈالا وہ ظلمت سے نکل روشنی میں آگئے اور یہہ کل قوم ایران کا مذہب اسلام ہو گیا۔ بس یہہ وجہ معقول اور اصلی ہے جس سے کہ اسلام کی اتنی جلدی اشاعت ہوئی ورنہ اس کے علاوہ جو کچھ اور کہا جاتا ہے وہ جو قدر غلط ہے اس قدر تعصب سے بہرہ ورا ہے۔ تاریخی واقعات مست نہیں گئے اور دیکھنے والے ہی جاہل نہیں ہیں یہہ کیوں غلط بیانات اور پہل تاویلات پر اپنا انحصار کیا جاتا ہے اور کیا وجہ ہے کہ جو ملے جو ملے الزامات مسلمانوں پر لگا کر اپنا منہ دین و دنیا میں کالا کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ آفتاب کی کرنیں ہاتھ لگا سے میلی نہیں ہوتیں اسبطرہ سے جو ملے جو ملے الزامات قائم کرنے سے اسلام کچھ نہیں بگڑتا۔ کوئی مذہب ہی ایسا ہوا ہے کہ جس نے غیر ریمانہ طرق سے خونریزی نہیں کی یہہ اسلام ہی کی شان ہے کہ جہاں بکھار بکھار کر کہا جاتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔

اسلام نے صرف اپنی حفاظت کے لئے تلوار نکالی ہے اور جب حفاظت کا بندوبست ہو گیا تو تلوار کو رکھ دیا اسلام نے کسی اخلاقی دین کے قوانین میں کسی مداخلت نہیں کی نہ انہیں کچھ اپنی طرف سے گھٹایا بڑھایا جس نے تاریخ دیکھی ہے کوئی فرد بشر اس میں واقعی سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسیٰ کے جرح نے جو قدر بیگناہ مخلوق کی خونریزی کی آج تک دنیا میں کسی مذہب کی طرف سے اتنی خونریزی نہیں ہوئی۔

انگلستان جب پروٹسٹنٹ ہو گیا تو اس نے بریسی میٹریش کو جنوں کے مدت تک سلطنت کی  
تھی بیگناہ قید کر لیا۔ ان پر جلتے ہوئے لوہے کا داغ لگایا۔ ان کے عضو کاٹ ڈالے۔ تازیانوں  
سے ان کی کھالیں اڑائی گئیں۔ کل کے کھڑے مین جگر و سزائیں دی گئیں اور ان کے خون بہائے  
گئے۔ اسکا ٹیڈ مین پہاڑوں پر حجر موم کی طرح سے انہیں قابل رحم سزائیں دی گئیں۔ ان کے  
کانوں کے پردے پھوڑے گئے۔

ان کے ہاتھوں پر داغ لگائے گئے۔ ان کی انگلیاں سونے انگوٹھوں کے کاٹ ڈالی گئیں ان کے بیرونی  
ہڈیوں کا موٹے پہاڑ جڑا کر ڈالا۔ سسر نازار عورتوں کو برہنہ کر کے کوڑے مارے گئے۔  
کتیہ لاک گردہ کی اور پی ناگفتہ بہ حالت ہوئی خوفناک ہتیاروں سے انکا قیمہ قیمہ کیا گیا اور ہنر  
رسی مین باندھ کر درختوں پر لٹکا دیا گیا۔ اپنے پیڈٹ اور ایرٹس کو زندہ جلا دیا گیا عیسائیوں کے  
یہہ سلوک تو اپنے بھائی عیسائیوں کے ساتھ کیا صرف چند اصول کے اختلاف پر انہوں نے یہہ  
سظالم روا رکھے۔

اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے غیر مسیحوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انگلستان میں یہودیوں  
کی نسبت بڑی نوبت ہوئی انہیں جبراً بیگناہ پکڑ پکڑ کر پھانسی دیدی گئی اور ان کو بڑی طرح  
قتل کیا گیا اسپین میں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں۔ عیسائیوں اور  
کافروں میں شادیان قطعاً موقوف کر دی گئی تھیں اور اگر ظاہر ہو جاتا اور کوئی شادی چھپ  
چھپاتے ہو جاتی تو دلدہن میر جی سے فوج کر دے جاتے یا زندہ جلا دے جاتے۔ ایہی اسی  
زمانہ کا ذکر ہے کہ امریکہ کے ایک عیسائی نے ایک مسیحی حبشی کو صرف اس جرم پر کہ اس نے ایک کون  
سے شادی کر لی تھی زندہ جلا دیا۔ اس قسم کے روحانی اثر میں جو عیسائیت سے پیدا ہوئے۔

یہہ تو زمانہ گذشتہ کا رونا ہے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں پر یہہ بہت زیادتیان کیں اور ان پر ایسے  
ایسے سظالم توڑے اب حال کی سنئے کہ باوجود اس سس کے رائج ہونے کے اور ہر قسم کی تہذیب  
اور شائستگی کی نشو و نما پکڑنے کے حضرت علیؑ کی تعلیم کا اثر ہنوز وہ ہی قابل نظر اور ناٹا شائستہ  
جلا جاتا ہے۔ اسلام کو اخباروں میں کتا بوں میں۔ رسالوں میں۔ میگزینوں میں لیکچروں  
میں محض اور نا ملائم گالیان دی جاتی ہیں اور ایسے ایسے کلمات توہین آمیز اسلام اور اس کے  
بانی کی نسبت استعمال کئے جاتے ہیں کہ جس کے سننے سے جگر کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور جو  
خونم خون ہو جاتا ہے۔ مسیحیوں میں ابھی تک تکلیف دہی اور ایذا رسانی کی روح نہیں مٹی یہ  
ابھی تک مستعد ہے کہ انا فانا میں اس کو نہ سے اس کو نہ تک شعلے پکڑ کا دے۔ وہ کتا میں بل  
وہ اخبارات جنہیں اسلام اور اس کے بانی کی نسبت سخت اشتعال دینے والے لوگ پڑھتے ہیں

کلمات استعمال ہوئے ہیں اور جن سے دنیا کے میس کو رو رہا شدون کا دل دکھتا ہے عیسیٰ مذہب کی تلمیذہ تہذیب اور زار و ابد اخلاقی اور آفت ناک وحشت کا نقشہ کھینچ جاتا ہے جب اس روشن زمانہ میں یہی بہ عیب نہ گیا اور مغربی طاغیسیائیت کے دامن سے اس بدنامہ مذہب و نہ مٹا سکے تو اور کون سا زمانہ آئے گا کہ اس مذہب میں رحم اور تہذیب آئے گی۔ اور یہ مذہب دنیا کے جیم مذہبوں میں سے شمار کئے جانے کے لائق ہو گا۔

اوپر ایک نظر اسلامی دنیا کی خوشحال تصویر پر ڈالیں۔ جس زمانہ میں کہ اسخ الاعتقاد عیسیائیت مذہبی اور قصائی پن سے برابر یہودیوں اور مسیحیوں کو ایذا پہونچا رہی تھی اسلام انہیں اپنے سایہ عاطفت میں پناہ دے رہا تھا۔ اور انکی حفاظت اپنے اوپر لازم کر لی تھی کہ جو بائے اسلام کو نبی نہ تسلیم کرتے تھے۔ جس زمانہ میں کہ کرچین یورپ کا فروں بت پرستوں یہودیوں کو زندہ جلا رہا تھا مسلمان حکمران اپنی غیر اسلام رعیت سے نہایت انصاف اور عدل سے برتاؤ کر رہے تھے امدان کو اپنے بچوں کی طرح چھاتی سے لگا کر رکھتے۔ سلطنت کا ہر دفر غیر اسلام کے لئے کھلا ہوا تھا۔ نبی اکرم نے خود فرما دیا تھا کہ یہودی۔ عیسائی۔ زرتشتی سے ہر جم پیش اور تمام عیسائی تاریخین اس سے بہری پڑی ہیں کہ مسلمان نے اپنی سچی رعیت پر ہمیشہ رحم کیا یا۔ اور ان کو اپنی سلطنت میں آزادی سے اعلیٰ عہدے دئے۔

جو خونریزان کہ مذہب کی آرمین ہوئیں سخت تہرات و دہین سیکسن اور فری سینس اور دوسری جرمنی قوموں کا چار لیمیکنی کے ماتون قتل کیا جانا اور ان کے بال بچوں کو پتی ہوئی ریت پر اور بیلگناہ بچوں عورتوں کا زندہ جلا دیا جانا ہونو خوبی نشانات زمانہ کی پیشانی پر رکھتا ہے جو چوٹے چوٹے جبرائیلی ماؤن کی ماتا بہری چھاتی سے علیحدہ علیحدہ کر کے آگ میں ڈال دیا گیا تھا اور روتی ہوئی چیخی ہوئی عورتوں کی مشکین باندہ پھپھون کی نذر کر دیا گیا تھا۔ ان زندہ جلنے والوں کی تعداد دس پانچ سو پچاس یا صرف ہزار دو ہزار ہی نہ تھی بلکہ لاکھوں پر فوٹ پہونچ گئی تھی صدائیں زندہ آدھوں کے جلے چمڑے کی چراغ آتی تھی اور تمام سچی دنیا اس بدبو سے لبالب پھری ہوئی تھی۔ ایچی جنسینز کا خونخوار اور ہولناک قتل صحو ہستی پر یادگار رہیگا۔ یہہ نظیرین مٹ ہنن گئی ہیں ہونو تاریخ کے صفحے ان واقعات سے سیاہ ہو رہے ہیں کیا ان تحیر وں کو دیکھ کر پھر یہی کوئی یہہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ عیسیٰ کی روح میں رحم اور انصاف ہے۔

اب سچی مجاہدین یروشلم اور مسلمان فاتحون کا مقابلہ کیا جائے۔ جب مسلمان حضرت محمد رضی اللہ عنہ نے یروشلم کو فتح کیا تو اب شہر کی شاہراہوں میں گھوڑے پر سوار شاہ پادشاہ



ہلو بہ پہلو جاتے ہوئے دکھائی دے آپ نہایت اخلاق سے اس سے بائیں کرتے جاتے تھے اور  
 زمستہ حالات کا استفسار فرما رہے تھے۔ چلتے چلتے آپ بڑے گرجا میں پہنچے جو کہ نماز کا وقت  
 کیا تھا اسلئے اپنے قہقہہ نین کے گرجا میں نماز پڑھی لیکن آپ اندر نہ گئے بلکہ گرجا کی سیڑھیوں پر  
 بیٹھی جب آپ نماز پڑھنے کے لئے لاٹ پادری سے کہا، اگر میں گرجا میں اندر جا کر نماز پڑھتا تو  
 مسلمان صرف میرے فعل کی تتبع کرنے کے لئے اس معاہدہ سے خلاف ورزی کرتے کہ عیسائیوں کو  
 عبادت گاہوں میں داخل نہیں کیا جائے کہ جب انہوں نے یروشلم کو لیلیہ  
 و مفتوحین سے یہہ تیرا دیا ان کے چوٹے چوٹے بچوں کی مانگین پر اگر ان کے سر دیواروں سے ٹکرا دیے  
 دران کیسے بچوں کی کچی کچی ہو گئی۔ نوجوان بچے قلعہ کے کنکر دن برسے گرا دیئے گئے  
 مرد اور عورتیں زندہ جلا دی گئیں ان کی تعداد کچھ اوپر سے نہ شمار کی گئی ہے یہودیوں کی یہی مسلمان  
 کے ساتھ یہی حالت ہوئی یروشلم کے پراناؤں سے مسلمانوں کے خون شر بہ رہے تھے۔ جس کو  
 کہ ماؤں کو فوج کیا ان ہی تلواروں نے بچوں کے کمر و حلقوں کی شہ رگون کو کاٹ ڈالا۔  
 نہ رحم نہ تہانہ حضرت عیسیٰ کی نصیحتیں تھیں اگر تھا تو صرف ظلم اور قصائی پنا تھا۔

عیسائی مذہب جسکی جڑ ایسی نیکی نرمی اور اخلاق میں لگائی گئی تھی وہ پہلا و پہلا اور سرسبز و شاداب  
 اسکو چوڑا کر دے کہ کس سبب سے بڑا اور سرسبز ہوا کہ دیکھو کہ اس نے کیا پہل پیدا کیا ایک ہی نصیحت  
 کام نہ آئی اور خود مذہب نے جو غیر نرمی اور بی رحمی اور نا انصافی اور درندوں سے بھی زیادہ خصل  
 دکھائی وہ شاید دنیا میں بے مثل ہوگی۔ اور جس نیکی میں اسکی جڑ لگائی گئی تھی اس نے کچھ پہل  
 دیا کیونکہ قانون قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی جو کہ قدرت عظمیٰ کی روحانی اور اخلاقی اور  
 تمدنی اب ہم بعض عیسائی ملکوں میں دیکھتے ہیں کیا یہ پہل اسی دخت کا ہے جسکی جڑ ایسی نیکی  
 لگائی گئی تھی جو خلاف قانون قدرت تھی وحاشا وکلاء، بلکہ یہہ اس کا پہل ہے کہ اس دخت  
 و مان سے اوکھاڑ کر دوسری سرزمین پر لگایا ہے جو قانون قدرت کی زمین ہے اور جبکہ یہہ  
 زمین کی مٹی اس میں لگی ہوئی ہے اسے قدر اس میں نقصان ہے۔ گو سچی یورپ ہر قسم کی تہذیب  
 اور اخلاق کا دعویٰ کرتا ہے لیکن ہنوز وحشت اور جہالت کی بواہ میں سے آتی ہے اور بعض  
 بد اخلاقی کا سوت نمونہ بنجاتا ہے جکا اشارہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ یہہ تو اس مذہب کی کیفیت  
 کہ حسین یہہ حکم تھا کہ، اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سوا  
 کر دے و بلاشبہ یہہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہے مگر کسی زمانہ کے لوگوں  
 اس پر عمل کیا اگر دنیا اس پر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو جو اس طرح آباد رہے اور اس طرح لوگوں



جان وال اسن مین رہنے نہ نہایت دلچسپ جواب دیا جاتا ہے کہ جب سب ایسے ہی ہو جاویں تو دنیا سے شرارتہ جادے۔ مگر پوچھا جاتا ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہے یا کبھی ایسا ہو گا تو یہ سب ناشدنی باتیں ہیں جو خیال میں شدنی قرار دیکر ان خیالی اور چوٹی خوشی حاصل کرتا ہے اس طرح انجیل کے جتنے احکام ہیں دھکیلیے سراب کی طرح جبرادید اگر پانی کا دھوکا ہوتا ہے پیش کئے گئے ہیں انجیل کا ہر مسئلہ قانون قدرت کے خلاف ہے اور ایک وحشی افروغی کی گھڑت یا تصنیف سے زیادہ نفعت نہیں کہتنا اسلام کے قوانین کی بنیاد کہ جنہیں میر جہی پر محمول کیا جاتا ہے محض قانون قدرت پر رکھی گئی ہے اور فطرتی طور پر ہر فرد بشر خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی ہو یا مجوسی عمل کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ اسلام میں کہیں ایسی جھکیلی باتیں نہیں دکھائی گئی ہیں کہ جو ناشدنی ہوں اور آئندہ ان سے کچھ نتیجہ سوائے خرابی اخلاق کے پیدا ہی ہو۔ کیونکہ اسلام کی بنیاد نرمی چکنی چٹری باتوں پر نہیں رکھی گئی ہے بلکہ عمل پر اس کے تمام اصول مبنی ہیں۔ اگر ظاہری باتوں کی نمائش چاہتے ہو تو اذعیات سے یہی زیادہ رچیم مذہب کا حال سو جس نے ایک چھوٹے سے چھوٹے جانور کی جان مارنا سخت گناہ قرار دیا ہے خون کا بہانا آدمی کا ہو یا درندے یا ایک پشہ کا خدا کی صنعت کا ضائع کرنا سمجھا ہے مگر تاریخ اور زمانہ موجود ہے اس اصول نے جو قانون قدرت کے مخالف تھا کیا نتیجہ دیا۔ قتل و خونریزی دیسی ہی رہی اور دیسی ہی ہے جیسی کہ قانون قدرت سے ہونی چاہئے۔

اسی پر زور عبارت میں ہم پہلے ہی کہیں اپنے سوانح عمری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھ آئے ہیں اسلئے زیادہ زور اور طول دینا ضرورت نہیں خیال کیا جاتا۔ بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام نے جب تلوار پکڑی جب اسکو اپنی حفاظت کی ضرورت ہوئی۔

مجھے یقین ہے کہ صرف اس مختصر تحریر سے یہ ضرور ثابت ہو جائیگا کہ اسلام میں جہاد کیا چیز ہے اور وہ کس حالت میں کام میں لایا جاتا ہے اور نیز یہ ہویدا ہو گا کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے نہیں ہوئی۔

اسلام اگر پہلا تو صرف اپنی صداقت پاکی صفائی۔ اور نیک طینتی سے نہ کہ جبر و زبردستی سے اور میں یہہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ دو صدی کے عرصہ میں تمام دنیا میں صرف ایک ہی مذہب حکمرانی کرے گا اور وہ مذہب اسلام ہو گا۔ وجہ یہہ ہے کہ جو زمانہ گزرتا جاتا ہے اس کے روشن اصول کہلتے جاتے ہیں اور بغیر کسی داخط یا خطیب کے خود بخود لا کہوں آدمی ظالم ہو لے چلے جاتے ہیں یا ہی کچھ دن کا عرصہ ہوا طلب و دانش کے درمیان ایک شیطان کی سورت جو جنے والی قوم معاہدے سلطان کے سلمان ہو گئی جس کی تعداد دس لاکھ سے کم نہیں ہے۔ یہہ ساری باتیں اور زمانہ کے مختلف اوقات میں ہی اس پیشین گوئی میں جان دے میں یہہ میں

جانتا ہوں کہ دوسری تک نہ میں رہوں گا نہ وہ لوگ زندہ بچینگے جن کے آگے میں پیشین گوئی کر رہا ہوں لیکن ہزاروں وہ خوش قسمت مسلمان ہوں گے کہ جو دنیا کے اس کونہ سے اس کونہ تک ہلال اسلامی اُترتا ہوا دیکھیں گے اور انہیں پرمیر ہی روح پیاس پیشین گوئی کی حدقت پر رحمت پہنچنے کا موقع حاصل ہوگا۔

جو لوگ یہ الزام قایم کئے جاتے ہیں کہ ہمیں بغیر تلوار کے اسلام ہمیں پہیلا وہ حال کے واقعات کی طرف سے کیوں اپنی آنکھیں بند کئے لیتے ہیں اب نہ تلوار ہے نہ اس کا استعمال ہے نہ جبر ہے نہ زبردستی ہے نہ تنخواہوں کی بشارتیں ہیں نہ حسیان جہان کی بخشش کا سرباز دیکھایا جا رہا ہے نہ روپیہ کی دل بہانیاں والی چھٹا چھٹا آوازیں پہر کیا وجہ ہے کہ اسلام ٹریتا چلا جاتا ہے اور اس کو کہیں ٹکاؤ نہیں۔

شکر و تارو پیہ اور صد ہا جانین افریقہ کی ریگستان میں کہی جاتی ہیں مگر نتیجہ معلوم شدہ ۱۸۷۵ء کی ایک پادری کی رپورٹ سے جبکاشن افریقہ کے کسی شہر میں قایم ہے یہ معلوم ہوا کہ سات برس کی محنت و مشقت میں بڑی دقتوں سے ایک مسلمان بیوہ کو عیسائی کیا تو وہ عیسائی تو ہو گئی ہے لیکن ہمیں کچھ امید نہیں ہے کہ وہ اس مذہب پر قایم رہے۔

اسی بڑی کوشش استعداد کے بعد یہ نتیجہ نکلا اور یہ نتیجہ بھی خوش آئندہ نہیں معلوم ہوتا  
اسلام خود بخود بغیر کوشش و غلط روپیہ لاکھوں ٹونین  
اگر کرنا جاتا ہے۔

ابن

دریافت کرتا ہوں کیا تلوار کام میں لائی جاتی ہے یا کسی طرح کی چیر کیا جاتا ہے۔ جس میں ذرا بھی انصاف اور عقل ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کہی تلوار سے ہمیں پہیلا۔ بلکہ اس کے مقابلے میں عیسائیت تلوار اور سخت بیرجمی سے پہیلائی گئی۔  
بین تفاوتہ از کجاست تا کجا

## (نیرہوان باب)

### اسلام میں عورتوں کے مراتب

المجلسۃ تحت اقدام الالهات

ادون کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

خاص خاص اخلاقی اظہار و انکشاف کے تماشہ گاہوں میں کثرت ازواج ایک علاج حالت تسلیم کی گئی  
گذشتہ قومی بہیم خلگون میں دس دس آدمیوں میں سے ایک ایک شخص کے لینے کا طریقہ اور لکھونا  
آدمیوں کا مشوار خلگون میں قتل کیا جانا اور عورتوں کی بہتات کی دن دوئی رات چوگنی ترقی  
نے فطرتی طور پر گذشتہ قوموں میں کثرت ازواج کی رسم کی بنیاد قائم کر دی۔

اسی وجہ سے ہر شخص اس امر کا مجاز کر دیا گیا کہ وہ کئی کئی شادیاں کرے اور اسپر کوئی ملکی یا تمدنی ہندو  
الزام نہ قائم ہو۔ یہہ ایک ایسی ہی امر ہے کہ جس قوم یا ملک میں مردوں سے چار حصے زیادہ عورتیں ہوں  
وہاں جب تک ایک ایک مرد کئی کئی شادیاں نہ کرے گا تو سوائے زنا کاری کے اور کیا متصور ہو سکتا  
ہے۔ آجکل نہایت حقارت کی نظر سے ناقل برداشت صورت میں اس سے قیمہ رسم پر نظر کی جاتی  
ہے۔ اور اس مرض کو لا علاج مرض اور سب سے بدتر مکر وہ مرض سمجھا جاتا ہے۔ ہندو سلف کی شرعی  
قوتوں میں کثرت ازواج قانونی بات ہی تسلیم کی جاتی تھی یا اسے ایسا متبرک خیال کیا جاتا تھا کہ  
برحمانی حکم میں اسے ملا دیا گیا تھا۔ اور بہانہ تک اٹھو ہو گیا تھا کہ لوگ کثرت ازواج کو دینی بات تصور  
کرتے تھے وہ وجہ یہہ ہے کہ دنیا میں نہ کوئی بری بات ہے نہ ایک چیز کو ایک قوم اچھا سمجھتی ہے  
اور دوسری قوم اسی چیز کو برا سمجھتی ہے مثلاً ہندوستان میں گویا امرت سمجھا گیا ہے چیر  
میں یہہ سخت قابل نفرت چیز ہے مکن ہے کہ کسی چینی کے آگے کہانے کی نیر پر گئی رکھا جائے اور  
اس کا جی نہ ملا جائے اس طرح جو چیز کہ چینیوں کو مرغوب ہے ہندوستان اس کا نام سنگ  
تھے کر دے گا۔

بڑی بات کی تعریف یہہ ہے کہ جبکو قانون ملکی۔ قانون انجمن۔ قانون مذہبی۔ قانون رسمی  
سزا بنائے اسکے علاوہ جب ہم قانون قدرت پر خیال کرتے ہیں تو ہمیں یہہ بات بخوبی منکشف  
ہو جاتی ہے کہ دنیا میں ہمیشہ عورتوں کی تعداد لگنی اور چوگنی رہی ہے۔ خلگون میں مرد ہی  
لہے۔ جاتے ہیں۔

اور عوام کم عمر زیادہ مردوں کی ہوتی ہے کیونکہ کہانے کہانے کا فکر انسان کے لئے ہم قابل ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک ایک دودھ و نکلج نہ کئے جائیں تو غورین کیونکر کب کب  
 بین اسکا جواب ہم اسی باب میں آئندہ دینگے یا معترضوں کے لئے چھوڑینگے۔ اب یہ یاد رکھنا ہے  
 کہ کثرت اسراج کی رسم دنیا میں کس کس قوم میں جاری تھی یا ہے۔

ہندوؤں میں یہہ اجازت دیکھی جاتی ہے کہ جب طرح مرد کوئی بیویاں کرنے کا استحقاق کہتے ہیں۔ بیویاں  
عورتیں ہی کوئی کوئی جاؤند ایک ہی بار کرنے کی حجاز میں۔ بہت سی ایسی رانیاں ہوں کہ یہہ  
نے ایک ہی ساتھ چار بیویوں سے شادی کر لی ہے اور ان چاروں کی بیوی بنکر رہنا پسند کیا  
ہے۔ مسدیلون۔ بیلیو لوئیون۔ اسیر لون۔ اور ایرانیون میں کوئی کوئی شادیان کر لی۔ ہائز ہتین  
وہ اپنی شوکت اور عظمت یا نمود و نایش اسی میں جانتے تھے کہ کوئی کوئی بیویاں کریں۔ بلکہ ترقی بہتر  
اس زمانہ میں ہی اس کا حجاز ہے کہ چاہے جتنی شادیان کرے اور کتنی ہی بیویاں کرے۔

حضرت موسیٰ سے پہلے اسرائیلیوں میں بھی کثرت ازواج کی رسم موجود تھی۔ اور یہ عادت  
 تھی کہ ایک شخص جتنی چاہے بی بی بیان کر سکتا ہے کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ چھلہ و ذون میں  
 کی تا کہ نہ یہ وہاں دیکھ کر یوں کی تعداد مقرر کر دی کہ اس حد تک مرد شادی کر سکا جائے  
 ایرانیوں میں زیادہ بیویاں کرنا مذہبی پہلو سے مبارک اور نیک کام خیال کیا جاتا تھا۔ اور یہ  
 بشارت دی گئی تھی کہ جو جتنی زیادہ بیویاں کرے گا اس قدر خدا اسے راضا عطا کرے گا۔  
 سیر و چینی سنن قومین جہنیم اسرائیلیوں نے فتح کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا زیادہ شادیاں کرنی  
 ادولوا الغرمی اور یہاں نہ نمود تصور کرتی تھیں۔ تہریشٹن۔ لی ڈنٹس اور پلیس گین  
 قومون میں جو حصص یورپ اور مغربی ایشیا میں آباد تھیں کثرت ازواج کی فوجاں سم انتہا  
 درجہ کی انہیں رائج تھی۔

یونانی تو میں جو اہل نمبر کی ہندب شاہ تہ۔ عالم سمجھی جاتی بتین اور جس کے مان کر با تمام  
جہان کی فضیلتوں نے جنم لیا تھا عورتوں کی وہ بڑی کھیت کر رکھی تھی کہ سوا ذالہ۔ ایسی  
بیویوں کو مولشی کے مانند رکھتے تھے اور انہیں ایسا حقیر کر کہا تھا کہ ان کے برابر راول کوئی  
اور چیز دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوگی۔ وہ اپنے پلے ہوئے کتنے کی بیوی سے زیادہ توقیر کرتے  
اور انہیں ایسی نفرت تھی کہ صورت دیکھی اور وہ ناپاک ہوئے۔ صرف بچاری یہ سمجھی جاتی تھی کہ  
دنیا میں اس فرقہ سوان کا جلوہ ملا دے کے پیدا کرنے اور گہ داری کا معمولی کام انجام دینے  
کے لئے کیا گیا ہے۔ ان کی توقیر کرنا ان کی عزت کرنا یا ان پر رحم کہانا اسکی کچھ ضرورت تسلیم نہ  
کی جاتی تھی بر یونانی کو اجازت تھی کہ وہ چاہے جتنی شادیاں کرے۔ دیاس تبسہ پن گرد و چون ملی ہو  
سے جو اسکے آدمیوں نے اسکے لئے ساگر دی بتین بڑے لپٹے اوڑا تا تھا۔ اور اسکو وہ قمار دن  
وہ دو ٹکر مصنف ضیاء آباد ہمدانی صفحات ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲

ملکی کے مطابق خیال کرتا تھا۔ اسپانیوں نے گو خاص خاص حالتوں میں مرد کو سوائے ایک بچی کے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہ دی تھی پر یہی عورت کو اجازت تھی کہ چاہے وہ جتنی شادیوں کیسے اور جتنے مرد بنیائے۔ خاص خاص حالتوں میں رومنہ الکبریٰ کے شاہی قانون میں ایک شادی سے زیادہ شادیاں کرنی جائز نہ رکھی گئی تھیں۔ لیکن اسکی بیروی خاص خاص صورتوں میں جائز شمار کی جاتی تھی اور یہ محض نامکن تھا کہ کثرت ازواج کی عالمگیر آگ اس قانون شاہی سے مرعوب تھی۔ چونکہ رومنہ الکبریٰ میں سلطنت جمہوری قائم ہوئی اور رعیت کے حقوق اسکو بخشے گئے۔ تو سب کو اس امر کی آزادی دی گئی تھی کہ چاہے وہ جتنی شادیاں کریں اور جگر نگر خاشاقت اپنے چاہے جتنے دہریہ پیرا کر لے۔ و

یہاں تو یہ کیفیت تھی اور دہر گیلی کی کے کنارہ پر عیسوی مذہب کی منادی ہو رہی تھی اور رومنہ الکبریٰ پر اس کا روشن پروٹڑا شروع ہوتا چلا تھا حضرت عیسیٰ کے جتنے اقوال کہ ان کے حواریوں کی طرف سے انجیلوں میں نقل ہوئے ہیں ان میں سوائے چند آسمانی بشارتوں کے اور کچھ ہی نہیں ہے نہ ان قوانین سے جنہیں آسمانی بادشاہت کا سرباز دکھایا گیا ہے کوئی ملکی قانون اخلاقی۔ نہ دنیاوی نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی اصلاح ہی اس سے نکلتی ہے۔ چند قول ہیں اب ان کو کوئی کہاں تک اڑے بچھائے ضرورت زیادہ باتوں کی اور ان چند انہیں سے یہ زیادہ متضاد کس کس ہاتھ اور کسکی تردید کرے۔ چوں کہ مجھے یہاں صرف کثرت ازواج پر بحث کرنی ہے اسلئے میں دوسری طرف نہیں جانا چاہتا حضرت عیسیٰ نے کوئی صاف حکم ایسا نہیں دیا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ ایک سے زیادہ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ انجیل میں بعض اشارے ایسے ہیں کہ جن سے کئی شادیاں جائز قرار دی جاسکتی ہیں۔ ذیل کی آیت سے جہاں حضرت یسوع نے مثلاً ایسی مثال دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مائیسیت آسمان کی بادشاہت دس کنواریوں کے مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لیکر دوہا کے استقبال کیواسطے نکلیں۔ انہیں پانچ ہوشیار اور پانچ نادان تھیں جو نادان تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں لین مگر تیل ساتھ نہ لیا پر ہوشیاروں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ برتنوں میں تیل لیا جب دوہا نے دیر تک سب اٹھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دوہا آتا ہے اس کے استقبال کے واسطے نکلو۔ تب ان سب کنواریوں نے اوٹھ کر اپنی مشعلیں درست کیں اور نادانوں نے ہوشیاروں سے کہا اپنے تیل میں سے ہمیں بھی دے کہ ہماری مشعلیں بجھ جاتی ہیں پر ہوشیاروں نے جواب میں کہا ایسا ہو کہ ہمارے اور تمہارے واسطے کفایت نکرے بہتر ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جاؤ۔

اور اپنے واسطے مول لوجب وہ خریدنے گئیں دو لہا آپو بچا اور وہ جو تیار تھیں اس کے ساتھ ساتھ  
کے گہرین گئیں اور دروازہ بند ہوا چھپے وہ دھڑکی کنواریاں ہی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند  
اے خداوند ہمارے لئے دروازہ کھول۔ تب اسنے جواب میں کہا میں تم سے کچھ کہتا ہوں کہ تم  
ہنیں بچاؤ اور اس آیت سے دو بائین کہلتی ہیں گو یہ محض ایک مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے  
مگر اس سے اول تو یہ رسم کہلتی ہے کہ پہلے مرد یکے بعد دیگرے عورت سے شادی کرتا رہتا تاکہ  
اسی ساتھ کئی کئی دوشیزہ لڑکیوں سے شادی کرتا رہتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ  
حضرت یسوع نے اس رسم کو برائے سمجھا کیونکہ انانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جس چیز کو برا جانتی ہے  
اسے نیک کام کی مثال میں نہیں لاتی۔ اگر حضرت عیسیٰ کوئی اور مثال لانا چاہتے تو ان ہی مثالوں  
کو لاسکتے تھے جو گیلیلی کے کناروں پر شب و روز چھوٹن کو کرتے دیکھتے تھے جتنی مثالیں انہوں نے  
دی ہیں وہ سب ان ہی حدود کی ہیں جو انہوں نے خود دیکھی تھیں اور جہاں جہاں وہ گئے تھے۔  
اور باقی خیر صلاح ہے۔

اسلئے قوموں میں کثرت ازواج برابر ترقی کرتی گئی اور اسکی دھوم دھام سے نشوونما ہوتی رہی۔ مان  
جسٹینین کے قانون نے اس ہوناک عالمگیر رسم کو زیادہ رد کا قطعاً یہ قانون جاری ہو گیا تھا کہ  
کوئی ایک شادی سے زیادہ شادی نہ کرے۔ لیکن اس مخالفت نے اور یہی طبائع کو ابھارا اور  
وہ کئی کئی شادیاں کرنے لگے۔ یہ انسانی فطرت کی خاموشیت ہے کہ جس چیز کے لئے اسے رد کیا جاتا  
وہ اور اسی طرح جمع ہوتی ہے آخر اس ملکی قوانین کے بندہ میں شکست ہو گئے اور تمام ملک میں پھر کئی  
کئی شادیاں ہونے لگیں۔ ایک ظلم یہ ہونے لگا کہ پہلی بیوی تو اچھی طرح بارام رکھی جاتی تھی اور  
کے بعد جتنی شادیاں ہوتی تھیں وہ عورتیں سخت عذاب میں نونڈیوں سے بھر کر بھیجی جاتی تھیں ان  
پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے۔ ان کے حقوق مطلق نہ تھے اور انہیں باؤں کی جوتی سے زیادہ  
وقت کی نظر سے نہ دیکھا جاتا تھا۔ نہ ان کی حفاظت کی جاتی تھی اور نہ ان کے خورد و نوش کا اچھا بندہ  
ہوتا تھا وہ ایک سخت ذلیل اور انتہا درجہ کی خوار حالت میں مبتلا ہوتی تھیں۔ ذرا ذرا سی خطا پر وہ  
کوڑے بازی ہوتی تھی کہ توبہ۔ روئی کی طرح ان کی کہاں دھنکی جاتی تھی۔ اگر وہ کسی سخت مرض میں  
پہنچ جاتی تھیں تو سہل مرض بغیر غور و تحفظ کے مہلک بنجاتا تھا اور ہر سو کے مصافحہ ملک الموت  
کے اور کچے انجام ہوتا تھا۔ ان بیویوں کے بچوں پر ہمیشہ انگشت نائی ہوتی تھی کہ بعد از ارجا رہا ہے  
وہ بچا رہے کسی انجن میں شریک ہو سکتے تھے اور نہ کسی جلسہ شرفا میں ان کے بیٹے کا کوئی روادار  
ہوتا تھا۔ خواہ وہ کیسی ہی عریب لائق اور شائستہ کیوں ہوں انکو انسانی سوسائٹی سے طرح  
الگ کر دیا گیا تھا کہ جیسے کوئی دو دین سے کہی نکال کر بھنگ دیتا ہے۔ انہیں ان کے باپ کی



ہا تھا و سقوطہ یا غیر سقوطہ میں سے کچھ بھی نہ دیا جانا تھا اور ان بیچاروں کی عمر بہر سبب ہی نہ تھی۔

میں کے پڑے پڑے رہنا اب ہی کرتے تھے گو ان کے لئے شادی کرنے کی اجازت ہی نہ تھی یہی بہر سبب وہ خلاف قانون ملکی اور مذہبی صرف لذائذ نفسانہ کے لئے درجوان شادیاں کرتے تھے اور اپنی اور بی غیر نفس پرستی میں گزار دیتے تھے سینٹ اسٹائن نے کثرت ازواج کو گناہ نہیں قرار دیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ زیادہ شادیاں کرنا کوئی گناہ نہیں ہے نہ کوئی جرم ہے۔ ایک کتبہ صلیبی ہے کہ نامی کئی کئی شادیاں کرنی جائز قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ دو تین شادیاں اولاد کے واسطے یا اور خاص ایسی ہی ضرورتوں میں کرنا ہرگز ناجائز نہیں ہیں اور

یونکہ حضرت عیسیٰ کا کوئی بین حکم کثرت ازواج کی ممانعت میں صادر نہیں ہوا اور یورپ میں یہ بات نافو نا سخت بُری سمجھی گئی ہے کہ کوئی مرد سوائے ایک شادی کے کئی کئی شادیاں نہ کرے اس لئے خیال لیا جاتا ہے کہ جرمنیک باپیلے کے دمن کی آرائے کا یہ طفیل ہے اور یہہ ان کی ہی اصلاح کا قصد ہے کہ یورپ میں نام و نشان کثرت ازواج کا نہیں رہا۔ لیکن یہ محض لغو اور بے سرو پا ہے تاریخ بات کی شہادت دیتی ہے کہ یہ خیال کیسا کم قدر اور بے بنیاد ہے۔ اگر جرمنوں کی طرف خیال کیا جائے تو ان کے مان کثرت ازواج کا قانون یورپ کے اور حصوں سے زیادہ رائج تھا اور اسکی نظیر مختلف جرمنی تواریخ میں موجود ہے۔ میکی شس ایک بہت بڑا جرمنی موضع ہماری اس تحقیق کی تائید کرتا ہے رومنہ الکبریٰ والون کا خواہ اس وقت کچھ ہی طریقہ کیون نہ ہو اور جرمن میں کچھ ہی رسم کیون نہ رائج ہو یہ بھی ان کے گذشتہ قوانین ملکی مرث نہیں گئے ہیں جن میں کئی کئی شادیاں کرنی کوئی گناہ کوئی جرم نہیں خیال کیا گیا ہے۔ بلکہ اسکا میرانی نمود سمجھا گیا ہے۔ دنیا کی جتنی قوموں کی طرف خیال کیا جاتا ہے کئی مانہ بین یہ رسم عالمگیر تھی اور کوئی ملک کوئی قوم کوئی گروہ اس مرض سے محفوظ نہ تھا۔ دیکھو شہنشاہان ہونوریس۔ اور ارکے دیس کو خلی کئی کئی یویان نہیں اور اس قسطنطنین اور اسکے بیٹے کی حرم سربراہ ایک نظر ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ ان دونوں عالیشان سچی باب بیٹوں نے ایک ایک ہی بیوی پر قناعت کی ہے یا ان کی کئی کئی بیویاں تھیں۔ جب خوب تحقیق کی نظر تواریخ کے مختلف صفحوں پر ڈالی جائے گی تو معلوم ہوگا کہ خاص قسطنطنین کی کئی بیویاں تھیں کہ خلی کوئی خاص تعداد نہیں قرار دی جاسکتی۔ یہی وہ قسطنطنین ہے کہ جس نے تلوار کے زور سے یورپ میں دین سچی کی اشاعت کی تھی۔ اسکی یہی بے تعداد بیویاں تھیں۔ لیکن اسکا بیٹا اپنے باپ سے بھی بڑا ہوا تھا۔ اسکی بیویوں کی تعداد ہی نہیں تھی۔ شہنشاہ ویلن ٹی نین ثانی نے یہ فرمان ہی جاری کر دیا تھا کہ ہماری رعیت میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے وہ جتنی بیویاں بیاہے تاریخ سے کہیں بات

ثابت نہیں ہوئی کہ جو یون کے بادریون اور لاٹ بادریون نے اس فرمان پر کچھ اعتراض کیا ہو۔ اسکو ہی جانے دو جتنے مشہد شاہ یکے بعد دیگرے عیسائیوں میں سخت دشمن ہو گئے۔ یہی کی کئی کئی بیویاں تھیں۔ اور برابر رعیت کو اجازت تھی کہ وہ بھی کئی کئی بیویاں کر کے لذت نفسانی حاصل کریں۔

اب ہم ایک بڑی سچت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان الزامات کی حقیقت کو دیکھتے ہیں جو کثرت ازواج کے بارہ میں نبی اکرم پر عائد کئے جاتے ہیں۔ غلطی سے تمام عیسائی موعظ یہہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ محمد عربی نے کثرت ازواج کو نہیں روکا بلکہ اجازت دیدی ہے کہ چاہے جتنی شادیاں کرو اور چار تو گویا قانوناً جائز کر دی ہیں۔ یہہ الزام جہلا کی طرف سے عائد کیا گیا ہے اس لئے یہہ کچھ قیمت اور قدر نہیں رکھتا۔ جو عیسائی کہ عدلے درجہ کے محقق اور عالم میں وہ الزام کو بے بنیاد تصور کرتے ہیں۔ اور حقیقت بات یہی یوں ہی ہے۔

جب نبی اکرم کا ظہور ہوا اور آپ نے اپنے فرض منصبی کی انجام دہی شروع کی تو آپ نے کثرت ازواج کی رسم نہ صرف اپنی ہی قوم میں ملاحظہ کی بلکہ اس باپ کے مالک میں ہی اس رسم کی رسمی طرح سے اشاعت ملاحظہ کی اور مذہب ہر گروہ میں اس کو ساری پایا۔ سچی سلطنتوں کی قیادت و انہیں گرائی کے دور کرنے کی کوشش میں بیچ بچ کر بیٹھ گئے تھے مگر ان کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا۔ کثرت ازواج کی رسم پر نہ کوئی حملہ ہوا تھا نہ اس کا مخالف کوئی قانون ایجاد ہوا تھا بلکہ دن بدن اسکی اور تائید ہی ہوتی چلی آتی تھی۔ بد نصیب یونان باستان کے پہلی کے ناقابل برداشت ظلموں میں پیشو ہوتی تھیں اور ان سے گہر پلو جانوروں سے ہی زیادہ سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ تمام آزدو میں اور امیدیں جو ایک نوجوان طبیعت کا خصوصاً خاصہ ہوتا ہے شادی ہونے ہی پر رحم خاندانوں کے آگے نہ بڑھتا ہو جاتی تھیں اور ہر ایک گفت و نہ کم بخت عورت اپنی پہلی سوکن سے مخاطب ہو کر یہہ کہتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

ایک ہم میں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ پس

ایک تم ہو کہ چینین چاہ کے ارمان ہو گئے

نبی اکرم کے ظہور کے زمانہ میں ایران کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ گندی اور شدید ہولناک تھی یہاں شادی یا نکاح کے متعلق کوئی قانون نہ تھا۔ ہر شخص ڈھیلی ڈھوری چھوڑ دیا گیا کہ وہ چاہے جتنی شادیاں کرے اور ان کو خولہ کسی طرح سے رکھتے نہ خود سلطنت نہ قانون ہند اس کے نیک بد برتاؤ میں درک دے سکتا تھا۔

برائے عربوں اور یہودیوں میں علاوہ متعدد نکاح کرنے کے ایک یہ یہی رسم رائج تھی کہ وہ  
تعمیم کی کیا کرتے تھے یہ رسم جسے زیادہ خراب اخلاق اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اس  
بزرگ نہایت ایسی ایسی محض ملت رحیم اپنی پوری قوت اور طاقت سے رواج پامی نہیں اور  
دن بدن ان کا اثر طابع میں مضبوطی سے جڑ پکڑنا جاتا تھا۔

جوانی و نوجوانی نے اس رسم میں اس سے عورتوں کی حالت میں ایک عظیم نشانِ تغیر پیدا  
دیا۔ یہودیوں اور عربوں میں عورت کچھ مال ہی نہ خیال کی جاتی تھی اور اسکا درجہ حد سے زیادہ  
ذلیل تھا ایک عبرانی ناکندہ لڑکی اپنے باپ کے گھر میں ہی مثلِ ناموں کے بھی جاتی تھی عیسائی میں  
باپ اپنی لڑکی کو فروخت کر سکتا تھا۔ باپ کے مر جانے پر اولادِ نرینہ اپنی مرضی کے موافق اپنی بہن کو  
چاہے جو کچھ دیدیا کرتے یا نہ دیتے یہی انہیں مجاز تھا کہ ان کا قانون مذہبی یا ملکی یہاں نہ تھا کہ جو اولادِ  
نرینہ کو بھیج کر تاکہ وہ اپنی بہن کو باپ کی جائداد میں سے کچھ دیتے۔ لڑکی اس عورت میں اپنے  
باپ کے مال کی وارث ہو سکتی کہ اسکی کوئی اولادِ نرینہ نہ ہو۔ بت پرست عربوں پر ان کی بڑوسی  
سیحی سلطنتوں کا یہ اثر پڑا تھا کہ وہ عورتوں کی بوشیوں سے زیادہ فخر گری کرتے تھے نہ ان کی  
مخالفت کے زیادہ ذمہ دار ہوتے تھے۔ لڑکی اپنے خاوند یا باپ کی جائداد کی جزو ضروری تھی جاتی تھی  
اور یہ وہ اپنے بیٹے کی کفالت میں مثلِ اس کے باپ کی اور چیزوں کے لائی جاتی تھی یعنی وہ یہی ایک  
چیز تھی جس پر باپ کے بعد بیاورا قبضہ کر لیتا تھا۔ اور اسے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا ناروا نہ معلوم  
ہوتا تھا۔

کل عرب شرک اسلام کے دائرہ میں آنے سے پہلے اپنی زندہ لڑکیوں کو آگ میں جلا دیا کرتے تھے  
اور وہاں ہی آگ نہ کرتے تھے۔ یہ یہ خوفِ کاسم قریش میں بہت شدت سے رائج تھی جب نبی اکرم  
نے دغظ فرمایا اور سختی سے روکا کہ ہرگز اس رسم کو نہ کرو اور لڑکیوں کا زندہ جلانا چھوڑ تو انہیں  
ایک شرح پر پرا ہو گیا تھا۔ آپ نے جب سترائین قرار دین اور انہیں مبتدہ کیا کہ اگر آئندہ کسی نے اپنی  
لڑکی کو سفلہ کیا اسے یہ سزا دی جائے گی اور آئندہ زندگی میں اس جرمِ عظیم کے عوض جو اسے درد  
دینے والی زحمت اٹھانے پڑے گی وہ جہاں سے عرب میں یہم ہی غضب نہ تھا کہ وہ لڑکیوں کو مار  
تھے بلکہ اپنے معصوم بچوں کو اپنے دیوتاؤں کے قدموں پر قربانی چڑھانے کے لئے لڑکے کو ذبح کر دیتے  
تھے قضاۃ نے اہلِ بران کی سلطنت میں عورتوں کی بڑی گت بنائی جاتی تھی ان پر بڑی س کھانا  
بارم کرنا کہیں نام بھی نہیں تھا۔ ان سے بڑے بڑا دکی روح کچھ سبب ہی کی ایسی ہو گئی تھی کہ حکما  
شکامانہ تھا۔

یہ ساری برائیوں تو بہتین نیا غضب یہہ تھا کہ بہت بڑے پادری عورتوں کے خلاف دہڑے

و خدا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم عورت میں کئی کئی شیطان پوشیدہ ہیں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے کہ جب ایرانی وحشت باب ہندو کے کڑے کڑے ہوئے تھے شکر اور کفر کی بیخ و بنیاد انہی شرع ہو گئی تھی اور جابر و نظرف سے بہرہ نل و شوبہ بدور رہا تھا کہ دینا کا نجات دہندہ پیدا کیا ہے۔ مظالم کی بنیاد جڑ سے اکھڑ کر ہلک جائے گی اور ہر شخص آزاد کر دیا جائے گا۔

علامہ اور اصلاحیوں کے جو فنی عربی نے کین ایک بہ اصلاح ہی قابل یاد گار ہے کہ عورت کی عزت کو آپ کی اس طبیعت نے اور متعدد و فصلیج کے ساتھ آپ کے ہر دان پر وہ اثر کیا کہ سبب کی ہذا خبر اسی فاطمہ کو خاتونِ جنت کہتے ہیں اس سے زیادہ عظمت ایک خاتون کی ہو نہیں سکتی کہ درون آدمی اس تعظیم سے یاد کریں۔ آپ کو دنیا کی عسست پناہ اور نیکی باطنِ خواتین میں ممتاز خیال کیا جاتا ہے اور آپ کو مسلمان کہ یا جنتی خواتین کی سردار سمجھتے ہیں۔

بنی عربی نے قوانین شادی یا نکاح کے تجویز فرمائے اور اپنی اپنی امت سے غل کرنے کی درخواست کی گو خاص خاص صورتوں اور مردوں میں منع جائز قرار دیا گیا تھا لیکن جب وہ ضرورت میں رفع ہو گئیں تو سب جبری بن یہہ رسم بالکل سادی گئی۔ گو شیعی گروہ میں مقصد کی رسم اتنا کہ جاری ہے کہ بہت ہی کم ہے شریف مرد یا عورت انہیں ہی شہہ جائز نہیں قرار دیتے۔ اور جو دینے جی میں توان کا شمار انگلیوں پر ہے۔ بنی عربی نے عورت کو حقوق عطا کئے ہیں اور وہ بخوبی آزاد حاصل کر سکتی ہے آپ نے عورت کو مرد سے کسی طرح درجہ کی میں نہیں رکھا اور بہت سی قانونی صورتوں میں وہ مرد کے برابر قرار دی گئی ہے۔ بڑی جھٹک یہہ ہے کہ قرآن شریف میں یہہ حکم آیا ہے، ”تم دونوں جانتے ہو کہ عورت کو ایک ہی نکاح کر دے اس لفظ نہ کہ انہیں انصاف نہیں کر سکتے یا انہیں برابر نہیں رکھتے تو ایک ہی نکاح کر دے اس لفظ نہ کہ یا برابر ہی سے جو قرآن کی تعلیم میں ایک بہت بڑا حکمی اصول ضمیر بہت کچھ بحث ہو سکتی ہے کہ ہم نہایت مختصر الفاظ میں اس پر بحث کر کے دکھائیں گے اور ثابت کریں گے کہ قرآن کا اس میں کیا مصلحت جوایت کہ نکاح کے بارہ میں قرآن شریف میں آئی ہے وہ یہہ ہے۔“ ”وان نفقتم الا نفقتم فی الذی انکح ما طاب لکم من النساء متوفیات و ابع فان خفتم الا نقدا لافواحدة او ما ماکتکم ادنی الا تقولوا و اتوا النساء صدقتم غلتہ فان طبن لکم عن شی من نفعا فکلو“ ”ہینکما نما۔ یعنی اور اگر تم کو دیکھو کہ یتیم لڑکوں کے حق میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کو اور عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں دو دو اور تین تین اور جابر بہرہ اگر تم کو دیکھو کہ انہیں (انہیں) عدل نہ کرو گے تو پھر (تمہارے لئے) ایک ہی ہے یا وہ جن کے ایک تمہارے ساتھ ہو چکے ہیں یہہ سے کہ ہے تاکہ ظلم نہ کرو اور دیکھو عورتوں کو ان کا بہرہ خوشی بخوشی پہر اگر اپنے حق کی خوشی ہے

وہ نکو اس میں سے کچھ چوڑ دین تو اس کو کہا اور خطا چھا اور ان ختم الا تقسطواۓ  
 الیتامی) یتامی یتیم کی جمع الجمع ہے۔ اور یتیم اس کو کہتے ہیں جس کا باپ مر گیا ہو یعنی ہر پرست  
 تنہا ہو گیا ہو۔ یہہ لفظ لڑکوں پر اور لڑکیوں پر اور جن عورتوں کا نکاح ہونے سے پہلے باپ  
 مر گیا ہو اطلاق ہوتا ہے گو کہ وہ جوان ہو گئی ہوں۔ اس پر تفسیر کبیر میں مفصل بحث لکھی ہے  
 مگر اسکا حاصل مطلب اسی قدر ہے جو ہم نے بیان کیا اس مقام پر، یتامیٰ سے صرف لڑکیاں  
 اور بن بیاہی عورتیں جن کے باپ مر گئے ہیں مراد ہے۔

اس آیت میں اور اس سے پہلے آیت میں یتیم لڑکیوں یا عورتوں کے حق میں نا انصافی کرنا  
 امتناع ہے اس مقام پر بنظر مزید احتیاط یہہ فرمایا ہے کہ اگر نکو سب بات کا خوف ہو کہ یتیم  
 لڑکیوں سے نکاح کرنے میں ان کے مال اور ان کے حقوق میں انصاف نہ کر دے تو اور عورتوں سے  
 نکاح کر دے اس سے غایت درجہ کی احتیاط یتیموں کے مال اور حقوق کی حفاظت کی باقی جاتی ہے  
 کیونکہ ہم ابھی لکھا ہے کہ تمام آباد دنیا سے قریب قریب یتیموں عورتوں اور بواؤں کے  
 حقوق زوال میں آگئے تھے بیوی کا خاوند پر مطلق کوئی حق نہ تھا بیوی کا باپ پر کوئی حق نہ تھا  
 جس کی خوفناک نظیر ہنوز عورت کے حقوق کی ہندوؤں میں موجود ہے جو کسی زمانہ وحشت میں  
 کل قوم میں وجود تھی۔ اس لیے نبی عربی کو ان کے حقوق کی تحفظ کی مزید ضرورت ہوئی اور اس وجہ  
 سے آپ نے مکرر الفاظ میں تاکید فرمائی۔

تفسیر کبیر میں عروہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا۔

«روی عن عروہ انہ قال قلت لعائشہ ما معنی قول  
 اللہ ان ختم الا تقسطوا فی الیتامی فقالت یا ابن  
 احق ہی الیتیمہ تنکون فی حجر ولہا فیرغب فی مالہا و  
 جمالہا الا انہ یرید ان ینکح یا یا فی من صدقہا ثا اذا  
 تزوج بها عا ملہا معاملتہ ویترا علمہ یا انہ لیس لہا  
 من یدب عنہا و یدفع شر ذلک الزوج عنہا فقالت یا  
 وان ختم ان تظلم الیتامی عند نکاحہن فانک ان  
 غیر من ما طاب لکم من النساء (تفسیر کبیر)۔

یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ ان ختم الا  
 تقسطوا فی الیتامی اس کے کیا معنی ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یتیم لڑکی کے لئے مال  
 کی حفاظت میں ہوتی ہے اور وہ اس کے مال و جمال کی لالچ کرتا ہے اور وہ طاعت ہے کہ



ہٹوڑے سے مہر پر اس سے نکاح کرنے اور پر جب نکاح کر لیتا ہے تو بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور اس کا کوئی ایسا سرپرست نہیں ہوتا کہ اس کی حمایت کرے اور اس کے ختم کی بدسلوکی سے اسکو بچا دے اس پر خدا نے فرمایا کہ اگر تمکو دُر ہو کہ نکاح کر لینے سے بترک کیوں پر ظلم کر دگے تو اور عورتوں سے نکاح کرو ورجو تفسیر آیت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی اور سیاق کلام ہی اسی پر دلالت کرتا ہے اس کے لحاظ سے تقدیم کلام یوں ہے کہ "ان ختم کا نقص طواف فی النیاحی فلا تنکحواھن وانکحواھن غیر ما طاب لکم من الذنوب" اگر تمکو دُر ہو کہ بترک کیوں کے ساتھ انصاف نہ کر دگے تو ان سے نکاح مت کرو اور ان کے سوا اور عورتوں سے جو پسند ہوں نکاح کرو تنکحواھن۔ گویا جزائے محذوف ہے اور فالکھو اما طاب لکم، اس پر معطوف ہے جزا کو محذوف کر کے معطوف علی الجزا کو اسکی جگہ فرمایا ہے اس میں ایک نہایت دقیق نکتہ ہے اور یہ ہے کہ اگر، فلا تنکحواھن، محذوف نہ کیا جاتا تو یہ شبہ پیدا ہوتا کہ نیاحی سے انکح او بیار کا نکاح قطعاً منع ہے حالانکہ امتناع صرف تصرف مال اور ان کے حقوق میں نا انصافی کرنے سے متعلق تھا نکاح درحقیقت دو شخصوں میں ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدوں کے۔ مگر یہ ایک معاہدہ ہے جو فطرت انسانی کا مقتضی ہے۔ اور اس سے بالتخصیص ایسے احکام مقتضائے فطرت انسانی متعلق ہیں جو دوسرے کسی معاہدہ سے متعلق نہیں ہیں۔ اور وہ احکام ایک نوع کے مذہبی احکام ہو گئے ہیں اس لئے نکاح عام معاہدوں سے خاص ہو کر ایک مذہبی معاہدہ میں داخل ہو گیا ہے اور بلحاظ اسکی خصوصیات کے ٹیک ٹیک ایسا ہی ہونا لازم تھا۔

عورت یہ نسبت مرد کے اس معاہدہ کے نتائج کے لئے محل ہے۔ اسی لئے وہ مجاز نہیں ہو سکتی کہ ایک سے معاہدہ کرنے کے بعد اور اس معاہدہ کے فوق ہونے کے قبل دوسرے سے معاہدہ کرے۔ اسی وجہ سے اسلام نے بمقتضائے فطرت انسانی عورت کو ایک وقت میں تعداد ازواج کی اجازت نہیں دی۔ مگر مرد کی حالت اس کے برخلاف ہے۔ اور علل وہ اس کے ساتھ اور اقسام سے ایسے تمدنی امور متعلق ہیں جو عموماً عورات سے متعلق نہیں ہیں اس لئے وہ عدم جواز مرد سے بعینہ متعلق نہیں ہو سکتا تا پس مرد کو کسی ایسی شرط کے ساتھ جو بجز خاص حالت کے اسکو ہی تعداد ازواج سے روکے مجاز نہ کہنا بمقتضائے فطرت نہایت موزون تھا۔ یہ ایک سیدی بات ہے کہ ایک چیز کے ایک وقت میں ایک حالت میں کوئی یاد دالک نہیں ہو سکتے اور ایک شخص کوئی چیزوں کا مالک ہو سکتا ہے۔ یہ طریق بمقتضائے فطرت انسانی ایک عورت ایک وقت میں کوئی خاندان کرنے کی مجاز نہیں ہو سکتی اور ایک خاندان کی شادیاں کرنے کا مجاز ہے۔ شریعت محمدی نے اس شخص کو روکا ہے کہ جس کے پاس قیمت نہیں ہے لیکن کوئی کسی چیز پر خریدنا چاہتا ہے اور اسکو سخت تاکید ملے ہے کہ جب وہ



دو بیون میں انصاف نہیں قائم کر سکتا ہرگز نکاح نکرے۔ ان تمام دقائق کی رعایت مذہب اسلام نے اس عہدگی سے کی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ بانی فطرت کی طرف سے ہے۔ فطرت اصلی جبکہ اس میں کوئی اور عوارض داخل نہوں تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ مرد کے لئے ایک ہی عورت ہونی چاہئے مگر مرد کو جسے اور تمدن سے بہ نسبت عورت کے زیادہ تر تعلق ہے اسے اور پیش آنے میں جن سے بعض اوقات اس کو اس اصلی قانون سے عدول کرنا پڑتا ہے۔ اور وقت میں وہ عدول نہیں ہوتا بلکہ دوسرا قاعدہ قانون فطرت کا اختیار کرنا ہوتا ہے اگر یہ قاعدہ قرار پایا کہ جب تک ایک عورت سے قطع تعلق نہ ہو جاوے تو دوسری عورت ممنوع رہے تو اس میں ان عوارض پر اکثر حالت میں نہایت سیرجی کا ریتاؤ جائز رکھا جاتا۔ اور اگر اس قطع تعلق کو اسکی موعہ پر یا کسی خاص فعل کے سرزد ہونے پر منحصر رکھا جاتا تو مرد کو بعض صورتوں میں منہیات برخواست دلائی ہوتی اور بعض صورتوں میں اسکی ضرورت تمدن کو روکنا ہوتا پس مرد کو حالات خاص میں تعداد ازواج کا تجاوز کرنا فطرت انسانی کے مطابق عمدہ فوائد پر مبنی تھا۔

اگر ایک عورت ایسے امراض میں مبتلا ہو جاوے کہ اس کی حالت قابل رحم ہو مگر معاشرت کے قابل نہ رہے یا کوئی عورت عقیم ہو جسکے سبب مرد کی خواہش اور لاد پوری نہ ہو سکتی ہو۔ اور جو ایک ایسا امر ہے کہ انبیاء ہی اسکی تمنا سے خالی نہ تھے تو کیا یہ مناسب ہو گا کہ ایک بے ستم طلاق اس سے قطع تعلق کا اختیار کئے بغیر دوسری عورت جائز نہو یا اس کی موت کے انتظار میں مرد کو ان امیدوں کے حاصل کرنے میں جو بلحاظ تمدن اس کے لئے ضروری ہیں روکا جاوے یہاں یہ امر یہ کہ مقتضائے فطرت انسانی رک نہیں سکے اور حیب روک جاتے ہیں تو اس سے زیادہ خرابیوں میں مبتلا کرتے ہیں۔

ان تعداد ازواج کے جائز رکھنے کے ساتھ سبب کی روک ضروری کر دینے حالت ضرورت کے کہ وہ ہی مقتضائے فطرت انسانی ہو اس جو ان کو خواہش انسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جاوے پس اسلام نے نہایت خوبی اور بے انتہا عہدگی سے اس روک کو قائم کیا ہے جہاں فرمایا ہے، فان خفتم الا تعدوا فواحدة یعنی اگر تمکو ڈر ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو پہر ایک ہی جوڑ چا لفظ، ان ختمہ بوزیادہ تر غور کے لائق ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جسکو کسی وقت اور حالت میں بھی خوف عدم عدل نہ ہو۔ پس قرآن کی رو سے تعداد ازواج کی اجازت اسی حالت میں پائی جاتی ہے جبکہ محل عدل مقتضائے فطرت انسانی باقی نہ ہے۔ کیونکہ صحیح طور سے اس وقت عدم خوف عدم عدل صادق آسکتا ہے ایسی حالت میں ہی اسلام نے تعداد ازواج کو بلکہ نفس نکاح کو بھی لازم نہیں کیا کیونکہ اس مقام پر، فانکھوا، یعنی خاں کا (جیسا کہ اکثر مفسر تسلیم کرتے ہیں)۔

و جو یہ کہنے لئے نہیں ہے بلکہ جواب دہ ہے۔

اس آیت میں جس لفظ پر بحث ہو سکتی ہے وہ لفظ "عدل" دو ہے۔ گو بعض علماء اسلام عدل کو صرف رہشہ۔ یاری باندہنے اور نان او نفقہ دینے میں مخصوص کیا ہے اور میل قلبی یعنی محبت و موانستہ میں اور اس امر میں جو خاص زوجیت سے متعلق ہے اکثر علماء نے متعلق کیا ہے اسلئے عدل سے مراد ردی کپڑا ہی ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ عدل کے جو کچھ معنی ہیں وہ میل قلبی یعنی محبت و موانستہ اپنے میں مضمر رکھتے ہیں عدل کی وہ حد یا صفت یہ ہے۔

عدل نہ تو روحانی قابلیتوں کا اندرونی پیمانہ ہے۔ نہ یہہ ایک ایسا قاعدہ ہے کہ جو کسی شخص کا کام کا ایجاد کیا ہوا ہو لیکن یہہ جانین کا ایسا معاہدہ یا اقرار نامہ ہے کہ جو پیشہ دستی یا عمل سے بچا ہے اور وقتاً فوقتاً اس کے نتائج سوسائٹی کے لئے خصوصیت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ اقرار نامہ میں زیادہ تر عام اتحاد و یگانگت مطلوب ہے وہ عدل کی یہہ صفت یا حد ہوئی اسلئے یہہ بالکل ناجائز بات ہے کہ عدل کو صرف نان و نفقہ میں محدود کر دیں اور میل قلبی یعنی محبت و موانستہ کی جانب اس کے قدم نہ بچھنے دیں۔ جو علماء صرف عدل کو نان و نفقہ میں مفید کرنا چاہتے ہیں ان کی سخت غلطی سمجھنی چاہئے۔ اگر صرف عدل سے عرض ان و نفقہ کا بیرون کے درمیان مادی درجہ میں قائم رکھنا ہوتا تو اتنی تاکید فرمانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور جب ایک حریف علی الاذن کر سکا ہے کوئی ایسا امر مشکل اور متہم بات ان نہ تھا جس کی نسبت افظہا فان خفتم و دستمال ہوتا یہہ لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے کوئی ایسا امر عظیم شان مراد ہے جسکی بجا آوری سب ازان نفوس قدسیہ کے جو فی الحقیقت نفسانی خواہشوں کے مطیع نہیں ہیں یا اس حالت میں جبکہ مقتضائے فطرت ان فی محل عدل باقی نہیں ہے اور کسی طرح یہہ نہیں ہو سکتی خود خدائے تعالیٰ نے موانستہ و محبت کو تعلقات زن و شوہر میں امر مقدم قرار دیا ہے جہاں فرمایا ہے "و من ایایہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا و جعل بینکم مودۃ و رحمة ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون" (سورہ روم) یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تم ہی میں سے جو پیدا کیا تاکہ تم دلی میلان اس سے کرو اور تم دو نو میں محبت و پیار پیدا کیا و پس جو امر کہ تعلقات زن و شوہر کے سے مخصوص ہے وہ کیونکر لفظ عدل سے جو ایسے موقع پر بولا گیا ہے خارج رہ سکتا ہے۔

اس سے ہی زیادہ ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ جن کے پاس پہلے سے یعنی اس حکم کے آنے کے قبل سے متعدد جوہر ان تین ان کی نسبت حکم بیان کرتے وقت خود خدائے عدل کو میل قلبی

عد یقال سکن بہہ لکن القلبی و یقال سکن عندہ للسکون الحبی (فی تفسیر کبیر)۔

متعلق کیا ہے چنان فرمایا ہے،، ولن نستطيع ان لنعدوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل (سورہ نساء) یعنی ہرگز تم عدل نہ کر سکو گے عورتوں میں اور گو کہ تم کو حرص ہو بہت جبکہ پشو (یعنی ایک پر) بالکل جھک پڑنا وہاں مقام پر فرمایا ہے کہ تم عدل نہیں کر سکو گے اگر عدل سے صرف سادات نان و نفقہ و بارہی معین کرنے سے مراد ہوتی تو یہ بات ایسی نہ تھی جسکی نسبت کہا جاتا کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے گو کہ اس کے کرنے کی حرص ہی کرو اس کے بعد میل قلبی کا ذکر فرمایا ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عدل میل قلبی کو شامل تھا غرض کہ قرآن مجید سے جو کچھ حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک بیوی ہونی چاہئے تعدا و زواج کی جات اس وقت ہے کہ جب بمقتضائے فطرت انسانی و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اسکی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نہ رہے۔ ان آیتوں سے یہ صاف ہویدا ہو گیا کہ قرآن ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ایک سے زیادہ نکاح کیا جائے کیونکہ قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ تم ہرگز عدل نہ کر سکو گے گو کہ اس کے کرنے کی حرص ہی کرو و صاف اس کی شہادت دے رہے ہیں تو کیا یہ ممکن۔ ہو سکتا کہ ذات باری کے علم کے خلاف کچھ ظہور پذیر ہو سکے یعنی خدا کے علم میں تو یہ ہے کہ تم ہرگز عدل نہ کر سکو گے و اور ہم ہی کہیں کہ نہیں عدل کر سکیں گے۔ یعنی ہم کئی کئی بیویاں کر لیں اس کے سبب ہم میں کہ ہم نے خدا کے علم کو ادھورا کرنا کارہ جانا اور اپنی طبیعت پر بہرہ ورہ کر کے کئی کئی شادیاں کر لیں۔ ایسے شخص کا ٹھکانا سوائے دوزخ کے اور کہیں نہیں ہو سکتا قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ سوائے چند خاص خاص حالتوں کے ہرگز ہرگز دو دو تین تین شادیاں جائز نہیں ہیں اور وہ حالتیں ہی بمقتضائے فطرت انسانی کی اگر واقع ہوں نہ کہ لذائذ نفسانی کے لئے وہ مجبور کیا جاوے عموماً غیر اسلام مسلمانوں کے افعال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں کہ ان کے مذہب کا یہی حکم ہو گا حالانکہ احکام اسلام اور افعال مسلمین میں بہت بڑا فرق ہے اگر ایک عیسائی تلوار لیکر بیگناہ بنی نوع کا خون کر رہا ہے تو کیا اس کے اس فعل سے حضرت عیسیٰ کی نصیحت انجیل میں سے جاسکتی ہے کہ اگر تمہارے گلہ پر کوئی ایک طمانچہ مارے تو تم دوسرا ہی آگے کر دو۔ نہیں مٹ سکتی۔ یہ عیلام سے مسلمانوں کے افعال خواہ جو کچھ ہوں لیکن قرآن مجید میں صاف صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز عدل نہ کر سکو گے اگر تمہیں اس کے کرنے کی حرص ہی ہو۔

تیسری ہدیٰ ہجری کے آغاز اور المامون کے عہد ہمایون مہدیین اول ہی اول حکمائے معتزلیہ نے بہت دھوم دھام سے اس امر کو ظاہر کیا کہ قرآن کا قانون ہر متفق کو پابند کرتا ہے کہ وہ ایک ہی نکاح کرے۔ اگرچہ متعصب اور دیوانہ متوکل نے ان کی اس شاعت کو اپنے ظلم و ستم سے روکنا چاہا پھر یہی وہ قانون قرآنی کی آواز بن چاروں طرف گونجنے لگیں اور اعلیٰ علیہ دجری

نکاحی جاتی ہیں۔ دوسری بات جو قانون قدرت تمدن اور اخلاق کے مطابق ہے یہ ہے کہ اگر بیاہنچ ہو کہ کسی اپنے گھر سے یا سر نہ نکلتی ہو مثلاً جہان پردہ کی رسم ہے تو وہ ان کے لئے جام ویا گیا ہے کہ یہ چھپ کر اسے دیکھ لے اور یہ دیکھنا اس وقت ہو گا کہ جب عورت اسے مستحضر کر چکی ہو اور اس طرح کے دیکھنے میں شریعت کی مخالفت نہیں ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث ثابت ہوئی ہے۔  
 عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 اذا خطب احدکم لمرأۃ فان استطاع ان ینظر الی لید عوہ الی نکاحہا فلیفعل  
 فخطبت جارية فکنت اتجمل لھا حتی ائت منها ما دعا علی الی نکاحہا و فوجھا  
 یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ جس وصف کے خیال سے نکاح کا طالب ہو اس وصف کا معانہ اس میں کر لے  
 راوی حدیث (جابر صحابی) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان عورت سے نکاح کا پیام کیا تو میرا سکو چھپ کر دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس وصف کو دیکھ لیا جس کا میں طالب تھا چھپ کر دیکھنا صرف اس عمری معاہدہ کی خوش آئندہ نتیجہ کے لئے ہے کہ جو زوجین کو حاصل کرنے کی آرزو ہوتی ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ جس طرح سے ہونے کے دولہا کو اور دولہن کو دیکھ لے لیکن دیکھنا صرف صورت پر نظر کرنے کو نہیں کہتے بلکہ دیکھنے سے مراد اس صفت کا عورت میں نظر کرنا ہے کہ جس نے مرد کو اس سے نکاح کرنے کی طرف رجوع کیا ہے اور یہہ بغیر باقیم وقال کے شکل ہے۔ اور بعض وقت مقتضائے فطرت اگر کوئی ایسا موقع ہو کہ قیل قال کی نوبت آئے اور عورت ہی مقابلہ میں نہ آئے مگر وہ اسی سے نکاح کرنا چاہئے تو ایسی حالت میں عورت کی غلطی میں ہی اسکو مرد کا دیکھ لینا ضرور چاہئے اور اس معانی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ عورت کی اجازت ہو اس کو اس معانہ کا علم ہو (جیسا کہ امام الک فرماتے ہیں) ایک حدیث میں صاف آچکا ہے کہ نکاح کے ارادہ سے کوئی دیکھنا چاہئے تو اسکو دیکھنے میں کچھ گناہ نہیں اگرچہ عورت کو اسکا علم نہ ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے (چنانچہ تافہی شوکانی نے سنن الاوطار میں فرمایا ہے) اس معانہ کے لئے عورت کی طرف سے اجازت شرط نہیں ہے۔

او صاف جن کا عورت میں دیکھنا اور نکاح میں ان کو بیش نظر نہ کرنا جائز یا ضروری ہے بہت ہیں ان سب کا اصل اصول غالباً چار اوصاف ہیں۔ (۱) مال جس سے طالبان دینا اپنی آسودگی حاصلت میں اور اپنی اولاد کے مالدار ہو جانے کی امید رکھتے ہیں۔  
 (۲) قوی استیادہ سب نسب جمیں اکثر طالبان جاہ راغب ہوتے ہیں اور شریف عورت نکاح کو

اپنی شرافت کا ذریعہ بنائے مین۔

(۳) خوب صورتی جکان ان بالطبع طالب و راغب ہوتا ہے آپ خواہ ایک ہی ہو عورت  
معتوب جاتا ہے۔

(۴) دین جس میں جملہ مکام اخلاق اور حسنہ عادات عفت اطاعت و غیرہ داخل ہیں اس صفت کا طالب وہ ہی شخص ہوتا ہے جو خود صاحب دین اور خلیق و شریف و عقیق و شفیق ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ان چاروں اوصاف کا مطلوب خللا فرمایا اور آخر میں یہ حکم دیا ہے کہ دین والی عورت سے کیا ریا ہے جو چہرہ سے آپ کا منہ بہہ ہے کہ پہلے تین اوصاف ہی مطلوب ہوں تو ان کے ساتھ دین کی کیا فائزہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال تنکح المرأۃ خمساً ما لم یسلیم ما وطأہ  
ولید نہا فافظہ بذات الدین یہہ تو عورت کے اوصاف بیان ہوئے دو سری جنگہ مرد کے  
اوصاف یہی بیان ہوئے پن کہ اس کے چال چلن اور شرافت نجابت دین کو بخوبی دیکھ لے  
ایسا کر لگا تو پیشانی اٹھانی پڑے گی بعض شریف زادے اپنی بیٹیاں محض دولہہ سے لے لیں گے  
شراب خواہی کو بیاہ دیتے ہیں ایسی شادی کو شریعت محمدی نے ناجائز ٹھہرایا لیونکہ عموماً  
شادیوں کے منہج خوش آئند نہیں ہوتے۔

اسی قسم کے سینکڑوں فساد رزمہ ظہور پذیر ہوتے ہیں اگر مرد و غریب کم بضاعت شریف کسی قوم  
حسینہ مگر کمینہ عورت کے پالے بڑ گیا تو اسکی سوتہ ہی آنکھی گودہ بہ حیثیت ایک نادمند ہونے کے  
میں رہتا ہے لیکن اسکی جورو کی نگاہوں میں اسکا درجہ غلاموں سے زیادہ نہیں سمجھا جاتا۔  
طرح اس کے مقابلہ میں اگر کسی می خوار نازناشیدہ دو لہتمندے ایک غریب شریف زادے سے شاذ  
کرتی تو باہم نامناسب ہونے کی وجہ سے کبھی میل جول نہیں ہونے کا اور بیوی نو بدیون سے  
حالت میں اپنی زندگی گذارے گی اسلئے شریعت محمدی نے مساوات کو اول درجہ قرار دیا ہے  
یہی قانون قدرت کے مطابق ہے۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں  
قوم کی بڑی تعداد جیسے شرافت کا لفظ غاید ہو سکتا ہے اس شریعت محمدی کے قانون سے جو مح  
قانون قدرت کے مطابق ہے تجاوز کئے ہوئے ہے اور یہی بہت بڑی وجہ ہے کہ ان میں خانہ  
جہگڑے گئے اکثر ماکرتے ہیں جبکہ بیان انگیزی عدالون کی مشون میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔  
مسلمانوں میں ایک اور غضب انگیز حالت یہ ہے جو اصلی قانون شریعت سے تجاوز کی

دل بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔



یعنی وہ بچپن ہی میں اپنے بچوں کی شادی کر دیتے ہیں جمین جو چین قانون شریعت کے حکم کی تعمیل میں نہایت کم ذرا بت ہوئے ہیں بلکہ اس حکم شرعی کی تعمیل کے مطلقاً قابل نہیں ہوتے۔ ان کے ولی والدہ وغیرہ اس تعمیل میں ان کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر وہ پوری تعمیل نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔ وہ صرف نسب یا فاندان طرفین کو دیکھ لیتے ہیں۔ طرفین کی ذاتی لیاقت دین و اخلاق کو ان کا نااہلی اور ضعیف سنی کے سبب دیکھ نہیں سکتے صورت قامت وغیرہ اوصاف جمالی کو ہی زوجین کی آنکھ یاد دل میں بیٹھ کر دیکھ نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت قامت یا خصلت عادت کو وہ پسند کرتے اس کو ان کو بچے پسند نہیں کرتے اور جب وہ جوان ہوتے ہیں ان میں تصرف پڑ جاتے ہیں۔

اب شریعت محمدی میں یہ بہ بڑی باریک بحث ہے کہ اسلام میں ولی کا رشد و خیال صلاح و فلاح بچہ سے زیادہ ہوتا ہے مگر ولی بچہ کے اس ولی مثلاً پر جو حالت شباب میں ظاہر ہونے والا ہے مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور اس وجہ سے بہت دفعہ ولی کے انتخاب و اجتہاد میں اور بچے کے مطلوبہ مراعات میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے ہذا ولایت ولی کا عمدہ طریق عمل جس میں بالآخر ضرر نہ نکلے ہی ہے کہ وہ بچہ کو سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اس کی شادی نہ کرے جب وہ بالغ ہو کر اس حکم اسلام کی تعمیل کے لائق ہو جائے تب اس کی اتفاق رائے کے ساتھ اپنے رشد و ولایت سے کام لے اسلام نے زوجین کو اسی حالت میں نکاح کا حکم دیا ہے جب وہ شباب کو پہنچیں اور اس حکم اسلام کی لمحاظ احکام اربعہ سابقہ تعمیل کر سکیں اور ان کے ولیوں کو یہی اسی وقت ان کے نکاح کر دینے کا حکم دیا ہے جب وہ بالغ ہو جائیں چوتھے ٹکون کی شادی کا اسلام میں کہیں حکم نہیں ہے نہ از پہلے نہ بعد از اسلام میں اس رسم کا رواج پایا گیا ہے۔ ان دو مفضلہ ذیل احادیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج  
 دوسری حدیث یہ ہے جمین صاف حکم ہے کہ ولیوں کو ہرگز مجاز نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادی  
 سنی میں شادی کر دیں قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من ولده ولد فليقتل  
 وادبه فاذا بلغ فليتر وجهه

ہم بار بار یہ کہہ آگئے ہیں کہ اصول اسلام ستر یا قانون قدرت کے مطابق ہیں۔ کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جو خلاف عقل و دانش ہو۔ اسی نکاح کے مسئلہ میں ولی کی ولایت و حالتوں میں ساقط و بے اعتبار ہو جاتی ہے۔

حد بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حد مشکوٰۃ۔



(اول) مادہ اپنی زیر ولایت عاقل و بالغ لڑکی کا (کنواری ہو خواہ بیوہ) نکاح اسکی اجازت و رضا کے سوا کر دے۔

(دوم) یہ کہ وہ زیر ولایت لڑکی کے (بالغہ ہو خواہ نابالغ) نکاح میں رشد و خیر خواہی کا خلاف کرے اس خلاف کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کھلی بدنیتی و خود غرضی عمل میں لاکر مثلاً بیٹے لڑکی کو جو اسکی ولایت میں ہو صرف طمع مال کی غرض سے نہ ادا کے حقوق زوجیت کی نیت سے اپنے نکاح میں پہنارکے یا کسی ایسے شخص سے رشوت مال لیکر اسکا نکاح کر دے جو اس کے نکاح کے لایق نہ ہو مثلاً بہت بڑا ہو جو جوان عورت کی معاشرت کے قابل نہ ہو یا جو امراض مہلکہ مثلاً جذام وغیرہ میں مبتلا ہو جسکے سبب مبتلا ہوا نکاح ٹوٹ سکتا ہے یا وہ بدکار و فاسق ہو، جو عورت کو نکاح میں لاکر ناجائز پیشہ میں لگا دے و علیٰ ہذا القیاس۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عہد یا خطاً اپنی زیر ولایت لڑکی کو لایق شخص کے ساتھ نکاح کرنے کے عام اس سے کہ دوسرے شخص سے اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کرنا چاہے یا نہ چاہے۔ پہلی حالت میں جوان لڑکی کو جب وہ نکاح کا حال نہ کرنا خوش ہو نہ نکاح کا اختیار ہے۔ دوسری حالت کی پہلی صورت میں نابالغ لڑکی کو جب وہ بلوغ کو پہنچے اور اس نکاح سے ناخوش ہو نہ نکاح کا اختیار حاصل ہے اس حالت کی دوسری صورت میں بالغ لڑکی کو اگر وہ اپنا نکاح کسی لایق شخص سے کرنا چاہے اپنا اختیار حاصل ہے اور ہر ایک حالت و صورت میں ولی کی دیتا بے اعتبار و ساقط ہے۔

اس حکم پر دلیل وہ آیات قرآن میں جمین ارشاد ہے، عورتوں سے تم انصاف نہیں کر سکتے تو ان کو چھوڑ دو اور ان کے بدلہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لو اور دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے، تم زبردستی وارث نہ ہو اور ان کو روک نہ رکھو و اس سے زیادہ آزادی عورتوں کو کسی مذہب میں نہیں دی گئی ہے جو کچھ شروع باب سے ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام نے جو حقوق کہ مردوں کو دئے میں مستفید عورتوں کو عطا کئے ہیں اور ان کو اس خوفناک حالت سے نجات دی جمین وہ صدیوں سے یہی جاری تھیں۔ دوسرا مسئلہ طلاق کا ہے جس پر مقصد اپنی ناہمی سے خواہ مخواہ اسلام پر حملے کرنے ہیں اور اسکو بدنام لباس میں لاکر دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں۔

اب دیکھنا چاہئے کہ کون کون سی قومیں مسلمانوں پر یہ الزام لگاتی ہیں یہودی تو یہ الزام لگا نہیں سکتے کیونکہ حضرت موسیٰ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ جب کوئی طلاق دینا چاہے تو طلاق نامہ لکھ دے۔ بعض بت پرست قومیں جنکے ہاں طلاق نہیں ہے اور کیتھر عیسائی جن کے ہاں سب زنا کے اور کسی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے اس مسئلہ پر الزام دے سکتے ہیں الزام کی بنا

یہہ ہے کہ یہ مسئلہ رحم و محبت و ہمدردی کے برخلاف ہے۔ جانِ ملن نے اس سے اختلاف کیا ہے اور نہایت عمدہ دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ جب شوہر و زوجہ میں ایسی نا موافقت ہو جاوے جو بدنِ حسن معاشرت کے منافی ہو تو انجیل کے احکام کی رو سے طلاق ناجائز نہیں ہے۔

بہر حال اس وقت تین شریعتیں طلاق کے معاملہ میں ہمارے سامنے موجود ہیں اول یہودیوں کی جس پر بغیر کسی سبب قی کے مرد کو طلاق دینا جائز قرار دیا گیا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی گناہ یا الزام مرد پر عاید نہیں کیا گیا بلاشبہ یہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہے اور رحم و محبت اور حسن معاشرت و تدن کے برخلاف ہے ایسی شریعت سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھ اور وفاداری کا مرد کے ساتھ اعتبار نہیں رہتا۔ دوم پرستوں اور حال کے زمانہ کے عیسائیوں کی جس میں طلاق جائز نہیں یا بجز زنا کے اور کسی حالت میں جائز نہیں۔ اس شریعت میں اس مقدس رسم کا بلاشبہ نہایت ادب کیا گیا ہے مگر جس طرح کہ یہودی شریعت میں افراط ہی اس طرح شریعت میں تغریط ہے اور دونوں فطرت انسانی کے برخلاف ہیں اگر کسی سبب و حالت سے ایسی خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہو جاویں جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہوں تو ان کا یہی کچھ علاج ہونا چاہئے اور وہ علاج طلاق ہے پس کچھ شک نہیں کہ ایسی حالت میں ہی طلاق کا جائز ہونا حسن معاشرت اور انسانی فطرت کے برخلاف ہے۔ تیسری شریعت محمدیہ ہے جکا ذکر اس آیت میں ہے۔ "و ان عنہم الطلاق فان الله سمیع علیم و المطلقات یتوبعن بافسھن ثلثۃ قروا یحل لھن ان یتقین ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ و الیوم الآخر و یولین حق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً و لھن مثل الذی علیھن بالمعروف و للرجال علیھن درجۃ و اللہ عزیز حکیم۔ الطلاق مرتن فامساك بمعروف او تسريح باحسان ولا یحل لکم ان تاخذوا مما ایتوھنہا شئاً الا ان یخافا الا یتحایا حد و اللہ فان خفتم الا یتحایا حد و اللہ فلا تعدوا وھا و من یعد و تعد و اللہ فاولئک هم الظالمون سیفے اور اگر انہوں نے طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے تو بیشک اللہ سے الا ہے اور جان نے والا اور جن عورتوں کو کہ طلاق دی گئی ہو تیسری رہیں اپنے آپ تین مقدار تک اور رو اپنے ان کو کہ چہا دین جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رجھوں میں اگر میں ایمان لاؤ والی اللہ اور آخر دن پر اور ان کے خاوند زیادہ حق دار ہیں ان کو پھر لینے کو اس میں (یعنی نکاح میں اگر وہ اصلاح چاہیں اور عورتوں کے لئے ہی (مردوں پر) اسی کی مانند (حق) ہے جیسا کہ (مردوں کا) ان پر ہے ساتھ کوئی کے اور مردوں کے لئے ان پر اس معاملہ میں (فضیلت ہے اور اللہ عز و جل درست ہے حکمت والا طلاق (رجعی) اور دفعہ دینی ہے پھر یا تو نیکی سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور نہیں طلال ہے مگر کہ اس چیز میں سے جو کچھ تم نے انکو

دیا ہے کچھ بھی۔ مگر جب کے اس بات سے دونو دڑیں کہ دونو نہیں قائم رکھ سکتے حدین میں  
کی پہ اگر تم دڑو کہ دونو نہیں قائم رکھینگے اس کی حدودن کو تو ان دونو پر کچھ گناہ نہیں ہے  
اس چیز میں کہ عورت اس کو اپنے بدلے دے۔ یہہ میں اس کی حدین پہر ان سے تجاوز مت کرو  
اور جس نے تجاوز کیا اس کی حدودن سے پہر یہی لوگ ہیں جو ظالم میں سے

اور یہی کئی آیتوں میں طلاق ہی کا بیان ہے۔ قرآن کے علاوہ اکثر احادیث میں بھی اس کا  
ذکر ہے اس شریعت حقہ نے اس خوبی اور اس اعتدال سے اس مسئلہ کو قرار دیا ہے جس سے زیادہ  
معدہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نے طلاق کو ایسی حالت میں جائز قرار دیا ہے جیکہ زن دشوہر میں مرض  
ناموافقت و عدم محبت کا ایسے درجہ پر پہنچ جاوے جو علاج کے قابل نہو یا یوں کہو کہ بجز طلاق  
کے دوسرا کوئی علاج اس کا نہو مگر زن دشوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کا تیار  
و اختلاط کا ہے کہ اس میں جو خرابی پیدا ہو سوائے ان ہی دونو کے اور کوئی تیار استحضرات  
کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ آیا وہ اس حد تک پہنچ گئی ہے جکا علاج بجز طلاق کے اور کوئی  
ہے یا نہیں اس لئے اس شریعت حقہ کے بانی نے اس حد کی یقین ان ہی کی رائے اور ان  
ہی کی طبیعت پر منحصر کی ہے۔ اور ایک اخلاق کو اس کا قاضی بنایا ہے جس کی نسلی اور سوانت  
کے لئے ابتداء میں عورت بطور انیس و نوازد اور مونس و نگار کے پیدا ہوئی تھی اور اس بات  
کا کہ وہ علاج بے محل و بے موقع بد اخلاقی اور بد خواہش نفسانی سے نکلیا جاوے جہا تک  
کہ انسانی فطرت کے مناسب حال تھا اس کو ادا کیا ہے مردون کو فیائش کی ہے کہ ہمیشہ عورتوں  
کے ساتھ محبت رکھیں اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں ان کی سختی و بد مزاجی کو تحمل  
سے برداشت کریں۔ عورتوں کو فیائش کی کہ اپنے مردون کی تابعداری کریں ان کے ساتھ محبت  
رکھیں ان کی وفاداریوں پہر طلاق کی نسبت فرمایا کہ گو طلاق جائز کی گئی ہے مگر کوئی چیز  
زمین کے پردہ پر طلاق سے زیادہ خدا کو غصہ دانا نیوالی پیدا نہیں ہوتی۔ عورت کی نسبت  
فرمایا کہ جو عورت بغیر لا علاج ضرورت کے اور بغیر سخت حالت کے اپنے شوہر سے طلاق کی خواہش  
ہو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طلاق سے ایسے ناراض  
ہوتے تھے کہ بعض دفعہ صحابہ کو شبہ ہوا کہ طلاق دینے والے نے ایسا جرم کیا ہے کہ قتل کرنے  
کے قابل ہے پہر ان بدایتوں اور تہدیدوں ہی پر طلاق کے روکنے میں کس نہیں کیا بلکہ  
مناہج اور ملاپ کے قائم رکھنے کی اور یہی تدبیر فرمائی۔

یعنی پوری تفریق واقع ہونے کو تین دفعہ طلاق دینا مغیر کہل ہے اور یہہ اجازت دی کہ پہلی  
طلاق کے بعد اگر اس میں صلہ ہو جاوے اور رجسٹریٹ جاوے اور دوسری محبت تازہ ہو جاوے

تو یہ بدستور میان میوی رہیں دوسری طلاق کے بعد یہی اسبطر وہ اسیمین بدستور جو بد  
 خصم ہو سکتے ہیں لیکن یہ اگر تیسری دفعہ طلاق دے جاوے تو ثابت ہو گیا کہ یہ پہلے میل شدہ  
 چاہئے والی نہیں بہتر ہے کہ پوری تفریق ہو جائے ایسی حالت میں کہ عورت کو مرد سے کنارہ کش نہ پڑتا ہے طلاق  
 کچھ کو نسخ فرمایا اس امید پر کہ شاید زمانہ معاریت میں نجات کی ایسی تحریک ہو کہ خیال طلاق کا دل سے جاتا ہے۔  
 پس تمام احکام نہایت حوی و عمدگی و اعتدال سے فطرت انسانی کے مطابق ہیں خدا نے ان احکام  
 کی نسبت فرمایا کہ یہ اس کی بنائی ہوئی حدیں ہیں ان کو توڑنا نہیں چاہئے ہر شخص سمجھ سکتا ہے  
 کہ یہ حدیں کچھ دیوار ہیں یا خدقین نہیں ہیں بلکہ یہ حدیں فطرت انسانی کی حدیں ہیں جنکو توڑنا  
 انسانیت کی حد سے خارج ہوتا ہے۔ پس جو لوگ مسئلہ طلاق پر مقرر ہیں جب وہ اس کو  
 بخوبی سمجھیں گے اور فطرت انسانی پر غور کریں گے تو بالیقین جانیں گے کہ بلاشبہ یہ حکم اسے کا ہے  
 جس نے فطرت انسانی کو بنایا ہے اس بحث سے یہ تو ثابت ہو گیا ہو گا کہ دنیا میں قانون قدرت  
 کے مطابق احکام اسلام میں کیونکہ انسانی فطرت کے آثار جزاؤ کا لحاظ رکھتے تمام احکام قرآنی  
 خدا کی طرف سے منضبط کئے گئے ہیں۔ اب ہم ایک اہم اور باریک مسئلہ کی طرف اپنی طبیعت جمع  
 کرنے میں اور مضمون بنی اکرم کے متعدد نکاح میں جو بمقتضائے فطرت نبوت آپسے کئے تھے  
 عموماً لوگوں کو ظاہری صورت دیکھ کر پیغمبر اسلام کی نسبت اپنی نا فہمی یا ہٹ دہرمی سے ہرزہ  
 درانی کرینا موقع ملتا ہے۔

وہ اصل مطلب کو نہ سوچتے ہیں نہ اس پر غور کرتے ہیں انگلیں بند کر کے دیکھتے ہیں اور زور اپنی  
 متعذیب اور شائستگی یا فوسیت کی بانگی دکھانے لگتے ہیں۔ آپ کے سچی حلاوت یہ بیان کرنے میں  
 کہ قانون نبی عربی کو کوئی استحقاق متعدد و شادیاں کرینکا نہ تھا۔ اور ان متعدد شادیوں نے گویا  
 درجہ نبوت میں ایک کمزوری پیدا کر دی ہے قانون تمدن و فطرت و قانون اخلاق پر گزرنی عربی  
 کو اس امر کا مجاز نہیں ہونے دیتا کہ وہ متعدد نکاح کرتے جس عظیم الشان عہدہ نبوت کو انہوں نے  
 حاصل کرنا چاہا تھا اور اس میں وہ کامیاب ہی ہوئے اس حالت کچھ نہ نبوت میں سخت ضعف  
 پیدا ہو گیا ہے یہ بہ اعتراض مہذب عیسائی مورخوں کا ہے۔

صرف اس کے جواب میں یہ اتنا سہ ہے کہ اگر دنیا میں صورت انصاف ابھی موجود ہے اگر کچھ ہی  
 تحقیق کی بودا غنیمت سمائی ہوئی ہے تو تاریخ کہیں نہیں منی واقعات بدل نہیں گئے جون کی  
 توں ہر بات موجود ہے گویا ابھی ہمارے آنکھوں کے آگے ہو رہی ہے۔ پھر وہ کیا ہے کہ انسانی  
 فطرت کی مجبوری کے آثار جزاؤ پر وہ نظر نہیں کرتے اور خبیث یا بازاری آدمیوں کی طرح بلکرا  
 کرنے ہو بیٹھے ہیں۔ کیا تاریخ اس امر کی شہادت نہیں دیتی کہ آپ نے ایسی حالت میں کہ جیم

اپکے لوجوان تھے مدت تک ایک ائمہ میر خاتون کا بوجہ اپنے کندھوں پر سنبھالے رکھا اور فراوان ہتھکن کی سبب آپ کی پوری ۲۵ برس کی عمر تھی اور غفوان جوانی کا شباب خیر زمانہ نشوونما پر تھا تو آپ نے بی بی خدیجہ الکبریٰ سے شادی کی جو آپ کے بدرجہا عمر میں بڑی بہن ۲۵ برس کامل اپنے اپنی عصمت پناہ بیوی کے ساتھ نہایت وفاداری اور ایمانداری سے بسر کی اور آپ کے اس انضباط کا چمکارا نا بیان اور درخشان رہا مشرکوں کی طرف سے یہی چھپی زیادتیان آپ پر ہوئیں اور جو مصائب آپ کی معصوم فطرت پر گزریں اور جیسی جیسی ایذائیں اپنے ہی ہموطنوں سے آپ کو پہنچیں یہی نازک حالت میں ہی آپ کی بیوی وہ ہی دھارس دیتے والی بنی رہیں اور ان کی ہمدردی اور اپنے معزز خاوند پر جان قربان کرنے کی وہ ہی کیفیت تھی۔ اور جب تک آپ زندہ رہیں گویا یہ آپ کی روحانی ساتھی رہیں جب بی بی خدیجہ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ اس سے تو آپ کے دشمن بھی نہیں انکار کر سکتے بلکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ اس عرصہ میں کوئی قصوبنی عربی کے اخلاق میں نہیں واقع ہوا۔ ایضے بی بی خدیجہ کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور اپنی پوری جوانی اور شباب خیر حسن کو اپنی عمر سے زیادہ بیوی کے ساتھ نہایت وفاداری سے گزار دیا۔ باوجودیکہ ملک کی روش اور رسم قومی آپ کو زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دیتی تھی۔ جب بی بی خدیجہ کی وفات ہو گئی اور کئی مہینے کے بعد جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے تو آپ نے بی بی سودہ بنت زمعہ بیوہ سے جو مشرکین عرب کے خوف سے حبش چلی گئی بہن نکاح کیا۔ بیوہ سودہ سخت مصیبت کی حالت میں بہن اور جب ان سے اپنے اسلام قبول کر لیا تھا اسی سختی اور مصیبت میں رہی بہن آخر بنی کو قانون ملکی مروجہ کے مطابق صرف اپنی معتقدہ اور بنی مریدہ کے حفاظت کی غرض سے نکاح کر لیا۔ سچی فیاضی اور حقیقی انسانیت اور قومی ہمدردی بنی عربی کو مجبور کیا کہ وہ اس بیوہ سے نکاح کریں۔ اور سب سے بڑی ہمدردی یہ تھی کہ اس کے خاوند نے نئے مذہب اسلام کے لئے جان دیدی تھی اس کے خاوند نے صرف اپنے مذہب کے تحفظ کے لئے اپنا وطن مالوف چھوڑ دیا تھا اور گھر سے بے گھر ہو گیا تھا اس کی بیوی ہی اپنے خاوند کے ساتھ حبش میں پناہ گزین ہوئی تھی اور اب وہ در ماندہ اور بے نوا ہو کر مکہ میں واپس آئی تھی۔ نہ اس کا کوئی مددگار تھا نہ کوئی سہارا دینے والا محض بے پناہ تھی جب بنی عربی نے اسکو بے پناہ بے گھر بابا تو صرف اسکی پرورش کرنے کے لئے اور اسکی زندگی بچانے کے لئے نکاح کر لیا اپنے نکاح ہی ایسی حالت میں کیا کہ خود اپنی حالت زیادہ بہتر نہ تھی لیکن ہمدردی اور سچی محبت دینی کا جوش اس مصیبت زدہ حالت میں ہی مجبور کرتا تھا کہ ایسی بے پناہ مظلوم خاتون کو



مرد دی جائے یہی وجہ تھی کہ بنی عربی نے اس راہ سے پہنچ گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنی اکرم کے نادار اور زبان نثار موان بنے اور آپ نے امت مسلمہ ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ اپنی وفاداری۔ جان نثاری۔ صداقت جمیدگی۔ الفت و محبت میں بنی عربی کی آنکھوں میں امتیاز یہ درجہ کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عثمان ابو قحاذل جو بعد از ان تاریخ میں ابو بکر کے نام سے مشہور ہوئے ایک من صاحبزادی عائشہ نامی تھیں۔ صدیق اکبر چاہتے تھے کہ کوئی رشتہ مولانت ایسا نہ ہو کہ پیدا ہو کہ اس نبی کے ساتھ جس نے جھگڑت کفر سے نکال کر نور ایمان بخشا ہے گا زما انہیں سلسلہ قائم ہو جائے۔ اور باہمی اتحاد کی دیوار اس تدبیر کے ریختہ سے چنی جائے کہ جو تمام عمر جنبش نہ کھائے۔ سو اس کے کوئی تدبیر نہ ہو چکی کہ اپنی صاحبزادی بی بی عائشہ کا بنی عربی سے نکاح کر دین بی بی عائشہ کی عمر اس وقت پوری سات برس کی تھی جب بنی عربی سے نکاح ہوا ہے رسوم ملکی و قومی میں اتنی ہی عیدیں نکاح جائز تھا۔ حضرت ابو بکرؓ پر جوش اور سرگرم خواہش سے اپنی صاحبزادی بنی اکرم کے نکاح میں دیدی۔ یہ نکاح پولیشکل بنا پر مبنی تھا۔ قانون قدرت کے مطابق یہ ضرور تھا کہ ایسا اتحادی سلسلہ سرداران قوم سے قائم ہو کہ علاوہ دینی مضبوطی اور ترقی کی عظمت قائم ہو اور اپنا گروہ اسلامی نہایت استواری سے بڑھتا چلا جائے۔ ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ پچاس باون برس کی عمر میں چہ سات برس کی لڑکی سے کسی اور وجہ کے لئے نکاح کیا جانا غرض اتحاد طرفین کو زیادہ استوار بنا پر قائم کرنا تھا۔ جو بنی اکرم کی اس بے پناہ حالت کو دیکھے گا بشرطیکہ یہ عقد منصف ہی ہو تو لامحالہ اسکی زبان سے یہی کلیگاہ کہ علاوہ پولیشکل لحاظ اور ہی کئی پہلو ایسے تھے کہ جن کے باعث یہ نکاح مناسب بلکہ واجب تھا۔ اور پہلے ایک بات بڑی یہ بھی تھی کہ خود ابو بکرؓ نے درخواست کی تھی ایسی حالت میں بنی اکرم کا انکار کر دینا ہر عقل و فہم سمجھ سکتا ہے کہ کیا اثر کہتا تھا۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے میں تو وہاں کی حالت اخلاق کے لحاظ سے ایسی ہی تھی کہ جس سے زیادہ بڑی شہادہ اور مسکن دینا میں ہوگی۔ غور۔ سخت۔ درندوں کی سی خوشخواری و راحت۔ جہالت انہیں کوٹ کوٹ کر پھری ہوئی تھی۔ لیکن چند ہی روز کی نفیحت اور تاقین نے انہیں انتہاد سے کھٹکایا اور نرم دل بنا دیا۔ انکساری ہی انہیں حد سے زیادہ آگئی۔ یہ من صاحب لکھنے میں یہ واقعہ کا بون پلٹ جانا محمد کی نبوت کا کافی نشان ہو سکتا ہے۔ ورنہ ابن ابی شیبہ کی صاحبزادی جو بعد از ان خلیفہ ثانی ہوئے اور جنہوں نے اسلام کی اشاعت میں اپنے کو تمام خلفاء و امت سے ممتاز کر کے دکھا دیا ایک بی بی حفصہ نامی تھیں اس نیک بخت عصمت پناہ خاتون کا پاپا



خاندان جنگ بدر میں شہید ہوا تھا۔ یہ عصمت پناہ خاتون اپنے پر جوش باپ کی سرپرستی میں ابھی تک بلا خاوند رہی تھی۔ پر جوش بےادینے اپنی بیٹی کو زیادہ مدت تک بے خاوند نہ رکھنا چاہا کیونکہ دین اسلام کے اصول میں یہ بات زیادہ ناپسندیدہ سے بیان کی جاتی تھی کہ یہ وہ نکاح کرنا ضروری اور لازمی امر ہے۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ سے پہلے درخواست کی کہ آپ میری بیٹی حفصہؓ سے نکاح کر لیں لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے نکاح کیا پھر آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کر لیں۔ انہوں نے ہی انکار ہی کیا۔ گو عرب میں یہ بات کی نہایت آزادی تھی مگر یہی حصہ بنا عمرؓ کو کسی قدر خفت حاصل ہوئی پر جوش بہادر اور اولوالعزم جریؓ کو غصہ آیا اور طیش کی تمنا ہٹ آپؓ کے چہرہ پر برسنے لگی آپؓ نے بنی اکرمؓ سے شکایت کی مگر کوئی بین وجہ ان کے انکار کی نہیں معلوم ہوتی۔ بنی اکرمؓ نے عمرؓ کی شکایت کو سنا اس خفت اور دل کا غلج یا بے پیر ہوئے شیر کے غناب کا انداد سوا کے اس کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا کہ آپؓ خود نبیؐ ہی حضرت سے نکاح کر لیں۔ علاوہ اس کے نبیؐ اپنے لیے اولوالعزم صحابی کا دل دکھانا پسند نہ کرتے تھے پولیکال پہلو سے یہ ضرور تھا کہ نبیؐ حفصہؓ کے ساتھ نکاح کر لیا جاوے۔ اس نکاح کے ہونے کے بعد جو بناج کہ خیال کئے تھے اس سے زیادہ ظہور پذیر ہوئے۔

پھر آپؓ تین بیواؤں سے اور بھی نکاح کیا ایک ہندام سکہ۔ دوسری ام قبیہ۔ تیسری زینبؓ ام المساکین تین مشرکین کے ظلم و ستم کی نذران تین بی بیوں نے صرت اسلام کے خطہ کے لئے اپنے خاوند کر دئے یا یوں کہو کہ ان کے خاوند اسلام پر خدا ہو گئے تھے اور کوئی شخص ان کی پرورش کر نہ سکتا اور زمان و لفظ کے علاوہ ان کی خبر گیری کر نہ سکتا تھا۔ رتھ کا اسلام کے نام پر وہ راتڈ ہوئی تین اسلئے فطرت نبویؐ کہی انہیں تا کام افوسنا کہ حالت راتڈ اپنے میں نہ رکھ سکتی تھی اس وجہ سے بنی اکرمؓ نے ان تین عصمت پناہ بی بیوں سے نکاح کیا اور یہ نکاح ہی بقضاء فطرت نبوت ہے۔

نکاح کیا تھے بلکہ عین ان بے پناہ خواتین کی پرورش ہی جنکو اس سے زیادہ صلہ اسلام میں انکاح نہ سکتا تھا کہ نبی اکرم کی وہ سطرہ ازواج میں سے ہوں۔ دوسرا الزام جو ان ہی شادیوں میں نبی اکرم پر رکھا جاتا ہے اور وہ زینب سے نکاح کرتا ہے زینب کی جو بی بی نے جو آپکا وفادار دوست اور آراؤ کیا ہوا پردہ تھا عجب بڑے خاندانوں میں سے ایک خاندان میں شادی کر دی مگر جب سلی شادی ہو گئی اور اسے معلوم ہوا کہ زینب کا کیا ہوا پردہ ہے اپنے عالی خاندانی کا غرور اور شایانہ جس کی

نخوت نے یہی اس کے دل میں جو شس پیدا کر دیا اور رفتہ رفتہ طرفین کی نا جانی نے سخت بدمزگی پیدا کر دی۔ شادی کے چند روز بعد سے یہہ کہٹ پٹ شروع ہو گئی تھی اور یہہ یہاں تک پہنچی کہ زید اور زینب کو زندگی گذارنی شکل پڑ گئی۔ جہاں زید گہر میں آیا اور اسے یہہ معلوم ہوا کہ کوئی آفت میری جان پہنچ رہی وہ اسکی صورت سے نفرت کرتا تھا اور وہ اسکی شکل دیکھ کر منہ بناتی تھی۔

دو نو طرف سے بنی اکرم کے پاس شکایتیں آنے لگیں۔ آخر ایک دن زید نے بنی اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری جان غذاب میں آگئی ہے کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ حج حج ہوتی ہو زندگی و بال معلوم ہوتی ہے اسلئے میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ یہہ بات زید کی بنی اکرم کو یہ قدر ناگوار گذری کہ وہ پہلے لکھنے میں کہ بعض اوقات طلاق کے نام سے آپ اتنے خواہو جا تھے گویا آپ طلاق دینے والی کو سترائے موت دینگے۔ آپ نے اپنی اسی ناراضگی میں زید سے دریافت کیا کہ تو نے اس میں کیا قصور دیکھا کہ جو تو اسے طلاق دینا چاہتا ہے۔ زید نے عرض کیا یا بنی اکرم میں نے اس میں کوئی قصور نہیں دیکھا لیکن مجھے اسکے ساتھ زیادہ مدت رہنا نہیں جاتا۔ بنی نے قطعاً فرمایا جا اور اپنی بیوی کی حفاظت کر اور خدا سے ڈر کیونکہ خدا نے فرمایا ہے، کہ اپنی بیویوں کی حفاظت کرو اور اپنے مالک سے درود لیکن زید کا دل اپنی بیوی کی سخت اور رات دن کی حج حج سے یک گیا تھا اس نے اس نصیحت کی طرف التفات نہیں کیا اور وہ اپنے ہی ارادہ پر قائم رہا اور آخر یہاں تک کشیدگی ہوئی کہ اس نے زینب کو طلاق دیدی۔ بنی اکرم کو زید کے رس طلاق دینے سے سخت غم ہوا اور غم ہونے کی بڑی وجہ یہہ تھی کہ آپ ہی نے ان دو مستفاد طبائع کی شادی کرائی تھی۔ اور آپ ہی گویا باعث نکاح ہوئے تھے۔

جب زینب طلاق حاصل کر چکی تو وہ بنی عوی سے مصر ہوئی کہ آپ مجھے نکاح کر لیجئے اسلئے کہ میرا ایک عالی خاندان خاتون ہو تقدیر سے میرے نصیب آزاد کئے ہوئے بردہ سے ہوٹ گئے تھے شاید ایسی حالت میں میرے خاندان کا کوئی نوجوان مجھے قبول نہیں کرے گا اگر آپ نے مجھے نکاح کر کے میری دستگیری نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گی۔ آخر بنی نے مجھ کو اس سے نکاح کر لیا۔ یہہ نکاح ہی مقصد نفرت نبوت تھا۔

احقر ارض یہہ کیا جاتا ہے کہ بنی عوی نے زید کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا تو اس لحاظ سے زینب بنی کی ہو رہی۔ یہہ بنی کی شان سے بعد ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرے۔ اگر ہم قانون قدرت کے پہلو سے اس نکاح پر نظر ڈالیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یہہ نکاح عین قانون قدرت کے مطابق تھا۔ زید کی مختصر کیفیت لکھی جا چکی ہے یہہ ایک غلام تھا کہ جو بنی کی خدمت میں آکر کھڑا ہوا تھا اور اپنے خوراک سے آزاد کر دیا تھا جب زید نے یہہ فیاضانہ نصیحت سنی کہ زید کو وہ آزاد ہونے پر اپنے غلام

واپس نہ گیا اور محمدؐ کی خدمت میں رہنا اس نچے بہتر سمجھا۔ چالیسویں سال عمر کے جب محمدؐ نے اپنی نبوت کا اعلان دیا ہے تو پہلے زیدؓ کا وفادار دوست ایمان لایا تھا۔ اس نے جب تک وہ بنی کی خدمت میں رہا اس وفاداری اور جان نثاری سے آپ کے احکام پر عمل درآمد کیا کہ آپ سے بجائے فرزندوں کے سمجھتے تھے یہ اسلام ہی کا نشان ہے کہ جہین غلام ایسی محبت کی جاتی ہے ایک بار اس کی مرضی سے بنی نے زینب سے اسکا نکاح کرادیا اور پھر ان دونوں کی باہم بنی ہنہین بیچ یہ ہوا کہ اس نے طلاق دیدی۔ اب یہ سوال کرتا ہوں کہ طلاق کے بعد ہی بیوی خاوندین کچھ تعلق رہ سکتا ہے شاید ہی جواب دیا جائیگا کہ تل برابر ہی تعلق ہنہین رہا جب تک کہ اپنے خاوند سے کچھ تعلق ہنہین رہا تو بنی سے اسکا کچھ ہی تعلق کیوں رہے گا ایسی حالت میں خواہ بنی اور خواہ غیر بنی ہر شخص اس کی مرضی پر اس سے نکاح کر نیکام ہو سکتا تھا۔ سناحق اتنی سی ناچیز بات کے لئے اتنا دندمچا رکھا ہے خلاف قانون قدرت میں ہنہین جانتا کہ کیا بات ہوئی۔ تعجب ذات نبوت پر اس سے کیا دہمہ لگتا ہے۔ قانون مروجہ ملاک کے مطابق ہر شخص کی کئی شادیان کر سکتا تھا اور یہ جب تک قرآن میں منع نہ کیا گیا عرب میں یہی رسم رہی۔ تعجب دوسری چیز ہے کہ جو مخالف ہر ہی عیب کر کے دکھا دیتا ہے اور ہنہین اگر نصفانہ نظر میں اس نکاح زینب پر دینی کے ساتھ ادا کی جائیگی تو معلوم ہو گا کہ کوئی ایسی بات ہنہین ہوئی ہے کہ جس پر مخالف نے جلد پہلے پیوڑے میں اور خواہ مخواہ نہرا گلے دیتے ہیں وہ پہلے حضرت عیسیٰ کے حواریوں اور پھر مسیحیوں کے جبریلین پیچھے یہ یہودہ اعتراض کریں۔

ایک بیوی آپ کی جو بیویہ نامی ہنہین، ساری کی بیٹی تھی جو بنی مصطلق کا سردار تھا یہہ قانون ایک وکبہ میں جو صحابہ کے خلاف کیا گیا تھا ایک مسلمان کے ہاتھ پر لگی تھی وہ اسے گرفتار کر کے لے آیا تھا۔ خاتون نے اس مسلمان سے کہا کہ اگر تو زبردست و پربھگے رہا کرے تو میں اس قدر روپیہ پیچھے دے سکتی ہوں اس نے منظور کر لیا اور دونوں میں قول و قرار ہو گیا۔ جو یہ رہنے بنی اکرم کی خدمت میں اتنا س کہا کہ اتنے روپیہ پر میں اپنی آزادی اس سے خرید سکتی ہوں اور میرا اس سے عہد و پیمان ہو گیا ہے لیکن میرے پاس ایک جبہ ہی ہنہین ہے اگر بنی المدا بنے پاس سے اسے عطا فرما دیں تو میں رہا ہو سکتی ہوں بنی نے فوراً اسے اپنے پاس سے زبردست و دیدیا۔ بنی اکرم کی اس فیاضانہ بخشش پر جو یہہ آپ پر دل سے فریضہ ہو گئی اور اسی منوئی اور شکوری کی حالت میں آپ سے نکاح کی درخواست کی اس کی یہہ حالت دیکھ کر بنی کے درجہ است منظور کر لی اور باہم نکاح ہو گیا جو بنی مسلمانوں نے اس شادی کی کیفیت سنی حد و حد کی ملک بن کر دی لیکن آمد ثابت بن مرثد کے حصہ میں آئیں جہیون برس ہجرت کے انتقال فرما۔

انہوں نے باہم بیہ کہا کہ اب جو مصطلق کا تعلق بنی اکرم سے ہو گیا ہے اسلئے ہمیں ہی ان سے اب  
ایسا ہی برتاؤ کرنا چاہیے۔ ہر مسلمان نے بنی مصطلق کے گزشتہ ہم میں جتنے قیدی تھے سب چھوڑ  
دئے اور ہر ایک سے ملے بھائی کی طرح برتاؤ کیا۔ جو یہودیہ کے نکاح کی کئی اکرم کے ساتھ یہودیہ پر کف  
تھی کہ صد ابر سے آزاد ہو گئے اور وہ مخالفت گروہوں میں باہم کو سنا زبردست میل جول قائم ہو گیا  
کیا یہ شادی بہت بڑے خوش آئندہ نتائج اور بہت سے خلائق اور اتحاد پیدا ہوئی تھی کہ یہی  
انصاف رکھتے ہو تو بنی کے ہر نکاح پر عربوں میں نظیر نہ آکر دیکھو کہ کتنے خوش آئندہ نتائج  
پیشین گوئی کرتے تھے اور پھر ان کی پیشین گوئی پوری ہوئی تھی تاریخ موجود ہے دیکھنے والے ہر چیز  
جسے وہ آئین اور ان وسیع خوش نتائج کو دیکھیں عربوں کے نکاحوں سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔

صفیہ بیہ وہ جو حضرت مارون پیغمبر علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے  
مارون گرفتار ہو کر آئی تھی بنی نے اپنے پاس سے خدیہ دیکر اسے چھوڑ دیا تھا۔ جب اسے بنی کو اپنے  
خیال میں ایسا شیفتی ریچم کریم نرم دل رفیق القلب پایا تو اس نے یہی نکاح کی و نہایت اہل اور ان  
نے خاص مصلحت سے اسکی درخواست کو واپس نہ پھیرا اور آخر نکاح ہو گیا۔

یہودیہ جس سے آپ نے مکہ میں نکاح کیا تھا اور جو آپ ہی کی بمقام تھی پر اس پر اس سے اونچے پھر کی  
خاتون تھیں۔ علاوہ اس کے کہ اس خاتون کے نکاح سے اور نتائج ہم بیان کریں مگر انہیں ظاہر  
ہو کہ ابن عباس اور خالد ابن ولید مسلمان ہو گئے یہ وہ خالد ابن ولید تھے جو بنی غزوہ  
نے نکاحوں کی یہ فطرت تھی جو بیان ہوئی تھی۔ ~~سوائے اولاد کے پیدا ہونے کی خواہش~~  
کئے تھے اسلئے کہ وہ مقدس اور پاک ذات کوئی خدا نہ تھی وہ ~~ان کے~~ ~~جس میں فطرت~~  
براؤں کو ہونے کی خواہش ہوا کرتی ہے۔ اور کون ایسا انسان ہے کہ جسکی یہ آرزو نہیں ہو تو  
میں اپنے بعد اپنی یادگار اپنی اولاد چھوڑ جاؤں۔ اس کے علاوہ بنی اکرم بمقتضائے فطرت  
ثانی اس تلخ تر تحفہ انگریز لقب سے ہی بچنا چاہتے تھے جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے مخالف  
بنی اکرم کو دیتے تھے اور ناشائستہ آغا طے یاد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نکاحوں کی بڑی وجہ

۱۔ بنی عام صفحہ ۷۲۹ - ۷۳۰ و دشنام و دشمنی اور ہر بی عدالت کے بدولت عدوی عربی کو اس کے صاحبزادہ کی وفات  
بہشت ان کے نام الیہ سے یاد کرتے تھے اس کے نفلی عمری اس جاؤں کے میں کہ جسکی دم کاٹ لی جاتی ہے۔ عدوی عربوں  
میں کی طرح اولاد و زینہ کا پیدا ہونا ان کی مہربانی بھی جاتی تھی اور جو شخص اپنے مرے کے بعد بنی کوئی اولاد نہ  
چھوڑتا تو وہ بدبخت و خوش خیال نہ جاتا تھا اسوجہ سے عرب بنی عربی کی نشان دہی اس نہ ہر ایک لقب کو اپنی بدکاری  
سے اپنی سے ہٹا کر دیتے تھے۔ علاوہ وجہ ان کے حملے کی یہ بھی تھی کہ بنی عربی نے اس ہوناک اور جیتیم رسم کو رد کیا  
اس میں نے ایک ننگہ تمام دنیا میں عرب و عربیہ مجاہد کہا تھا جسے وہ کیوں کا زندہ جلا دیا اور زندہ دفن کر دیا۔

مخالفت اور ایک دوسرے کی جگہ کی دشمن قوموں کا شیر و شکر کرنا تھا۔ اگر ان کا خون سے بزار بن نہ تھا تو خدا کا قتل سچ کیا اور خدا کی بادشاہت میں ایک بڑا امن پہل گیا وہ قومیں جو دزدن کی طرح باہم لڑتی جگہ لڑتی تھیں سکے ہائیوں کی طرح ملکیتیں تو ہر کون سے اعتراض کی بات ہے۔ ہر شے کی مصلحت کو دیکھنا چاہئے نبی کا جو کام تھا وہ کسی بہت بڑی غرض پر مبنی تھا اور یہ کام اور خصوصاً ہر نکاح سے جو نتیجہ پیدا ہوا اور لاکھوں دل مل گئے اس سے تاریخ کے فلسفے پہنچ رہی ہیں۔ اور صد اصالہ میں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے سوت پڑا یہی سہ کاٹنے سے ظہور پذیر ہوئیں۔

آج کل خراب میں خصوصاً تعدد ازواج کو حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور اسکو سخت اخلاقی اور جو کچھ میں آئے کہہ دیا جاتا ہے۔ کوئی چیز یا کوئی رسم دنیا میں ایسی نہیں ہے کہ وہ ظہور عالم سے ہوتے ملک ایک حالت میں چلی آتی ہو۔ جو بات گذشتہ صدی میں اچھی سمجھی جاتی تھی اور لاکھوں بگاڑ کر دہ آدمیوں میں اب اتنی خیالات کی تبدیلیوں اور زمانہ کی ضرورتوں نے اسکو بڑا تباہ کیا۔ اور اب وہ حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے لیکن موجودہ نسل کا اس بات کو برا سمجھنا اسکی گذشتہ نیک و فطرت کو بدنام نہیں ثابت کرتا۔ یہہ مانا کہ حال کی معجزی سوسائٹی اور قانون ملک نے تعدد ازواج کو سخت برا ثابت کر دیا لیکن اس فطرت انسانی کو وہ نہیں مٹا سکے جو تعدد ازواج کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ وہ بڑے بڑے مصنف جو نبی پر تعدد ازواج کے لحاظ سے اعتراض کرتے ہیں اور مسلمانوں پر نئے نئے بہتان قائم کرتے ہیں خود اپنی جڑیں کہ ولایت میں کوئی حضرت نواب صاحب یا پادری صاحب ایسے نہیں ہیں کہ جن کی دس دس بیویاں ہوں جنکو پوشیدہ تنخواہیں ملتی ہیں ان فرق اس قدر ہے کہ وہ میل ایسا نہیں ہوتا کہ جیسے قانون ملکی یا مذہبی کے لحاظ سے اس پر نکاح کے مفہوم کا اطلاق ہو سکے ان کی اولاد کیا تو برباد کر دی جاتی ہے یا گورنمنٹ کو آگاہی ہونے پر بدش کرتی پڑتی ہے۔ فرانس میں فیصدی ۵۷ حرامی شمار کئے گئے ہیں۔ کیا اسی دماغ اور اسی اخلاق اور اسی شائستگی کے لوگ تعدد ازواج کے طریقہ مشرقی پر مڑنے کے مجاز ہو سکتے ہیں اگر وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں تو انہیں معلوم ہو کہ ایک ایک لڑکی کتنے ختم رکھتی ہے (گو وہ مذہبی یا قانونی ختم نہیں ہوتے بلکہ طبعی ختم ہوتے ہیں) اور ایک مرد کتنی بیویاں رکھتا ہے (جو بیوی سڑا لیں کہلاتی ہے) اگر زمانہ قدیم میں تعدد ازواج کی رسم جاری تھی تو یقینی محض نہ کہ روکنے کے لئے جاری تھی۔ اس پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنا ہے۔

گذشتہ اقوام چونکہ رات دن جنگ و جدل میں رہتی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ مردوں کی کمی اور عورتوں کی بیشمارت ملک میں ہوتی تھی اگر ایسی حالت میں قانوناً یہہ جائز نہ قرار دیا جاتا کہ ایک ایک



مرد گئی کئی شادیان کرے تو سوائے سخت زنا کی رسم جاری ہونے کے اور کچھ منظور نہ تھا اس زمانہ میں چونکہ ہر طرف امن ہے اور کہیں جنگ نہیں ہوتی مردوں کی یہی کثرت ہے اور ایسے کٹکے اپنی زندگی عورتوں کی طرح امن میں بسر کرتے ہیں اسلئے نقد و ازواج کی چندان ضرورت نہیں ہے۔ سلیمان میں یہ رسم بہت سٹ گئی اور دن بدن مٹی جاتی ہے کیونکہ ضرورت جو انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ ایک ہی نکاح کریں اور جو لوگ کئی کئی نکاح کر لیتے ہیں ان کی مٹی آخر کار خراب ہی ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ وہ خلاف خدا و رسول کرتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کی تواریخ عیسائیت میں مشہور و معروف بات ایک شادی کرنی ہے اور اسی پر اہل مغرب کو بڑا ناز ہے۔ تعدد نکاح ایک زبان رسم خیال کی گئی ہے اور بچوں کا زیادہ پیدا ہونا دیال خیال کیا گیا ہے۔ اور یہاں تک سختی ہوئی ہے کہ خانقاہ کے لوگ کیا تو شادی کرنے سے محاذ ہی نہیں خیال کئے گئے ہیں اور جو بڑی دقت سے وہ اجازت حاصل کرتے ہیں تو ایک شادی سے زیادہ کی اجازت نہیں ملتی یہ دراندہ اور فاسد طریقہ عیسائیوں کے خداوند کی نصائح کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے موجودہ عیسائیت پر اپنا بہت بڑا اثر ڈالا ہے کہ سینکڑوں پروردگار حالت تجرید میں زندگی بسر کرنا اپنا عین ایمان تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسا کی یہ نصیحت کہ خدا کی بادشاہت میں وہ شریک ہوگا جس نے میرے نام پر مصیبتیں اٹھائیں اور سینان جہیلین ان کے دلوں میں گھر کر گئی اور اس کے علاوہ وہ اپنے نبی کی یہی تقلید کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی اگر کوئی شادی کر لیا تو گویا اپنی زندگی نسبت اس کے جس نے ایک ہی نکاح نہیں کیا ہے گناہ میں گذار لیا اور اسے نجات ہی جلدی حاصل نہوگی۔ بنی عربی پر حضرت عیسیٰ کو اسوجہ سے فضیلت دی جاتی ہے کہ انہوں نے کئی کئی نکاح کئے اور حضرت یسوع نے ایک ہی نکاح نہیں کیا۔ اگر تمام عمر حالت تجرید میں بسر کر لیا نام اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور خدا رسی ہے تو رسول شاہیوں میں ہر شخص اس صفت میں حضرت عیسیٰ کا ہم پلہ ہو سکتا ہے کیونکہ جتنے فقیر کہ فرقہ رسول شاہی میں ہوتے ہیں وہ کبھی شادی نہیں کرتے نہ کبھی زنا کرتے ہیں اور اپنی تمام عمر حالت تجرید میں گزار دیتے ہیں۔

کیا اسی نفس کشی اور قانون قدرت کے برخلاف کر نیکا نام اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور خداوندی ہے ہرگز نہیں ان کی فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو اس میں ہے کہ باوجود تعلق دنیا ان محض بے تعلق رہے۔ مردہ ہے کہ تلوار ماتہ میں ہونے اور قوت ہونے کے بعد مجرم کی خطا سے درگزر کرے یا وہ شخص بہادر ہے کہ عین ناتوانی میں جبکہ اس میں بالکل قدرت نہیں ہے لفظ معافی زبان پر لاوے۔



عجب کم دماغ مغربی مصنف ہیں کہ صرف اس نا چیز بات پر بے جا رہے ہیں اور نہ صرف  
 عیسے کو نبی عربی پر فضیلت دینے دیتے ہیں شادی نکرنا اور صحراب صحرا پر ناشکیلا نہیں ہے بلکہ  
 شادی کر کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں اسطرح سرگرم رہنا زیادہ مشکل ہے۔ شادی نکرنا  
 پر تو حضرت عیسے سے کچھ ہونکا اور وہ بچارے کچھ ہی کامیابی نہ حاصل کر سکے انہیں اپنی جان  
 بچانی مشکل نہیں دشمنوں سے ڈر کے ہونے ادھر ادھر سے پھرتے پھرتے اور پار پار اپنے  
 سے کہتے تھے کہ یہ کسی سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں جیسا کہ انجیل میں آیا ہے، جب اس نے  
 اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسی سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں تو اگر اسی کے معنی دلیلی اور  
 خداوندی اور فرائض نبوت کی انجام دہی ہے تو ہم ایسے دماغ رکھنے والوں سے کلام کرنا نہیں چاہتے  
 دوسری جگہ دشمنوں کے خوف سے یسوع مسیح کا ہانگنا انجیل میں تحریر ہوا ہے، متنبہ رہیں ان کے  
 باہر جا کے اسکی ضد پر صلاح کی کہ اسے کیونکر مار ڈالیں یسوع یہ جان کے دماغ سے چلا اوتار  
 سی جا عتین اس کے پیچھے ہولین اور اس نے ان سب کو چنگا گنا اور انہیں ایک ایک کیے مجھے ظاہر  
 نہ کرنا، حالت تجوید میں جس شخص کے خوف کی یہ کیفیت ہو تو تعلق پردہ کیونکہ زندہ رہ سکتا  
 ۔ ایسی ڈرپوک ذات کو (بقولم) نبی عربی پر صرف حالت تجوید کے لحاظ سے فضیلت نبی  
 کیسی سخت نا انصافی ظاہر کرتی ہے۔ اور انسانی فطرت کی کتاب کا یہی کچھ دیر سطا ہے کہ میں  
 دیکھیں کہ ہمیں کیا لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک بدہمی مسئلہ ہے کہ دنیا میں انسان کو پیدا کرنے کی غرض  
 نشوونما عالم ہے۔ انسانی اعضا عقل و فہم و راہ و خواہشات سے ہم نہیں پایا جاتا کہ دنیا  
 میں انسان کو کسی جنگل میں آوارہ و پریشان پہرنے یا کسی گوشہ میں تنہا بیٹھ رہنے کو پیدا کیا ہے  
 پہر اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ طلب مطلب میں انسان جھوٹے راستے اس لئے عطا ہوئے ہیں  
 کہ ان سے کام کرے انکھین اسلئے دی گئی ہیں کہ اچھی بری چیز کی شناخت کی جائے دماغ اس لئے  
 عطا ہوا ہے کہ اپنی اور اپنی بھینوں کی آسائش کے لئے نئی نئی تدبیریں کی جائیں اور نئے نئے  
 سامان بمقتضائے فطرت انسانی راحت و آسائش کے ہم پہنچائے جائیں۔ جب حضرت آدم  
 پیدا ہوئے ہیں تو ان کی پہلی توجہ اپنی خواہاک کی جستجو پر مبذول ہوئی اور جس پسندیدہ طریقہ  
 سے انہوں نے زمین کے جوتے بونے کی تدبیر کی اس امر کی کافی شہادت ہے کہ انسان دنیا  
 میں پیدا اسلئے نہیں کیا گیا ہے کہ دنیا سے کنارہ کرے۔ جتنے مذہب کہ اس وقت موجود ہیں  
 سب میں ایک گروہ فقر کا ہوا ہے جس نے اپنی خواہشات نفسانی سے گزر کر دنیا کی قدرت  
 و عزت و راحت پر رات مار دی ہے مگر جب غور سے دیکھا جاتا ہے تو اوجو اتنے بڑے قطع

کے بے تعلق نہیں ہیں اور معمولی دنیا داروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ دنیاوی دہندہ ان میں بہت سے ہیں بعض اوقات ان سے وہ وہ باتیں ظہور میں آتی ہیں جو استاد و صاحبِ حیرت انگیز ہوتی ہیں۔

حلقہ خرقہ کا گردہ زیادہ ہندوؤں میں ہوا ہے اور یہ لوگ ان لوگوں کی جنہوں نے نجات اخروی کے لئے لڑا لڑا دینیوی کولت ماری ہے نہایت تنظیم و تکریم کرتے ہیں اور یہ لوگ یعنی خرقہ اپنے کو تمارک و نایا بیان کرتے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں - ان کی تائید دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا سے قطع خلق کرنا چاہا ہے وہ کہیں کن ناقابل برداشت دلتوں میں نہیں کہیں ہین اور انہوں نے کس مری طرح سے اپنی زندگی گزار رہی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے قانون قدرت کی مخالفت کی اور اسی مخالفت نے ان کا فساد کے ساتھ تباہ کیا ہے۔

منہ کے مجموعہ کے قاعدہ کے بموجب ایک برہمن ترک دنیا کی مصیبتوں سے گذر کر اپنی زندگی چوتھے درجہ میں زمینیات  
پائیداری سے آزاد مودھا ہے اور اپنی باقی عمر وہاں گریبان میں بھر کر نیک کامیاز مودھا ہے غالباً ایسی حالتوں کے اندر  
غریبی مسائل پر بحث اور گفتگو کرنے کی غرض سے جمع ہوئے ہونگے جو بلایا بندہ کسی خاص طریقہ سے ان سے پاس صحت و  
ہیون جنانہ محمد عبدالحمید مین جو تہادرویشیوں کے بڑے بڑے ایسے فرقی بن گئے جو خائفان ہوں میں رہتے ہیں  
ان کی بنیاد وسیطیہ ابرٹری ہی - یعنی تاریک الدنیا جو قرآنیوں نے اپنی ناموری اور شوکت حاصل کرنا کی کوشش نہ کی جو  
یکہم نمبر ہوا اور وہ گوشت پرست رہی ہیں اڑے گل کتر سے رہتے ہوں -

یہ بھی نہیں ہوا اور وہ گوشہ نشینی ہی میں برسے کل لترے رہے ہوں۔  
ان غریب مساکین کے خیالوں کے گردہ کے رفتہ رفتہ جیلے ہونے لگے ہونچے اور وہ برہمن تو ہوں گے مگر ایسی قوموں کے  
لوگ ہونچے جنکو علوم دینی کی تحصیل کرنے کی اجازت ہوئی اور ہر شخص چکا پیر ہوتا ہو گا اس کے طریق کا پابند رہتا ہو گا  
معاوم ایسا ہوتا ہے کہ ان جلسوں کی یہ نوبت سکندر اعظم کے زمانہ تک پہنچ چکا ہے۔ پانچویں یا قدیم مورخوں کی تحریروں  
سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سلسلہ فقہری کے جیسے کہ اب موجود ہیں بہت پہنچ چکے تھے۔ ان کے پاس ان کی زبانوں کی کتابیں  
کو ہر کافی نہ سمجھیں تو اس بات کے دریافت کر نیکار کوئی اور طریقہ نہیں کہ اس میں وہ مجھ ایسے مذہبی فرقے جو  
کہ اپنے اپنے طریق جداگانے پر قائم ہوئے کسی فرقہ کی بنیاد کی نہایت قدیم تاریخ جو ہندوستانی کتابوں میں مل سکتی  
ہے سہمہ عیسوی کی اہمین صدی ہے جو فرقہ اب موجود ہے ان میں سے پہلے کے ہی سے فرقے ایسے ہیں جو  
جو دہویں صدی سے پہلے کے ہیں یہ بعض فرقوں میں اب بھی صرف برہمن ہی میں اور ان فرقوں میں سے بعضوں  
اب بھی ان اصل پر یہ سمجھنا کا نمونہ سمجھا جا سکتا ہے جیسا کہ بیان کیا ہے کہ ایک میں گروہست سے فرقوں کی مذہب میں ان  
یہ ہے کہ جب کوئی انجمن داخل ہوتا ہے تو کسی طرح کا فرق اور امتیاز ذات کا باقی نہیں رہتا چنانچہ برہمن اپنے مقدس فرقے  
یعنی جیو کو توڑ دیتے ہیں اور بہتری اور مشین اور شودر بھی فقہروں کے کسی فرقہ میں داخل ہونے کے بعد ذات سے انکار  
کر دیتے ہیں اور اس فقہری کے نئے فرقہ کے سب سے سب برابر اور یکساں رہیں ہو جاتے ہیں۔ براہمن و کسن جیاد ب بہتال کرانے  
ہیں کہ اس میں ان کی قوم کے یہاں اجتماع کا یہاں موجود دہویں صدی کے آخر میں ہوا ہے۔

میں کہ اس نئی ادنیٰ قسم کے بیابان اجتماع کا ایجاد جو دہویں صدی کے آخر میں ہوا ہے۔۔۔  
اس قسم کے گروہ جمیورپ میں ہیں اور وہ بن قاعدوں اور درستی سے اوقاف کے لیے کمرے ہیں ہندوستان کے یہ گروہ ویسے نہیں متحرک  
اور کسان طلبہ مسلمانوں ایک دوسرے اور عام انسانوں سے امتیاز ہونے کی نینیں ہیں بلکہ ان کا کوئی عام نام ہی نہیں ہے یا اگر کچھ عام  
فرقے کشائیں گے تو نام سے بچا کرے جاتے ہیں لیکن یہ ایک خاص مندرجہ سے مستبعد سمجھا جاتا ہے۔

ان مجموعوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایسے لوگ شامل تھے جو کفار بے ادبیا کرتے تھے جن کا واکرنا بیہوشی کی زندگی کے تیسرے درجہ میں برہمنوں پر لازم تھا برہمن تیسرے درجہ میں تنہائی اور خاموشی کے پابند ہوتے تھے۔ مگر انکا گیان اپنی بہبودی اور عظمت میں بڑھتا رہا۔ وہ آئندہ اپنی امیدوں کے برائے کی نئی نئی تدبیریں سوچتے رہے اور ایسی اکثر تدابیر میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے۔

۹۔ منو کے چوتھے باب ۹۹ میں جو یہ حکم مذکور ہے کہ ان برہمنوں کی کرپا کر نہ ہوگی جو سید کے خلاف بدشاک پھیلانے کے لیے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ منو کے زمانہ میں ہی ایسے فرسے موجود تھے۔

اگر شادی نہ کرنا ہی کچھ اچھی بات ہوتی تو حضرت یسوع کو خود کوئی خداوند خداوند کہنے والا نہ ملتا قانون قدرت کے خلاف نصیحت کرنا کیا بھی نبوت کی کافی دلیل ہو سکتی ہے۔ دنیا کا ظہور ہی صرف باہمی میل جول اور شادی بیاہ سے ہے اگر اہی یہ رسم دنیا سے اٹھا دیا جاوے تو چند ہی سال کے عرصہ میں ہر آباد جگہ الو بولنے لگتا ہے۔ جہاں تک کہ یہ قانون ملکی قانون مذہبی قانون انجمن کی پابندی سے کیا جائے اس سے بہتر دنیا و دین میں کوئی نیک کام نہیں ہے۔

اسکو بھی جانے دو اور پھر چین ایک نظر بنی عربی کی شادیوں پر کر کے دو اور دیکھئے دو کہ اور نبیوں نے بھی کئی کئی شادیاں کی تھیں یا صرف بنی عربی ہی تعداد داران میں بنے بنی ہوئے ہیں۔ جب ہم حضرت موسیٰ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو چین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بھی کئی بیویاں تھیں کیا حضرت موسیٰ کی کئی کئی بیویاں کرنا نا انسانیت اور مداخلتی ہو سکتی ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام پر کیوں نہیں اعتراض کرتے کہ جب تک ایک سے زیادہ کئی متعدد بیویاں نہیں؟۔ اسکا جواب صاف ہے کہ ہر ایک زمانہ کا دستور تھا اور وہ ہی اسی زمانہ میں اسلئے درجہ سنانیک اور اچھا سمجھا جاتا تھا۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ جو چیر ایک صدی میں اچھی سمجھی جاتی تھی دوسری صدی میں بھی خیالات کے تغیر و تبدل کی وجہ سے کہی اچھی نہ سمجھی جائے گی اس سے یہ نکل آیا کہ ایک زمانہ کا دستور دوسرے گزشتہ زمانہ کے دستور کو برا نہیں سمجھا۔ کتا کیونکہ وہ زمانہ آئینا الہی ہے کہ یہ دستور بھی برادر دیا جائیگا۔ اگر ہم کچھ بھی مذہبی سعادتمندی اور فرائض تہذیب حاصل ہے اور شائستگی میں ہمارا قدم ہے۔

اللہ وہ اپنے لباس کے فرق سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ وہ کپڑوں میں سے کوئی کپڑا مثل گڑی اور انگوٹھ کے میلے رنگ سے کے رنگ کا دعویٰ نہ کرنا۔ استثنائیت کے جواباً مکمل برعکس ہوسکتے ہیں رکھتے ہیں سب کے سب بخون تہ پابند ہوتے ہیں اور سب خیرات لیتے ہیں اگر سب مانگتے نہیں۔

جس قدر حالات ان سب فرقوں کے بیان کئے گئے شاید اس سے زیادہ اور بہنوں لیکن اکثر انہیں سے ایسے ہی ہوں گے جن کے اور بھی کچھ حالات ہوں گے مرقہ اسے گرد یعنی روحانی تعلیم کے خواہ حاصل کرنا سے اور اسکے سال کا پابند رہتا ہے ان ہی فرقوں کے بانیوں میں بڑے بڑے فرقوں کے بانی ہوتے ہیں اور جیلوں کی کثرت کی وجہ سے مسائل نام نہان ہو جاتے ہیں اسلئے اسلئے حقیقت پر قائم نہیں۔ سے تعداد ان فرقوں کی بہت مختلف ہے چنانچہ بعض فرقہ میں بہت ہاؤس ایسے آدمی ہوتے ہیں اور ملک کے کسی گوشہ میں بڑے رہتے ہیں اور بعض ذہنی کے اس قدر آدمی ہوتے ہیں کہ کل ہندوستان میں پھیلے رہتے ہیں۔

اکثر فرقوں کے پاس ہرم شائے سکونت کے واسطے موجود ہیں اور بعض صورتوں میں ہرم شالوں کے خرچ کے واسطے جاگیر بھی مقرر ہوتے ہیں اور دیندار لوگوں کی امداد سے اور اس روپہ سے جو بیک ماناک کو جمع ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں تجارت سے جو کبھی کبھی علاقہ اور اکثر پوشیدہ کی جاتی ہے ان کو اور زیادہ آمدنی کا ذریعہ ہوتا ہے سب ہرم شالے ایک مہنت کے تحت میں ہوتے ہیں اس مہنت کو اس کے گردہ کے لوگ یا مہنت مقرر کرتے ہیں اکثر یہ مہنت موردی ہوتا ہے اور اسکو بلا مہنت اپنا جائیداد مقرر کر جاتا ہے جب تک ایک دو برس تک امتحان نہیں لیا جاتا کسی کو کسی فرقہ میں داخل نہیں لیا جاتا جو شخص چلا ہوا چاہتا ہے اسکو کوئی خاص گرد اپنا چلا کر لیتا ہے کے اکثر بہت سے ایسے ہی آدمی چلے ہوئے ہیں اور سب چلے کر دسیت مہنت کے مطیع ہوتے ہیں بنگال کے ایک فرقہ میں مرد و عورت کو ایک ہرم شالے میں ایک جگہ رہنے کی اجازت ہے مگر بہت سے فعل تمام کی دانتی کے لئے جاتے ہیں۔ بہت سے گناہین جو

تو ہمیں ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ غیبیوں کے زمانہ کے دستور و رسوم پر نظر کر کے اپنے کو نامہدب اور وحشی ثابت کریں۔ جو قانون کہ اس زمانہ میں رائج تھا منظور ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں برائی تھی یا کسی قسم کی کمی تھی کیا یہ ہمیں زیادہ ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ کو خود پسند ہونا کہ زیادہ ہے کہ اس میں یا حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد کو خالص نفس پرست کہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ ہمیشہ اپنی ہرزہ گردی میں نری دہی اور خیالی بادشاہت کی دہن پکاتے رہے اور جنگل و جنگل آسمانی بادشاہت آسمانی بادشاہت کا سبق جیسے پڑے پڑے یا حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد کے کام انبویہ صوری میں نکتہ چین نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

پھر یہ ایک کرشمہ ہے تو سخت غلطی کرینگے کہ ایک پرکھ لازم قیام کرینگے اور ایک پرانہ موجودہ زندگی کے طرز سے نئے نئے بہانہ گھڑینگے۔ وہ زمانہ اور تھا وہ خیالات اور تھے وہ لوگ اور تھے وہ معاشرت اور تھی سخت بے عقلی کی بات ہے کہ موجودہ خیالات اور معاشرت کا پاس رکھ کر ان پاک نفوس کی نسبت کو ہر دور و زمانی کی جائے۔ نبی کی نبوت کی ہی کافی شہادت ہے کہ اس نے لاکھوں دنوں کو ادھر سے ادھر سے دوڑا اور وہ وہ ہونسا اور دہشت انگیز زمون کو مٹا دیا کہ جن سے خدا کی مخلوق کا بہت سا بگناہ ختم ہوجاتا تھا۔ کیا حضرت عیسیٰ یا کسی اور نبی نے خدا کی بادشاہت میں بنی عربی سے زیادہ بے وفائی کی ہے؟ کیا کسی نے چند ہی برس میں صدیوں کی وحشت اور جہالت کے نقوش کو گون کے دو گے آئینہ آئینہ کر کے نہ میرے خیال میں تو کوئی یہی اس پہ کا نہیں ہوا کہ جس نے انا آنا مین ہوا کا رخ نہ کرے۔

اب اس کے خلاف اس اور غیبیاتی مورخ کرتے ہیں اور وہ انتہا درجہ کاریک اور گزور ہے۔ اور اس پر مقررہ قانون کی بنیاد پر دلائل کرتا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جو حقوق نبی نے خود حاصل کئے تھے ان حقوق کے لئے اپنے جہان کو محروم رکھا یعنی آپ اتنی بویان کی اور اپنی امت کو اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے خلاف سے زیادہ کریں اور اگر زیادہ کریں تو اس میں عدل کی قید اسی لگائی ہے کہ با ایمان مسلمان اس میں تعدد و رواج پر مشیت نہیں دوڑا سکتا یہ اعتراض بودا اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ نبی کی ذاتی قابلیت اور روحانی قوت سے ممتاز تھی۔ وہ صابر بھی اپنے صحابہ سے زیادہ تھا۔ اولوالعزمی بھی اس سے زیادہ تھا۔ وہ بھی فرض جتنی روحانی جوہر اور ان کی قابلیتیں ہوتی ہیں وہ غیر نبی سے ہر حالت میں بڑھا کر بھی ہو سکتی ہیں۔ وہ انسانی عظمت کے آثار چڑھاؤ اور اسکی باہمت اور کیفیت جانتا تھا اسے یہ بھی معلوم تھا کہ انسانی خواہشیں گو غیر محدود ہوتی ہیں لیکن ہر ایک کی طبیعت کے موافق پکایا نہ ضرور ہے اور ہر انسان سے عقلی طور پر یہی بات سنی زندگی اور گردی اور ہر ایک مانگنے میں سیر کرتے ہیں اور بعضے کو ان کی زندگی کے لئے گروہی میں سیر کرتے ہیں اور کہیں کہیں ان کا بھی ہونا ہے اس حالت میں یہی انت کے تابع ہوتے ہیں اور بعضے کو اپنے لئے قاعدہ کے برخلاف اپنے ذمہ لگائے ہیں بالکل آزاد و رخصت ہوتے ہیں لیکن ان میں سے بعضے کہتے

جو بائین کہ قانون فطرت کی طرف سے اسے خاص کر دی گئی ہتھین یہ کہ کیونکہ ممکن ہو سکتا تھا سب میں وہ ہی بائین آجاتین اور ہر ایک مومن کی ذات ذات نبوت کی ہم پلہ ہونے لگتی۔ عربی کو جیسی ضرورتین نکاح کرنے کے لئے پڑیں وہ خواہشات انسانی کے حاصل کر لے کے۔ (مغذو بالسانہ ہتھین بلکہ جو کچھ ان نکاحوں کا منشا تھا وہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں یہ کہ کیونکہ ممکن ہو سکتا تھا کہ اپنی امت کو بھی خواہ مخواہ نو دس دس نکاح کرنے کی اجازت دیدی جاتی۔ باب اپنے بیٹے کو جو کچھ عطا فرمایا گا وہ اسکی فطرت اور ظرف کے مطابق یا انجو حالت کی مطابقت سے کیا ایسی حالت میں باب لازم ہتھیر سکتا ہے بچہ کیا یہہ انصاف ہے کہ بار ابنی قبا اپنے چھوٹے سے بچہ کو مساوات قائم کرنے کے لئے پھنا دے ہر بس یہی باب بیٹے کی شبا بنی عربی اور آپ کی امت کی سمجھ لی جائے۔ آپ کے جتنے نکاح ہوئے وہ سب اس وحی کے نازل سے پہلے ہوئے جو نکاحوں کی حد ظاہر کرتی تھی۔ جب دوحی نازل ہو چکی تھی تو پھر ہر مومن اس کے پابند ہونے پر مجبور تھا یہاں سے ایک بات یہہ بھی ظاہر ہو گئی کہ جس دین کو ہم نے خوشی خوشی پسند کیا ہمیں یہہ فطرتی طور پر فرض ہو گا کہ ہم اس کے کسی حکم سے دل تنگ ہوں جو لوگ اسلام کے کس حکم سے دل تنگ ہئین ہوئے وہ مسلمان ہئین اور جو دل تنگ ہوئے ہئین وہ مسلمان ہئین ہئین یہاں بحث ہے صرف مسلمانوں سے جب کوئی مسلمان اس سے دل تنگ ہئین ہے تو یہ انصافی اور حق تلفی ہی کیا ہوگی۔

جتنی آزادیاں کہ عورتوں اور مردوں کو اسلام میں دی گئی ہئین اور جتنے حقوق اس مذہب میں بخشے گئے ہئین اور کسی مذہب میں نہ ایسی آزادی ہے نہ یہہ حقوق عطا کئے گئے ہئین۔ خود مسلمان تو نہیں کہتے کہ ہمارے حقوق غصب کر دئے گئے مگر لطف یہہ ہے کہ ان کے بہانی عیسائی ان کے حقوق غصب ہونے پر خون کے آنسو بہاتے ہئین۔ یہہ ہی وہ ہی بات ہوئی + چہ خوش گفت ست سعدی دہر نوا جفا کش ہوئے ہئین خصوصاً وہ جو بایاں جنگوں میں چلے جاتے اور بالکل ان قانون سے جدا ہو کر مٹہ۔ ہتھہ ہئین اگر کوئی مجزان کی خبر نہ لے تو خط کا خطرہ اپنے اوپر گوارا کرتے ہئین اور اس سے ہی زیادہ ہتھہ اندیشہ جنگی اور نگاری چاندون کا اپنے اوپر گوارا کرتے ہئین۔

بہت کم فرشتے سخت قول فہم کے پابند ہوتے ہئین اور عبادت خاوند اور عام رب جگوں یا اور رسومات میں ہی مشرک ہئین ہئین ہوتے بہت سے حالت تجرد میں اوقات بسر کرنے سے پابند ہوتے ہئین اور بہت سے فرشتے اپنے چیلون خوشادھی کرنے اور دنیا داروں کی طرح رہنے سہنے کی اجازت دیتے ہئین اور ہر ایک فرقہ جو کہنیا جی کے ہاتھ بن پرشار ہوتا ہے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ عمدہ عمدہ کھانے کھا دے اور اچھا چمے لباس پہنے اور ہر ایک فرقہ کی ایسی کیفیت اور خطا ہوا ہے کہ وارث صاحب اپنی کتاب کی میتری جلد صفحہ ۴۲ میں جو ہندون کے حالات میں لکھی ہے لکھتے ہئین کہ ہر ہر سال کے ایک تمام میں بکھر جاتی ہے کہ ایسے چہرے ہندون کو تین مہینے کی مدت میں شیر بیلے اور ہر ان بچاروں کا پتہ نہ لگا اور یہہ نتیجہ دینا ہے کہ ان کے لئے حاصل ہوتا ہے کہ آدمی حرام موت مارا جاتا ہے اور پھر تعجب ہے کہ ہر مومن دماغ عیسائی اپنے خداوند کی اس تم کی شکر دینا والی نصیحتوں پر نکلین بچاتے ہئین۔ جکا نتیجہ تھا کہ ہر مومن کی خوری اور فلت ہے۔



م کے بے بنیاد اعتراض کر کے وہ اسلام کو بدنام صورت میں عالم کے سامنے لانا چاہتے ہیں لیکن یہ  
ن ناممکن ہے کہ جیسے ہوئے آفتاب کی سنہری کرنیں میلانا تہہ لگانے سے میلی ہوں۔ اسی طرح ہر  
رئی سے اسلام پر کوئی الزام قائم نہیں ہو سکتا۔

بہت ہی بہت بڑی بات ہے کہ مسلمانوں کے ہاں پردہ کی رسم ایسی سخت ہے کہ جس سے حقوق کا خون  
سنے کے علاوہ یہ برا ظلم ہے کہ ان کو یگیناہ بچپن سے قید کیا جاتا ہے اور وہ اپنی گہر کی چار دیواری  
ن اپنی تمام عمر گزار دیتی ہیں۔ یہ اعتراض یا الزام بھی محض بے بنیاد ہے۔ پردہ کے معاملہ میں  
ن پہلوؤں پر غور کرنا ہو گا پہلے تو یہ کہ آیا پردہ کی مروجہ رسم اسلام میں جائز ہے یا نہیں وہ دوسرے  
ن پردہ کی جو ہندوستان میں کیا جاتا ہے ضرورت ہے یا نہیں تیسرے اس تقید سے کچھ غور تو  
ن کیا ہی پوچھتی ہے یا نہیں۔

ہلی بات بہت سہل ہے اسلام میں جہانتک دیکھا جاتا ہے ایسے شدید پردہ کا کہیں نام و نشان  
میں ہے صرف ایک نقاب چہرہ پر ڈال لی جالی تھی اور یہی پردہ تھا۔ اس سے کبھی انکار ہی نہیں  
ہو سکتا کہ مسلمانوں میں بہت سی رسمیں اشاعت اسلام سے پہلے زمانہ کی انہیں آگئیں اور کچھ انہیں  
بط ضبط نے ایسا اثر کیا کہ انہیں غیر ملک والوں کی اکثر رسمیں بھاگئیں اور پھر ان کی مسلمانوں کی  
نمون میں اتنی ترقی ہوئی کہ وہ ان ہی کی رسمیں معلوم ہونے لگیں اور وہ رسم پردہ داری ہی جو  
مالکیہ مرض کی طرح ان پر چھا گئی اور اپنا ایسا اثر کیا کہ گویا اس کے موجد ہی مسلمان بن گئے حالانکہ  
یہ بات ہرگز نہیں ہے وہ تو میں جنہیں اسلام کے ظہور سے پہلے تمام جہان کی تہذیب شائستگی اور دولت

جو گناہ سے خالی ہو اس فصاحت سے اس کا مقصد وہ برعرب داب کچھ کم نہیں ہو جانا بلکہ اور زیادہ ہوتا ہے  
اس فرقہ کے لوگوں کو اس طریق پر اوقات بسر کرنے کے واسطے سارے سالانہ افراط سے میراتے ہیں مگر بعض  
فرقے مذکورہ بالا فرقوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں جو اپنا ایک باخبرہ مادوں و نون ہاتھوں کو جب تک خشک ہو کر  
قائم اور بے حس و حرکت ہو جاوے اور ناخن نہ بڑھ جاوے اور کو اٹھائے رکھتے ہیں (کیا اس سے بھی زیادہ  
حضرت عیسیٰ نے دنیا سے کنارہ کشی کرنے کی تعلیم دی ہے اگر ایسی تعلیم ہی سبب فضیلت ہے تو یہ فقیر حضرت  
علی سے یہاں یوں کے قول کے موافق کہیں بڑھے ہوئے شمار کئے جاسکتے ہیں) اور ایک وہ فقیر ہوئے ہیں  
جو کانٹوں پر سوتے ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ چپ چاپ رہتے ہیں اور ایسے ہی ہوتے ہیں جو غور و خوض  
اپنے اوپر طرح طرح کی تکلیفیں گوارا کرتے ہیں اور تھوڑے ایسے ہی ہوتے ہیں جو ہر طرح کی غلاظت اور بے نیازی اختیار  
کرتے ہیں اور اپنی صورت کی دشت یا حقارت سے یا اعضا میں جہان مارنے سے لوگوں کو خیرات دینے پر مجبور کرتے ہیں  
بعض بالکل برہنہ اور بعض بہت محجوبہ برہنہ پہرتے ہیں ان کو ناگے کہتے ہیں یہ گروہ کے گروہ ہزاروں ہوتے ہیں  
اور اپنے سردار رکھتے ہیں ان کی صفت خاص یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترقی کے واسطے ہتھیار نہیں اٹھاتے  
بلکہ اجرت بر ملک کے سرداروں کی خدمت کرتے ہیں اور عموماً تہہ نگار اور عیاش مگر بڑے بہادر ہوتے ہیں ان  
بازوؤں پر بیوت لایا ہوتا ہے اور لمبی لمبی ڈار سیون اور لمبے لمبے گندے ہوئے بالوں سے جن کو بڑی سنگمت  
نہے بڑا اور موڑ کر سر پر بڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں ان جنگجو فقیروں کی عجت صورت بن جاتی ہے  
جب ان کو کوئی مزدوری پر نہیں رکھتا تو ان کے بڑے بڑے غول ملک لوٹ کہسوٹ کر سامان پیش



پانی بجاتی تھی انہیں ہی پردہ کی رسم خوب زور شور سے رائج تھی۔ مثلاً یونان ہی پر خیال کیا جائے کہ وہاں مختلف علوم و فنون کے ترقی کے زمانہ میں سخت پردہ کی قید تھی۔ بڑے بڑے محقق جولا کہوں روپیہ صرف کر کے شاہوں نے بنائے تھے بیگمیں سے لبالب بہرے ہوئے تھے کہ حکم تھا کہ میل میل بہرے گھیرے میں کوئی مرد اسکے یا مرد کے نام کا کوئی بچہ اس احاطہ میں قدم رکھ سکے۔ کچھ شاہوں ہی پر یہ پردہ موقوف نہیں تھا بلکہ بیگمیں سے ہر متنفس سخت پردہ کو اپنا سبب فخر خیال کرتا تھا۔ کیا مجال تھی کہ انہیں کسی کی نگاہ میں ہی کبھی کسی وقت کوئی عورت نظر نہ پڑ جائے۔ یونان میں اسے کو یا اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور شائستگی سمجھتے تھے اسکے بعد ایک نظریہ ان کی تروتازہ اور انتہائی بڑھاپی ہوئی سلطنت پر ڈالنی چاہیے وہاں کی بھی یہی کیفیت تھی شاہوں کے محلوں میں خواجہ سرا مقرر تھے کیا ممکن ہے کہ وہاں پردہ پر مار سکے عوام ان ایسے پابند تھے کہ سو برس کی پوہلی بڑیا بھی کہیں دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ تیسری پر شوکت سلطنت قسطنطنیہ کی تھی وہاں ہی پردہ کی بھی کیفیت تھی۔ اور عورتوں کے ساتھ ایسی ہی سختی برقی جاتی تھی ان ہی پڑوسی سلطنتوں کا اثر کم تر یہی اگر پڑا تھا اور کل مشرکین مکہ ایسی ہی ایسی یہودہ سکھ برتتے تھے کہ جنہوں نے نبی اکرم کو پہلے پہل بہت ہی افسردہ کر دیا تھا۔ قوم کی ناتراشیدہ سوسائٹی نے آپ کے مصفا اور روشن دماغ بہت بڑا اثر کیا تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوراہ رست دکھا دی تاہم بہت کچھ

مہیا کرتے پرتے ہیں پہلے وفون میں انگریزوں کے ملک پر ان فزاقوں نے کئی بار یورش کی اور خوب لوٹا لیکن یہ مسلح فقیر بجائے اس کے کہ تھوڑے تھوڑے چھ ہو کر یا کسی ملک کی لڑائی میں کام آنے کے واسطے جمع ہو دیں کبھی کبھی بہت کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں اور جبکہ ان میں کے دو مخالف فرقوں کا کہیں مقابلہ ہو جاتا ہے تو اکثر بڑی خونریزی ہوتی ہے چنانچہ سترہ اعظم ہر دو ار کے بڑے میلے میں ایک بڑا تازہ بلکہ بڑی جنگ شب اور ریش کے معتقدوں میں واقع ہوئی جمیں اس مقام پر اٹھارہ ہزار آدمیوں کا کھیت ہوا بلاشبہ یہ تعداد بہت سبباً غلط ہے بیان کی گئی ہے لیکن ہر حال اس بیان سے اس کثرت کا خیال دلیں بند ہوتا ہے جس کثرت سے طرفین کے ناگے لڑے ہونگے

ایک جماعت گشائیوں کی جو شیعہ کے معتقدین جوگی کہلاتے ہیں اور دیہان گیان اور جسر نفس اور کپہندوں سے جوگی خدا کے ساتھ اصل جوہانہ کا ارادہ رکھتے ہیں اور انہیں جو نہایت ذلیل ہوتے ہیں وہ فرقہ عادات دکھانیکے چلے کرتے ہیں اور بعضے ان کے فائدہ پر پیشہ میں بند رہ جاتے اور گدگدائی بجاتے اور ٹانگے دکھانے اور بوجہ بازی اور دھڑبندوں سے لوگوں کے دل بہلاتے ہیں اور ایک ورتہ گشائیوں کی ان سے بھی زیادہ مشہور وہ اپنے کو نہایت مراض اور عابد کہلاتے ہیں اور کچھ کچھ کی لالچ کر نہیں لکھ صرف اپنی بزرگی کی شہرت دینے کو واسطے دھوکا دہی اور فریب کام میں لاتے ہیں یہ لوگ

ان رسمیات کی جو ان کی گہٹی میں پڑی ہوئی ہوتیں اور جسے مذہب سے کچھ علاقہ نہ تھا برقرار کرنا پڑا  
مغین ایک رسم پردہ کی بھی تھی۔ گو یہ تسلیم ہو گیا ہے کہ عورتیں مکان کی چار دیواری میں مقید تھیں  
باقی بہن ہن نقاب ڈالنے اور اپنے تمام جسم کو موقع میں پوشیدہ کرنے کی سخت تاکید تھی اور یہ تاکید  
خدا تعالیٰ کے لئے بڑی ہے اور نہ اس سے ناشتگی میں کچھ فرق آتا ہے۔ قرآن میں پردہ کی نسبت  
سوجھ بوجھ حکم ہے وہ یہ ہے۔ "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک ازکرم لکم  
ان الله خیراً بما یصلون" و قل للمومنات یغضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن لا یتبدین  
ازنیتهن الا ما طهر منها ولیضربن بخمرهن علی وجوهن ولا یتبین زینتهن الا لبعولتهن اوابائ  
نکواباء بعولتهن اوابناء لهمن اوابناء بعولتهن اوابناء ولتھن واخوانکن او بنی اخواتھن او  
نسائھن او ما ملکت ایماھن اوالتابعین غیر اولی الامر بہ من الرجال والطفل الذین لم یشھرو  
اعلی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما ینخبئن من زینتھن وتولوا الی اللہ جمیعاً ایۃ  
لمؤمنون لعلکم تفطنون

ایسے ہوئے ہیں کہ کسی حکمت سے جیسا حال ایسی ہاک معلوم نہیں ہوا اگلی کئی مدت تک رہیں سے چار فیت بلند معلق رہتے ہیں اور  
 فانی مرین بجز اسکے اور کوئی سہارا نہیں ہوتا کہ وہ ایک ترسوں کی لوگ پر ایک ہتیلی کا ہلکا سہارا رکھتے رہتے ہیں اور اسی  
 کی ترکی اگلی سے الیہ رہتے ہیں۔

عالم کی انجلی سے الایہ سے کہہ میں سچا  
 گناہوں میں بعض آدمی عالم ہی ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں جنہیں سے اکثر نہایت شائستہ اور نیک مذہب کے پابند ہو  
 ہیں اور بہت سے بڑے رتبہ والے سوداگر ہوتے ہیں اور بہت سچے بے باک بیگاری اور بہت سے نالیق اور آقا رہ اور  
 ہر قسم کے عیب ا رہتے ہیں ان لوگوں کو اس الایہ سے اس پتہ کے اختیار کرنے پر رغبت ہوتی ہے کہ اس کا نام اور سستی سے زندگی  
 بسر کرنے کا موقع حاصل ہو جو فقیری میں تو اپنے لشن کے لئے والے فقیر نہایت عمدہ ادب اور بھلا کرنے کے قابل اور غلب  
 کا کائنات والے بڑے عیب دار اور بد ہوتے ہیں ہندوؤں کی انہم و بہت اس معاملہ میں بہت اچھی ہے کہ جو فقیر حقیقت یہودہ  
 اور لغو مجنونانہ کرکٹ کر کے ہیں اسی قدر ان کی قدر و منزلت ان کے دل سے جاتی رہتی ہے۔

نہایت اعلیٰ درجہ والا بلکہ خداے تعالیٰ سے بڑا تعظیم اور ادب کا نشانہ سمجھتے ہیں +  
ہندو و فقیروں کے بہت سے فرقوں میں قاعدہ کی پابندی سے سختی ہونے اور جو کیوں اور یہ کیوں میں بالکل کسی قاعدہ کے  
ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہندوؤں میں کوئی ایسا غریبی سرگروہ نہیں ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہوں اور یہی العیب ہے کہ بہت سے  
شہزادے اور خانہ جنگوں سے ناگوار گروہ بچاتے ہیں +

اسی وجہ سے یہ فرقے فقہوں کے آزاد رہتے ہیں اور یورپ کی طرح مذہبی حکومت کی سخت میں نہیں آئے ان فرقوں اور مذہبوں  
اتفاق ہونے کی وجہ خود کامی اور فعل مختاری پھیلانی جاسکتی ہے ان دونوں میں ہمہری اور قنات جوتی اسکے بہت بڑے  
اثر خاص ہوئے لیکن جو عجب داب برہمنوں کو علم اور قانون پر ان کی قوم کا قبضہ ہونے سے حاصل ہے اسکا اثر ان فقہوں پر

۴ حالات الہیہ کی تحقیقات کی کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ میں برادر بوسن صاحب نے اس قسم کے ایک فقر کا نام لیا ہے۔  
 صحیح دال لکھا ہے جسکو ایک معتبر شخص نے پختہ خود دیدہ الہیہ نامک سوسائٹی کے ایچ ۱۸۷۷ء کے جرنل میں مشہور کیا۔  
 ۱ کتاب تحقیقات حالات الہیہ جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۹ کو دیکھو یہ بیان برادر بوسن صاحب کے جواب بعنوان میں ہے جو کتاب مذکور  
 کی جلد ۱۶-۱۷ حصہ میں مذکور ہے اور کچھ وارڈ کی کتاب اردو کے پیشانی صاحب کی کتاب کے تحت میں جو ہندوؤں  
 کی رہنمائی کی تبدیلیوں کے بیان میں ہے یا گیا ہے۔

۴۔ اسی جہز کی سستی یعنی قاعدگی یا بندگی میں کامل فحشاء و زنا و زانیہ جہاز میں فرق نہیں ہے جس کی سبب

یعنی اے محمد ایمان والوں سے کہہ کہ کس قدر اپنی آنکھیں بچی رکھیں اور اپنے سستون کی خبر گیری کریں۔ اس میں زیادہ سہرائی ہے۔ جو کچھ وہ کرتی ہیں اللہ کو ان کی تمام باتوں کی خبر ہے۔ اور کہ اے محمد مسلمان عورتوں کو کہ اپنی آنکھیں بند کریں اور اپنے کو خوب لپیٹے رکھیں اور اپنا بناؤ نہ ظاہر کریں مگر جو ظاہر ہے اس میں سے اور چاہئے کہ اوڑھناں اپنی گریبانوں پر ڈالیں اور اپنے خاوندوں یا اپنے باپوں یا بیٹوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں یا بہائیوں یا بہیتوں یا بہانچوں یا اپنے خاوند کی بیویوں کے یا جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے یا جو غیر حاجت والے ساتھ رہتے ہیں مثلاً بچے یا لڑکے جو عورتوں کی بہید کی بات نہیں جانتے اور اپنے پرزین پر مار کر نہ چلیں ایسا نہ کہ پاؤں کے زبرد کی چھناک سے آواز آوے اور توبہ کر دے اللہ کے آگے اے مسلمانوں تاکہ تم قلاح پاؤ۔

یہ آیت قرآن شریف میں پردہ کے بارہ میں ہے اس میں کہیں اس سخت تر پردہ کا حکم نہیں ہے جو آج کل ہندوستان میں کیا جاتا ہے اور چہرہ عیائی مصنفوں کو زہر لگنے کا موقع ملتا ہے۔ جو باقین کہ بمقتضائے فطرت عورت کے لئے حیا و شرم کی ہونی چاہئے ان سب کی تاکید کر دی ہے انہیں منع کیا ہے کہ وہ بناؤ سنگار غیر مردوں کے دکھانے کے لئے نہ کریں اور نہ سراپا زار اس چلیں کہ ان کے زیور کی آواز سے جو وہ پاؤں میں پہنے ہوئے ہیں لوگوں کی نگاہیں اٹھیں۔ یہی مثل اور ہندوؤں کے ہوا۔ اور جبکہ ان فقیروں نے منو کے مجموعہ کو اور اپنے مائی رسومات کو تسلیم کیا تو وہ ہندوؤں کے ریت سے انکار نہیں کر سکے چہرہ بھونٹنے اپنے آپ کو اپنی تیجروں کے حوالہ سے یہو بنایا۔

یہاں اور بھی کون لوگوں کے اس معاملہ میں دست اندازی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ چونکہ نظام کے شروع زمانہ میں سارا بیٹیز فرقہ فقیروں کا کسی عبادت خانہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا نہ کسی کی عطا میں تھا بلکہ ملک میں ہر قسم کی بدحاشی کرتا ہوا خیرات سے بسر اوقات کرتا پھرتا تھا اور یہ گراہی اسکو یوں دیتی تھی کہ اللہ تک حاصل رہی کیونکہ اسوقت تمام فقیروں کا دم پیر میواؤں کو خاص خاص عبادت خانوں کا کرنا ہوتا ہے پر جو یہ کیا گیا بلکہ عبادت خانوں سے علاوہ کہنے والے ہی جب تک کہ ان کی روک ٹوک حکومت سے نہ کی گئی ایسی ہی آوارگی میں زندگی بسر کرتے تھے عیسائیوں میں ہی جب تک مسئلہ ۶ میں یوبہ معصوم ثالث نے بندش نہیں کی تھی سستوں کی طرح اس معاملہ کا کوئی سرور نہ ہونے کے سبب بہت سے فرقے فقیروں کے ہو گئے تھے اور یہ صرف حضرت جیسے کی تسلیم کا صدقہ تھا۔ اگر گناہ گشتی ہی مذہب کی فضیلت ہے تو عیسائیوں ہی کی سوسائٹیز کو مبارک ہو دے۔

جیسوئٹ فرقہ انیک بہت سی تجارت کرتا تھا اس فرقہ کا فقیروں کا دعویٰ تھا کہ میں یہ تجارت ایک بڑی فوجی تہذیب پھیلانے والی اور گری ہوئی صدی کے آخر تک انہیں سے بعض فرقے ایسے تھے کہ وہ ان لوگوں کو یہی اپنے گروہ کی شامل کر لیتے تھے جو عہد وارانہ قرار کو لیتے اور لباس فقیری کا پہن لیتے تھے گردن داروں میں رہتے اور پیر بھی کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے تھے جو جو رو بچہ رکھتے تھے۔ جسکو سچی اچھی تعلیم کہتے ہیں اس لئے لاکھوں بیگانہ نفوس کو صحابہ میں پھر پھر اگر بار دالا اور مخلوق اللہ کے ایک بہت بڑے حصہ کا سننا ناممکن ہو دیا۔ اس کے دنا کے خیال نے ہندوستان کو ہندوؤں کے ہاتھ سے کہو دیا اور اسی مجوزانہ تصور نے قوموں کی قوموں کو دیا حیف کر دیا اس سے زیادہ بدتر تعلیم اور کیا ہوگی کہ جس عالم میں پہچا گیا ہے اس سے کناہ کشی کو کہے ہو بیٹھے۔

(برہمن عقل و دانش باید گریست)

یہ کہ ہمیں نہیں کہا کہ چار دیواری میں قید رہنے کا نام عصمت بنا ہی ہے ہزاروں شرم عورتیں قید قانون ہی میں پھنس گئی ہیں کہ بازاری کسبیاں ہی ان سے بخش میں سبق پھیلین اسلام میں ان ہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے کہ جو حیا و شرم و تہذیب سے تعلق رکھتی ہیں اپنے بناؤں کو گناہ و غیر مردوں کو دکھانے سے صرف ہی مطلب ہے کہ ناپاک جذباتوں اور نامیاں رکھتوں سے اپنا پناہ لیں تاکہ ان کے بازاریوں نہ ٹھہریں اور یہ وہ نظر بازی نہ کریں۔ اگر اس کو کوئی بڑا سمجھے تو وہ بھی تہذیب کی اہم مثال اور جس میں اس سے زیادہ شائستگی اور تہذیب پائی جائے۔

اسلام نے قانون نہیں بلکہ سبطاتی عورتوں کو ایسی باتوں کی تعلیم کی ہے اور ایسی باتوں سے روکا ہے کہ جو ہنر مانہ اور ہر موقع پر ہنری نہ سمجھی جائے گی بلکہ مذہب انجنون میں قرآن کے اس حکم پر وقت کی نظر نہ ہمیشہ ہوتی ہیں۔ پہلا حکم آنکھوں کے نیچے کرنے اور اپنے ستروں کی نگہبانی کرنے کا ہوا ہے۔

اب ہی ہر ملک اور ہر مقام پر تہذیب اور شائستگی اخلاق انسانیت اور سنجیدگی کے خلاف ہے کہ دیوانوں کی طرح سے پریشان اور ہر دم ہر گناہ پرے بچی نگاہیں کر کے چلنا اصلی شائستگی اور سنجیدگی تصور کرنی چاہئے۔ ظاہر اس لئے بچی نگاہ کرنے کے یہ ہیں لیکن اس حکم کا اصلی مقصد نگاہ کو زمین پر نہ رکھ دینے کا نہیں ہے بلکہ اس فطرتی شرم و حیا سے غرض ہے کہ جو اعلیٰ درجہ کے شرفا میں ہونا چاہئے۔ اسلام میں دوسری جگہ آیا ہے کہ حیا ہی ایمان ہے یا حیا سے ایمان ہوتا ہے۔ جو باتوں سے نگاہیں پھیرنا یا بچی کرنا ہی مطلب کہتا ہے کہ اپنے جذباتوں اور غیر معمولی جوشوں کو جو بعض اوقات انسانی طبیعت میں عجیب و غریب انگوں میں اٹھتے رہتے ہیں کسی غیر مقدس کام کی طرف جانے سے روکے اور ہمیشہ اپنے دل کو سچائی اور ایمان کے نور سے بہرہ ور رکھے۔ ستروں کی جگر گیری کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ قوت شہوانیہ کو ایسی جگہ صرف نہ کرے کہ جو قانون شریعت یا قانون انجنون یا قانون ملکی اور سب سے زیادہ قانون قدرت کے مخالف ہو اور جس مقام پر نہ صرف اخلاق و شائستگی کا خون ہوتا ہے بلکہ عین انسانیت کو مٹا کر خاک میں ملا دیتا ہے۔

وہ جو ہر سبط کہ جس انسان انسان کہلا یا جاسکتا ہے اور اسی جو ہر سبط سے اس کو روحانی مداح پر پہنچنے کا وقتاً فوقتاً موقع ملتا رہتا ہے اور طالبان حقیقت کی ہی جو ہر سبط رہنمائی کرتا ہے ستر پر نگاہ نہ رکھنے یا اس کی خبر داری نہ کرنے یا قوت شہوانیہ کو بھل صرف کرنے سے ناروا طریقہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو روکا ہے کہ وہ ان ناروا باتوں کے دہلے ہو کر اور خلاف قانون قدرت کر کے اپنے ناموس اکبر کے دامن پر دھبہ نہ لگائیں اور عین انسانیت کی آبرو سے اپنے کو گرانہ دین انسانی اعلیٰ مداح کہی نہیں ہو سکتے اور انسان ان انہیں بن سکتا جبکہ کلام خدا کی ان باتوں پر عمل نہ ہو۔

اس حکم کے بعد خرد ار کرنے کے لئے یہہ ارشاد ہوا ہے کہ اند کو جو کچھ تم کرتے ہو سب کی خبر ہے۔  
حقیقت میں غافلون کے لئے یہہ ایک نازیبا نہ ہے کہ وہ اند میرے اجالے اس خیال سے کہ یہاں  
ہمین کوئی ہنین دیکھتا گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی طرف اپنا میلان خاطر ظاہر کریں انہیں تنبیہا آگاہ  
کر دیا ہے کہ خدا تمہاری ہر بات کا نگران ہے صرف اس خیال کو اگر انسان اپنے دل میں جمالے  
اور سپر یقین کر لے کہ خدا میری ہر بات کو دیکھتا ہے مکن ہنین کہ خلاف انسانیت اس سے ایک  
فعل ہی سرزد ہو۔ بظاہر یہہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن جب غیبی نظیر اس کی کہہ  
تمک پہنچنگی تو راز سرستہ افشا ہو جائیگا اور یہہ خیال بڑے بڑے حکیمہ اصول کی کجی تصور کیا جائیگا  
۔ قرآن کی ہر آیت میں یہی ایک بہت بڑا معجزہ ہے کہ جعفر کسپر عوز کر دینی نئی باریکیاں اور نئی نئی  
باتیں نکلتی چلی آئینگی اور بیش بہا حکیمہ اصول کی ہر آیت ایک مخزن معلوم ہوگی۔

اس کے بعد یہہ حکم ہے کہ اپنے کو خوب پیٹنے رکھیں اور اس پیٹنے سے یہہ غرض ہنین ہے کہ ایک چاندنی  
میں ستون کی طرح سرکے پاؤں تک پیٹی رہیں یلکہ خدا کی ہر غرض پیٹنے سے یہہ ہے کہ ایسا لباس پہن  
کریں کہ جس سے کوئی عضو دکھائی نہ دے یہہ انتہا درجہ کی شائستگی ہے اور بہت بڑی تہذیب سے موجودہ  
زمانہ میں مرکز تہذیب یعنی یورپ میں خواتین کی اندرونی بحالت خواہ کیسی ہی ہو لیکن ان کا لباس  
ایسا ایفیس ہے کہ کوئی عضو یا اس کا کوئی حصہ کہیں سے نہیں دکھائی دیتا کیا یہہ بہت بڑی شائستگی  
اور تہذیب ہنین ہے جس دینیوی معاشرت پر کہ مہذب یورپ فخر کرتا ہے وہ تیرہ سو برس سے قرآن پکار  
پکار کہہ رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ یہہ مین سید ہے رشتے پر نیاؤ سنگہار کی طرف اشارہ ہے اس سے  
غرض یہہ ہے کہ اپنے کو اس خیال سے بنا سوارے ہنین کہ دوسرے ہمین دیکھیں کیونکہ جب دوسرے کو  
دکھانا غرض ہوگی تو شہوانیہ خیالات کا انبار پہلے ہی سے دماغ میں جا گرین ہو جائیگا بلکہ محض سادگی  
سے لباس سے آراستگی کریں پھر رشتہ داروں کی طرف اشارہ ہے جس سے خاص ایک ملک کی معاشرت  
اور مصلحت وقت پائی جاتی ہے اور اس سے غرض یہی صرف یہی ہے کہ اپنے ایسے قریبے رشتہ داروں  
ہمیشہ نہایت شرم اور حیا سے رہنا چاہئے اسکے بعد زمین پر پیر مار کرنے چلنے کا حکم ہے اور یہہ ہی عین  
انسانیت ہے موجودہ زمانہ میں یہی یہ باتیں سخت زیوں اور قائل شائستگی خیال کی گئی ہیں۔  
غرض اس آیت میں کوئی بات ایسی ہنین ہے کہ جس سے عورت پر کسی طرح کی زیادتی اور جبر پایا جاتا  
ہو جو کچھ پردہ اور غیر پردہ کی حقیقت ہے وہ صاف اس میں کھول دی گئی ہے۔ کئی کئی بار اس دین  
آیت کے ایک ایک لفظ پر پیر مار کر چلنے کا جو حکم ہے وہ صاف پکار پکار کر رہا ہے کہ مکانون کی  
چار دیواری یا محلوں کی فیصلوں میں قید رکھنے کا کہیں یہی حکم نہیں ہے جب نہ واقف عیسائی  
اعتراف کرتے ہیں مجھے تعجب ہے کہ معترض مسلمانوں کی ظاہری رسوم دیکھ کر ان کے مذہب غماز







کہین کے کہین پہے ہوئے چلے گئے اور کوئی سہارا دیکر انہیں کنارہ اسلام پر لانے والا نہیں  
 ہوا پہلے ہم رجاؤں کے مسلمانوں کی حالت کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں جبکہ تھوڑا  
 دو ڈیر گور سے کی طرح ہی کم نہیں ہے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے وہ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے  
 ہیں لیکن قرآن کے احکام سے محض نا بلکہ میں ان کا نماز پڑھنا اور روزے رکھنا محض محلی ہی سمجھتے  
 کے مسلمانوں کی تقلید پر ہوتا ہے نماز میں جو آیتیں قرآن شریف کی وہ پڑھتے ہیں ان کے معنی سمجھنے  
 میں ایسے ہی عاری ہیں کہ جیسے یورپین عربی زبان سمجھنے میں وہ یہ نہیں جانتے کہ جس کی امت  
 میں ہم ہیں وہ کون تھا اس نے اپنی زندگی کیونکر گری اور ہمارے لئے وہ کون کون سے احکام  
 کر گیا ہے انہیں سے اکثر چوکا لگا کر کہا نا کہاتے ہیں دیوالی دسہرہ تہوار دن کو اپنے تہوار سمجھتے ہیں  
 سبت کو پوجتے ہیں اور سبت نکلتے پر جو زمین ہندوؤں کے مان ادا کی جاتی ہیں وہ ان کے مان  
 برابر کی جاتی ہیں۔ کچے اور پکے کھانے کی ہی ان کے مان تفریق ہے اور بعض بعض ہندوئی  
 تہواروں کے موقعوں پر وہ قشتہ لگانے میں ہی عذر نہیں کرتے ایتنا ان کے پاس کوئی مولوی  
 نہیں پہنچا اور جو گئے ہی تو انہوں نے اپنے ٹکے سیدھے کرنے کے لئے ان کی موجودہ معاشرت  
 پر کوئی ایسی نکتہ چینی نہیں کی کہ جس سے ان کے عقائد میں ایک تھخل عظیم برپا ہو جاتا اور وہ اس  
 حالت کے بدلنے کی کوشش کرتے۔ انہیں اکثر حافظ قرآن ہی ہیں اور فارسی کی مروجہ کتابوں کا  
 بھی انہیں علم ہے لیکن اتنی سی تعلیم ان کی حالت کے سمندریں کوئی زبردست متوجہ پیدا نہیں  
 کر سکتی ان کے مان پڑانے طریقہ پر مکتبہ میں تعلیم ہوتی ہے جہاں گفندان بوستان تک پہنچ  
 جانا معراج سمجھی جاتی ہے۔ اس لکھنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ ہر متنفذ و مان کا ایسا ہی  
 ہے نہیں تعلیم یافتہ اور لکھے پڑھے ہی ہیں مگر ان کے ٹکے پڑھے ہوئے کا اثر ایک بڑی تعداد میں  
 کچھ نہیں پڑ سکتا۔ ان کی مثال آٹے میں نمک کی بھی ٹہیک نہیں ہو سکتی۔ انہیں سے اکثر مدارا و شیخ  
 سد کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں اور عموماً ان ہی کی نیابت درود خوانے رہتے ہیں ان کے علماء بھی  
 اسی ہتھلی کے بٹھے ہیں اور ان کے ہی قریب قریب ہی عقائد ہیں۔ نہ بعد اذ کی علمی روشنی کی چمک  
 وہ ان تک پہنچی اور نہ اندس کے سائنس کے ہر جہاں تابی انہیں منور کیا۔ اس سے غرض  
 میری یہ ہے کہ ان دونوں کی لائانی ترقی نے خواب خرگوش سے یورپ کو جگا دیا اور اب تک  
 اکثر معاملات میں مدد کرتا رہتا ہے مگر ان بچاروں کے کان تک ابھی تک یہ آواز نہیں پہنچ  
 پہنچین کہ آیا ہمارے بزرگ ہی ایسے تھے اور انہوں نے مختلف علوم میں اتنی ترقی کی تھی۔ اب  
 یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی یہ حالت کیوں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ اسلام کو روشن صول  
 اپنا نورانی پرتو نہیں ڈالا اسکا جواب صرف یہ دیا جاسکتا ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے

اسلام سے واقف نہیں کئے گئے۔ اس کے بعد ایک بڑا گروہ میوانی مسلمانوں کا ہے جس کا  
حالت مذکور صدر گروہ سے کیطرح ہی اچھی نہیں۔ اب وہ مسلمان جو انگریزی علمدارسی میر  
ہن انہیں ہی تعلیم کا بہت کم چرچہ ہے مثال کے لئے بنگال اور مدراس موجود ہے جہاں تقریباً  
سو برس سے انگریزی اثر ہے اور جہاں تعلیم کا دریا بہہ رہا ہے وہاں ہی مسلمانوں کی حالت قومیہ  
اور علمی کے لحاظ سے نہایت ذلیل ہے وہ اپنے ہموطنوں سے بہت پیچھے ہیں اور انک انہوں نے تعلیم  
سلسلہ کا کوئی پارٹ نہیں لیا اکثر اناس ایسے ہیں کہ شاید انہوں اور مہذب جلوں میں آنے کے قیام  
نہیں ہیں اور کچھ ایسے بہرے خیالات نے انہیں گہیر رکھا ہے کہ وہ ابہر نہیں سکتے مگر بہت بڑے شک  
کا مقام ہے کہ ان ہی سنگیر زون میں جو ہر ہی چکنے لگے ہیں اور وہ اپنی تابانی سے بہت کچھ منور  
کر رہے ہیں اور اپنی لیاقت کے وہ نمونے دکھائے ہیں کہ قوم ہمیشہ فخر کرے گی اب ہم ایک سرسبز  
نظر ہندوستان کے مسلمانوں پر ڈالتے ہیں اور اصلی حالت پر غور کرتے ہیں۔ جتنے بڑے شہر  
ہندوستان کے ہیں وہاں کی تعلیمی حالت مسلمانوں کی بہت ہی خراب ہے مثلاً ممبئی ہی میں خیال  
کر لیا جائے کہ بڑے بڑے کالجوں میں مشکل سے ایک آدمی لڑکا کلاس میں تعلیم پاتا ہوا معلوم  
ہوگا ہم نے ممبئی کے میڈیکل کالج میں جا کر دریافت کیا کہ یہاں کوئی مسلمان ہی پڑھتا ہے تو کالج  
کے پرنسپل نے افسوس سے یہہ جواب دیا کہ اس وقت ایک ہی لڑکا نہیں ہے سال گزشتہ میں  
دیر لڑکے تھے لیکن کم محنتی ہونے کی وجہ سے گہر بیٹہ بیٹہ رہے۔ ممبئی میں شاید تین لاکھ مسلمان آباد  
ہیں یہہ حسرت سے لکھا جاتا ہے کہ مشکل سے چار سو یا سو بیچے مسلمانوں کے مدراس انگریزین تعلیم پاتے  
ہوں گے اور کل ممبئی میں گریجویٹ تو اتنے نکلیں گے کہ خباثت انگلیوں ہی پر ہوگا  
جب مردوں کی یہہ حالت ہے تو ان کی عورتوں کی کیسی حالت ہوگی ان کے خیالات کیسے غیر مصفا  
اور لائیں ہوں گے اور ان کی طرز معاشرت کیسی ناپاک ہوگی جب ان کی یہہ حالت ہے تو یہہ ان  
لئے ضروری ہے کہ وہ مکان کی چار دیواری ہی میں مفید بین ہی غنیمت ہے کہ مکانات میں  
بذر ہٹے سے ان کے عیب ڈھکے ہوئے ہیں اور جب وہ باہر نکلیں گی تو ان کی بد تہذیبی اور  
وحشت اور یہی قوم کو بدنام کرے گی اس لئے یہہ بہت بڑی مصلحت ہے کہ جب تک ہندوستان  
میں تعلیم نہ پھیل جائے پردہ ہی رہے ورنہ اگر آج مسلمان پردہ کو توڑ دیں اور اپنی مستورات  
کو باہر پہرنے کی اجازت دیں تو ان کی مستورات کا نقشہ ہی ہنود کی عورتوں کی طرح ہوگا مگر ٹوٹ  
ٹوٹ پیر کا ٹکڑا ہے اور پیٹ بالکل کھلا ہے اور پاؤں سے تنگی ہیں۔ آزادی سے دریاؤں  
پر نہاتی ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہتا ایسی گندی معاشرت سے یہہ بہت ضروری امر ہے کہ پردہ  
رہے ہاں جب تعلیم پھیلیگی اور خیالات تہرنگ شائستہ انہوں میں وہ آنے جانے اور شرکت

کرنے کے قابل ہو جائیگی پہریشک پردہ رکھنے کی چندان ضرورت نہوگی اہل یورپ کا دایہ  
سزا پردہ کے لئے محض فضول ہے جب وہ میری اس تحریر کو پڑھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو  
جائیگا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے پردہ کی خواہ وہ انہیں کسی طرح سے آگیا کتنی ضرور  
ہے۔ ان مصلحت آمیز باتوں کے لئے اسلام نہیں روکتا بلکہ اس کی طرز تحریر اجازت دیتی ہی  
کہ ہمیشہ جو کام کرو مصلحت سے کہ خلاف۔۔۔ جو کام کرو گے اس میں خسارہ پڑے گا۔

اب تیسری بات اور قابل بحث رہی کہ آیا اس عقیدے سے عورتوں کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے  
یا نہیں؟۔ اس بات کا جواب دینا بہت سہل ہے دنیا میں انسان اپنی طبیعت کے موافق خوشی  
اور غم کو محسوس کر سکتا ہے مختلف طبائع ہونے کی وجہ سے مختلف چیزوں سے انسان اپنی حسرت  
اور تکلیف کا اندازہ کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک قوم جنگل میں رہتا اور وہاں کی بود و باش رکھنے  
کی عادی ہے اگر اسکو کسی آباد شہر میں بسایا جائیگا تو وہ سخت مصیبت میں اپنے کو پہنچا ہوا  
خیال کرے گی اور کبھی شہر میں رہ کر وہ صحیح المزاج نہیں رہ سکتی کیونکہ اسکی پشت پائنت صحراوردی  
میں بسر ہو گئی وہ گرم دن اور سرد راتوں میں رہنے کی عادی ہو گئی ہے اسے جنگل کی  
ہوا میں اچھی معلوم ہوتی ہیں وہ کبھی پسند نہ کرے گی کہ شہر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے کو مقید کرے  
گو ہمیں ان کی صحراوردی دیکھ کر ضرور یہ خیال آتا ہے کہ نہ ان کے رہنے کو سخت مکانات ہیں  
نہ مہذب معاشرت کا سامان ہے گرمیوں میں لوہوں سے بچنے کے لئے نہ حسن کی ٹیٹیاں اور برقع  
کا پانی ہے یہہ کیونکر زندہ رہتے ہوں گے مگر برخلاف اس کے وہ ترقی یافتہ اور ہم سے کہیں سیرج  
و سفید اور قومی میں اب ان پر غور کیا جائے کہ وہ ہماری نسبت کیا خیال کرتے ہوں گے وہ ضرور  
یہہ کہتے ہیں کہ یہہ لوگ بڑی ہی تکلیف میں ہوں گے کہ شہر کی چار دیواری میں اپنی زندگی بسر  
کرتے ہیں اس قید میں ان کا دل کیونکہ لگتا ہو گا یا اگر شہر لوہوں کو حکم دیدیا جائے کہ تم جنگل میں  
جا کر آباد ہو جاؤ تو انہیں کتنی بہاری مصیبت معلوم ہوگی اور وہ اس کو کتنا برا قہر خدا خیال کریں گے  
اسکی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی ہے کہ پشت پائنت سے جب ایک حالت میں رہتے رہتے عادت  
ہو گئی ہے انہیں اسی میں آرام اور آسائش معلوم ہوتی ہے گو دیکھنے والے کو ان کی حالت کسی  
ہی تکلیف دہ معلوم ہوتی ہو اسکو یہی جانے دو اور یہی ایک بدیہی مثال لو اپنا وطن کیون زیادہ  
پیارا معلوم ہوتا ہے اور ان کیون مصیبت کی حالت میں ہی اسے چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔ اپنا  
وطن خواہ دوسرے شہر کے مقابلہ میں کیسا ہی غیر آباد و خراب کیون ہو لیکن پہر ہی سی دل چاہیگا  
کہ اپنی تمام عمر یہیں گزار دو یہاں تک اگر ہم کہیں سفر میں بیمار ہوتے ہیں تو ہماری ہی خواہش  
ہوتی ہے کہ اگر ہمارا دم نکلے تو وطن ہی میں جا کر نکلے اور وہیں ہم مدفون ہوں بلکہ جو لوگ دوسرے

ہیں وہ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں کہ ہمارا جنازہ وطن ہی کی خاک میں دفن ہو یہ ایک نیچول تعلق ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی شہر سے ہو جاتا ہے یہی مثال پردہ کی مستورات کی بھی ہے کہ انہیں گہر کی چار دیواری میں رہ کر مطلق تکلیف نہیں محسوس ہوتی بلکہ جب ذکر ہوتا ہے تو انہیں تعجب ہوتا ہے کہ باہر کی پھر سنے والیوں کا کیونکر قدم اٹھتا ہے اور یہ مردوں سے انہیں چار کر کے کیونکر گفتگو کر لیتی ہیں - وہ پردہ ہی میں پیدا ہوتی ہیں وہیں پرورش پاتی ہیں اور وہیں بڑی ہوتی ہیں اور وہیں مر جاتی ہیں جیسا خیال کیا جاتا ہے وہ اس قید سے بالکل آزاد ہیں وہ آزادی ریلوں کے سفر کرتی ہیں اپنے متعلقین مثلاً خاوند باپ بہائی کے ساتھ آزادی ایک شہر سے دوسرے شہر کو جاتی ہیں اسٹیشنوں پر اترتی ہیں اور بازار کے راستے طے کرتی ہوتی اپنے گہر جاتی ہیں انہیں ممانعت نہیں ہے کہ وہ بالکی گاڑی کی جھل ملیں میں سے بازار کو نہ دیکھیں اور خدا کی قدرت کی سیر نہ کریں - وہ بہت مشوق سے بحری سفر کرتی ہیں اور ذرا ہی انہیں محسوس نہیں ہوتا وہ آزادی کے شریف من ارکان حج ادا کرتی ہیں اور مردوں کے پہلو پر پہلو اپنے فرائض غریبی کی انجام دہی آزادی سے کرتی ہیں ان صرف اسکی انہیں پابندی ہے کہ غیر مرد سے سینہ بسینہ سامنے کھڑے ہو کر بلا ضرورت باتیں کریں اور خاک اڑاتی ہوتی گلی درگلی پڑی پھریں نہ وہ خود اسے پسند کرتی ہیں کہ کہلی گھبھوں میں بناؤ شگہار کر کے ہوا کہاتی پھریں یہی ان کی تہذیب اس حد تک نہیں پونجی ہے وہ زمانہ آنے والا ہے کہ یہی صورت پیدا ہو جائے گی جب یہ کیفیت ہے اور مستوراتین بخوبی آزاد ہیں پھر میں حیران ہوں کہ تم رسیدہ کیوں کہا جاتا ہے اور یہ کیونکر خیال کر لیا گیا کہ وہ سخت مصیبت اور آفت میں مبتلا ہوں گی کوئی ان کے دل سے پوچھے کہ تمہاری پردہ میں کیا حالت ہے اس کے بعد ان کی تکلیف اور راحت کا اندازہ ٹھیک ٹھیک ہو سکتا ہے -

اپنی اسلامی ہندی مستورات کی حالت دیکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر انکے خاوند یہ حکم کریں ستم باہر ہو اور غیر مرد سے پردہ نہ کرو تو صد نامستورات تو نہ رہیں کہ مر جائیں گی اور ہزاروں طلاقیں اُسے لیکر اپنے میکے ہو چھینکی اور لا کھوں صاف انکار کر دیں گی کہ ہم اپنی پردہ داری کبھی ٹکریں گے اور دست بستہ اپنے خاوندوں سے جنگ کرنے پر مستعد ہو جائیں گی - یہ تمام باتیں میں تجربے ہمیں اس بات سے آگاہ کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں پردہ ضرور ہونا چاہیے اور موجودہ طریقہ پردہ داری سے مستورات کو ہرگز تکلیف نہیں پہنچتی - اسلام نے عورتوں کی آزادی اس قدر دیدی ہے کہ ان کا خاوند ان کو کبھی نہیں کر سکتا وہ فوراً طلاق دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور پھر ہر ادا کرتے پر زبردستی اسے متوجہ نہ ہوتا ہے جسے حقوق خاوند کے بری پر ہیں اسقدر حقوق ہوی کے خاوند پر ہیں کہ سفری مخماری تو یہی تک مشرفی

مستورات کو اپنے خاوندوں پر حاصل نہیں ہوئی لیکن اکثر... دیکھا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں کہیں اپنے تئیں مزاج خاوندوں کا ظلم نہیں سہکتیں اور ان کی بجائے ان کو کافی صلہ دینے کو تیار ہو جاتی ہیں کیا مقدور ہے کہ خلاف انصاف اور ہندیب شریف خاندانوں میں خاوند بیوی کی نسبت کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نکال سکے ان جو بیچ قوم میں ہیں وہ اپنی بیویوں کو مانتے ہیں اور غلیظ کلمات ہی ان کی نسبت استعمال کرتے ہیں مگر نہ انہیں کچھ عزت آتی ہے نہ ان کی بیویوں کو ناگوار گزرتا ہے بلکہ بیچ قوم میں تو بیوی سبکی کی جو کہ بڑا بہت برا پیار بھجا جاتا ہے۔ میری اس تحریر سے یہہ صاف ظاہر ہو گیا ہو گا کہ جیسے نو وارد خواتین یورپ و عرب وہ مسلمانوں کی مستورات کو پردہ میں دیکھتی ہیں تو یہ خیال کیا کرتی ہیں کہ یہ بڑی سخت معیبت میں گرفتار ہو گئی ان کا یہ تصور کرنا محض بے سرو پا اور نفو ہے ان کی تکلیف اور دن کے آرام سے بہتر ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی مرضی کے بموجب عورتوں کو اس آفت ناک سختی سے نجات دی کہ جو ان پر صدیوں سے چلائی تھی۔ ان کے حقوق کو جو معرض نوال میں آگئے تھے پھر بحال کیا اور ان کی معزز سوانح کا ایک اعلیٰ درجہ کا مہم بنایا اور اسلام میں صدہا عورتیں ایسی ہوئی ہیں کہ جنہیں ہمیشہ تاریخ کی روشنی چمکی اور ان کے لائانی نمایان کارنامے تاریخ کے محفوظ زمانہ کی پشانی کی طرح کندہ ہو گئے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر خیال کیا جائے جو بی بی خدیجہ الکبریٰ کی افسوس ناک وفات کے بعد نبی اکرم سے بیابانی گئی تھیں اور جو حضرت صدیق اکبر کی چاہتی صاحبزادی تھیں انہوں نے مشہور جنگ جمل میں حضرت علی کے مقابلہ میں اپنے لشکر کی خود کمان کی اور نہایت خونریزی سے کئی میدان لڑیں اور تیروں کی بوچھاڑ اور نیزوں کی نوکوں کے آگے برابر بھاگتی رہیں۔

بی بی فاروقہؓ نے حضرت نبی اکرم کی بیماری صابرادی نے خلافت کے چکر سے میں بڑی بڑی سختیں کیں اور خوب خوب جواب دسوال کئے جس سے ان کی لائانی پوشیل قابلیت کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ پھر نبی اکرم کی نو اسی زینبؓ پر جو حضرت امام حسین کی بہن تھیں توجہ کی جانے کہ کربلا کے دل گداور عمر کے بعد جب آپ دمشق پہنچے تھے اور یزید سے گفتگو ہوئی ہے تو انہی خیر مغلوب روح نے سنگدل عبید اللہ اور نا خدا ترس غافل یزید کو دہلا دیا اور اسے غدر ہی کرنے پر پڑی بی بی زینبؓ کی وہ پر جوش اور قدر تفریر چوڑید کے سامنے ہوئی تھی سنہری حرفوں سے انتہائے مانہ کی پشانی پر لکھی ہوئی ہے۔ اب ایک نظر سلطانی یا شہنشاہی حرم سراؤں کی طرف کرنی چاہئے میگات کا محل میں رہنے کا طریقہ بہ زمانہ اسلام سے پہلے کیا ایشیا اور یورپ کے بعض حصہ میں جاری تھا اور یہ ایک بہت بڑی کمران سمجھی جاتی تھی کہ عام عورتوں کی طرح سلطانی میگات ہی شکر و نیر پر پہرین لگاتے



ضرور ہوا کہ انہیں محلات میں وسیع جگہ دی جائے یہ خیال محض غلط ہے کہ ان کو اسلئے محلات میں رکھا جاتا ہے کہ ان کی ذات پر بہرہ رسہ نہیں بلکہ ترک سلطنت قدیم سے یہی سمجھی گئی ہے کہ وہ محلات میں اپنی زندگی بسر کریں اسلام کو اس طرز معاشرت حرم سرائی سے کچھ تعلق نہیں ہے یہ باتیں رسوم ملکی کے تابع ہوتی ہیں انہیں مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جب ایشیا کے اکثر ملکوں میں مسلمانوں کی عمارتیں ہوتی ہیں کہ وہ خود ایشیا کے رہنے والے تھے اسلئے انہیں وہ ہی عین پسند آتی تھیں جو مقتضائے آب و ہوا اس ملک میں پہلے سے جاری تھیں اور یہی ان کی شوکت اور عظمت کی سہارا دینے والی تھیں۔ زمانہ کے لحاظ سے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ متغیر کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ جب کسی قوم کی معاشرت پر اعتراض کرے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال لے اپنی موجودہ اور گزشتہ معاشرانہ نتائج کی طرف سے انہیں بند کر کے اٹکل سچو اعتراض جان دینے سے معرض کی کم لیاقتی کہل جاتی ہے۔

اگر ہم عیسائیت کے ابتدائی زمانہ پر نظر ڈالیں گے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ عیسائی خواہ جاہل ہو یا تعلیم یافتہ اپنی ستورات کو اس ظلم قدسی سے معذور کہتا تھا کہ جس کا ذکر سننے سے رو گئے کھڑے ہوئے ہیں ان پر شدید اور قابل رحم مظالم توڑے جاتے تھے اور ان کی وہ گت بنائی جاتی تھی کہ ماتم ہی ماتم کرنا تھا۔ شریلیٹن نے اپنی کتاب میں عورتوں کی نسبت یہ ظلم فرمائی کہ ہے مادہ شیطانی کی گزرتا کہ میں یاد دروازے میں۔ وہ ممنوع درخت کا پہل کھانے والی ہیں۔ وہ رحمانی حقوق کی دیر لٹا کرنے والی ہیں۔ وہ خدائی انسانی صورت کی تباہ و برباد کرنے والی ہیں وہ پھر دوسرا درخت تراور سخت تر پیارک عورتیں کی نسبت یہ ہوا ہے۔

عورتوں میں اس نے پاکدامنی اور عصمت کو ڈھونڈا لیکن نہیں پایا پھر نیکی کہتا ہے کہ کراچی ساسٹم جو اعلیٰ درجہ کی قابلیت کا شخص تھا اور جبکہ زبردست علمی لیاقت سے لوگ اپنا مقتدری تسلیم کرتے تھے عورتوں کی نسبت یہ ریاکار کرتا ہے۔

عورتوں میں ضروری شہیخت بہری ہوئی ہوتی ہے ان میں شہوانیہ جذبات کا اہل ہونے کا مادہ بہت بڑا ہوا ہے ان کی سز قدیمی ایک لازمی امر ہے خالگی فتنہ و فساد کی آگ حرفان ہی کی ذات سے بڑھتی ہے ان میں مردہ اضون گری کوٹ کوٹ کر بہری ہوئی ہے ان کی طبلتے کار حجان ہمیشہ ازل اور جزا بہر توابون کی طرف ہوتا ہے اور

اس خفاک اور نہ ہرے ریاکار نے عورتوں کو ناگفتہ بہ حالت میں پہنایا تھا اور ہر شخص تم نگین



نظرون سے انکی طرف دیکھنے لگا تھا مقدس لوگ ان سے بات کرنا یا ان کو اپنی صحبت میں رکھنا بہت بڑا گناہ تصور کرتے تھے راسخ الاعتقاد جرج نے قطعی یہ حکم دیدیا تھا کہ عورتیں مذہب کے اعلیٰ اعلیٰ ارکان نہ ادا کرنے پائیں نہ ذریعہ باتیں کرنے کی انہیں اجازت تھی وہ کسی شائستہ انجمن میں بلائی نہ جاتی تھی ان کو ستر یا نحوست خیال کر دیا تھا اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ جو آفتین کہ دنیا پر نازل ہوتی ہیں یہ عورتوں کی سبز قدی کی وجہ سے۔ عورتوں کی قابل زاری حالت جو عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں تھی اگر وہ مشرح بیان کیجائے تو سنگدلوں نے بھی پتہ پانی ہو کر نہ جائیں یہ ممکن نہ تھا کہ کسی مقدس پاوری کے آگے عورت نکل جائے اور وہ اسکو اس جرم میں ڈرتے نہ مارتے۔ نہ ہر قسم کی انجمن سے قطعاً خارج کر دی گئی تھیں اور انہیں ہفتی سے ہفتی سے مخالفت کر دی گئی تھی کہ وہ کبھی عبادت خانوں کی طرف ہو کر نہ نکلیں انہیں حکم دیدیا تھا کہ وہ ہر جگہ میں نہ آئیں۔ اور نہ کسی دعوت میں جا کر شریک ہوں اور نہ کسی تقریب میں جائیں جب ان کو مجسم نحوست سمجھ لیا تھا پھر ان کی حاضری کسی عکبہ بھی کیونکر گوارا ہوتی ان کے لئے پردہ میں رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور مخالفت کر دی تھی کہ وہ کبھی کوئی بات نہ کریں نہ اپنا اخیار دل کسی سے کریں گونگون کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہیں اور پردہ خاندان کی خواہ وہ کوئی حکم کریں پابندی کریں اور اپنے گھر میں سوائے سوت کاتنے اور کہانے بکاتے کے دوسرا کام نہ کریں اور اگر اتفاق سے باہر جانے کی ضرورت داعی ہو تو وہ سر سے پاؤں تک لپٹ کر جائیں جیسے کہ تہی نہی ہوئی ہوتی ہے جس سے انہیں چلنا بھی دشوار ہو جاتا تھا اور وہ قدم قدم پر ہٹو کر نہ کہتی تھیں۔ یہ حالت تھی زمانہ عیسائیت میں عورتوں کی کہ جس سے زمانہ وحشت ناک شاید ہی دوسری قوم میں ہو جب تک تاریخ کا وجود دنیا میں باقی ہے مسیحی مذہب ہمیشہ اپنی آثار شنیہ اصلاح اور برتاؤ پر جو اس نئے بت پرستی میں کی اور عورتوں کے ساتھ کیا فخر کریگا سو حقیقت یہی اس کا بہت بڑا فخر ہے اور یہی ظلم اسکا بہت بڑا ناز ہے۔

گزشتہ زمانہ میں اور یورپ کے اندھیرے اور تاریک تر عہد میں جہاں جہالت کی عمیق گہنائی تمام یورپ کو محاط بنایا تھا اور انسانی سکرات الموت کی جاگداز آوازوں نے جو اس وحشت گہٹا سے بلند ہو رہی تھیں زمانہ کو سترامر اندھیرا کر دیا تھا اور جو عہد ظلم و غارتگری۔ کذب و دروغ حلفی۔ جور و ستم۔ ہوا و ہوس۔ نفس پرستی۔ فسق و فجور۔ تعدی۔ خلاف ورزی میں بڑا نامور ہوا ہے اس زمانہ میں عورتوں کی حالت کچھ بیان نہیں ہو سکتی صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ جتنی ذلیل حالت انسان کے لئے ممکن ہو سکتی ہے وہ عورتوں کی کجارجی تھی ایک تہلکہ مچا ہوا تھا اور واویلا و بکا کی صدائیں چاروں طرف بلند ہو رہی تھیں۔ یورپ نے مسیحی مذہب اختیار کرتے ہی جو روتعدی میں اور یہی تیز رستی دکھائی اور اس نے

یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ حضرت عیسیٰ کے رحمانہ اور منکسرانہ اقوال کا اثر اٹا پڑا کرتا ہے۔ مسیحی مذہب نے عورتوں کی قسمت کے سمندر میں قبر آلود عیاشی کا مد و جزر پیدا کر دیا اور اب ان کی طرف کیس قدر محبت آمیز نظر میں پڑنے لگے ہیں اور زنا کاری کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ جس کی کوئی بھی انتہا نہیں روزمرہ نوجوان عورتوں کے یہاں گئے کے مقدسے ہوتے تھے اور وہ وہ قابل شرم باتیں کجاتی نہیں کہ جس کے بیان کرنے کی اجازت تہذیب نہیں دیتی اسلئے ہم ان شرکین واقعات کو حوالہ قلم نہیں کرتے۔ خانقاہ میں ہمیشہ نیکیوں کی بازگشت نہ تھیں اور نہ کنوارے رہنے کی ہمایاش اور پرائز لیں نصیحت و عصمت کی محافظ تھی۔ جس زمانہ میں کہ عیسائیت کا بہت کچھ عروج تھا اور اس کا زمانہ شباب کی عفتوان کی پوری بہار برتتا پڑے بڑے بشپوں کے کارنامے یا اعمال سے تاریخ کے صفحے کے صفحے سیاہ ہو رہے ہیں جس سے مسیحی مقدس چرچوں کی فضیلت بخوبی کہلتی ہے۔ پروٹیسٹنٹ مذہب کی اشاعت پر بھی اخلاقی انجمنوں میں کچھ اثر نہ ہوا اور نہ زنا کاری میں کسی قسم کی کمی اگر واقع ہوئی بیجاری مظلوم عورتوں کی بھی وہی کیفیت رہی ذرا ہی اصلاح ان کی قابل رحم حالت میں نہ واقع ہوئی حضرت عیسیٰ نے تاکید کی تھی کہ عورتوں سے انسانیت پیش آنا لیکن آپ کے پیروان نے اٹا علحدہ آند کیا اور وہ وہ غیر قابل برداشت سختیاں توڑیں کہ جو اب تک خون کے قطروں سے یورپ کے مقدس چرچ کی تاریخ میں لگی ہوئی اگر ہم یورپ کے وسطی زمانہ پر ایک غور بین نظر ڈالیں گے تو ہمیں اسکی وہی حالت جو ابتدائے میں تھی معلوم ہوگی آٹھ صدی سے لیکر چودہ صدی تک ہر قسم کے مظالم کی زیادتی ہوتی گئی کہ اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ چودہویں صدی کا زمانہ تاریخ میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے کیونکہ اسپین میں مسلمانوں کا وہی زمانہ علمی حق میں بہت عروج پر تھا اگر اس صدی کے اسلامی اور مسیحی زمانہ سے مقابلہ کیا جائے گا تو کسی امر میں ذرا بھی نسبت نہیں معلوم ہوتی۔ یورپ میں اس صدی میں نظم اور فنانے انجمنوں کے زیور ہو گئے تھے اور گہر گہر اس کا رواج ہوتا چلا تھا لیکن اس زمانہ میں بھی عورتیں جو روتھدی ہی کی طبع بنی ہوئی تھیں اور ابتدائی ترقی نظم و فنانوں میں بھی ان کی قابل رحم حالت میں کچھ فرق نہیں ہوا۔

مسیحی شہسواروں اور شجاعت کے سنہری زمانہ میں دغا و ظلم و ستم اہل یورپ کی عمدہ معاشرت تھی اور اس زبان حال کو بیان تک زمانہ گزر گیا تھا کہ آخر مغربی بے رحمی کا مشرقی تہذیب اور شائستگی سے اتصال ہو گیا۔ یورپ کے خوشناباغوں میں کوئی بہوں ایسا نہ کہلاتا تھا کہ جو دنیا کو اپنی عطرین خوشبوؤں سے بسانا نہ کوئی شہسوار ایسا پیدا ہوتا تھا کہ اپنے گہواروں کی تابوں کا ظلم کی زمین روند ڈالتا اگر میدان شجاعت کے شہسوار اور باغ نبوت کے

شرف تازہ پہول پیدا یہی ہوئے تو صرف ویران صحراؤں میں ان کا ابھار ہوا اور ان ہی حشر  
خیر جنگوں میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اور خاتم النبیین حضرت محمد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
ہدایت کی آوازیں بلند ہوئیں جنہوں نے یورپ کو نئی صورت عنایت کی اور اس کی شائستگی کو کیا  
لباس پہنا دیا اسی جنگی سے حضرت عمر حبشہ اسٹیمین پیدا ہوا کہ جس نے اپنی نو دس سادہ خلافت  
میں مشرقی اور مغربی دنیا میں زلزلہ ڈال دیا اور اسلام کو اس کو نہ سے اس کو نہ تک پہلایا دیا۔ یورپ  
کبھی ایسے لافانی مقدس نفاس پر فخر نہیں کر سکتا اسکا فخر ان ہی متعدد و صحراؤں کو ملتا تھا کہ جہاں  
یہ مقدس نفاس پیدا ہوئے تھے۔ آخر الزمان بھی نے ان تمام ناقص باتوں کو پورا کیا اور تہذیب و  
تمدن کو کامل طور پر مضبوط کیا جس نے یورپ کو یہہ دل و دماغ عطا کیا کہ آج وہ تمام عالم میں اپنے کو  
سربراہ اور وہ جانتے ہیں اور بیشک موجودہ زمانہ میں وہ اس فخر کرنے کے مستحق ہی ہیں۔

عربوں میں اشاعت اسلام سے پہلے عورتوں کی حالت ان کی معاشرت کی طرح زبون تر اور خراب تر تھی  
اور یہ نہ ناقابل بردشت اور قابل نفیر معاشرت انہوں نے شامیوں اور ایرانیوں اور رومیوں سے حاصل  
کی تھی چونکہ یہ پڑوسی سلطنتیں تھیں اسلئے ان کا اثر عرب پر خاطر خواہ پڑ رہا تھا اور وہ اپنے پڑوسی  
ملکوں کی تہذیب کے پہلو پہ پہلو چل رہا تھا مگر بعض خانہ بدوش قوموں میں عورتوں کی حالت نہایت  
آزادی کی تھی اور اپنی قوم کی دولت پر ان کا بہت بڑا اثر تھا پیرن کہتا ہے کہ وہ یونانیوں کی طرح نہایت  
آدافت کی شکاری تھیں نہ تھیں وہ اپنے مردوں کے ساتھ میدان کارزار میں سینہ بسینہ جنگ کرتی  
تھیں اور بعض عورتیں ایسی ناموری میدان جنگ میں پیدا کرتی تھیں کہ ان کے بہائی بند خاوند حضرت  
شمشیر برہنہ لیکر خونخواری سے دشمن کے مقابلہ میں بڑھتے تھے تو اپنی بہن اور بیٹی کی مدد سرائی کرتے تھے  
کہ ہاری عورتیں ایسی جنگ آدہیں کہ مردوں کو کچھ مال نہیں سمجھتیں تو تم ہم سے ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے  
ان میں دیری اور فیاضی اعلیٰ درجہ کی نیکیاں سمجھی جاتی تھیں اور عصمت چاہی مستورات کا خاص طور  
خیال کی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص ناجائز طور سے کسی عورت کی طرف آنکھ بھر کر بھی دیکھ لیتا تھا یا اسکو  
ناشائستہ الفاظ سے یاد کرتا تھا تو قوم کی قوم بھرک اٹھتی تھی اور جزیہ نما کے اس سرے سے اس  
سرے تک خوفناک جنگ کے شعلہ بھڑک اٹھتے تھے۔ وہ جنگیں جنگو عرب مقدس کہتے تھے اور جو بھڑک  
چاہیے برس میں جاکر نبی اکرم کی وجہ سے اختتام پر پہنچی تھیں کوئی ملکی اسباب یا دولت کی طرح  
یا حکومت کی خواہش سے ہونی تھیں بلکہ ایک نوجوان لڑکی کی توہین ہونے سے یہ عظیم الشان  
خونری ہوا کی مدد نام جزیہ نامین ایک قہر حکومت کرنے لگا تھا۔

جب نبی اکرم کا ظہور ہوا تو اپنے ایک اعلیٰ درجہ کا شریعت جو تاہ مستورات کے ساتھ کرنا سکھایا اور  
خاندان کو حکم کیا کہ وہ اپنی بیویوں کا بخوبی لحاظ رکھیں کسی خاوند کی مجال نہیں تھی کہ وہ ملائم

اپنی بیوی کو آنکھ پر کر بھی دیکھ سکتا اسکی دو تو انکھیں قانون شریعت اسلامی انگلیان ڈال کر نکال لیتی یعنی اسکی زیادتی کی اسے پوری سزا دی جاتی۔

قیمتیں اور لاثانی ہدایتوں سے قوم کی سادہ معاشرت کے دریا میں ایک تھوج پیدا ہو گیا اور عورت مرد کو قانون انصاف کی ایسی مضبوط سی بین جگہ دیا کہ جبکی نظر کسی گزشتہ مادی کے قوانین شریعت میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام سچی مذہب کی طرح مختلف خیالات اور مختلف زبانوں کی وجہ سے گو ہر عہد میں کسی قدر خلل سے رہا لیکن جب اسکی ہر زمانہ کی مجموعی حالت پر غور کی جاتی ہے تو صداقت و شجاعت اور خلق و سخاوت اسلام کی ہمیشہ زیور بنی رہی ہے اور یہی اسلام اس سے علیحدہ نہیں ہوا۔

وہ انجمن جو زمانہ نبوت سے پہلے مکہ میں قائم ہوئی تھی اور جس کے پرچم میں مہربانی اکرم تھے وہ انجمن کیا تھی صرف مظلومین کی حمایت کرنے کے لئے قائم ہوئی تھی اور جسکی بنا حضرت محمد عربی کی تحریک کا نتیجہ تھا اسی وقت سے اپنے وہ اصلاح کی اور ستم رسیدوں کی ایسی حمایت کی کہ تقریباً تمام دنیا کو تشدد و ظلم سے نجات دیدی کیا اور یہی کسی ملک سے یہ آواز ادا ہوئی کہ مخلوق کو مصیبت و آفت سے نجات دینے والا آیا آواز اس کی پناہ کو جو یہی ہر پاک نفس تھا کہ جس کے انصاف کے ماتھے سادے چڑھون کے خیموں سے سلطانی محلوں میں پہنچ گئے اور جس نے صحرائی عمارت کے شانہ تاج کو اپنی حفاظت میں پناہ دی جسکی قوت کے اثر نے دنیا بھر کو اپنی ہستی میں دبا لیا اور جسکی قابل قدر اصلاحات سمندر پار کے شہنشاہوں کو ظلم و ستم سے نجات دی۔

پر جلال شان و شوکت رکھنے والے خلیفہ اپنے جواہر نگار محلوں کی دیواروں میں اگر کسی ستم رسید کو آواز دادرسی سننے تو فوراً اپنا عیش و آرام ترک کر کے اسکی نجات دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے اور جب اسکی خلاصی ہو لیتی ان پر کہا جاتا تھا اور محلوں میں رہنا حرام تھا۔ خلیفہ عبدالملک کے زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک عربی خاتون کو رومہ الکبریٰ کے سپاہی غلامی میں گرفتار کئے لئے جاتے تھے اور خاتون نے یہ غل مچا کر کیا۔

عبدالملک نے ان کو کیوں نہیں مٹا۔

جون ہی عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ عربی خاتون نے جبہ ظالم رومیوں کی قید میں جا چکی تھی میری مدد کی درخواست کی ہے۔ سرکاری سے قسم کہانی کہ مجھ پر کہا جاتا تھا حرام ہے جب تک کہ مظلوم کو جابرون کے ہندہ سے نجات نہ دوں۔

یہ ستم کہاتے ہی وہ محل کے باہر نکل آیا اور اس نے اپنے وزیر جنگ کو حکم دیا کہ فوجیں تیار ہو کر چلائی کی طرف بڑھیں جو قوت حملہ کو نیا موقع آیا ہے تو عبدالملک فوج کی کان کر رہا تھا کسی شخص نے اسے خبر دی کہ

آخر رومیوں نے پس پا اور رنج ہو ہو کر عرب خاتون کو رمانی دیدی جون ہی عبدالملک نے یہ سنا دینی فوجیں اٹھا کر واپس چلا آیا ایک نعل شہشاہ جب اپنے فوج خاک دشمنوں کے خوف سے جان بیکار ہوا تھا تہا اسی اثنا میں اس کے پاس ایک رانی کا بازو بند پونجا جو بطور علامت بہائی چارے کے اس نے سچے عدو کی خواہش کی تھی۔ شہشاہ موصوف یہ دیکھتے ہی اپنی ضروریات کو بھول گیا اور اپنی مختصر جمعیت کو ساتھ لیکر رانی کی مدد کے لئے روانہ ہوا جن لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا ان کو پس پانیا اور شہزادی کو آفت سے چھڑا کر اپنی منزل مقصود کی طرف راہی ہوا۔

یہ مسئلہ امر ہے کہ مروت اور شجاعت اور مہمان نوازی عربوں ہی پر ختم ہو گئی ہے۔ عینہ انہوں نے مظلومین کو اپنے مان پناہ دی ہے اور پناہ گیر سے کبھی انتقام لینے کی خواہش نہیں کی۔ ایک بار ایک شخص نے اپنے دشمن کو قتل کر ڈالا اور جب اسے اپنی جان کا خوف ہوا تو اس نے قتل کے بہائی کے پاس آکر پناہ لی اور یہ صاف کہہ دیا کہ میں تیرے بہائی کا قاتل ہوں لیکن تیری پناہ میں آیا ہوں اور میں نے اپنے کو تجھ پر سونپ دیا ہے تو چاہے میرے ساتھ کچھ ہی برتاؤ کر۔ بے تحجے اختیار ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تو تو میرے پیارے بہائی کا قاتل ہے لیکن جب تو نے میرے مان آکر پناہ لی ہے تو میری جو غمزدگی کے خلاف ہے کہ میں تجھ پر انتقام لینے کے لئے تلوار اٹھاؤں بیت المقدس کی جنگیں ہمیشہ یادگار زمانہ رہیں گی ان ہی جنگوں کے کطفیل سے وحشی اور نامریت یافتہ یورپ کا مشرقی اسلامی تہذیب اٹھال ہو گیا تھا اور ترقی یورپ کی ابتدا گویا ان ہی جنگوں سے پڑی۔ بیت المقدس کی جنگوں سے یورپ کی مسلمانوں کی شان و شوکت آزادی اور شائستگی دیکھ کر انہیں کھل گئیں لیکن سب سے زیادہ اندلسی مسلمانوں کی شجاعت اور تہذیب کے اثر نے اپنے یورپ میں پڑوسیوں کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا اور انہیں انسان بنا دیا۔ جو فی خراس اور جرمنی کے شعرا جو جنگوں میں محبت اور عزت کے گیت گاتا گاتا کہ جنگ آوردن کو میدان کارزار میں لڑاتے تھے وہ اصل کس کے شاگرد تھے وہ ان ہی مسلمانوں کے شاگرد تھے کہ جو قرطبہ میں اسلامی شوکت کے چھا تھے اور بغداد میں ناموس اسلام کے بچھڑے تھے۔ پشیری ترک۔ بوکیسو۔ یٹسو۔ چاستر۔ یہ کس چشمہ سے سیراب تھے؟ صرف اسی چشمہ نام پر جو چھوڑ دین میں بہا تھا۔

اسلام کی صدی سے سارسس کے مشرق میں زوال تک ان لوگوں کی دبی عزت کی جاتی ہے کہ جو ان کے

وہ شہشاہ ہمارے جب کمال پہا کا جلا جاتا تھا اور خفاں ہکا تھا تو اب کرمے کے پڑوسیوں نے اس کے غلبہ کے ساتھ دست و گریبان لڑ کر ہوا تک صورت بن نازل ہے اور وہ مملکت کہو کر اپنے جان کی حفاظت کے لئے اپنی پناہ لے گیا کہ انہیں جو دھوکہ رانی نے اپنا بازو بند بھیجا اور اسی پناہ کی رو سے سر رہائی میں ہی اپنی حفاظت اور جان کی بچائی کر کے خود اسکی دوسرے لئے دوزخ اور عذاب دشمنوں کا کھیر ہے اس پناہ کی رو سے ہمارے پڑوسیوں نے اپنی پناہ لے لی ہے۔ یہ سب ہم نے دیکھا ہے کہ ان کے شاہان اسلام کی ہمدردانہ شجاعت کا صاف نقشہ ہمارے دماغ پر ہے۔ مصنفان اور محققین ان کے لئے کافی ہیں۔ ان کے حماروں میں ہی اس کا نشان ہے۔ سلامی تاریخ کے لئے ہرگز نہیں۔



شایان ہو سکتی ہے اور بقضائے فطرت انسانی ان کے لئے لازم شمار کی جا سکتی ہے اور یہی نوعیت دعوت موجود زمانہ میں بھی اسلامی دنیا میں عورتوں کی کجواقی ہے۔ گزشتہ عفت آباد عالمہ خواتین اسلام نے جو کچھ کار نمایاں کئے وہ صفحہ عالم سے کبھی نہیں مٹیں گے اور ان کے لاثانی کارناموں کی بیان ہونے تاریخوں میں ہر سے ہونے ہیں۔

آؤ زبیدہ خاتون کے بلند کارناموں کی طرف ایک نوچہ کریں جو خلیفہ مارون الرشید کی جاہلی ہوئی تھی پولیٹیکل امور میں اسکی مجموعی نظر میں اور زبردست تحریروں نے سلطنتوں میں اسکی تعریف کا ڈنگا سجایا تھا نیز زبیدہ جو اس کے نمایاں کاموں میں سے ایک اور ہے کہ ہم ہنوز اسکی یادگاری کی تاریخ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔

حمیدہ فاروق مدنی کی ہجرت علمی اسلامی دنیا میں نصف النہار آفتاب کی طرح اپنی شعاعوں سے تاریخ کے صفحے منور کر رہی ہے وہ کئی برس تک اپنے لڑکے کو پولیٹیکل ماریل سوشل تعلیم دیتی رہی اور جس کی لاثانی تعلیم نے اس کے نوجوان لڑکے کو بڑے بڑے علما اور فضلاء میں ممتاز بنا دیا۔ عصمت آباد خاتون کی علمی قابلیتیں اور پولیٹیکل آراء مسلم تہذیب اور ایک عالم میں اس کے خمیری لاثانی جو ہر دن کی دھوم مچ رہی تھی۔

بی بی سکینہ حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کی صاحبزادی اور حضرت علیؑ کی پوتی اپنے زمانہ کی تابندہ۔ نہایت فاضل اعلیٰ درجہ کی قابل۔ اور غایت درجہ نیک مشہور تہذیب فطرت نے اس کے خمیری جو ہر دن کو اپنے ہاتھ سے سنوارا تھا اور اپنے ہنر کی پوری باگلی دکھائی تھی اس کی قوت گویائی اور طلاقت تحریر کربلا کی تھی اور جتنی خمیری فضیلتیں کہ ایک عصمت آباد اور صاحب عفت خاتون کو نیچر سے عطا ہو سکتی ہیں سب میں یہ بی بی درجہ اکمل رکھتی تھی۔ پیرن فرانسیسی مورخ نے بھی الفاظ جو ہم نے اوپر نقل کئے اپنی کتاب میں اسکی نسبت تحریر کئے ہیں۔

نبی اکرم کے فائدان کی کل بی بیان اپنے لاثانی علم و ہنر اور اپنی بے مثال قابلیتوں اور عظیم الشان نیکیوں میں بہت مشہور و معروف ہیں ان کے معاشرانہ طرق شائستہ اور مذہب تھے اور ان کے حمیدہ خصائل اپنا نظیر اس زمانہ میں نہ رکھتے تھے ان کے مزاج کی شیرینی اور طبیعت کی نجابت اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔

ہوران خلیفہ مامون کی پیاری بیوی جیسے حسن میں بے نظیر تھی اس طرح بہت بڑی تعلیم یافتہ اور شائستہ چال چلن رکھتی تھی اس کے خیالات کی جودت اور خمیری وسعت نے اپنے زمانہ کی خواتین میں سے

صلہ حضرت امام حسینؑ کی مزدجہ کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی۔



تثابہ کر دیا تھا مامون کی علم دوست طبیعت کی وہ بہت بڑی ایسی تھی اور علمی  
 بوق میں اس کی رہنمائی کیا کرتی تھی سٹرٹی جانسن لکھتا ہے کہ یہہ باعصمت خاتون یونانی  
 درلاطینی بھی خوب جانتی تھی اور اس نے کئی یونانی فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں  
 نہایت با محاورہ کیا ہے۔ علم نبات میں اسے کہاں حاصل تھا اور وہ اپنی بنوائی ہوئی رسد گاہ  
 پر چڑھ کر اجرام فلکیہ کی سیر کیا کرتی تھی۔ غرض مامون جیسا علم و ہنر کا شائق تھا اسی طرح یہہ  
 باری خاتون بھی شریف علوم پر غریضہ تھی۔

ام الفضل مامون کی بہن جو حضرت علی کے گہرانے کے آٹھویں امام کو بیابھی گئی تھی عجیب و غریب  
 استعداد کی خاتون تھی اس کے زہد و اتقا اور عمر نے اس کے علم کے ساتھ ترقی کی تھی ریاضی اور  
 نبات کے لذیذ علوم میں اسے کامل درک حاصل تھی فصاحت و بلاغت اور صنائع بدائع میں اسکی  
 بے مثال قابلیتیں سلم زمانہ میں تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ اس نے کئی کتابیں علم ریاضی اور نبات میں  
 تصنیف کیں اور اس کی صحبت میں ہی ایسی ہی عالمہ خواتین رہتی تھیں جو ایک نہ ایک علم  
 میں کامل ہوتی تھیں۔

ام حبیب خلیفہ مامون کی لڑکی حیرت انگیز علمی جوہر اپنی ذات میں رکھتی تھی اس نے انکھ کہوتے ہی  
 فاضل باپ اور عالمہ ماں کی محبت پوری خوش میں تربیت پائی تھی۔ شاعری میں اسے کمال حاصل تھا  
 لیٹرچر میں اپنی نظیر آپ ہی تھی خصوصاً پولیٹیکل معاملات میں زیادہ دلچسپی لیتی تھی اور اکثر ملکی کاروبار  
 پیچیدگی صورت میں اسیکی وجہ سے سلجھا کرتے تھے کامل علم ہنر کامل تہذیب اور کامل نیکیا یکسیرانی  
 مویج نے اسے لکھا ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں فخر الحسن کے عاید فضل کے ڈنکے نے تمام بغداد کو سرپاڑا ٹھاپا تھا وہ بغداد  
 کی جامع مسجد میں اکثر ہزاروں بڑے بڑے علما کے سامنے لیٹرچر۔ علم معانی۔ اور نظم نہایت ہی فصیح  
 لیکچر دیا کرتی تھی۔ اس کی توازن میں لاکھ ہزار دروہ تھے اسکی ٹون میں لچک اور ملائمت تھی لیکچر جس  
 وہ ہوم و دام کے ہوتے تھے اسے قدر پر اثر اور معانی خیز ہوتے تھے۔ گوہر لیکچر میں ہزاروں آدمیوں  
 کا مجمع ہوتا تھا لیکن خاموشی اس بلا کی ہوتی تھی گویا سب کو ساپ سوگ لگیا اسکو آواز میں لگے  
 مستم کی مقناطیسی کشش اس غضب کی تھی کہ سامعین کے دل خود بخود کچھے چلے جاتے تھے اور ایک  
 حالت میں سب پر طمانی ہو جاتا کرتی تھی۔

اس لیکچر ارجیلہ خاتون کی صفت اگر وہ سینٹ مرل کے مذہب کے پیروان کے زمانہ میں ہوتی تو کہا  
 ہوتی ضرور یہی پائیائی سہی صمت کی حصہ دار وہ بھی بنتی اور اس کے ہی سرگرم ادیبی چیلون کی  
 میر تم تلوار دن سے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دے جاتے یا وہ جادو گرئی بنا کر زندہ جلا دی جاتی۔

یہ ہمہ ہمہ خواتین میں اور یہ ہمہ ہمہ مسلمانوں کے روشن قوانین میں جہیز تاریخ کی روشنی ہمیشہ چمکی اور ان ہی پر اسلام ہمیشہ فخر کرے گا۔ جو بہادر عورتیں کہ جانبازوں کے پہلو پہ پہلو میدان کارزار میں لڑیں ان کی تعداد صد ہے جس کو اسلامی تواریخ سے کچھ بھی دلچسپی ہے وہ دیکھ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے ایسی ایسی عالمہ اور لیر عورتوں کی کتنی قدر کی ہے اور کس طرح انہوں نے بہتایا ہے جنہیں کچھ ہی انصاف پہلا معلوم ہوتا ہے وہ آئین اور تاریخ اسلام کے سنہری صفحے الٹ کر دیکھ کہ ان کی بے مثال جان بازیوں کے کارنامے اب تک تاریخ کے صفحوں کے ساتھ زمانہ میں اپنی نیک نامی کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔

جن مصنفوں میں کہ تعصب کی بو نہیں ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ عورتیں کچھ غیر اسلام سے عورتوں کی بہت ہی پاس و لحاظ کیا ہے اور انہیں صدیوں کی مصیبت و آفت سے نجات دیدی ہے مگر جن کی نگاہ پرست و ہر می کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور جن کے کانوں میں تعصب کی رد کی ٹپس رہی ہے وہ یہ قبول نہیں کرتے بلکہ ان کا یہہ مقولہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کی حالت میں کچھ ترمیم نہیں کی اور ان کو آزادی نہ بخشی۔ ہم مجبور ہیں کہ ایسے مستشرقین سے کہتے ہو اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

{ گر نہ بیند بہ روز شیر چشم  
چشم آفتاب را چہ گناہ }

غریب عیسائیت کو کامل انیس صدیان ہونے کو آئین اور موجودہ زمانہ میں جس قدر آزادی قرار دینے کے قوانین روزمرہ مرتب ہوئے ہیں ان کی کوئی بھی انتہا نہیں۔ علم و ہنر کا دریا بہہ رہا ہے اور یورپ کے مسیحی انجنیون میں عورتوں کی انتہا درجہ کی قدر کی گئی ہے اور ان کو بہت کچھ ملنا یہ خیال کیا گیا ہے ان کی عزت کرنی لازمی امر سمجھ لیا ہے اور ان کی وقعت بڑی بڑی شائستہ حیثیت میں پذیرا ہے پھر بھی اس آزادی۔ اس شائستگی اس قدر منزلت اور اس وقعت پر بھی ایک خواتین یورپ کے حقوق سخت معرض زوال میں ہیں۔ انگلینڈ میں آجکل ایک سیلیبی ہوئی عورت کے اپنے خاوند پر آزادانہ کچھ ہی حقوق مسلم نہیں ہیں۔ جو مصنف کہ بہت بڑے بڑے کہتے ہیں اور یہ دہنی انہوں نے اپنی ایک صفت خاص سمجھ لی ہے وہ اپنے ملک کی خواتین کی حالت کو ملاحظہ نہیں کرتے ان کے حقوق کتنے معرض زوال میں کر دئے گئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ زمانہ غایت درجہ کی تہذیب آزادی کا خیال کیا جاتا ہے۔

لیکن ہادی اسلام نے اس زمانہ میں جب ملک خرابیوں اور بد اطواروں کا مار گشت ہو رہا تھا نہ کوئی قانون تھا نہ کوئی معاشرانہ سلسلہ تھا نہ کوئی قاعدہ تھا نہ ملک لاگورنٹ یا قانون کی طرف سے کچھ حقوق عورتوں کو عطا ہوئے تھے۔ بیابانی کو نہ بن بیابانی کو بوی نہ مان کو کسی قسم کا

حق غرض عورت کو نہ دیا جاتا تھا جیسے ملک میں ظہور ہوا تھا کہ جہان لڑکی کا پیدا ہونا سخت نکتہ اور مصیبت کی نشانی سمجھی جاتی تھی جہان نوید لڑکی کو مار ڈالنا ببادری اور ناموری خیال کی جاتی تھی ایسے زمانہ اور ایسی شدید حالت میں ہادی کی شریفانہ فطرت کی افضلیت پر کیا یہ دال نہیں کرتا کہ اس نے ایسی زبردست اصلاح کی جو اور کیا یہ کوئی معمولی بات ہے کہ اس نے ایسی سخت تر حالت میں ایک عظیم الشان حقوق بخشے جو موجودہ مہذب زمانہ کی یورپین خواتین سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مصیبت سے نجات دیتے اور ان کے حقوق مردوں کے پہلو بہ پہلو قائم نہ کرتے تو عالم کے نجات دہندہ کا لقب آپ کی مبارک ذات پر کیونکر عاید ہوتا۔ یہ نہنگلن کو اُرسی ہی کیا ہے جو حالت قانون شریعت میں بانٹے شریعت اسلام نے عورتوں کی قایم کی ہے اس سے موجود قبیحی ممالک کے خواتین کے حقوق کا مقابلہ کر لیا جائے آپ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ دون کے حقوق کس حد تک برابر ہو سکتے ہیں۔ میرا نشانہ نہیں ہے کہ میں عورتوں کی معاشرت کا مقابلہ کر کے دکھاؤں یا طرز زندگی کا نقشہ کینچن بلکہ میں صرف ان حقوق پر بحث کرتا ہوں جو قانون نے طرفین کو بخشے ہیں قوانین شریعت اسلامی میں جب تک لڑکی نابالغ رہتی ہے اپنے والدین کی محبت بہری آغوش میں پرورش پاتی ہے اور جب کیس قدر بڑی ہو جاتی ہے تو باپ یا اس کے کسی کیل کے سایہ میں اسے زندگی بسر کرنا پڑتا ہے لیکن جب وہ پوری جوان ہو جاتی ہے تو قانون شریعت سے اسے پوری آزادی بخش دی جاتی ہے اور وہ بالکل خود مختار ہو جاتی ہے وہ اپنے والدین کا ورثہ اپنے بہائیوں کے پہلو بہ پہلو آزادی سے لیتی ہے گو اس ورثہ میں فرق ہو گا لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ محروم کر دی جائے اور اسے حصہ نہ ملے۔ لہذا لڑکی بالغ ہو جائے اور وہ شادی نہ کرنا چاہے تو کیا مجا والدین کی یا سلطان وقت کی کہ جبراً اسے شادی کرنے پر مجبور کریں۔ شادی ہونے پر وہ خارج الارث نہیں ہو سکتی نہ اسے سوسائٹی کی ممبری سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔

شادی ہونے پر خاوند اسکا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے باخلاق پیش آئے اور کوئی بات ایسی نہ کرے کہ جس سے اسے تکلیف پہنچے علاوہ جہر کے جو مقرر ہوتا ہے وہ اپنے خاوند کے مال کی حصہ دار بھی بن جاتی ہے اور اسکا مہر لیا اتنا مقدم ہے کہ اگر اسکا خاوند مر جائے اور کوئی بچہ وہ چھوڑ جائے جب تک کہ بیوی اپنا مہر لے جائے یا منقولہ یا غیر منقولہ میں اسے حاصل نہ کر لے لڑکا اپنا ورثہ نہیں لے سکتا۔ قانون شریعت میں نکاح کے لئے نہ کسی مولوی کی ضرورت ہے اور نہ ششپاڑی کی۔ باہم چھوچھو معاہدہ نکاح کے وقت ہوتا ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہے جس سے عورت پر کچھ دیا ہو اور نہ اس کے روپیہ اور چیزوں پر نکاح سے کچھ اثر پڑتا ہے۔ اس کے حقوق مثل ان کے کچھ مجھوں یا قاضیوں کے اقبال پر موقوف نہیں ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے اس سے مسلمانوں میں بھی یہ عروج ہوئی کہ نکاح کو وقت فاضل وغیرہ میں اور اس کے عادی کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے عادی اور عادی بھی بیوہ ہیں ہندوستانی مسلمان اور کھنڈیوں کے درمیان سب اہل مذہب سے ایک ہی ہیں اسلام میں ان کا عین ہندو نہیں ملتا۔

عورت اپنی دستکاری یا محنت سے کچھ کمادے اور روپیہ حاصل کرے تو قانوناً خاوند اس کے شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے نہ اس روپیہ پر کچھ اختیار رکھتا ہے قانوناً وہ مجبور کی گئی ہے کہ اپنے جابر اور ظالم خاوند کی تعدی اور جبر کا سہارا کرے اسے اپنے روپیہ اور اپنی چیزوں کا اختیار ہے وہ چاہے جس طرح اسے صرف کر سکتی ہے باپ یا خاوند کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ دست انداز کر سکے۔ وہ اپنے قرضداروں پر کھلی عدالتوں میں نالیش کر سکتی ہے اور نازا دی نہیں بغیر اپنے کسی دوست سے ساتھی کے عدالت میں جا کر جواب و سوال کر سکتی ہے اسے قانوناً اپنے خاوند کے نام ہٹانے میں کچھ بھی عذر نہ ہوگا۔ جب وہ اپنے باپ کے گھر سے خاوند کے گھر جاتی ہے اس کے حقوق بالکل بجال رہے ہیں اور وہ مرد کے پہلو پہ اپنی زندگی نازا دی کر رہی ہے۔

وہ حقوق جو قانون شریعت نے اس کو بخشے ہیں وہ دائمی ہیں نہ کسی سلطان کا غضب ان سے بے حق کر سکتا ہے اور نہ کسی سلطنت کا عظیم الشان تغیر ان میں کچھ خلل ڈال سکتا ہے۔ جب قانون پر حملہ رآمد ہوگا وہ قطعی اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں ہر طرح اور ہر صورت میں مجاز ہوگی۔

لیکن قوانین اسلام کی مجبوری حالت پر غور کیا جائے گی تو یہ صاف آشکارا ہو جائیگا کہ خواتین و عورتوں سے حقوق حاصل کرنے میں وہ کسی طرح بھی بیٹی نہیں ہیں اس کے علاوہ بعض خاص حقوق میں قطعی اور انفصالی طور پر وہ اپنی بہن مسیحی عورت سے افضل اور بہتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ہم انگلینڈ کی بن بیاہی خواتین کی حالت پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ اپنی اسلامی بہنوں کے آگے زیادہ پائندہ ہیں وہ اگر کسی سے شادی کرنا چاہیں تو بغیر اپنی والدین کی مرضی کے نہیں کر سکتیں اور اگر انہوں نے اس امر کی دلیری کی اور شادی کر لی تو والدین سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی ہو جاتا ہے قانون خواہ کچھ ہی ہو لیکن یہ طریقہ اس وقت اکل یورپ میں جاری ہے جو مصنف آزادی آزادی کا سبق جیتے ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ یہ آفت ناک پابندی ہے یا آزادی سے۔ اس سے زیادہ ظلم فرانس میں یہ ہے کہ جب تک باپ اپنی لڑکی کے ساتھ دولہ کو ایک متحدہ و رجم نہ لے کوئی اس لڑکی کو شادی نہیں کرتا اگر زوپیہ نہیں ہے تو لڑکی کی کہی شادی نہیں ہو سکتی۔ اس سے زیادہ جبر و زیادتی کی زمین اور قواعد کیا ہو گئے ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسلامی خواتین کے حقوق مسیحی موجودہ خواتین سے کم نہیں ہیں بلکہ بہت سی باتوں میں زیادہ ہیں۔

# چودھوان باب

## غلامی

غلط فہمی سے غلامی کثیر الازواجی کی طرح پر خوف نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اور غیر قوم کے مصنف  
نواہ اپنی ناواقفیت سے یا تعصب سے اس غلامی کے مسئلہ پر اسلام کو ملزم گردانتے ہیں۔ مگر جو لوگ  
تحقیق میں اور جبکا کام ہر بات کو انصاف اور سچائی سے جانچ کرنے اور رائے قائم کر نیکا ہے وہ یہ خوب  
جانتے ہیں کثیر الازواجی کے ساتھ غلامی کی رسم ہی عالمگیر تھی اور بادشاہ سے لیکر ادا نے شخص تک  
ولی یا پیشوا سے لیکر ادا نے زندگی کو فی شخص اس سے خالی نہ تھا۔ کثیر الازواجی کی طرح فطرتی طور پر  
غلامی کی رسم اپنی شان و شوکت اور عظمت دکھانے کے لئے ہر سوسائٹی کی زیور تھی یعنی ہر شخص اپنی اپنی  
حیثیت کے موافق اپنے گہ میں غلام رکھتا تھا اور غلاموں کی کثرت اپنے دوسرے ہموطن یا ہم جنس کے مقابل  
میں جاکے بجز اور افتخار سمجھی جاتی تھی۔ مگر کثیر الازواجی سے بڑھ کر ایک بہہ بات اس میں اور تھی کہ مصنف  
وراثت میں غلام سب سے پہلے آتے تھے مثلاً اگر ایک شخص مر جاتا تھا تو اس کے سب سے پہلے قانون  
ملکی کی طرح نوٹڈی غلام ہی تھے کہ میں ورثا کو پہنچتے تھے۔ اگر کیوں کے جینر میں امر الوٹڈی غلاموں کو  
پہی دیا کرتے تھے اور اس کو ایک ضروری اور لازمی امر سمجھا جاتا تھا ملک یا شہر میں رہی شخص زیادہ  
با وقت اور صاحب غرت خیال کیا جاتا تھا کہ جس کے ہاں نوٹڈی غلاموں کی تعداد بڑھتی ہوئی ہوتی تھی  
گو امیری کے متغے اور یہی دولت مند انسان سمجھے جاتے تھے لیکن نوٹڈی غلاموں کا ہونا امیری شان  
کے لئے ایک بہت بڑا جرم و عظیم خیال کیا جاتا تھا۔

انسانی تاریخ کے ابتدائی زمانوں میں جب انسانی حقوق کی مطلق قدر نہ تھی نہ کوئی انہیں جانتا تھا  
جب قانون صرف قوت اور طاقت کا نام تھا جس زمانہ میں جسکی لاشی اس کی ہمیں کی مثل غلام  
تھا۔ جس عصر میں جبر و تعدی گویا قانون یا قواعد مقررہ اور زندگی کی رہنما سمجھی جاتی تھی اس وقت  
سے غلامی نے ہی جنم لیا اور پھر غلامی کا پودہ بڑا ہوا اور سرسبز ہوا اور تمام ممالک میں پھیلنے لگا۔  
کم درجہ کے لوگ امیروں کے دستِ نظم میں ہمیں کر چکنا چور ہونے لگے اور غربا کا فرض قرار دیدیا  
گیا کہ وہ امر کی اطاعت کرنا اپنا سبب بقا تصور کریں۔

غلامی کی رسم کو انسانی زندگی کی ہم عمر خیال کرنا چاہئے۔ تاریخ سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ  
ہر زمانہ اور ہر قوم میں بہت شد و مد سے پائی جاتی ہے جہاں تک تاریخ انسانی نسل کی دنیا میں  
اکوچ لگا سکتی ہے یہ ثابت ہے کہ غلامی کی رسم ہر عصر اور ہر خوشن میں جاری اور جاری تھی اور



دینا کے پرودہ پر مہذب سے مہذب قوم ہی اس سے خالی نہیں ہوتی۔

انجنون کی جشیانہ حالتوں میں اس کے زیون تر رسم کے پنجے بخوبی دراز ہو رہے تھے اور زمانہ کی ایسی حالت میں کہ وہ جشیانہ خود مختاریوں کا مرکز بن رہا تھا غلامی کی رسم کو دن بدن ترقی ہوتی چلی جاتی تھی۔

یہودی۔ یونانی۔ رومی اور قدیمی جرمنی جن کی قانونی اور تمدنی ضوابط کے خوشنما اثر موجود خیالات اور اطوار پر اب تک اپنا پر تو ڈال رہے ہیں ان میں بھی غلامی کی رسم بہت زور شور سے رائج تھی۔ وہ اپنی سوسائٹیز کا زیور غلاموں کی کثرت کو جانتے تھے اور ان میں دو قسم کی غلامی رائج تھی ایک قسم تو غلامی کی تھی جن کی زندگی اور مال و مناع کے قانوناً وہ مالک تھے اور ایک ان غلاموں کی تھی جن کو روپیہ دیکر خرید کر لے تھے۔

یہ تو میں سمجھتی تھیں کہ عین نوڈی غلام رکھنے کے حقوق ریاضی طور پر عطا ہو گئے ہیں اور ہم ان کے رکھنے کے مجاز ہیں۔ وہ بآزادی درجنوں نوڈی غلام خریدتے اور ان سے مثل جانوروں کے برتاؤ کرتے کیونکہ نوڈی غلاموں کی قدر ان کی نگاہوں میں مطلق نہ تھی وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ہم ان پر مہربانی کر کے اپنی امیری کو بٹا لگائیں سخت حسرت سے دیکھا جاتا ہے کہ درستی اور تبدی سے پیشتر آنے کا نام اصلی اور سچی امارت تھی۔

عبرانیوں میں بھی جو وقت سے کہ وہ ایک قوم کی صورت میں بنے ہیں دو قسم کے نوڈی غلام کھنے کی رسم جاری تھی جب کاؤر فاضل عین نے اپنی کتاب قانون قدیم میں مفصل کیا ہے۔ اسرائیلی اپنے قرضداروں کو جب تک کہ ان کا قرض ادا نہ کر دیں غلامی میں رکھتے تھے یا اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو اس کی ہی سزا وہی دایمی غلامی و سحافی تھی۔ یہ کچھ ضرور نہ تھا کہ غلام بنانے کے لئے کسی خاص فرقہ خاص حالت کی خصوصیت ہوتی بلکہ قرض اور کسی جرم کے بدولت ہر شخص دائمی غلام بنا لیا جاتا تھا ساتھ ہی اسکے ایک یہ قانون بھی تھا کہ خیف سے جرم میں چہرے میں غلامی میں کہل کر مجرم کو چھوڑ دیا جاتا تھا اسرائیلیوں کا یہ برتاؤ اپنے قومی ہنایوں کے ساتھ تھا مگر جو لوگ کہ دیکھتی یا خشک میں بیرحمی سے گرفتار ہو کر آتے تھے ان کی حالت جیسی قابلِ مذامی تھی ایسی ہی اسرائیلیوں کی سنگدلی اور ناخدا ترسی کا نقشہ کھینچنے والی مستور ہو سکتی ہے۔

ان پر شدید مظالم توڑے جاتے تھے انہیں جانوروں کی طرح رکھا جاتا تھا اور چوپائے جانوروں سے زیادہ رتی بہر بھی ان کی وقعت ان کے مالکوں کے دلوں میں نہ تھی۔ یہ بد نصیب لوگ اپنے جرم مالکوں کے پاس سے تاب نہ لیتے رہا ہو سکے تھے اور جب وہ گرفتار ہو کر آتے تھے تو رسوم قومی جن کی بنیاد محض ناخدا ترسی پر رکھی گئی تھی انہیں صاف طور سے یقین دلا دیتی تھیں کہ تمہاری زندگی کا خاتمہ تمہارے



وحشی مالکون کے غیظہ مکانون میں ہوگا۔

اس کے بعد عیسائیت نے دنیا میں جنم لیا لیکن غلامی کے خلاف نہ اس نے کوئی قانون مرتب کیا نہ ایمین ترمیم کی نہ جابرون کے ماحذور و مکے نہ قواعد سی ایسے جاری کئے جس سے مخلوق اللہ کچھ تو اس وقت آفت سے نجات پائی اور عیسائیت کی بنیاد پر جیسا کہ باقی کچھ تو انجیل میں سہارا دیتیں۔

عیسائیت نے ایک مذہب کی بیشک عالم میں بنیاد ڈالی اور سوشل معاملات میں بہت کچھ اصلاح کرنا بھی دعویٰ کیا لیکن سخت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ اس نے ذرا ہی اصلاح اس رشتہ میں نہ کی نہ ترمیم کی نہ بچاؤ کے بیگناہ مصیبت زدہ گروہ کی تکالیف کا لحاظ رکھا۔ سوائے بندگانِ حق کے اور وہ بھی انہوں نے کوئی نیا حکم مضرت عیسے نے نہیں دیا مثلاً آقاؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے لازموں کا یا سر پر لحاظ رکھیں یا ایک جگہ غلاموں کی نافرمانی پر ریمارک کیا ہے اور بس حضرت عیسے نے شاید اپنے خیال میں اس سے بہت نیک رسم کی توجہ و بنیاد اکہیڑنے کے لئے جو بلا سے بیداروں کی طرح عالم پر چھائی ہوئی تھی صرف دوزخ میں معمولی الفاظ کہنے کا کافی سمجھ لئے ہوئے تھے۔ یا ایک نکتہ چین مگر مودب نکتہ چین نظر اس پہلو تھی۔ یہ بات نکال سکتی ہے کہ حضرت عیسے کو انسانی تمدنی ضروریات کا مطلق لحاظ نہ تھا نہ وہ مخلوق خدا کے غلاموں کے انہوں سے تیار ہونے کا علم رکھتے تھے ورنہ انہیں لازم ہوتا کہ وہ اپنی تمام عمر جہانِ ظہور کی میں نہ صرف کرتے نہ زیادہ تر سوروں کے غول کو تباہ و برباد کرتے اس کے خلاف عیسائیت نے صاف طور سے لوندی غلاموں کے برتاؤ کو ان کے مالکون یا مالکینوں کی مرضی پر منحصر رکھا ہے۔ عیسائیت نے اور بھی قرار دیدیا ہے کہ لوندی غلاموں کی جماعت سلطنت کی ایک نمایاں شان ہے۔ نہ کہ میں اس صہلک برتاؤ کے تحفیض کرنے کا حکم ہے اور نہ ان بچارے ستم رسیدہ بد نصیب غلاموں کے لئے کوئی صورت آسائش و آرام کی نکالی ہے اور نہ بجا بجا غضب ناک یا لڑوں سے کہہ دینا کہ وہ اس کی تلافی کیا ہے تو ان میں ملکی کے لحاظ سے غلام غلام محض جو پادوں کے مساوی سمجھے جانے کے سہی تھے مسیحی حکومت میں بد نصیب غلاموں کے لئے یہ قانون ملکی جو قدیم سے جاری تھا تھا حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جاتا تھا بلکہ اسی پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ روم کے ابھرے والوں میں نہ ہی رسم غلامی ابتدائی زمانہ ہی سے خوب نشوونما پرتی غلام خواہ ملکی ہوں یا غیر ملک کے رہنے والے ہوں جنگ میں گرفتار ہو کر آئے ہوں یا ان کو روپیہ دیکر خریدا ہو جو کچھ ان سے برتاؤ ہوتا تھا وہ قابل بیان نہیں ان کا درجہ یوں تو مسیحیوں سے مساوی تھا لیکن بعض وقت وہ ان سے بھی گستاخیئے جلاتے تھے۔ ان کے آقاؤں کو ان کی جان بخشی کرنے اور ان کے ہلاک کرنے کا پورا مجاز تھا۔

اس زمانہ میں جبکہ روم کے ابھرنے والے تھے اور شاہنشاہی میں پوری ترقی کی تھی اور ملکی قوانین کے انضباط کا زمانہ پورے ابھار پڑتا تھا اور ہر تحکم کی اصلاح و غیر اصلاح کے چرچے بہت دہوم

دام سے پوشگل حلقوں میں گئے جاتے تھے انوس ہے کہ ایسے سنہری زمانہ میں بھی غلاموں کی قابلِ رسم حالت کی طرف مطلقاً توجہ نہیں ہوئی اور وہ اپنی قدیمی ذلیل و خوار حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔ اسکے مقابل میں یہ لطف اور ہوا کہ شہنشاہوں کی دانائی اور حکمت کے تغیر و تبدل اور انکی ترسیم و تفسیح نے گو علی شان و شوکت کو ترقی دی لیکن ساتھ ہی اس کے انہوں نے یہ قرار رکھا کہ مالک اپنے غلام کی جان و مال کا بالکل مالک ہے سلطنت کے ہر رکن کے پاس ہزاروں غلام رہتے تھے معمولی جرم پر انھیں سخت سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور روزمرہ کسی ستوں یا دھت سے بند کر کوڑے بازی ہو یا یہ کچھ بات ہی نہ تھی جو کچھ وہ چاہتے کرتے اور جب قدر چاہتے سزا دیتے کوئی قانون کوئی عدالت باز پرس کرنے والی نہ تھی کہ یہ ظلم اس پر کیوں توڑا گیا اور کیا وجہ ہے کہ اسے یہ سخت سزا دی جاتی ہے مسیحی مذہب نے یورپ میں مگر کچھ اثر نہ ہی کیا تو یہ لوگ مقدس جرجوں پر اپنا دہن من تن قربان کر دیں اور ان ہی کے ہو کر رہ جاویں یا پادری پرستی کا زور ہو گیا تھا اور پادریوں نے اپنی مٹھی میں تمام یورپ کو دبا لیا تھا۔

یہاں غلامی کی رسم اسی زور شور سے رائج تھی کہ جیسے بت پرست سلطنت میں بلکہ ایک نیا غضب اور یہ برپا ہوا تھا کہ شاہانِ یورپ نے غلامی کو قانون قدرت کا لازمی عنصر تصور کر لیا تھا اور قانون ملکی نے ایک مقدار غلام کی خریداری کی مقرر کر دی تھی کہ اس عمر اور اس شکل و صورت کا غلام اتنے کو آئیگا اور اس عمر اور اس کو اٹھ کا غلام اتنی قیمت پر فروخت ہو گا غلاموں میں شادی ہونا ناجائز قرار دیدیا گیا تھا۔ اگر ایک آزاد اور غلام میں شادی ہو جاتی تھی تو دونوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ یہ قانون امر اور عوام الناس میں جاری نہ تھا بلکہ پادریوں نے ہی اس زبوں قاعدہ کی پابندی کی اور اسکے جاری کرنے کے سعی ہوئے۔

یہانی دنیا کے بہت بڑے قانونی زمانہ میں یہ حالت غلامی کی تھی ان قوانین سے تیرہ صدی کی دانائی معلوم ہوتی ہے اسی سے اس ترقی یافتہ زمانہ کی تاثرائیدہ حالت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے بڑے بڑے فاضل اور مدبر امور سلطنت ہی اس فیہ رسم کی کچھ ترسیم نہ کر سکے نہ رحم دل پادری صاحبان نے کبھی غلاموں کی زار حالت پر رحم کیا یا۔

جب مغربی اور شمالی وحشیوں کا رومۃ الکبریٰ کی پربادہی بڑا نہنگ جاتا تو علاوہ ذاتی غلامی کے ارضی حلقہ گوشہ جو رومۃ الکبریٰ میں کبھی نہ تھی اب عام طور پر انکی اشاعت ہو گئی تھی اور وہ طاعون کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی تھی مالکان زمین کے حقوق اپنی آسامیوں پر ایسے بلا انگیز تھے کہ جن کو بڑھنے والے ایک آزاد عورت غلام سے شادی کر لیتی تھی تو وہ قانوناً قتل کر دی جاتی تھی اور غلام زندہ جلا دیا جاتا تھا یا کین اسکی کیفیت ایک تفصیل باب میں پورے طور پر لکھی ہے انکس گنجائش لاطینی صیانت جلد ۱ و کتاب لاطینی صیانت جلد ۲ صفحہ ۶۹

سے روٹ گئے کھڑے ہوئے مین اور قسم کے سترل اور ناگفتہ بہ حالت کی ہو یہ ہر تصویر پر کھینچ جاتی ہو  
ن کے حشیانہ قوانین مین رومیوں کے قوانین کی طرح جو غلامی پر جبری تھے یہہ قرار دیا گیا تھا کہ غلامی  
سانی معمولی حالت ہے اور مالک اپنے غلاموں پر یہ پورا اختیار رکھتے مین اور وہ ان کی ملک مین اور  
ان کی جان و مال کا بھی پورا اختیار حاصل ہے۔

عیسائیت نے اول تو کچھ کوشش اس قبیح رسم کو دینا سے مٹانے مین نہ کی اور اگر یہہ ہی تسلیم کر لیا جائے  
کہ حضرت عیسیٰ کے مذہب نے کچھ سرگرمی یہی دکھائی وہ آخر کار کامل طور پر قیل ہو گیا اور فریہی ترسیم نکر سکا۔  
جتنے چرچ تھے سب مین خود غلام تھے اور چرچ غلاموں کا رکھنا قانوناً اپنے لئے جائز قرار دیتے تھے وہ سمجھتے  
تھے کہ مین خدا کی طرف سے نوٹ دی غلام رکھنے کے حقوق حاصل مین اور نیز یہہ ان کا حشیانہ خیال تھا کہ  
ہم ان کی جان و مال پر پورا اختیار رکھتے مین جب سچی چرچوں کی اس حالت سے یورپ کے مذہب جھڑ  
مین غلامی کی شرمناک رسم و حشت زدہ آگ کی طرح پھیل گئی اور خوبہ ہوم دہام سے نوٹ دی غلام رکھنے  
جانے لگے اور اسکو اہل یورپ نے مایہ افتخار جانا اور انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ غلامی کی رسم جاری ہونے  
سے منطقی اور جو رسی ملک مین سے مطلق جاتی رہے گی تو یہہ یہہ بلائے بیدریان یورپ ہی کی چار دیواری  
مین مقید نہ رہی بلکہ اس نے اپنا خونناک اثر نہایت ہی تربیت یافتہ عیسائیوں مین کیا مینے شمالی امریکہ  
کی جنوبی ریاستوں کے مذہب سچی بہت دہوم دہام سے نوٹ دی غلام رکھنے لگے اور انہوں نے یہہ  
وہ مظالم بد نصیب جانوں پر توڑنے شروع کئے جنکا بیان پڑھنے سے روٹ گئے کھڑے ہوتے مین لغو  
بیگناہ جانوں کا مارا جانا اور ان کے میدر و آقاؤں کے ہاتھوں ان کی خونریزی ہونی واقعی ایک ہرہ  
شق کر توالا نقشہ کھینچتا ہے گویا اس زمانہ مین بد نصیب ستم رسیدہ غلاموں کی زبان سے یہہ ہرناک  
صدائیں نہایت شدت سے بلند ہو رہی ہیں ۱۔ اور ہر مصیبت کا مارا ہر وقت یہہ در زبان رکھتا تھا

درد دل سے لوٹا ہون میر کہو درد ہے

ہون مین لفظ درد جس پہلو سے آئوہ

سفید رنگ سیچون نے قانوناً حبشی نوٹ دی غلاموں کے ساتھ کسی ستم کا تعلق پیدا کرنا ممنوع قرار دیا تھا۔  
اور اگر کوئی تعلق ہی پیدا ہو جاتا تھا اور سفید رنگ سچی کے ہاں ایک حبشن سے بچے ہوتے تھے تو اسے اختیار  
تھا کہ وہ بچوں والی ہاں کو چاہے جب اس کے ننہ ننہ بچوں سے علیحدہ کر کے فروخت کر سکتا تھا۔  
حضرت عیسیٰ کی وہ نصیحت کہ خدا کی مخلوق اس کی نظر مین مساوی ہے اسلئے انسان کو ہی چاہئے  
کہ وہ اپنے ملکی یا غیر ملکی بیانیوں پر حقارت اگیر نظر مین نہ ڈالے بالکل ٹیلا دی گئی تھی اور اس  
کو نہ سے اس کو نہ تک مطلق اس پر غلدار اند نہ رہا تھا۔

اگر اس قتل کی اسلام نے پوری ناپسند کی اور اس نے رنگ اور قوم کا فرق مطلق اڑا دیا۔ سیاہ یا سفید۔ شہری یا سپاہی حاکم یا رعیت سب کو بالکل مساوی قرار دیدیا اور یہہہ قرار دینا صرف ربانی نہ رہا بلکہ علمی طور پر قرار دیا گیا تھا اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ایک تعلیم یافتہ مسلمانوں اور نیز اسلامی سلطنتوں میں اس قانون پر عمل درآمد نہ کرنا اور کوئی نفس مسلمان ہونے کے بعد ۔۔۔ اس سے تجاوز کسی حالت اور کسی زمانہ میں نہ کر سکا۔ میدان کارزار اور مہمانی کے کمرہ چیمبر اور شادی محل میں مسجد میں اور بازار میں اسی قاعدہ پر عمل کیا جاتا تھا کیا ممکن تھا کہ ایک دولتمند مسلمان یا سلطان اپنے بہائی مسلمان کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھ سکتا اور قانون اسے بغیر سزا دے چھوڑ دیتا۔ اسلام کا پہلا موزون کہ جسکو حضرت اکبر لچارتے ہیں اور جس کا نام لیتے ہی سلطان سے لیکر دانے گنا تک محنت بھیج دیتے ہیں دراصل کون تھا؟ ایک حبشی غلام تھا؟ مگر سفید چٹری والی عیسائی دینا میں تو کسی صورت سے مساوی نہیں ہو سکتا ان اس کی خبر نہیں کہ اس تبنو میں جا کر برابر ہو جائے کہ جہاں خدا عیسائی بخون شہداء کے انگوٹھی استین سے پوچھینگا اور انہیں ڈھارس دیگا۔ یا یہہہ برابر ہی حضرت عیسیٰ کی سلطنت میں شاید ممکن ہو لیکن حکومت عیسائیت میں یہہہ ہوتی نہ آئندہ ہونی ممکن۔

قانون مسیحی نے جسے زیادہ انسانیت برقی تو یہہہ کہ اگر کوئی عیسائی ہونا چاہے تو اسی عیسائی کہنے میں غار ہو یا بیڑا تیرا تو کسی گھری گلی حقوق بخند ہے لیکن وہ ہی اس قدر نہیں جتنے کہ سفید چٹری والے عیسائی کو بخندے کہے ہیں۔ لیکن قوم اور رنگ کے ناموزون غور اور تجر اس امر کی شہادت نہیں دیتا کہ لفظ برابر ہی کا اپنے کانے رنگ ہم نہ ہکے ساتھ عاید ہو سکے۔ باوری صدا جان اگر بغور ملاحظہ فرمائینگے تو انہیں معلوم ہو گا کہ خدا کے کتبہ میں تفریق کتنی موزونیت دکھا رہی ہے۔

”برین رسم مہلک باید گرفت“

اسلامی تعلیم نے اس غلامی کے دخت کو جسکی جڑیں مضبوطی سے دنیا کی قوموں میں گڑھی ہوئی تھیں زور سے چھٹکا مارا اور اسکی تمام جڑوں کو توڑ ڈالا اور اس دخت کو اکہتر کر پھینک دیا اور آواز بلند یہہہ بکا کر کہہ دیا کہ خدا کی نظر میں سب برابر ہیں اس پر زور آواز کی گونج مشرق و مغرب جنوب و شمال پہیل گئی اور اسنے غلامی کی زبون رسم میں ایک تخیل عظیم پیدا کر دیا۔ اگر خدا ہی نظر انسان سے دیکھا جائے تو یہہہ بخوبی روشن ہو جائے گا کہ خدا کی مخلوق کو جیسی آزادی اسلام نے دی اور کسی قوم کو یہہہ بات نصیب نہیں ہوئی مخلوق کے مساوی درجہ کرنے کا افتخار دینا میں سوائے اسلام کے اور کسی کو یہی حاصل نہیں ہوا۔

یہہ دوسری بات ہے کہ میں برس کی اسلامی تعلیم نے گو بہت کچھ اصلاح کی لیکن یہہہ دوسری

جو صدیوں سے خون کی طرح لوگوں کی رگوں میں نمی ہوئی تھیں اور اسے طور سے ایک ہی بیج دینا اور نکالنا  
اور یہ بھی خصوصاً ان مسلمانوں میں جو تازہ تازہ ایمان لائے تھے مثلاً ہندوستان کے آدمی امام  
قبول کر سکتے ہیں اپنے اس شادی بیاہوں میں ہندوانی رسمیں برتتے ہیں کیا اس سے ہم پر خیال کر  
سکتے ہیں کہ شہادت نبوی نے انہیں ان رشتہ رسوم کے کرنے کی اجازت دیدی ہے یا اگر ہمارا  
یہ خیال ہوگا تو سخت بے انصافی اور خلاف واقعہ بیان ہوگا۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کی رسم کو اپنی ہی قوم میں جیسے ایک خاصہ رسم ہوتا تھا اور اپنے  
ہی ملک میں ملاحظہ فرمائی اور اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں گہری ہوئی تھیں  
تو یہ اپنے خلاف دلائل اور ایک گہرے خیالی فواید کی سخت آغوش میں اس صبر و بردباری کی بجائے  
کو شہادت نبوی کی تدبیر کر کے لگتے تھے بلکہ اپنے وہ حکم کہ ڈالاکہ رشتہ رشتہ بالکل جاتی رہے اور اس  
وہ زبردست روحانی آئندہ شادیوں میں یہ عمارت بالکل خراب ہو جائے جہاں آج بھی بہت شہر و مد  
تھے یہ فرمایا۔

”اپنے غلامی کو وہ ہی کہلاؤ جو تم کہاتے ہو اور وہی کپڑا پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو وہ  
اس سے زیادہ تدبیر اس رسم میں زبردستی لگانے کی کیا ہوگی؟ جہاں یہ مساوات قائم ہوگی وہاں  
پھر تفریق ہی کس بات میں رہ سکتی ہے جو بات ہوتی ہے قانون قدرت کے خلاف اس کا کبھی  
فہم نہیں ہوتا سعدی نے اس مطلب کو بخوبی حل کر دیا ہے جہاں وہ کہتا ہے۔  
”رہنے کے اکنوں گرفت ہائے بے نیرو سے شخصے برآید زجائے

”وگر مچھاں روزگار ست بلی بگر ووش از پنج برنگی  
اس میں شک نہیں جب کوئی زبوں عادت دل میں جڑ پکڑ جاتی ہے دل میں کیا کہہ خون کے  
ساتھ رگوں میں آمیز ہو جاتی ہے تو کیا ایک نہیں جانتے اور اگر کوئی اس خلقت کو دیکھنا چاہے تو  
اس کی کم عقلی پر یہ فعل مال ہوگا کیا ایک کہہ مرض کو کوئی ڈاکٹر اپنے اول ہی نسخہ میں کہہ سکتا ہے  
یا کہوئے کا خیال دل میں لاسکتا ہے؟“ ”یہ خیال ست و محال ست و جنوں“

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قانون قدرت کے خلاف ایک ہی حکم میں یہ صلہ فرمادے  
کہ آج سے غلام نہ رکھے جائیں اور جن کے پاس ہیں وہ آزاد کر دیں تو لوگوں کی کیا کیفیت  
ہوتی اور یہ حکم ان کی آتش فیر روحوں پر کہاں تک اثر کرتا؟

آپ نے اگر فرمایا تو یہ ”خدا کے خدائے فرما ہے“ غلام آزاد کر کے سے زیادہ خدا  
اور کوئی کام بند نہیں کرتا یا اسکی تقدیر میں اس سے زیادہ مقبول کام کوئی نہیں ہے۔  
یہ حکم ایک ایسی زبردست حکمت پر مبنی ہے کہ اگر اس کے اندر کوئی مطلب نہ ہو جس



نظر میں دوڑائی جائیگی تو معلوم ہوگا کہ غلامی کی بیچ و بیاد کبیر نے کی یہ کسی زبردست تحریک ہے اس کے علاوہ اپنے حضرت انسؓ کے ساتھ سلوک کر کے بتا دیا کہ غلام یا غلامہ زمینوں پر کھانے پینے پر ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ دس برس یا دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی میری خدمت کی مجھے آپ کی اتنی نہ ہو سکی۔ نبی اکرمؐ کا ہر فعل اگر بغور دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ ایک ناصح مشفق ہے۔ اس سے زیادہ رسم غلامی کی بیچ گنی کرنے کے لئے آپ نے یہ قانون مقرر فرمایا تھا کہ اگر لونڈی غلام سے کوئی فرد گناہت ہو جائے اور وہ نہیں مانگا اور خاطر ہو تو اسے آزاد کر دو۔ اس سے زیادہ آزادی بخش قرآن میں اور کیا ہو سکتے ہیں؟

ہر بات کے جانچ کرنے کے لئے عقل سلیم اور نظر انصاف کی ضرورت ہے جب تک یہ دونوں صفتیں نہ ہوں یہ ناممکن ہے کہ سچی اور سیدھی بات راست معلوم ہو۔ نبی اکرمؐ نے یہ بھی اجازت فرمادی تھی کہ لونڈی غلام خدمت کر کے اپنی آزادی اپنے آقاؤں سے خرید سکتے ہیں یعنی اپنی قوت بازو سے روپیہ پیدا کر کے اپنی آزادی مول لے سکتے ہیں اور اگر وہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہوں کہ اس قدر پیدا نہ کر سکیں یا ان کی حالت حصول زیر میں وقع آوے تو وہ ایک معاہدہ کر کے کہ ہم دو سال میں یا تین سال میں یہ روپیہ فدیہ کا ادا کر دینگے یا آزادی چاہے جہاں جاسکتے ہیں یہ بہر آپ لگے یہ بھی ارشاد کیا کہ غلاموں کی رہائی دلو ان کے لئے بیٹ المال سے ان کے آقاؤں کو روپیہ مل جائیگا کہ بعض اتفاقاً اس سے بھی قانون مقرر ہو گیا ہے کہ غلام اپنے آقا سے بغیر اس کے اجازت اور مداخلت کے آزاد ہو سکتا ہے۔

اپنے جہان احسان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہاں ہمایوں اور مسافروں اور رہگیروں کے ساتھ غلاموں پر بھی احسان کرنے اور ان سے بہ شفقت پیش آئینکا ارشاد کیا اور فرمایا کہ خدا نے جو بخشش تمہیں کی ہے اسکا ایک حصہ مذکورہ بالا محتاجوں کو بھی قرضی اور کشادگی سے دو۔

نہی فرمایا کہ اگر لاعلمی سے ایک مومن قتل ہو گیا تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کر دو۔

بہ بین چاہئے کہ ہم نہایت انصاف اور قراخ دلی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان قیمتی ہر جمہ بدایات پر غلاموں کے بارے میں خیال کریں اور پھر ان بے رحمی اور ناخدا ترسی کی معمول کو ملاحظہ کریں جو صدیوں سے مسیحی دنیا میں جاری ہو ساری تہین تو ہمیں نبی معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ زمانے کے مسیحی مصنف غلامی کا بارہ بالکل اسلام کی گردن پر رکھتے ہیں یہ محض بے نسبتہ اعتراض اور عجیب گہری ہے

اروں حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے غلاموں کا آزاد کرونا بہت سی بد اعمالیوں کا کفارہ ہے اگر کوئی غلام سوز ہو جائے تھی تو اس کے لئے غلاموں کو



آزادی بخش دینا کافی کفارہ اس بڑائی کا سمجھا گیا تھا۔ جو قوانین غلامی کے متعلق اسلام میں موجود ہیں وہ گویا اس قدیم رسم کو دینا سے نسبت نہ بناؤں گے کی ایک نبردست بنا قایم کی گئی ہے مثلاً قانون اسلام غلاموں کے لئے بڑے حکم کرنا تھا۔

اگر ایک ترانہ (اسلامی) حرورین بہانہ کہ آجاوے تو وہ بالکل آزاد ہے وہ اگر ایک شخص کی لونڈی سے اولاد ہو تو وہ اپنے باپ کے حقوق کا مل طور پر لے سکتی ہے۔ اور فائدہ کے مرنے سے بعد اسکی لونڈی بیوی بالکل آزاد ہے غلام اپنے آقا سے اپنی خلاصی کے لئے قول و قرار کر سکتا ہے اور شیون سا وزیر دیکر اپنی آزادی خرید سکتا ہے۔

آقاؤں کو قطعی حاکمیت ہے کہ وہ مناسب خدمت سے زیادہ اپنے غلام سے کوئی کام نہ لین اور اس سے وہ محنت نہ لین کہ جو اسکی اسایش اور صحت میں خلل انداز ہو انہیں سخت قانوناً تاکید ہے کہ وہ اپنی لونڈی یا اپنے غلام کو شقیہ آمیز نام سے نہ پکاریں بلکہ بہت شفقت اور مہربانی سے انہیں میرے نوجوان آدمی کہہ کر آزاد دین یا میری نوجوان خواہی کہہ کر قانوناً سخت تاکید ہے کہ تمام غلام اپنے آقاؤں کے ساتھ نہ کہا کریں اور آقا اپنے سے انہیں بڑے پنہاؤں لونڈیوں کو ان کو سبک دین سے منع ہے ساتھ ساتھ انہیں بڑے پنہاؤں پر ایک کہانا کہلا میں اور اپنے مساوی پر بڑے پنہاؤں لینے اگر خود اس روپیہ گز کا کپڑا پہنیں تو اپنی لونڈیوں کو بھی دس دس روپیہ گز کا پنہاؤں۔

یہ قطعی حکم دیدیا گیا ہے کہ کسی بھالت اور کسی صورت میں مان اپنے بچوں سے جدا نہیں کی جاسکتی۔ نہ بھائی اپنے بھائی سے نہ باپ اپنے بیٹے سے نہ خواہنا بیوی سے نہ ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے۔

اس سے زیادہ پرجہ اور انسانی رشتہ سے پہرے ہوئے احکام کیا جو سب سے بہت بڑا بھائی آقا اور غلام کو گے بھائیوں کی طرح بنا دیا اور انہیں ذرا سی فرق نہ کیا۔ ایک عجمی نظر اس سے پہلے یہ خیال لے سکتی ہے کہ شارع کی اس قدر غلامی کی رسم برقرار رکھنے کا مقصد بہت بڑا ہے یہاں تک لوگ جان لیں کہ اسلام نے غلام و آقا کو درجہ مساوات میں قائم کر دیا آزادوں کو سگا بھائی بنا دینا اتنی نبردست بات نہیں ہے جتنی کہ غلام اور آزاد کو سگا بھائی بنا دینا ایک عجیب منظر اور غریب

ان باریک باتوں کے سمجھنے اور ان سے باریک طالب علموں کے لئے صرف فہم سلیم جو دت  
طبع اور زیادہ تر انصاف کی ضرورت ہے اس وقت ہم اصلی مطلب کسی بات کا دریافت کر سکتے ہیں  
اگر ہم کسی شخص کی تصنیف کو دیکھتے ہیں اور کتاب کو پڑھتے ہیں تو ہم سمجھ لیں کہ یہ مصنف  
خلعت اور حشمت کا مصنف ہے اور جو کچھ یہ لکھتا ہے وہ سب غلط ہے اس خیال کے بعد اگر ہم  
اسکی کتاب کو دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھوں پر ایسا پردہ چھا جائیگا کہ اس کی نیک باتیں ہی برائی  
ہوں گی اور ہم اپنی ڈیوٹی اور سٹ دہری کے بدولت اسکی قابل قدر باتوں کو ہی نظر انداز کر کے  
نئے اعتراضات پھرتے شروع کر دینگے اور ہمارا مکتبہ تاریک ضمیمہ ایسی نئی نئی باتیں گھر لگا کر جو دنیا  
نہ شیند اور جسے بدتر و ناساںاتہ دنیا میں اور کوئی چیز نظر نہ آئے گی۔

اور اس کے بعد جب ہم ایک کتاب پر نظر کرتے ہیں تو اپنے دل میں یہ خیالی پیدا کر لیں کہ ہم اللہ  
سے اس کے کلام کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں گے نیک بات کو نیک اور بری کو بری سمجھ کر نیکے تو ہر کتاب  
دیکھنے کے بعد برائیاں اور نیکیاں سب علیحدہ علیحدہ معلوم ہونگی اور وہ کار ووبائی کا پانی صاف نظر  
آ جائے گا یہی اور ایسی ہی طبیعت و نچرل اپنے فطرتی کھلائی ہے اور ایسی ہی شخص کو مصنف اور  
دانا کہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے مذاہب اور فرقہ و فرقہ کی طرح یہہ قرار نہیں دیا کہ غلاموں  
کے یہہ فرایض ہیں کہ وہ اپنے اقا کی اطاعت کریں اور ان کی تابعداری اپنے اوپر لازم قرار دیں  
بلکہ ان کے اقاون کے لئے قوانین مرتب کئے کہ وہ اپنے غلاموں کو اسامیش اور آرام سے رکھیں  
اور کہیں ان پر زیادتی کریں کیونکہ یہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ غلاموں کے فرایض مقرر کرنے میں صرف  
ان ہی کی پامالی ہے جب وہ غلام ہوئے اطاعت پہلے ہی ان کے منصبی فرایض میں داخل ہو گئی  
ان کے لئے اطاعت و فرمانبرداری کی تاکید کرنی ان کو اور زیادہ مصیبت و آفت میں پہنچا ہے  
اسلام میں غلاموں پر یہ اعتبار نہیں کی جاتی کہ وہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ حالت غلامی میں اعتبار ہی  
کا گہر ہے مگر فخر بن رحم علیہ نے قانوناً یہ قرار دیا تھا کہ غلاموں پر اعتبار ہی کا گہر ہے یعنی جو  
غلام ہوتا ہے قطعی اس پر اعتبار نہ کرنا چاہئے اور اس ناترہشیہ قاعدہ کو ضابطہ فطرت  
سمجھا گیا تھا۔

زید حبیب بنی اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا اس پر اس قدر ہر دے کیا گیا تھا کہ ایک بار اسکو  
شکر اسلام کی کمان دیکھی اور بڑے بڑے خاندانی کسپان اسکی ہاتھی مقرر کئے گئے تھے تاکہ ہر موقع  
پر اسکی اطاعت کریں اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اس کے فرمان سے ذرا ہی روگردانی نہ کریں  
اور پھر اس کے بیٹے اسامہ کو ایک بڑے لشکر کی سرکردگی کا افتخار بخشا گیا تھا جو حضرت خدا اکبر صلی اللہ علیہ وسلم

نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سن کر یہ کہہ دیا کہ میں یہ روایاتوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا جس کا مفصل بیان ہم مسیحی ائمہ کے کتبہ چلے ہیں کہ قطب الدین دہلی کا پہلا شہنشاہ اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا ستارہ اور کون تھا؟ صرف ایک غلام تھا مگر جس غلامی کی کہ اسلام میں اجازت دی گئی ہے اس سے بڑا کبھی غلامی نہیں رہا۔ انسان کا فرق ہے اور جانور اب تک وہی آفت موجود ہے۔ اس کا نام غلام ہے۔ اس کے ختم ہوئے۔ یہ غلامی یہ ہی ظلمت ہے۔ رسم غلامی سن کر ہی جس کا اس جگہ سے ہوتا ہے چوہا

اسلام میں جو اس وقت غلام ہے وہ غلام ایک بڑا اور سر ہو جائیگا۔ غلام قانون شریعت اسلام کے بموجب اپنے آقا کی زندگی کے شادی کر سکتا ہے اور کتبہ کا اعلیٰ افسر بن سکتا ہے غلام نے سلطنت کی ہیں اور بڑے بڑے خاندانوں کے بانی ہوئے ہیں سلطان محمود غزنوی کا باپ غلام تھا جس کے بیٹے محمود تھے مسلمانوں کی سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں جمادی اور راجپوتوں کو ثابت کر دیا کہ اسلامی سلطنت ایسے خوشنوار ہوتے ہیں کیا مسیحی مذہب میں بھی غلاموں کی یہ عزت کی گئی ہے؟ کیا عیسائی ملکوں میں بھی غلاموں کو آقا بن کر رہے ہیں؟ تاریخ موجود ہے واقعات کی کئی صدی کے اظہار میں شمس پور ہے میں اگر ذرا ہی تھک کر دیکھ کر لے طبعیت سے نکال کر ان واقعات پر نظر ڈالی جائے گی اور اس رسم غلامی کو دیکھا جائیگا جس کا بڑا اسلام میں ہے تو کہیں ناجائز کلمات بانی اسلام کے لئے استعمال کر کے نہ ملے گا کہیں کسی زمانہ میں عیدیں ایسا ہو کہ غلاموں کو لشکروں کی کمان سونپی گئی؟ اور غلام حضرت کے ناموں سے پکار گئے؟ یا کہیں مسیحی دنیا میں انیس سو برس سے ایسا ہو کہ آزادوں نے غلاموں کی تعظیم اپنے اوپر فرض سمجھ لی ہو اور ان کے آگے سر تسلیم خم کیا ہو؟

ان تمام صورتوں اور حالتوں سے جیسا کہ ہم لکھتے آئے ہیں یہ پایا جاتا ہے کہ مقنن قوانین شریعت اسلامی نے یہی مصلحت سمجھا کہ غلامی کی رسم ہیں ایک غیر عظیم سدا کر دے جس سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ آئندہ تبدیل ہوتے ہوئے یہ رسم بالکل دنیا سے نیست و نابود ہو جائے گی قرآن پکار پکار کر اس غلامی کی شہادت دے رہا ہے۔ حضرت اس غلامی کی کہ جو جہاد میں گرفتار ہو کر آئیں مگر قرآن یہ کہی نہیں کہتا کہ زبردست پکڑ کر لوگوں کو لونڈی غلام بنا کر قرآن نے یہ کہی نہیں کہا کہ وہ قید کرو۔ اگر ہم یورپ کی تاریخ کے صفحے اٹینگے تو ہمیں یہ بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ اکثر جنگوں میں جب ایک بادشاہ نے فتح پا کر دوسری سلطنت کے آدمی گرفتار کئے انہیں کیا تو زندہ چلا دیا یا پانی میں ڈبو کر مروا دیا یا انہیں مولیوں کی طرح باڑے میں بند کر دیا اور ان پر وہ وہ مظالم توڑے کہ جن کے بیان سے روح کاہنی ہے اسلامیوں نے اس کے خلاف

اگر اپنا دوست بنا کر کہا اور اپنی اچھی بُری صحبت کا انہیں شریک کر لیا تو بتاؤ کونسی زیادتی کی  
یہہ دوسری بات ہے کہ کوئی عیسائی یہہ کہے کہ مسلمان بردہ فروشی کرتے ہیں اور انہوں نے بعض بعض  
اوقات یہہ یہہ ظلم کئے ہیں اسکا بحث میں کچھ ذکر نہیں ہمیں اسلام اور اس کے اصول سے بحث  
کرنی ہے اور کہا نا ہے کہ اسلام کیا شہادت دیتا ہے رہا مسلمان کے اعمال کی بابت اس کے ذمہ دار  
ہم کہیں نہ بینکے و جہ یہہ ہے کہ ہر قوم میں اچھے بُرے ہوتے ہیں اگر موجودہ یورپ پر غور کیا جائے تو معلوم  
ہو کہ اناجیل کے کتنے احکام کی بردی ہوتی ہے زنا قمار بازی می خوری کی کہا شک چوچنگی ہے بردہ  
فروشی نے کس کس نے رنگ میں جلوہ کیا ہے بے پناہ دوشیزہ خواتین کا تاج کس جبر و تعدی سے اتارا  
جاتا ہے اور مفلسی نے کتنی کتنی عصمت پناہ روکیوں کو تباہ کیا ہے ایسے مطالب کا پوشیدہ ہی رہنا  
بہتر ہے پہلے اپنے گریبان میں ہر شخص کو منہ ڈالنا چاہئے پھر دوسرے پر اعتراض جانے کے لئے مستعد رہنا  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان دیا ہے تو اپنے کو ایسی قوم میں کہرا ہوا دیکھا  
کہ جن کی گھٹی میں رسم غلامی پڑی ہوئی تھی اور میر سے لیکر غریب تک اپنی اپنی حیثیت کے موافق ٹونڈ  
غلام رکھتا تھا آپ کی معنی خیز اور تلخ پیداکرنے والی نظیر نہ صرف اپنے ملک کی چار دیواری میں  
پابند ہو کر جگر نگاہی تھیں بلکہ آپ پڑوسی سلطنتوں کی حالت کو بھی بغور ملاحظہ فرما رہے تھے اس  
لحاظ سے اس والا تر ذات اور مقدس نفس نے یہ مناسب سمجھا کہ رسم غلامی کے متعلق قوانین ایسے  
سخت اور شدید جاری کرنے چاہیں کہ یہہ لوگ گھبرا کر خود ہی چھوڑ دیں کیونکہ یہہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے  
اور شب و روز تجربہ میں آتا ہے کہ جلاب دینے سے پہلے طبیب منضجین پلاتا ہے جب مادہ خوب  
جاتا ہے پھر دستوں کی دوائی دی جاتی ہے اس قسم کی اصلاح بمقتضائے قانون فطرت ہو اگر قی  
ہے اور اس ترکیب سے ہر مسئلہ پر غلدرآمد کرنا عین حکمت ہے۔ آپ نے یہہ سخت قانون مقرر فرما دیا تھا  
کہ جنگ میں جو لوگ گرفتار ہو کر آئیں کیا تو وہ اپنی آزادی کے لئے حقیقت سافدیہ دیکر رہائی پالیں  
یا اپنی ملازمت کے منافعون میں سے ادا کر کے آزادی حاصل کریں یا ان تنخواہوں میں سے جو انہیں  
ان کی خدمت کی ملے گی زرخدیہ ادا کر دیں اور اپنی آزادی خرید کر چلے جائیں میں نہیں جانتا کہ یہہ  
کون ظلم اور کس طور کا جبر ہے جبر یورپ میں بہت شد و مد سے بحث ہو رہی ہے اور جبر نہیں کیا  
کیا گھبرتین اسلام کی نسبت۔ ہو رہی ہیں انچکا سر نہ پیر۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہہ  
قانون مقرر فرمایا ہے کہ غلام کے پاس اگر اب دو مذکورہ بالا وسائل میں سے ایک مسلمہ ہی اپنی رہائی  
اور اپنی آزادی اپنے آقا سے مول لینے کا ہو تو وہ مسلمانوں سے اپیل کرے اور پھر مسلمانوں کا قی  
قرار دیدیا ہے کہ وہ اسکی اپیل کو سہیل اور اسے رہائی دوادیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ  
عنه نے یہہ سنا تو آپ نے کئی بردے خود ہی آزاد کر دئے اور کئی غلام زرخدیہ دیکر دوسروں کے

پاس سے آزاد کرادے۔ اسلام میں جو حقوق غلاموں کے مقرر ہوئے ہیں وہ کسی آزاد سے کم نہیں ہیں عیسائیوں کا مذہب خرقہ کا کہ اگر ایک آزاد غلام کے ساتھ شادی کرے تو وہ کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے اور حاکم یا گورنر یا بار بار یا ایسا عہدہ دار یہ رسم صدیوں تک برقرار رہی لیکن اسلام نے بالکل نئی رو سے یہی کہ چاہئے کہ وہ آزاد ہو کر خود مختار بن کر اپنے حقوق عطا کرے اپنی شادی کرے بہن بھائی یا بیوی قرار دیا جاتا تھا اور انہیں پورے حقوق عطا ہوتے تھے حضرت شہر باز رضی اللہ عنہما پر خیالی کر لیا جائے کہ جو فقیر امام حسین شہید کربلا کی بیوی تھیں گو آپ غیر دو شہداء ایران کی صاحبزادی تھیں لیکن زانیہ کو بندی میں آنے کا نام قائم کرنا تو اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت شہر باز کی بیوی زبردست تعظیم اسلام میں کی جاتی ہے اور کیسا معزز مانا جاتا ہے۔

اگر غلامی کی فطرت پر ہم ملاحظہ کریں تو ہمیں کہل جائیگا کہ غلامی کوئی مرض نہیں ہے جس سے انسان خوف بہا کر بھاگے یا کوئی ایسا عجیب نہیں ہے کہ جس سے ان کی صفات زائل ہو جاتی ہیں اور ضمیری جو ہر دن کی حکم مدہم رہ جاتی ہے یا یہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کہ جس سے ذاتی لیاقتی مادہ میں کچھ شغل واقع ہوتا ہے جو لوگ مقابلہ کر کے گرفتار ہوتے ہیں انہیں غلام غلامی سے تعبیر کیا ہے جسکی حقیقت کو ہائے اسلام نے صاف طور سے کہہ دیا ہے مگر اس سے پہلے اور توہین غلاموں کو ایسا کر دیا اور ذلیل جانتی تھیں کہ ان کو ہر طرح تکالیف جنم دینا اور معمولی خطاؤں پر سسرالے موت دینا یہ ان کا روزمرہ تھا وہ تو عین جب باہم جنگ کرتی تھیں اور لوگ جنگ میں سے گرفتار ہو کر آتے تھے تو یہ ان کے تان میں داخل ہوا کہ سکو قتل کر ڈالا جائے اور ایک مقتول کو یہی نہ ہو کر آجائے چنانچہ روزمرہ اسی پر عملدوار ہوتا تھا مگر اسلام نے اس قصائی پٹے کی بیخ و بنیاں اکیر کر ہیشک کی او یہ قرار دیا کہ ان زندیان کو زندہ رکھنا اور خلیفہ سے قیدی پر چھڑو دینا اور ان پر ہر طرح شفقت کرنا یہ انسانی ذات کے لئے ناگزیر امر ہے۔ اتنا اپنے غلاموں سے صفت کام نہ لیتے تھے ان کا فرض تھا کہ وہ انہیں تنخواہ دینے سے کپڑے پہنائیں اور اپنے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھا کر کھلائیں۔ اسلام میں بردہ فروشی کی سخت مخالفت ہے ایسا زبردستی قتل کو نہ انسانیست تصور کیا ہی تو مذہبی غلاموں کا آزاد کرنا نیکی اور خدا ترستی کا ثمر ہے شاکر کام شاکر کیا گیا ہے اسکی قطعی تائید ہے کہ کسی مومن کو غلام نہ مانا جائے۔

حکایت لاطینی عیسائیت میں مذکور ہے کہ جو کافر جو کہ قتل کر دے اسے جان۔ اس قانون نے ہر کافر کو موت دے دی تھی لیکن عیسائیوں نے اس قانون کو بدل دیا اور یہ کہ اگر کافر کو زندہ رکھا جائے تو وہ کافر نہیں رہتا بلکہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس کا ثمر یہ ہوا کہ عیسائیوں نے دنیا کو بھرا دیا لیکن ان کا کارنامہ انسانی انسانیت اور انسانی اخلاق کے لئے مہارہش قرار دیا جاتا ہے۔ اس کا رد یہ ہے کہ اس کو چرچ کی حلقہ بندی سے ہی جاتا ہے۔



یاد دہرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے پیدا اعلان دیدیا تھا کہ مومن کیسی غلام نہیں بن سکتا۔ لیکن مسیحیوں میں بڑا فروشی کی رسم اسلام کے خلاف بہت دہوم دہام سے جاری رہی اور وہ اسکی بڑی تجارت کرتے تھے۔ قرآن میں جس غلامی کی نسبت ذکر ہے وہ دراصل یہ ہے کہ جب شرک والہ کفار مسلمانوں پر چڑھائی کریں اور انہیں ستائیں یا شک کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے شمشیر بہت ہوں ایسی صورت میں اگر ان کی فتح ہو جائے گی اور دشمن کے لئے دے دیے سپاہی کو فائدہ نہ کر سکیں گے تو یہ حکم ہے کہ انہیں زبردستی لیکر چوڑ دو مقصداً قانون قدرت مقابلہ کرنے اور بڑا کر کے غلام کی کچھ تو کسناد جائے اور جو وہ یوں ہی چوڑ دیا تو خیر نری اور جنگ کرنے کی سزا ہی مشہور نہ کرنا ہوئی تھا انہی خطا اور تقاضا میں تمدن کے مطلق خلاف یہ ہم نہیں سمجھتے بلکہ نظر انصاف سے ملاحظہ کیا جائے ساتھ اس کے ان آقاؤں کو سخت تاکید ہے کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

اگر اس زمانہ کے اسلام کی حالت پر انصافاً خیال کیا جائے جب بھی ہر مسلمان لاکھوں بت پرست دشمن ایمان بدوں سے گہرے ہوئے تھے اور جو سپاہ گٹھا کی طرح مطلق اسلام کو گہرے ہوئے تھے اور ہر مسلمان اپنے خدا کے پیروں پران سے جنگ کر کے غائب آئے تھے ایسی خفاک نازک صورت میں فرض تھا اور یہ مقصداً قانون قدرت لازمی تھا کہ وہ غلامی کی رسم کو اپنی شوکت اور مدد قائم کرنے کے لئے جاری رکھتے تاکہ مخالفین اسلام کو تہذیب ہوا و ان کی جمعیت بڑھے اگر اس مصلحت ملکی کے خلاف کوئی راجس فیجا بیگا تو اسے ہتیار لیکر بچھڑنے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے۔ یا ایسی بے معنی اور مہمل گو اس فخر و خودی بچھڑ ہی مبارزت کرنے پر آمادہ ہے۔

ابرا

اگر اسلامی تاریخ کے صفحے اٹے جائیں تو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ مشرکوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں سے جو جو مصیبتیں کہ مسلمانوں کو اٹھانی پڑی ہیں اس کا کوئی ہی حد و حساب نہیں مسلمانوں کا اپنے مشرقی اور مغربی وحشی قوموں سے مدت تک مدت جنگ کرنا اور اٹھانی خفاک دشمنوں کا کلہ بکل جواب دینا ایک ایسا امر تھا کہ جو ایک قسم کی عداوت مشرکوں کی طرف سے ان کے دل پر بہانے والا تھا آؤ ان کے اس غصہ نے انہیں یہاں تک آمادہ کیا کہ وہ ہی عیسائیوں کی بددشمنی کرتے لگے اور جواب بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہے۔ سورنہ کوئی وہ ان کی بددشمنی کرنے کی نہ تھی۔ جب وہ ہر طرف سے بہت ستائے گئے تو انہوں نے بھی ہر یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب رام دیل دے کہ وہاں عام کر جائے اور انہیں دیکھنا کہ ان کا ہنگامہ دفع ہو چکا ہے انکس برہمنیت نے امر لکھتے عورت مرد کو دینا اور میں سلوینا میں پہلے بار بچا پڑا کیا وہاں دو مقامات کے اور تھانوں میں ہی صدر امر لکھتے کے ردا عین دہر کے جی لین اور اس بددشمنی کو ایک انتہا سمجھا اور انھوں نے خوش نام میں بددشمنی کی تہا بخالی لکھا



اپنے دشمنوں کو گرفتار کر لیں اور اوہر دہر فروخت کر ڈالیں مگر ایسے فروخت شدہ غلام ہی ایک دن شہنشاہ بن گئے مین اور انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔  
مثلاً تند و تیز ترکان اور افریقی عرب جنہوں نے اپنی شجاعت اور بہادری یا ناسوری کا یہہہ نمودار کر لیا تھا کہ وہ مخالفین اسلام کو بکیرین اور انہیں فروخت کر ڈالیں بعض اوقات انہیں اسلام اور غیر اسلام میں بھی شناخت نہ ہی تھی تو ان ترکمانوں اور وحشی افریقیوں کا کوئی فعل اسلام کے اعمال اور افعال کا وکیل نہیں بن سکتا۔ مثلاً قوم جو چو جنہوں نے سچھی جنوں امریکہ کے وحشی حصوں میں ایک مذکور کہا تھا اور ادھر ادھر برودہ فروشی کرتے پرتے تھے نہ صرف برودہ فروشی بلکہ ٹوٹا مارنا عیاشی کرنا۔ می نوشی کرنا یہہہ ان کا برودہ تھا۔

کثیر الازواجی کی طرح رسم غلامی بھی تمام عالم میں جاری اور ساری ہتی پہلے یہہہ رسم نامرتیب یافتہ اور وحشی قوموں میں رہی اور بعد ازاں اس نے شائستہ اقوام میں اپنے ماہتہ پر سلائے اور استواری سے اس کے قدم جمے کہ جب تک اسلام نے اسکی بنیادوں کو متزلزل نہ کر دیا اسکو ڈال نہ آیا اور یورپ میں اس کی بنیادیں اکہیر کرنے پہنکی گئیں۔  
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی قطع برید یعنی زندہ شخص کا عضو کاٹنا بہت زور شور سے منع فرما دیا اور اس کی تاکید کر دی کہ کبھی یہہہ غیر حیا نہ کام نہ کیا جائے یہہہ سخت مانعت اس زمانہ میں ہوئی تھی جبکہ سلطنت قسطنطنیہ اور ایران اس میں دو باہوا تھا اور ان دو سلطنتوں میں بہت آزادی سے انسانی عضو کاٹتے تھے۔

برودہ فروشی کا چار خلفا یعنی حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ ان کی خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے کوئی غلام خریدایا فروخت کیا نہ ان کے دفتر کے کسی غلام و ترکمان صرف اس خیال سے نہ ہی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سزا دی ہو یا اپنے قیدیوں کو خواہ و نہی ہو یا شیعوں (گودہ خود متعصب نہی مین) مجبور کر کے مین کہ وہ اپنے کو کافر کہیں اگر وہ اپنے کو مسلمان کہیں تو ترکمانوں کی سرکشی اپنے غلام سے ظاہر ہوگی مگر افریقی عرب اپنے غلاموں کی نسبت خیال کرتے مین کہ مین حیا مین حاصل ہونے مین۔  
شیر جو سلف تمام مین جو بڑے شہور سیاح افریقی مین انہوں نے اپنی ایک چٹھی مین جوہر اور میر شہداء کو لکھ کر مین کہ مین سرکشی افریقی کے برودہ فروشی کی نسبت یہہہ تحریر کیا ہے۔ مین نے نال کہتا ہوں کہ مین یہہہ نسبت آپ کے سرکشی وسطی افریقہ کے نامہ نگار سید احون کے میرا تجربہ برودہ فروشی کی نسبت بہت بڑا ہوا ہے۔

شرقی وسطی افریقہ مین برودہ فروشی کی ترقی کی بڑی وجہ یہہہ ہے کہ ان ممالک مین اسلام کبھی تطبیق نہ ہی نہیں کیا گیا مگر تمام سنیوں میں سب یہہہ کہ اسلام کی وسعت ہی اپنے ہمراہ برودہ فروشی کی سہ کو لکھی۔ جن براسن اور عظیم ممالک براسن سے مغربی افریقہ اور وسطی سوڈان مین اسلام سیلا دہ حجت و جم وسائل ہر ناظر کے دیکھنے کے قابل مین وہ اس کے سبب کو صوف بہہ لکھتا مین، یہاں اسلام اپنے اسی جوش سرگرمی اور افریقی اور ترکمانوں کے گہری ہے جیسا کہ ابتدا ابتدا مین تھا اور اپنے اسی جوش کے بولے جوش کی وجہ سے اسے عجبت کا یا بی ہونی جانی ہے اور وہ قدم قدم افریقہ مین سیلا جاتا ہے۔  
یہاں سیاح افریقہ کی رائے ہوئی۔ ناظرین اس سے اندازہ کر سکتے کہ نفس اسلام مین برودہ فروشی کا کہیں نہ ہی نہیں ہے نہ ان کا اسلام مین بری ہی ناچند و چند جوان سے خود بخود ممالک و وسعت مین ہو گیا کہ جن مین اسلام یا ماننے اسلام کی ہدایت سے گور کا نہیں ہے۔

میں یہہ پتہ لگتا ہے کہ غلام غلام اتنے روپیہ کو خرید گیا۔

ان خاندان بنی امیہ کی خلافتوں میں اصل الاصول اسلام میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا۔ حضرت معاویہ کے وقت میں غلاموں کی خرید و فروخت ہونے لگی تھی اور آپ کے وقت سے یہ غلاموں کی حفاظت کے لئے خواجہ سراؤں کا رکھنا یہی جاری ہو گیا تھا جسکی نقل قسطنطنیہ سے لیا گیا تھی۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی زمانہ میں حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے بہت دھرم دہم سے غلامی یا بردہ فروشی کے خلاف دغظ فرمائے اور آپ ان بتیجہ روم کے سخت مخالف تھے۔ حضرت امیر معاویہ کا غلاموں کی خرید و فروخت کرنا ان ہی مجبورین کی وجہ سے تھا جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں گو یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے محض نیک نیتی سے مجبور ہو کر خرید و فروخت غلاموں کی ایک حد تک چارہ قرار دیدی ہوگی بہرہی اس میں ہلکے نتیجہ مضمر تھا جسکا ظہور آئندہ سلاطین کے لئے اچھا نہیں ہوا اور آخر یہاں تک نویت پہنچی کہ غیر قوموں کے آگے مسلمان ہی تکریم الازداجی اور بردہ فروشی یا رزم غلامی کے بانی قرار دیئے گئے۔

وہ دن آگئے ہیں کہ آزادی کی دھوم جارہی  
طرف سے چھے آقا اپنے ملازم پر پھجڑ کر سکتے  
اور ملازم اپنے آقا کی بیجا مابندی  
نہیں کر سکتا۔ گو اس فخر  
کا یورپ بہت بڑا

مستحق ہے اور  
نیچر ہے یہ

آزادی اسی کو بخشی ہے لیکن ابھی سچا رہ ہندوستان اس آزادی حاصل کرنے کی قوت قدرت سے کم نہیں رکھتا جس آزادی پر یورپ آج کل فخر کرتا ہے اسکی بنیاد تیرہ سو برس پہلے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی تھی اور آپ نے خلیفہ یا سلطان دقت کو ان کے مسلمان سے مساوی کر دیا تھا جسکی کیفیت ہماری تصانیف سیرۃ الابوبکر۔ الفاروق سیرۃ العثمان اور سیرۃ العالی میں شرح اور مفصل لکھی ہے۔

غلامی اور بردہ فروشی کی ہو کچھ اصلی کیفیت تھی میں قلمبند کر چکا ناظرین بشرطیکہ وہ اضافہ سے نظر کر رہیں معلوم ہو گیا کہ بائیس اسلام دنیا کو کہاں تک اور مصیبت بجا دی اور ان کو بند کی ظاہر کے آگے جان بچائی

## بندرمہوان باب آئندہ زندگی کا خیال

آئندہ زندگی کا خیال چھانٹنا کیا جاتا ہے یہہہ وہاں ہوتا ہے کہ یہہہ انسانی نسل کے ساتھ دنیا میں پیدا ہوا ہے دنیا کی تمام قومیں خواہ بت پرست ہوں یا ستارہ پرست آتش پرست ہوں یا خدا پرست غرض سب اس بات کا یقین اپنے دل میں استواری سے رکھتی ہیں کہ ایک دن ہر کریم روحانی زندگی حاصل کریں گے اور ہمارے اعمال کی سزا جزا ضرور ہے چین۔ ملے گی یہہہ دوسری بات ہے کہ ہر قوم نے اپنے نئے نئے خیالات آئندہ زندگی کی بابت ظاہر کئے ہیں اور وہ زمانہ اب آ رہا ہے اور اثر برپا ہو رہا ہے نئی نئی رائے قائم کر گئے جنکی تقلید ان کی اولاد اتیک کرتی ہے اور اسی خیال کو باریہ افتخار سمجھ لیا ہے واقعات گزشتہ کا ایک محتاط امتحان جو قوموں اور گروہوں کے ابتدائی زمانوں کا کیا گیا ہے چین اس یقین کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور ہماری اس مطلب کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ہم یہہہ یقین کر لیں کہ آئندہ زندگی کا خیال انسانی ضمیر کی فطری نشاندہی اور وسعت کا بہت بڑا نتیجہ ہے۔

کر پرنے زمانہ کے نرے وحشی آدمی موت کو زندگی کا انجام سمجھتے تھے اور یہہہ جانتے تھے کہ جو کچھ اب ہے بس وہی ہے اس کے بعد کچھ بھی نہ ہوگا اور ہمارا جسم روح کے ساتھ فنا ہو جائیگا یعنی جس کے فنا ہونے پر روح ہی عام قسمت کی حصہ دار بنے گی انسانی نسل کے ہر حصہ تک تو اپنے اس وحشیانہ خیال میں مبتلا رہی لیکن اس کے بعد انسانی مخلوق کے لئے دوسرا زمانہ آیا اور اس نے دوسرے اسٹیج پر قدم رکھا اولیٰ اس کے خیالات کو اس کی آرزوں کے ساتھ وسعت ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ قبروں کے پرے تک اس کی نظریں پڑنے لگیں اور وہ اپنے خیالات کو دنیوی مدت کی چار دیواری سے پی آگے بڑھانے لگا اور اب اس نے زندگی کے دوسرے راستہ پر پیش قدمی کی اور پہلا خیال اس کے دل سے نیا منیا ہونے لگا۔ لیکن اس اسٹیج پر بھی روزانہ زندگی کی ڈراڑوں سے غیر فانییت کے خیال نے زیادہ ترقی نہ کی سوائے کہ گزشتہ زمانہ کے محدود تصورات نے خون کی طرح ان کی رگ رگ میں اثر کر رکھا تھا گو وہ نئی جگہ سے متزلزل ہونے لگے تھے اور اپنے بڑانے قیام کے مقام پر ڈگمگانے لگے تھے تاہم ابھی وہ اپنی جگہ پر قائم تھے اور اپنے آبائی خیالات کی بوجہ نہ کچھ انہیں باقی تھی۔ زندگی مرنے کے بعد صرف دنیوی

زندگی کا ایک سلسلہ ہی یا سلسلہ دہائی زندگی کو خیال میں لکھو اور بدن زندگی کو کیا اور اس یقین کی تمام عالم کو آخر کار کھینچا  
 آئینہ گردہ ہو تو کوئی چاہتا ہے کہ اس کا خوش حال ہو وہ وحشی ہون یا انسانیت ہون فطرتی طور پر آئینہ انداز ملاقات  
 کی ایک اطمینان پیشین گوئی چاہتا ہے کیونکہ اگر اس خوش آئندہ بشارت کا یقین نہ ہو اور یہ خیالی کر لیا  
 جاتا ہے کہ ہم دایمی - عمارت میں رہیں گے تو یہ دستور طبع کے لئے کتنا مہلک ثابت ہوتا ہے  
 مثلاً نو جوانیت کے قابل از وقت مان کی مہربان آغوش میں گرجا نا اور اسکی آنت ناک  
 سے لے کر بیکہ چاک کر نیا لایا میں وہ ہوتا ہے کہ پھر ہی موسم بچائے ایسی ناگفتہ بہ حالت میں ہی  
 اگر یہ یقین نہ ہو کہ ہم آئندہ زندگی میں یقین کے نو پیر کیوں کر زیست ہو سکتی ہے اور زندگی  
 آئینہ گردہ تمام اور سب سلسلے سے بے خبر ہو سکتی ہے۔ کیا ہی وحشی سے وحشی اور مہذب سے مہذب  
 ہوا اپنے کسی چاہتے دوست کی عارضی ملاقات کی حقیقت دائمی ملاقات سے کچھ بھی نہ سمجھے گا غرض  
 ہر شخص خود بخود - اس بات کا خواہش ہند فطرتی طور پر ہوتا ہے کہ میں اپنے متوصلین  
 سے ۱۰ انویسٹمنٹ حاصل کروں اس خیال نے وسعت کے ساتھ پیر ہیلا کے اور شرق سے  
 مشرق تک شمال سے جنوب تک آئندہ زندگی کا عقیدہ یا روحانی جو ہر دن کے بقا رہنے کا یقین  
 پھیل گیا اور ہر شخص اپنی جانفانی محنت اور خدمت قوم کے صلے آئندہ زندگی پر موقوف کر کے  
 اپنی زندگی کے دن باطمینان بسر کرنے لگا۔

اس کے بعد دوسری اسٹیج ہی ختم ہو گئی اور انسان نے تیسری اسٹیج پر قدم رکھا جہاں اس نے  
 اس امر کا یقین کیا کہ موجودہ خوشی اور تکلیف کچھ چیز نہیں ہے کیونکہ زندگی کی جتنی چیزیں ہیں  
 سب عارضی ہیں اگر خوشی سے زندگی بسر کی تو ایک دن اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور جو مصیبت  
 میں رہے تو ایک دن اس حالت کو فنا ہے غرض کوئی چیز رہی ہے نہ رہے گی پھر یہ پتہ ہو گا  
 کہ فانی اور غیر فانی چیزوں سے نفرت کریں اور ان پر توجہ نہ کر کے باقی کمالات حاصل کریں گے  
 کہ ہماری آئندہ زندگی ایسی آفے والی ہے کہ جہاں اس توشہ کی ضرورت ہوگی اور اس غیر فانی  
 والی زندگی میں یہ کمالات کام آئیں گے۔ اور جو کچھ کیا ہے اچھا یا بُرا اس کا پہل ضرور دیکھا  
 اب بیان سے ہم ایک اصول اور قانون تک جا پہنچے۔

انسانی ضمیر جب تک کہ کوئی اوپری یا روحانی قوت اسے سہارا دے کہی آئندہ زندگی کے  
 پسیدہ دن کو نفاذ کی سے سمجھ نہیں سکتا نہ اسے کوئی ایسا قابل اطمینان علم ہو سکتا ہے کہ وہ  
 آرام سے اپنی دنیوی زندگی آئندہ روحانی زندگی کی عمدگی کے لئے بسر کرے۔ گو دہر پیا پیا  
 کے موجودہ فلاسفر آئندہ زندگی کے ہرگز قابل نہیں ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر کام  
 وحشی بزرگون کا متبع کرتے ہیں کہ جن میں سوائے دنیوی زندگی کے اور کچھ آئندہ کی خبری نہ تھی

نفسہ یا سائیس کی تو یہ شان تھی کہ وہ انسانی خیالات اور یقین کی میسر ہی اسٹیج سے قدم اٹگے پڑتاتے نہ کہہ اور دو درجے پیچھے ٹھکرانہ خیالات کی پہلی سیڑھی پر جا جے اور اس میں اپنے علم کی پوری تکمیل سمجھی۔

یہہ تجوی دیکھ لیا گیا ہے اور یہہ دیکھنا نہایت دلچسپ ہے کہ آئندہ زندگی کے بارے میں سب قوم کے خیالات مساوی معلوم ہوتے ہی جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا گو الفاظ اور طرزِ جدا جدا ہے لیکن مفہوم سب کا یکساں ہے تاہم اکثر مذاہب کی آئندہ زندگی کی نسبت خیال زیادہ مضحکہ خیز ہیں اور ان کی بنیاد نہایت بوجہ اصول پر مبنی ہے یہہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آئندہ زندگی کا اصول پہلے پتھر سے معلوم کیا تھا اور آخر میں انہوں نے انسانی جاں چلن کے اصل الاصول پر قائم کر دی۔ انہوں نے راگوں کے خیال کے ساتھ آئندہ سزا اور جزا کا خیال غلط ملط کر دیا۔ ان قبر میں دوبارہ اٹھنے کے لئے اتارا جاتا ہے۔ مرنے کے بعد ان کو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے اور پھر اس کی سعیت آفتاب کے ساتھ ہو جاتی ہے جو تمام نسلوں اور مخلوقات کا سبب زندگی بنے خود زندہ ہے اور سب کو زندہ کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ انسانی روح مثل آفتاب کے غیر فانی خیال کی گئی تھی۔ تمام اجسام جو تحت الثری میں اترتے ہیں سب کی بابت یقین نہیں ہوتا کہ ان کے لئے بعث و نشر بھی ہوگا۔ متوفی کی اسیر نرا اور اس کے ۴۲۔ اسیر جانچ کرتے ہیں اگر متوفی کے جرائم ثابت ہو جائیں تو اس کی سزا یہی ہے کہ وہ فنا کر دیا جائے۔ اور اگر وہ مطلق بیگناہ ثابت ہوتا ہے تو اس کی تمام کدورت دھو دی جاتی ہے اور وہ کامل خوشی میں داخل کیا جاتا ہے اور آخر الامر اسیر نر کی ہمراہی میں رہنے کا شرف اسے مل جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بڑے بڑے لطف اڑاتا ہے اور خوش گوار لذت کھانے کھاتا ہے۔

ہمیں قدرتی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا مصر میں مدتِ مدید کے قیام نے انہیں آئندہ زندگی کا یقین دلا دیا اور ساتھ ہی وہ سزا اور جزا کے بھی قایل ہو گئے لیکن حضرت موسیٰ کے مذہب نے اس مذہب سے کوئی نئی بات پیدا نہ کی نہ آئندہ زندگی کی ایسی تشریح کی کہ جس سے اس میں کچھ فرق پڑتا۔ موسوی شریعت کے اصلی اصول کی بنا زیادہ تر دنیوی جزا اور سزا پر پائی جاتی ہے۔ قوانین کی قوت جو انہی نہایت ہی تنگ دائرہ میں پابند ہے بعث و نشر یا قیامت کا خیال مع ان تصورات کے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں اور خجاکا ذکر دنیا

دل تاریح قدیم مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ مصنف راسن صاحب۔

۲ تاریح قدیم مشرق مصنف لینارمنٹ جلد ۱ صفحہ ۲۲۴۔ ۳۱۹۔ اور ایچ مصنف تاریخ اصول حیات آخری

یا ہسٹری آف دی واکرٹن آف اے فیوچر لائف۔

۳ ایچ ایف ایف۔ ادبلاطینی عیسائیت یا لین کرچنائی مصنف ملین صاحب۔ جلد ۱ صفحہ ۴۳۔ ۲۱۵۵۲ وغیرہ



مبارک زمانہ میں تھے تو ہمیں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے ایرانی مستقل طور پر آئندہ زندگی کے قابل تھے نہ آہستہ کے عقاید صاف طور پر ہمیں آئندہ زندگی کا یقین دلاتے ہیں اور وہ بخوبی جزا اور سزا کا قابل تھا و نہ بداد اور بندہ پیش کا زشتی مذہب تھا۔ آہستہ کے آئندہ زندگی کے عقائد کی بہت دہم و دہم سے تائید کرتا ہے ان کا یہ یقین تھا کہ انسان مرنے ہی دیو اسکے جسم پر قبضہ کر لیتے ہیں اور تین دن کے بعد پھر اس مردہ جسم کو شہریت اور تہذیب عطا ہو جاتی ہے۔ جن روحوں نے کہ گناہ کئے ہیں اور ہمیشہ ان سے بُرے اعمال سرزد ہوئے رہے ہیں وہ مرتبہ ہی آزمائش کے طور پر ہائے دوا کے خوفناک پل کی طرف لیجائی جاتی ہیں کہ وہ اسپر سے عبور کریں لیکن گناہ کار ہونے کی وجہ سے وہ اسپر سے پار نہیں ہو سکتے ہیں نہ آزمائش یا امتحان موت کے دن کی تیسری شب کو وقوع میں آتا ہے۔ اور جو روحیں کہ گناہگار نہیں ہوتیں وہ بخوبی و خرمی اس خوفناک پل سے گزر جاتی ہیں اور بعد ازاں ہر مرد و عورت کی ہر کابی کا فخر و تہنیت مل جاتا ہے اور ان کے شہادت کے لئے سونے کا تخت اور خدمت کے لئے خوب صورت لڑکیاں ہوتی ہیں جبکہ جو ان بہشت کہہ سکتے ہیں۔ اور ہر عیشہ ان حوران بہشت کے ساتھ بخوبی اپنی زندگی بسر کرتی رہتی ہیں۔ مگر وہ بندہ روحیں جسے وہ سبب پل عبور نہیں ہو سکتا وہ اسپر خلیج و دوزخ میں جس خلیج کا وہ پل ہوتا ہے گرا دی جاتی ہیں جہاں دیوان سے بدسلوکی کرتے ہیں اور انہیں ایسی ایسی ایذاؤں دیتے ہیں کہ جو ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ آخر ہر فرد اس نراکی مدت کے بعد ہونیکا حکم کرتا ہے ان میں سے بعض تاجان اور شہنشاہت و جہت جاتی ہیں اور بعض کی نجات کے لئے وہ کہتا ہے کہ وہ سے ہو جاتی ہیں۔ اقسام و بنا پر ایک تہذیب و گاہ جہاں انصافی اور کذب کو اٹھایا گیا اور تمام عالم میں خوشی اور امن پیدا ہو گیا اور ہر فرد کی آسمانی سلطنت سب میں پھیل جائے گی۔ اور سو اس کے کہیں کسی کو نہ ملے گی۔ اس کے بعد ایک عام قیامت واقع ہوئی اور ہر دوست اور دشمنہ دار باہم لٹیں گئے جب یہ تمام کیفیت ہو چکے گی تو اس وقت برے اور پہلے کی تقریر کی جائے گی۔ گناہگاروں کا عذاب سب سے تر ہو گا اور سب چاروں وادیل پر دوڑا دوڑا پڑا پھر لگا اور اسپر سخت آفت اور مصیبت ٹوٹے گی اور جان کنڈنیوں میں وہ بچیں اور ہر آدمی ہر بلبلاتا ہوا دوڑ لگا اور اس کی بچینی سخت تکلیف دہ ہوگی۔ ایک دم درکش بار ستارہ زمین پر آ پڑ لگا اور دنیا میں آگ لگا دیگا پہاڑ بگل جائیں گے اور شیلی دھات کے موافق پھجائیں گے۔ تمام مخلوق اچھی اور بُری اس طوفان میں سے ہو کر گزے گی اور سب کی ہی حالت بدل جائے گی اور دوزخ کی بھی صفائی بخوبی کی جائے گی

علامہ سنی اس پیجز کو شیعہ نے لکھا ہے لیکن مغربی مصنفوں نے اس کا نام سنی اوج لیا ہے جو اور دیگر جہاں مقدم ہے ایک پیجز کا نام اور چند کبابی ہے اور دوسرے کا نام اور چند کبابی (دو لکچر جلد ۲ صفحہ ۱۰۱) ڈی سیسی پٹون اس ہی کو لکھا ہے۔ (سر ڈوائٹ ڈی۔ لای۔ پری۔ صفحہ ۹۵)۔



یہ ہیں جسے عزائی مسجد میں ہوجائیگی اور پھر مخلوق بیان سے باہر فرشتی اور راحت میں ہو کر اپنے  
دل گزار سے گی۔

یہ بہت نکات واقعات مذہب کے ہیں جو سیمیک عقائد میں بلا تبدیل ہیئت و مفہوم پیرے ہوئے ہیں  
اور ان کے حلقہ میں باہم کوئی غلطی نہیں ہے جن عقائد کا انتخاب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ  
و آلہ وسلم کا مذہب ہے۔

حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا تھا نوٹیشن اور اسیریوں کا زمانہ گزر چکا تھا صر  
سوی تمام دنیا میں حکومت کرتے تھے۔

یہودی اپنی آزادی ہمیشہ کئے لئے کہو چلے ایک نصبت خیز خالوسی نے حضرت داؤد علیہ السلام  
کے تختہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اس آزادی پر سیلیو سیڈیا جیسی قوی روح نے غلبہ کر کے  
اس کی ناقابل حکومت نشست گاہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہودیوں کی قومیں برابر تمام تمدنی اور اخلاقی  
مقتضوں میں منتزل کرتی جاتی تھیں اور ہ ایک تاریک تر راہ میں پڑی ہوئی تھے ٹوٹیاں مار رہی  
تھیں اور ان کا وہی امیدیں کام تمام ہو رہا تھا کہ ہماری مدد کو آسمان سے ایک سفارت آئیگی  
یہودیوں کو برباد کر کے پھر چین ہماری قدیمی سرسبز اور یہودی بخشی گی۔

حضرت عیسیٰ کے ظہور کے وقت یہودیوں کی سلطنت کی عجیب کیفیت تھی مشرق میں تو آتش تری  
نیر اپنا رنگ چار کہا تھا اور مغرب میں تو انائی فلسفہ نے اپنا پر تو ڈال رکھا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت  
عیسیٰ کی ذات پر ایمان لانا نہایت مذہب اور شبہ سے بھر انوا تھا یا اردل گروہ کی ایمانی آوازیں  
تھیں جو یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم حضرت عیسیٰ کی ذات پر ایمان لائیں شریف اور تعلیم یافتہ ایک نفس  
بھی ایمان نہیں لایا تھا حضرت عیسیٰ حضرت داؤد کی نسل میں سے تھے جنکا ارادہ تھا کہ میں پرین  
اور نیز عترت داؤد کو ایک جگہ جمع کر دوں کیونکہ انہوں نے اپنے ظہور کا خاص نشان الفاظ میں  
بیان کیا ہے، اس نے جواب میں کہا میں اسرائیل کے گھر کی کہوئی ہوئی پھیر وں کے سوا اور کسی  
پاس نہیں پہنچا گیا تو ہر خدا اپنے اپنی ذات خاص اس کام کے لئے وقف کر دی اور لوگوں کو تباد  
کہ میں بہر کام کرنے آیا ہوں لیکن کچھ یہی کام نہ بنا اور وہ سوائے چند چھوڑوں کے اور کسی کو بھی ایک  
جگہ جمع کر گئے۔ گو اپنے آسمانی بادشاہت کے بہت بہت کچھ سز باغ بھی دکھائے لیکن کچھ بھی نہوا  
اب چین یہ دیکھنا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی آئندہ زندگی تسلیم کرتے تھے یا نہیں تو اناجیل سے ہمیں  
یہہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے آئندہ زندگی کا اقرار فرمایا ہے جیسا کہ وہ دو تہذیبوں  
کو ڈراتے وقت کہتے ہیں، تب یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم سے چم کہتا ہوں کہ دو تہذیبوں کا

آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ ایک دو لٹمنہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ یہاں خدا کی بادشاہت سے وہی آئندہ زندگی کا نیک پہلو مراد ہے جو اسلام میں مانا گیا ہے۔ دوسری جگہ پر آئندہ زندگی کی بابت تذکرہ ہے مثلاً،، یسوع نے جواب میں ان سے کہا تم نوشتوں اور خدا کی قدرت کو نہ جان کر غلطی کرتے ہو کیونکہ قیامت میں لوگ نہ بیاہ کرتے نہ بیاہے جاتے ہیں بلکہ آسمان پر خدا کے فرشتوں کی مانند ہیں۔ اور مردوں کے جی اُٹھنے کی بابت خدا نے جو تمہیں فرمایا وہ تم نے نہیں پڑا کہ میں ابراہام کا خدا اور اضرحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں خدا مردوں کا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے آسمان کی بادشاہت کی تشریح مفصلہ ذیل بے معنی اور مبہم الفاظ میں کی ہے جس سے آسمانی بادشاہت کی حقیقت صراحت سے نہیں معلوم ہوتی چنانچہ وہ فرماتے ہیں،، کیونکہ آسمان کی بادشاہت اس صاف خانے کے مانند ہے جو ٹرکے باہر نکلتا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگا دے اور اس نے مزدوروں کا ایک دینار روزیہ مقرر کر کے انہیں اپنے انگورستان میں بھیجا اور اس نے پہر دن چڑھے باہر جا کے اور ونکو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا تم ہی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجب ہے تمہیں دو نکا سو دے گئے پھر اس نے دو پہر اور تیسرے پہر کو باہر جا کے ویسا ہی کیا ایک گھنٹا دن رہتے پہر باہر جا کے اور ونکو بیکار کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدور پر نہیں رکھا اس لئے انہیں کہا تم ہی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجب ہے سو پاؤ گے جب نام ہوئی انگورستان کے مالک نے اپنے کا مزدور ونکو ملا اور پچھلوں سے لیکر پچھلوں تک ان کی مزدوری دے جب وے جنہوں نے گھنٹہ پہر کام کیا تھا اُسے تو ایک ایک دینار پایا جب دھجے آئے انہیں یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاویں گے پھر انہوں نے ہی ایک ایک دینار پایا انہوں نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کڑ کڑائے اور کہا پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کا کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے تمام دن کی محنت اور دھوب سہی اس نے انہیں سے ایک کو جواب میں کہا اے میاں میں تیری بے انصافی نہیں کرتا کیا تو نے ایک دینار پر مجھے اقرار نہیں کیا۔ تو اپنا

عجب مکرنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ نے انگورستان کا ذکر کوں کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ اتنی کبی جوڑی کہا نی سے  
 جو نتیجہ انہوں نے نکالا ہے وہ بہت ہی خفیف ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جس شہر میں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے  
 تھے وہاں انگوروں کی کاشت خوب ہوتی ہوگی یا حضرت عیسیٰ کو انگور زیادہ پیاتے ہونگے کیونکہ جہاں آپ نے  
 کوئی مثال دی ہے انگورستان ہی کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ خیر میں اس سے کچھ بحث نہیں صرف یہ کہنا  
 ہے کہ حضرت عیسیٰ آئندہ زندگی کے قابل تھے چنانچہ ایک جگہ وہ اور بھی فرماتے ہیں ،، اور دے ہمیشہ  
 کے عذاب میں جائینگے بر راست باز ہمیشہ کی زندگی میں درد اور ایک جگہ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں ،،  
 کیونکہ جب مردے آئینگے تو دے نہ بیاہ کرینگے نہ بیلا ہے جائینگے بلکہ جیسے فرشتے جو آسمان پر ہیں ویسے ہونگے وہ  
 اسطرح اور یہی بہت سے مقامات پر حضرت عیسیٰ نے آئندہ زندگی کی بابت کہا ہے اور آپ جزا و سزا کے قابل ہوں  
 ہیں۔ لیکن آپ نے سوائے آسمانی بادشاہت کے لفظ کے آئندہ زندگی کی اور کچھ تشبیح نہ فرمائی ایک جگہ آیا ہے کہ دنیا  
 کے دن ایک ٹمبو میں سب جمع ہوں گے اور وہاں خداوند اپنے دوستوں کے اپنی آئینوں سے آئینوں کو چھینے گا کیونکہ  
 اپنی ان صیبتوں کو یاد کر کے روئینگے جو ظالموں نے انہوڑی تھیں۔ یہ تمام باتیں گوا آئندہ زندگی کا ایک سچا  
 خیال دیتی ہیں لیکن ساتھ ہی اسکے مادی کے خیالات کی خامی معلوم ہوتی ہے گویا کلمے ایک ایسے شخص کے لئے  
 زیادہ موثر ہو سکتے ہیں کہ فانی اللہ کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے اور جو قوم یا جو گروہ کہ نراؤشی ہے ان کے لئے یہ  
 معمولی الفاظ ہرگز اپنے میں تاثیر بخش جو ہر نہیں رکھتے۔ ایک جگہ اپنے نہایت جرات سے یہ بشارت دیتی  
 کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آویگا تب ہر ایک کو اسکے اعمال کے موافق  
 بدلادینگا دودھ پہر اور جگہ اپنے فرمایا ہے ،، مردے اپنے قبروں سے اٹھینگے اور مسیح انصاف کے  
 تخت پر بیٹھیکا دوجن لوگوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان خوشنما اور راحت اخرا قیامگا ہوں  
 بیسیگا جو ابتدا سے پیدائش عالم سے تیار کی گئی ہیں اور جنہوں نے بُرے اعمال کئے ہیں ان سے  
 یہ کہینگا ،، تب وہ بائیں طرف والوں سے ہی کہینگا اے ملعونوں میرے سامنے سے اس ہمیشہ  
 کی آگ میں جاؤ جو شیطان اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے کیونکہ میں یہو کا تھا  
 پر تم نے مجھے کہا ہے کہ نہیں دیا پیاسا تہاتم نے مجھے پانی نہیں پلایا پردیسی تہاتم نے مجھے اپنے گہ  
 میں نہ اٹھار اٹھکا تہاتم نے مجھے کڑا نہ پھنپا یا بیمار اور قید میں تہاتم نے میری خبر نہ لی دودھ یہاں سے  
 دوزخ اور اس کے دائمی عذاب کی پوری حقیقت کہلتی ہے تعجب ہے کہ عیسائیوں کا خداوند فقط  
 اس جرم میں کہ لوگوں نے اس کی کسی حالت میں مدد نہ کی دائمی جہنم میں جہونکتا ہے ہر عیسائی  
 کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے اپنے دشمنوں کے لئے جہنم تجوڑ کر

حکمتی ۲۰ باب آیت - ۱۶ - حکمتی ۲۵ باب آیت ۲۶ - حکمتی ۱۲ باب آیت ۵

حکمتی ۱۶ باب آیت ۲۷ - حکمتی ۲۵ باب آیت ۲۱ - حکمتی ۳

جہاں سانپ بچو ہون گے اگر وہ اس مقام کو اکھبین کہو لکڑی کہیں تو انہیں معلوم ہو کہ انہیں  
 انشان پیغمبر عرب نے ان دشمنوں کو دوزخ اور سخت تر عذابوں کی نشارت دی ہے کہ انہیں  
 نے خدا کے جلال کے ساتھ بے ادبی کی اور اسکی لازوال قوتوں پر ہر دوسے کرنے سے منکر ہوئے۔ خدا  
 ایک نام پر فقہہ بازی کی اور اسکی دائمی والا شان ذات پر نہ آئے ایسے بے ادب سنگین ال  
 ستاخون کے لئے ارشاد ہوا تھا کہ ایسے لوگوں کا ہمارا جہنم ہے آپ نے یہی یہ نہیں فرمایا کہ جو  
 تم سے میری مدد نہیں کی اسلئے میں تمہیں دائمی جہنم میں جہنم کوں گا یہاں تک کہ اپنے اپنی ساری  
 رشتہ رقبہ کے قاتل کو جب وہ گرفتار ہو کر آیا بغیر سزا دیئے چھوڑ دیا اور اگر فرمایا تو یہ فرمایا کہ جا اور  
 جرم سیکھا۔ آپ نے اپنے ان دشمنوں کو جہنم نے ستانے اور ہلاکت میں ڈالنے کی پوشیدہ اور علانیہ  
 کوئی بات اٹھانہ یہی ہوتی قبضہ پانے کے بعد یہ دعا دیکر چھوڑ دیا کہ خدا تمہیں ہدایت کرے، اگر دنیا  
 میں انصاف کوئی چیز ہے اور یا چکر لگا اندازہ ٹھیک اور درست ہے تو اس مقابلہ پر خیال کیا جا  
 صرف اس بات پر کہ تم نے مجھے روٹی ہو کر کی حالت میں کہا ہے کہ نہ دی اور پیاس میں پانی نہ دیا  
 اسلئے تم دائمی جہنم چوکے گئے کیا رحم اور خدا ترسی کی یہ مثال کافی ہو سکتی ہے۔ جب حضرت عیسیٰ  
 نے مدد کرنے والوں کے ساتھ یہ کیفیت ہے تو خبر نہیں ان لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی کہ جہنم نے  
 انہیں تکلیف دی اور جن کے خوف سے اوہر اوہر رہا گئے پھرے اور آخر جہنم نے زبردستی پکڑ  
 کر صلیب پر کھینچ ہی دیا اور کچھ بنائے بن نہ پڑی ان لوگوں کی دیکھئے حضرت عیسیٰ کیا حالت کرتے ہیں  
 اب ہم پھر اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں حضرت عیسیٰ نے جہاں آسمانی بادشاہت  
 کی نشارت دی ہے وہاں عذاب کا یہی بیان فرماتے گئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں،، اور میں تم سے  
 ہٹا ہوں کہ تمہارے پورے اور بچم سے آئینکے اور ابرہام اور اسحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی  
 بادشاہت میں بیٹھنے پر بادشاہت کے فرزند باہر کے اندھیرے میں ڈالے جائینگے وہاں رونا اور  
 دانت پیسنا ہو گا وہاں پھر اکچا قول دوسری جگہ نقل ہے،، وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا جب  
 ابرہام اور اسحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہت میں شامل اور انکو باہر نکالا  
 کہہ ہو گے۔ اس کے بعد دوسری جگہ صفات طور رحمت کے کہا انوں اور مرے ارانے کی بابت بیان  
 کیا ہے یہ عیسائیوں کا محض ہٹ دہرجی اور تعصب کا اعتراض ہے کہ وہ مسلمانوں کی فریفتی  
 اور مقرر کی ہوئی بہشت پر منہ آتے ہیں انوس ہے کہ وہ اپنی کتاب کو نہیں دیکھتے جہنم صفت  
 اور بہشت کی نعمتوں کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ بہت زور دیکر بیان کرتے ہیں،، تاکہ میری  
 بادشاہت میں میری میز پر کہاؤ بیو اور تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ گروں کی عداوت کرنا

اس کے بعد حضرت عیسیٰ بھی اس کہنا میں حصہ دار بنا چاہتے ہیں یا یہ کہہ کر بیٹے مثلاً اس میں آیا ہے، "میں تم سے کہتا ہوں کہ انکو رکے پہل کارس پہر نہ پوین گا اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنی باپ کی بادشاہت میں نیا نہ پوین دا

حضرت عیسیٰ نے جب فرمایا یہی فرمایا کہ قیامت قریب ہے خدا کی بادشاہت کے دن آگے اور اس مضمون کو اس قدر وزرے دے کر بیان کیا کہ جس سے یہہ معلوم ہوتا تھا کہ دو جاہی سوز میں قیامت برپا ہو جائے گی مثلاً ایک جگہ آب فرماتے ہیں، "جب دے بہتین ایک شہر میں ستادین تو دوسرے شہر ہواگ جاؤ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چلو گے جب کہ ابن آدم نہ آئے وہ ایک اور جگہ اس سے یہی زیادہ قرب کا زمانہ فرمایا ہے گویا اپنی ہوتی جائے گا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگ گزرنے جائینگے جب تک یہ سب کچھ واقع نہ ہو جائے پہر آپ نے ایک جگہ یہ فرمایا، دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے اجاڑ چھوڑا جاتا ہے اور میں بہتین سچ کہتا ہوں کہ چھوکنہ دیکھو گے اس وقت تک کہ تم کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے وہ

عمری حضرت عیسیٰ نے موجودہ زندگی اور شان و شوکت دنیوی کی کچھ قدر نہ کی اور آپ ہمیشہ آئندہ زندگی کی قدر و قیمت فرماتے رہے چنانچہ اپنے اپنے متعین کو دنیا کے کاموں سے معطل ہونے کی نچوڑا الفاظ میں صریح طور پر تعلیم فرمائی ہے اور کئی کئی بار زور دے دیکر یہ بیان فرمایا، اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے لئے فکر نہ کرو کہ ہم کیا کہنا بیٹے اور کیا بیٹے نہ اپنے بدن کے لئے کہ کیا بیٹے کیا جان خوراک سے بہتر نہیں اور بدن پوشاک سے ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ دے نہ بولتے جوتے نہ کوشیوں میں جمع کرتے ہیں تو یہی تمہارا آسمانی باپ انکو پاتا ہے کیا تم ان سے بہتر نہیں ہو تم میں سے کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بڑا سکتا ہے اور پوشاک کی کیوں فکر کرتے ہو جھگی سوسنوں کو دیکھو کہ دے کے سطح سے بہتی ہیں دے نہ محنت کرتی نہ کاتی ہر پرین تمہیں کہتا ہوں کہ سلیمان ہی اپنی ساری شان و شوکت میں انہیں سے ایک کے مانند نہیں تھا پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جوں کی جاتی کیوں پہناتا ہے تو کیا انکو اسے کم اعتقاد و زیادہ نہ بننا پڑگا اسلئے یہہ کہلے فکر مت کرو کہ ہم کیا کہنا بیٹے یا کیا بیٹے اور کیا بیٹے کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر توین رہتی ہیں اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان چیزوں کے محتاج ہو۔ پر تم پہلے خدا کی بادشاہت اور اس کی راست بازی کو ڈھونڈو تو یہ سب بھی تمہیں ملین گی۔ پس کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرے گا آج کا کہ آج ہی کے لئے بس ہے وہ یہ تمام باتیں میں اس امر سے آگاہ کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے ہمیشہ



زندگی کی طرف اپنے معتقدین کی توجہ پھرتی اور یہ ہی کہتے رہے کہ ابن آدم اب آنے ہی کو ہے اور ہمیں اسرائیلیوں کے گہرائے کا افسر بنا دیکھا غرض جو باتیں کہ اپنا معتقد بنانے کی استعمال کی جاسکتی ہیں ان کو بہت دہوم و دام سے حضرت عیسیٰ نے استعمال کیا حضرت عیسیٰ کی ان باتوں کا اثر صرف ایک ہی نسل تک قائم رہا اور جو کچھ پہلی نسل والوں نے سرگرمی سے مسیحی مذہب کے پیلا میں دکھائی وہ عجیب و غریب جوہر اپنے میں رکھتی تھی مگر جو زمانہ گزرا گیا آسمانی خیالی بادشاہ کی گونجیں کانوں میں سے نکل کر نکلیں اور آخر کار یہ آسمانی بادشاہت ایک دہی امر تسلیم کر لیا گیا یہی وہ مسیحی مذہب کے بہت جلد بگڑ جانے کی ہوئی اس میں زرتشتی عقائد نے آکر اپنا گہر کیا اور عیسائیت کی اصلیت بالکل مٹا مٹا کر خاک میں مل گئی۔ نئی نئی صورتیں پیدا ہونے لگیں آخر نبوت بائبل رسید کہ مسیحی جسمانی بعث و نشر کے قابل رہ گئے۔ موجودہ مسیحی یورپ کا جو کچھ جسم اور روح کی بابت عقیدہ ہے وہ میں ایک زبردست معتبر کتاب سے جو ایک ڈاکٹر کی تصنیف سے ہے لیکن اپنا نام اس کے کتاب پر نہیں لکھا ہے وچ کتابوں جس سے معلوم ہو جائے کہ عیسائیوں کا (پادریوں یا ان کے چند معتقدوں کو متنبہ کر کے) یہ عقیدہ ہے۔ وہ ہو گا

### موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ عیسائیوں کا روح اور جسم کی بابت عقیدہ

زندگی اور موت موجودہ زمانہ میں جبکہ دماغی تعلیم کے سیلان نے بہت زور شور سے دنیا سے معلوم کے گوشہ گوشہ اپنی موج انگیز لہروں سے مخاطب بنا لیا ہے ساتھ ہی اس کے جسمانی تعلیم کے ڈھانچے کو توڑ مروڑ ڈالا ہے اور افسوس ہے کہ کوئی اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتا نہ ہی عظیم الشان گروہ جو اعلیٰ درجہ دماغی تعلیم یافتہ ہے اپنی جسمانی تعلیم کی طرف سے ایسا ایسی جہالت کے تاریک اندھے کوئیں میں پڑا کہ انہیں مطلق خیال نہیں ہوتا کہ ہم اپنے کو اور اپنی آئندہ نسل کو اس خطرناک غفلت سے کیا زہر پلا اثر ہو سنا رہے جسمانی تعلیم کے روشن اور سادہ قوانین کی ذرا بھی پروا نہیں کی جاتی اور انکو فضول سمجھ کر ان پر توجہ کرنی اپنی شان کے خلاف تصور کر لیا ہے۔ تمام عملی ہمدردی اس کی قسمت کے ساتھ یا صحت و مرض کی تمام دلچسپ حکایات کا انحصار بالکل طبی پیشہ پر موقوف چھوڑ دیا گیا ہے بچوں کی تعلیم کے مد سے اس جسمانی تعلیم کی دفعہ کو بالکل نکال ہی ڈالا ہے انہیں کوئی ہدایت کوئی عملی نصیحت انکی آئندہ جسمانی زندگی کی بابت مطلق نہیں دی جاتی جسمانی قوانین کی لوگوں کی نگاہوں میں کچھ ہی وقعت نہ رہی نہ ان قیمتی قوانین کی وقعات و احکامات کو سمجھی گئی ہیں۔ اعضا کا قوی اور سڈول ہونا جسم پر عام روحانی اور دماغی خوشنونا انحصار ہے جو انسانی شرافت اور جسم پر قوی و مری ہو گا



ہمسوی موقوف ہے اسکو ایسا واسمجھ لیا ہے کہ اسکی طرف خیال کرنا ہی سخت مصیبت میں مبتلا ہوا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انسان بغیر جسمانی تعلیم کے کہی نیکی اور مستحق شادمانی کے راستہ پر چل نہیں سکتا اور نہ کہ کہی اور کسی حالت میں نجات ہو سکتی ہے جن لوگوں نے دماغی تعلیم میں بہت کچھہ قابلیت حاصل کی ہے ان کی نظروں میں جسمانی تعلیم کچھہ بھی نہیں جیتی اور جو انقاس کہہ ورزش کرتے ہیں اور دماغی جسمانی طاقتوں کو مختلف کھیلوں سے بڑھاتے ہیں ان پر یہ مبارک انقاس سخت حقارت انگیز نظریں ڈالتے ہیں اور اپنے عندے میں سمجھتے ہیں کہ یہ ورزش کم درجہ کے آدمیوں کا کام ہے۔

جسمانی صحت بونیک جسمانی زندگی کا یقین ثبوت ہے ہماری کوششوں کی ایک خاص نتہا یا ان کا باخیر خاتمہ نہیں سمجھا گیا ہے اور نہ انکی عزت کی گئی ہے کہ جو اتنی جسمانی صحت اور طاقت بر قابض ہیں جب یہ دماغی تعلیم کے عالم یا اس کے شید کسی کردہ یا کسی ایک نفس کو قوی اور جسمانی صحت نشی نیکیوں سے ملا لیا دیکھتے ہیں تو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ربانی بخششیں ہیں جو انہیں عطا ہوئی ہیں۔

قوانین صحت کو جس طرح کہ بہت کم سمجھا گیا ہے اسی طرح ان کو واجب الاحترام خیال کرنے میں پہلو تہی کی گئی ہے جب ہم قوانین صحت اور اخلاق سے خلاف ورزش کرتے ہیں اور حد سے زیادہ شدید گناہ میں اپنے کو مبتلا کر دیتے ہیں اور اسوقت ہم واجب التعذیر ہو جاتے ہیں اور ہمیں مرض کی سخت اور مہلک ضرورت جاتی ہے یعنی ہم مریض ہو جاتے ہیں تو کچھہ اس کے کہ ہم یہ سمجھیں کہ یہ قوانین صحت کی خلاف ورزشی کرنے کی سزا دی گئی ہے ربانی غضب کا اپنے کو مرجع سمجھ کر اپنی بد قسمتی پر آئندہ آئندہ انشور دیتے ہیں۔

شہوانیہ جوش یا حیوانیہ جذبے نہایت مبتذل روشنی میں دیکھے جاتے ہیں اور بچوں کو موجودہ یا آئندہ خیالی زندگی کے فرضیہ عذاب و ثواب سے ڈرا کر خبر دار کیا جاتا ہے کہ کہی ان میں مبتلا نہ ہونا اور کوشش کی جاتی ہے کہ بچوں کا دل و دماغ شریفانہ دلولوں اور نجیبانہ جوشوں سے ملور ہے اور روحانی قابلیتیں ان میں کوٹ کوٹ کر بہر جا میں صرف ان ہی باتوں کو بچوں یا نوجوانوں کے اعلیٰ فرائض میں دخل کر دیا ہے اور ان ہی باتوں کی انہیں زبانی تعلیم دے کر سب سے زیادہ نجیب سب سے زیادہ شریف اور سب سے زیادہ حسیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ سب زبانی جمع خیر ہے جس کا اثر مطلقاً ان کی قیمتی زندگی پر نہیں پڑ سکتا اور وہ ان تہدید آمیز نصائح اور خبر گیریوں پر یہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

جسمانی علوم معہ ان کی لامتناہی عجیب و غریب اور قدرت آب خوانہ کے پہلے چند خوش قسمت

ادھیون کے صرف قبضہ میں تھے گو یورپ میں اب بہت کچھ اسکی طرف میلان خاطر اور عملداری ہے۔ اس سے پہلے جہانی صحت کے علوم دماغی تعلیم کے آگے سخت ذلیل کئے گئے تھے اور وہ لوگ دماغی تعلیم حاصل کر نیوالے اپنے خیال میں انسانی اعلیٰ تر بزرگی اور انجبت کی جگہ اپنے ہی لئے تجویز کر کے اسپرٹ سے فخر سے جلوہ فرما رہے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ فطرت کی پوری برکتیں ہمیں حاصل ہیں۔

موجودہ زمانہ میں ہی یہ دیکھا جاتا ہے کہ جسم اور مادہ نے انسانی عزت کا ابھی تک بہت کم حصہ لیا ہے اور جو وقت کہ فطرت کی طرف سے اسے عطا ہوئی ہے انسان نے اپنے نظام سے اس وقت سے اسے محروم رکھا ہے یورپ کے تعلیم یافتہ حصہ کو مستثنیٰ کر کے اگر ہم تمام دنیا میں اپنی نظرین دوں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ لوگوں کا مستقل طور پر یہ عقیدہ ہے کہ روح مادہ سے زیادہ انجبت ہے اور ہماری انسانیت کا روح گویا ایک غیر فانی حصہ ہے ان کا مقولہ ہے کہ اسی شریف بے طبعی وجہ سے انسان اور تمام مخلوق میں افضل ہے اور سیوج سے خدا نے یہ فرمایا کہ میں نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ جسم اور روح کا کچھ ہی مقابلہ نہیں ہو سکتا یہ ایک فانی چیز ہے اور روح غیر فانی ہے۔ آخر اذکر جو وقت اس خاکی قید خانہ سے رہائی پاتی ہے تو خوشیاں منائی ہوئی انسان پر چلی جاتی ہے اور ان اسپرٹ افنڈ برکتین چھا کر کرتا ہے جب یہ خیال ہے تو پھر ہم روحانی برکتوں کے حاصل کرنے پر اپنی توجہ کیوں نہیں مبذول کرتے اور وہ کیا ہے کہ ہم اپنے کو اس دنیا سے جدا کرنے کی تدبیروں میں سرگرم نہیں دکھائی دیتے جب روح فانی نہیں ہے اور ہمارا جسم فانی ہے تو پھر فانی اللہ ہونے میں تامل کیا ہے آؤ اور اپنے اجسام کو برباد کر دو اور ہمیں دنیا سے یک لخت مشاؤ کیونکہ جس چیز پر آسمانی برکتیں چھا رہے ہوں گی وہ تو فانی کہی ہوگی پھر تامل کس بات کا ہے۔

### بیاتا چہ داری زمرہ دی نشان

یہ ان روحانی لوگوں کی زندگی ہے اور یہ روحانی بہبودی اور پرموہ خیالات ہیں۔ افسوس ہزار افسوس جس طرح یہ اپنے کو جانتے ہیں اس طرح اپنے بے معنی تیارات کی دہن میں دوسروں کو بھی یوں ہی سمجھتے ہیں اور اپنے بر عذاب خیالات کے بہنور میں دوسروں کو بھی پھنسانا چاہتے ہیں جب یہ لوگ اپنی روحانی زندگی کی تعلیم دوسروں کو دیتے ہیں اور اپنی زندگی ان ہی لائیفی کاموں میں برباد کرتے ہیں تو وہ اپنے کو بڑا سختی تعریف جانتے ہیں لیکن ایک نیک جہانی زندگی کا بھی ان کے دل میں خیال ہی نہیں گزرتا اور ان لوگوں کے ساتھ انہیں کچھ ہی ہمدردی نہیں ہوتی کہ جو مخلوق کو جہانی صحت کی شکون سے ملو بنا کر ان کے منار کو فطری جلوہ سے منور کرنا چاہئے۔

جبکہ شاعر نے متقدمین اور فلسفیوں اور طبیعیات جاننے والوں کے نام ان کی زبانوں پر مین اور ان کے برگزیدہ اور کثیر اشعار اور ان کے حکیمانہ مقولہ ان کے لوح دل پر کندہ مین امیر ہی یہ بہت ہی سچے ہیں کہ یہ وہی لوگ تھے جنہیں جہانی صحت کی نیکیوں سے پورا پورا حصہ ملا تھا۔

مادی تعلیم والوں سے ہمیشہ روحانی معلموں کی زیادہ عزت کی گئی ہے وہ روحانی معلم جو یہ کہتے ہیں آئندہ خوش زندگی حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں گھلا دو اور اسکی پروا نہ کرو مثلاً حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کے وہ انداز اقوال۔

فطرت کے اصول کی جانچ کا طریقہ کب اور کیونکر پیدا ہو گیا کس نسخ اس امر کو طے کر دیا کہ فکر و خیالات فطرت ہی کے مین اور یہی اس کے قوانین کا مفہوم ہے اور کیونکر ان اصول کا قوی تر اثر انسانی دل و دماغ پر پڑا؟ اگر ہم سچی مذہب اور اس کے اصول پر خیال کریں گے تو ہم بائبل کے کہ اس قسم کی روحانی تعلیم کا جس سے انسان دنیا کے کام کا نہ ہے ایک بڑا سلسلہ پایا جاتا ہے یہ مذہب گو بُرائی عبرانی پرستش سے نکلا ہے جہیں زیادہ تر مادی تعلیم بید و وحی ہی سے حاصل کرنے کے لئے زور دیا گیا ہے لیکن جون جون اسے ترقی ہوئی گئی اس نے اپنا دوسرا رستہ اختیار کر لیا اور آخر روحانی ترقی کے تاریک گڑھے مین جا کر گر پڑا۔ جو چیز خالق قرار دی جاتی ہے اور جسکی طرف کائنات کی بازگشت ہوتی ہے اور جسکی حالت ناقابل التغیر اور ناممکن الزوال مین کی جاتی ہے ایک عجیب تماشہ سے لبالب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے پہلے اس نے مادہ مین جان ڈالی اور پھر اپنی مرضی کے مطابق اس کے لئے قوانین مقرر کئے اور اپنے مین یہ قوت رکھی کہ جب جی چاہے ان قوانین مین تغیر و تبدل کر دیا اور ضرورت کے وقت انہیں خواہ کسی صورت پر لیا۔ انسان جو عجیب تر مجموعہ ضمیر و جسم کا ہے اپنے کو اسی روح یا خالق کا طفیلیہ سمجھتا ہے اور یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ یہی خالق اپنی مرضی کے موافق اسے زندگی دیتا ہے اس کا یہی ماسوا اس کے یقین کر لیا گیا ہے کہ جب اس خالق کی پرستش کی جائے گی تو یہ آسمانی غرقون سے مالا مال بنا دیا جائے گا اور بہت کچھ وقت اور آرام روحانی دنیا مین بختیگا۔ انہیں خیالات انہیں عقائد کی وجہ سے انسانی روح انسانی خیالات ایک بڑی اور زبردست مفہوم سمجھتی گئی ہے جبکہ جسم کا اس کا بہت کم پاس دلچاظ کیا گیا ہے آخر الذکر اس کے مہمان ساتھی کا پس خوردہ کہاں والوں مین تصور کیا گیا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ روح بیدارش سے نہایت ہی مضمر بیدوں کے سلسلہ سے جسم شریک کی گئی ہے اور اپنے ناقابل یا نا پاک ساتھی کے ساتھ جیت تک یہ سفر کرتی ہے سخت خلیفہ اور گفت مین رہتی ہے اور اسے اپنے اس رذیل اور کم مایہ ساتھی کی شرکت بہت بُری لگتی ہے۔ بہت ہی روح غرقانی اور ناممکن الزوال ہو کر صد قسم کی برکتوں سے مالا مال بن جاتی ہے جس کے

اس کا ردِ ذیل اور کم یا یہ سا بھی قبر کے اندھیرے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے یہ یہ خیالات ہیں جنہیں مخلوق کی مخلوق ڈوبی ہوئی تھی۔

مسیحی مذہب کے یہ اصول ہیں اور انسانی قسمت کا فیصلہ کر نیوالے یہ قوانین ہیں جو مسیحی سائنس نے اپنے خیال میں استواری سے جمائے ہیں ان کو درست و راست سمجھ کر دنیا کا سب سے حصہ ان پر عمل درآمد کرنے کو اپنی نجات دارین کا اصلی سبب جانتا ہے۔

لیکن جہاں یا مادی مذہب مسیحی روحانی عقائد سے بالکل برخلاف ہے ان میں سے یہ کیسے اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ ضمیر کو مادی پر بڑائی عطا کریں اور اس طرح وہ اس کے حقوق نہ دیں کہ جو فطرت نے فیاضی سے اس کے لئے مقرر کئے ہیں۔

یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جسم اور روح یہ دو نولازم و ملزوم ہیں اور ایک کی قیمت بغیر دوسرے کے کچھ نہیں ہو سکتی مادہ ایسا ہی شریف ہے کہ جیسا روحانی جوہر اور جسم ایسا ہی نجیب ہے کہ جیسے نفس روح ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنا فطرت کی سجائی کو برباد کرنا ہے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ایک انوکھا تکرار اور گستاخی اور کائنات کی ہم آہنگی کو برباد کرنا ہے جہاں تمام چیزیں مساوی درجہ پر شہرت پذیر ہیں اور جہاں ایک چیز کے قوانین کبھی دوسری چیز کے قوانین کے مطیع نہیں ہوتے۔

یہ عقیدہ کہ خداوند ایک روح ہے محض ہنکا اور خام ہے۔ فطری علم الہی کے جاننے والے جنہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی جانیں کہانی ہیں اور جنہوں نے بلاشبہ متقدمین کی تقلید کی ہے اپنا ثبوت اس الفاظ سے دیتے ہیں، اس لامحدود کائنات میں ہم چاروں طرف اپنے منشا اور مدعا کا ثبوت پاتے ہیں اسی سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا صانع ہی کوئی ضرور ہو گا بس وہ صانع ہی ہمارا موجود ہے دو لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں یہ تمام ہماری ضمیری قابلیتوں کا صدقہ ہے ہم خود ہی ان چیزوں کے صانع ہیں اور خود ہی ان چیزوں کو برباد کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں ہمارا ضمیر ہی جو کائنات کا استیلا مجوز ہے ایک پاک روح ہے۔ فقط

موجودہ تعلیم یافتہ عیسائیوں کا (کو سب کا نہ سہی) یہ عقیدہ روح اور جسم خدا اور اسکی لازوال قوتوں پر ہے وہ آسمان وزمین کا اپنے کو موجود بتاتے ہیں اور یہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں برباد کر سکتے ہیں یہ محض بیودہ خیال اور بادیہ وادعوے ہے جس زمانہ میں کہ لندن میں تاریک کہہ سکا دہواں دارمینہ برستا ہے اور دن کو نیل روشن ہو جاتے ہیں خبر نہیں یہ صاحب بہادر سو فٹ کہاں چلے جاتے ہیں اور گھر سے آفتاب کیوں نہیں نکال لاتے سب کچھ ان ہی کی

قدرت میں ہوا پر سوچنے اور فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ وہ خیالات ہیں جو انسانی نسل کے ابتدائی زمانوں میں وحشیوں کے تھے مگر جوں جوں شائستگی آتی گئی خود بخود ہمارا ضمیر یہ شہادت دیتا گیا کہ میرا معبود یہی کوئی ہے اور مجھے میرے اعمال کی ضرورت کوئی بھڑاس نہ ملے گی۔ خیر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور اب پہر اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ بحث صرف یہ تھی کہ عیسائی مذہب نے دہریت کا نیا جامہ پہن لیا ہے اور حضرت مسیح کی اسمانی بادشاہت کا خیال ان کے دلوں سے مطلقاً جاتا رہا ہے۔ وہ کثرت سے جہانیں بھٹاؤں و نشتر کے قایل ہوتے چلے ہیں اور اگر یہی حالت رہی تو وہ سب کے سب خالص چھٹاے دہریت بن جائیں گے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آئندہ نیک زندگی کے لئے کیا نیا دی ہے اور آئندہ بُری زندگی کے کیسے کیسے عذاب بیان کئے ہیں یا تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکیں ہیں کہ اسلام نے نیک اعمال بندوں کے لئے آئندہ زندگی میں کیسی کیسی نعمتیں تجویز کی ہیں اور بد اعمال بندوں کے لئے کیا کیا عذاب مقرر کئے ہیں یا یوں کہو کہ اسلام آئندہ زندگی کی کیسا حقیقت بیان کرتا ہے۔

یہ مضمون نہایت دلچسپ ہے آج کل تمام دنیا کے مذہبی گروہوں میں اسکا چرچہ بہت ہو رہا ہے اور پادری صاحبان بڑے شد و مد سے اس مضمون پر اڑھکل لکھ رہے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے وہ بہت جگہ ٹھوکریں کھاتے ہیں اور انتہا درجہ عرق ریزی کر کے بعد بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔

میں تمام غلط فہمیوں اور بے بنیاد اعتراضات کا اس مضمون میں فیصلہ کر دیتا ہوں تاکہ اصلی حقیقت آئندہ زندگی کی بشارتوں کی کھل جائے کہ اسلام آئندہ زندگی کی نسبت کیا کہے قائم کرتا ہے۔ اور اس نے آئندہ زندگی میں جو نعمتیں تجویز کی ہیں وہ اصل میں کیا ہیں انکی حقیقت کیا ہے اور آیا ان ظاہری الفاظ کے معنوں میں آئندہ زندگی کی کیفیات کھل جاتی ہے یا دراصل الفاظ کے اندرونی مفہوم پر نظر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا فیصلہ مفصلہ ذیل مضمون میں ہو جائیگا۔

سنو اور جزاکا مسئلہ ایسا صاف اور نہتر ہوا ہے کہ اس کے لئے اسوقت زیادہ عقل لڑانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تمام کائنات اور صرف انسان کے لئے اس کی ہم آہنگی ہمیں صاف طور پر آگاہ کر رہی ہے کہ ہماری یہ عارضی زندگی ضرور اپنے میں مداومت کا رنگ مضمر کرتی ہے انسانی نوح کو نانی جاننا قطعاً طورِ غفلت کی ہم آہنگی کو زیر و زبر کرنا ہے یہ تمام کر رہے جو انسان کے



فانما یؤتوا من عند ربکم فیما کانوا یسئلون اور خدا سے لئے گردش کرتے ہیں یہہ تو ایک لاکھ و دس ہزار تائب قایم ہیں اور انسان جو ان سے اشراف اور ان کا آئینہ تسلیم ہو اسے چند روز کے بعد باطل فنا کر دیا جائیگا یہہ تو ایک قوانین فطرت کو توڑا اور انہیں سخت ضعیف کرنا ہے۔ اگر ہم یہہ تسلیم کر لیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی میں ہے آئندہ کچھ نہیں ہے تو یہ جہنم نام عالم جاہل اور رجم حکمران کو ایک ہی پلہ میں ہموزن کرنا پڑ گیا کیونکہ خانہ لاکھوں بیگانہ آدمیوں کو قتل کر کے کچھ بچا اپنے لئے زمین حاصل کیا ہم اور عبد العزیز جیسے نیک فطرت سلطان نے رحم کر کے اور بخوبی طرح حکم دیا زمین کو فائدہ نہیں اٹھایا جب دونوں مکر کا فکیر نکال ہو گئے تو نیک و بد اعمال میں کیا فرق رہا اگر ایسا ہو رہی دیکھ کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو کل ہی انتظام بچر دسہم برہم ہو جائیگا اور پھر کوئی شخص نیک کام مکر کا جس جگہ بدرکار یوں اور نیک کاموں کا صلہ ایک دیا جاتا ہے اس سے زیادہ وہی ظلمت کدہ کوئی جگہ ہوگا جو یہ محض لغو اور بے بنیاد خیالات ہیں قوانین فطرت اس کے مقتضی ہیں کہ دوسرا عالم ان مظالم اور رجحون کی سزا جزا دینے کے لئے ہونا چاہئے کہ جبکہ وقوع یہاں ہو گیا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو جو مشکلیں دنیا پر اس سے پڑ سکتی ہیں وہ ایسی ناقابل بردشت ہوں گی کہ کوئی بھی ان کا تحمل نہیں پیر حال ہر مذہب کے (باستثناء چند دہریوں کے) اگر ذروں آدمی خواہ کسی طرح سے مانتا ہو سزا و جزا کے قایل ہیں اس لئے میں اس پر زیادہ بحث کرنے کی تکلیف نہ بردشت کروں گا اب میں یہہ دکھاتا ہوں کہ اسلام کی آئندہ زندگی کیا ہے۔

یہہ ہمیں تسلیم کرنا پڑ گیا کہ بہشت و دوزخ کا بیان زرتشتی مذہب سے بالکل مطابقت رکھتا ہے لیکن زرتشتی اصول جزا و سزا کی مطابقت قرآنی ظاہری الفاظ سے ہوگی مگر اس کے اندرونی پسید سے وہ ظاہری الفاظی مطابقت بہت دور ہے۔ قرآن شرافت میں جس بہشت و دوزخ کا ذکر ہے وہ صرف بطور وعدہ کے بیان ہوا ہے نہ کہ یہہ کہ تیار شدہ چیز ہے۔ جنت اور نازکی نسبت لفظاً عدت ہے جس کے معنی تیار اور آمادہ کے ہیں چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اول تو اس آیت میں ہے، "اعدت للکافرن" اور پھر سورہ آل عمران میں ہے، "والقوا الذلزال الذل الذل للکافرن" اور پھر اسی سورہ میں جنت کی نسبت دوسری جگہ ہے، "اعدت للمتقین"۔۔۔۔۔ اور پھر سورہ حدید میں ہے، "اعدت للذین آمنوا باللہ ورسولہ" اس لفظ پر بعض علماء اسلام یہہ استدلال کرتے ہیں کہ، "الجنة والذلل مخلوقین" یعنی بہشت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکی ہیں یعنی بالفعل موجود ہیں مگر اکثر علماء کا یہہ مذہب نہیں ہے نہ لفظ، "اعدت" ہے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کل مسلمان اس امر کے قایل ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر کا فیصلہ ہوگا اس کے اعمال نامے ان کے دوزخ میں دئے جائینگے گھر دوزخ میں بھیجے جائینگے اور یہہ کہ دوزخ میں



جنت دہی جاسے گی جب یہ عقیدہ مسلم ہے پہرہ کیوں یقین کیا جاتا ہے کہ ایسی سے دوزخ اور جنت پیدا ہو سکیں دوسری بات یہ ہے کہ جب جہنم کا اندھن منکران خدا کو ہرایا گیا ہے تو جب تک قیامت میں منکر وغیر منکر کا فیصلہ نہ ہو لے گا کیونکر لوگ پہلے ہی سے جہنم میں داخل تھے چاہئے کہ جب یہ بات ہے تو اندھن کے بغیر کبھی آگ روشن نہیں ہو سکتی اسلئے ہمیں اس تسلیم کرنے پر کوئی بات مجبور نہیں کرتی کہ جنت و دوزخ مخلوق ہو چکیں مان یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے اس کام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے بیشک وہ اکیلا ہو کر رہے گا۔

ان باتوں کے علاوہ اگر ہم قرآن شریف کے طرز بیان کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس میں جن آئینہ باتوں کا ذکر ہے اور وہ یقینی ہونے والی ہیں ان کو یہ کہہ کر بیان کیا ہے کہ وہ ہوئے یہی طرز کلام انجیل کا بھی ہے جسکو میں گزشتہ صفحوں میں بیان کر آیا ہوں بیٹھے جو باتیں ہونے والی ہیں انہیں بطور ہو چکی ہیں ماضی کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔ مثلاً پہلی آیت میں فرمایا ہے،، سچا اس آگ سے جکا اندھن آدمی اور تہرہ اور جوتار ہے کافروں کے لئے،، آدمیوں پر اندھن کا اطلاق اسوقت ہو سکتا ہے جب آگ بھڑکانے کے لئے آگ میں ڈالے جائینگے جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں ہو چکا ہے۔

دوسری آیت میں پہنچتوں کی نسبت پہل کا ملنا اور ایک سے پہل کا ملنا اور ان کا کہنا کہ یہ تو مہی ہے جو پہلے ملا تھا سب ماضی کے صیغوں سے بیان ہوا ہے حالانکہ اگر یہ ہو گا تو قیامت کے بعد ہو گا جب لوگ حساب و کتاب دیکر بہشت میں جاویں گے۔ علاوہ اس کے اگر کسی کلام کا بدلا یا کسی جرم کی سزا یقینی ہو تو اس کہنے سے کہ اگر تم یہ بات کر دے تو یہہ صلہ تمہیں دیا جائیگا اور اگر یہہ جرم کر دے تو اسکی یہ سزا تمہارے لئے تیار ہے۔ یہہ لازم نہیں آتا کہ وہ صلہ یا دوزخ سزا بالفعل موجود ہی ہو بلکہ اس طرح کلام کا صرف یہہ مفاد ہے کہ وہ بدلا یا سزا مطلقاً یقینی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ بہشت و دوزخ جکا ذکر قرآن مجید میں ہے بالفعل موجود نہیں بلکہ نہ قرآن مجید ان کے موجود ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

اب ہمیں جنت یا بہشت کی اس اصلی ماہیت کو دیکھنا چاہئے کہ جو خود خداوند تعالیٰ نے بتائی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے،، فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرۃ اعین جزاء بما كانوا یعملون،، یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا ان کے لئے انہوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) چہاں کبھی گئی ہے اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نعمتیں ہمیں روحانی عالم میں اپنے نیک اعمال کے صلہ میں ملین گی ان کی نسبت صاف الفاظ میں خداوند تعالیٰ نے فرمادیا کہ کوئی نہیں جانتا۔ اس سے زیادہ

بین روحانی برکتوں اور بخششوں کا حکم دوسری قوم والے خصوصاً عیسائی کیا جاتے ہیں اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی جو حقیقت بیان فرمائی جیسے کہ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہؓ کی سند پر بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ اعدت لِعباد الصالحین مالا و عیس ذات و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیار کی ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

یہ اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہریں اور موتی کے اور چاندی اور سونے کی اینٹوں کے مکان اور دود و شہاب اور شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور غلمان ہوں تو یہ قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودہ کے بظاہر بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ ویسی عمدہ چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ آنکھوں نے سنیں تو بھی،، و لا خطر علی قلب بشر،، سے خارج نہیں ہو سکتیں۔ عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ ان سب چیزوں کا نمونہ دنیا میں موجود ہے تو اس کی اضافی کو جہاں تک کہ ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اس کا خیال گزر سکتا ہے حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ،، و لا خطر علی قلب بشر،، بس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ یہی اپنے میں درحقیقت یہی معنی رکھتی ہیں گویا سمجھوں گے لئے ظاہری الفاظ میں جنت کی نعمتوں کی صفت بیان کی ہے لیکن جبکہ باطنی نظریں خدا کے جلال سے منور ہو چکی ان کے لئے لفظوں کے ظاہر معنی کچھ قیمت نہیں رکھتے۔ اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی ہے کہ بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں درحقیقت بہشت میں جو،، قرآن العین ہو گا اس کے سمجھانے کو بعد رفاقت بشری تمثیلیں ہیں نہ بہشت کی حقیقتیں۔

انسان مطلق اپنی فطرت کی ان ہی چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور ان ہی کا خیال اس کے دل میں آ سکتا ہے جو اس نے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگھی یا قوت سامعہ سے مسوس کی ہوں۔ اور بہشت کی جو،، قرآن العین،، یعنی راحت یا لذت ہے اسکو نہ انسان نے دیکھا ہے نہ چھوا ہے نہ چکھا ہے نہ سونگھا ہے نہ قوت سامعہ نے اس کا حس کیا ہے بس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو ہر کچھ سمجھنا ناممکن ہے اس کے سوا ایک اور مشکل درپیش ہے کہ جو کچھ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ ان الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کی بول چال میں ہیں اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکھی نہ چھوئی نہ چکھی نہ سونگھی نہ قوت سامعہ سے حس کی اسکے لئے کوئی لفظ انسان کی زبان میں نہیں ہوتا اور اس لئے اس کا تعبیر کرنا محالات سے ہے۔ اس کے سوا ایک اور سخت مشکل یہ ہے

کوئی بات نہ کہ ان کیفیات کو بھی جو اس دنیا میں ہیں تشبیہ نہیں کر سکتا۔ کوئی شخص کھٹاس محتاس درد و آہ و بیکار نہ کرے اور نہ ہیچ نہ ہو جیسا کہ اس کے لئے دو متر لفظ بدل دیتا ہے یا کوئی مشابہت اور نظیر سبکی نہ لے سکتا ہے جو وہ بھی مثلاً پہلی کے محتاج بیان ہوتی ہے پس بہشت کی کیفیت یا لذت کا عکس قرۃ العین سے تشبیہ کیا ہے۔ بیان کرنا انسانی موجودہ زبانوں میں محال سے ہی بزرگ محال ہے۔ مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے اور ایک بات کے نہ کرنے کو کہا جاوے تو بالطبع انسان سبکی و لذت اور بہشت کے بیان کرنے کا خواہان ہوتا ہے۔ اور بغیر جانے اس کے کرنے یا نہ کرنے پر راضی یا مضطرب نہیں ہوتا۔ اس واسطے ہر ایک پیغمبر کو بلکہ ہر ایک رفیقار مریدی مصلح کو اس منفعت و مسرت کا کوئی نیا تشبیہ سے بنانا پڑتا ہے۔

قرۃ العین کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اہمیت کا بتانا تو محالات سے ہے اس لئے انبیاء نے ان راستوں یا لذتوں یا سرنج اور تکلیفوں کو جو انسان کے خیال میں ایسی ہیں جو ان سے زیادہ نہیں ہو سکتیں بطور حیر اور سزا ان افعال کے بیان کیا ہے اور غرض ان سے بعینہ وہی اشیاء نہیں ہیں بلکہ جو سرنج و لذت و کلفت ان سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت کو، قرۃ العین، تشبیہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ گو وہ تشبیہ کیسا ہی درجہ رکھتی ہو حضرت موسیٰ نے اس، قرۃ العین، کو اولاد پیدا ہونے میں نہ ہر سترے رزق کے فراخ ہونے دشمنوں پر غلبہ پانے اور اس کلفت کو اولاد کے ستر تحط پڑنے۔ واپس لینے۔ شکست کھانے کی تشبیہ میں بیان کیا ہے یہ تشبیہیں اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت موثر تھیں مگر حقیقت ایسی نہ تھیں کہ تمام انسانوں کی طبیعت پر حاوی ہوں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسی تشبیہوں میں بیان کیا ہے کہ تمام انسانوں کی طبیعتوں پر حاوی ہیں اور کل انسانوں کی خلاقیت اور جبلت کے نہایت ہی مناسب ہیں۔

تمام انسانوں کی خواہ وہ گرم ملک کے رہنے والے ہوں یا سرد ملک کے مکان کی آسگلی مکان کی خوبی۔ باغ کی خوشنماںی بیت پانی کی دلربائی۔ میوہ کی تر و نازگی۔ سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے اس کے زیادہ جس نبی خواہ سورنی سب سے زیادہ لبر تر کریموالی ہے خصوصاً جبکہ وہ انسان میں ہو اور اس کے بھی زیادہ جبکہ عورت میں ہو پس بہشت کی، قرۃ العین، ان خطرناک استخوان کی کیفیات کی تشبیہ میں اور فزع کی مصائب کو آگ میں عینے اور لہو و پب پلائے جانے اور تہور کھائے جانے کی تھیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دلیں میں خیال پیدا ہو کہ بڑی بڑی راحت و لذت یا سخت سخت عذاب مان موجود ہے اور حقیقت جہلوت و رحمت یا سرنج و کلفت و آہ ہے ان کو اس کے کہہ بھی مناسبت نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک اعلیٰ راحت و استعطاہ یا سرنج و کلفت کا خیال پیدا کرنا کہ اس میں جسے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ احتفاظ اور سرنج کو خال کر سکتا تھا بیان کیا ہے جو ہمیں بہشت کی نسبت تسلیم کیا ہے میں تمہیں کہ خدا دوسری ہی بات کے تجویز کر دے لیکن یہاں ان کہ بہشت میں نہ ہو اور کوئی سرنج نہ ہو میں یا تمہیں دباور سرنج و لذت یا سرنج و کلفت کی نہ ہرین بہشت کی نہ ہرین وغیرہ وغیرہ ان میں ہر ایک کو کہنے کے لئے کہ میں کوئی مصلح نہیں

قیدیوں سے لبالب ہیرے ہوئے تھے جو اس کی ہیرہ جیون اور خوفون کا بیعت تھا۔ بڑے بڑے سنگھم اقرار  
 ہون کو سخت بے شرمی سے ٹوڑا کرتا تھا اور ان سے اطراف کرتا تھا مابین ہمہ اس کی رعیت عجیب آزاد تھی ان  
 خدکان نے ایک روایت بیان کی ہے جو ناظر کی زیادہ دلچسپی برائے گی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے، "خلیفہ منصور  
 نے مالک بن انس اور عبداللہ بن طاووس کو بلایا جب یہ دونوں اس کے سامنے آئے تو خلیفہ نے کچھ دیر تاہل  
 کے بعد عبداللہ سے کہا مجھے بعض حدیثیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنا جو تو نے اپنے پاس سنی ہوں یہ  
 عبداللہ نے مفصلہ ذیل حدیث بیان کی، "خداوند تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو بہت سختی سے سزا دیگا  
 جنہیں ان سے اپنی ایک حکومت کا حصہ اعتبار کر کے سونپا ہے اور جو اس کے فیصلہ یا احکام کے خلاف نامنصفی  
 کرتے ہیں یہ سنگھم منصور دم بخود ہو گیا اور بڑی دیر تک اس کی حالت سکتہ ہی مالک نے جب بعد ازاں اس  
 معاملہ کا ذکر کیا تو یہ بیان کیا کہ میں نے اپنے کپڑے ذرا اونچے کر لئے تھے اس خیال سے کہ میں عبداللہ کا خون میرے  
 کپڑوں کو افشان نہ کر دے پر منصور نے کہا مجھے یہ قلمدان دے عبداللہ نے انکار کیا پھر مانگا پھر انکار کیا پھر  
 مانگا پھر انکار کیا منصور نے دریافت کیا کہ تو مجھے قلمدان کیوں نہیں دیتا عبداللہ نے جواب دیا۔ اس واسطے  
 کہ میں دیتا مجھے خوف ہے کہ تو اس سے کہیں وہ بات کہے جو خدا کے حکم کے خلاف ہو اور پھر میں ہی تیرا اس  
 میں شریک ہوں" (ابن خلدان جلد ۱ صفحہ ۶۴۲) یہ آزاد دی تھی جو ایسے جابر اور ظالم بادشاہ نے علیا  
 کو دے رکھی تھی۔

انصور نے اور یہی ایک اعلان دیا تھا کہ یہودی عیسائی مسلمانوں کے پہلو پہلو عہد دن پر مقرر کئے  
 جائیں اس میں اپنی غیر مذہب والی رعایا کو تمام حقوق ملے عطا فرمائے تھے اور وہ عیسائیوں کے مقابلہ  
 میں خصوصاً مسلمانوں کی پرہیزگرتا تھا۔

۵۵۰ ہجری میں منصور کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اسکا بیٹا محمد الملقب بہ مہدی تخت نشین ہوا اس نے  
 پارس (شہزادہ) کی تخت نشینی ایسی تھی گویا ان سنگلخچ جانوں میں جہان لوئین چل رہی تھیں اور  
 زمین جلتے شے کے موافق ہومہ ہی ہیک ایک سبزہ نکل آیا اور باد نسیم کے صحت بخش جھوکے آنے لگے۔ انصور  
 نے بغداد بنایا تھا مگر اس کے ناتراشیدہ اور دہندے راج میں یہ اسلامی دار الخلافہ صرف ایک قلعہ اور  
 محبس ہاگراں سپہر تانہاک دن کی روشنی پڑنے لگی تھی اور لوگ غیر معمولی آفتاب کی روشنی سے فیضیاب  
 ہونے لگے تھے یہ یہ نیا سلطان نوجوان۔ جمیل خراج۔ اور عیش پسند تھا۔ مہدی کا مدیحہ خوان یہ لکھتا  
 ہمارا سلطان حسن میں تہا تانہاک چاند کی مانند ہے موسم بہار اسکی لطافت اور عطر آمیز خوشبوؤں سے تر و تازہ  
 ہے۔ اپنی بید ہرگ دلیروں کا شیر ہے سمندر معہ اپنی موج انگیز لہروں کے اسکی فیاضی اور داد و دہش کی  
 ایک علامت ہے۔

ریاست کے قیدی جنہیں ہر مذہب اور فرقہ کے لوگ چاہے بالکل آزاد کر دئے گئے تھے متوفی شاہ کے خزانے

قطار معلوم ہوتی ہے جو برابر کھڑی ہوئی بڑبڑا رہی ہے۔ جب سلمان رکوع کرتے تھے تو وہ باؤں بلند کہتے تھے اپنے پیچے کے حصہ کو خدا کے آگے پیش کر نیکو کیا خوش اسلوب طریقہ ہے۔

یہ نہ اترا شیدہ فافہم لوگ اس قدر جیرہ دست ہوئے کہ بغداد ہی میں اپنے کو محدود نہ رکھا بلکہ کہ شریف بھی جا براجے اور جتنے ارکان مسلمان کعبہ میں باکے ادا کرتے تھے ان پر سر ازار مضحکہ اڑانے لگے۔ جب سلمان طواف کعبہ کرتے تھے تو وہ یہ فقرے کہتے تھے۔ اس گہر میں آخر تباؤ تو سہی کہ تمہیں کس امر کی امید ہے اور جبہ صفا اور مردہ میں دوڑتے تھے تو وہ بدوین ناما عاقبت اندیش یہ کہہ کرتے تھے۔ ”بطور سخت مضحکہ کے کیا یہ لوگ چوری کرینکے لئے دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ جب یہاں تک کنسروا طاد پیلا اور دین خدا کی یون بے حرمتی تو اسلامی سلطنت میں ہونے لگی تو علمائے اسلام میں سنجہ پراٹھائی پھیلی۔ نوخوار گرنی الحال مطیع عربوں نے اپنی دینی تہذیب کو سخت تہر آلودہ نظر دیکھا اور ان کے ماضی خون میں جوش آٹھا۔ انگریزین طلش انگیز انتقام کی سرخی جلوہ دینے لگی اور رنگت پر غصہ کی تھماہٹ نے اپنا جلوہ کیا۔ پہرہ بوجھ مہدی نے انہیں قانون کی رسی میں اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ ہون نہ کر سکتے تھے اور نہ اس کے اس سکتے تھے۔ علمائے دینی دانت پیستے تھے مگر کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ یعقوب بن داؤد ایک بڑا زبردست پویشین آدمی تھا جب تک یہ خلیفہ مہدی کا ناگ کا بال بنار ہا کوئی بات بھی نہ ہوئی اور عربوں کے خون کے جوش کا کوئی جھلک اور خطرناک نتیجہ دکھائی نہ دیا۔

جب مہدی ایک دفعہ کہ شریف ج بیت اللہ کو جارا تھا تو اس نے اس پر چسپیر ملیون یا فرسنگوں کی تعداد مسافر لئے نگہی ہوئی ہوئی ہے مفصلہ ذیل الفاظ لکھے ہوئے دیکھئے۔ اسے مہدی تو بیت بڑی خوبی کا پادشاہ ہوتا اگر تہذیب وزیر یعقوب بن داؤد ہوتا۔ یہ دیکھ کر مہدی نے اس پر جواب لکھ دیا۔ ”ہمیشہ ایسا ہی ہو گا اور تو اپنی بد قسمتی کی وجہ سے اس سے نقصان اٹھائیگا۔“

یعقوب کے معاملات ملکی میں یہاں تک دخل ہو گیا تھا کہ مہدی سے کوئی شخص بھی برا راست پبلک میٹرس میں ہرگز نہ گور کرنے نہ پاتا تھا۔ سلطنت کے بڑے بڑے سردار جنگی و ملکی دست بستہ باہر کھڑے رہتے تھے اور بعد از مہدی اور یعقوب محل کر خانان خزانہ آتے تھے امر اور زاریہ قطارہ دیکھتے تھے اور خون نے سے گھونٹ پیکر ناموشا ہو رہتے تھے اپنی اس معیشت اور دین کی ایسی نو بین کی ان سے برداشت نہ ہو سکتی تھی وہ دانت پیستے تھے اور کہتے تھے اگر میں چلے تو سب پہلے یعقوب ہی کی دانتوں سے بوٹیاں چباؤا لین۔

ایک دن اتفاق سے جب یعقوب محل سے اپنے گھر جاتا تھا گھوڑا چراغ پا ہوا وہ دھڑام سے گر پڑا اور اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں خلیفہ کو اس افسوسناک حادثہ کی خبر دی وہ اوسان باختہ برہنہ پاؤں ڈھوا آ یا اور آ کے اپنے پیارے فرزند اٹھایا اور اپنے محل میں لیگیا تین چار چہینے کال بستر پر پڑا اس عرصہ میں غریب سردار و نکاح مہدی میں ہو گیا اوسانہوں نے یعقوب کی صدا اعتدال سے بڑھی ہوئی آزادی بخش پوسی کا نتیجہ بیان کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ شیعہ ہے۔ سینوں سے کدو کاوش رکھتا ہے آپ کے والد اسے شیعوں کی بغاوت میں گرفتار کیا تھا غرض اسی قسم کی باتوں



جب متواتر خلیفہ مہدی کے کان بہرنے لگے تو اس نے یعقوب کو انچھے ہونیکے بعد ایک باغی کے ماریٹکے جرم میں سبغ بہجیدیا۔ یہ ایک تیرہ ومار قید خانہ ہوتا تھا جو قاصص امرا و روزرا کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس میں فقط ایکدریچہ سے روشنی جاتی تھی اگر اس دریچہ کو بند کر دیتے تھے تو اندر بالکل گہپ گہپ کہاں نہ ہوا جاتا تاہم لوگوں نے مہدی کو مشورہ یہ دیا تھا کہ یعقوب کو قتل کر ڈالنا چاہئے مگر مہدی نے یہ ظلم صریح قبول نہ کیا اور اسے قید خانہ میں رکھنا مناسب جانا۔ یہاں یعقوب کو ہر طرح آرام دیا جاتا تھا چودھویں پنڈرہویں صدی کے یورپین قیدیوں سے یہ قید خانہ شاہی محل کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جہاں قیدی کو (یہ ضرور نہیں کہ وہ خونی ہو) جت لٹا دیتے تھے اور اسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زنجیروں میں باندھ دیتے۔ ملاحون سے جکڑ دیتے تھے کہانے کو اول تو کچھ دیتے نہ تھے اور اگر دیتے ہی تھے تو آدہ سیر تک اور آدہ سیر کسی قسم کا کچا غلہ وہ بیچارہ تین چار روز میں تڑپ تڑپ کر جان دیتا تھا مگر شاہان اسلام نے یہ سب مظام اپنے ان روانہ رکھے تھے۔ یعقوب کو ایک سخت جرم میں گرفتار ہوا تھا پہر ہی اسے انتی آسائش دی گئی تھی کہ وہ پندرہ برس تک زندہ اور صحیح رہا۔

اس عرصہ میں مہدی کا انتقال ہو گیا اسکی جگہ ہادی تخت نشین ہوا۔ ہادی بھی وفات پا گیا پہر خلیفہ ہارون الرشید تخت خلافت پر بیٹھا جس کے تخت نشینی کے چہرہ برس کے بعد یعقوب بن داؤد زندہ قبر میں سے نکالا گیا۔

یہی جو مقرب سلطان یا خلیفہ تھا اس نے سفارش کر کے یعقوب کو رہائی دلوائی۔ خلیفہ نے فوراً چھوڑ دیا۔ رہا ہونیکے بعد پہر یعقوب نے معاملات سلطنت سے کو حصہ نہ لیا اور اپنی باقی ماندہ عمر مکہ شریف میں بسر کر دی جہاں وہ آخر اس دار فانی سے سترہ ہجری مطابق سن ۱۷۵ء کو عالم باقی کو رحلت کر گیا۔

ہارون الرشید کی پر شوکت سلطنت الف لیلہ سے ثابت ہوتی ہے گو اسکی سلطنت میں بغاوتیں بہت سی ہوئیں مگر یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ سچ بات پر گردن خم کرنے والا اور عالم کی قدر سمجھنے والا یہ ہوا ہے۔ ہارون الرشید کو بعض یورپین مورخین نے حد سے زیادہ میرحرم اور جلا دکھا ہے اور بڑا خونریز خلیفہ تسلیم کیا ہے مگر میں ان مافی ہوئی خیالی باتوں کے خلاف ہوں۔ پہلی بات جو کسی سلطان کی نیک نیتی اور خیر اندیشی پر دلالت کرتی ہے وہ آزادی ہے جو وہ اپنی رعایا کو دیتا ہے۔ اس کے زمانہ میں اسلام تو آزاد ہی تھا مگر نہیں حضرت عیسیٰ کا مذہب بھی گرجوں اور بازاروں میں اسقدر آزاد تھا۔ جو مشرقی خدا ویر جی یورپین مورخ ہارون الرشید پر عاید کرتے ہیں اس جلیل القدر خلیفہ کی مبارک ذات اس ناشدنی الزام سے بہت مستبعد تھی۔

اس کے لئے ہم کئی شہادتیں دیکھتے ہیں۔ اول یہ کہ خلیفہ نے امام مالک سے وزیروں کی معرفت کئی بار درخواست کرائی کہ آپ محل میں تشریف لائے کہ مامون میرے لڑکے کو پڑھایا کیجے۔ امام مالک نے وزیروں کی درخواست کا سوائے ناگوار سکوت کے اور کوئی جواب نہ دیا۔ شاہ یا خلیفہ وقت کی درخواست کا اس شہرہ اندہ طور پر جواب نہ دینا صاف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ہر شخص آزاد تھا اور اپنے پر خود حکومت کرتا تھا اسے خلیفہ کی



کچھ ہی پروانہ تھی امام مالک جانتے تھے کہ مرد وچہ قانون ملکی سے خلیفہ مجھے مجبور نہیں کر سکتا کہ میں ہر  
کا حکم ضرور ہی تسلیم کروں انہیں خلیفہ کی ناراضی اور خوشی کی ذرا بھی پروا نہ تھی۔ یہ آزادانہ روح اس وقت ہوتی  
ہے کہ جب سلطان وقت رعایا سے یہ عہد کر لیتا ہے کہ تمہیں خلاف قانون شریعت یا مرد وچہ کبھی مجبور نہ کیا جائیگا۔  
خیر جب خلیفہ کو یہ معلوم ہوا کہ امام مالک اس درخواست سے ناراض ہوئے تو اس نے اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا  
اور نہایت التجا سے یہ تحریر کیا کہ آپ یہاں تشریف لاکے اسے سبق دیدیا کریں۔ امام مالک نے جواب لکھا کہ علم  
سے اطاعت نہیں ہوتی بلکہ علم اطاعت کو اتار دیتا ہے۔ یہ جواب ہرون الرشید نے نہایت قیمتی سمجھ کے قبول کیا اور  
اپنے خاص صندوق میں رکھ لیا اور کبھی کبھی اسے نکال کے دیکھتا تھا اور زار زار روتا تھا کہ میں نے اس سے پہلے  
علم کی کچھ قدر نہ کی اس گفت و شنید کا یہ نتیجہ ہوا کہ مامون بستر تعلیم و باکے خود امام مالک سے پڑھنے لگے گھر پر  
بجائے لگے اور جیتک مکتب جاتا رہا کہ کوئی شام نہ نشانی اپنے ساتھ نہ لکھی۔ جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا اپنی کلاس بنیوں  
کی عزت کرتا تھا۔ کپڑے نہایت سادے پہن تاہنا اور کبھی کبھی اپنے استاد کی مار نہایت صبر سے برداشت کر لیتا  
تھا اور چون تک نہ کرتا تھا۔

دوسری شہادت ان تین گرجوں سے ملتی ہے جو اس پریشان خلیفہ نے اپنے روپیہ نبوائے تھے اور اس پر بعض  
نافہم علمائے بڑا شور مچایا تھا کہ خلیفہ نے اپنے خزانہ سے گرجوں کے لئے کیوں روپیہ دیا۔  
تیسری شہادت اس تروتازگی اور غیر معمولی سرسبزی۔ ثروت۔ دولت کی ہے جو اسکی سلطنت کو حاصل تھی اور  
جسکی گواہ علاوہ تاریخی پے درپے شہادتوں کے الف لیلہ ہے جسکی کہانیاں بالکل مسلمہ ہیں اور تسلیم کر لیا گیا ہے  
کہ جو کچھ الف لیلہ میں لکھا ہے ہرون الرشید کی سلطنت کا سچا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اسی قسم کی اور بہت سی شہادتیں ہیں جن کا مفصل بیان زیادہ طولانی ہوگا۔ اس لئے میں اسے قلم انداز کرتا  
ہوں مجھے سب سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ یورپین مورخ بغیر دیکھے اور سمجھے کیوں خلفایا سلاطین اسلام پر الزام  
عاید کرتے ہیں اگر ہرون الرشید کو سخت جابر اور ظالم تسلیم کر لیں تو پھر اسکی زبردست قدرت اور شانہ  
جبروت تسلیم کرنے میں تامل کرنا پڑیگا جس خلیفہ کو تخت پر بیٹھتے ہی حضرت علی کی اولاد کو قتل کرنے کی دہن  
لگی ہوئی ہو۔ باغیان سلطنت کو زیر و زبر کرنے کا خیال ہو ۱۰۰ بھائیوں کی شب روز کی مخالفت سے  
بقننگ آگیا ہوا اسکی سلطنت کبھی پر شوکت اور دبہ کی نہیں ہو سکتی وہ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ  
اپنی سلطنت کو کچھ عرصہ تک قائم رکھ سکے نہ کہ مزید برآں وہ دوسری عظیم الشان سلطنتوں پر حملہ آور  
ہو۔ خلیفہ ہرون الرشید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور بڑی دھوم دھام سے لاکھوں درہم تا دین جنگ  
لڑے والے پھر اسکی سلطنت قوی اور پُر عسب تھی شاہان یورپ اس سے خط کتابت فخر عظیم سمجھتے  
تھے۔ شاہ یمن شاہ جرمن وغیرہ اور خلیفہ ہرون الرشید کی خط کتابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ محض  
شاہ باہم ایک دوسرے سے کیا برتاؤ کرتے تھے اور شارلمین نے خلیفہ بغداد کے عدل و انصاف غریب پوری

نظر میں اور حاسدانہ صورت دیکھ کر خوف معلوم ہوا اور اپنے گروہ کے ضائع ہونے کا شبہ ہوا۔ آپ کا خوف صحیح تھا عبید اللہ گورنر پہلے ہی یورش کے لئے موجود تھا میدان کر بلا میں حسین پانچ ہزار سواروں سے گھیر گئے جس سے آپ کی آمد و رفت شہر اور دریا سے رک گئی۔ وہ اب بھی قیصر اور کسریٰ کے قلعہ میں جو دہن جنگل میں بنا ہوا تھا اور جہاں دس ہزار سپاہ تھی جا کر پھر سکتے تھے لیکن شرطوں کے سوال و جواب میں رہ گئے جو اپنے اپنے حریف کے آگے پیش کی تھیں۔ پہلی شرط تو یہ تھی کہ مجھے صحیح و سالم مدینہ واپس چلا جانے دو۔ دوسری شرط یہ تھی کہ مجھے ترکون کی مورچہ بندی کے سامنے قیام کرنے دو تیسری شرط یہ تھی کہ یا میں بھاطت تمام بزد کے پاس پہنچا دیا جاؤں۔ لیکن یزید کا لفٹننٹ بڑا درست اور سخت تھا اس نے امام حسین کو اطلاع دی کہ کیا تو آب حجر منو کی طرح یزید کے پاس گزرقا ہو کے جانا قبول کریں یا اپنی بغاوت کا اعتراف کریں اور ان پنجوں کو تسلیم کریں کہ جو بغاوت سے پیدا ہوئے ہیں اپنے جواب دیا، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں موت کے خوف سے درجاؤ لگا ایک ہی شرب کے وقفہ میں آپ چپ چاپی اور سنجیدگی سے اپنی سمت کی بانگی دیکھنے کے لئے مستعد ہو گئے۔ اپنے اپنی بہن فاطمہ کو رونے سے منع فرمایا جو اپنے خاندان کی بالکلیہ تباہی سے داویلہ کر رہی تھیں اور یہ فرمایا، ہمارا بہرہ صرف ایک خدا ہے تمام چیزیں خواہ آسمان میں ہوں یا زمین میں ایک دن ضرور نابود ہونگی اور اپنے مالک کے پاس جانیں گی میرا بیٹا میرا باپ میری ماں مجھے بہتر تھے اور ہر مسلمان کو نبی اکرم کی تقلید کرنی چاہئے وہ امام حسینؑ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے کہا کہ تم لوگ یہاں سے جان بچا کے چلے داہنوں نے بالالفاق اپنے بیک اور محترم مالک کو تنہا چھوڑنے سے انکار کیا۔ ان کا بہرہ سسر گرمی سے آخرت پر تھا۔ دوسرے دن آپ علی الصبح بوڑھے پر سوار ہوئے ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور ایک ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ آپ کے شہداء کے فیاض اور جرمی گروہ میں ۳۲ سوار اور چالیس پیدل تھے۔ لیکن ان قلیل آدمیوں کی مورچہ بندی صرف چھوٹے رسوں سے کی گئی تھی یا انہوں نے گہری کہانی کو لکڑیوں سے پاٹ کر عربوں کے قاعدہ کے بموجب بناہت بناہ بنایا تھا۔ دشمن بے اعتنائی اور بیدلی سے اس طرف بڑھا اور ان کا ایک سردار چالیس سپاہیوں کو دیکر مبارزت طلب کرنے کے لئے نکلا۔ امام حسینؑ سپاہی ایک ایک کے مقابلہ میں زیادہ پر صعب نظر آئے۔ لیکن ایک ہی بار عبید اللہ کے نکلنے کے دور سے تیر مارنے شروع کئے۔ ایک ایک کر کے سب آدمی شہید ہو گئے۔ اور آخر امام حسینؑ کے پچھلے ساتھی کے شہید ہونے سے لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ تنہا ماندہ۔ مجروح حسینؑ اپنے خیمہ کے دروازہ کے آگے بیٹھ گیا جب آب ایک قطرہ پانی سے اپنے لبوں کو تر کر رہے تھے ایک تیرا کے لگا جس سے آپ کا نتیجہ اور بیٹا گو مدین شہید ہو گیا۔ اپنے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جسے شہر شر خون بہہ رہا تھا اور شہداء اور زندہ آدمیوں کے لئے دعا کی۔ امام حسینؑ کی بہن سخت مایوسی کی حالت میں خیمہ کے باہر نکل آئیں اور کو فیون کے جزل کو قسم دیکر کہا کہ امام حسینؑ کو اپنی آنکھوں کے آگے شہید نہ کیجو

توبہ قبول کرے۔

سلمان نے دوسروں نامہ بھی کی دین پڑھی اور پھر سید قیاریہ میں پہنچا یہاں کا حاکم زفران نامی ایک شخص تھا اسے جونہی سلمان کی آمد آمد کی خبر سنی اپنی فوج لیکر سدہ ہوا۔ سلمان نے اس سے کہا: یہاں ہم تجھے تڑپے اور تیرا شہر چینیہ نہیں آئے ہیں بلکہ ہم امیر المومنین امام حسین شہید کربلا کے خون طلب کرنے کے لئے جاتے ہیں تو ہمارے لئے رسد کے سامان کر دے اور ہمیں اپنے شہر میں سے رستہ دیدے۔ چنانچہ زفران نے یہ ستم ہی رسد وغیرہ کا سامان بھی بکثرت مہیا کر دیا اور رستہ ہی جانے کے لئے دیدیا۔ جب سلمان روانہ ہونے لگا تو زفران نے اس سے کہے یہ کہہ کہ میں تجھے کچھ ہدایت کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ تو اسے سنے اور اس پر عمل کرے وہ یہ ہے کہ تو آگے نہ جا بلکہ سین اپنی مورچہ بندی کرے کیونکہ ابھی مردان بن الحکم کا انتقال ہو چکا ہے اور اسکی جگہ عبدالملک بن مردان سے لوگوں نے بیعت کر لی ہے عنقریب تیرے پس پا کرنے کے لئے شامی لشکر آئیگا تو اگر تو یہاں ہو تو میں یہی تیری مدد کرنے کو موجود ہوں یہ سنکر سلمان بن صرد بہت خوش ہوا اور یہ کہہ کر اڑا کہ خدا کا اجر ہم خدا پر ہر دہ کرتے ہیں وہی ہماری پشت پناہی کے لئے کافی ہے پھر زفران نے کہا اگر تم آگے بڑھنا چاہتے ہو تو فوراً بڑھو اور بڑھ کے عین اور کو فوج کو کیونکہ یہ سہ سبز شہر دشمن کے مقابلہ میں بہتین بہت کچھ سہارا دیکھا۔ یہ سننے ہی سلمان نے آگے بڑھ کر شہر عین اور کو پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ کئے ہوئے بلج دن نہ گزرے تھے کہ شامی فوج آدھکی سلمان نے پہرتی سے ہنر پر کھڑے ہوئے کہ خطبہ پڑھا اور اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ کر گریں مارا گیا تو تم مسیح کے اپنا امیر بنا لینا اور اگر وہ یہی مارا جائے تو عبداللہ بن سعید کو اپنا امیر نامزد کر لینا اور اگر وہ یہی مارا جائے تو قاعہ کو اپنا امیر بنا لینا۔ اس ہدایت کے بعد ایک دستہ کا۔ افسر بنا کے سلمان نے مسیح کو شامیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ مسیح اس دلیری اور ہوشیاری سے لڑا کہ شامیوں پر اسے فتح ہوئی۔ شامی بہت سے مارے گئے اور کثرت ان کا سان لوٹ لیا گیا۔

جونہی اس شکست کی خبر عبید اللہ بن زیاد کو پہنچی اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج کی سرکردگی میں سلمان کی سرکردگی کے لئے روانہ کیا۔ یہہر یکا دن جادی الاول کا مہینہ شہر ہجری تھے کہ حصین نے عین اور کو سے اپنے لشکر کو ڈالا اور آب لشکر سے باہر نکلا کر سلمان سے مخاطب ہوا۔ سن اور سلمان بن صرد اسوقت گروہ ہو رہے ہیں مردانی اور زبیری تو تیرا خارجی کہاں سے نکل آیا کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے اور اتنے آدمیوں کو کیوں قتل کرتا ہے۔

سلمان بن صرد نے جواب دیا کیا بکتا ہے اپنی سی مانی دوسر کی جانتا ہے۔ یہہر تیرے ہی گروہ کو سزاوار ہے کہ سزاوار امام بنائے ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو اور پھر دوسر دن اسے خراج کر دینے ہو تم نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں ہمارا امام نبی زادہ ہے اور ہم دفتر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ امام حسین کا حوطلب کرتے ہیں ہمارے ہاں کا ظالم عاصی امام ہی تمہارے متقی اور مصطفی امام سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ

جو کچھ تم نے سید الشہدا کے ساتھ کیا ہے خدا اسے معاف کرے تو عبداللہ بن زیاد کو ہمیں دید و اور  
عبدالملک کو تخت خلافت سے اتار دو کہ ہم باتفاق خاندان بغیر خدا سے ایک امام منتخب کریں کیونکہ اعلیٰ میں  
کو امامت واجب اور مناسب ہے۔ حصین نے سلیمان کی ان باتوں پر مطلق توجہ نہ کی۔ سخت معرکہ ہوا دوسرا  
تاک خوزنری سے جنگ ہوئی یہی عبداللہ نے دورانیشی کے خیال سے بیس ہزار جرار فوج اور بھی حصین  
کی مدد کے لئے روانہ کر دی تھی کہ عین جنگ میں وہ بھی پہنچ گئی۔ سلیمان اب بھی شکستہ خاطر نہوا تھا۔  
وہ جس خطرناک دیرری سے جنگ کر رہا تھا برابر کرتا رہا یہاں تک کہ عین معرکہ جنگ میں اسکے کلیچہ میں ایک  
تیر لگا اور پشت پر سے پار ہو کے نکل گیا اور آٹا ٹاٹا میں وہ دھین ٹھنڈا ہو گیا۔ خارجیوں نے جب اپنے جو خیل  
جو ہی سردار کو بچان دیکھا شکستہ دل ہوئے مگر یہ بھی انہوں نے مسیب کو اپنا سردار بنا کے میدان جنگ  
میں قدم جمائے رکھتے کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک شامی کے نیزہ نے مسیب کا ہی خاتمہ کر دیا اسکے بعد  
بن سعید نے سردار بنکے میدان کا رزار میں قدم اگے بڑایا مگر وہ بھی بہت جلد راہی ملک تباہ ہوا۔ اسکے  
بعد رقاہ نے جہنڈا تہہ میں لیا مگر آخر میں اسکی قسمت نے ہی کچھ سہارا دیا۔ شکست ہونے کو تھی  
کہ تاریکی نے دونوں لشکر کو کھینچ کر آرام کرنے کی مہلت دی۔ شب کو رقاہ نے اپنے باقیمندہ آدمیوں  
سے کہا بہتر ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر پہاگ جائیں یہ محال بلکہ نامکن ہے کہ دشمن کے اس غلیم شان لشکر  
پر ہمیں فتح حاصل ہو۔ خارجی بھی بد دل ہو رہے تھے آخر رات ہی رات میں رقاہ پہاگ کے قریب پہنچا  
اور پھر تین دن قیام کر کے کو فہ چلا گیا۔ اوپر کو فہ میں خارجی خوزنری کی تدبیریں کر رہے تھے اور  
ادھر بصرو میں خارجیوں کا دن بدن زور بند تھا جا آ تھا۔ ایک زمانہ تک خارجیوں نے بہت کچھ سلاؤں کا  
خون پھایا مگر آخر کار وہ بالکل پس پا کر دسے گئے اور اب مسقط میں زیادہ تران کی بود و باش ہے۔

مروان کا اس اثنا میں ۸۱ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ اسلامی سلطنت کے دامن پر سواتر خون  
کی آفتان ہو رہی تھی اور جن حصوں سے بہت کچھ ترقی کی امید کی جاتی تھی وہ دن بدن دیتے چلے  
جاتے تھے۔

خلیفہ عبدالملک کے وقت میں گو فتوحات کی بہت کچھ ترقی ہوئی مگر ساتھ ہی خوزنری اور سیول اس  
میں بھی برا بر جان بڑتی رہی حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا اور طرف  
ایک قیامت دہا تھی۔ خلیفہ عبدالملک کے ظلم و ستم یا خو خوار فطرت سے انہیں بلکہ نئے نئے دعویداران  
سلطنت کی وجہ سے۔ جہاں تک عبدالملک کے حالات دیکھے جاتے ہیں ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ  
وہ ایک بہادر جاکش اور جوی مرد میدان با حوصلہ شخص تھا ساتھ ہی باخیان سلطنت سے بہت سختی  
سے پیش آتا تھا اور بغیر تلوار کے بات نہ کرتا تھا۔ اس کی یہ کارروائی تھی بغیر سبی اگر وہ حمارت کی نظر سے  
دیکھتا تھا۔

عبدالملک نے تخت خلافت پر بیٹھے ہی سلطنت کا رنگ ہی بدلیا تھا جو کمزوری اور ضعف باہمی متضاد گردہوں کے پیدا ہو جانے سے سلطنت اسلام کو ہوتا چلا تھا بہت کچھ دور کر دیا تھا۔ وہ اسلام کا دلدادہ تھا اور مصیبت زدہ کے بچانے کے لئے اپنا چین آرام کھو دیتا تھا۔ اس نے اسلام کی بہت کچھ مدد کی ہے اور قوتِ اسلام کو اس کی وجہ سے بہت کچھ وسعت ہوئی ہے گو اسکی ذاتی معاشرت کچھ ہی کیون نہ ہو یہی اسلام کو اس نے جتنی پولیٹیکل قوت بخشی تھی وہ سمجھنے غور کرنے اور انصاف سے ملاحظہ کرنے کی محتاج ہے اگر ہم اسکی ذاتی خرابیوں پر اسے برا بھلا کہنے کے مجاز میں تو ہمارا یہہ بھی تو فرض ہے کہ اسکی نیکیوں اور ان فوائد کا یہی تو ذکر کریں جو اسلام کو اس سے پہلے میں گو ہمارے مہربان مسٹر امیر علی جج نے ایک ساتھ کئی خطباتِ نبوی امیہ کو غاصبِ حسیٰ ناخدا ترسِ ظالم اور خونریز لکھا ہے مگر ہمارا دل یکطرفہ فی دگر سی دنیا پسند نہیں کرتا ہم اسکی عجیب و غریب فطرت اور مسلمان کے ساتھ فدائیانہ عشق کی ایک مثال خود حضرت امیر علی صاحب کی کتاب سپرٹ افس اسلام میں سے نقل کرتے ہیں جس سے ناظر کو یہ اندازہ ہو جائیگا کہ ایک جگہ ہمارے حب الاحرام مہربان کیا تحریر فرماتے ہیں اور دوسری جگہ کیا حوالہ قلم کرتے ہیں چنانچہ اسی عبدالملک کی نسبت وہ یہہ تر م فرماتے ہیں۔

”خلیفہ نے اپنے ضیافتی مال میں بیس گھنٹہ یہ سننے ہی کہ رومی ایک عربی بیگم کو جب گرفتار کئے بیچارے ہتے تو یہہ اس نے غل جھاکے کہا تھا عبدالملک کیون نہیں میری مدد کو آتا د نصف جام نہ پیا ہو گا کہ لبون سے علیحدہ کر کے رکھ دیا اور تم کہانی جب تک میں اس خاتون کو نہ رٹائی دلو انو نگا چھے کہانا پینا حرام ہے۔ اسیدم اس نے اپنی سپاہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور جب تک خاتون کو رو میوں کی قید سے نہ چھٹا لیا اپنی قسم کو نہ توڑا سپرٹ افس اسلام صفحہ ۳۶-۳۵۹)

اس سپرٹ پر ہمیں معمولی نظیر نہ دینی چاہیں بلکہ ذرا نال اور تھل سے دیکھنا چاہئے کہ بنی امیہ کو سر سے پاؤں تک تمام جہان کی برائیوں سے لاد دینا اور تعصب میں آکے ان کی بھلائیوں کو چھپا دینا کتنے ظلم کی بات ہے۔ اس واقعہ کے دو پہلوں پر ہمیں غور کرنا چاہئے پہلا پہلو تو یہہ ہے کہ عورت کا عبدالملک کو اپنی رٹائی کے لئے طلب کرنا یہہ معنی رکھتا ہے کہ وہ مصیبت زدہ نکادادرس تھا اور ایسی ایسی حالتوں میں مدد کرنے کا عادی تھا اگر وہ بالکل ظالم اور خونریز ہوتا تو کبھی عربی خاتون اسے نہ پکارتی ایسی حالت میں آگے مدد جانے کی درخواست کی جاتی ہے جس کی طرف سے یہہ یقین ہوتا ہے کہ یہہ مدد کر لیا اور جس کا ذاتی تجربہ بھی ہوتا ہے کہ یہہ ایسی حالتوں میں مدد کیا کرتا ہے۔ دوسرا پہلو یہہ ہے کہ سننے ہی عبدالملک نے پیالہ شربت کا اپنے ناچہ سے رکھ دیا اور خاتون کو نجات دلوانے کے لئے تیار ہو گیا یہہ کام ظالم اور خود غرض خلیفہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ ایسی جگہ دیری دم ہی کر لیا جسکی رگوں میں اسلامی خون دوڑتا پھر تا ہو گا اور جسے دین خدا کی لاج



یہی ہوگی۔ مین ناظرین برکس کا انصاف چہوڑتا ہوں۔  
اسکا ہم اعتراض کرتے ہیں کہ عبد الملک نے نہیں مگر اسکے گورنر حجاج بن یوسف نے مذہبی پیشواؤں پر بڑی ہی زیادتیان کیں اور سخت سخت ظلم توڑے۔ عبد الملک خود بھی جیسا کہ ہم لکھتے ہیں ایک درشت اور سخت آدمی تھا اور اپنی بات کی ہرچیز وہ اکثر اوقات رعایا پر ظلم ہی کر جاتا تھا۔ عبد الملک کا ظلم اتنا مشہور نہ تھا جتنی حجاج کی سفاکیاں زمانہ رد و عوام ہو رہی تھیں اس ناشدنی بد بخت گورنر نے بڑی زیادتی تو یہہہ کی تھی کہ وہ ان لوگوں کو تکلیف دیا کرتا تھا جو ائمہ مذہب اور علم و فضل کے لحاظ سے مقتدا کے عام تھے۔ حضرت عمر بن عبد العیز نے سچ کہا کہ، اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب ملکر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لائیں تو واحد سال پہلے بہاری ریگادہ حجاج کی ناخدا ترس سفاکیوں نے لوگوں کو کھجوا دیا اور عراق میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔

ہم گورنر و کا ازلام خلیفہ پر عاید کر سکتے ہیں مگر تاریخ میں بتلاتی ہے کہ حجاج برائے نام مطیع عبد الملک تھا مگر درحقیقت آزاد تھا۔ اسکی ستم افزا کارروائیاں اترکے زمانہ کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہیں۔  
آخر عبد الملک نے شہ سحر میں ۲۱ برس خلافت کر کے انتقال کیا۔ اس عرصہ میں سات برس کامل عبد اللہ بن زبیر سے شر تار ہا اور باقیمندہ سال اندرونی بغاوتوں کے فرو کرنے۔ اور فتوحات کو وسعت دینے میں صرف ہوئے۔ عبد الملک کی بیویوں میں ایک بیوی حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی اہلہ سے تھی۔ جیسا کہ طبری جلد ۴ صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ اسنے اسلامی دنیا میں جو کچھ نام پیدا کیا وہ کم خلفا کو نصیب ہوا ہے اسکی فوج یورپ افریقہ اور افغانستان کے جگہ میں گھس گئی اور صلیبی نشانوں کو جھکا تی ہوئی اندر چاہنچی۔ اسپین جیسا بڑا ملک سلام کے قبضہ میں آگیا۔ یہہہ وہ اسپین ہے جہاں آٹھ سو برس تک بنی امیہ کی سلطنت رہی اور تمام جہان کے علوم کا حشر شیمہ ہی آٹھ صدی تک بنارہا۔

ولید کی اولوالعزما کو ششون نے اسکے قدموں پر نہ صرف اسپین ہی کو تار کر دیا بلکہ ولایت سندھ کی کھجیاں بھی اسکی خدمت میں پیش کیں۔ ان وسیع فتوحات پر ہی اس نے قناعت نہ کی بلکہ خوارزم۔ سمرقند سے گزر کر کابل و فرغانہ پر علم اسلام نصب ہوا مغرب کی طرف جزائر مرقہ۔ میوز قہ کر کے مین دریافت کرتا ہوں اسنے زیادہ اسلام اور ملک پر اور کیا احسان ہوگا۔

یہہ مانا کہ اسکی ان فتوحات میں اپنی ذاتی ناپائش بھی ملی ہوئی تھی پھر ہی جو فائدہ اسلام کو اس سے پہنچا ہے محض اپنی نا انصافی سے ہم کیوں نوح دل سے نیا آسنا کر دیں۔ ہمارے مولانا شبلی صاحب نے انکھوں پر شہیکری رسالے ولید کی ان شہا بانہ اور بے مثال خدمتوں کا جو اس نے اسلام کی کین اچھا صلہ نہیں دیا ہے اور ایک کیے اختصار اسپر چڑ دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں، لیکن اسلام کی روحانی بہرکوں کا نشان نہ تھا وہ (از سیرۃ النعمان صفحہ ۲۵)



مین کہتا ہوں فی الحال نہ ہو مگر اس نظر کرنے کے لئے کیوں آنکھیں بند کیں جاتی ہیں کہ اسنے اسلامی برکتیں پیدا ہونے کا بیج تو بویا اگر اپنے زمانہ میں ان کے پیدا کرنے سے قاصر رہا ہو۔ یو رب میں اسنے اسلام کی شوکت تو جمادی دیکھو جو بیج اسنے یو رب میں بویا بیھے اسیدین فتحیہ پہلا برہامو شاخین نکلیں اور اہل دایا۔ آتش سو برس تک دھانی چٹھے ابلتے رہے۔

یہ بہ سخت چہالت اور کوتاہ بینی ہے کہ ہم کسی شخص کے کام پر بغیر اس کا نتیجہ دیکھے رائے لگانے بیٹھ جائیں انسان کوئی خدمت کرے درحقیقت وہ کوئی چیز نہیں جب تک اس کا نتیجہ اچھا نہ اکلے یہ نہ ہو کہ یہ سچے نہ بھیدان اسنے کے واسطے اپنے مال کی خدمت کر کے ہمیشہ کے لئے پھر کمیاں جھلوانے سے سبکدوش کر دیا۔

باہن ہم یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ اب یہی در سکاہن کہلی ہوئی ہتھیں۔ ولید پر ہم در سکاہن کی سرسری یا حدیث وغیرہ کے کالج کہولنے کا الزام نہیں لگا سکتے جو سلطان کشور کشا ہوتا ہے اسے ایسے کاموں کی اتنی فرصت نہیں ہوتی اسوقت ضرورت فتوحات کو وسیع کرنے کی ہتی نہ محل کی چار دیواری میں مستند حدیثوں کے ہم پہنچانے کی۔

آخر ملک کی خوش نصیبی سے حجاج کا یہی شہہ ہجری میں خاتمہ ہو گیا اور ادھر شہہ ہجری میں ولید وفات پائی حجاج کے مرنے کی طبری نے ایک عجیب دلچسپ حکایت لکھی ہے جس سے ہر دلچسپی ہی نہیں ہوتی بلکہ سخت عجب ہوتی ہے جب حجاج نے افغانستان فتح کیا تو عبدالرحمن ابن الاشعث پہنچے حجاج سے اکثر موقعوں پر سخت مقابلہ کیا تھا اور سعید بن جبیر دمان سے ہانگے عبدالرحمن تو زبیریل چلے گئے اور سعید اصغہان آگئے۔ حجاج نے سخت ہی ایک قاصد کو امیر اصغہان کے پاس بھیجا کہ سعید کو گرفتار کر کے فوراً مجھے پیچ دو جو نہی سعید نے یہ سنا وہ دمان سے بھی کا فور ہوئے اور آذربائیجان کو آئے دمان سے سعید سے مکہ شریف آگئے دم لیا۔ یہاں ہی حجاج نے پچا نہ چوڑا اور ولید کو نامہ لکھا کہ امیر مکہ کے پاس آپ حکم پہنچیں کہ سعید کے ساتھ فلاں فلاں شخص کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دے۔ ولید نے فوراً امیر مکہ کے نام حکم پہنچ دیا کہ اتنے آدمیوں کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس پہنچو ان لوگوں پر نبادت کا الزام لگایا گیا تھا۔ آخر خالد بن عبدالعزیز نے ان لوگوں کو جن میں سب فضلاء دہر اور فقہائے عصر تھے گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ رستہ کی تکلیف اور حجاج کی ناخدا اترسی کے خون سے طارق بن حبیب۔ مجاہد بن عطا۔ عمرو بن دینار تو حجاج کے پاس پہنچے سے پہلے ہی جان بحق تسلیم ہوئے۔ سعید بن جبیر زندہ بچے۔ حجاج نے میرحمی سے حکم دیا کہ ان کا سر اڑا دیا جاوے۔ جلاد نے تلوار مار کر گردن اڑا دی بریدہ سر تین بار لا الہ الا اللہ پڑھا یہ سخت ہی حجاج کے ہوش اڑ گئے اور اسنے خوف زدہ ہو کے نہایت ہشامی کی حالت میں یہ کہہ لیا اس ترسنا دہہ (یعنی خالد بن عبدالعزیز) نے پھر لعنت ہو جس نے اس باکمال اور مظلوم نفس کو میرے پاس پہنچ کے قتل کر لیا۔

سعید بن جبیر کے چالیس دن بعد حجاج کا ہی انتقال ہو گیا۔ اس عرصہ میں حجاج موزرہ جواب میں یہ دیکھا کرتا

تھا کہ سید تلوار اور طشت لیکر آیا ہے اور یہ کہتا ہے تو نے مجھے بیگناہ مارا ہے اب میں تجھے اپنا انتقام لیتا ہوں اور تجھے قتل کرتا ہوں حجاج چونک چونک اٹھ اٹھ بیٹھا تھا اور سپر ایسا ہول بیٹھا تھا کہ اوپر نگہ لگی اور ادھر اسٹو سید کو تلوار لے ہوئے آئے دیکھا۔ آخر ۲۵ رمضان المبارک شہہ ہجری کو حجاج بھیڑ ہوا۔ جس سال سید بن جریر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اسے سنۃ الموتہ فقہا کہتے ہیں کیونکہ اس سنہ میں بڑے بڑے فقہا کی وفات ہوئی تھی۔

ولید نے جیسا کہ ہم اوپر لکھا ہے ۹۷ شہہ ہجری میں پانی لکھنے کی فات کا دن جمعرات ۵ رجمادی الآخر تھا اور اسکی خلافت کا زمانہ صرف ۹ برس شمار ہوا ہے۔ اسکی ۴۵ برس کی عمر تھی ۱۹ لڑکے تھے۔ طبری نے اسکی نسبت یہ ہے لکھے ہیں۔، چنیں گویند کہ از ہمہ بنی مروان از ولید بہتر نبود و آن اثر تاکہ اور ابو د کس را بعد و مرگت در دمشق او بنا کرد و مرگت بنیامبر علیہ السلام و آکہ و سلم را ویران کرد و بسے اندران افزود و باز آبادان کرد و مردان مدینہ را ہمہ گوئے عطا داد و ہر قاعونی را خادے فرمود و ہر ابنائے را قاعدہ فرمود کہ اور خدمت کند و ہر روز گار خلافتش بسیار فحشا بود و

اسپین کی فتح خوش قسمتی سے پوری ہو چکی تھی اور ولید نے اپنے تھوڑے زمانہ خلافت میں اتنے دور و دراز ملک میں ایسا بندوبست کر دیا تھا کہ پھر عیسائیوں کی سازشیں اسچن خلل اندازی نہ کر سکیں۔ اسلام کی خوش قسمتی سے ولید کے بعد اسکا بیٹا سیلمان تخت نشین ہوا جو اس سے ہی ہر صفت میں بڑا ہوا تھا حقیقت میں ایسے موقع پر یہ صدق آتا ہے۔ شعر۔

نکوئے گرد و زین سحر نیکو تر شود پید اچو گیرد قطرہ راہ عدم گو ہر شود پیدا

سیلمان کی تخت نشینی اسلام کے حق میں سب سے زیادہ سبب رحمت ہوئی۔ پہلی قابلِ ملاحظہ بات جو سیلمان نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی کی وہ عمر بن عبدالعیز کو شیر سلطنت بنانا تھا۔

گو حضرت عمر بن عبدالعیز سلطنت کے معاملات میں درک دینے اور اس کشمکش میں پہنچنے سے رضامند نہ تھے پہلے ہی خدا کا خوف اور مسلمانوں کی زدہ حالت پر رحم نے جبراً آپکو وزارت قبول کرنے پر رضامند بنا دیا حضرت عمر بن عبدالعیز کا جیسا اتفاق اور پرہیزگاری برہمی ہوئی تھی ایسی ہی آپکو دلیر اور بید شرم فطرت کا حصہ ملا تھا۔ آپنے حجاج جیسے خونخوار ہرجم گورنروں کی سدا مخالفت کی ہے اور ان کی شکایتیں دوبار دمشق سے اکثر کرتے رہے ہیں۔

سیلمان بہت بڑا دیب اور فصیح تھا یہ اسکی قابلیت کی دلیل ہے کہ اسنے عمر بن عبدالعیز کو انکار برہمی اپنا مشیر بنایا۔ جون ہی تخت خلافت پر بیٹھا اسکی نظریں مسیحی باپتی مندہ قریب قریب مالک پر پڑنے لگیں سب سے پہلے اسکی نظر قسطنطنیہ پر پڑی۔ گو پہلے ہی کئی بار کوشش ہو چکی تھی مگر آپنے اسنے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ قسطنطنیہ کو بطرح ہونہ فتح کر لینا چاہئے۔ سب سے پہلے امیر معاویہ اس کے جدا مجذد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا

اسلئے اس وسیع شہر پر حملہ کرنے اور اسے فتح کر لینے کا سیلان کافی طور پر مستحی ہو گیا۔ اس نے اپنے لائق خراج  
 مسلمہ کو ایک جوارٹ شکر کی سرکردگی میں روانہ قسطنطنیہ کیا۔ راہ میں بہت سے گورنروں نے تعرض کیا مگر حضرت  
 سے میدانوں کے بعد آخر اسلامی پیر پر یہ قسطنطنیہ کی دیواروں کے پچھے اڑنے لگا۔ تمام شہر محصور ہو گیا اور سبھی  
 دنیا میں ایک تامل برپا ہو گیا۔ چونکہ یہ شہر یورپ کا دروازہ ہے اسلئے یورپ میں سلطنتوں میں بڑا خوف  
 ہوا کہ مسلمان اسے فتح کر لیں انہوں نے جانا کہ مسلمہ کو یہاں سے مار کر نکال دیں جو میں اور وائس کے شاہوں نے  
 اپنی فوجیں روانہ کیں مگر بہت عجب دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں کچھ بھی کامیابی حاصل نہ کی  
 اور سخت ذلت سے شکست کھا کر واپس پیر برگین۔

فطرہ کو یہ منظور تھا کہ سیلان فاتح قسطنطنیہ کہلانے نہ مسلمہ کی قسمت میں اس عظیم الشان سچی شہر کے دروازے  
 اپنے ہاتھ سے کھولنے لگے تھے اسلئے قبل از وقت سیلان کی وفات کی خبر مسلمہ کے جوارٹ کو پہنچی جو عنقریب فتح پاک  
 شہر میں داخل ہونے کو تھا اپنے سلطان کی خبر وفات سننے ہی خبر کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ کچھ میدانی سے  
 مسیحی دار الخلافہ کی طرف افسردہ لگا ہون سے دیکھنے لگا۔ اسکے دوسرے دن عمر بن عبدالغیر کا نام پہنچا کہ تو  
 واپس چلا آ۔

مسلمہ سخت ناکامی سے تھکے سانس پیرتا ہوا واپس پیرا۔  
 سیلان کا زمانہ سلطنت بہت ہی تھوڑا ہوا۔ جتنی آرزو میں کہ تخت نشینی کے وقت اس کے دل میں آرہی تھیں اگر  
 طرح سے اسکے ساتھ قبر میں چلی گئیں۔ بے بار آرزو کہ خاک شدہ اس کی پہلی آرزو مسیحی عظیم الشان پائے تخت قسطنطنیہ  
 کے جگہ میں اسلامی علم نصب کرنا تھا مگر یہ کام ہی ادا ہوا ہی رہا گو اسکے گورنروں نے اس تھوڑے عرصہ میں یہی  
 سے ملک کرکان و طبرستان وغیرہ فتح کر لئے یہی اسکی اولوالعزما نہ طبیعت مرتے دم تک بھی ہی اور آخر اسی  
 افسردہ حالت میں اس نے جہان سے کوچ کیا۔

یہ کون جانتا ہے کہ کل کیا ہو گا اور یہ کسے یقین ہے کہ عمر بچپن کے ان وعدے و وعید کو پورا کرے گی جو وہ اکثر کرتی  
 رہی ہے۔ کل دو برس اور آٹھ مہینے سیلان نے خلافت کی۔ اس کا لقب صرف اس کی خیر اندیشی اور نیک گالی کی وجہ  
 سے منتقل الخیر تھا تخت خلافت پر بیٹھے ہی اس نے تمام قیدیوں کو جو طرح طرح کے جرائم میں مقید تھے یکے بیکے چھوڑنے  
 کا حکم دیا اور ایک بی بی قید خانہ میں نہ رہنے دیا۔ علما فضلا فقہاء کی عزت کی۔ درگاہ میں کہیں گئیں و خطبے مقرر ہو گئے  
 غرض اس تھوڑے سے زمانہ کی سلطنت میں خلافت کی بددلی کی تدبیریں جو کچھ کر سکتا تھا کیں اور کسی میں دریغ  
 نہ رکھا۔

جب سیلان بیمار ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ میں اس مرض سے زندہ نہ بچ سکتا تو اس نے چاہا کہ اپنے بچوں میں جو ابھی  
 صغیر سن تھے وہی عہد بناؤں مگر امراء نے سلطنت نے اس سے کہا اگر تم نے ان نابالغ بچوں میں سے کسی بچہ کو خلف  
 بنا دیا تو سلطنت کا گران تر بوجھ اس سے سنبھل سکیگا اور یہ ایک تفرقہ عظیم پھیل جائے گا عجب یقین کہ حکومت مرنائی

کوئی خدمت پہنچے سلیمان نے کہا مجھے پہلے ہی اس کا خیال ہے اچھا یہ تو بتاؤ کہ میرے بیٹے داؤد کی کیا کیفیت ہے امر نے جواب دیا اے امیر المومنین وہ توروم میں چلا گیا ہے جس دن سے گیا ہے یہی پتہ نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ یہ سنکر سلیمان نے کہا اچھا عمر بن عبد العزیز کے بارے میں کیا کہتے ہو سب نے اتفاق کہا کہ وہ ایک لائق منصف متقی رحمدل اور بہت بڑا مدبر فقیہ اور فاضل اہل خیر خواہ خلائق۔ سرور العزیز ہے سلیمان نے فوراً عمر بن عبد العزیز کو منظور کر لیا۔ سلیمان کو چونکہ اپنے بہائی نزدیک کا خیال تھا مبادا وہ عمر بن عبد العزیز سے تفریق کر لے اس نظر سے اسے ایک وثیقہ لکھوایا اور جاوین الحیات کو دیا کہ تمام نبی امیہ کے سردار و گوربار خاص میں جمع کرو اس وثیقہ پر مہر کر لے اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ہم نے سلیمان کے حکم سے عمر بن عبد العزیز کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا جب رجاء بن الحیات نے سرداران قوم مروانی کو جمع کر کے سلیمان کا وثیقہ دکھایا انہوں نے فوراً اس پر دستخط کر دیے مگر رجاء سے یہاں تکالی ایک بار ہم اپنے خلیفہ کو اور یہی دیکھنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ سلیمان کے منہ سے ہم یہ سن لیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنایا ہے تم ہی اسکی اطاعت کرنا۔ یہ سنکر رجاء نے سلیمان کی خدمت میں عرض کیا سلیمان نے سرداروں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے دریافت کیا سلیمان نے سرگرم الفاظ میں وثیقہ کی تصدیق کی۔ سب نے گروین جہاد دین اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت تسلیم کر لی۔ جون ہی حضرت عمر بن عبد العزیز کو معلوم ہوا آپ فوراً رجاء بن الحیات کے پاس آئے اور کہا خلافت سے میں استعفا دیتا ہوں مجھے حکومت کی خواہش نہیں ہے نہ ملک گیری کی آرزو ہے رجاء نے کہا آپ کچھ ہی کیون نہ فرمائیں میں مناسب نہیں جانتا کہ مرض الموت میں امیر المومنین سلیمان کو اس کے قرار و امر کے خلاف اس سے عرض کروں اور سخت فکر اور سنج میں مبتلا کروں حضرت عمر بن عبد العزیز یہ سنکر سخت غصہ ہوئے اور فرمایا جب کسی کے لئے کوئی کام تجویز کیا جاتا ہے تو اس سے دریافت تو ضرور کر لینا چاہئے۔ اسی غصہ کی بنا پر اب اٹھ بیٹھے اور اپنے گہر نشین لے آئے۔ رجاء کہتا ہے کہ جوق حضرت عمر بن عبد العزیز میرے مکان سے اٹھ گئے میں رنگت مزخ ہو گئی تھی اور انکھوں میں طیش کے لال لال دورے پڑ گئے تھے۔ اتنے میں ہشام بن عبد الملک آیا اور کہنے لگا رجاء سے دریافت کیا کہو خلیفہ کون مقرر ہوا رجاء نے کہا میں اپنے خلیفہ کا یہ کہنا نہیں چاہتا۔ ہشام سمجھ گیا کہ ضرور کچھ دال میں کالا کالا ہے اسنے غضبناک ہو کرے کہتا ہے کہ کیا یاد رکھو اگر سلیمان کی ادا حق خلافت سے محروم کر دی گئی تو پھر کتنی خونریزی ہوتی ہے اور کیا گل کہتا ہے۔ رجاء نے ہشام کے اس کہنے کا کچھ یہی خیال نہیں کیا۔ اور جب سلیمان کا انتقال ہوا تو رجاء نے کہیں کو خیر نہ کی بلکہ پہلے کعب بن علقم کے پاس گیا اور کہا امیر المومنین کا حکم ہے کہ جس شخص کا نام وثیقہ میں لکھا ہوا ہے اور یہی ایک بزرگ و سچا شخص اس کا نام لکھا جائے اور ہر شخص اس کے ماتھے پر بیعت کہنے پر رضامند ہو۔ جب لوگ جمع ہوئے اور عمر بن عبد العزیز کا نام آیا تو ہشام نے غل جھپکے کہا کہ ہم اسے خلیفہ نہیں مانتے رجاء نے فوراً جواب دیا خود خلیفہ اور ایمان قوم تسلیم کر چکے ہیں اگر تو نے ایک کوئی یہودہ کلمہ کہا یا اسکے ماتھے پر بیعت نہ کی تو میں اپنی عمر کا خاتمہ سمجھوں۔

عجب یہ ساری باتیں ختم ہو گئیں رجانے اور سوقت سلیمان کی وفات کی خبر دی۔ قاعدہ کے موافق اس کی  
تہجیز و تکفین کی گئی اور عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر بیٹھے۔

سلیمان کی طبیعت میں رحم بہت تھا۔ رقیق القلب بہت بڑا تھا۔ ہمیشہ کہلی نصیحتوں سے متاثر ہوتا تھا اور  
بعض وقت دنیا کی بے ثباتی اور جاہ و چشم و ملک کے فانی ہونے پر اس کے انسو بہا پڑتے تھے جب اسے بتایا جاتا  
تھا کہ سلطنت سے انسان اپنے کو کیا کیا خیال کرتا ہے۔ اور کتنے کتنے ظلم ہم اس سے سرور و موجد ملے ہیں تو وہ رو دیا  
کرتا تھا اور حتی الوسع اس کی یہ خواہش رستی رہتی تھی کہ بیگناہ کوئی مجھے نہ ستا جائے ایک دن اس نے عمر بن عبد العزیز  
سے دریافت کیا کہ آپ میری سلطنت کی نسبت کیا فرماتے ہیں آپ نے جواب دیا۔

”سہمہ اولاً انہ غدری ملک لولاً انہ هلاک و جلولاً لولاً انہ موعۃ و نعیم لولاً انہ عذاباً“

یہ سننے ہی سلیمان رونے لگا یہاں تک کہ اسکی جھکی بند گئی۔ اس فطرۃ پر اس نیک بناد خلیفہ کا خاتمہ ہوا۔  
سلیمان کی تہجیز و تکفین کے بعد مروانی سردار عمر بن عبد العزیز کے مکان پر دوڑے ہوئے گئے اور تمام شاہی  
اضطبل کے گھوڑے زرین پاکہ رون اور سنہری لجاموں کے ساتھ پیش کئے اور عرض کیا حضور ان گھوڑوں  
میں سے جس پر چاہیں سوار ہو جائیں۔ مگر عمر نے انکار کیا اور کہا مجھے اپنا ہی گھوڑا کافی ہے۔ آپ رضامند نہ تھے  
کہ لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کریں مگر جب بہت مجبور کئے گئے تو مجبوراً دست بیعت بڑھایا اور مروانی خلافت  
قبول کی۔

تخت خلافت پر تسکین ہو کے آپ سلمہ بن عبد الملک جنرل افواج قاہرہ کے پاس جو قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے  
پڑا تھا یہ نہ نامہ لکھا نہ اہل شام نے مجھے مجبور کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور مجھے خواہشمند ہیں کہ عین  
والانصاف کردن اور شریعت کے مطابق غنائم لوگوں میں تقسیم کروں۔ میں خدائے عفو و علا سے توفیق چاہتا  
ہوں کہ میرے کام اس کی رضا کے موافق ہوں جب میرا نامہ تجھے پہنچے بہتر ہے کہ تو ہی میری اطاعت منظور  
کرنا کہ تجھے ہدایت کا راستہ ملے اور حق عز اسمہ تجھے خوشنود ہووے۔ ہمیشہ مخالفت اور عصیان سے بچنا ہو  
تاکہ پسندیدہ اعمال تجھے صادر ہو کر باطل نہو جائیں۔ اب بصلحت ہی ہے کہ محاصرہ قسطنطنیہ سے اپنی سپاہ اٹھا  
اور سیدنا اسطرف روانہ ہو۔ چون ہی سلمہ کو عمر کا نام پہنچا تو اس نے اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو جمع کیا اور  
اس نامہ کو پڑھا اور ہر قسم کی باتیں ہوتی رہیں بڑی گفت و شنید کے بعد تمام سرداروں نے یک زبان ہو کے کہا کہ  
عمر کی اطاعت کرنی چاہئے۔ جب یہ امر طے پا گیا تو سلمہ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بطریقہ میں پہنچے پر لشکر کا  
کچھ حصہ تو اوطان روانہ کیا اور آب بڑے ططراق کے ساتھ داخل دمشق ہوا۔ چاہتا تھا کہ اسی دن خلیفہ  
کی قدیموبی ہو جاوے مگر خود خلیفہ عمر نے ملنا نہ چاہا۔ دوسرے دن پہر اسی ترک و احشام سے داخل شہر ہوئے  
خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا مگر باریابی کی دربار میں اجازت نہ تھی۔ تیسرے دن سلمہ بن عبد الملک صرف  
ایک غلام کو ساتھ لیکر نہایت سادہ کپڑے پہنکر آیا خلیفہ عمر نے فوراً خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

اتنا کہ لشکروں میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ فرمایا جو روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ میں نقل ہے ۱۷۷ سے  
مسلمہ گرجاں گشتہ نمائے سرگ کردی اگر انچہ از تو صادر شد۔

بنابر تقویت دین مدین و صفائے حضرت رسا لعالمین بود مبارکت باد والاوائے  
بہ تو خدا تیتامی جوام ماو ترا بیا مردور۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفہ کو پرچہ گزارا کہ مسلمہ کے باور چنانہ کا خرچ ایک ہزار درہم کا ہے۔ یہ سنکر رحمت  
سقطہ اور خدا تر کس خلیفہ نے تاسف کیا اور کیا عتیوں۔ بیسکون۔ رائہ دن کا حق یون لٹایا جاتا ہے  
مسلمہ کو حکم دیا کہ کل ہمارے ساتھ دسترخوان پر کھانا تناول کیجو۔ آپ نے اپنے باہر چین کو حکم دیا کہ ہر قسم کے  
پتہ تکلف کھانے تیار کئے جائیں۔ اور ساتھ ہی اس کے جو کا دیا بھی کہ ایا دوسرے دن جانکر عھد داوڑ میں  
خلیفہ نے دیر لگا دی اور کھانے کے لئے حکم دینے میں اس قدر تاخیر کیا کہ مسلمہ کے پیٹ میں جو ہرے قلابان  
کھانے لگے اور کسے کہہ تو سکتا ہین کہ مجھے ہوک لگ ہی ہے مگر اسکے چہرہ پر ہوا میں ایسی اثر ہی تیز  
چھینے ناخیر ہو۔ تمیز کر سکتا تھا کہ اسے کس قدر ہوک لگی ہے جبکہ ہوک میں بقیاب ہو گیا تو عمر کے کھانا لانے  
کا حکم دیا۔ پہلے جو کا دیا آیا۔ مسلمہ چونکہ بہت ہوک تھا اپنے شرم خلیفہ کے ساتھ دیا کھانا شروع کیا جب تک اور  
یہ نگاہ لے کھانے آئیں مسلمہ کا پیٹ دیکھتے سے ہر چکا تھا۔

دراصل خلیفہ نے اسکے بعد پتہ تکلف کھانوں کی طرف اشارہ کیا پیٹ پر جانے کی وجہ سے مسلمہ نے انکار کیا عمر بن عبد العزیز  
نے کہا اسے ابا سعید تو اس میں سے کوئی چیز کیوں نہیں کھاتا۔ مسلمہ نے جواب دیا میرا پیٹ تو دیکھتے ہی سے بھر گیا ہے  
واجب الامر خلیفہ نے کہا سچاں اللہ کیا اچھا کھانا ہے کہ پیٹ ہی پر دیتا ہے اور زیادہ خرچ بھی نہیں کرانا  
ایک درہم میں دس آدمی پیٹ بھر کے کھا سکتے ہیں جب یہ بات ہے تو تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایک ہزار درہم کو صرف  
اپنے کھانے میں خرچ کرتا ہے۔ اے مسلمہ خدا سے ڈر اور اپنے کو زیادہ صرخت کرنے والوں میں داخل نہ کر جو رو بہ  
تو اپنے باور چرخانہ میں بیجا نہ صرف کرتا ہے بہر کون اور حاجت مند کو دے خدا اس سے خوش ہوتا ہے یہی  
اور ہمارے ہاں خلیفہ کے ان نصیحت امیر جلون نے مسلمہ پر برا کر کیا اسے عہد کیا کہ آئندہ سے میں اتنا خرچ نہ کر  
یہ سنکر وہ خدا تر کس خلیفہ نے اس سے خوش ہوا۔

سب سے بڑی اور قابل فخر بات جو اس نیک بہاد خلیفہ نے کی یہ تھی کہ جنھوں میں حضرت امیر المومنین علی بن  
ابی طالب پر جو لعن طعن نبی امیہ کی خلافت میں ہوتا تھا اسے موقوف کر دیا۔

عمر بن عبد العزیز فرما تھے میں نے ایک زمانہ میں میں مدینہ شریف میں عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے تحصیل علوم  
کرتا تھا کسی شخص نے ان سے یہ کہدیا کہ تبارک و تعالیٰ پر لعن کرنا ہے۔ میں حسب معمول اپنی خدمت میں  
حاضر ہوا آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز پڑھ چکے مجھے ارشاد کیا اے عمر میں تجھے دریافت کرتا ہوں کہ تجھے یہ  
کہاں سے معلوم ہو گیا کہ خداوند تعالیٰ نے اہل بد راویہیت و فساد ان سے رافعی ہو کر ان پر اپنا غضب نازل کیا۔



میں نے التماس کیا مجھے کوئی روایت ایسی نہیں پہنچی عبد اللہ بن عبد بن مسعود نے فرمایا جب یہہ سچے معلوم نہیں ہے پہر تو کیوں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر لعن طعن کرنا ہے۔ میں نے فوراً خدا کی درگاہ میں توبہ کی۔ رو بازاری کی اور اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی چاہی۔ اور اپنے حکم دیدہ تہا کہ لعن کے جملہ کی بجائے مسلمان خطبہ میں یہہ دعا پڑھا کریں

سأبأ أغفر لنا ذنوبنا نحن الذين سيقتون بالآلئان

دوسری روایت میں یہہ ہے کہ اپنے اس جملہ کی جگہ قرآن شریف کی مفصلہ دیل آیت کو پڑھنے کے لئے حکم صادر فرمایا۔

ان الله باس بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربىٰ ودينهى عن الفتناء والمنكبد البغى

جن بنی امیہ کو ایک ساتھ ہمارے سڑ امیر علی حج یہہ لکھتے ہیں۔

بنی امیہ بدقت اپنا رستہ خون اور گونا گوں جرائم کے سمندرون میں ہو کر تخت تک کیا تہا یہاں کے لئے ضرورت تہا کہ وہ اپنے عہدہ خلافت کے قبضہ کے ساتھ واجبی ہونے کی شکل کو قائم کریں انہوں نے اپنا لقب امیر المومنین انتخاب کے حق کی وجہ سے رکھا وہ انتخاب جو ان کے طامع اور شرک فکا کرتے تھے (ان اسپرٹ اف اسلام صفحہ ۷۷ لم)۔

مگر اسی صفحہ کے فٹ نوٹ میں ہمارے سڑ چنے عمر بن عبد العیز کو صرف مستثنیٰ کر دیا ہے اسکا یہی ہم شکر کرتے ہیں۔ ورنہ اگر انہیں یہی وہ کسی کسی نجوم میں لپیٹ لیتے تو کون دریافت کر نوالا تھا۔ آپ کے عہد کے واقعات سوائے اصلاح نبی نوع کے اور کم مشہور ہیں۔ مہلب کی بغاوت اور شوذب خارجی کا خروج ایسے نامور واقعہ ہیں کہ معرض مختصر میں آئیں۔

خلافت کی بد قسمتی سے حضرت عمر بن عبد العیز کا زمانہ خلافت قبل از وقت ختم ہو گیا اگر آپ کی تہوڑی مدت کے خلافت کا یہی مفصل مذکرہ کیا جائے تو ایک جلد اسیکے لئے درکار ہوگی اسلئے ہم صرف اس لکھنے پر قناعت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العیز کی خلافت نے دفعہ حکومت مروانی کا رنگ میل دیا اور نام ملک میں عمل و انصاف علم و عمل۔ بغیر و برکت کی جان نازہ والدی شہزادگان بنوا امیہ کے ہاتھوں سے جاگیر میں چھین لیں۔ سہان جہان نظام اعمال تھے یک قلم معزول کر دئے رستے بڑھ کر یہہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق دی کہ گہر گہر یہی چرچے پھیل گئے۔

امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثوں کو یکجا جمع کریں یہہ مجموعہ تیار ہوا تو مالک اسلامیہ میں اسکی نقلین ہو کر آپ کا زمانہ خلافت صرف دو برس اور پانچ مہینے شمار ہوا ہے چالیس برس کی عمر میں آپ نے ۲۵ رجب المرجب ۸۰ھ میں ہجری میں بمقام دیرہ سمان وفات پائی۔ آپ کی کینت ابو خالد تھی اور آپ کا نسب نامہ یہہ ہے عمر بن عبد

بن مروان بن حکم بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف - چکو شیخ امیہ ہی کہا کرتے تھے - اہل الدین  
عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب ہتین۔

معتز و داتون سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العیز خلافت سے پہلے امیرانہ زندگی بسر  
کرتے تھے مگر جب خلیفہ ہوئے تو اپنا تمام مال و متاع بیت المال میں بیچ دیا اور اپنے عیال و اطفال سے  
کہا اگر مصیبت اور غریبی سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو ورنہ میں نجو شعی ہتین رخصت  
دیتا ہوں جہاں تمہارا سینگ سائے چلے جاؤ بال بچے رونے لگے اور کہا کہ ہمیر خواہ کیسی ہی مصیبت کو  
نہ گزرنے لگی مگر ہم تیرا ساتھ نہ چھوڑینگے ایک دن سلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العیز کی خدمت میں  
آیا دیکھا کہ آپکا ایک امن کچھ خاک آؤد اور غلیظ ہو رہا ہے اسوقت تو سلمہ نے کچھ نہ کہا مگر جب وہ اپنی بہن  
فاطمہ کے پاس گیا جو عمر بن عبد العیز کی بیوی ہتین تو کہا کہ تو اپنے خاوند خلیفہ کا دامن کیوں ہتین ہوتی  
فاطمہ نے کہا میں کل دہو دوں گی۔ دو تین دن کے بعد یہ سلمہ نے دیکھا کہ وہ ہی میلی کھلی پوشاک امیر پہنے  
ہوئے ہیں سلمہ خفا ہوتا ہوا یہ اپنی بہن کے پاس گیا اور کہا کہ تو امیر المؤمنین کے کپڑے کیوں ہتین بدل  
انے قسم کہا کہ کہا بہائی میرے خاوند کے پاس اور کپڑے ہی ہتین ہیں میں کیا کروں بیت المال میں سے  
وہ صرف دو درہم زور لیتے ہیں جس میں ان سمیت سارے کہنے کی پوش ہوئی ہے ان کہی زیادہ تنگی  
کی جائے اور خشکے وٹی نصف بیٹ کہا فی جاؤتہ د امیر المؤمنین کا ایک جور تیار ہو جائے۔  
سفیان ثوری کا قول ہے کہ ابو بکر - عمر - عثمان - علی - عمر بن عبد العیز خلفائے سچ تین ہیں۔  
حضرت بی بی فاطمہ بنت حسین بن علی عمر بن العیز کی بہت تعریف کیا کرتی ہتین۔ اور فرماتی ہتین اگر وہ  
زندہ ہوتا ہمیں کسی کے ساتھ احتیاج نہ ہوتی۔

محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر قوم میں ایک مرد صالح پیدا ہوتا ہے اسطرح ہتین قوم بنی امیہ عمر بن  
عبد العیز ہے فاطمہ بنت عبد الملک سے روایت ہے کہ ایک دن شب کو میں عمر بن عبد العیز کے پاس گئی میں نے  
دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور زاندار و درہم میں انوریش مبارک پر بہہ رہے ہیں۔ میں تعجب  
نظروں سے دیکھتی رہی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے میں نے دریافت کیا کیوں اہلکی کیا حالت ہے اور اس  
بچارگی سے رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا میں اسلئے روتا ہوں کہ میں امت محمدی کا نگران مقرر ہوا ہوں چچ  
اندیشہ ہے کہ لوگ بہوئے۔ برہنہ - خستہ حال - مظلوم و غریب - عیال دار مفلوک الحال اطراف عالم میں  
میں اور مجھے بخوبی یقین ہے کہ کل قیامت کے دن حضرت عت مجھے سوال کرے گا کہ تو نے ان کی کیوں خبر گیری  
کی مجھے ڈر ہے کہ میں کوئی مسلم جواب نہ دیکوں اور حجت پیش کرنے میں عاجز ہو جاؤں پھر پہلا امیر عند  
کیوں سنا جائے گا اس نظر سے میں اپنے نفس پر دم کہا کہ روتا ہوں۔  
یہ اس نیک نیا د خلیفہ کا حال ہے جسے بنو امیہ میں سے ہونے کا افتخار حاصل تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد یزید بن عبد الملک تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ تخت مہترابی اور مالائی خلیفہ رہا۔ تمام اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے قواعد کو جو خلیفہ سابق نے جاری کئے تھے اسے توڑ ڈالے اور نئی سپردہ باتوں کی اشاعت کی آخر آل مہلب وغیرہ سے لڑتے لڑتے شہزادہ جبریہ بن چار برس خلافت کر کے فوت ہوا۔ اسکے بعد ہشام بن عبد الملک بن مروان تخت خلافت پر بیٹھا۔ چالیس برس کی عمر ہی جب خلعت خلافت سے زینت حاصل کی تھی۔ پہلے اس کا نام منصور تھا مگر بعد ازاں اس کی ہشام کے نام سے پکارتی رہی یہاں تک کہ ہشام ہی تمام شام میں مشہور ہو گیا۔

ہشام کی سلطنت کا ایک شہور واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ دلچسپی ناظر سوانح کو دیگا۔ اس وقت یحییٰ بن جبریہ بن بنو امیہ کے ہاتھ پر تمام مفتوحہ بلاد دین پہل گئے تھے اور بہت کچھ استحکام ہو گیا تھا۔ آٹھ دن بعد کے مختلف صوبوں کے گورنر اپنے صوبے فتح کرتے جاتے تھے اور بنو امیہ کی سلطنت وسیع ہوتی جاتی تھی مگر اٹھ ماہ تک اس پر عبد عظیم بن شامان سلطنت میں ہی دعویداران سلطنت کے جگری مین سے نہایت جگری سے عید ہوتے تھے اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر کے شہید ہو جاتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ حتی خلافت حضرت علی کے چون کا تھا مگر ملک گیری کے لئے ایک الشہد صاحب تیج کی لہر اسے بہت شہور سے لیجئے۔ ہر کہ شمشیر زدہ سکے نباش خواہد

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کہانیاں ٹھیک ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میدان کرنا میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر بہت ظلم ہوا اور وہ نہایت سیگنا ہی کی حالت میں خشک شہید ہوئے۔ اور بعد ازاں ابلی شہادت کے بعد ابلی اولاد نے ایک مدت تک بنو امیہ کے دور دورہ میں بولسکل معاملات سے کچھ دلچسپی نہ لی بایں ہمہ حضرت علی کے خاندان کے ہر بچے کے دل میں بنو امیہ کی طرف سے آگ بھڑکے ہی تھی اور وہ دیکھنے کے دانت پس ہے تھے کہ کب طرح موقع پئے تو خلفائے بنو امیہ کی دانتوں سے بوسیان جہاد الدین۔ کئی خلافتوں کا مستوان کا لبس نہ چلا آخر یہ مادہ پکتے پکتے ہشام کی خلافت میں پہونما کر خوش آئند نہایت ہوا گو اس شیخ تو ابابو دیا تھا جنہ بعد ازاں بنو امیہ کی سلطنت کو جڑ سے اکیر کر پھینک دیا پھر ہی جنوں نے بیج بویا تھا ان کے ہاتھ خلافت نہ لگی اور تیسرا گر وہ خلافت کو دبا بیٹھا۔

اہل کوفہ جنگی دہوکے بازی۔ دروغ حلفی۔ فریب اور بے ایمانی کی ہوا اڑ رہی تھی اب ہی حضرت علی کے خاندان کے کسی نہ کسی حمیرہ کو اپنے جل میں پہنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ نہ صرف حضرت علی کے خاندان کے دشمن تھے بلکہ وہ بنو امیہ کے بھی دوست نہ تھے وہ اصل میں یہہ چاہتے تھے جسطرح ہوا ہے ہاتھ میں حکومت آجائے اور پہریم جی کو لکرا شاعت مذہب خارجہ کریں۔

ابے اس ناشدنی ارادہ کے پورا کرنے کے لئے انہیں ایک معزز خاندان کے سردار کی ضرورت ہوتی تھی تاکہ اس کی آڑ میں وہ سلطنت سے بغاوت کر کے اپنی مطلب برآری کریں۔ فکر کرتے کرتے ان کی نظر بنو امیہ کی طرف پڑی۔

رفی اللہ عنہ تعالیٰ کے خاندان میں زید بن علی بن حسین بن علی برترین - یہہ فوجوان حضرت امام حسین شہید  
 کر بلا کا پوتا تھا اور یحییٰ بن جہاداری کی آرزو رکھتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ حق خلافت میرا ہے اور میں اگر اپنا  
 حق طلب کروں تو باغی نہیں قرار پا سکتا - مگر جوشیلے فوجوان کی یہہ خواہش دل ہی دل میں پیدا ہوتی تھی  
 اور رہ جاتی تھی ابھی اسکے فتنہ و ناکارنہ آیا تھا - اسی اثنا میں جب زید کی حجر دل میں خلافت حاصل کرنے  
 کی آگ بھڑک رہی تھی کوفیوں نے پوشیدہ اپنے جذبہ معرکہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ذریعہ سے بہت  
 کچھ اُٹھا رہا ان پہلے ہی اپنے استحقاق قائم کرنے کی ہوس دانگی تھی فوراً ہی کوفیوں کے معہ توڑنے کے ساتھ  
 رضاند ہو گئے اور کہا اگر کوئی میرے ہاتھ پر بیعت کریں تو میں ہشام کو تخت خلافت سے خارج کر کے خلیفہ  
 بن سکتا ہوں - یہاں تو یہہ ساز باز ہوئی اور وہ ان ہشام کو اس سے محض بغیر ہی تھی - کہ کیا گل کہنے  
 والا ہے اور پرامن سلطنت میں خلافت امید کیا رخنہ پڑنے والا ہے -

پہلے اس کے ہم زید خلیفہ اسلام کی بغاوت کی نسبت کچھ تحریر کریں تاہر ہے کہ ہشام کی پرامن سلطنت کی  
 نسبت مختصر سا تذکرہ کر دیں جس سے معلوم ہو کہ آیا ہشام بنو امیہ کے ظالم خلفائے بنی امیہ کی  
 سلطنت پرامن تھی -

جانتک تاریخ شہادت دیتی ہے ہشام کی خلافت بجا بجا مظالم اور جبر و تعدی سے بالکل پاک تھی - اسکی  
 وسیع خلافت جیسی پریشان تھی اسقدر پرامن سلطنت و کمال تھی - بیت المال میں ناجائز و سہ  
 داخل نہ کیا جاتا تھا - سیرات پر کسی قسم کی زیادتی نہ تھی بلکہ زید بن علی پر جب جند الزام قائم ہوئے  
 تھے اسکی تحقیق ہشام نے مصنفانہ کی تھی اور بعد ازاں زید کو عداوت چھوڑ دیا تھا - عمر بن عبدالعزیز نے جو  
 شجاعین حضرت علی کے خاندان کی مقرر کی تھیں وہ اس طرح جاری نہیں بڑھے بڑھے علیا ہی اسکی خلعت  
 میں کسی قسم کی نکتہ چینی کی راہ نہ پاتے تھے - وہ نہ ظالم تھا نہ خونریز تھا - ان خود سے بہت پُرا تھا - اسکی  
 ہوشیاری اور مدبری کی ستار یحییٰ بن متقی اللفظ ہو کر شہادت دیتی ہیں - علی لڑائیوں میں بھی خلا  
 سے کنارہ کیا تھا - گورنری حتیٰ الوسع رجم اور نصف تھے - پبلک سائیس کے بڑے بڑے منان دینے والے  
 تھے - علما کے وظیفے مقرر ہو گئے تھے - درگاہ میں طلاب سے بہرہ فرمائی ہوئی دکھائی دیتی تھیں - سوانح  
 کے مد اس پر شہرہ اور زید بن خنیفہ کی طرف سے کھل گئے تھے - اسلام کی  
 تدبیریں کی جارہی تھیں - مسجد بن آباد اور خانقاہیں حالت باطن فقر سے بہرہ مندی میں ہر قسم کی  
 پہل تھی اور راجہ سے پر جا ملک سب خوش و غم تھے ایسی حالت میں یہہ زید جو ہے اور انہوں میں ان کی  
 دلیری تھی کہ وہ اتنے بڑے خلیفہ کو خلافت سے خارج کرنے کے لئے مستعد ہو گئے اور انہوں نے اپنے  
 کارخ مذکور کیا کہ آیا میری یہہ غیر نتیجہ شجاعت کچھ کام دے گی یا نہیں -

زید بن علی بن حسین نے کوفیوں کے ڈپوٹیشن کا اطمینان کر دیا اور وعدہ کیا اگر تمہاری وجہ سے مجھے





زیادہ بڑھی ہوئی تھی وہ زید کے قدموں سے ناک رگڑ رگڑا کر کہہ رہے تھے کہ جب تک ہمارے دم میں دم باقی ہے کبھی ہم تیری اطاعت سے روگردانی نہ کریں گے۔ وہ یقین دلا دلا کر یہ کہہ رہے تھے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔

ادھر زید کی نوجوانی اور شباب خیر انگین اور ارمان بہر دل اور ادھر کوفیون کی یہہ لاجبائے عطر معروض اور فدا یانہ عشق ثابت کرنے کے برجستہ جلے خونریزی کا کافی طور پر اپنے ساتھ مادہ رکھتے تھے۔ اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ یوسف کے نام کی زید نے کچھ ہی پروانہ کی اور نہ بیعت سے ہاتھ اٹھا یا یہاں تک کہ چالیس ہزار کو فی جان دینے کے لئے مرید بن گئے۔ اور انہوں نے اپنے محض شاعرانہ ہر کیلے جلوں سے زید کو کامل یقین دلا یا کہ اگر ذرا ہی یوسف گورنر کو فتنے کوئی خلاف شان امر کیا ہم فوراً اسے قتل کر ڈالیں گے اور اس شہر کی کنجیاں تیرے ہاتھوں میں دیدہ نیگے۔ ہمیں نہ ہشام کی پرواہ ہے نہ اسکی کثیر تعداد فوج کی جب ہم نے تیرے قدموں پر جان نثار کرنے کی تھان لی بہرہم کیون کسی سے خوف کھانے لگے۔

کیکہ بہر تو جان باختن ہوس دارد۔ چہ غم ز شحہ و اندیشہ از جس دارد

جب یوسف نے دیکھا کہ زید اپنی ہٹ سے باز نہیں آتا اور عنقریب کوفیون کے بہانے میں ان کے یہاں امن میں خل اندازی کر لگا وہ خود حاضر خدمت ہوا اور اس نے زید کو علیحدگی میں سمجھایا خلیفہ وقت سے نجات دہانی کرنی بہر اپ کو سزاوار نہیں ہے آپ کبھی کوفیون کے بہانے میں نہ آئیں وقت پر انہیں سے ایک ہی آپکا ساتھ نہ دیگا صرف زبانی جمع خراج یہہ کرنا جانتے ہیں اس پر ہی اگر آپ نہیں مانتے تو مہربانی فرما کے کوفہ سے تشریف لے جائیں ورنہ امن قائم رکھنے کے لئے مجھے فوجی قوت سے کام لینا پڑیگا زید نے آخر کار یوسف گورنر کو فتنے کی رائے کو تسلیم کر لیا اور کہا کہ میں کوفہ چھوڑ دوں گا۔ جب یوسف چلا گیا تو زید نے کوفیون سے کہا کہ دیکھو ایسا نہ تو تم وقت پر مجھے دھوکا دیا یہی کچھ نہیں گیا ہے میں مدینہ منورہ چلا جاتا ہوں اور زمانہ کی دستبرد سے بچ سکتا ہوں کبھی ایسا ہو کہ میں تم پر ہر دوسہ کروں اور پھر مجھے ناکامی کے ساتھ جان دینی پڑی اور پھر ہمیشہ کے لئے ہوا یہ کہ ہمارے خاندان سے اور یہی تازہ دشمنی ہو جائے۔ کوفیون نے جو اپنے کو شیطان علی کہتے تھے قرآن مجید اٹھا لیا اور کہا ہمیں اپنے ایمان کی قسم ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اس سے کبھی ہمیں پہنچے۔ زید نے ان کی قسم پر کامل اعتبار کر لیا مگر داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عاقلانہ طور پر زید کے اس غلط بہرہ اور کوفیون کے توڑ موڑ کو دیکھتا تھا وہ کوفیون کی شیطان علی اور ان کے وعدے و وعید یا ایمانی متون کی فطرت کو خوب پہچانتا تھا اسے معلوم تھا کہ جو لوگ اپنے کو شیطان علی کہتے ہیں وہ درحقیقت حضرت علی کے خاندان کے دشمن جانی ہیں ان سے زید کو سمجھا یا کہ اے میرے چچا کے بیٹے تو اپنی جان اور اپنے خاندان کے ساتھ یہہ کیا ظلم کر رہے دیکھ میں سمجھتا ہوں ہرگز کوفیون کے کہنے میں



نہ سخت پشیمانی اٹھائی پڑے گی تو نہیں جانتا کہ یہ لوگ ان کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے علی بن ابی طالب کے ساتھ بی وفائی کی تھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت کے بعد حضرت امام حسن کے کندھے پر سے چادر اتار لی تھی اور حضرت امام حسین کی گردن پر تلوار پھیر دی تھی زید نے داؤد کے اس دور اندیشہ نصیحت کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ کوفیوں سے لٹا اس کا ذکر کر دیا انہوں نے نہایت سرگرم الفاظ میں زید کو یقین دلایا کہ ملو و تجھے حد کرنا ہے اور تیری ترقی سے طلبا ہے۔

داؤد کو جب معلوم ہوا کہ یہ نہیں مانتا اور سچے اپنا دشمن سمجھتا ہے وہ اس کے رخصت ہونے کے مدینہ منورہ چلا گیا اور کہلایا کہ تو نہایت نازک بازی کھیلتا ہے خدا تجھے نیک بد سمجھنے کی توفیق دے۔

اس اثنا میں سلمہ بن کہیل زید سے آگے ملا اور کہا میں تجھے قسم دیکے دریافت کرتا ہوں کہ کئی ہزار آدمیوں نے تجھے بیعت کی ہے۔ زید نے جواب دیا چالیس ہزار آدمیوں نے۔ پھر سلمہ نے دریافت کیا تیرے دادا کا ساتھ کس کے ہزار آدمیوں نے بیعت کی تھی زید نے کہا اسی ہزار آدمیوں نے۔

سلمہ۔ ان میں سے کتنے آدمیوں نے اپنے عہد کو وفا کیا اور اپنے پیمان پر کھتے قائم رہے۔ زید۔ میں ہزار آدمی۔

سلمہ۔ قیراد ادا تجھے زیادہ فاضل تھا یا نہیں۔

زید۔ وہ مجھے بد بھلا فضل تھے۔

سلمہ۔ وہ قرن بہتر تھا یا یہ قرن۔

زید۔ نہیں اس قرن سے وہی قرن بہتر تھا۔

سلمہ۔ اے زید پر تو خود خیال کر سکتا ہے جب تیرے دادا کے ساتھ اس قرن کے لوگوں نے وفانہ کی تو تو اس قرن کے لوگوں سے کیا امید وفا کی رہتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ زید نے اس معقولی اور منطقی دلائل کی نصیحت کو بھی نہ مانا۔ نیا چار سلمہ بن کہیل زید سے رخصت ہوا اور چلتے وقت یہ کہلایا کہ میں نے آج سے کونہ ہی کو چھوڑ دیا میں نہیں گوارا کرتا کہ میں اپنی آنکھوں سے تجھے خاک و خون میں شہر امواد کیوں سلمہ نے اپنا قیام یمامہ میں کیا۔

اس کے بعد مدینہ منورہ سے عبداللہ بن حسن بن ایک خط زید کو لکھا اس میں یہ مرقوم تھا میں کسی طرح زینب کو کہے کہ ہم خلیفہ وقت سے نباوت کرین اور غضب خدا کا وہ ہی کوفیوں کے ہر دوسرے پر تیرے اور تیرے خندان کے لئے پی بہتر ہے کہ تو اپنے اس ارادہ سے باز آ اور سیدنا کو فون کو چھوڑ کے مدینہ چلا آ اور خدا کی یاد میں بارام اپنی زندگی بسر کر۔ مگر نہیں زید کے دل پر کوفیوں نے اپنی وفاداری کے نقش ایسی مضبوطی سے منقش کر دیے تھے کہ کسی کی نصیحت کام نہ آئی اور آخر نوبت بانی چار سید کہ یوسف کا دوسرا نام ہے چا جس میں یہ لکھا ہوا تھا اگر اپنے چوبیس گنٹے میں کو ذہ خالی کر دیا تو خیر ورنہ فوجی قوت سے اس فرمان کی

سنا اور دنگا۔ زید نے کو فیون کے گھنڈ پر اس نامہ کو خمار کی نظر سے دیکھا اور دوسرے دن کئی سزار کو فیون کے ساتھ آمادہ جنگ ہوا۔ ایک جھولی سی جنگ کے بعد اکثر کو فی زار ہو کے اپنے اپنے گہر چپ چپ سے بیٹھ رہے جو وقت میدان سے کو فی بہاگ رہے تھے حضرت زید نے غل چاکے کہا افسوس تم نے میرے ساتھ دغا کی مین نے تمہارے پیروں پر اپنے کسی رشتہ دار کی نصیحت کو مانا اور تمہارے ہی کہنے پر خروج کیا مگر تم نے آخر کار دغا کی کو فیون نے حضرت زید کی بات کو نہ سنا اور نہایت بے بسی کی حالت میں چوڑ چوڑ کے بہاگ گئے مگر یہاں زید نے ان کے فرار ہو جانے پر سو افسوس کہ اپنے کو پس پاؤں سے بچا یا وہ شیر غل کی طرح گھوڑے پر نیزہ تانے ہوئے کھڑا تھا اپنے قلیل تعداد ساتھیوں کی شکستہ خاطر اور شامی فوج کی جبر و ستمی کو بے پروا یا نہ مگر ہوشیاری سے مگر ان تھا اور اس نے دل میں ٹھان لی تھی کہ جھڑپ ہو آج ہی میدان سے فیصلہ کر کے جاؤ اس اور الغری شجاعت اور جلال مذہبی کے ساتھ صاحب الہی کی ضرورت تھی اور وہ زید مین نہ تھی۔ اس ناشدنی طلب خلافت یا بغادت کا یہ نتیجہ ہوا کہ قبل از وقت یہہ دل چلا بہاگ اور ایک شامی کے نیزہ کا شکار ہو گیا۔ اس افسوسناک واقعہ نے محبان المہبت کی نگاہوں میں واقعہ کو بلا کو بہر ملازہ کر دیا و خادار اور جان نثار غلام نے یوں بے بسی کی حالت میں اپنے آقا کو گھوڑے پر سے گرتا ہوا دیکھا نہایت چالاکی سے اپنے آقا کی نفس کو بچنے نہ کرنے دیا اور میدان کارزار سے اس طرح چھپا کہ بہاگ اور لمبی پوشیدہ جگہ دفن کر دیا کہ یوسف گورنر کو فہ کو ہی خبر نہ ہوئی جب میدان شامیوں کے ہاتھ مین آگیا تو یوسف نے زید کی نفس کو تلاش کیا اسے پتہ لگا کہ فلان غلام نے دفن کی ہے۔ دریافت کرنے پر غلام نے انکار کیا مگر سخت جہانی تکلیف سے اپنے آقا کی قبر کا پتہ بتا دیا۔

یوسف نے نفس کو کھدوا کر سر اتار کر شام کے پاس پہنچا دیا اور دہڑھ صلیب پر چڑھا دیا۔  
نا خدا ترس یوسف گورنر کو فہ نے جھڑپ زید کی نفس سے سلوک کیا وہ سخت وحشی بنے اور زمانہ انت کا تھا اس بغادت کے فرو ہونے کے بعد اس نے ہن نام کو لکھا اگر آپ اجازت دیں تو میں کل ان کو فیون کو دار پر چڑھا دوں جنہوں نے زید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ہن نام نے اپنے گورنر کو اس ظلم مریع سے روکا اور کہا ایک نفس کا یہی چڑھانا نہیں چاہتا۔

زید بن علی کے ساتھ ایک اور دلچپ واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ نے یہی بغاوت مین زید کی مدد کی تھی مین کہتا ہوں یہہ بالکل خلاف قیاس ہے اسلئے حضرت امام حسین شہید کر بلا کے واجب الاحرام کعبہ کا ہر حجر زید کی اس اولو العزائم کو شش سے سخت اندام تھا اور جو نصیحتیں اور خطوں کے مضمون پچھلے صفحہ مین نقل ہوئے مین ان سے یہہ اندازہ ہو گا کہ وہ ایسی غیر خواہشمند آئندہ بے بنیاد خون آلود کوشش کو ناجائز سمجھ کر خاموشی اختیار کرتے تھے جب نہ ناجائز جانتے تھے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اہل بیت سے ایک خاص مناسبت تھی اور جنہوں نے اہل بیت کے ایک مقرر

میرے آگے مدت تک انہوں نے شاگردی نہ کیا تھا بلکہ یہ وہ زید کی ناشدنی کو شمشین کیسے مدد کر سکتے تھے جن لوگوں نے یہ کہہ لیا کہ انہوں نے مدد کی تھی انہوں نے سخت غلطی کی۔

جب نوجوان زید قبل از وقت دنیا سے رخصت ہوا تو اسکاڑ کا بیٹی اپنی جان بچا کر چند باغیوں کو بتا کر مدائن چلا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہمیشہ بے وفائی کی تھی اور دل میں اہل بیت کے خلاف عداوت دلوں میں بکھرتے تھے اور یہی گروہ تھا جس نے اپنا نام شیعیان علی رکھا تھا یوسف گورنر کو فوج کو مجوز نے خبر دی کہ زید مدائن میں روپوش ہے اس نے فوراً بختر میجرٹ مدائن کو لکھا کہ بیٹی کو گرفتار کر کے فوراً میرے پاس پہنچا۔ بختر میجرٹ نے بیٹی کو اپنے پاس بلایا اس پر مہربانی کی اور میں ہزار درہم نذرانہ دیئے اور عرض کیا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں تو بہتر ہے ورنہ آپ کے لئے یہ حکم ہے۔ ایسا نہ کہ میری بیٹی نہ آجائے یہ سختی ہی بختری۔ اپنی جان بچانے کے لئے سیدنا قوس میں پہنچا اور یہاں زیاد بن القیسری کے ہاں قیام کیا۔ مگر یہاں ہی رہنا مناسب نہ جانا۔ اور سرخس روانہ ہوا اور یہاں سے مرو پہنچا۔ مرو میں کچھ دن تک قیام کیا مگر زمانہ نے یہاں ہی چین نہ لینے دیا آخر بچارہ کرکان پہنچا۔ یہاں ہی لوگوں کے ثور سے بولے دیکھے آخر بلخ میں آیا۔ یہاں بچارہ بیگناہی کی حالت میں گرفتار کر لیا گیا۔ حاکم بلخ نے گورنر کو نام لکھا کہ تمہارا مجرم موجود ہے جو کچھ حکم دو وہ کیا جائے۔ جون ہی گورنر کو فوج کے پاس وہ نامہ پہنچا اس نے شام کی خدمت میں دمشق پہنچا۔ اسل میں ہشام کا انتقال ہو گیا۔ اور اسکی جگہ ولید نامہ قصہ تخت خلافت پر بیٹھا۔

ہشام نے ایں برس سلطنت کی اس کی خلافت کا ایک مشہور واقعہ تو اوپر نقل ہو چکا دوسرا مشہور اور سب سے زیادہ نامور واقعہ فتح فرانس ہے۔ سعید الرحمن ہشام کے جرنل نے فرانس کے بہت سے شہر فتح کر لئے تھے مگر انہوں نے آخر کار اپنی بد قسمتی سے باہمی ناچاقی کی وجہ سے چارلس مارٹیل سے شکست خوردہ ہو کر فرانس سے ہٹ کر آج کل فرانس مسلمانوں کا ہوتا۔

ہشام کے وقت میں فرانس کی جو فتوحات ہوئی ان کا تذکرہ مسلمان مورخوں نے بہت کم کیا ہے اگر فرانس میں سوج نہ لکھتے تو ہمیں مطلقاً گا ہی نہ ہوتی۔

شامی مورخین ہشام کا ۶۱ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ صاحب مروج الذهب مدت سلطنت ۱۹ برس نو مہینے کی لکھتا ہے۔ مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ہشام جزو س یا بخیل بہت بڑا تھا عقلاً بن شیعہ نہ تھا کرتا ہے۔ کہ جب مجھے ہشام خراسان پہنچے لگا ہے تو اپنے پاس بلا کے ہارستین کین۔ میں نے دیکھا کہ وہ بوستین میں ہوا تھا۔ اس میں کئی بیوند لگے ہوئے تھے۔ میری نظر بار بار اسکی تباہ پڑی تھی ہشام نے میری اس متوحش مگر عجیب نظر ڈالنے کو دیکھا اس نے حیران ہوئے دریاقت کیا یہ کہ کیا وجہ ہے کہ تو میری بوستین کو بار بار دیکھے جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا میں اس لئے اس بوستین کو بغور دیکھتا ہوں

ایسا یہ وہی جامہ ہے جو حسن و خلیفہ بننے سے پہلے پہنتے تھے یا یہہ کوئی اور قبا ہے ہشام نے جواب دیا ہننین  
وہ ہی جامہ ہے جو مین امیری سے پہلے پہنتا تھا۔

ہشام کے بعد اسکا جانشین ولید بن یزید بن عبد الملک ہوا۔ اُسے مورخون نے سخت نالایق اور محی خوار  
تخریر کیا ہے۔ علاوہ اور محاسب کے اس میں خدہ تکنت اور خود داری بہت بڑی تھی اور سب اپنے  
اگے کلام خدا کی ہی توقیر نہ کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ ولید نے قرآن مجید میں خال نکالی تو یہہ آیت نکلی  
وخاب کل جبار عیند یہہ دیکھتے ہی اسنے کلام مجید کو زمین پر دسے پکا اور یہہ کہا،

اَوْ عَدَّ كَلَّ جَبَّارٍ عَيْنِدْ - فَمَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٍ عَيْنِدْ

اِذَا جِئْتُ رَبَّكَ يَوْمَ حَشَرٍ نَقْلُ يَلُوبُ حَمَقِي الْوَلِيدُ

شراب اور شعر گوئی سگانے بجانے اور حسین عورتوں میں اپنی زندگی بسر کرنے کا بڑا شائق تھا۔ یہہ دراصل  
تذلیق تھا اسکے ایمان کا کچھ ٹکنا نہ تھا۔ آخر دیر پُرس کی سلطنت کے بعد نہایت ذلت و خواری کی  
حالت میں اپنے ہی محل میں مارا گیا اسکے بعد اسکا بیٹا یزید ثانی تخت نشین ہوا اور پھر ابراہیم بن الولید  
اور بعد از ان مروان الحمار کیلے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ عباسی خلافت کی سلسلہ جنبانی ہوا کہ  
مدت سے ہو رہی تھی مروان کے عہد میں نہایت قوت پکڑ گئی ابو مسلم خراسانی نے تمام ملک میں سازشوں  
کا جال پھلار کیا تھا جس سے مروانی حکومت کی جڑیں گئی تھیں۔

چونکہ زیادہ فساد کا مرکز عراق اور عراق بن ہی کو فہ تھا مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو وہاں کا گورنر  
مقرر کیا جو نہایت مدبر دیر - فیاض خاندانی اور صاحب اثر شخص تھا۔ یزید نے حکومت مروانی کی ترکیب کو  
عجز سے دیکھا تھا وہ سمجھ چکا تھا اس کل میں کہ جو چلتے چلتے بند ہو جاتی ہے دو تین ہزدن کی کمی ہے اور  
وہ یزید مذہبی میں - جنگلی کل میں ضرورت ہے اس بنا پر اسنے چاہا کہ ایوان حکومت مذہبی سوز و گداز  
قائم کیا جائے۔ عراق کے تمام فقہاء کو جنین قاضی بن ابی لیلیٰ بن شبرمہ - داود بن ہندی شامی -  
بلال کربڑی بڑی ملکی خدمتین دین اور امام ابو حنیفہ کو میرنشی اور اضر خزانہ مقرر کرنا چاہا۔ آپ نے صفات  
انکار کیا یزید نے قسم کیا کہ کہا کہ حیرا منظور کرنا ہوگا۔ آپ نے ہم صحبت بزرگوں نے ہی سبجایا کر یہہ اپنے انکار سے  
قائم رہے اور کہا اگر یزید کہے کہ مسجد کے دروازے گن تو یہی جھگو گوارا ہننین کہ وہ کسی مسلمان کے حق کا وارث  
لکھے اور میں اس پر ہر گزوں - یزید نے عصفہ میں اگر حکم دیا کہ ہر روز ہننین دس درے لگائے جائیں اس  
ظالمانہ حکم کی تعمیل ہی ہوئی تاہم وہ اپنی خد سے باز نہ آئے آخر مجبور ہو کر یزید نے چھوڑ دیا آپ نے بیعت  
مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور سلسلہ ہجری تک وہیں رہے۔

۷۲۲ ہجری میں حکومت مروانی کا خاتمہ ہوا اور پھر حکومت عباسیہ کا دورہ شروع ہوا جسکے خلفا کا ذکر ہم  
گذشتہ باب میں کر چکے ہیں۔ بنو امیہ جس غیر حیا نہ طریق سے ذبح کئے گئے اس کی نظیر ہی تاریخ میں بہت کم

ملیکی آخر انہوں نے اپنا ڈنڈا ڈیرا اسپین میں ڈالا اور ثمان آہنہ سویرس کامل سلطنت کی۔  
بنی امیہ کے ایک ایک خلیفہ کا جو کچھ حال تھا وہ میں نے بے کم و کاست لکھ دیا۔ اب ہمارے واجب الاحرام دوست  
سید امیر علی صاحب جم خیال فرما سکتے ہیں کہ بنو امیہ کے کل خلفا کو ظالم اور جائزہ ناخدا ترس فاسق بنانا  
کے قدر تواریخی واقعات کی صداقت سے روگردانی کرنا ہے۔

شرط انصاف ہے ہر بات میں اسے بندہ توازد

اس کے بعد میں بنو امیہ کی اسپینی سلطنت کا کچھ مذکرہ کرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ شام میں حکومت کرنے کے  
بعد اسپین میں انہوں نے اپنی زندگی کیونکر بسر کی۔ سب سے زیادہ بہہ بہتر ہو گا کہ بنو امیہ کی اسپین کی سلطنت  
کا مختصر سا ذکر میں اپنے معزز فاضل مصنف سید امیر علی صاحب ہی کی کتاب سپرٹ اتا اسلام سے نقل کروں  
جو انہوں نے نہایت انصاف اور عمدگی سے بنو امیہ کی سلطنت اسپین کا لکھا ہے۔ (چنانچہ وہ لکھتے ہیں)  
"اسپین اسلام کے پولیٹیکل کیریئر کی نہایت عبرت انگیز مثالیں اور سوسائٹی کی تمام حالتوں اور صورتوں  
انکی مطابقت کافی طور پر برسرِ تب کرنا ہے۔ یہ ملک خشی بادیہ گرد اقوام کے زمانہ سلطنت میں سخت خوشحال  
معیشت میں مبتلا تھا جو تمام زمین ملک کو ہرپ کر گئے تھے ہر انسٹیٹوشن کو جو انہیں موجود ملی اسکو بڑا  
کردیا اور صفایا بول دیا۔"

وہ سلطنتیں جو انہیں رومۃ الکبریٰ کی بربادی سے ہاتھ لگ گئی تھیں انہیں پولیٹیکل نشوونما کی ٹہنی  
ہو گئی کو نندوں کو کہی کا خاک سیاہ کر دیا تھا۔ ان کی رعیت نا واجب حکومت کے بوجھوں میں بلی ہوئی تھی  
اور اس سے تمام ہولناک نتائج پیدا ہو رہے تھے۔ وسیع رقبے کا مل طور سے آبادی سے برہنہ تھے۔ یا وسیع  
رقبے ویران پڑے ہوئے تھے۔ اسلامی قانون کی روح دہی نے جسطرح لوگوں کو خلاصی یا آزادی بخشی  
اسی طرح زمینوں کو بھی جاگیر یا بندی یا اسیری سے خلاصی حاصل ہوئی۔ بھو ابار آور ہو گئے۔ مردہ  
شہر کے تنوں میں روح پھوکی گئی۔ اور بد عملی کی جگہ نظم و نسق نے لیلی۔ اسپین کی سر زمین پر پہنچے ہی  
انہوں نے اپنی رعایا کو یقین دلانے کے لئے یہاں اعلان جاری کیا کہ بغیر قوم اور مذہب کے فرق کے ہم نے آزادی  
بخشی اور ان میں مساوات قائم کی۔ سوئیوی۔ گو تہ۔ وینڈل۔ رومن۔ یہود۔ یہ سب لوگ مسلمانوں  
قدم قدم سلطنت میں قائم کئے گئے۔ انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں نے عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنی ہڈی  
آتش بابت لازادی ادا کرنے دینگے اور وہ اپنی پرستگاہوں کو آزادی استعمال کر سکتے ہیں۔ اور کامل طور پر  
ان کی ذات اور ملک کے خاص میں رہے۔ بنو امیہ نے اسپین حکومت کرنے کی یہی قانونی حدود میں ان ہی  
کے قوانین کے مطابق اجازت دیدی وہ سیولین بھی تھے لگے اور فوج میں ہی آزادی سے پھرتی ہوئے لگے  
انکی بھورتوں سے فاتح بخوشی و خرمی شادی کر لیتے تھے۔ کیا عربوں کا اسپین میں طریقہ حکومت بہت ہی



یورپین اقوام سے ایک عجیب خیز مقابلہ نہیں کرتا۔ اس موجودہ زمانہ میں یورپین نیشن کے اپنے مفویہ میں سے بڑا کر کے میں بھی وہ مقابلہ کر نیکیو موجود ہے جب عربی حکومت رومنس سے انگلستان میں اور مسیحی شامی سلطنت سے صلیبی خلیفوں کے زمانہ میں مقابلہ کی جائے گی تو انسانیت اور عام عقل کے لئے سخت توہین اور متک کی بات ہوگی۔

عربوں کی اپنے عہد و پیمان کے سربراہی کرنے میں ایمانداری اور اس یکسان انصاف نے جس سے دہر تمام درجہ کے لوگوں کا انتظام کرتے تھے جہاں کسی قسم کا فرق نام کو یہی ہوتا تھا لوگوں کے بہرہ و سہ کو ان کے محفوظ کر دیا۔ اور نہ صرف ان ہی خصوصیات میں بلکہ انہی ضمیر فیاضی اور اپنے طرق کی استیلا اور اپنے دستورات مسافر پروری میں عرب اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔ وحشیوں کی سلطنت میں یہودیوں کو مسیحی باڈریوں کا اثر ہونے کی وجہ سے تلختر مصائب پہنچتے تھے لگو گورنٹ کی تبدیلی سے اب انہیں بہت کچھ فائدے حاصل تھے۔

اعلیٰ مراتب کی اسپینی خواتین جنہیں پہلی گھس اور وڈیرک کی بیٹی نے کاخروں کے ساتھ شادی کر لی تھیں میرینا مسلمانوں کو کافر کہتے تھیں تمام حقوق اور مراعات جو ان کو اپنے بلند مرتبہ سے حاصل تھے۔ اپنے یقین کی کامل آزادی کے ساتھ حاصل تھے۔ مسلمانوں نے تمام ان مالکان زمین کو بلایا جو وڈیرک کی بجا تعدی اور سخت گیری سے پہاڑوں میں چاچھتے تھے کہ وہ اپنی عزت گزینی کو ترک کر دیں۔ بدبستی سے آبادی کی بربادی اتنی بڑی تھی کہ یہ تدبیر زمین کے لئے لوگوں کو مہیا کرنے کی ہیک نہیں بچی بجا بچہ انہوں نے مالک عیز کے ان کاشتکاروں کے لئے بہت بڑے بڑے منافع تجویز کئے جو اس جزیرہ نامیں اگر بسا چاہتے تھے۔ ان تجویزات سے افریقہ اور ایشیا کی نہایت مختی لبتیان موجود ہوئیں۔ ایک ہی دفعہ میں پچاس ہزار یہودی معاہدے بال بچوں کے دینڈلس زمین میں اگر آباد ہو گئے۔

سات صدی تک اسپین مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ ان کی سلطنت کا احسان و کرم اس کے دشمنوں کی خفاگی جہگڑوں اور کینہ کی چٹپٹ کی آفت پر یہی تسلیم کیا ہے۔ فقط ان اس پرث اس اسلام فتح ۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴) جس خوبی اور عہدگی سے سعید امیر علی صا حین نے جو امیہ کی اسپین کی سلطنت پر ریا رک کیا ہے ہم اس کے بہت ممنون ہیں حقیقت میں اسپین کی آزادی بخش پولیسی کی تمام یورپین قابل اعتبار موزج مکر بان ہو گئے تھے کرتے ہیں۔ ہم اپنے آئندہ باب میں مختصر طور پر اسپین کی علمی ترقی پر بحث کریں گے۔

اب ہم ادب سید امیر علی صاحب کی خدمت عرض کرتے ہیں کہ آپ مہربانی سے ہمارے اس باب کو ملاحظہ کریں اور آئندہ اپنی رائے کو یکطرفہ ہونے دینگے۔ اسباب کے ختم کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ناظرین کو آسانی کے لئے برطریقہ کے خلفائے شام و مصر بغداد کے سلاطین کا ایک نقشہ بنادوں جس سے مدت سلطنت اور فتوحات کی کیفیت پہل جاگی کہ کس خلیفہ یا شاہ یا سلطان کے وقت میں کون کون سا ملک فتح ہوا اور جس سے



کے کتب خانہ کی سلطنت کی۔

یہاں اٹھ تو صرف خلفائے راشدین اور بنو امیہ کے خلفاء کا ہے دوسرے اٹھ کل خلفاء اور سلاطین کا مرتب کیا گیا ہے

خلفائے راشدین اور بنو امیہ	وہ واقعات جو ان کی خلافت میں ہوئے	آغاز خلافت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	ملک شام پر مسلمانوں کے بغیر	۶۳۲ء
عمر رضی اللہ عنہ	ایران - شام - مصر کی فتح ہوئی، عمر بن الخطاب میرین بن حوین ۶۳۲ء میں قتل ہوا	۶۳۴ء
عثمان رضی اللہ عنہ	افریقہ کی فتح کا آغاز ہوا اور بہت سے اقصائی دیوبے فتح ہوئے۔ یزدجرد مارا گیا	۶۴۴ء
علی رضی اللہ عنہ	عرب میں حضرت علی نے سلسلہ ۴۰ تک خلافت کی آپ کے صاحبزادہ حضرت امام حسنؑ کے نام چھ مہینے تک خلیفہ رہے اور سلسلہ ۶۰ میں خلافت کو چھوڑ دیا۔ سلسلہ ۶۷ میں قتل ہو گئی اور پھر معاویہ کی مصر اور شام میں حکومت برقرار ہوئی۔	۶۵۶ء
امیر معاویہ اول	قسطنطنیہ پر حملہ کیا مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ تاہم اس نے کچھ اور کچھ حاصل کیا۔	۶۶۱ء
یزید اول	پھر معاویہ - حضرت امام حسینؑ کو اس کے لیفٹننٹ عبید اللہ بن زیاد نے کربلا میں قتل کیا	۶۶۱ء
معاویہ ثانی	پھر یزید - عبد اللہ بن زبیر نے نو برس حجاز (عرب) میں خلافت کی	۶۸۰ء
سروان اول	سلسلہ ۶۷ ہجری مطابق سلسلہ ۶۷ سے ۶۹ تک	۶۸۰ء
عبد الملک	پھر مروان - فتح افریقہ کی تکمیل ہو گئی۔ اسکے یہاں عبد الغزونی حوان میں ایک نیلو میٹر بنا یا۔ ۸۰ ہجری میں اسکے وقت میں پہلا عرب کا سکہ جاری ہوا۔ بہت کم سکے ۸۹ ہجری تک کا دیکھنے میں آیا ہے یہہ چاندی کا درہم ہے اور پرانے سکے کے ڈیزائن ہجری اور ۸۰ ہجری کے دستیاب ہوئے ہیں۔	۶۸۵ء
ولید اول	پھر عبد الملک - فتح اسپین سلسلہ ۶۰ میں مسلمانوں نے ہندوستان میں	۶۸۵ء
سلیمان	براہ اور ولید قسطنطنیہ پر دوبارہ محاصرہ کیا۔ پہلا خلیفہ تھا جس نے رود کے جزیرہ پر نیلو میٹر دریافت کیا۔	۶۸۵ء
عمر بن عبد العزیز	.....	۷۱۷ء
یزید ثانی	پھر عبد الملک	۷۲۰ء
ولید ثانی	پھر یزید	۷۲۰ء
ابراہیم	براہ اور ولید	۷۲۰ء
سروان ثانی	سروان اول کا پوتا۔ ابو شہر میں مارا گیا۔	۷۲۰ء

خلفائے عباسیہ	واقعات خلافت	خلفائے معاصرین	آغاز خلافت
ابوالعباس سفاح	.....	عبدالرحمن بن ابوالعباس خاندان کی قرطبت	۶۷۱ء
منصور۔ ابو جعفر	برادر سفاح	(اسپین میں) بنیاد ڈالی۔ اسطرح حضرت علی	۶۷۱ء
عبدالمد	منصور نے بغداد کی بنیاد ڈالی اور	کے خاندان اور یسی نے موری تینیا میں اعلیٰ	۶۷۱ء
	اسے پائے تخت بنایا ان خلفا کی	اور بنی فاطمہ نے مشرقی افریقہ میں اپنے اپنے	۶۷۱ء
	سلطنت میں علم ہیئت اور دھرمی	خاندانوں کی بنیاد میں ڈالیں۔	۶۷۱ء
	قسم کے علوم کی ترقی ہوئی۔	افریقہ کا خاندان اعلیٰ	۶۷۱ء
نادی مہدی محمد	.....	ابراہیم بن اغلب۔ گورنر افریقہ نے خلیفہ	۶۷۱ء
ہارون الرشید	پیر مہدی۔ الف لیلہ کا مہر و۔	کی اطاعت کا جوا کند ہے سے آثار دیا۔ اول	۶۷۱ء
	چار بیگنی خوشخوار و منس کا	ہی اول قواعد ان فوج اس نے تربیت ہی	۶۷۱ء
	ساتھی۔ ایک وقت میں اور یوں	اس خاندان نے ۶۷۱ء تک حکومت کی	۶۷۱ء
	فیض کی سلطنت کو حاصل کیا۔	ان کا دار الخلافہ تھا۔ ۶۷۱ء میں اسکی	۶۷۱ء
امین محمد	پیر نارون الرشید	بنیاد پڑی تھی۔	۶۷۱ء
نامون عبدالمد	پیر نارون الرشید سیاست وغیرہ علوم	پیر ۶۷۱ء میں بنی فاطمہ کا امیر قبضہ ہو گیا۔	۶۷۱ء
ابراہیم پیر مہدی	گورنر دست اشاعت دینے والا علوم		۶۷۱ء
۶۷۱ء	وفون کا سچا سرپرست۔ اسکے حکم		۶۷۱ء
۶۷۱ء تک	سے یونانی تصانیف عربی زبان میں		۶۷۱ء
اس کا مقابل	ترجمہ کی گئیں۔ زمین کی گولائی		۶۷۱ء
یا حریف بنارٹا	اسی خلیفہ کے وقت میں ثابت ہوئی		۶۷۱ء
	وغیرہ وغیرہ۔		۶۷۱ء
معتصم مابعد محمد	ہیو فیلکس ساتھ جنگ ترک کی گارڈ		۶۷۱ء
	اول ہی اول خلیفہ کی ملازمت میں		۶۷۱ء
	بہتر ہوئی۔ مختل خلافت۔		۶۷۱ء
الوثاق مابعد ہارون	پہ خلیفہ معتصم مابعد۔ سائنس پیچھے		۶۷۱ء
	عربوں روم تکبری پر حملہ کیا مگر		۶۷۱ء
	کامیاب نہ ہوئے۔ ۶۷۱ء		۶۷۱ء
المستوکل	برادر الوثق جزیرہ مدیترہ پر تیس سال		۶۷۱ء



خلفائے عباسیہ	تاریخ	تعارف	ذکر مناقب	ذکر مناقب
الراہی بالمدح	۱۲۹ھ	.....	.....	.....
المتقی بالمدح	۱۳۰ھ	.....	.....	.....
المنصور	۱۳۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۳۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۴۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۵۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۶۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۷۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۸۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۰ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۱ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۲ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۳ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۴ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۵ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۶ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۷ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۸ھ	.....	.....	.....
المعتز	۱۹۹ھ	.....	.....	.....
المعتز	۲۰۰ھ	.....	.....	.....

تاریخ	نبی کا طرہ صہ بین	تاریخ	خلافت کے بعد	خلافت کے بعد
۱۱۹ھ	(جس کا کہ اور بیان ہوا)	۱۱۹ھ	اس کے بعد کا شہور واقعہ یہ ہے کہ شہداء میں ترکوں کا عروج ہوا۔ ۱۱۹ھ میں محمد بن محمود کو خلیفہ نے سلطان تسلیم کر دیا۔ تو یہ شہداء میں اس نے بجا دیا اور اس سے ہندوستان تک تمام حصہ نوکریاں کر دیا۔	الطالع بالہ
۱۲۰ھ	الغیر	۱۲۰ھ	خاندان سلجوق کا بنیادی اسی خلیفہ کے بعد سے ہوتا ہے۔	الطالع بالہ
۱۲۱ھ	الغیر	۱۲۱ھ	اس کے زمانہ خلافت میں الب اسلان طغرل کے بیٹے نے وکٹ کو شکست فاش دی اور شہنشاہ قسطنطین کو شہداء میں قید کر دیا اور شہداء میں کشتہ تخت نشین ہوا اور	الطالع بالہ
۱۲۲ھ	الغیر	۱۲۲ھ	اور شہداء میں کیا گیا۔ جو قیون کی سلطنت کا اثر تھا کہ یونان۔ شامیون اور رومیون کے خاندانوں میں قسطنطین	الطالع بالہ
۱۲۳ھ	الغیر	۱۲۳ھ	میں محمد بن گیا۔	الطالع بالہ
۱۲۴ھ	الغیر	۱۲۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۲۵ھ	الغیر	۱۲۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۲۶ھ	الغیر	۱۲۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۲۷ھ	الغیر	۱۲۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۲۸ھ	الغیر	۱۲۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۲۹ھ	الغیر	۱۲۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۰ھ	الغیر	۱۳۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۱ھ	الغیر	۱۳۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۲ھ	الغیر	۱۳۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۳ھ	الغیر	۱۳۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۴ھ	الغیر	۱۳۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۵ھ	الغیر	۱۳۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۶ھ	الغیر	۱۳۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۷ھ	الغیر	۱۳۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۸ھ	الغیر	۱۳۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۳۹ھ	الغیر	۱۳۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۰ھ	الغیر	۱۴۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۱ھ	الغیر	۱۴۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۲ھ	الغیر	۱۴۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۳ھ	الغیر	۱۴۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۴ھ	الغیر	۱۴۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۵ھ	الغیر	۱۴۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۶ھ	الغیر	۱۴۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۷ھ	الغیر	۱۴۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۸ھ	الغیر	۱۴۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۴۹ھ	الغیر	۱۴۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۰ھ	الغیر	۱۵۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۱ھ	الغیر	۱۵۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۲ھ	الغیر	۱۵۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۳ھ	الغیر	۱۵۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۴ھ	الغیر	۱۵۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۵ھ	الغیر	۱۵۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۶ھ	الغیر	۱۵۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۷ھ	الغیر	۱۵۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۸ھ	الغیر	۱۵۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۵۹ھ	الغیر	۱۵۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۰ھ	الغیر	۱۶۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۱ھ	الغیر	۱۶۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۲ھ	الغیر	۱۶۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۳ھ	الغیر	۱۶۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۴ھ	الغیر	۱۶۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۵ھ	الغیر	۱۶۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۶ھ	الغیر	۱۶۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۷ھ	الغیر	۱۶۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۸ھ	الغیر	۱۶۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۶۹ھ	الغیر	۱۶۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۰ھ	الغیر	۱۷۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۱ھ	الغیر	۱۷۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۲ھ	الغیر	۱۷۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۳ھ	الغیر	۱۷۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۴ھ	الغیر	۱۷۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۵ھ	الغیر	۱۷۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۶ھ	الغیر	۱۷۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۷ھ	الغیر	۱۷۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۸ھ	الغیر	۱۷۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۷۹ھ	الغیر	۱۷۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۰ھ	الغیر	۱۸۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۱ھ	الغیر	۱۸۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۲ھ	الغیر	۱۸۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۳ھ	الغیر	۱۸۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۴ھ	الغیر	۱۸۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۵ھ	الغیر	۱۸۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۶ھ	الغیر	۱۸۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۷ھ	الغیر	۱۸۷ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۸ھ	الغیر	۱۸۸ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۸۹ھ	الغیر	۱۸۹ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۰ھ	الغیر	۱۹۰ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۱ھ	الغیر	۱۹۱ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۲ھ	الغیر	۱۹۲ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۳ھ	الغیر	۱۹۳ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۴ھ	الغیر	۱۹۴ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۵ھ	الغیر	۱۹۵ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۶ھ	الغیر	۱۹۶ھ	الغیر	الطالع بالہ
۱۹۷ھ	الغیر	۱۹۷ھ	الغیر	الطالع بالہ





سلطنت آغاز	سلاطین اور یہ مصر میں	آغاز خلافت	خلائے عباسیہ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں یہاں دیوید شاهی شہنشاہ سے آرشلیم کو چھین لیا۔ شہنشاہ فریدک اول (بربروسہ) اور غلبہ آگسی اور ریچہ و شیردل سے ۱۷۵ھ سے ۱۷۵ھ تک لڑا اور شکستوں پر شکستیں دین۔ ۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ
۱۷۵ھ	۱۷۵ھ میں کلاوڈیون کا دوسرا بیٹا کلاوڈیون صلح الدین کا برائیاں شام میں حکمران بنا ۱۷۵ھ میں ۱۷۵ھ میں	۱۷۵ھ	۱۷۵ھ



[illegible]

نمبر	سلاطین ملوکہ شریکہ	نمبر	خلافے عباسیہ مصرین	اسکلفی بادشاہان
۱۰۳۱ء	-	۱۰۳۱ء	سرطانکرم اور ناصر ناصر محمد بن علی کے	اسکلفی بادشاہان
۱۰۳۲ء	المنصور کن الیدین المنصور	۱۰۳۲ء	نور کی طرف نکال دیا اور اسکی جگہ الملائک	
۱۰۳۳ء	الدیلمہ بن علی	۱۰۳۳ء	کو تخت خلافت پر بنایا۔	
۱۰۳۴ء	(دوبارہ تخت نشین ہوا)	۱۰۳۴ء	ناصر کی وفات کے بعد تخت سے اتار دیا گیا۔	
۱۰۳۵ء	المنصور ابو بکر	۱۰۳۵ء	پیر مستغنی	اسکلفی بادشاہان
۱۰۳۶ء	الاشعث کاگی	۱۰۳۶ء		
۱۰۳۷ء	الناصر شہاب الدین احمد			
۱۰۳۸ء	الصلحہ اسماعیل			
۱۰۳۹ء	الکامل شہباز			
۱۰۴۰ء	المنصور حاجی			
۱۰۴۱ء	الناصر حسن			
۱۰۴۲ء	الصلحہ الیدین			
۱۰۴۳ء	الناصر حسن (دوبارہ)			
۱۰۴۴ء	تخت نشین ہوا)			

نمبر	خلفائے ملوکہ ترکیہ	نمبر	خلفائے عباسیہ مصریہ	خلفائے مابعد البکر
۱۳۱۸ھ	ابن خلدون	۱۳۱۸ھ	برادر حاکم بام احمد	المستور بامعد البکر
۱۳۱۹ھ	ابن خلدون کا علامہ باندہ بنے کا حکم دیا۔ ۱۳۱۸ھ میں پڑوسی و سکنین شامی پریشاں ہو گئے کا محاصرہ کیا اگر سخت ناکامی کے ساتھ واپس پہنچا۔	۱۳۱۹ھ	تخت سے اتار گیا۔	الملوک مصریہ
۱۳۲۰ھ	تخت سے اتار گیا۔	۱۳۲۰ھ	ایک ہی سہبت کے بعد تخت خلافت سے اٹھ دیا گیا۔	المستعصم دیکر یا
۱۳۲۱ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۱ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۲ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۲ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۳ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۳ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۴ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۴ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۵ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۵ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۶ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۶ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۷ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۷ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۸ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۸ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۲۹ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۲۹ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک
۱۳۳۰ھ	صلاح الدین چنگیز	۱۳۳۰ھ	تخت پر نہیں کیا گیا اور پھر پھر برس کے بعد اٹھ دیا گیا۔	الملوک

سنہ	سلطنتیں جو کر سیکہ	سنہ	ظلمات سے باہر تھیں	الستقل
۱۴۱۰ء	۴۴ دن سلطنت کی	۱۴۱۰ء	پہر تخت خلافت پر بیٹا گیا اور بعد ازاں	الستقل
۱۴۱۱ء	دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔	۱۴۱۱ء	۱۴۱۱ء میں انتقال کر گیا۔	الستقل
۱۴۱۲ء	اس نے چاندی اور سونے کے سکوں کا وزن کرنا	۱۴۱۲ء	پیر المستقل - موعودہ شیخ نے اسی تخت خلافت	الستقل
۱۴۱۳ء	اپنا نام شیخ کندہ کر دیا۔	۱۴۱۳ء	سے آٹا دیا اور شیخ امین قید کر کے	الستقل
۱۴۱۴ء		۱۴۱۴ء	اسکندریہ بھیجا جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری	الستقل
۱۴۱۵ء		۱۴۱۵ء	لوہک قید رہا۔	الستقل
۱۴۱۶ء		۱۴۱۶ء		الستقل
۱۴۱۷ء		۱۴۱۷ء		الستقل
۱۴۱۸ء	۱۴۱۸ء میں شاہ نے اس پر سب سے زیادہ حکم کیا جانے	۱۴۱۸ء	برادر المستقلین	الستقل
۱۴۱۹ء	اللہ عز وجل نے اس کو قید کر دیا آخر جس پر	۱۴۱۹ء	برادر المستقلین باہر۔	الستقل
۱۴۲۰ء	بہاری خیریت کے قبول کرانے کے بعد ۱۴۲۰ء	۱۴۲۰ء	میں تخت سے اٹھا اسے اسکندریہ جلاوطن	الستقل
۱۴۲۱ء	ہجرت ہو کر دیا۔	۱۴۲۱ء	کر دیا۔	الستقل
۱۴۲۲ء		۱۴۲۲ء		الستقل
۱۴۲۳ء		۱۴۲۳ء		الستقل
۱۴۲۴ء		۱۴۲۴ء		الستقل
۱۴۲۵ء		۱۴۲۵ء		الستقل
۱۴۲۶ء		۱۴۲۶ء		الستقل
۱۴۲۷ء		۱۴۲۷ء		الستقل
۱۴۲۸ء		۱۴۲۸ء		الستقل
۱۴۲۹ء		۱۴۲۹ء		الستقل
۱۴۳۰ء		۱۴۳۰ء		الستقل
۱۴۳۱ء		۱۴۳۱ء		الستقل
۱۴۳۲ء		۱۴۳۲ء		الستقل
۱۴۳۳ء		۱۴۳۳ء		الستقل
۱۴۳۴ء		۱۴۳۴ء		الستقل
۱۴۳۵ء		۱۴۳۵ء		الستقل
۱۴۳۶ء		۱۴۳۶ء		الستقل
۱۴۳۷ء		۱۴۳۷ء		الستقل
۱۴۳۸ء		۱۴۳۸ء		الستقل
۱۴۳۹ء		۱۴۳۹ء		الستقل
۱۴۴۰ء		۱۴۴۰ء		الستقل
۱۴۴۱ء		۱۴۴۱ء		الستقل
۱۴۴۲ء		۱۴۴۲ء		الستقل
۱۴۴۳ء		۱۴۴۳ء		الستقل
۱۴۴۴ء		۱۴۴۴ء		الستقل
۱۴۴۵ء		۱۴۴۵ء		الستقل
۱۴۴۶ء		۱۴۴۶ء		الستقل
۱۴۴۷ء		۱۴۴۷ء		الستقل
۱۴۴۸ء		۱۴۴۸ء		الستقل
۱۴۴۹ء		۱۴۴۹ء		الستقل
۱۴۵۰ء		۱۴۵۰ء		الستقل
۱۴۵۱ء		۱۴۵۱ء		الستقل
۱۴۵۲ء		۱۴۵۲ء		الستقل
۱۴۵۳ء		۱۴۵۳ء		الستقل
۱۴۵۴ء		۱۴۵۴ء		الستقل
۱۴۵۵ء		۱۴۵۵ء		الستقل
۱۴۵۶ء		۱۴۵۶ء		الستقل
۱۴۵۷ء		۱۴۵۷ء		الستقل
۱۴۵۸ء		۱۴۵۸ء		الستقل
۱۴۵۹ء		۱۴۵۹ء		الستقل
۱۴۶۰ء		۱۴۶۰ء		الستقل
۱۴۶۱ء		۱۴۶۱ء		الستقل
۱۴۶۲ء		۱۴۶۲ء		الستقل
۱۴۶۳ء		۱۴۶۳ء		الستقل
۱۴۶۴ء		۱۴۶۴ء		الستقل
۱۴۶۵ء		۱۴۶۵ء		الستقل
۱۴۶۶ء		۱۴۶۶ء		الستقل
۱۴۶۷ء		۱۴۶۷ء		الستقل
۱۴۶۸ء		۱۴۶۸ء		الستقل
۱۴۶۹ء		۱۴۶۹ء		الستقل
۱۴۷۰ء		۱۴۷۰ء		الستقل
۱۴۷۱ء		۱۴۷۱ء		الستقل
۱۴۷۲ء		۱۴۷۲ء		الستقل
۱۴۷۳ء		۱۴۷۳ء		الستقل
۱۴۷۴ء		۱۴۷۴ء		الستقل
۱۴۷۵ء		۱۴۷۵ء		الستقل
۱۴۷۶ء		۱۴۷۶ء		الستقل
۱۴۷۷ء		۱۴۷۷ء		الستقل
۱۴۷۸ء		۱۴۷۸ء		الستقل
۱۴۷۹ء		۱۴۷۹ء		الستقل
۱۴۸۰ء		۱۴۸۰ء		الستقل
۱۴۸۱ء		۱۴۸۱ء		الستقل
۱۴۸۲ء		۱۴۸۲ء		الستقل
۱۴۸۳ء		۱۴۸۳ء		الستقل
۱۴۸۴ء		۱۴۸۴ء		الستقل
۱۴۸۵ء		۱۴۸۵ء		الستقل
۱۴۸۶ء		۱۴۸۶ء		الستقل
۱۴۸۷ء		۱۴۸۷ء		الستقل
۱۴۸۸ء		۱۴۸۸ء		الستقل
۱۴۸۹ء		۱۴۸۹ء		الستقل
۱۴۹۰ء		۱۴۹۰ء		الستقل
۱۴۹۱ء		۱۴۹۱ء		الستقل
۱۴۹۲ء		۱۴۹۲ء		الستقل
۱۴۹۳ء		۱۴۹۳ء		الستقل
۱۴۹۴ء		۱۴۹۴ء		الستقل
۱۴۹۵ء		۱۴۹۵ء		الستقل
۱۴۹۶ء		۱۴۹۶ء		الستقل
۱۴۹۷ء		۱۴۹۷ء		الستقل
۱۴۹۸ء		۱۴۹۸ء		الستقل
۱۴۹۹ء		۱۴۹۹ء		الستقل
۱۵۰۰ء		۱۵۰۰ء		الستقل



سند	سلاطین چرکیہ	سند	خلفائے عباسیہ مصرین	
۱۱۱۱ھ	جزیرہ با قاعلاہ وصول شو برترہ سائرس کالاج شاہ جان کے بیٹے جس کو خطا لیا گیا	۵۵۱ھ	استجدیہ لدیہ الحسن یوسف	
۱۱۱۲ھ	ایک خطبہ لکھا کہ اس کا بیاب خراج ساتھ لکھا کہ میں عادلہ کیا	۵۵۲ھ	برادر خرو	
۱۱۱۳ھ	اسی زمانہ میں اندلس مسلمانوں کے بقوت سے نکل گیا اور شاہ فروری بنید کا قبضہ اس پر ہو گیا۔ یہ غناک واقعہ لکھا کہ میں و قو م ہوا۔	۵۵۳ھ	المشکل علی المصجد العزیز	
۱۱۱۴ھ	چند ماہ حکومت کی۔	۵۵۴ھ	المشکل	
۱۱۱۵ھ	گیارہ دن حکومت کی۔	۵۵۵ھ	المشکل	
۱۱۱۶ھ	قطعیہ لکھا گیا۔ دیر برسر حکومت کی۔	۵۵۶ھ	المشکل	
۱۱۱۷ھ	انصاری محمد اللہ السادات	۵۵۷ھ	المشکل	
۱۱۱۸ھ	انصاری محمد	۵۵۸ھ	المشکل	
۱۱۱۹ھ	انصاری محمد	۵۵۹ھ	المشکل	
۱۱۲۰ھ	انصاری محمد	۵۶۰ھ	المشکل	

سند	سلاطین پر کیسہ	سند	خلفائے عباسیہ صہبیین
سند ۱۴۸	<p>لوگوں نے یہ بھی سختی سلطان علی بن ابی طالب کے پاس شکست دے دی اور قتل کر ڈالا اور پھر بڑے بھوکے طرح بڑے ملکوں کو ہونے والی انوری کی جانفشانی کے لئے اسے تخت کیا مگر ترکوں نے ہلبیوں کے ہمیں شکست دی اور قید کر کے شافہ ۱۴۸</p>	<p>الاشرف کندی یا انوری الاشرف قتل ہے</p>	<p>اس شاہ کو سلطان علی بن قسطنطین نے مگر سیکم کی وفات کے بعد یہ بہر صہبیین اور بنی امیہ کے سلطان کی اور وفات ہو گئی۔</p>
<p>شاہ ۱۴۸</p>	<p>اس کا قصہ یہ ہے کہ سلطان علی بن قسطنطین نے مگر سیکم کی وفات کے بعد یہ بہر صہبیین اور بنی امیہ کے سلطان کی اور وفات ہو گئی۔</p>	<p>اس کا قصہ یہ ہے کہ سلطان علی بن قسطنطین نے مگر سیکم کی وفات کے بعد یہ بہر صہبیین اور بنی امیہ کے سلطان کی اور وفات ہو گئی۔</p>	<p>اس کا قصہ یہ ہے کہ سلطان علی بن قسطنطین نے مگر سیکم کی وفات کے بعد یہ بہر صہبیین اور بنی امیہ کے سلطان کی اور وفات ہو گئی۔</p>

## اٹھارہواں باب اسلام کی ملکی اور علمی ترقی۔

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جد مبارک حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھا ہوا اپنے  
ایسی تجنیز و تکفین کا کچھ سامان نہیں کیا گیا ہے۔ وہ عظیم الشان مصلمہ اور دنیا پر کے پیغمبر و خاتم النبیین  
رکنے والا وہ تھا اور برحق بشیر اور نذیر ہوا اپنا اثر کوگون کی طبعان میں اسی شدت سے رکھتا ہے جتنا  
اپنی مبارک زندگی میں رکھتا تھا۔ اسکی مرتفع ذات اور لاثانی بزرگی کو ابھی تک اہل عرب ہی نے تسلیم کی  
تھی مگر اس کے مقدس صحابہ کے سرگرمانہ فدائیانہ عشق سے زمانہ بہت دہوم و دہام سے بہرہ یمن گونی کر رہا تھا  
کہ آئندہ چشم زدن ہی میں بڑی بڑی مغرور سلطنتیں اس کا جلال اور تقدس تسلیم کرنیکی اور اسے اپنا  
رہنما اور عالم کی رحمت مابین کی۔

فی الحال اس اچانک المناک درد انگیز مفارقت کا صدمہ آپ کے صحابہ کو اس قدر تھا جتنا کہ انسانی فطرت  
کر سکتی ہے سبکی سوحش نظیر حجرہ کی طرف اٹھتی تھیں اور نہایت افسردگی کی حالت میں المناکی کا جامہ  
پینکر واپس چلی آتی تھیں بعض کا یہ یقین کہ ہمارا آخر الزمان بنی کہی ہم سے جدا نہیں ہو سکتا خوفناک طیش  
کی آگ دونوں میں روشن کر رہا تھا۔ حضرت فاروق اعظم کے دیر تو یہاں تک اثر ہوا اور بنی عربی کے بمثال  
عشق نے اس درجہ اثر کیا کہ اپنے تلوار شکنی کر لی اور یہہہ فرمایا اگر میرے بنی کی نسبت کسی نے یہہہ کہا کہ آپ  
وفات پاگئے تو میں اس کا سر اڑا دوں گا یہہہ غیر معمولی جوش پہلو ایک طبیعت میں اٹھا اور بعد ازاں  
اسکا علمی صورت میں خاکا کچھ گیا۔ اپنے برحق بنی کا یہہہ بے نظیر عشق بکار بکار کر دوسرے پیغمبروں کے  
حواریوں سے کہہ رہا ہے لاؤ اگر ایسی زبردست محبت کی مثال رکھتے ہو۔ وہ ہی تو بنی ہوئے ہیں جسکے  
حواریوں نے انہیں قلیل رقم پر فروخت کر ڈالا تھا اور صلیب کے وقت منہ چھپا کے جلد لے گئے۔ ایک  
حضرت عمر کیا ہزاروں عرب اپنے جوشیلے اور اتناک لہجہ میں یہہہ کہہ رہے تھے ہمارا بنی کیسے فطرت  
نہیں پاسکتا۔

جب حضرت ابو بکر صدیق نے یہہہ غیر معمولی جوش عروون کا ملاحظہ کیا اور ساتھ ہی اس کے اپنے دوست  
شیر دل حضرت عمر کو یہی اسی ایک پڑھتی ہوئی حالت میں مبتلا پایا تو آپ نہایت دیری سے اس  
میں تشریف لائے اور یہہہ فرمایا۔

بنی نے کتب دعویٰ کیا تھا کہ مجھے مودہ نہیں اٹھے گی پر ہوں ہمارے  
آقا کے نامہ اڑنے ممبر پر مٹھکر خود ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم سے

جدا ہونے والا ہون کل ابتدا آئے اور چلے گئے خدا کے سوا کوئی بھی باقی نہیں ہے۔  
 جون ہی حضرت عمر نے یہ جرتہ چلے شے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور فرمایا حقیقت میں یہ مجھ سے  
 کل نفس موعہ کا ذایقہ چکین گے۔ بقول یورپی دو شخص نے ابو بکر اور عمر تھے جن پر اسلام کی آئندہ  
 صمت کا دار و مدار تھا۔

بنی عربی کی کامیابی کو سوائے ملک عرب کے اسکی حدود کے باہر وسعت نہ تھی۔ آپکا اپنی حالت  
 اسامہ کو جنرل و چکر کے ملک شام کی طرف روانہ کرنا اور اصل اپنے جانشینوں کو یہہ وصیت  
 کرنا تھا کہ عرب ہی پر قانع نہ بیٹھا بلکہ دین خدا کو حدود عرب کے باہر ہی وسعت دینا تاکہ خدا کی اور مخلوق  
 اس سے محروم نہ رہ جائے اس عرصہ میں آپکا وصل ہو چکا تھا اور اسامہ یہہ وحشت اثر خیر سنکر واپس مدینہ  
 چلا آیا تھا۔ حقیقت میں یہہ لمحہ اسلام کے لئے بہت سخت اور ہولناک تھا۔ صحابہ سجدہ نبوی میں جمع  
 ہوئے اور ہنوز تجیز و تکفین کا کچہ سامان نہیں ہوا ہے کہ اتنے میں ایک شخص یہاں لگا ہوا حضرت ابو بکر کی  
 خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اعیان مدینہ سقیفہ نبی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں تاکہ اپنے میں  
 سے ایک خلیفہ منتخب کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کریں۔ مدینہ کی آب و ہوا میں ہنوز فیلنگ یارنی اثر  
 کئے ہوئے تھی اور ساتھ ہی اسکے اس نامساعدہ مناقبہ مروج کا یہی اثر تھا جس کا ذکر قرآن مجید  
 میں مشدود سے کیا گیا ہے اور جس نے اہل مدینہ کو قبل از وقت یک طرفی دگر می قائم کرنے کے لئے اتنی  
 جلد اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ ایک ناگوار طریقہ پر بغیر جلیل القدر صحابہ کے مشورہ کے اپنے میں  
 سے ایک خلیفہ منتخب کریں۔ مگر ان کے اس ارادہ کو زمانہ کشیدہ خاطر ہی اور ترجیحی درجہ نظر  
 سے دیکھ رہا تھا اسکی مرضی ہرگز نہیں تھی کہ یہہ زرد و لوشن پاس ہو دے۔ اہل مدینہ کی اندرونی  
 حکمت عملی اس ہولناک اور اسلام کے لئے سخت خطرناک حالت کی پیشین گوئی کر رہی تھی جن میں  
 سوائے مرگ کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہہ خیال کرنا کہ اہل مدینہ جلیل القدر صحابہ اور ہاں  
 کی حکومت کے بارے میں سکد و شش ہونا چاہتے تھے ایک مستحدا امر ہے بہر حال یہہ تسلیم کرنا  
 پڑے گا کہ انکی ناشدنی کوششوں میں آئین عنصر ملا ہوا تھا جو بہت جلد اسلام کو جلا کر خاکستر  
 کر دیتا۔

در حقیقت اسلام کے لئے یہ وقت نہایت نازک تھا۔ اور اسکی نازک حالت اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جب  
 ہم تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو اس حالت کے پاس پہنچائیں گے اور جو کون کی طیش انگیز اور آتش نشان نہ  
 روح کا اندازہ کریں گے۔ اور یہاں یہی حالت میں کہ ابھی تک ان کا کوئی سردہر متحر نہ ہوا تھا  
 عسادہ جو بنی خزرج کا سردہر گودہ تھا کیسی کا تلیفہ ہونے کے سے نامردی ہو چکا تھا یہہ اور یہی  
 اسلام کے لئے خوفناک بنا اور اس کا ایسہ اتفاق اور اتنا معرض خوف و خطر میں تھا

جون ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے اس خبر کو سنا ایک دوسرا سنا آیا گیا کہ آپؐ کیسی نہ جانتے تھے کہ بغیر سرانجام کے مسجد کے باہر قدم رکھتے ہو یہ دفت وہ اثر اٹھتا کہ اگر ایک لمحہ کا بھی توقف ہوتا تو ہر اسلام کو خونی کپڑے پہنے پڑتے مسلمانوں کی عظیم خیزی کے روکنے اور اسلام کی فتنہ کو باغیالی سے بچانے کے لیے آپؐ دونو صاحبزادے ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا اور سیدھے اس شخص کی ہڈی میں سقیقہ نبیؐ میں آئے۔ سید بن عبادہ کے ہاتھ پر ایسی بیعت ہوئی کہ دونو اصحاب معہ عبیدہ بن جراح کے رہنا چاہیے تو انصار نے صورت دیکھتے ہی یہ کہا۔

کہ تم مہاجر ہو اور تمہارا فخر بڑا ہے لیکن ہم نے یہی بیعت رنج اٹھایا ہے اور جانتے ہیں کہ اپنے میں سے ایک ایسے منتخب کریں حضرت عمرؓ کا چند ساعت کا جوش ایسی ہٹا اٹھتا تھا جانتے تھے کہ اُسکے منہ بند انصار کی درخوست کا جواب دینا اگر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ آتش مزاجی اور تندہی۔ چہرہ پر طیش انگیز غضب کی تماشائی دیکھ کر روک دیا سب ادا غیظ کی حالت میں سخت اور درشت کلمے آپؐ کی زبان مبارک سے سرزد ہو جائیں آپؓ نہایت سہولت اور قنانت اور نرم زبانی سے خود ہی تقریر کرنی شروع کی اور یہ یہ فرمایا۔ جو کچھ انصار نے اپنی تکالیف کے بارے میں کہا ہے حقیقت میں یہ سچ ہے مگر کسی شرافت اور رعب و دبدبہ میں قریش سے افضل ہیں اور سوائے ان کے عرب کی غیر مطیع لوح کسی کے آگے سر جھکاؤ گی۔ اس پر انصار نے کہا اچھا یوں سہی کہ تم اپنے میں سے امیر منتخب کرو اور ایک ہم منتخب کر لیتے ہیں۔ یہ یہ نادا جب اور غیر خوش آئندہ تقریر سن کر حضرت عمرؓ سے نہرا گیا آپؓ نے باوازا ملند فرمایا دور ہو یہ کہیں نہیں ہو سکتا دو اسیر ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ اس تقریر نے طول کہنیا اور طرفین سے لوگ سباحہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور گرم گرم الفاظ پر نوبت پہنچ گئی۔ اور ان میں حجاب سب زیادہ جرب زبانی اور آتش بیانی کو کام فرماتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسی غیصیلے لہجہ میں کہا۔ خدا تجھے غارت کرنے۔ جاتے ہی اسی تلخی سے اس کا جواب دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی محتاط اور نتیجہ پیدا کر مینوالی نظیرین معاملہ کی دیگر گوئی پر پڑ رہی تھیں آپؓ فوراً آگے بڑھ کر انصار سے کہا یہ دو شخص حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کر کے تمہارے سامنے موجود ہیں ان دونوں میں سے جسے چاہو اپنا امیر بنا لو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمرؓ نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مکان گونج اٹھا کہا ہنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے پہلے ہی سے امامت کا حکم دیکھ لیں تاہم یہاں امیر ہے اور مجھے افضل ہے حضرت ابو بکرؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ تو مجھے زیادہ قوی ہے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو رسول اللہ کے بعد خیر الناس یعنی سب آدمیوں سے بہتر ہے وہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کے جواب میں ارشاد کیا میں نے رسول اللہ کے کو یہ کہتے سنا ہے کہ عورت اپنے کسی شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا مگر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ لیکر اس پر بیعت کی سب کی بلند آواز نے مسلمانوں کے دلوں کو ہلا دیا تھا اور





یہ نہ ناجائز بت پرستی کے خیالات کے شکار تھے سوا دوسرے کو خدا بناتے ہیں اور ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھے ہی معبود سمجھتے ہیں۔ تیری توحید کی حقیقت کو پہنچے سمجھ لیا ہے اور ہمارے دلوں پر مضبوطی سے یہ نقش ہو رہا ہے کہ سوائے تیرے اور کوئی دوسرا خدا نہیں ہے ہم تجھے اتنا کرتے ہیں اپنے بنی کے واسطے سے ان کھڑا اور شرکون کے خلاف ہماری مدد کر۔ بہادر خالد کی یہہ دعا قبول ہو گئی اور خدا نے مشرکین پر مسلمانوں کو فتح یاب کیا اور ایسے جردان کے شرقی جانب ایک آباد شہر بندہ نامی ہے جہاں اول ہی اول قبل از نبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میٹورین عیسائیوں سے ملے تھے یہاں ایک مصفوظ قلع بنا ہوا تھا جس سے شہر کی قابل اطمینان حفاظت ہوتی تھی روتہ الکبریٰ کا استواری سے اس شہر پر قبضہ تھا اور فطہر اسکی حالت ناقابل گز خیال کی جاتی تھی۔ اس کے سامنے آخر مسلمانوں کے لشکر نے اپنا ڈاکٹر اور ڈالا۔ عیسائیوں نے ایک کثیر المتلاؤ خوشخوار فرج سے قلعہ کو محفوظ کیا۔ قلعہ کی فیصلوں مناروں اور کنگروں پر صلیب کے نشانات اڑائے جا رہے تھے اور تمام مسیحی مذہب کی نشانیاں لٹکائی جا رہی تھیں۔

اس جوش اور مذہبی انگوں کے خیال کیا جاسکتا تھا کہ عیسائی مذہب کی سختی سے مقابلہ کر نیلے مگر کیا ایک جنگ شروع ہونے سے پہلے گورنر شہر کے دل میں ربانی نور چکا اور وہ پاک اور صاف دل سے مسلمان ہو گیا۔ گورنر شہر کو مسیحی نامی نے مسلمان ہوتے ہی دروازہ شہر کھول دیا ہے اور مسلمانوں کو اندر بلا لیا۔ قلعہ کے دروازے ہی مسلمانوں کے لئے کھول دئے گئے تھے روتہ کثیر گورنر نے جب مسلمانوں کا لشکر اندر آ رہا تھا آواز بلند عیسائیوں سے مخاطب ہو کے یہ کہا، میں تمہاری سوسائٹی پر اس دنیا میں اور آئندہ عالم میں عاق کرتا ہوں جو اسکی پرستش کرتے ہیں۔ میں نے پسند کیا ہے خدا کو اپنا مالک اسلام کو اپنا ایمان کہہ کہ خدا کا گھر۔ مسلمانوں کو پہنا بھائی۔ محمد عربی کو اپنا نبی جو ہمیں راہ..... ہدایت دکھانے کے لئے مبعوث ہوا تھا اور اس سچے مذہب کی تلقین کرنے کے لئے کہ جو توحید سکھاتا ہے اور شرک و کفر سے بچاتا ہے ہمارے درمیان پہنچا گیا تھا۔

ایسائیوں کے حملہ کے وقت سے ایشیائے کوچک۔ شام۔ فلسطین۔ بالکل کسی ایک خاص مذہب سے ناتھ دھو بیٹھے تھے اور ڈریس کے قول کے مطابق وہ مسلمانوں کا مذہب قبول کرنے کے لئے منہ کھولے بیٹھے تھے (دی کانٹک بٹن۔ لیچن اینڈ سائینس صفحہ ۸۰) تیرہ سے شام کا دار الخلافہ دمشق جانب شمال صرف ستر میل تھا۔ شہر کو فتح کرتے ہی اسلامی لشکر عقابی جہڈا اڑتا ہوا دمشق پر بڑبا اور سپہ سالار اسلام نے جاتے ہی یہہ من دیا کہ دمشق اپنی مرضی ظاہر کرنے کہ جزیرہ دنیا پسند کرتا ہے یا اسلام قبول کرنا یا میدان کاؤزار میں سینہ بسینہ جنگ کرنا۔ شہنشاہ ہر فلس اپنے محل میں

جو دمشق سے بالکل شمال کی جانب دیرموسیل کے فاصلہ پر تھا یہ خوفناک خبریں گوشگندار گورائتا جو نہ ہی اسے مسلمانوں کے دمشق کے محاصرہ کی خبر پہنچی اس نے فوراً ستر ہزار سپاہ اسلامیوں کے پس پانے کے لئے روانہ کی۔ ناچار مسلمانوں نے محاصرہ اڑھایا۔ اور اس بڑبڑتی ہوئی فوج سے ہم نبرد ہوئے۔ ایک غنچوار میدان کے بعد ہر قتل کی فوج پارہ پارہ کر دی گئی اور دوبارہ دوسری جانب سے خالد سپاہ عقابی جھنڈا لئے ہوئے دمشق کی طرف بڑھا اور سواد و ہیفے کے محاصرہ کے بعد آخر دمشق فتح کر لیا گیا۔ درپر اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۸۹ میں لکھا ہے، "مسلمانوں کا لشکر مجذوبوں کے گروہ کی طرح تھا بہت سے جنگجو و مہر تھے ہر پر جوش عرب ہی میدان میں اپنا مقابل طلب کرتا ہوا نہ ٹکلتا تھا بلکہ عورتوں میں یہی وہ ہی اسپر تھی اور وہ بھی اپنے مردوں کے پہلو بہ پہلو جنگ کر رہی تھیں۔" سورات کی شجاعانہ جانبازیوں کی سچی تصویر مسلمان مورخوں نے ہماری آنکھوں کے آگے کھینچ دی ہے۔

مسلمانوں کا لشکر دمشق سے شمال کی جانب بڑھا۔ رستہ میں بلیک شامی پہاڑی کے دار الخلافہ اور حمص کو جو شہر تھے میدان کا خاص شہر تھا ہر پ کر لیا۔ یہ غیر معمولی خوفناک میدان اسلامی لشکر کا دیکھ کر ہر سر قتل کی بھی ہوتی آگ کر دی گئی اس کے سینہ میں ایک دھواں اڑھایا آخر اسے مسلمانوں کے پس پانے کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار فوج روانہ کی۔ یہ مہم کے میدان میں ایک خون ریز معرکہ ہوا اسلامی لشکر کا دایاں بازو ٹوٹ گیا مگر عرب خواتین کے جوشیلے اور دہن میں دیرمی کی آگ مشتعل کرنے والے بغروں نے پھر مسلمانوں کو میدان کی طرف پلایا۔ اور انہیں یہاں تک جوش آیا کہ رومیوں کے لشکر کے دہرے اڑا دئے اور اس سختی سے قتل عام کیا جس کی نظیر اور گزشتہ صدیوں میں بہت کم ملیگی۔ چالیس ہزار رومی گرفتار کر لئے گئے اور مغولین کا قابل اطمینان شمار نہیں کیا اب تمام ملک فاختون کے قدموں کے نیچے پڑا ہوا دکھائی دیتا تھا یہاں سے مسلمانوں کے لشکر کا حملہ جانب شرق جردان پر تھا یہ بدیہی طور پر سمجھ لیا گیا تھا کہ ایشیائے کوچک پر آنکھ اڑھانے سے پہلے فلسطین کے شہر اور مضبوط شہر فتح کر لئے جائیں۔ اسلامی جرنیوں میں یاہم اختلاف رائے ہوا کہ آیا پہلے اورشلیم فتح کیا جائے یا قیاریہ پر قبضہ کیا جائے ہر جذبہ جہاد اور طرفین نے اپنی اپنی وجوہات قائم کیں مگر فیصلہ ہوا آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ جہاد پیش ہوا آپ نے نہایت دوراندیشی اور دانائی سے حکم دیا کہ پہلے اورشلیم فتح کیا جائے کیونکہ اورشلیم کی فتح غیر مشہور ملک پر خوش آئندہ اثر دالیگی۔ خلیفہ کا حکم مٹوئے ہی لشکر اسلام بڑھا اور اورشلیم کا محاصرہ ہو گیا۔ اس مقدس شہر کے باشندے رستے زیادہ اس گمان میں تھے کہ ہمارا خداوند ہماری مدد کے لئے فوج کش کر بھیجے گا اور اپنے مقدس شہر کو کافروں کے ہاتھوں سے بچائے گا۔ مگر ان کا یہ خیال غلط نکلا اور ان کے خداوند نے کسی قسم کا لشکر اپنے خداوند خداوند کہنے والوں کی مدد کے لئے نہیں بھیجا۔

چار مہینے کے محاصرہ سے بنگ اٹکے آخر بطریق اور تسلیم کی دیواروں پر صلح کی شرطیں کرنے کیوے  
نمودار ہوا۔ اس بطریق کا نام سا فر و عش تھا اس نے یہ شرط کی کہ تم لڑائی تہادو اور اپنے خلیفہ کو ملاو  
جو قت خلیفہ آئے گا اس کے لئے فوراً شہر کے دروازے کو بند نہ جائیں گے اسے خیال تھا اگر خلیفہ کی غیر  
موجودگی میں اس کے خبر کی لئے دروازے کھول دے گئے مبادا خونریزی نکریں۔ چنانچہ حضرت عمر  
رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ آپ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے۔ دو تیلیاں آپ کے پاس تھیں  
ایک میں جو کا دیا اور ایک میں کھجوریں اور ایک لکڑی کی رکابی تھی اور ایک شیکہ پانی میں سے کا تھا جس میں  
خلیفہ کے ساتھ یہ سامان اور یہ بار برداری تھی۔ فاتح ایران و شام و عرب اس مقدس شہر میں داخل  
ہوا پہلو میں بطریق بیٹھا ہوا تھا۔ بغیر ایک خون کی بوند گرائے نہایت امن اور مہولت سے یہ مقدس شہر  
سیح قبضہ سے نکلا اسلامی تصرف میں آگیا۔ خلیفہ نے حکیم دیا کہ حضرت سلیمان کے عبادت خانہ کے پاس ایک  
سجد تیار کی جائے ہر آپ واپس مدینہ تشریف لیگے۔

ہر قس مسلمانوں کی ان شتابانہ فتوحات کو برخوف نظروں سے دیکھتا تھا بڑی مدت کے بعد اسکی یہ سمجھ میں  
آیا کہ میرے عہد کے ملک پر یہ وبال ڈال اپنے چنانچہ وہ سیحی مشرک سے سیحی موصد بن گیا اور اب اپنے مصلوبہ ائمہ  
سے یہ امید ہوئی کہ وہ مجھے مسلمانوں کے ساتھ سے میرا ملک لو ادیگا۔ مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمان اس  
سرزمین کے اس کے خداوند ہی کے فیصلہ کے بموجب سختی قرار پا چکے ہیں پر یہاں ان کا استحقاق کون چہین سکتا  
تھا۔ اس عرصہ میں آلیو اور انطاکیہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اب کوئی چیز ایسی مانع نہ رہی تھی  
جو مسلمانوں کو ایشیائے کوچک کے تاج و تاج کرنے پر مانع آتی۔ خود ہر قس نے اپنی نجات فرار ہونے میں جی بکلی  
در شہر نہایت المناک حالت سے شام کے فتح ہونے کی نسبت نہایت دردناک الفاظ میں یہ لکھتا ہے "وہ  
اکت شام جسے پامپی اعظم رقیب قیصر نے سلطنت و دم کے ساتھ شریک کر لیا تھا جسے سات صدیاں گزر  
چکی ہیں۔ وہ شام جو کیسائیت کی پیدائش کی جگہ تھا مسعد ایشیے پاک عبادت گاہوں کے خوش منظر  
کے غیر ممکن الحصول طریقہ سے نکل گیا یہ وہی زمین تھی جہاں سے ہر قس نے ایرانی حلا آور و کمو مار کر نکالا تھا  
میں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب ہر قس فرار ہونے کے لئے جہاز میں سوار ہوا ہے اور اس کے جہاز نے کنارے سے  
نکل رہا تھا تو اس نے ٹوٹی ہوئی جانکنی کی صدا میں یہ جہا ہوا فقیر کہلے سلام تجھے اے شام و امی  
سلام"

سیحی مورخ کے ان دردناک الفاظ کی کیفیت مسلمان بخوبی پہچان سکتے ہیں کیونکہ ان پر یہی یہ گزر چکی ہے جب  
وہ سات سو برس کی سلطنت کے بعد نکالے گئے ہیں تو انہوں نے یہی الفاظ اندیس سے ہی کہے تھے اور  
وہ یونان رومانیان شینگرو وغیرہ کی طرف دیکھتے ہیں تو اب یہی ان کی زبان سے یہی نکلتا ہے۔

میں اس کی زیادہ ضرورت نہیں جانتا کہ طرابلس اور ٹائٹ کی فتح کی کیفیت درج کر دن اور یہ لکھوں کہ قبیلہ  
کیونکہ فتح کیا گیا تھا اسکا مفصل بیان میری کتاب الفارق میں موجود ہے۔ نہ اس لکھنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ  
بلکہ سی کی طرف خلیفہ کی فوجیں کیونکر بڑھیں اور انہوں نے قسطنطنیہ کو جا کر کیونکر گھیر لیا۔ اصل یہ ہے جب  
اور شلیم فتح ہو چکا تھا تو بہر کوئی بات باقی نہ رہ گئی تھی۔

اور شلیم فتح ہونا گویا عیسائیت کے عظیم شان دار الحلاۃ کا مفتوح ہونا تھا۔ باوجودیکہ مجنون سچی مجاہدین کی  
کوششوں سے کئی کئی بار عارض طور پر اور شلیم عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا مگر ہر محیط اسلام کی خطرات  
میں اب تک موجود ہے کل کی خبر نہیں کہ کیا ہو جائے مگر ہر مسلمان کی دعا ہے کہ اس لمحہ اے خدا اچھے مار ڈالو  
جب صلیبی نشان و دشمن کی مسجد پر اٹھے جانے کی خبریں سنوں۔

قسطنطنیہ کے سچی مورخوں نے اور شلیم ہاتھ سے نکل جانے کے بعد مسلمانوں کے خلاف ایسی ایسی باتیں لکھنی شروع  
کیں کہ جکی بد تہذیبی کا کوئی ہی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے لکھا کہ غفریبان کا وزن پر آسانی غضب  
ایگیا اور انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیگا غرض وہ نالایم اور ناقابل بیان باتیں لکھیں جن کے  
حوالہ حکم کرنے کی نفس تہذیب و قانون محمدی اجازت نہیں دیتا۔ یہی کیفیت یورپ کے سچی مورخوں کی  
ہے جو اپنی لاعلمی یا بٹ دہری سے وہ وہ باتیں اسلام اور ان کے سر چسپکے ہیں کہ دیکھنے سے نفرت ہی  
نہیں ہوتی بلکہ ان کی مہذب سوسائٹی کا ایک خاکا کچھا ہے۔ خدا ان پر رحمت کرے اور انہیں ہدایت کا راستہ  
دکھائے۔

میں طرانی صورت میں مسلمانوں کی فتوحات پر بحث کرنا نہیں چاہتا صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ ان کی  
فتوحات اسکندر اعظم کی شہاب ثاقبی فتوحات سے زیادہ وسیع اور استوار تھیں۔ مگر ان پر ضرور  
لکھو ٹکا کہ آتش پرستی اور زرتشت کے مذہب کو اسلامی فتوحات نے عیسائیت سے کہیں زیادہ حد سے  
پہنچایا۔ فارس کی قسمت کا بالکل وہ دار و درخشاں تھوڑا سیہ پر تھا۔ اس کے فتح ہونے پر مسلمانوں کے ہاتھ ہی  
سلم خانہ غیر محدود مال غنیمت اور لا انتہا امیرانہ معاشرت کے سامان لگے۔ ایک جانب سے تو وہ بحر اوقیانوس  
کی طرف پڑھے اور دوسری جانب سے جنوب کی طرف دریائے دجلہ سے پر سپورس تک انہوں نے تمام  
ملک صاف کر لیا۔ ایرانی شاہ نے زور و جہد اپنی زندگی بچانے کے لئے بہت بڑے سالٹ ڈیزرٹ میں پہاگ گیا یہ  
ملک سکندر کے حملے سے اب تک دیران اور غیر آباد پڑا ہوا تھا۔ اسلامی لشکر کے ایک حصہ نے زور و جہد کو چھوڑ  
کیا کہ وہ بحر اسیس سے جو کر جائے۔ وہاں وہ بیچارہ ترکوں کے ہاتھ کا شکار ہوا۔ اسکا بیٹا مسلمانوں کے  
خوف سے چین پہاگ کر چلا گیا۔ اور شہنشاہ چین کے گارڈ کا کپتان مقرر ہوا۔ اس کے پرے تک مسلمانوں  
کے لئے کل ملک صاف ہو گیا تھا۔ اور یہاں سے تیس لاکھ اتر فین محصول کی سالانہ اسلامی بیت المال  
میں داخل ہوتی تھیں۔

جب مسلمانوں کی ملکی فتوحات کی اتنی دہوم چلی تو خاقان چین ہی مدینہ من خلیفہ کی دوستی کا سچا ہند  
ہوا۔ اس اثنا میں اسلامی پیر پر اور ایسے آدمیوں کے کناروں پر لڑنے لگا تھا۔

شامی جنگوں میں جن جبرون نے اپنے کو زیادہ ممتاز کر کے دکھایا تھا ان میں ایک عمرو بن العاص تھا جسکی  
قسمت میں ملک صحر کی فتح لکھی ہوئی تھی۔ اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے شمال اور شرق ہی کی فتوحات اپنی رفیع  
شان کے لئے کافی نہ سمجھیں اسلئے اپنے بہادر جبرون کو مغرب کی طرف بھی بڑھنے کا حکم دیا اور افریقہ کو  
سلطنت اسلامی میں شریک کر لینے کی مرضی ظاہر فرمائی۔

معش فیروزاک کا پرانا دارا الحلف بہت جلد فتح ہو گیا اور بعد ازاں اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ چونکہ  
اسکندریہ کی پشت پر سمندر کھلا ہوا تھا ہر قتل کو بھری مدد پہنچنے کا پورا موقع ملا اسلئے جہاں تک اس سے  
ہوسکا فوجوں پر فوجیں روانہ کرنی شروع کیں۔ حضرت عمرؓ کو ہر قتل کی ہر بات کی برابر خبریں پہنچ رہی  
تھیں آپ نے یہ سنئے ہی شامی فوج کو حکم دیا کہ وہ اسکندریہ پر محاصرہ کرنے والوں کی مدد کے لئے بڑھے  
بڑھے میدان ہوئے۔ فتح کی خطرناک کوشش میں جب عمرو بن العاص سیڑھیان لگا کر اسکندریہ  
کے قلعہ میں پہنچا تو وہاں فوراً گرفتار کر لیا مگر اس کے غلام کی قابل مدد چالاکی نے اپنے آقا کی جان  
بچا دی اور وہ بخیر وعافیت اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔

آخر ۱۸ مہینے کے محاصرہ اور تیس ہزار فوج کے ضائع ہونے کے بعد مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کر لیا  
فتح کرنے کے بعد جو خط عمرو بن العاصؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کیا اسکے چند فقرے مفصلہ  
ذیل ہیں۔

”اس میں چار ہزار محلات۔ چار ہزار حمام۔ چار ہزار تہیر۔ بارہ ہزار دکانیں  
جن میں صرف بیوہ اور ترکاری فروخت ہوتی ہے اور چالیس ہزار باج گزار  
یہودی ہیں۔“

اس طرح عیسائیت کا دوسرا بڑا امیر بنی شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اور سلیم کی قسمت اسکندریہ پر  
یہی اچھا اثر نہ کیا۔ ایسے ہیٹیس۔ ایریس۔ اور سیرل کا شہر اس طرح آنا فانا میں اپنے قیدی آقاؤں  
کے قبضہ سے نکل کر نئے مستحقوں کے تصرف میں آگیا۔

ہر قتل کو یہ قاتل اور فنا کر دینے والی خبر قسطنطنیہ میں اس وقت ہوئی جب وہ اپنی شہنشاہ بیگم کے  
ساتھ بیٹھا ہوا شراب کا جام پی رہا تھا۔ سنئے ہی اس نے جام شراب ہاتھ سے بیگم دیا اور درون  
خانہ جیت جا پڑا نعم نے اسکے دل کو موس لیا۔ جہاں اسکی آنکھوں میں اندھیر ہو گیا۔ زمین پر رون  
کے نیچے سے نکل گئی اور کلیجہ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ گیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ عیسائیت کے قتل سے  
بہری سلطنت کی کچھ ہی وقت نہ رہیگی۔ وہ شکل سے اسکندریہ کے جہن جانے کے بعد ایک مہینہ



زندہ رہا ہوگا۔

اسکندریہ قسطنطنیہ کے لئے نہ صرف راسخ الاعتقاد عیسوی مذہب کا ذخیرہ مہیا کرتا تھا بلکہ خوراک کا بھی ذریعہ یہی بہت بڑا تھا مصر ہی اس طرح بازنطین کا گورنٹ یا دولت قسطنطنیہ کا غلہ گودام تھا۔ اسوجہ سے مڑا کیا ٹکڑا دو بار زبردست بحری فوج قسطنطنیہ سے اسکندریہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکال لینے کے لئے روانہ کی گئی مگر دونوں بار عروین العاص نے انہیں پس پا کر کر دیا ان دونوں بار بار کے حملوں سے عروین العاص کو بہت غصہ آیا اور اسنے نہایت درشتی سے یہ کہا۔

”اگر سہ بارہ اور یہی حملہ کیا گیا تو خدا کی قسم میں اسکندریہ کو ایسا صاف میدان کر دوں گا کہ ہر شخص اس طرح آزادی سے اسیکھا جیسے کسی کے گھر میں۔“

مگر یہ قول بے اختیار ہی اور پیش انگیز حالت میں اسکی زبان سے سرزد ہو گیا تھا بعد ازاں جو کوشش اسنے اسکندریہ کو سرسبز بنانے اور ترقی دینے میں کی وہ وقت کی نظر دین سے دیکھنے کے قابل ہے۔ خلفا کی یہ خواہش تھی کہ مصر ہی تک اپنی فتوحات کو محدود رکھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باطلیہ شمالی افریقہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ایکابہادر جنرل عبداللہ جالیس ہزار فوج کے ساتھ ممفس سے روانہ ہوا اور دشت تیرقاسے گزرتا ہوا طرابلس میں پہنچا مگر اپنے لشکر میں وبا پھیلنے کی وجہ سے اسے میں دہائی جتنی کوششیں تھک کی گئی تھیں انہیں صرف بس برس کا زمانہ لگا تھا کہ اسی اثنا میں عقبہ نے دریائے نیل سے اپنا رستہ بحر اطلینک کی طرف کیا جزائر کینر کے سامنے اس نے سب سے پہلے اپنے گھوڑے کو سمند میں ڈال دیا اور یہ کہہ کر۔ ”اے ذوالجلال مجھ کو اگر یہ سمندر میری رفتار کے مافق نہ آتا تو میں مغرب کے نامعلوم سلطنت میں جانے کا قصد رکھتا ہوں اس نیت سے تاکہ تیرے پاک اور مقدس نام کی توحید کی تلقین کروں اور ان سرکش قوموں کو جنہوں نے تیرے سوا دوسرے کو معبود بنا رکھا ہے حوالہ بنا کر کروں۔“

اب مسلمانوں نے ملک کے اندرونی حصہ کو فتح کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ باغی زین ٹان گورنٹ کے قبضہ میں صرف وہ ہی شہر رہ گئے جو بحر روم کے کناروں پر واقع تھے۔

پھر عبداللہ (مروانی خلیفہ) باطلیہ کا رتبہ پہنچا اپنا قبضہ کرنا چاہا جو بیشک شمالی افریقہ کا دارالخلافہ تھا۔ اسکے جنرل حسن نامی نے کاربہج پر حملہ کیا مگر قسطنطنیہ سے شملی اور گاتھک کی فوجوں نے روانہ ہو کے کاربہج کو بچا لیا اور پھر حسن کو چھوڑا نا کام واپس آنا پڑا۔ مگر یہ بچانا محض عارضی تھا جس نے چند ماہ میں پھر حملہ کی تیاری کی اور یکایک کاربہج پر پٹرا عیسائیوں کی فوجیں پٹی پڑی تھیں۔ حسن نے بیکوشکت و بیکار بے پناہ قبضہ کر لیا اور بعد ازاں اسے چلا دیا۔

اور شلیم اسکندریہ کا رتبہ بھی دارالخلافہ میں سے تین دارالخلافہ اس طرح مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ مان قسطنطنیہ کا قبضہ میں آنا صرف باقی رہا تھا۔ اور جب یہ ہی قبضہ میں آگیا تو رومہ البری



باقی بچا تھا۔

مسیحی ترقی میں کارہیجہ نے لایینی پلے ایکٹ نہیں کیا تھا۔ یورپ میں لاطینی عیسائیت اسی نے پہنچائی تھی اور جن علم الہی جاننے والوں نے اول ہی اول یورپ میں قدم رکھا وہ کارہیجہ ہی کے باشندے تھے اس کے علاوہ سب میں بڑی بات یہ ہے کہ یہ سنیت آگسٹائن کا گھر تھا۔

دوسرا اپنی مذکورہ صدر کتاب کے صفحہ ۹۷ میں لکھتا ہے، "دینا کی تاریخ میں کسی ایسے مذہب کا پتہ نہیں لگتا جس نے آغا فائین اتنی جلدی بلحاظ اپنی وسعت کے ترقی کی ہو۔ اس وقت یہ آلتائی پہاڑوں سے بحر اطلنطیک تک اور ایشیا کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کنارہ تک فرمانروائی کر رہا تھا۔"

خلیفہ الولید (مردانی) نے دوبارہ یورپ کو فتح کر لینے کا مصمم ارادہ کیا اور چاہا کہ سب سے پہلے اندلس قبضہ کروں۔ الولید کے جنرل موسے نے اندلس پر حملہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا کہ یہاں میدان خونریز کرنے پر بیگے اسلئے اس نے ایک بے دوست لشکر اور بکثرت بار برداری کے ساتھ اندلس کا رخ کیا۔ جیسا کہ اس نے خیال کیا تھا۔ فریرس کے میدان میں شاہ اندلس کے ساتھ ٹولیڈ و کا آرک بشپ اور کاؤنٹ جوتز گوٹھک جنرل فوجوں کی کمان کر رہے تھے۔ ایک خونریز میدان کے بعد شاہ اندلس ہیاگ گیا اور حملہ آور کے نقب پر آخر اس بد قسمت شاہ نے گودین کوئیورمین دوب کر جان دیدی۔ نہایت تیزی سے طارق جنرل موسے کا لیفٹ میدان جنگ سے ٹولیڈ و کی طرف بڑھا اور وہاں سے جانب شمال رخ کیا موسے کے پیچھے جزیرہ نمائے اندلس بالکل مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا اور گوٹھک لشکر کا بقیہ پر مغز کے پرے فرانس میں جان بچا کے چلا گیا تھا۔ طارق نے فتح اندلس کو اپنے فتوحات یورپ کے ارادہ کی پہلی سیڑھی خیال کر کے اپنا خیال عام میں بیہ ظاہر کیا کہ میں یہاں سے اٹالیہ کو فتح کرتا ہوا اور اس ملک میں توحید خدا کی منادی کرتا ہوا قسطنطینہ جاؤنگا اور سلطنت رومنہ الگبری اور عیسائیت کا خاتمہ کر کے ایشیا میں سے گزر کر اپنے فخرانہ ہتیار دن کو خلیفہ کے قدموں پر دمشق میں رکھ دوں گا۔ لیکن اتنی بڑی ناموری بہادر طارق کی قسمت میں نہ لکھی تھی۔ جنرل موسے کو طارق پر حملہ ہوا اس نے اسکی سخت بیخبری کی۔ طارق کے دوستوں نے خلیفہ ولید سے موسے کی شکایت کی کہ اس نے بلا قصور اس بیخبری سے طارق کو بے حرمت کیا ہے۔ فوراً دمشق سے ایک سفارت روانہ ہوئی کہ عین سبب میں موسے کو گرفتار کرے۔ وہ سفارت پہنچی اور حکم خلیفہ کے مطابق موسے کیمپ میں اپنے لشکر کے سامنے گرفتار کیا گیا اور کو لمبس کی طرح پابجولان اپنے شاہ کے آگے لایا گیا۔ (جیسا کہ لمبس فرڈی غنڈ اور ملک ازابلہ کے سامنے لایا گیا تھا) خلیفہ ولید نے اسکا قصور معاف نہ کیا۔ اس کو دگر لگانے آخر بیچارہ نہایت شکستہ خاطر میں اور مصیبت میں اس جہان سے کوچ کر گیا کو لمبس کے ساتھ یہ خزانہ برتاؤ ہوا تھا اور وہ غرت سے دربار میں بلایا گیا تھا۔

اور جرنلون کی سرد گردگی میں پھر فتح فرانس کی کوشش کی گئی ابتدائی جنگوں میں ملک فرانس دھات گوریلی سے لوری تک فتح ہو گیا اس کے بعد عبدالرحمن اسلامی کنڈرنے اپنی فوج کو دو کالون میں تقسیم کیا اور پھر کوچ کا حکم دیا ایک کالم مشرق کی طرف بڑا اور آہون کو عبور کرتا ہوا آگے کی طرف نکل گیا اور آرس کا محاصرہ کر لیا ایک عیسائی لشکر نے آرس کو مسلمانوں سے بچانا چاہا مگر ایک گران نقصان کے ساتھ اسے پس پا ہونا پڑا۔ اسکا مغربی حصہ فوج اسطرح کامیاب ہوتا ہوا ڈارڈو گونا میں ہو گیا اور دوسرے مسیحی لشکر کو نہایت خوفناکی سے شکست دیتا ہوا آگے بڑھا چلا گیا۔ اس جنگ میں عیسائی بہت کام آئے جسکی نسبت ایک معتبر مورخ لکھتا ہے۔ ”خدا ہی مقتولین کا شمار کر سکتا تھا اسوقت تمام وسطی فرانس مسلمانوں کے قدموں کے نیچے تھا اور آخر دریائے لوری کے کنارہ تک پہنچ گئے تھے۔ مگر جبے اور یادر لون کے مقدس گہروں کے وہ خزانے جو انہوں نے جبر و تعدی سے جمع کئے تھے قاتحان اسلام نے لوٹ لئے تھے جنگی نسبت ڈیر پر اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے۔“ وہ اولیا مسیحی جو اپنی کرامتوں کا اسوقت اظہار کرتے تھے جب ان کی ضرورت نہ تھی اب اسوقت ان سے چاہا گیا کہ مسلمانوں کے پس پا کرنے اور تباہ و برباد کرنے کے لئے اپنی کرامتیں دکھائیں۔

آخر حملہ آور وٹکی ترقی کی لین دوری چارلس مارشل نے آگست ۱۸۷۰ء میں روک دی تھی۔ ٹوس اور پو اسٹر اس میں ایک خونی زمین مسلمانوں اور فرانسیسیوں میں سات دن تک ہوا عبدالرحمان عین معرکہ جنگیں شہید ہو ۱ اور مسلمان پس پا ہوئے۔ اور اس کے بعد وہ بہت جلد پرتی نیر کے چوڑے پر مجبور کئے گئے۔ اس لئے لوری کے کناروں نے مسلمانوں کے یورپ پر بڑھنے کی ایک حد قائم کر دی لیکن ان حالات کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے، ”ایک فتح نہ خط جو مسلمانوں نے پہنچا تھا جبر الٹر سے دریائے لوری تک ایک ہزار میل تھا اتنی ہی دوری باقی رہ گئی تھی ورنہ مسلمان پو لینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے مافی لینڈ تک جا پہنچتے۔“ یہ مجھے ضرور نہیں ہے کہ میں مسلمانوں کی ان فتوحات کا یہی بیان کروں جو بحر روم پر قبضہ پانے کے بعد انہیں حاصل ہوئی تھیں اور انہوں نے کریٹ (جسے ترک اترطیس کہتے ہیں) اور سسلی فتح کر لیا تھا اور وہاں سے۔ روم تک لکیری کی پرانی سلطنت کی تخت بگیرتی کی تھی۔ ان کا جنوبی اطالیہ میں دخل ہونا اور سسلی کی فتح نے کل یورپ پر ایک خوفناک اثر ڈالا تھا۔

جسطرح انہوں نے روم تک لکیری سلطنت پر زبردست حملے کر کے اسے ذلیل کیا ہے وہ واقعات بھی عجیب غریب باتوں سے پُر ہیں۔ یہاں تک ایک اسلامی لشکر عقابلی چندے اڑاتا ہوا آئیر میں داخل ہوا اور پھر بہت جلد شہر کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا۔ اس لشکر اسلامی نے گردنواح کے اضلاع کو لوٹنا شروع کر دیا اور سینٹ پیٹر اور سینٹ ہال کی قبریں کھود کر پینکین۔ خیال یہ تھا شاید عیسائیوں کو جوش آوے اور وہ باہر آ کے جنگ کریں مگر ان کے کانوں پر جون ہی نہ پھری۔ سینٹ پیٹر کی قبر کی چاندی کی جہت الٹیری گئی اور اقلیت

روانہ کر دی گئی۔

سینٹ پیر کی قربان گاہ گو یارومی عیسائیت کی مجسم تصویر تھی۔

مسلمان اہلبک قطنینہ کا کئی بار حاصرہ کر چکے تھے اسکا مسلمانوں کے قبضہ میں آنا تقدیر ہو چکا تھا۔ مرنوٹہ الکبریٰ پہلے سخت بیغیرتی کے ساتھ بے دم ہو چکا تھا ایشیائے کوچک کے واجب الاحرام گرجے منہدم کر دے گئے تھے یا ان کی مسجدیں سنگی تینیں سکوی مسیحی جو ریشلم یا اورشلیم پر کافروں نے مسلمانوں کے بلا اجازت قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مسجد حضرت سلیمان کے ٹمپل کے پاس نظر آنے لگی تھی۔

ایک عظیم الشان قوت رکھنے والی مذہبی سلطنت جسے نہ دہانے اہلبک دیکھا تھا نہ آئندہ دیکھے گی یکا یک پیدا ہوئی اور آنا قانا اطلیٹاک سے چین کی دیواروں کے نیچے تک پہل گئی اور حجاز و قیونس سے بحیرہ ہند کے کناروں تک اسکے ہاتھ پر پہل گئے۔ اور اہلبک ختم ہوئی تھی یعنی اسکی حدود بندی ہوئی تھی سوہ دن آئیکو تھا جب مسلمانوں نے قیصر کے جانشینوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنی آبائی سلطنت چھوڑ کے جلدین اور بعد از ان انہوں نے یونان کو اپنے قبضہ میں کر کے یورپ کو بڑبڑا کر اپنے کار ارادہ کیا۔ مگر عیسائیت کی آئندہ قہمت اچھی تھی کہ انہیں خانگی جھگڑے اور فساد ہو گئے ورنہ یورپ کی نجات مسلمانوں کے ماتون سے ناممکن تھی۔ اس عرصہ میں اسلامی سلطنت تقریباً کل افریقہ معلوم پر پہل گئی تھی۔

ڈیپیر اپنی اسی کتاب (کافلکٹ ہٹون سائنس اینڈ رلیجن کے صفحہ ۹۹) میں لکھتا ہے،، اسلام کی بڑھتی ہوئی فتوحات کو چارلس مارشل کی توارنے بنین روکا بلکہ انکے باہمی اندرونی فساد سے یورپ کو ان کے ہاتھ سے نجات مل گئی اگرچہ مروانی خلفا پسندیدہ نظروں سے ملک شام میں دیکھے جاتے تھے پہر ہی اسلامی دودست بلاد میں پڑے لوگ غاصب خیال کرتے تھے۔ اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ال بیت وارث و سخی خلافت خیال کئے جاتے تھے۔ تین گروہ اپنے اپنے مختلف رنگون میں امتیازیہ درجہ رکھتے تھے اسی اختلافی رنگ نے آخر کار خلافت اور سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو گنوا دیا۔ مسلمان ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے حیر سے انہیں بربادی اس کا پہل ملا۔

نبی امیہ کارنگ سفید تھا۔ اور بنی فاطمہ کارنگ سبز تھا اور بنو عباس کارنگ سیاہ بنا۔ آخر اس اختلافی رنگ نے دسویں صدی عیسوی میں بغداد۔ مصر۔ قہارہ۔ قرطبہ کی خلافتوں کی تفریق کر دی جس سے اسلامی کچھتی کی بے مثال قوت میں ضعف آگیا اور بعد از ان جو کچھ حسرت ناک نتیجہ ہوا وہ ہماری آنکھوں کے آگے موجود ہے۔ اور ہر اسلامی پولیٹیکل یونٹی اپنے کچھتی کا خاتمہ ہوا اور ادھر عیسائی مالک کے کافی طور سے اپنی جان بچانے کا موقع ملا۔ بقول ڈیپیر کے عیسائیوں کو اپنی کسی مافوق الفطرہ کوشش سے نجات ہمیں ملی بلکہ مسلمانوں کی تفریق ان کی نجات کی باعث ہوئی اور اہل عرب کی ملکی اور علمی ترقی کے قدم مسکے نہ پائے تھے اور ہر پیری اور ملک کھڑے ہو گئے جنہوں نے مسیحی یورپ میں اپنی نام آوری کا ڈنگا بجا دیا اور ہنوز بہت کچھ اتندہ حاصل کر رہا ہے

سائنس تو بالکل بس باوجود گئے تھے اور اب یورپ کے تو انکی کچھ بھی پروانہ رہی تھی ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا ڈیڑھ لاکھ تھ یا جنرل عام طور سے جیسا کہ آجکل نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یورپ کی شملہ فوجوں سے بھی شکست کھانا ناگزیر جانتا تھا اور اسکے اور اسکے خاندان کے لئے گویا یہی مرگ تھی کہ وہ یورپ کی فوجوں سے کہیں اتفاق سے شکست کھا جائے ایک زمانہ میں ہر قریب روم مسلمانوں کو اپنی خباثت سے گستاہا کرتا تھا اس کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ نے بھی کسری اور قیصر کے شہزادوں کو کراہی پکارنا شروع کر دیا چنانچہ حبشہ جہاں مدینہ سے فرار ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا ہے تو اپنے اپنے جنرل ابو عبیدہ کے نام جو خط لکھا ہے اس میں گئے کے لقب سے شاہ جہاں کو یاد کیا ہے اس طرح خلیفہ ہارون الرشید نے جب شہنشاہ رومہ الکبریٰ کو خط لکھا ہے تو اس میں یہ جملے تھے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اور جانب امیر المومنین ہارون الرشید بطرف تیسری فورس سگت وحی۔ تو اگر میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو میری تلوار تجھے منائی گی وہاں تک کہ میں نے نہایت اختصار سے مسلمانوں کی ملکی فتوحات کا ذکر کیا ہے اسے میں یہیں ختم کرتا ہوں اور اب مسلمانوں کی علمی ترقی کا نہایت اختصار کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

### اسلام کی علمی اور علمی ترقی

تمام یورپ میں مورخوں کا جنہوں نے اسلامی تاریخیں لکھی ہیں اس امر پر اتفاق ہے کہ یورپ نے جو کچھ سیکھا مسلمانوں ہی سے سیکھا۔ حقیقت میں یہ بہت بڑا دعویٰ ہے مگر میں اس باب میں جہاں تک ممکن ہو گا اسکی ثبوت پہنچانے میں کوشش کروں گا اور دکھاؤں گا کہ مسلمانوں نے پڑانے علوم میں کیا کیا طریقے اپنائے اور نئے علوم کئے ایجاد کئے یہ بحث جیسی دقیق ہوگی اسقدر دلچسپ ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھائیں گے یہ آخری باب میری پہلی کتاب کا ہے گویا یہی مجھے بہت کچھ لکھنا ہے مگر اس پہلی جلد کو اسی باب پر ختم کروں گا۔ میں اپنے کسی گذشتہ باب میں لکھا تھا کہ قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے اور احادیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اور طلب علم کی بہت بہت کچھ تفصیلات بیان کی ہیں اور ہمارے مولانا حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ علم سیکھنے اور سکھانے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ وصل کے بعد یہی کیفیت صحابہ کی رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قیمتی آثار علم اور علما کی تعریف میں انظر من اشمس بین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیکچر علم اور صرف و نحو پر ہنوز جاری پیش نظر میں۔ یہہ صحیح ہے کہ بطرح اسلام کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت کے غیر معمولی جوش نے جنم لیا اس طرح ساتھ ساتھ علم ہی پیدا ہوا۔

کچھ زمانہ تک تو مسلمانوں کو اپنی فتوحات کو وسعت دینے کا خیال رہا اور قدرتی انہیں بچے درپے اس قسم کے اتفاقات پیش آتے گئے کہ وہ تمام دنیا پر چھا جائیں۔ یہہ صحیح ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی بارہ برس ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے فارس۔ شام اور افریقہ میں چھتیس ہزار شہر فتح کر لئے تھے اور چودہ سو مسجدیں تعمیر کی تھیں جہاں قرآن مجید نو مسلم بچوں کو تعلیم کے ساتھ پڑھایا جاتا تھا۔ بڑے بڑے صحابی قرآن کے درس دینے کے لئے مقرر ہوئے تھے اور وہ غیر معمولی شوق سے پڑھتے تھے۔

قرآن مجید بڑا اثر ڈاکر مسلمان بنائے گئے تھے۔

اگر ایک ناممکن بات کو ممکن سمجھ کر ہم تسلیم کر لیں بیٹھے یہ زبردستی مان لیں کہ مسلمانوں نے اسکندریہ کا مریخا بیہوک دیا حالانکہ تاریخی شہادتیں بالکل اس کے خلاف ہیں پہلی وہ بہت جلد علوم و فنون کے مریخی بن گئے جس طرح انہوں نے ایٹا فانا میں مشرق و مغرب کے کئی ملک فتح کر لئے اسی طرح انہوں نے ان مفتوحہ قوموں کے دیرینہ علوم پر بھی قبضہ پایا اور اسلامی سلطنت میں عالم کی عزت اور توقیر اس کے علمی درجہ کے مطابق ہونے لگی چند قیمتی اور سنہری حرفون سے لکھنے کے قابل مقولے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں ادب کی اقدار عزت تھی۔

عالم کی سیاہی شہید کے خون کے برابر ہے جس طرح جنت اسکے لئے ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوا اسی طرح اسکے لئے یہی جنت ہے جس نے اپنے قلم کا درستی سے استعمال کیا۔

۲۵ برس کے عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں مستقل طور پر اسلامی علمی اصول کی بنیاد پڑی۔ آپ علوم کے بچے مری تھے اور اسے تمام یورپ تسلیم کرتا ہے۔ اس علمی اصول کی نشوونما خلفائے بعدا کے زمانہ میں ہوئی۔

ریاضیات - ہیات - طب - اور عام علم ادب کے باہر خلیفہ المنصور کے گرد و بار میں جمع ہوتے تھے۔ خلیفہ المنصور تمام سچی قوموں اور ملکوں سے بڑے بڑے حکیم اپنی ذمہ داری پر بلوائے تھے مذہب کی مطلق قید اڑادی تھی یہ کچھ ضرور تہا کہ عالم مسلمان ہی ہو بلکہ عام حکم تھا کہ خواہ کسی مذہب اور ملت کا ہو اسکی ویسی ہی توقیر کی جائے گی جو ایک فاضل مسلمان کی ہونی چاہئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا بیٹا الرشید جب تک اس کے ساتھ کم سے کم ہر علم و فضل کے سوا علمانہ ہوتے تھے کہیں سفر ہی نہ کرتا تھا۔ اس نے اپنے مدرسوں کا انتظام مسیو نکر عیسائیوں کے سپرد کر رکھا تھا۔ اسکے بیٹے المامون نے ایرانی اور یونانی ریاضی دان - فلسفی - اور اطباء جمع کئے یہ فضلاء دیر عمر ہر اسکے ساتھ رہے۔ ان علم دوست شاہوں کے ذریعہ سے بکثرت کتب خانوں کی تشریف میں بنیاد پڑنے لگی اور یونانی و اطینی ایرانی زبانوں سے علوم و حکمت کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہونے لگا تمام بڑے بڑے شہروں میں مدارس جاری ہو گئے ایک صرف اسکندریہ میں بیس سے کم نہ تھے۔ گو المامون کے اس ترقی علم کی طرف متوجہ ہونے سے پورے فیشن کے علما بڑے اور انہیں سخت ناگوار گذرایا تاں کہ انہوں نے المامون کے چہنمی ہونے پر فتویٰ لگا دیا اور بہت کچھ دینی اثر میں اسے دہمکایا کہ خدا تجھے بدلا دیگا کہ تو اگر دیکھو کہ علوم کی ترقی کا خواستگار ہے مگر مامون نے کوثر مغر علم و تحقیق کی ایک نہ منشی اور اپنی سرپرستی کا ماتہ علم خدہ پر سے نہ ہٹایا خلفائے بعدا یہ کہ وقت میں علوم کی سرپرستی کا وہ شوق امرا اور رعیتوں کو ہوا کہ خلیفہ سلطنت سے علیحدہ ہو کر خود مختار ہوتے تھے تو اپنے دارالعلوم الگ قائم کرتے تھے اور انہیں خیال رہتا تھا کہ ہم اپنے دارالعلوم



اسکون میں کوئی نئی بات ایسی پیدا کرین جو سلطنت کے مدارس میں نہ ہو۔

ان کے مقابل میں سچی دینا سخت چہالت کی تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی۔ گر گوری اعظم جو پوپ فلکس کا پوتا تھا اپنی خاندانی نمائش یا عظمت رکھنے کی وجہ سے شہنشاہ حبش کی طرف سے روما کا پادری مقرر ہوا۔ اور بعد ازاں وہ روما کے پادریوں کا رسول بنا کے قسطنطنیہ پہنچا گیا وہاں سے آنے کے بعد اہل روم مانے ۱۵۹۷ء میں اسے پوپ بنانا چاہا مگر اس نے شہنشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں پوپ بنانا نہیں چاہتا آپ رعیت اور اہل کسے انتخاب کو منظور نہ فرماوین شہنشاہ نے یہ بات تسلیم نہ کی جب گر گوری مجبور ہوا تو ناچار ایک شب نوکرے میں چپ کر شہر سے بھاگ نکلا مگر بہرہی امراضانی کے لحاظ سے اس کی بہت عنت ہوتی تھی اور لوگ اس کے زیادہ گرویدہ تھے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ دنیا کا عنقریب خاتمہ ہو جائیگا اور اسی وجہ سے وہ ایک آئندہ روما کے پادری کی سلطنت قائم کرتا تھا۔

گر گوری انسانی علوم کا دشمن جانی تھا۔ یہی شخص تھا جسکے خیالات کا مقلد اور منبع پوپ کئی صدی تک رہا اور بی بی مریم کی مجسم سورت اور تصاویر کو پرستش کرنا۔ اس کا یہ عام مقولہ تھا۔

”دو چہالت نجات کی مادر مہربان ہے۔“

اس نسخہ رومین سے تمام ریاضی دانوں کو نکال دیا اور چیلے ٹائن کتب خانہ کو جلادیا جسکی کسٹ فیض بنیاد رکھی تھی۔ اس کتب خانہ میں لاکھوں پریش ہیا کتابیں موجود تھیں جو گر لگوئی کے جابر اور ظالم ہاتوں سے جلادی گئیں دینا میں علم و حکمت کا دشمن جیسا کہ ڈیر نے اپنی بیش ہیا کتاب دی اٹلیکچرٹیل ڈی ڈیپ سنٹ اب پوپرپ جلد ۱ ص ۷۷ میں لکھا ہے گر گوری سے زیادہ کوئی نہیں اسکی مافوق الفطرۃ روح پر کسی قسم کی علم کی روشنی کہی نہ چکتی تھی۔ علم سے دشمنی کرنے میں جو نام اسنے پیدا کیا وہ پوپ کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔

ایسے ایسے پیشوا اور پکے تھے جب اسلام نے خدائے واحد کی پرستش کی طرف سبکو بلایا اور تعلیم و تعلم کی فضیلت بیان کی۔

مسلمانوں کی فتح پر اسکندریہ کے اسکول کے زوال کے بعد یہ سب کا خیال تھا کہ یہودی طیب اس شریف علم کے جو انہیں بطور وراثت پہنچا ہے محافظ اور سرپرست بن گئے۔ مگر یہ خیال غلط نکلا مسلمانوں نے صرف فتح ہی نہیں کیا بلکہ جیسے وہ آرمیوں کے سرپرست بنے ایسے ہی ان کے علوم کے ہی گوان اور مربی بن گئے۔ انہوں نے نہایت دیا دلی سے یہودی بختر مغر زعمدون پر بھٹی بڑی تنخواہوں کے لازم رکھنے شروع کئے اور اپنی کورٹ میں ان کا اتہدار بنایا چنانچہ امیر معاویہ کے دربار میں سحری داؤد و طیب لازم تھا جو صرف طیب ہی تھا مگر بہت بڑا شاعر اور فلسفی ہی تھا۔

دوسرا طیب جو اسکے دربار میں اعلیٰ درجہ کی وقعت رکھتا تھا سحر و تنامی تھا جو اسکندریہ کا سنے والا تھا



اور جس نے اول ہی بار امیر معاویہ کے حکم سے چھک برائیک کتاب لکھی تھی اور بتایا تھا کہ حیرادینا کتنا ضروری ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اسکی تصانیف ملکی الٹ پیر میں تباہ و برباد ہو گئیں۔

امیراعلامہ اسحق بن عمران تھا جس نے صرف زہرون ہی کی ماہیت اور اصلیت پر ایک سلسلہ کتابوں کا لکھا ہے یہ شخص سلمان تھا جسے بعض یورپین مورخوں نے غلطی سے یہودی خیال کر لیا ہے بعد ازاں زہرون کے مسائل میں اسکی تقلید اور حکمانے کی ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید جو یہودی سفیرون کے ذریعہ سے چارلس سنگینی سے پولیگٹل اتحاد کرتا تھا بہت کچھ علوم مختلف کی سرپرستی کرنے میں چاق و چوبند اور سرگرم معلوم ہوتا ہے اس نے اول ہی اول جان ڈیرمین ایک طبی کالج کی بنیاد ڈالی اور بغداد میں یونیورسٹی قائم کی۔ اس محترم خلیفہ نے یہاں علان جاری کر دیا تھا کہ جب تک بغداد کی یونیورسٹی کا سرٹفکٹ نہ کوئی طبیب اسلامی مفتوحہ بلاد میں پیشہ طبابت نہ کرنے پائے حقیقت میں خلیفہ کی یہ رائے ایک بردست رائے تھی جس سے بیلک کی جائین تہلکہ سے بڑھنے میں بچ جاتی تھیں افسوس تو اس بد بخت ہندوستان پر ہے کہ یہاں کے آدمی خبر نہیں اہل مغرب نے کس قسم کے مویشی سچیلے میں کہ ان کا غارت ہو جانا کچھ بات ہے اور نہ انکا تباہ و برباد ہو جانا کچھ قابل توجہ ہے۔ گورنمنٹ انڈیا مطلق توجہ نہیں کرتی کہ سینکڑوں عطا طبیبین بیٹھے اور سینکڑوں کیاؤں درو اکثرین بیٹھے اور سینکڑوں نے ناواقف عربا کو لوشنے کے لئے نئے نئے دوائیوں کے چوٹے اشتہار دیدئے مگر کوئی یہہ دریافت کرنے والا نہیں ہے کہ آخرون قانون کی یہی کوئی سزا ہے جو بیگناہ مریضوں کے گلے پر چھری پیر ہے میں اور کبھی نہیں تھکتے۔

بغداد کی یونیورسٹی میں یسوع بن نون طبی پروفیسر تھا اور خود یونیورسٹی کی طرف سے کئی یونانی کتابوں کے عربی میں ترجمہ کرنے پر مقرر تھے۔ یہہ ضرور نہیں تھا کہ صرف طبی کتابیں ہی ترجمہ کی جاتیں بلکہ ہر قسم کی کتابوں کا خلیفہ کے حکم سے ترجمہ کیا جاتا تھا۔ اس طریقہ سے افلاطون اور ارسطو کی تصانیف محفوظ ہو گئیں یہہ صحیح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہزاروں یونانی کتابوں کے اونٹ لدے ہوئے بغداد آتے ہوئے دیکائی دیتے تھے۔ خلیفہ اسلامیہ کا شوق پڑانے مصنفوں کی کتابیں حاصل کرنے کا یہاں تک بڑا ہوا تھا کہ جب شہنشاہ چینل ثالث مجبور ہو کر عہد نامہ کیا اور تاوان جنگ معاہدہ اپنی سلطنت کے چند صوبوں کے دینے پر راضی ہو گیا تو یہاں سے درخواست کی گئی کہ ہم تاوان جنگ کے عوض صرف تیرا کتب خانہ چاہتے ہیں اور ساتھ ہی یہہ ہی درخواست کی گئی کہ تو اسبات کا اقرار کر کہ حتی الامکان میں اور یہی کتابیں ہم پہنچا پہنچا کے حاضر کرنا رہو گنا۔ چنانچہ خلیفہ کے حسب الحواہ سچی شہنشاہ نے معاہدہ کیا۔ اور بعد ازاں اس پر کاربند ہوا اس زبردست علمی تحریک کا نتیجہ اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ یکایک علمی روشنی پھیل گئی اور قصر۔ اصفہان۔ سمرقند۔ قیض۔ مراکو۔ قرطبیہ۔ سویلی۔ گرندا۔ میں مستقل کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہو گئیں۔

پچھرانہ تک تو یہودی مسلمانوں کے معلوم نہ رہے مگر مسلمانوں کی جدت پسند طبائع اپنے یہودی مصلوں کے

پرانے علمی اصول ہی پر قائم بنیں رہیں بلکہ انہوں نے اور نئی ترقی کرنی شروع کی۔ انہوں نے تمام قسم کی اشیاء کا علمی طور پر امتحان کرنا شروع کیا۔ ادراک انہوں اپنے تجربہ میں بہت بڑی ترقی کر لی۔ جو کہ انہوں نے یہودیوں سے سیکھا تھا وہ صرف زبانی اور کتابی تھا مگر علمی تجربہ کر کے انہوں نے وہ بات حاصل کی جسے اب تک یورپ مانتا ہے۔ بہت سے مختلف اقسام کے اجسام کو آگ میں پانے اور پگلائے سے انہیں بہت تحقیق ہو گیا کہ ان سے اور یہی بہت سی الطف چیزیں نکل سکتی ہیں۔ پہلے پہل انہیں سخت ناکامی ہوئی کہیں حد سے زیادہ آگ کی تیزی بڑھنے سے وہ ناکام رہے اور کہیں کم ہونے سے ان کا مطلب حاصل ہوا آخر جو بندہ یا بندہ انہوں نے اتنی ناکامیوں اور بے مثال عرق ریزیوں کے بعد روح اشیاء کے عمل میں لانے اور انہیں کے اجسام میں سے نکالنے کا پورا ملکہ حاصل کر لیا۔

اسطرح سے انہوں نے روح شراب دریافت کی اور نمک کی اسپرٹ بھی پیدا کی اور ساتھ ہی اس کے شویہ کی روح نکالنے کا بھی انہیں کامل ملکہ ہو گیا۔ یورپ کے تجار یا ڈاکٹر اب بھی ان ہی خطابات سے ان چیزوں کو کچا رہیں مثلاً اسپرٹ اف وائن۔ (روح شراب) یا اسپرٹ اف سالٹ یا اسپرٹ اف ٹری (روح شورا) گو یہ تسلیم کرنا پڑ گیا کہ اہل یورپ نے پہلے کی نسبت زیادہ ترقی کی ہے۔

یہاں میں ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف پہنچانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو باتیں خود ایجاد کی ہیں وہ نہ ہر دیکھتے جائیں پہلے یونانی نہ اہل روم۔ نہ اسکندریہ والے نہ ایرانی روح شراب وغیرہ نکالنی جانتے تھے یہ مسلمانوں نے اول ہی اول دنیا میں ایجاد کی

حکم کیا سنا اپنے جوہر و نستون۔ اور اسپرٹ کے بالکل بیکار رہی ہوئی تھی تمام شام ایران عرب وغیرہ کا یہ نہ سب تھا کہ بس خدا ہی ان پوشیدہ اور باریک چیزوں کو بخوبی جانتا ہے کوئی شخص اسکی کہنتہ کو نہیں پہنچ سکتا کچھ ان ہی بر کیا مقرر تھا تمام یورپ معتدل خیالات کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اہل یورپ کی رائے میں میں ہوا۔ سمندر ناپید شکلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ شیاطین اور فوق الفطرہ کرسٹون کا عمل ہی تسلیم کیا جاتا تھا بتوں اور بد روحوں کی پرستش ہوتی تھی۔ عام طور پر مجنون ولی یا بد روحوں پر بعض تسلیم کیا جاتا تھا۔ اگر موسمی کاربو لکس ایسڈ گاس کے ساتھ پانی پیٹ پڑتا تھا تو اہل یورپ یہ تسلیم دیتے تھے کہ فرشتہ آکھے کو داپے۔ ہر مریض پر خیال کر لیا جاتا تھا کہ اسپرٹ یا ہوت جن وغیرہ کا سایہ ہے۔

راجہ اب تک نام قائم نہ کئے گئے تھے پہر ہی یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ہوا کئی خیالی صورتیں رکھتی ہے ایسے ہوا میں جن جنی صورتیں تیرتی رہتی ہیں اور میں میں علیحدہ ایک قسم کی مخلوق رہتی ہے جو معدنیات کی حفاظت کرتی اور آگ میں سمندر آگ کا کثیرا رہتا ہے۔ پانی میں ایک قسم کی مخلوق رہتی ہے۔ اور اسکی حکومت تمام ندر و ن پر ہے۔ زمین اسکے محل بنے ہوئے ہیں اور زمین اسکی قوج رہتی ہے۔ دن اپنے ہوت علیحدہ رہتا ہے اور شب اپنی ملائیں جلا رکھتی ہے۔ یہہ پرنس جو ہوا میں اڑتے ہیں انہیں جن اور پران ہی ہوتی ہیں

جو بندگان کی صورتوں میں ہو اے کرہ کی سیر کرتے بہرے ہیں۔ غرض تمام یورپ میں اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی اور بدتر باتیں جس کا نقشہ نکلنے اپنی پیش یہاں کتاب سیولیزیشن ان انگلینڈ میں کھینچا ہے اہل یورپ میں رائج تھیں اور وہ ایسی باتوں سے مخالفت کرنے والیوں کا فرجانتے تھے۔

مگر مسلمانوں کی علمی ترقی نے بہت قوت سے اہل یورپ کے اوام باطلہ کو شکست دی اور وہ اصول علمی ایجاد کئے جنہر صدیوں تک مغربی لوگ کار بند رہے۔

علم کیمیا کی نسبت اہل مغرب کا جو کچھ خیال تھا وہ اور بھی مضحکہ خیز تھا مگر عربوں نے ان کے وحشیانہ خیالات کا تتبع نہیں کیا اور نہ ان کے وحشی نتائج کی تقلید کی انہوں نے نہایت دانائی اور اپنے سائنس کے زور سے اسٹرانگ ایڈس کا ایجاد کیا جس سے علم کیمیا کی سچی بنیاد پڑی۔ یہہ تو سائنٹفک پائونٹ آف دیو تھا مگر پولیٹیکل پائونٹ آف دیو میں انہوں نے باروت کی ایجاد کی جس سے زیادہ کار آمد ہنوز کوئی چیز جنگ اور حفاظت کے لئے ایجاد نہیں ہوئی۔

باروت میں چند ہین سے لڑنے والے اجزائے ہوئے تھے خود حرکت کرنے والی آگ گندہک شوروہ۔ سرمیکے تیزاب مسوئیائی یہہ تینوں چیزیں برابر کے وزن کی ڈالی جاتی تھیں۔ اور پھر ان کا نہایت صفائی سے ملتا بنایا جاتا تھا اور پھر اتنے ہی وزن کا سپاہ انجیر کے درخت کا ملا اور رقیق ایٹفلم ملا دیا کرتے تھے اور بعد ازاں کی قدر کلی چوناہی آمیز کر دیتے تھے۔ یہہ حفاظت کی جاتی تھی کہ اسپر دھوپ نہ لگے ورنہ فوراً آگ لگ جاتی تھی۔

اسکی ہین کسی تاریخ سے ہنوز اطلاع نہیں ہوئی ہے کہ یونان میں بھی اس قسم کی باروت بننے لگی تھی یا نہ یہ کئی تاریخوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ قسطنطنیہ میں اس قسم کا عمل کیا جاتا تھا مگر سوائے خاص خاص آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا جو ان ہی کے ساتھ قبر میں چلا گیا۔

مسلمانوں نے کئی بار اس کا تجربہ کیا تھا کہ باروت ایک مضبوط ظرف میں رکھی اور اس کا منہ خوب تھامی سے بند کر کے اس میں آگ دیدی وہ ظرف کمرور ہونے پر تو پھٹ جاتا تھا اور مضبوط ہونے پر اڑ جاتا تھا۔ یہی بنیاد بندوق اور توپ کی ایجاد کی ہوئی ہے۔

مسلمانوں میں جہوں نے علم کیمیا کی دنیا کی زمین میں کاشت کی وہ ہنوز یورپ میں وقت کنی گاہوں سے دیکھے جاتے ہیں ان میں سے ایک زیادہ مشہور یہہ میں آرازی۔ عقیدہ خیر جعفر (جسے یورپ میں کیر کہتے ہیں) صغری جس نے خاص ایک کتاب علم کیمیا کی نظم میں لکھی ہے۔ سحلی۔ جس کی بہت سی کتابیں علم کیمیا پر دیکھی جاتی ہیں سب میں مشہور کتاب جس نے یورپ کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا فائوس نامی ہے ان مصنفوں نے علم کیمیا کی جو تعریفیں بیان کی ہیں وہ نہایت ہی دلچسپ ہیں۔ پیمانہ کا سائنس اور وزن کا سائنس اور شیا کے چلنے کا سائنس مسلمانوں ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ جو مذکور بالا مصنفوں کی کتابوں

میں شرح پایا جاتا ہے۔

ان علم کیمیا کے ماہروں میں جعفر سے زیادہ تعریف کا مستحق ہے۔ چند لمحے کے لئے ہم سب ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ آٹھویں صدی کے اختتام پر یہہ فاضل موجود تھا۔ اور ابو علی سینا۔ خالد جیسے اطباء نے حاذق کا استاد تھا۔ کیمیا میں اس کا نام یاد گار ہے۔ کیونکہ اس نے مسیحی ماہران علم کیمیا مثلاً پراسٹیلے اور لیو دسترسے علی تجرول میں کہیں زیادہ ترقی کر لی تھی۔ دنیا میں یہ پہلا ہوا ہے جس نے نائٹرک ایسڈ اور لیو ریگیا ایجاد کیا۔ اس سے پہلے سوائے جمع کئے ہوئے مرکب کے اسٹراگوپا یعنی پرور تیزاب کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جتنا ابھی ہی پر قبضہ نہ تو علم کیمیا کی تیارے بس کا ہو سکتا ہے راجر بیکن نے اسکی بہت تعریف کی ہے اور اسے علم کیمیا کا اصلی موجد کہتا ہے۔ اسپرٹس کی فطرتوں کی بات اس کی بہت ٹھیک رائے تھی جنکی نسبت خود فاضل جعفر کا یہہ مقولہ ہے۔

”اے اصول کے بیٹے جب اسپرٹس اجمام میں کرنی جاتی ہیں اور انکی ایک خاص شکل شخص بنے گئی ہے تو وہ اپنی اصلی بہت کہہ دیتی ہیں۔ انہی فطرہ میں وہ زیادہ مدت تک قائم نہیں رہ سکتیں۔ اور جب تم انہیں اس بہت یا حالت سے معطل کرنا چاہو تو یہہ کیفیت ہوتی ہے جو واقع ہوتی ہے کیا تو وہ اسپرٹ تھا ہوا کے ساتھ پیچ جاتی ہے اور جسم کشید کے ظرف میں رہ جاتا ہے یا جسم اور اسپرٹ ایک ہی وقت میں پیچ جاتے ہیں۔“

اس کے اصول فطرات کے بارے میں اگرچہ بعض موقعوں پر غلط ہیں یہی سائنسک قیمت سے خالی نہیں ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ ایک دما میں گندک۔ سیاب۔ ہر تال ملا ہوا ہوتا ہے اس لحاظ وہ خیال کرتا ہے کہ ان حصوں یا خروں میں سے ایک کو کم زیادہ کرنے سے قلب یا بہت ہو سکتی ہے۔ اس کا یہہ بھی خیال ہے کہ جب دما ت کشید بجا ہے تو اس کا وزن زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس نے عرق کشی دوا کے جوہر اڑانے کا عمل۔ فطرہ کرنا۔ مختلف کیمیائی آلات مثلاً۔ وائریاتہ۔ سینڈیاہتہ۔ کھالیان۔ وغیرہ وغیرہ ان سب کا اس فاضل نے علیحدہ علیحدہ بیان نہایت شرح و بطن سے کیا ہے۔

علم کیمیا کا ایک معجزہ ماہر جعفر کے اس قدیم طریقہ کو کہ اگر ہم عرق کھینچنے کے ٹوٹی دار برتن میں نیلا نہوتا پھسکی اور شہاد الدین تو اس سے نائٹرک ایسڈ پیدا ہو جاتا ہے تعجب دیکھتا ہے کہ بعد اس نے اپنی گلا والی عقلی قوت کو اور بھی آگے بڑھایا۔ اور ثابت کیا اگر سال الونیاک (ایک خاص پہلدار پودہ کا عرق جو صرف ایران میں ہوتا ہے) دالین تو سونا بھی ناکس ہو سکتا ہے۔

اس علاوہ جعفر نے اور بھی بہت سی نئی تحقیقین کی ہیں جن کا نام خیر سے معلوم ہوتا ہے ان کے محدثین

اور نباتات سے گزر کر حیوانات کے سلسلہ پر بھی اپنی عقل رکھتی تھی اور بہت سی نئی باتیں اس میں ہی نکالی  
ہتین مگر انہیں یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال اور بربادی نے اس کی بیش بہا تصانیف کو ہی برباد کر دیا  
جو اس وقت ہمیں دکھائی دیتیں مگر تاریخوں میں کہیں کہیں اس کی مزید تحقیقات کے حوالے ملتے ہیں جن سے ہم  
سمجھ سکتے ہیں کہ اس فاضل نے کیا کائنات ہی تحقیقات کی۔

جعفر کے ساتھ ہم رازی کا بھی ذکر کریں گے جو مشہور مین بغداد کی دار الشفا کا افرالہ طبیب تھا۔ اول ہی اول  
اسی طبیب کے گندک کے تیزاب کی خاصیت اور تیاری کا مفصل بیان کیا ہے۔ اور ان ہی ترکیبوں اور  
اجزاء سے بنایا ہے جس سے یہ تیزاب بنایا جاتا ہے۔ اور یہی اول ہی اول شراب کی روح کہنے کی ترکیب  
یہی اسی فاضل طبیب نے نکالی ہے۔

### (ناسفورس کی ایجاد)

مسلمانوں ہی کو ناسفورس کی ایجاد کا یہی فخر ماننا ہے۔ اس کا موجد آجیلہ جلی عرب جو اپنے حسن  
بکل چکھی مٹی۔ جوئے۔ بارودی کولہ کے ستون کو جمع کر کے کشید کیا جس سے ایک مصنوعی مٹی بن گیا جو اندھیرے  
میں مثل چاند کے چمک دیتا تھا۔ یہی ناسفورس تھا۔

عربوں نے جو ان ترقی کی ان کے خیال کی رستی اور نظر کی پہنائی سخت تعجب انگیز ہے۔ مفصلہ ذیل  
بیان ایک محترم یورپین مورخ کی تاریخ میں سے لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(بوعلی سینا کی علم طبقات عرض سے کامل عبارت)

(بوعلی لکھتا ہے)۔ زمین پر پہاڑوں کا وجود مختلف اسباب سے ہے۔ اول کیا تو یہ زمین کے اوپر کے طبقے کے  
اٹھے ہوئے یا ابھرے ہوئے حصہ کے ٹرے میں جیسے کہ نہایت تیز موج خال میں واقع ہوتا ہے یا یہ پانی کی  
وجہ سے زمین جو اپنے لئے ایک نئی شکر کاٹ لیتا ہے اور پہاڑوں کا طبقہ نرم ہی ہوتا ہے اور سخت ہی  
ہوتا ہے۔ ہوائیں پانی ایک کو برباد اور دوسرے کو قائم کرتے ہیں زمین کی بہت سے بلندیان یہاں حوالہ  
اصل رکھتی ہیں۔ ان تمام تغیرات کے کال ہونے کے لئے ایک ایسا مادہ مدد کی ضرورت ہے جس سے زمین پہاڑ  
خود اپنے قدم کی بلندی سے متزلزل کر جاتے ہیں مگر پانی سب سے زیادہ وجہ ان اثرات اور نتائج کا معلوم ہوتا ہے  
کیونکہ اکثر پہاڑوں کی چوٹیوں پر دریائی جانوروں کی ہڈیاں پائی جاتی ہیں جس سے یہ ثبوت ہوتا ہے کہ پانی  
ان پر سے گزر گیا۔

یہاں تک بوعلی سینا کا جسے اہل مغرب اتوی سینا کہتے ہیں بقولہ ختم ہو گیا اور یہی بوعلی سینا نے پانی سے بڑھ  
جانے کی ترکیب لکھی ہے جو بالکل درست ہے اور اس سے بہت آسانی سے برف جم سکتی ہے۔

بوعلی سینا وہ شخص ہوا ہے جس کا قانون ایک جزئی حصص میں پڑا جاتا ہے اور اس میں امتحان پاس کیا  
جاتا ہے۔ تمام یورپ میں سترہ صدی تک قانون شیخ ہی پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اکثر مختلف علوم پر اس

فاحصل کی تصانیف میں جنکی فہرست صرف ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کی جاتی ہے۔

- |   |   |
|---|---|
| (۲۶) مقالہ درالہیات -                   | (۱) مجموعہ                                |
| (۲۷) کتاب موجز کبیر                     | (۲) حاصل و محصول کیسے جلد و نین -         |
| (۲۸) مقالہ در قضا و قلد                 | (۳) البر والاثم                           |
| (۲۹) مقالہ نور خواص کاشی -              | (۴) لغات سرمدیہ                           |
| (۳۰) مقالہ فی اشارۃ الہی علم المنطق -   | (۵) رسالہ مبسوطی                          |
| (۳۱) مقالہ در تعریف و تقییم حکمت و علوم | (۶) رسالہ در علم درایہ                    |
| (۳۲) مقالہ در ہیئت ارض                  | (۷) کتاب در علم کیمیا و در ہیئت صور فلکیہ |
| (۳۳) مقالہ در خواص خط استوا             | (۸) اوسط جرجانی -                         |
| (۳۴) کتاب حکمت المشرقیہ                 | (۹) مبدا و معاد                           |
| (۳۵) مقالہ در مدخل و صناعات موسیقی      | (۱۰) کتاب در ارصاد                        |
| (۳۶) مقالہ در نفس                       | (۱۱) رسالہ سکجین                          |
| (۳۷) رسالہ در علم کلام                  | (۱۲) کتاب شفا                             |
| (۳۸) رسالہ در عشق                       | (۱۳) ہدایہ در حکمت                        |
| (۳۹) کتاب حکمت                          | (۱۴) رسالہ ادویہ قلبیہ                    |
| (۴۰) رسالہ در زہد                       | (۱۵) اشارات                               |
| (۴۱) کتاب در تاویل و تعبیر رویا         | (۱۶) رسالہ در ارشاد                       |
| (۴۲) رسالہ در جوہر و عرض                | (۱۷) رسالہ حمی بن یقطان                   |
| (۴۳) کتاب حکمت عوشیہ                    | (۱۸) قانون                                |
| (۴۴) مقالہ در عرض قاطب قوریاس           | (۱۹) لغت العرب                            |
| (۴۵) مقالہ در ابطال احکام نجوم          | (۲۰) علائقہ در حکمت                       |
| (۴۶) رسالہ در قوی و ادراکات انسان       | (۲۱) نباتات                               |
| (۴۷) کتاب مقائم الخرائٹ و در منطق       | (۲۲) رسالہ الطیر                          |
| (۴۸) شرح کتاب نفس ارسطاطالیس            | (۲۳) کتاب در علم قزاق و خارج حروف -       |
| (۴۹) سائل و شہرہ السد اکبر              | (۲۴) کتاب حدود و الطیب                    |
| (۵۰) کتاب در سحائجات موسوم بہ قوانین    | (۲۵) کتاب عجیون الحکمت -                  |
| (۵۱) مقالہ در ارشاد طبعی                |   |



(۵۲) کتاب در تدبیر لشکر و اخذ خراج از ممالک \* (۵۶) رسالہ اصفیہ در معاد

(۵۳) مقالہ در اجرام سماویہ (۵۷) کتاب الملمہ در نحو

(۵۴) تصانیف عشرہ و اشعار دیگر در زہد و غیرہ (۵۸) فصول در نفس و طبیعات

(۵۵) تعلیق بر کتاب سائل جنین ابن اسحاق و طب

اس فاضل حکیم کی تصانیف اور یہی باقی ہیں جنکا کہیں کہیں یورپ کے مورخوں نے ذکر کیا ہے جو کتابیں تحقیق کے بعد ہمیں ملیں وہ ہم نے نمبر وار اور درج کر دیں اب ان کے علاوہ فاضل در سپر اور یہی چند کتابوں کا نام بتاتا ہے جنہیں سے بعض ہماری نظر سے بھی گزر چکی ہیں۔ (مفصلہ ذیل ہیں)

(۱) کتاب در منافع سائنس و فوائد آن (۷) آسمان کے خطوط متوازیہ کی حقیقت میں

(۲) کتاب در بیان صحت و امراض (۸) اقلیدس شیخ (اقلیدس پر شیخ نے بہت سے زبردست

(۳) کتاب در بیان قواعد و اصول علم طبیعات اعتراضات کئے ہیں)

(۴) مشاہدات ہیات (۹) کتاب در بیان بقا و فنا

(۵) کتاب در بیان روح و جسم کے بحث و نشر کے پیرمین (۱۰) فرہنگ علوم انسان (انیکلو پیڈیا) یہ کتاب

(۶) کتاب در بیان سلمات ریاضیات بیس جلدوں میں ہے

اس میں تمام انسانی علوم و فنون کا شرح بیان ہے عجیب کی کتاب  
ان سیکلوجیکل ڈیولپمنٹ ان یورپ مصنف ڈیویر صفحہ ۴۱۱ جلد ۱)

فاضل مصنف ان کتابوں کے علاوہ اور یہی کتابوں کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں اسکی پیمائش قلم کے ثابت کرنے کے لئے کیا مذکورہ بالا کتابوں کی فہرست کچھ کم ہے۔ میں شیخ کے خاص حالات زندگی میں اسکی ایک مستقل رسالہ لکھ چکا ہوں اسلئے میں غرضی نہیں جانتا کہ اسکی نسبت اور یہی زیادہ تفصیل سے بیان کیا جائے۔

عربوں نے کیمیا میں جو کچھ نئی ایجادیں کیں اور نباتات کے گلانے کے لئے تیزاب نکالے ان کا بیان ہم نے نہایت مختصر سے کیا ہے مگر اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یورپ کو کیا کچھ سکھایا اور جس روشنی پر یورپ آج فخر کرتا ہے وہ ان ہی سے ملکی ہوئی روشنی ہے جسے باروڈ لائٹ کہتے ہیں۔

ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت اکثر انگریزی تاریخیں دیتی ہیں جنہیں سے ہم نہایت دلچسپ کرہ نقل کرتے ہیں کہ آیا مسلمان اہل مغرب کے حقیقی استاد ہیں یا اسپین کوئی شبہ یہی کر سکتا ہے۔

شہنشاہ اوٹو ثمالٹ کے وقت میں گبرٹ ایک فرانسیسی شراپا دوری نے تمام برائیوں کو جو یورپ میں پھیلا رہی تھیں اپنے لاکھ دودھ کرنا چاہا۔ یہ شخص آدم گینا میں پیدا ہوا تھا۔ جب یہ بچہ تھا اور ایسے آئور لاکھ میں پڑھتا تھا تو یکایک اسکی قسمت جاگتی اور اسکے بزرگوں کی توجہ اسکی طرف مبطل ہوئی۔ اس کے بزرگوں میں

سب سے زیادہ کاؤنٹ برسو لوں ہوتا تھا جو اسے اپنے ساتھ اسپین لے گیا۔ اور اسلامی کالج میں اسے بہر حق کرادیا۔ یہاں اس نے سیات، ریاضیات، طبیعیات میں کامل طور پر تعلیم حاصل کی اور اپنے ذہن پر اس کے طفیل اور محمدی اساتذہ کی شفقت کے صدقہ میں بہت بڑا فاضل زمانہ بن گیا۔ وہ مسلمانوں کی سی طلانتہ لسانی سے عری بولتا تھا۔ اس نے قرطبہ میں رہ کر اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ خلیفہ بنات خود کس طرح دارالعلوم اور کالجوں کی سرپرستی فرماتا ہے اور طلبہ کو کیا امتیاز و ادب کس طرح شفقت اور توجہ سے تعلیم دی جاتی ہے جب گریٹ اسکول میں تعلیم حاصل کرنی تو رومین جہاں جہالت نے قول مار دیا تھا قیام کیا اور ترمس میں ایک کالج کی مسلمانوں کی نقل پر بنیاد ڈالی اور وہاں عقلی علوم پڑھانے شروع کئے اس کالج میں پرنسپل اور لیکچرار سب مسلمان ملازم رکھے گئے۔

جب شہنشاہ اوتھو ثالث نے گریٹ کو ایسا فاضل دیکھا اور سمجھا کہ یہ فاضل میرے اس ارادہ میں کہ حج کی اصلاح ہو مدد دے گا فوراً رومینا کا آرک بشپ مقرر کر دیا۔ اور جب گریٹ کو رومی کا انتقال ہو گیا تو شہنشاہ نے گریٹ کے پوپ ہونے کے لئے رائے دی۔ اور آخر وہ پوپ کر دیا گیا تھا۔ یہ مسلمانوں کی تعلیم کا طفیل تھا کہ ایک اونے درجہ کا فرانسیسی شاعر کا کس طرح اتنے بڑے عظیم الشان عہدہ پر پہنچا جس کا درجہ شہنشاہ کسی طرح کم نہیں تھا۔

جب گریٹ پوپ بنایا گیا ہے تو اسکا نام سکویٹر ثنائی رکھا گیا۔ مگر ابھی مسیحی یورپ ایسے فاضل اور روشن دماغ کے خیر مقدم کرنے کو مستعد نہ تھا اس میں عقلی باتوں کے سیکھنے کی قابلیت نہ تھی وہ ادوام طلبہ کی بھول بھلیوں میں اس طرح پھنسا ہوا تھا کہ یکایک بغیر صدیوں کی جدوجہد کے اسے کوئی نکال نہ سکتا تھا۔ پادریوں کے بیرحم بچوں میں کل مسیحی یورپ پھنسا ہوا تھا جب قابل نوجوان مصنف اصلاح کی خواہش کرتے وائے شہنشاہ اوتھو نے گریٹ کو پوپ بنایا تو تمام ملک میں بغاوت کی آگ مشتعل ہو گئی

اور انہوں نے اپنے نوجوان شہنشاہ کے احسانوں کا بدلتوا ر سے دینا چاہا۔ تمام ملک میں بغاوت کی آگ مشتعل ہو گئی اور اب نیک نہاد نوجوان شہنشاہ کو اپنی جان کے لینے کے دینے پڑ گئے ہر چند اس نے چاہا کہ اپنی نیک نیتی پبلک پر ظاہر کرے مگر وہاں کون سنتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ باغی ظالم بدکردار عایانے نیک خصال نو عمر شہنشاہ اوتھو ثالث کا محل گھیر لیا جب شہنشاہ نے دیکھا کہ اب کوئی تدبیر فائدہ مند نہیں ہو سکتی ناچار بیچارہ نے اپنے ہاتھ سے دہر کا پیالہ پی لیا اور اس طرح مسیحی شہنشاہ کا خاتمہ ہوا۔

اب بیچارہ گریٹ رہ گیا تھا ہر چند اس نے عیسائیوں کو یقین دلایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو یہ حضرت عیسیٰ کی مرضی کے بالکل خلاف ہے مگر وہاں کسی نے نہیں سنا اور آخر گریٹ کو بھی اپنے مرنے والے آقا کا ساتھ دینا پڑا۔ سقراط کی طرح اسے بھی نہر کا پیالہ پلا گیا اور یوں ایک مصلح کو عیسائیوں نے اپنے میں سے مٹا دیا۔

اسکی علمی اور فلسفیانہ قابلیت اور مسلمانوں کے کالج میں تعلیم پانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ اسے جادوگر خیال

گرنے لگے۔ ہر شخص نے گربٹ کی نسبت نئی نئی مافوق الفطرۃ باتیں تراش لی تھیں اور اس کی پیدائش طفولیت اور مسلمانوں کے کالج میں پڑھنے پڑھانے سے ادیبی انہیں طوفان ہندی کا موقع ملا تھا۔ یورپ میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی اور ہر شخص سرگوشی کرتا ہوا ۱۰ کہانی دیتا تھا کہ روم کے محلوں میں گربٹ جاہ کے زور سے ایک بالائیت یا یونا چھپا گیا ہے سر پر اس کے پگڑی بندی ہوئی ہے اور ایک انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہے جو اسے دو قسم کے جسم عطا کرتی ہے ایک فاکہ اور ایک ہوائی۔ گربٹ اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا اور جب اسکے پاس کوئی نہوتا تھا تو اس بالائیت کی ہولناک آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ جب گربٹ اندس میں کاڑو کے کالج میں پڑھتا تھا تو اس نے اپنی روح کا شیطانی روح سے تبادلہ کر لیا تھا صرف اس مطلب کے لئے کہ وہ مجھے دنیا میں حضرت عیسیٰ کا وزیر بنا دے۔ اب یہ بدیہی طور پر ثابت ہو گیا تھا جب اس مظلوم کو زہر دیا گیا ہے کہ روم اور یورپ والوں نے اپنے خیالات کو کقدر صحیح بنا پر مبنی خیال کیا ہو گا۔

یہ فاسد خیالات تھے اہل یورپ کے جب مسلمانوں کے علوم کا ستارہ چمک اٹھا۔ اس سے یہی ثابت ہو گیا ہو گا کہ روم اور یورپ کے بڑے بڑے پوپ بھی یمن آ کے تعلیم پاتے تھے۔ ہم تو رومی دیر کے لئے اپنے اصلی مضمون سے کچھ پر ہٹنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی اس تعلیم کو دکھاتے ہیں جو انہوں نے بیت المقدس کی صلیبی جنگوں میں اہل یورپ کو دی۔ یہ مضمون چونکہ بہت دلچسپ ہے اسلئے میں اسے زیادہ طول نہ دوں گا صرف اختصار پر اکتفا کر کے اپنے مطلب کی طرف ناظر کی توجہ دینے کی کوشش کروں گا۔

یہ ایک مسلمانوں کی اس بے نظیر ترقی کو دیکھ کر اہل یورپ کی نظریں بدل گئیں اور اب انہوں نے مصر ارا کر لیا کہ اپنے خداوند عیسیٰ مسیح کی مدد سے مسلمانوں کو پاک گھر سے نکال باہر کریں اور نہ صرف اورشلیم سے بلکہ کل مفتوحہ ممالک سے انہیں محروم کر دیا جائے۔

یورپ میں جس شخص نے اول ہی اول یہ غضبناک تحریک پھیلائی وہ فرانسیسی پوپ آریں ثانی تھا۔ اٹھارہویں صدی میں اسکی زیادہ شہرت نہ تھی اور جو جانتے تھے وہ بھی زیادہ وقت کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ اس نے پہلے یہی بہتر سمجھا کہ اپنے ہی ملک کو بیت المقدس کو کافروں (مسلمانوں) کے ہاتھ سے چھین لینے پر آمادہ کرے چنانچہ اس نے یہی کیا۔ مگر پہلے اس نے چاہا کہ میں بڑے بڑے سلطنتی معاملات میں دخل دیکے ذرا وقت پان کر لوں وہ اس بات کے خیال میں رہا آخر شہنشاہ فلپ دائمے فرائس اور شہنشاہ بیگم کا جگر ہوا اور آریں صاحب بیچم میں کو دپڑے اور شہنشاہ بیگم کی طرف ہوئے۔ اور رام کو قبا دیا کہ پوپ کا فرض ہے وہ عورت کی مدد کرے۔

دو سو سال اس نے بیت المقدس کی طرف سے تمام سچی دنیا میں ایک خط لکھا اور ہر سچی کو بڑے خوش دماغ اور شرمندہ کرنے والے الفاظ میں آمادہ کیا کہ مجھے کافروں کے ہاتھ سے بچاؤ جس طرح ہو میری مدد

خواہ روپے لیکر آؤ یا ہتیاروں سے میری مدد کرو۔ یہہ چھٹی یا انتہائی نامہ دیکھ کر تمام یورپ مسلمانوں پر  
 امنڈ پڑا اور لاکھوں مسیحیوں نے اس خیال سے اور اپنی کتاب مقدس کی اس پیشین گوئی پر کہ اورشلیم  
 کی کسی پہاڑی پر حضرت عیسیٰ دوبارہ نازل ہوں گے بیت المقدس کی طرف جانا شروع کیا جب لاکھوں  
 آدمیوں کے دلباؤل جہانگئے تو مسلمان چڑھتے ہوئے اور انہوں نے ان سے مزاحمت کی یورپ کشادوں  
 پر جہاد کرنے کے لئے آمادہ ہو چکی تھی کہ اسی اثنا میں سپرٹرمٹ آہٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو کافروں پر  
 جہاد کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ اسکی سرگرمی اور جو شیلی اسپین سے یورپ کا یورپ بھر گیا اٹھادس ہزار  
 نے کاتھولک کلیئرٹ میں ۱۸۷۰ء میں یہہ فتویٰ دیدیا کہ ہر مسیحی کو کافروں پر جہاد کرنا فرض ہے  
 اگر وہ ذرا بھی اس میں پس و پیش کر لیا تو خداوند اسے اپنی دہنی طرف بٹھا کے ایک میز پر شربت نہ پلا لگا  
 اتفاق سے اسی سال ۱۸۷۵ء اپریل کو تارے بہت سے ٹوٹے اس انہوں نے یہہ سمجھا کہ ہمارا خداوند کافروں  
 کے خلاف ہماری فرشتوں کے ساتھ مدد کرنے میں راضی ہے۔

مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پہلے انہوں نے ایک غضب یہ اور یہی کیا کہ جہان جہان یہودی ملے انہیں جرم  
 پس جرم میں قتل کرنا شروع کر دیا کہ تمہارے باپ داداؤں نے حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھا دیا تھا  
 اور جس واقعہ کو ایک ہزار برس سے ہی زیادہ گزر چکے تھے۔ فرانسیسیوں نے اس قصائی بنے میں  
 بیکے زیادہ حصہ لیا۔

زچہ اورشلیم پر حملہ کرنے وقت آرمین نے عیسائیوں کو یقین دلا دیا تھا کہ خداوند چہتے آسمان پر  
 و امتہاری جانوں کی خود حفاظت کر لگا اور متین دینا اور اخوت میں عظیم اثران صلد دیکھا یہ پہلی اول  
 ن خبگ میں آرمین کے لشکر کو مسلمانوں نے کاٹ ڈالا اور سیطرم سپرٹرمٹ اور واکٹرینی بس کو  
 شتم زخم اٹھائی بڑی بائیں ہمد اتفاق سے ان کا قبضہ ۱۸۷۸ء کو اورشلیم پر ہو گیا۔ اورشلیم  
 لکڑی کے مشرق تک سوائے انانی بدیون اور کہویریون کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا جن جن مقامات  
 جنگ ہوئی تھی وہاں سوائے ان سفید سفید بدیون کے اور کچھ نہ تھا یہ انجیل شریف کی نرم اور نرم  
 لہانے دلی تعلیم کا نتیجہ تھا جہاں ایک تہہہ کہا کہ دوسرا کلمہ تہہہ کہانے کے لئے آگے کر دینے کا حکم ہے۔  
 ہادی عیسائی دولا کہہ اور سپرٹرمٹ ہرارتے جو قوت دیوانہ وار وہ بیت المقدس میں داخل ہوئے ہیں تو  
 ب لٹا آگے آگے اس کے پیچھے ایک بکرا اور اس کے پیچھے آہٹھ گھوڑے اور پہر ان کے پیچھے پوپ اور مسیحی  
 دومی اور پہر خبگ جو مسیحی داخل ہوئے عیسائیوں نے پادریوں کے فتویٰ سے غریب مسلمانوں اور  
 ودی قوم پر وہ ظلم تو لگا کہ جس کے بیان کرنے سے روگئے کھڑے ہوتے ہیں ڈریمیر پانچ لاکھ آدمی  
 ہتا ہے جو عیسائیوں کے حملہ میں تہ تیغ ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے گہروں اور ان کی  
 جیتوں کو جلا دیا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بیٹے بچوں کو پادریوں کے حکم سے جو رنگ تلواروں پر

اڑایا۔ فاضل و زیر پر نے یہاں جو قیمتی رہنما رک گیا ہے میں اس کے بغیر نقل کرنے نہیں رسکتا چاہے وہ ہلکتا ہے

جب سنہ ۶۰۰ میں عمر (رضی اللہ عنہ) نے اورشلیم فتح کیا ہے اور آپ شہر کے اندر داخل ہوئے میں تو آپ کے پاس بطریق بیٹا ہوا تھا۔ نماز کے وقت آپ نے چیخ اٹھایا کہ (بعث و نشر کے گرجہ میں) میں نماز پڑھنی چاہی اور جہاں آپ پڑھ سکتے تھے مگر یہی قسطنطین کے گرجہ کی سیڑھیوں پر نماز پڑھی اور بطریق سے فرمایا کہ اگر میں سابق الذکر گرجہ میں نماز پڑھتا تو مسلمان آئندہ زمانہ میں صرف میری تقلید پر معاہدہ کی پروا نہ کرتے اور گرجہ کو مسجد بنالیتے مگر جب عیسائیوں نے اس کے مقابلہ میں اورشلیم کو فتح کیا تو معصوم نو عمر بچوں کو انہوں نے دیواروں سے لگا لگا کر ان کے پیچھے گولیوں سے مار ڈالی۔ قلعہ کے کنگروں پر سے شیر خوار بچے مسلمانوں کے سپرد دیئے گئے۔ جو مسلمان خاتون عیسائیوں کے ہاتھ لگی اسے انہوں نے (اپنے خداوند عیسیٰ مسیح کے نام پر) خراب کر ڈالا۔ مردوں کے کباب لے آگ پر کھٹے گئے۔ پتھروں کے چھڑکوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے صرف اس خیال سے کہ کہیں انہوں نے سونا تو ہمیں مل گیا ہے۔ کل ہوتی ان کے عبادت خانہ میں لیجائے گئے اور وہاں انہیں زندہ جلا دیا گیا۔ ستر ہزار آدمیوں کو اس بے نظیر بے رحمیوں سے قتل کیا گیا تھا اور یورپ کا ایچی نہایت ظلمات سے اس خونریزی میں دیکھا جا رہا تھا۔

(لاڈی اسٹیکیل ڈی ول پمٹ اف یورپ مصنفہ فریڈرک ۲۲-۲۳ جلد ۲)

مجھے میں اتنی قوت نہیں ہے کہ میں عیسائیوں کے ناقابل بیان مظالم کی بابت اور یہی کچھ لکھوں میرا سر ہٹے ہو جاتا ہے اور میرا قلم اپنے خونی بیانات کے لکھنے سے تھرتا ہے صرف اس خونی مضمون کو اسی پر ختم کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے اتنا ظلم نہ کیا ہے اپنی یہاں عیسائیوں کو آزاد دی۔ تہذیب۔ سائنسنگلی کا بیت کچھ سبق دیا اور تمام سچی سچی زبانوں کے کہے ہیں کہ زیادہ تر یورپ کا نصیب جہاوی جنگوں ہی سے جاگاب بہر میں اپنے اصلی مضمون کی طرف رجوع ہوتا ہوں اور مسلمانوں کی ترقی کا جان بخش بیان کرتا ہوں۔

(انڈیسی عربوں کی تہذیب اور جاہ و جلال)

ابھی عرب چونکہ طور سے اندلس پر قابض ہوئے آباد ہوئے تھے کہ ان کے درخشاں کام اپنی تابانی دکھانے لگے۔ امرائے قرطبہ نے اپنے ایشیائی خلفاء کی حکمت عملی پسند کر کے اپنے کو علوم و فنون کا مری بنایا اور اپنے انتظام سلطنت کے ایک ایسے نظیر قائم کی جس سے ان کے ہمعصر یورپ میں شہزادے محض نام نہ تھے۔ قرطبہ ان کے

بے نظیر انتظام میں بہت کچھ پہنچا ہوا۔ اس میں دوا کہہ سے زیادہ بلند بلندیوں پر تیار ہو گئے اور دس لاکھ سے زیادہ باشندے آباد ہو گئے۔ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد اندھیرے میں ایک شخص سیدی مصفا شکر پر پہلک لائینوں کی روشنی میں تکبیل تکبیل چلا جاتا تھا۔ اس زمانہ کے سات سو برس کے بعد بھی لندن میں ایک ہی پہلک لائین نہ دکھائی دیتی تھی۔ قرطبہ کی شہر کی نہایت مضبوطی سے بنائی گئی تھیں۔ پیرس میں اس کے صدیوں بعد بھی یہہ کیفیت رہی ہے کہ برسات کے موسم میں شکر تو شکر یہہ نامکن تھا کہ کوئی اپنے گھر کی دہلیز میں ہی قدم رکھے اور قدم رکھا اور ادھر ٹخنہ ٹک قدم غائب ہو گیا۔ شکر کن اور مکانوں کی یہہ آراستگی صرف قرطبہ دار الخلافہ ہی میں نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے ان شہروں میں بھی تھی جو بائے تخت سے دور تھے مثلاً گرینڈ آسیوہلی۔ ٹولیدو۔ خلیفہ کے محلات نہایت تکلف سے بنے ہوئے تھے۔ اندلس کے حکمران اپنے ہمعصر شہنشاہ ہون جرمینی فرانس۔ اور انگلستان کو حقارت سے دیکھتے تھے جن کے محلات خلفاء کے اصطبلوں سے بھی بدتر تھے۔ کیونکہ ان کے محلوں میں نہ دود و دان ہوتے تھے نہ کھڑکیاں نہ عالیشان ہوا کے رخ کے دروازے بلکہ صرف چھتوں میں ایک سوراخ ہوا کرتا تھا جس پوری ہوا یہی نہ آ سکتی تھی۔

(عربوں کے محلات اور باغات)

عرب ایشیا سے اپنے ساتھ تعیش خیز سامان لائے تھے ان کے عالیشان لاکھوں روپے کی لاگوں کے محلات مصفا آسمان کی نیلی چیت کے نیچے عجیب و غریب دکھاتے تھے اور اکثر امرالہ کو شہیاں جنگلوں میں بنائی گئی تھیں انہوں نے اپنے محلوں یا کوٹھڑیوں کے بالا خلاصہ سنگ مرمر کے بنائے اور ان پر بنت کاری کام کرایا ان محلوں یا کوٹھڑیوں کے صحنوں میں اکثر رنگترے کے درخت دکھائی دیتے تھے اور چھین آب گرگتی ہوئی عجیب و غریب دیتی تھی عموماً حوض اور فوارے بلوری ہوتے تھے جبہ آفتاب کی سنہری کرنوں کے ساتھ مصفا بانی بیتا ہوا بہت ہی پہلا دکھائی دیتا تھا۔ ان بلوری آئینوں میں سونے کے خوبصورت تیرے بڑے ہوئے تھے جو اور یہی دوبالا حسن کر دیتے تھے۔ اکثر محلوں اور باغوں کی کوٹھڑیوں کے فرش بالکل بلور کے ہوتے تھے جہاں امرا بارام اپنا خالی وقت گزارتے تھے۔ عموماً عربوں کے محلوں کی دیواریں نفیس اور اعلیٰ درجہ کی بنی کاری کے کام کی ہوتی تھیں اور اس طرح ان کے عالیشان مکانات کے صحن بنے ہوئے تھے۔

اکثر محلات کے صحنوں میں زیبیق پارہ کے فوارے اپنی نہایت چمک دکھاتے اچلا کرتے تھے اور ان میں زینق پارہ کے درخشاں جہلا تیغری مثل پر یوں کے ساکت آوازوں کے گھنٹوں کے چرتے تھے ان محلوں کے گردن میں گرمیوں کے دنوں میں پھولوں اور سبزہ زار سے مس کرتی لہری اور نازک پنہارین میں سے چہشتی ہوئی فرحت خیز اور چای بخش ہوا اینٹن شک گنبد و کج وسیلہ سے آتی تھیں اور چاروں میں روشن آتش دالوں سے جمین خوشبودار چرین جلائی جاتی تھیں مٹی کی نلیوں کے ذریعہ عطربز



گرم گرم ہوا میں تمام محلوں میں پہنچائی جاتی تھیں۔ دیواروں پر خوبصورتی کے لئے سختی بندی کی گئی ہوتی تھی بلکہ ان کی آراستگی کے لئے سونے کے تاروں کے ذریعہ سے تمام خوشبودار خوبصورت ہولوں اور پیلوں کی بیلین چرائی جاتی تھیں اور ہولوں اور بیوٹوں کے ساتھ بیش قیمت جواہرات کے کچے لٹکے ہوئے ہوتے تھے جسے کاشتکاری اور باغبانی کے فنون کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ پایا جاتا تھا۔ چہتوں سے جبر سونے کی کچی کاری ہوتی تھی بلوری جواہر نگار ہمارے کائے جاتے تھے جہاں ایک جواہر بیان کیا گیا ہے (بقول فاضل درپیر صفحہ ۳۱ کتاب مذکور) ایک ہزار آہٹ سو چار بیٹوں کا تھا۔

نازک سنگ مرمر کے ستونوں کا مجمع جس سے چہتوں کا اگر ان تروڑن سہار کہا تھا دیکھنے والی کا تعجب نہ ہوتا تھا اور شہنشاہ بیگون۔ شہزادیوں کے محلوں کے سنگ مرمر کے ستون پر سٹو اور چاندی کے پترے چڑے ہوئے تھے جن پر میرے محل بناد وغیرہ نہایت آب و تاب سے جڑا ہوا تھا۔ فریخہ حندل اور ترنج کی لکڑیوں کا ہوتا تھا اور اس سامان پر علاوہ چاندی سونے کے پتروں کے گل بوٹوں کے جواہرات سے بھی زینت دی جاتی تھی۔ کہانے کی میزوں پر بلوری اور چینی ظروف جبر سہری کام نہایت کاریگری سے کیا جاتا تھا چنے جاتے تھے جس طرح لندن کا عجائب گھر دیکھا ہے وہ خلیفہ عبدالرحمن ثالث کے بر تکلف اور زنگار بلوری اور چینی کے شکستہ ظروف کو دیکھ کر ضرور افسوس کے ساتھ متعجب ہوا ہوگا۔ ان ہی شکستہ ظروف سے خلیفہ یا سلطان اندلس کی بے نظیر شوکت کا ناظر اپنے دل میں اندازہ کر سکتا ہے۔

محلوں میں برساتی کمروں میں بیٹھے چہان برسات میں سلطان امر اور رارہتے تھے سحر کے پردوں سے چہرے بے مثال کاریگری سے تصویریں اور نقشے بنائے جاتے تھے ایک عجیب سامان دکھائی دیتا تھا۔ اچھلنے کے تھیرن کے پردوں کی ان پردوں کے آگے کچھ بھی اصل نہ تھی ان پردوں پر منید برسنا نقش و نگار میں اس صفائی سے دکھایا جاتا تھا کہ انجان آدمی کو دیکھتے ہی مہمانیہ برسنے کا شبہ ہوتا تھا۔ اس کے مقابل میں جاردن کے کمروں کی بھی عجیب بہار تھی ایرانی قیمتی غالیچون کا فرش روحی بات کے پردے کیا کچھ اندلس کی اسلامی شوکت کی دھوم دھام سے شہادت دیتے تھے۔ چہرہ کٹ۔ پلنگ کو چین آراستگی سے کمروں میں رکھی رہتی تھیں اور انہیں لوہان اور عطریات کی خوشبو سے بایا جاتا تھا۔ عرب ماہران فن عمارت نے اعلیٰ درجہ کی ترقی میں فن میں کی تھی جسکی ترقی کی نظیر اب بھی یورپ کے کسی حصہ میں نظر نہیں آتی سنگ تراشی کے فن میں انہیں کامل مہارت تھی مگر وہ زیادہ توجہ بتوں کے تراشنے میں سبذول کر تے تھے کیونکہ ان کے سچے مادی اس کی منافعت کر دی تھی اور وہ اسے بالطبع نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اگر وہ بتوں کی ناک بہون بنانے میں کامل ہوتے تو ان کے لئے کچھ زیادہ فخر کی بات نہ تھی بلکہ مذہب نے انہیں فلسفی سپا ہی اور کام کا آدمی بنادیا اور یہی ان کا مایہ فخر تھا بت تراستی کے سوا خدا نے انہیں تمام قسم کے علوم و فنون سے آراستہ کیا تھا۔ انہیں خوشبودار پہل اور زارہ الوجود وغیرہ ممالک کے سرسبز درخت ان کے محلوں۔ کوشیوں۔ مکانوں کے

صحنوں کا زیور بنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ محل بایا کو بھی کئے مدرسے اندر رکھ کے آگے ہی ایک باغیچہ ضرور لگا ہوا ہوتا تھا صفائی کے لئے خاص بہتیم ہوتے تھے کیا ممکن ہے کہ محل تو محل شہر کے کسی حصہ میں شکر کوں پر ایک تنکا ہی نظر آتا ہو یہ لارچی امر تھا کہ ہر جگہ دل لگی کے سامان بیاگے لئے یہاں ہوں۔ دعات کے ملوں اور بیہوں کے ذریعہ سے گرم اور خشک موسموں کے لحاظ سے پانی دوڑا کرتا تھا اور سنگ مرمر کے حانون میں عمدہ طور پر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ بڑی بڑی کلون کے ذریعہ سے مصنوعی معتدل موسمی ہوا مکروں میں پہنچائی جاتی تھی۔ علاوہ ان سب باتوں کے خواتین کے حصہ محل میں سرگوشانہ گیلیئری لگی ہوتی تھیں۔ بہوں ہیلیان اور سنگ مرمر کے چلے کوٹ رجون کے لئے بنے ہوئے تھے اور خوش و مسلمان کے لئے بڑے بڑے کتب خانے تھے غرض ہر قسم کے مذاق کی چیزیں موجود تھیں اور ہر قسم کے خیالات کا ہر عمر اور ہر سن کا اپنے موافق سامان دلچسپی سے چھتیا ماتا تھا۔

### (کتب خانے)

انڈس کے کتب خانوں کا شمار کرنا بہت مشکل ہے اسلئے علاوہ شاہی کتب خانوں کے ہر امیر اور رئیس کا کتب خانہ علیحدہ ہوا تھا جیسے موجودہ زمانہ میں مشرقی رئیس اپنی شوکت اور استگلی سکانات اور خدام وغیرہ سے سمجھتے ہیں اسکے مقابل میں انڈس کی عربی اپنی شوکت بڑے کتب خانے سے جاتے تھے وہاں بڑا رئیس ہی صرف کتب خانوں پر بیکار اجاتا تھا جب باہم دو شخص رئیسوں کی نسبت رائے دیتے تھے تو یہ کہہ کر کہتے تھے سب میں تھان رئیس ہے اسلئے اس کے کتب خانہ میں سب سے زیادہ کتابیں ہیں خلیفہ الحاکم کا کتب خانہ اتنا بڑا تھا کہ صرف فہرست کتب کی بڑی بڑی چالیس جلدیں تھیں کتب خانہ میں جتنی کتابیں تھیں سب سنہری اور جواہر نگار جلدوں کی تھیں۔ جلد سازی کا کارخانہ۔ ترجمہ کا محکمہ اور کتابوں کے صفحوں کو سنہری کرنے کا کارخانہ علیحدہ علیحدہ تھا جکا تعلق خاص شاہی کتب خانہ سے ہوتا تھا۔ ایک محکمہ خوش نویس کاتبین کا تھا جسے کتابین نقل کرانی جاتی تھیں یہ کاتب اپنے فن میں طاق ہوتے تھے نہ ذر مرہ ایسا اور پورے پرائی کتابوں کے لئے داخل کتب خانہ ہوا کرتے تھے اور اس سے خلیفہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا مذاق تھا۔

انڈس کا کتب خانہ جیسا کہ فصل حال بتو دریاقت ہمیں ہوا ہے دس لاکھ پانچ ہزار کتابوں کا سرمایہ کہتا تھا۔ ایک کتاب بیجاری کتب الوطن موجود ہے جس سے مسلمانوں کی تصانیف کا یکمقدار حال معلوم ہوتا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر صرف خطیبی کے کتب خانہ کی فہرستیں ہاتھ لگ جائیں تو کسی کتب الوطن جیسی کتابیں تیار ہوئیں۔ نہایت افسوس ہے کہ جاتا ہے کہ سات سو برس کی علمی کمائی مسلمانوں کی ایک کھٹ پادری کے فوی اور سچی پادشاہ کے حکم سے تباہ کر دی گئی۔ فردوسی نینڈ اور ملکہ ازابیل کے جابرانہ مآثر سے نہ صرف بیگاہ مسلمان شکر کوں پر لٹا کر کبروں کی طرح فرج کئے گئے بلکہ کار و پیش کی

کے وحشیانہ اور ناخدا ترس قومی سے یہ سارا کتب خانہ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے قریب کے میدان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔ نہ صرف شاہی کتب خانہ بلکہ کل امرا اور وزرا کے کتب خانے جس کا ہم اوپر ذکر کیے گئے۔ یہی خونی قحط بغداد کی ایک شیعہ وزیر کے طفیل سے ہوئی۔ سو برس کی خلفائے عباسیہ کی علمی کمائی جو انہیں سر کر دینی سابق الذکر بادری اور سیحی شاہ نے تو یہ الزام لگا کر جلا یا تھا کہ ان کتابوں میں خلافت اشاعت پھیل باتین ہو گئی اور آخر الذکر شیعہ وزیر نے یہ کہا تھا کہ ان کتابوں کا جلانا اس لئے افضل ہے کہ انہیں ضرورتین صحابہ اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف ہوگی۔ بغدادی کتب خانہ میں ہر علم و فن کی چھ لاکھ کتب تھیں۔ اس کے بعد نبی فاطمہ کا مصر القاہرہ میں کتب خانہ تھا جو بقدر حکمرانوں کی غفلت اور آئے دن کی خونریزی سے تباہ ہو گیا۔ کاش اگر وہ کل کتابیں موجود ہوتیں تو مسلمانوں کی پوری علمی شوکت کہلاتی مگر ان کی میں تو نیم وحشی کا لقب و حیثیت سے لینا تھا بلکہ کیونکر بجا رہ سکتیں۔

(عبدالرحمن ثالث والٹے اندلس کا دربار)

زہرہ کے یہ حملات اور بغاات تھے اور اسکے یہ کتب خانے تھے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا۔ ان بے مثال محلات میں عبدالرحمن ثالث اپنی پیاری سلطانیہ زہرہ کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ زہرہ کے خاص محل کے بارہ سو گھر ہر گھر کے ستون تھے جن کا سنگ مرمر یونان، اطالیہ، اندلس اور فریقہ کا تھا۔ اس پر جلال خلیفہ کا دربار عام موتوں اور سونے کے پتروں سے زینت تھی۔ اس کی مجلس رائے میں حبشی خواجہ سرادق کا پرہار تھا۔ ان کی درویشان سنہری اور ملواریں جواہر نگار قبضوں کی ہوتی تھیں۔ حمم سرانے کی سیگین اور حرمین اتھا درجہ کی حسین بکلی جن کا ثانی دور دور نہ نکل تا تھا۔ صرف محل زہرہ میں چھ ہزار تین سو آدمی رہتے تھے۔ خلیفہ کے باؤتی گارڈ میں بارہ ہزار سو اور رہتے تھے جنکی قیمتی درویشان سرکار سے دیجاتی تھیں۔ سونے کی موٹی موٹی زیخیں بڑی ہونیں اور مزمین پر تلے۔ گھوڑوں کی قیمتی پاکہرین عجیب سلطانی و دبیرہ ظاہر کرتی تھیں۔ یہ وہ عبدالرحمن تھا جس نے پچاس برس تک نہایت جاہ و جلال اور جروت سے سلطنت کی۔ اور اس کا سر برس کے عرصہ میں جب اس نے ان دنوں کا شمار کیا جن میں آرام ملا تھا تو صرف چودہ دن نکلے تھے۔ عظیم الشان سلطنت کی ذمہ داری ان لائٹانی بغیش خیر سامانوں پر ہی اسے بارام محلوں میں عیش نہ اڑانے دیتی تھیں۔ آخر ایک دن خلیفہ نے کہا ہی۔

”یہ دنیا کہی آرام کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ فرائض کی انجام دہی کے لئے خدائے اس دنیا کو بنایا ہے۔“

یہ زہرہ رویش و داغی اور انتظامی روح تھی جب مسلمان کج فخر کرتے ہیں اسلام کی تعلیم کا سچا نتیجہ یہ ہے جو ایسے لائٹانی انفا سے دنیا کو حاصل ہوا۔ اگر عبدالرحمن کی تدابیر ملکی اور نظر کی درست کو دیکھا جائے تو اسکی ذہانت ایک بچی آپ ہی نظیر کہلائی جاسکتی ہے۔

(عربوں کی مدنی الطبع غاذین)

دینا کی کوئی قوم اندلسی عربوں سے ان کے باغوں کی ریش ہیالی اور حسن میں ہرگز سبقت نہیں لیا سکتی۔  
 -جکا اعتراف خود فاضل ڈریسپر بھی کرتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے، "ہم عربوں کے نہایت ممنون ہیں کہ انہوں  
 نے بہت سے قیمتی خوشگوار سیوون کی کاشت کا علم ہمیں سکھایا مثلاً آٹو وغیرہ (ازدی انٹلیجیبل  
 ویولپ منٹ آف یورپ صفحہ ۳۳ جلد ۲) چونکہ عربوں کے آباد اجداد کا یہ مذاق تھا کہ گرمیوں میں  
 وہ خشک پانی کے نفاذ سے کیفیت حاصل کریں اسلئے عربوں کی اندلسی نسل نے ہی بکثرت فوارے۔ آبشاریں  
 تالاب قوت آب کے عجیب و غریب کام۔ مصنوعی جمیلین جنین مہلیاں رنگ بزرنگ کی چوڑی جاتی  
 بتین تعمیر کیں۔ بکثرت حجاب گہرے بنجے متعلق بڑے بڑے وحوش خانے تھے اور جہاں غیر ملکوں سے  
 جانور لاکر رکھے جاتے تھے۔ انہیں مادرالوجہ دیرندون کے لئے خوبصورت سونے کے تارون کے مکانات  
 بنے ہوئے تھے جہاں وہ چھپا یا کرتے تھے اور ڈریسپر کو اپنی موسیقی خیر آوازوں سے فرحت اور دلچسپی  
 تھے تھے شہر میں بکثرت کارخانے تھے جہاں غیر ملکوں کے کاریگر پیش قرار تھا انہوں کے ہر قسم کا کام کرتے  
 تھے کپڑے کے بڑے کارخانے علیحدہ تھے جہاں روئی۔ ریشم کے اور کٹائی کپڑے نہایت نفیس اور  
 با آب و تاب بنے جاتے تھے۔ ان کے ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے معجزہ کی طرح ناظر کو ہک دہک کر دیتے تھے  
 لئے اور جو اس تراش۔ نگینہ سازی اور سونے یا چاندی کے کام پر زیبائش کے لئے باریک خط یا دانے ڈالتے  
 الگ۔ الگ کارخانے تھے جہاں لاجواب گہنے قسم قسم کی باریک کاریگریوں سے بنتے تھے جنہیں خواتین اندلس  
 ریب تن کرتی تھیں۔ ہندوستانی ہندو گھنوں سے کوئی شایہ نہیں ہو سکتی یورپ جس صفائی  
 اور کام کی باریکی پر فخر کرتا ہے وہ دس گیارہ صدی پہلے عربوں کو اندلس میں حاصل تھی۔  
 علاوہ شہر کے ہر محل کارخانے رہنہ کے محل میں بھی تھے اس کے باغات حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے  
 پیرس اندر جو باریک باغوں کو ہی پرے بٹاتے تھے۔ ششاد و صنوبروں کے سایہ میں چہرے اور آبشاریں  
 چھپی ہوئی تھیں۔ پھول دار چارویں میں بیچ دار گھاؤ کے رستے۔ موقع موقع پر گلاب کے پھولوں کے کمرے۔  
 صفائیت کے لئے جگہ بنی ہوئی جو نہایت ہنر اور صفائی سے چٹاؤں ہی میں سے کافی گئی تھیں اور یہ  
 جسے زیادہ کاریگری تھی کہ بہری کو تراش کے نفیس نفیس کمرے بنائے تھے جیسا کہ کئی عینی کے قریب  
 ایفینا اگر دیکھا ہو تو سمجھ سکتا ہے۔ جیسے بڑے بڑے دالان گولہ خین بہت اپن بہت ہے بنے ہوئے ہیں اور  
 سیاڑی میں سے بت تراشے گئے ہیں اس طرح پھولدار چارویں اور پہلوی میں چٹاؤں ہی میں تراشے  
 کے کمرے جو تخلیق کی جان ہوئے ہیں بنے ہوئے تھے۔ باغوں کو باغبانی کے کمال ہنروں سے ہلاکی زینت  
 دی تھی کیونکہ ایک صناعت کی آنکھ انہیں چاروں طرف پرکھ صرف ترتیب پہلوی پھولوں کے رنگ اور نازک  
 شکلوں سے دلچسپی حاصل کرتی تھی بلکہ ان پھولوں کی عطر بزیلٹون سے بھی اپنے دماغ کو بسا سکتی تھی گویا